مؤسس

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری



جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

مدیر اعلیٰ مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

فائل 2017ء

جنوری، مارچ، مئی، جون، جولائی

اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر

خصوصی شمارہ: مفتی شعیب رضا نعیمی

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

Taj-ush-Shari'ah Foundation Karachi, Pakistan

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشۂ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری علیہ الرحمہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammmd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

جنوری ۲۰۱۷ء / ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ



عید غوثیہ مبارک ہو

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

مُدیرِ اعلیٰ

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مُدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

- اسلام اور حقوق نسواں
- صلح کلّیت! تعارف، نقصانات اور تدارک
- حیات غوث اعظم کے چند تابندہ نقوش
- صنف نازک پر رحمۃ اللعالمین کی شفقت و رحمت
- اجمیر مقدس میں جمیعت علمائے ہند کا عمل...

بیادگار امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا

بریلی شریف

زیرِ سرپرستی
حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مُدیرِ اعلیٰ:
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مُدیر:
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار:
عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

جلد نمبر ۲

شمارہ نمبر ۱

فی شمارہ ۲۰ روپے
زرسالانہ ۲۵۰ روپے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر
لائف ممبرشپ (اندرون ملک) ۵۰۰۰ روپے
پاکستان، سری لنکا، بنگلادیش ۱۱۰۰۰ روپے
لائف ممبرشپ (دیگر ممالک) ۵۰۰ امریکی ڈالر

جنوری ۲۰۱۷ء / ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ

قانونی انتباہ: کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زرِ سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

نوٹ: رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کرسکتے ہیں:
9411090486, 9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دینا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دُنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی
Cont. Add: Mahnama Sunni Duniya, 82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.)
فون: Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

منظومات

بریلی سے رکھو رشتہ

از: مولانا سید اولادِ رسول قدسی

بریلی سے رکھو رشتہ، بڑا نازک زمانہ ہے
رہو خوش بخت سرتاپا، بڑا نازک زمانہ ہے

نہ جانے کب مدینے کی ہوا آکر سما جائے
رکھو وا دل کا دروازہ، بڑا نازک زمانہ ہے

رضا کے دامنِ اقدس سے لپٹے ہی رہو ہر دم
ہے یہ عقبیٰ کا سرمایہ، بڑا نازک زمانہ ہے

رہو تا زندگی آقا کے گستاخوں سے کوسوں دور
نہ بکھرے حق کا شیرازہ، بڑا نازک زمانہ ہے

کرو ابطالِ باطل ہو کے تم بے خوفِ دنیا سے
رہو حق پر عمل پیرا، بڑا نازک زمانہ ہے

کہاں ہے کون ہے مسلک کا مخلص دورِ حاضر میں
تعجب ہر سو ہے سنّاٹا، بڑا نازک زمانہ ہے

بسالو خیر کی خوشبو سے اپنا نامۂ اعمال
نہ بننا شر کا دلدادہ، بڑا نازک زمانہ ہے

نہیں ہے دور وہ دن جب رضا سے جلنے والوں کو
اٹھانا ہوگا خمیازہ، بڑا نازک زمانہ ہے

بٹھائی قلب میں جس ذات نے عظمت شہِ دیں کی
بناؤ اس کو پیمانہ، بڑا نازک زمانہ ہے

رضا کے نام پر پلتے رہے اب ان پہ ہی حملہ
یہی ہے شانِ مردانہ، بڑا نازک زمانہ ہے

یہ ایماں دین ہے کس کی رضا کے دشمنو بولو
بڑے بنتے ہو علامہ، بڑا نازک زمانہ ہے

مری توبہ عداوت اس رضا سے جس نے آقا کا
بنایا ہم کو دیوانہ، بڑا نازک زمانہ ہے

رضا کا مانو احساں جس نے ہم کو یہ دیا ادراک
ہیں اصلِ دو جہاں آقا، بڑا نازک زمانہ ہے

وہابی، دیوبندی، صلح کلی سب ہوئے پسپا
ہے احساں اعلیٰ حضرت کا، بڑا نازک زمانہ ہے

رضا سے ہر طرف روشن ہے یہ نام اہلِ سنت کا
رہے ان کا سدا سایہ، بڑا نازک زمانہ ہے

نبی کا معجزہ اور رب کی آیت اعلیٰ حضرت ہیں
کبھی ان سے نہ ٹکرانا، بڑا نازک زمانہ ہے

رضا کے مسلکِ حق کا تمہیں رہنا ہے پیروکار
یہی حق کا ہے کاشانہ، بڑا نازک زمانہ ہے

رضا کے دشمنوں کی ہے بڑی یہ پُر خطر سازش
رہو تم ان سے چوکنّا، بڑا نازک زمانہ ہے

عقائد اہلِ سنت کے رضا نے کر دیئے واضح
کوئی کیسے یہ بھولے گا، بڑا نازک زمانہ ہے

رہو سینہ سپر فکرِ رضا کی تم حمایت میں
ہے یہ گوہر گرانمایہ، بڑا نازک زمانہ ہے

رہے پیشِ نظر قدسیؔ وصیت اعلیٰ حضرت کی
تقاضہ ہے یہ ایماں کا، بڑا نازک زمانہ ہے

پکارو یارسول اللہ

بڑی حالت کشیدہ ہے، پکارو یارسول اللہ
غموں کا بہتا دریا ہے، پکارو یارسول اللہ

نہیں سننا کبھی آقا کے گستاخوں کی تم باتیں
صحابہ کا وطیرہ ہے، پکارو یارسول اللہ

تم اہلِ حق ہو رکھو پائدار اپنے عقیدے کو
بزرگوں کا طریقہ ہے، پکارو یارسول اللہ

تمہیں یہ اعلیٰ حضرت سے ملا ہے درسِ ایمانی
رضائے رب کا تمغہ ہے، پکارو یارسول اللہ

ضرورت کیا؟ کرو اغیار سے تم نالہ و شیون
مصیبت کش وظیفہ ہے، پکارو یارسول اللہ

جنازہ کرب و کلفت کا نکل جائے گا پل بھر میں
یہ سب کا آزمودہ ہے، پکارو یارسول اللہ

وہ رب کی معرفت کے نور سے معمور کر دیں گے
اگر خالص عقیدہ ہے، پکارو یارسول اللہ

ہیں ہر سو ٹولیاں ایمان و مذہب کے لٹیروں کی
یہی بس اک سہارا ہے، پکارو یارسول اللہ

خدا کی رحمتیں برسیں گی تم پر دم بہ دم قدسی
بہشتی سیدھا رستہ ہے، پکارو یارسول اللہ

□ □ □

اداریہ

اسلام اور حقوق نسواں

عبدالرحیم نشتر فاروقی

اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس نے عورت کو ذلت ورسوائی کے تحت الثریٰ سے اٹھا کر عزت وعظمت کے عرش اعظم پر بٹھایا ہے، تاریخ عرب شاہد ہے کہ ظہور اسلام سے قبل اس عورت کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا، دامادی کا تصور کسی لعنت کے طوق سے کم نہ تھا، عورت سامان خرید وفروخت کی طرح بازاروں میں سجادی جاتی، ظالم وہوس پرست خریدار ٹھوک بجا کر دیکھتے اور چند سکوں کے عوض اس کی سانسوں اور سراپے کے مختار کل بن جاتے، پھر ابدی غلامی کا پٹہ اس کے گلے کا ہار بن جاتا، کسی بیوہ کی شکل و صورت لوگوں کے لئے نحوست وبدشگونی کی علامت تھی، رحم وکرم کے چند بے قدر چھینٹے عورت کے حصے میں صرف اس وقت ہی آتے تھے جب وہ کسی مرد کی شہوت وحیوانیت کے لئے تختۂ مشق بنی ہوتی، ہندوستان میں شوہر اپنی بیوی کو جوئے میں داؤ پر لگا دیتا اور بیوی جیتنے والے کی ملکیت ہوجاتی تھی، یہی نہیں اگر شوہر مرجائے تو بیوی کو بھی اس کی چتا پر زندہ جلا دیا جاتا تھا، شفقت ومحبت، عزت وعظمت، جذبات واحساسات اور مسرت وشادمانی کی لذت سے اس کی زندگی بالکل عاری تھی، مختصر یہ کہ بے کیف وسرور جیتے جی لاشے میں تبدیل ایک سراپے کا نام تھا ’’عورت‘‘ اور بس۔

لیکن جب ۱۲؍ ربیع النور کی سعادت مند تاریخ کو انسان کو انسانیت کا درس دینے والے ’’معلم انسانیت‘‘ تشریف لے آئے، عالم کا ذرہ ذرہ انسانیت کی خوشبو سے مہک اٹھا، ابولہب کی باندی ثویبہ دوڑتی ہوئی آ کر اطلاع دیتی ہے: اے ابولہب! تمہارے بھائی عبداللہ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے، مبارک ہو، تم چچا بن گئے، ابولہب یہ خوش خبری سن کر جوش مسرت میں جھوم اٹھا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا: ثویبہ! اس عظیم خوش خبری کے عوض آج میں نے تجھے آزاد کر دیا۔

ذرا غور فرمائیے! کسے آزادی کا پروانہ مل رہا ہے؟ کون غلامی کے طوق سے نجات پا رہا ہے؟ کس کا نصیبہ جاگ اٹھا ہے؟ اس دنیائے رنگ وبو میں معلم انسانیت کی تشریف آوری کا پہلا دن ہے اور پہلا انقلاب؟ غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ایک ’’عورت‘‘ کی غلامی کی لعنت سے آزادی، دنیا کی اس مظلوم ترین ہستی کو محسن انسانیت اپنے قدموں کی برکت سے آزادی کا پروانہ تھما کر دنیا کو یہ درس دے رہے ہیں کہ لوگو! یہ نازک سی مخلوق غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کے لئے نہیں بلکہ آغوش محبت میں چھپا لینے کے لئے ہے، آخر اس کی بھی اپنی زندگی ہے اور اُسے بھرپور جینے کا حق بھی ہے، اس کے بھی اپنے جذبات واحساسات ہیں، اس کے اندر بھی جوش وامنگ ہے، پھر کیوں اس کے یہ جائز حقوق سلب کئے جا رہے ہیں؟ اس لئے آج سے اسے اس کا ہر جائز مقام اور اس کے تمام واجب حقوق بہر حال دیئے جائیں گے۔

اسلام کیا آیا، عورتوں کا مسیحا آ گیا، اس نے عورت کو نہ صرف جینے کا حق دیا بلکہ اسے معاشرے میں عزت ووقار اور ادب واحترام بخشا، اسے محض جنسی کھلونا تصور کرنے والی دنیا میں ایک پاکیزہ معاشرے کی تشکیل میں بنیادی کردار قرار دیا، قدم قدم پر اس کے حقوق کی پاسبانی کی، عورت کی زندگی کے مختلف ادوار ومراحل ہیں اور اسلام نے ہر مرحلے میں اس کی عزت وعظمت، عفت وعصمت کی محافظت اور اس کے فطری تقاضوں کا بھرپور خیال فرمایا ہے۔

چنانچہ جب یہ عورت ایک بیٹی کی شکل میں پیدا ہوتی ہے تو (بجائے اسے باعث ننگ وعار سمجھ کر زندہ درگور کرنے کے) اسلام اس کے وجود کو باعث خیر وبرکت اور سبب حصول جنت قرار دیتا ہے اور اسی وقت سے اس کے حقوق کی پاسبانی شروع ہوجاتی ہے، اسے رضاعت، پرورش وپرداخت اور اخلاقی وروحانی تربیت کا مکمل حق دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كانت له انثى فلم يادها ولم يهنها ولم يؤثر ولده عليها يعنى الذكور ادخله الله الجنة۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس لڑکی ہو، وہ نہ اسے زندہ درگور کرے، نہ ذلیل وخوار سمجھے اور نہ لڑکوں کو اس پر ترجیح دے تو اللہ جل شانہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ [مشکوۃ شریف، ص۴۲۳]

نیز حضرت نبیط بن شریط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا ولد للرجل ابنة بعث الله عزوجل ملائكة يقولون السلام عليكم أهل البيت يكتنفونها

باجنحتهم ويمسحون على رأسها ويقولون ضعيفة خرجت من ضعيفة القيم عليها معان الى يوم القيامة۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کے یہاں لڑکی پیدا ہوتی ہے تو خالق کائنات اس کے گھر فرشتوں کو بھیجتا ہے، فرشتے آکر کہتے ہیں اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو، پھر اس لڑکی کو اپنے پروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں لے لیتے ہیں اور اس کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے کہتے ہیں: یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس کی نگہبانی اور پرورش کرے گا، قیامت تک رحمت خداوندی اس کے شامل حال رہے گی۔ [معجم کبیر، ۲۰/۲۷۷]

یہ ایک تعجب خیز حقیقت ہے کہ اس ترقی یافتہ دور میں بھی دور جہالت کے پرستار موجود ہیں جو لڑکی کو شکم مادر ہی میں مار ڈالتے ہیں، اُس دور جہالت میں کم از کم لڑکیوں کو پیدا ہونے اور اس دنیائے رنگ و بو میں زندگی کی چند سانسیں لینے کا توحق تھا، یہ کیسا دور ترقی ہے؟ جس میں حقوق و اختیارات اور حصول مراعات تو درکنار، لوگ اسے پیدا ہونے کا بھی حق نہیں دیتے۔

سن شعور کو پہنچنے کے بعد اسے زیور علم وفن سے بھی آراستہ وپیراستہ ہونے کا حق حاصل ہے بلکہ اسلام اسے حصول تعلیم کے لئے ترغیب دیتا ہوا نظر آرہا ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: طلب العلم فريضة على كل مسلم۔

حضرت شفا بنت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: دخل علیّ النبي صلى الله عليه وسلم و انا عند حفصة فقال لي الا تعلمين هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة۔ یعنی میرے پاس نبی کریم ﷺ تشریف لائے، میں اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھی، حضور نے فرمایا: کیا تم ان کو پھوڑے کا دم نہیں سکھاؤ گی جیسا کہ انھیں کتابت کی تعلیم دی۔ [ابوداؤد شریف، ص۵۴۲]

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من كانت له ابنة فأدبها وأحسن أدبها وعلمها فأحسن تعليمها فأوسع عليها من نعم الله التي اسبغ عليه كانت له منعة وسترا من النار۔ یعنی جو شخص اپنی بیٹی کو بہتر ادب سکھائے اور اچھی تعلیم و تربیت دے اور اس پر اللہ کی دی ہوئی نعمتیں وسیع کرے تو وہ دوزخ کی آگ کو اس کے لئے روکنے والی اور اس سے آڑ بن جائے گی۔ [کنز العمال، ۱۶/۴۵۲]

اگر والدین اس کی پرورش و کفالت یا تعلیم و تربیت کے سلسلے میں کسی قسم کی پریشانی کا سامنا کرتے ہیں اور وہ تکلیف و پریشانی برداشت کرتے ہوئے بحسن و خوبی اس کے فرائض کو انجام دیتے ہیں تو ایسے والدین کے لئے اس لڑکی کو جہنم کی آگ سے ڈھال بنا دینے کی خوش خبری دی گئی ہے۔

چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: دخلت امرأة معها ابنتان لها تسأل فلم تجد عندي شيئا غير تمرة فاعطيتها اياها فقسمتها بين ابنتيها ولم تأكل منها ثم قامت وخرجت ودخل النبي صلى الله عليه وسلم علينا فاخبرته فقال النبي صلى الله عليه وسلم من ابتلي من هذه البنات بشئ كنّ له سترا من النار۔ یعنی میرے پاس ایک عورت آئی، اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں تھیں، اس نے سوال کیا، اس وقت میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا تو میں نے وہی اسے دے دی، اس نے وہ کھجور اپنی دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دی اور خود کچھ کھائے بغیر واپس چلی گئی، جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے یہ واقعہ آپ کو بتایا، حضور نے ارشاد فرمایا: جو شخص ان لڑکیوں کی وجہ سے کسی آزمائش میں ڈالا جائے اور پھر بھی ان کے ساتھ احسان کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔ [بخاری شریف، ۱/۱۹۰]

نیز حضرت سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كانت له ثلاث بنات اوثلاث اخوات او ابنتان اواختان فاحسن صحبتهن واتقى الله فيهن فله الجنة۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں یا دو بیٹیاں یا دو بہنیں ہوں اور وہ ان کے جملہ حقوق بحسن و خوبی انجام دے اور ادائے حق میں اللہ سے ڈرتا رہے تو اس کے لئے جنت ہے۔ [ترمذی شریف، ۲/۱۳]

یونہی جب یہ لڑکی سن بلوغ کو پہنچ جائے تو اسے اپنی پسند کے کفو سے نکاح کا مکمل اختیار ہے ایسا نہیں کہ لائق و نالائق شخص سے اس کی مرضی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا جائے اور وہ مجبور محض بن کر اپنے ارمانوں کا جنازہ نکلتا دیکھتی رہے، وہ اگر چاہے تو اسے ردّ کر سکتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ان جارية بكرا اتت النبي صلى الله عليه وسلم فذكرت ان اباها زوجها وهي كارهة فخيرها النبي صلى الله عليه وسلم۔ یعنی ایک جوان لڑکی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے باپ نے ایک شخص سے میرا نکاح کر دیا ہے اور میں اسے ناپسند کرتی ہوں، حضور نے اسے اختیار دیا کہ چاہے تو اس نکاح کو باقی رکھے اور اگر چاہے تو اسے رد کر دے۔

[ابوداؤد شریف، ص۲۸۵]

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: ان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال :انما الدنیا متاع ولیس من متاع الدنیا شئی افضل من المرأۃ الصالحۃ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک دنیا فائدہ اٹھانے کی چیز ہے اور دنیا کی فائدہ مند چیزوں میں نیک عورت سے زیادہ بہتر کوئی چیز نہیں۔ [ابن ماجہ،ص۱۳۳]

بعد نکاح جب لڑکی ایک بیوی کے فرائض انجام دینے لگتی ہے تو اسلام یہاں بھی اس کے حقوق کی پاسبانی کرتا ہوا نظر آتا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے :لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ یعنی عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا (ان کے شوہروں کا) ان پر ہے شرع کے موافق۔ [البقرہ،۲/۲۲۸]

بیوی کے حقوق میں سے ایک حق مہر بھی ہے جو شوہر کے ذمہ ہے، بیوی شوہر سے اس کا مطالبہ کرسکتی ہے، حتی کہ اگر بیوی چاہے تو مہر کی ادائیگی سے قبل شوہر کو اپنے قرب سے محروم رکھ سکتی ہے جبکہ مہر معجّل ہو۔

ایسا نہیں ہے کہ صرف بیوی ہی شوہر کی ناز برداری اور اس کے نخرے اٹھاتی رہے بلکہ شوہر کو بھی حکم ہوا کہ وہ بھی بیوی کے ساتھ اخلاق ومحبت اور حسن سلوک سے پیش آئے، ظلم وزیادتی اور اس کی دل آزاری سے باز رہے۔

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا والطفھم باھلہ۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں مؤمن کامل وہ شخص ہے جو خوش اخلاق ہو اور اپنی بیوی کے ساتھ نرمی اور مہربانی کا سلوک کرتا ہو۔ [مشکوٰۃ شریف،ص۲۸۲]

بیوی کا یہ بھی حق ہے کہ شوہر اس کے رہنے سہنے، کھانے پینے اور اس کے آرام وآسائش کا انتظام حسب استطاعت کرے، چنانچہ حضرت حکیم بن معاویہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے کہا:قلت یارسول اللہ!ماحق زوجہ احدنا علیہ؟ قال ان تطعمھا اذا طعمت وتکسوھا اذا اکتسیت ولا تضرب الوجہ ولا تقبح ولا تھجر الا فی البیت۔ یعنی میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہم میں سے کسی آدمی پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: جب تو کھائے تو اسے کھلائے اور جب تو پہنے تو اسے بھی پہنائے اور اس کے چہرے پر نہ مارے، نہ اسے سے بری بات کرے اور (اگر بوقت ضرورت) اس سے ترک تعلق رکھے تو صرف گھر میں رکھے۔ [ابوداؤد شریف،۲۹۱]

سرور کائنات محسن انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے تاریخی خطبے میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: استوصوا بالنساء فانھن عنکم عوان لیس تملکون منھن شیئا غیر ذلک الا ان یأتین بفاحشۃ مبینۃ فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع واضربوھن ضربا غیر مبرّح فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا ان لکم من نسائکم حقا ولنسائکم علیکم حقا فاما حقکم علی نسائکم فلا یوطئن فرشکم من تکرھون ولا یأذن فی بیوتکم لمن تکرھون الا وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کسوتھن وطعامھن۔ یعنی اے لوگو! میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اسے قبول کرو، بے شک وہ تمہاری پابند ہیں، تم سوائے حق مخصوص کے ان کی کسی چیز کے مالک نہیں مگر یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں، اگر وہ کسی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں تو تم ان سے اپنے بستر الگ کرلو اور بوقت ضرورت تم انھیں سزا بھی دے سکتے ہو لیکن ایسی سزا جو انھیں زخمی کرنے والی نہ ہو، پھر اگر وہ اطاعت گزار ہو جائیں تو ان پر زیادتی کی راہ نہ تلاش کرو، بے شک تمہارا تمہاری عورتوں پر اور تم پر تمہاری عورتوں کا حق ہے، تمہارا حق ان پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر کی حرمت کو برقرار رکھیں اور تمہارے گھروں میں اسے داخل نہ ہونے دیں جسے تم ناپسند کرتے ہو اور ان کا حق تمہارے اوپر یہ ہے کہ تم ان کے پہننے اوڑھنے اور کھانے پینے میں حسن سلوک کرو۔ [ابن ماجہ،ص۱۳۳]

عورت کی زندگی میں اس کا ازدواجی دور نہایت اہمیت کا حامل ہے، اس مرحلے میں اسے نت نئے حالات وتجربات سے گزرتے ہوئے مشکل ترین ذمہ داریاں انجام دینی ہوتی ہیں، اسلام نے اس کی ان مشکل ترین ذمہ داریوں کے پیش نظر اسی طرح اس کے حقوق بھی متعین کئے ہیں تاکہ وہ کسی پریشانی کا سامنا کئے بغیر خوش اسلوبی کے ساتھ ان اہم ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوسکے۔

چنانچہ نفقہ اور دیگر ضروریات زندگی کی فراہمی سے اسے بے نیاز کر کے شوہر کو اس کا مکلف بنایا گیا ہے کہ وہ بقدر کفایت ضروریات خانگی کی فراہمی کرے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے :لِيُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ۔ یعنی مال دار اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا وہ اس میں سے نفقہ دے جو اللہ نے اسے دیا۔ [الطلاق،۲۸/۷]

اگر شوہر نفقہ اور ضروریات زندگی کی فراہمی میں بلا عذر شرعی تنگی کرتا ہے تو بیوی کو اس بات کا شرعاً حق ہے کہ وہ شوہر کے مال میں تصرف کرتے ہوئے دستور زمانہ کے مطابق اخراجات از خود لے لے۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: ان هندا بنت عتبة قالت يارسول الله ان اباسفيان رجل شحيح وليس يعطيني مايكفيني وولدي الاما اخذت منه وهولايعلم فقال خذي مايكفيك وولدك بالمعروف۔ یعنی ہند بنت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! (میرے شوہر) ابوسفیان بخیل آدمی ہیں، وہ اتنا نفقہ مجھے نہیں دیتے جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو مگر یہ کہ میں ان کی اطلاع کے بغیر کچھ اس میں سے لے لوں (کیا اس طرح بغیر اجازت شوہر لے لینا جائز ہے؟) حضور نے ارشاد فرمایا کہ تو اس کے مال میں سے اتنا لے سکتی ہے جو تجھے اور تیری اولاد کو دستور کے موافق خرچ کے لئے کافی ہو۔ [بخاری شریف،۲/ ۸۰۸]

عورت اپنی زندگی کے مختلف ادوار سے گزرتی ہوئی جب ''ماں'' کی حیثیت اختیار کرتی ہے تو اولاد کو حکم ہوتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ بھلائی، مہربانی اور ادب واحترام سے پیش آئے، ہرگز اس سے سخت کلامی نہ کرے، نہ اس کے ساتھ بلند آواز سے بات کرے، اس کے آرام وراحت کا بھرپور خیال رکھے۔

ارشاد خداوندی ہے: وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔ یعنی تمہارے رب نے تمہیں حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو (کسی بھی بات پر) ان سے ہوں (تک) نہ کہنا اور نہ انھیں جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا اور ان کے لئے عاجزی کا بازو بچھا نرم دلی سے اور عرض کر اے میرے رب! تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

[بنی اسرائیل،۱۵/ ۲۳-۲۴]

حضرت معاویہ بن جاہمہ سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں: جاء الی رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال يارسول الله! أردت الغزو وجئتك أستشيرك فقال هل لك من ام؟ قال نعم فقال الزمها فان الجنة عند رجلها۔ یعنی میرے والد حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! میں جہاد کو جانا چاہتا ہوں، اجازت مرحمت فرمائیں، حضور نے ارشاد فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ عرض کی، ہاں، حضور نے فرمایا کہ تو اپنی ماں کی خدمت کر، اس لئے کہ جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔

[مسند امام احمد بن حنبل،۳/ ۴۲۹]

حضرت مقدام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الله يوصيكم بامهاتكم ثم يوصيكم بامهاتم ثم يوصكيم باٰبائكم ثم يوصيكم بالاقرب فالاقرب۔ یعنی اے لوگو! سنو، اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں ماں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے، پھر دوبارہ سن لو کہ اللہ عزوجل تمہیں اپنی ماں کے ساتھ بھلائی کا حکم فرماتا ہے پھر باپ کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیتا ہے پھر خویش واقارب کے ساتھ بھلائی کا حکم فرماتا ہے۔

[ادب المفرد،۱/ ۳۵]

ماں کی عظمت وبرتری کا اندازہ اس حدیث پاک سے بھی لگایا جاسکتا ہے جسے بہز بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ان کے دادا نے کہا: قلت يارسول الله من ابر؟ قال امك قلت ثم من؟ قال امك قلت ثم من؟ قال امك قال قلت ثم من؟ ثم اباك ثم الاقرب فالاقرب۔ یعنی میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ! میرے حسن سلوک کا زیادہ حق دار کون ہے؟ حضور نے فرمایا: تیری ماں، میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: تیری ماں، میں نے عرض کیا پھر کون؟ ارشاد ہوا: تیری ماں (جب) میں نے (چوتھی بار) عرض کیا پھر کون؟ تو ارشاد فرمایا: تیرا باپ، پھر جو جتنا قریب ہو۔

[ترمذی شریف،۲/ ۱۱-۱۲]

عورت اپنی ازدواجی زندگی میں اگر ذہنی ہم آہنگی، خلوص ومحبت اور سکون وراحت محسوس نہیں کررہی ہے اور ناچاقی اس حد تک بڑھ گئی ہو کہ آپس میں نباہ کی کوئی صورت نہ رہ گئی ہو تو اسے اسلام نے ''خلع'' کا حق عطا فرمایا ہے کیوں کہ روز روز کی خانہ جنگی اور گھٹ گھٹ کر جینے سے بہتر یہ ہے کہ بھلائی کے ساتھ اپنا راستہ اس سے الگ کرلے۔

چنانچہ ارشاد خداوندی ہے: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ یعنی پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے لے، یہ اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے وہی لوگ ظالم ہیں۔

[البقرہ،۲/ ۲۲۹]

اور اگر بمرضیٔ مولیٰ عورت کا شوہر اسے داغ مفارقت دے کر دنیا سے رخصت ہوگیا تو اسلام زندگی کے اس موڑ پر بھی اس کی دست گیری فرماتا ہے، اسلام عرب قبائل کے ظالمانہ دستور کی طرح اس

پر ظلم وستم کے پہاڑ نہیں توڑتا، ہندو رسم ورواج کے مطابق اسے اپنے مردہ شوہر کی چتا پر زندہ جلنے کے لئے مجبور نہیں کرتا یا زمانۂ جاہلیت کی فرسودہ ذہنیت کی طرح اسے منحوس وبدنصیب قرار نہیں دیتا بلکہ اسے معاشرے میں اب بھی ایک محترم اور باعزت فرد کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا مکمل حق دیتا ہے، اگر وہ چاہے تو عدت وفات کے بعد عقد ثانی کر کے اپنی زندگی کو دوبارہ خوشگوار بنا سکتی ہے اور اگر چاہے تو صبر بھی کر سکتی ہے۔

اسلام نے نہ صرف اس کی تعلیم دی بلکہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عملی طور پر ایک چالیس سالہ بیوہ کو اپنی پہلی شریک حیات بنا کر اس کی خزاں رسیدہ زندگی کو نہ صرف بہار نو کے جھونکوں سے خوشگوار بنا دیا بلکہ ام المومنین کے عظیم اور ابدی شرف سے بھی ممتاز و سرفراز فرما دیا۔

جبکہ شوہر کے سایۂ رحمت ومحبت سے محروم اس مصیبت کی ماری بیوہ کے ساتھ مزید ہمدردی اور غمگساری کی بجائے بات بات پر منحوس ہونے کا طعنہ دے کر اسے احساس محرومی وبدنصیبی کے طوفان کے حوالے کر دینا، قاتل اور ڈائن کے دل خراش خطاب کے ذریعہ اسے خودکشی پر مجبور کر دینا، مہم یا سفر کے موقع پر گھر سے نکلتے وقت بیوہ پر کسی کی نظر پڑ جانے کی صورت میں اسے زدو کوب کرنا اہل شرافت کا شیوہ بن چکا تھا۔

اسلام بیوہ کو حسن سلوک اور رحمت ومروت کا حق دار قرار دیتا ہے حتی کہ اس کی معاونت وخبر گیری کو راہ خدا میں جہاد کے مساوی گردانتا ہے۔

چنانچہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے : عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الساعی علی الارملة والمسکین کالمجاهد فی سبیل اللہ واحسبه قال وکالقائم لا یفتر وکالصائم لا یفطر۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بیوہ اور مسکین کے لئے جدوجہد کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جو راہ خدا میں دوڑ دھوپ کرتا ہے، راوی کہتے ہیں کہ میرا گمان ہے کہ حضور نے یہ بھی فرمایا: اور وہ اس شخص کی طرح ہے جو رات کو مسلسل قیام کرتا ہے اور اس کی طرح ہے جو دن کو مسلسل روزے رکھتا ہے۔ [مسلم شریف، ۲/۴۱۱]

اسلام نے ماں باپ اور رشتہ داروں کے متروکہ مال واسباب اور زمین وجائداد میں بیٹوں کے ساتھ ساتھ بیٹیوں کا بھی حق مقرر کیا ہے جس سے انھیں کوئی بھی کسی صورت میں محروم نہیں کر سکتا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ۔ یعنی ماں باپ یا دوسرے رشتہ دار جو چھوڑ کر مر جائیں ان میں عورتوں کا بھی حصہ ہے۔ [النسا، ۵/۷]

نیز ارشاد فرمایا: يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں، بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر (یعنی لڑکی کا حصہ لڑکے سے آدھا) ہے۔

[[النسا، ۴/۱۱]

غور وفکر کا مقام ہے کہ جس عورت کو اہل دنیا پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کر دیتے تھے، جسے اپنی زندگی بھی جینے کا حق نہیں تھا، جو محض جنسی پیاس بجھانے کا ایک ذریعہ تھی، جس کے لئے ادب و احترام اور عزت وعظمت جیسے الفاظ ناروا تھے، جو چتا پر مردہ شوہر کے ساتھ ہی زندہ جلا دی جاتی تھی، جسے جوئے میں داؤ پر لگانے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا تھا، منحوس اور ڈائن کا تمغہ دے کر اس کی زندگی اجیرن کر دی جاتی تھی، باپ کے مرجانے پر ماں لونڈیوں کی طرح تقسیم کر دی جاتی تھی، مرنے والے کے ترکہ میں نہ بیوی کو کوئی حصہ ملتا تھا نہ بیٹی کو، غرض کہ حقوق کے نام پر عورت بالکل تہی دامن تھی، اس کی قسمت میں اگر کچھ تھا تو وہ تھا محرومیوں اور نامرادیوں کا بھیانک تسلط اور بس۔

اسلام نے دنیا میں پہلی بار سسکتی بلکتی اس مظلوم کے آنسوؤں کو اپنے دامن کرم میں جذب کیا، اس کے زخموں پر شفقت ومحبت کا مرہم لگایا، کل تک جو بیٹی باپ کے لئے باعث ننگ وعار تھی، آج باعث نزول رحمت اور سبب دخول جنت ہے، کل تک جو بہن حقوق وراثت سے محروم تھی، آج بھائی کے پیار ومحبت کے ساتھ حقوق وراثت سے مسرور ہے، کل تک جو بیوی شوہر کے لئے محض جنسی تکمیل کا ذریعہ تھی، آج نہ صرف راحت جاں اور سکون قلب وجگر ہے بلکہ گھر کی حاکمہ بھی ہے، کل تک جس ماں کی حیثیت ایک زرخرید لونڈی سے بھی گئی گزری تھی، آج اتنی بلند ہوگئی کہ جنت اپنے قدموں میں لئے بیٹھی ہے، غرض کہ اسلام نے عورت کو وہ سارے حقوق واختیارات عطا کئے جس کی وہ پیدائشی حق دار تھی اور آج اسی اسلام کو حقوق نسواں کا غاصب قرار دیا جارہا ہے؟ ع

آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے

اسلام نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دے کر اس کے حقوق کی پامالی نہیں بلکہ اس کی نازک ترین عفت وعصمت اور عزت وعظمت کی محافظت کی ہے، حالات ومشاہدات اس حقیقت کو واشگاف کرتے ہیں کہ آج جس قدر بھی زنا بالجبر، جنسی استحصال اور چھیڑ چھاڑ کے واقعات ظہور پذیر ہو رہے ہیں وہ عموماً انہیں خواتین کے ساتھ پیش آتے ہیں جو بے پردہ ہوتی ہیں، اس صورت

حال کو خواتین کے تنگ و چست اور جنسی جذبات برانگیختہ کرنے والے فیشن ایبل کپڑوں نے مزید دوآتشہ کر دیا ہے جن کے دریچوں سے جھانکتے ان کے جسموں کے نشیب و فراز عرانیت کی ساری حدیں توڑ کر مردوں کو دعوت گناہ دیتے ہیں۔

اسلام نے عورت کو جسم کے ان واضح خطوط کو چھپانے کا حکم دیا ہے جو صنف مخالف کے لئے فطری میلان و کشش رکھتے ہیں تا کہ کوئی آوارہ مزاج مرد اس میلان و کشش کے سبب بے خود ہو کر اس کی چادر عصمت کو تارتار نہ کر دے جو معاشرے کی پاکیزگی اور اس کے تقدس کی پامالی کا سبب اعظم ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے: وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ (الی ان قال) وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ. یعنی (اے محبوب) مسلمان عورتوں کو حکم فرمائیے کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں (سینوں) پر ڈالے رہیں اور اپنا بناؤ سنگار نہ ظاہر کریں مگر اپنے شوہروں یا باپ پر اور اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار۔ [النور، ۱۸/۳۰–۳۱]

پردہ خواتین کی عزت و عصمت کا محافظ ہے جو نہ صرف انھیں تحفظ کا احساس دلاتا ہے بلکہ ان کی عفت و پاکدامنی کو یقینی بھی بناتا ہے، آج بیہودہ اور فرسودہ دلائل کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے کہ پردہ مسلم خواتین کی ترقی میں سدراہ بنا ہوا ہے جبکہ حقیقت حال یہ ہے کہ فرانس ہی میں (جہاں کچھ دنوں پہلے پردے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے) خواتین پردے میں رہتے ہوئے اپنے فرائض منصبی کو بحسن و خوبی انجام دے رہی ہیں اور دوسرے بے پردہ خواتین کے مقابلہ میں زیادہ متحرک و فعال نظر آتی ہیں، پردے کی پابند خواتین سے متعلق عام فرانسیسیوں کی رائے ہے کہ وہ ہر طرح کے جرائم سے کوسوں دور ہیں جبکہ بے پردہ خواتین اپنے جسم کی نمائش کے ساتھ جرائم کا بھی ارتکاب کرتی ہیں، اس حقیقت کی تصدیق وہاں کے ایک حالیہ پولس سروے نے بھی کر دی ہے۔

قدرت نے معاشرے کے ہر فرد کے لئے ایک دائرۂ کار مقرر کیا ہے جو عین اس کے فطری، جبلی اور نوعی تقاضوں کے مطابق ہے، لہٰذا معاشرے کے افراد جب تک اپنے دائرۂ کار میں رہتے ہوئے اپنے فرائض انجام دیں گے، اس کا نتیجہ مثبت اور ثمر بار ہوگا اور جیسے ہی وہ اپنی فطری حدوں سے تجاوز کریں گے، اس کا نتیجہ منفی اور ہلاکت خیز ہوگا، جس سے معاشرے کا امن و سکون اور اس کی پاکیزگی کو گرہن لگ سکتا ہے۔

اس لئے اسلام نے مرد و عورت کے لئے جو دائرۂ کار متعین کیا ہے اس کے اندر رہتے ہوئے ہی اپنے فرائض منصبی انجام دے کر ایک صالح معاشرے کا تصور ممکن ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلام مرد و عورت کے آزادانہ اختلاط کو قطعاً ناپسند کرتا ہے، وہ اس کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ آرٹ، آزادی اور یکساں حقوق کا لالی پاپ دے کر غیروں کے ساتھ بے حجابانہ اختلاط کے ذریعہ اس تقدس مآب ہستی کی نازکی اور رعنائی کا گلا گھونٹ دیا جائے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے: ان النبی صلی الله علیه وسلم قال کلکم راع ومسئول عن رعیّته فالامیر الذی علی الناس راع علیهم وهو مسئول عنهم والرجل راع علی اهل بیته وهو مسئول عنهم المرأة راعیة علی بیت بعلها و ولده وهی مسئولة عنهم. یعنی نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں کا ہر آدمی راعی ہے اور اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہے، تو امیر عام لوگوں کا حکمراں ہے اور اسے ان کے معاملات میں جواب دینا پڑے گا اور مرد اپنے اہل وعیال کا حکمراں ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جائے گا اور عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں (گویا ملکہ و حکمراں) ہے اور اسے بھی گھریلو معاملات کے تعلق سے جواب دینا ہوگا۔ [بخاری شریف، ۱/۳۴۷]

معلوم ہوا کہ عورت شوہر کے گھر کی ملکہ اور امور خانہ داری کی حکمراں ہے جبکہ آج کے نام نہاد حقوق نسواں کے علم برداروں نے اسے "شمع محفل" بنا کر رکھ دیا ہے، اس حقیقت سے ایک ادنیٰ ذی شعور بھی بخوبی واقف ہے کہ "ملکہ" گھر کی حکمراں ہوتی ہے جس کے اشارۂ ابرو پر ہی گھر کے سارے امور انجام پذیر ہوتے ہیں جبکہ "شمع" دوسروں کے اشاروں اور مرضی سے جلتی اور بجھتی ہے گویا خود اس کی اپنی مرضی کی کوئی حیثیت نہیں، دوسرے اس کی ضیاباریوں کے مالک و مختار ہوتے ہیں جو اگر چاہیں تو اسے روشن کر کے اس کی ضیاباریوں سے مستفیض ہوں یا کسی اور سے ان کا سودا کر دیں اور جب چاہیں ایک ادنیٰ سی پھونک مار کر اس کی ضوفشانیوں کو تاریکیوں کے حوالے کر دیں، ذرا سوچئے خود جل کر دوسروں کو روشنی کی سوغات دینے والی شمع کے خود اپنے حصے میں کیا آیا؟ ناکامیاں، نامرادیاں، محرومیاں اور دن کے اجالے میں اپنی بربادیوں پر ماتم کناں اس کا عریاں وجود۔

ٹھیک یہی صورت حال آج کی عورت کی ہے جو ملکۂ محل بن کر حکمرانی کرنے کی بجائے دوسروں کے اشارۂ ابرو پر اپنی نسوانیت قربان کر دینے کو معراج حیات تصور کر رہی ہے، افسوس صد افسوس کہ وہ عورت، جسے جذبۂ احسان مندی سے سرشار ہو کر اسلامی احکامات کے آگے سر تسلیم خم کر دینا زیبا تھا وہی اس کی احسان فراموشی کا ارتکاب کر رہی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ عورت بالکل ہی معاشرے سے کٹ کر رہ جائے بلکہ وہ اپنے شایان شان معاشرے کی غیر مخلوط سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے، چنانچہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بہت سی صحابیات مثلاً حضرت خولہ، حضرت اسماء اور حضرت حلیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے تجارت کی، حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کھالوں کی دباغت کا ہنر جانتی تھیں اور بہت سی صحابیات جیسے حضرت عمارہ نے غزوۂ احد، حضرت صفیہ بنت عبد المطلب نے غزوۂ خندق، حضرت ام سلیم نے غزوۂ حنین، حضرت بنت سعد نے غزوۂ احزاب وخیبر، حضرت عائشہ، حضرت فاطمہ اور حضرت ام سلیط نے غزوۂ احد میں حصہ لیا، اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کے لئے نہ تجارت کبھی معیوب ہے نہ کوئی ہنر مندی بری بات ہے اور نہ ہی ان کے لئے کوئی ملی سرگرمی ناجائز و گناہ! بشرطیکہ مرد و عورت کا آزادانہ اختلاط نہ ہو، ضرورت پڑنے پر عورت شرعی التزام کے ساتھ کسب معاش بھی کر سکتی ہے۔

یہ حقیقت کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مرد و عورت کے اس بے جا اختلاط نے معاشرے میں جو بگاڑ پیدا کیا ہے اس کے نتیجے میں خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر کر رہ گیا ہے، بن بیاہی ماؤں کی تعداد میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے، لاوارث اور ناجائز بچوں کی یلغار حکومتوں کی نیند حرام کئے ہوئے ہے، شادی جیسے مقدس بندھن کا رجحان ختم ہوتا جا رہا ہے، غیر برادری اور غیر مذہب کے لڑکے لڑکیوں کا آپس میں ”لو میرج“ کا خطرناک چلن ترقی پذیر ہے اور اب معاشرے کی اس مہلک بیماری کا ترقی یافتہ چہرہ ”لِوان ریلیشن شپ“ کی بھیانک صورت میں سامنے آیا ہے، جس نے معاشرے کی رہی سہی شرم وحیا اور بزرگوں کے پاس ولحاظ کا جنازہ ہی نکال دیا ہے، نہ جانے کتنے ہی مشفق والدین کا اپنی لاڈلی کو دلہن بنانے کا خواب چکنا چور ہو گیا، نہ جانے کتنے ہی غیرت مند بھائی عزت وناموس پر قربان ہو گئے اور نہ جانے کتنے ہی بے ضرر سرپرست انتہائی قدم اٹھا کر جیل کی سلاخوں کو اپنا مقدر بنا لئے۔

آخر یہ سب کیوں ہوا؟ صرف اور صرف اس لئے کہ ہم نے خواتین سے ان کی فطرت کے خلاف کام لیا، تاریخ شاہد ہے کہ جب جب انسان نے فطرت کی خلاف ورزی کی ہے تب تب اس کے نتائج سنگین اور ہولناک ثابت ہوئے ہیں۔

مساوات مرد و زن کا نعرہ لگانے والے اور حقوق نسواں کے یہ نام نہاد علم بردار عورتوں کو مردوں کے ہجوم میں جدوجہد کے لئے جھونکنے کی بجائے تمام اداروں میں ان کے لئے الگ گوشہ کیوں نہیں مخصوص کراتے؟ مساوات تو اس میں ہے کہ مردوں کی طرح ان کے لئے بھی ”سپریٹ ورکنگ پلیس“ ہو، نہ کہ مردوں کے ساتھ خلط ملط ہو کر زور آزمائی کرنے میں؟ □□□

(بقیہ ص ۱۸ کا) علیہ الرحمہ کے حوالہ سے تھیں ورنہ حفظ الایمان، تحذیر الناس، براہین قاطعہ کے دیگر مباحث اور فتاویٰ رشیدیہ کے مندرجات پر ایک صدی سے جو آزار و پیکار کا بازار گرم ہے وہ الگ تفصیل کا متقاضی ہے اور اس سلسلہ میں حسام الحرمین کا فیصلہ بھی تاریخ میں محفوظ ہے۔

بات حاجی صاحب کے خلفا میں اختلافات کے ذکر کی وجہ سے طول پکڑ گئی ورنہ مجھے کہنا صرف یہ کرنا تھا کہ جمیعۃ علماہند نے اگر ماضی کی تلخیوں سے سبق لیتے ہوئے مسلمانوں کو متحد کرنے کے لئے سلطان الہند حضرت خواجہ غریب نواز کا دامن تھاما ہے تو یہ مسلمانان ہند کے لئے اچھی علامت ہے، ہم اس کا خیر مقدم کرتے ہیں مگر واضح رہے کہ یہ صرف وقتی اور مصلحتی نہ ہو، اپنے اعلان کے رو سے جمیعۃ والوں پر لازم ہے کہ وہ عقائد و نظریات سے لے کر ان تمام معاملات میں جو مسلمانوں کے درمیان اختلافات کا باعث ہیں رجوع کرتے ہوئے سلطان الہند سیدنا خواجہ غریب نواز اور بزرگان دین کے عقائد و نظریات اور ان کے پاکیزہ معمولات کے موافق کر لینے کی طرف مثبت قدم بڑھائیں، پھر آگے صرف ہاتھ ہی نہیں گلے ملنے کا موقع ہوگا اور دنیا یہ منظر بھی بھیگی پلکوں سے دیکھے گی کہ کیسے جنم کے بچھڑے آپس میں گلے مل رہے ہیں۔ □□□

قارئین کرام سے التماس

سنی دنیا کا یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں ضرور بتائیں اور اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازیں تاکہ اسے مزید بہتر سے بہتر بنایا جا سکے، نیز جامعۃ الرضا، حضور تاج الشریعہ اور مرکز اہل سنت بریلی شریف کی دینی، علمی اور اصلاحی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لئے ماہنامہ سنی دنیا کا مطالعہ کریں اور ممبر بھی بنیں۔

نشتر فاروقی

ضیائے قرآن

(از مفتی محمد شعیب رضا نعیمی قادری*)

والدین کے ساتھ حسن سلوک!

قرآن وحدیث کی روشنی میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَصَّيْنَا الإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْناً وَّإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلاَ تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. (العنکبوت ۸)

یعنی ہم نے آدمی کو تاکید کی اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کی اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرائے جس کا تجھے علم نہیں تو تو ان کا کہا نہ مان۔ میری ہی طرف تمہارا پھرنا ہے تو میں بتادوں گا تمہیں جو تم کرتے تھے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ أُفٍّ لَّكُمَا أَتَعِدَانِنِيْ أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ وَهُمَا يَسْتَغِيْثَانِ اللهَ وَيْلَكَ أٰمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللهِ حَقٌّ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَا إِلَّا أَسَاطِيْرُ الأَوَّلِيْنَ. (الاحقاف، ۱۷)

یعنی وہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا اُف تم سے دل پک گیا کیا مجھے وعدہ دیتے ہو کہ پھر زندہ کیا جائے گا حالانکہ مجھ سے پہلے سنگتیں گزر چکیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کرتے ہیں تیری خرابی ہو ایمان لا بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہتا ہے یہ تو نہیں مگر اگلوں کی کہانیاں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوْا فِي الأَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا أَرْحَامَكُمْ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ. (محمد ۲۲-۲۳)

یعنی تو کیا تمہارے یہ لچھن نظر آتے ہیں کہ اگر تمہیں حکومت ملے تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رشتے کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت کی اور انہیں حق سے بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

والدین کی نافرمانی پر عتاب:

۱۔وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال :ثلاثة لا ینظر اللہ الیھم یوم القیامة:العاق لوالدیه، ومدمن الخمر، والمنان عطایاه،وثلاثة لایدخلون الجنة :العاق لوالدیه، والدّیوث، والرَّجلةُ۔ (رواه احمد والنسائی والبزار والحاکم) (الدیوث) هو الذی یقر اهله علی الزنا،مع عمله بهم۔ (والرجلة)هیی المترجلة المستشبهة بالرجال۔

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔(۱) اپنے والدین کی نافرمانی کرنے والا۔(۲) ہمیشہ شراب پینے والا۔(۳) اپنے دیئے پر احسان جتانے والا اور تین ایسے ہیں جو جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ (۱) ماں باپ کے نافرمان۔(۲) دیوث۔(۳) اور رجلہ، دیوث کا معنی ہے جو اپنی بیوی کو علم ہونے کے باوجود زنا پر رہنے دے اور رجلہ کے معنی ہے وہ عورت جو مردانہ وضع اختیار کرے۔

۲۔وعن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال :ثلاثة حرم اللہ تبارک و تعالیٰ علیهم الجنة: مدمن الخمر، والعاق، والدیوث الذی یقر الخبث فی اهله۔

(رواه احمد والنسائی والبزاز والحاکم)

یعنی عبداللہ ابن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین ہیں جن پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت حرام قرار دے دی۔(۱) ہمیشہ شراب پینے والا۔(۲) والدین کا نافرمان ۔(۳) اور وہ دیوث جو اپنے اہل میں زنا کو باقی رکھے۔

۳۔وروی عن ابی هریرة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال :قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یراح ریح الجنة من مسیرةِ خمس مائة عام، ولایجد رِیْحَهَا منانٌ بعمله، ولا عاق، ولا مدمن خمر۔(الطبرانی فی الصغیر)

یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچ سو سال کی مسافت سے جنت کی خوشبو سنگھائی جائے گی اور (لیکن) جنت کی خوشبو وہ نہ پائے گا جو اپنے عمل پر احسان جتائے اور نافرمان اور ہمیشہ شراب پینے والا۔

۴۔وعن ابی امامة رضی اللہ تعالیٰ عنه قال:قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ثلاثة لا یقبل اللہ عز و جل منهم صرفا ولا عدلا عاق، ولا منان، ومکذب بقدر۔ (ابن ابی عاصم فی کتاب السنة۔)

یعنی حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بقیہ ص ۲۹ پر)

* مضمون نگار حضور تاج الشریعہ کے فرزند نسبتی اور مرکزی دارالافتاء کے نائب صدر مفتی ہیں۔

بہار حدیث

پیشکش: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ ابوحسام محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

اقسام علم اور ان کے احکام

فرمایا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے، نیز ارشاد ہوا کہ علم حاصل کرو اگر چہ چین میں ہو۔

علم کے مختلف اقسام اور ہر قسم کے مختلف احکام ہیں، جو علم ہر مسلمان پر فرض عین ہے، اس میں علما کا اختلاف ہے اور اس سلسلے میں ۲۰ رسے زیادہ فرقے ہوگئے ہیں۔ تفصیل میں نہ جا کر صرف یہ جان لینا کافی ہے کہ ہر فرقے نے صرف اس علم کا حصول فرض قرار دیا ہے جس کا وہ قائل ہے، مثلاً علم کلام والے کی غرض علم کلام ہے اس لئے کہ توحید اسی سے معلوم ہوتی ہے اور اللہ تعالی کی ذات وصفات کا علم اسی سے ہوتا ہے۔

فقہا کہتے ہیں کہ وہ علم فقہ ہے اس وجہ سے کہ اس سے احکامات وعبادات،، حلال وحرام اور معاملات میں جائز وناجائز اسی سے معلوم ہوتے ہیں اور علم فقہ سے ان کی مراد وہ علم ہے جس کی طرف ہر ایک کو حاجت ہوتی ہے۔

مفسرین ومحدثین فرماتے ہیں کہ وہ علم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم ہے کہ انھیں دونوں سے دیگر تمام احکامات حاصل ہوتے ہیں اور اہل تصوف کہتے ہیں کہ اس علم سے مراد ہمارا علم ہے پس ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ انسان کو اپنے حال کا اور اللہ کے نزدیک اپنے کلام کا علم مراد ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ وہ علم اخلاص اور نفس کی آفتوں، شیطان کے خطروں اور فرشتوں کے الہام میں تمیز کرنے کا ہے، بعض کا یہ ارشاد ہے کہ وہ علم باطن ہے اور وہ چند خاص لوگوں پر واجب ہے جو اس کے اہل ہیں، ان لوگوں نے لفظ کے عموم کو بدل کر خاص کر دیا ہے اور ابو طالب مکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ علم ہے کہ جس کو وہ حدیث متضمن ہے جس میں بانیٔ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کا یہ ارشاد مذکور ہے کہ بنی الاسلام علی خمس اس لئے کہ واجب یہی پانچ امور ہیں، کیوں کہ ان کے عمل اور واجب ہونے کی کیفت کا علم واجب ہونا چاہئے اور جس امر پر طالب کو یقین کرنا چاہئے۔

علم کی دو قسمیں ہیں:

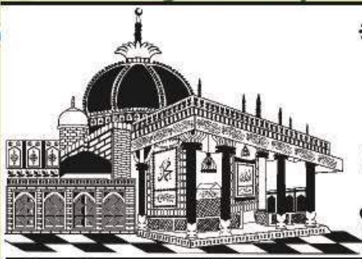
(۱) علم معاملہ۔ (۲) علم مکاشفہ، جو علم حدیث پاک میں ہر مسلمان پر فرض مذکور ہوا ہے، اس سے مراد علم معاملہ ہے اور وہ معاملات جن سے عاقل اور بالغ شخص کو حکم ہوتا ہے، تین ہیں۔ (۱) اعتقاد۔ (۲) عمل کرنا۔ (۳) عمل نہ کرنا۔

فرض کیجئے کہ اگر کوئی عاقل آدمی احتلام سے یا عمر کے لحاظ سے دن کو چاشت کے بالغ ہو تو اوّل اس پر واجب ہوگا کہ شہادت کے دونوں کلمے اور ان کے معانی سمجھے، یعنی اس پر لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ کا سیکھنا اور ان کے معانی کا سمجھنا واجب ہے، اس پر یہ واجب نہیں کہ اس کے متعلق بحث وتکرار کرے اور دلائل لکھ کر یقین کرے، ہاں اسی قدر کافی ہے کہ ان کلموں کی تصدیق اور اعتقاد اس طرح کرے کہ اس میں شک کا خلجان اور نفس کا تردد نہ رہے اور اتنی بات بعض اوقات صرف تقلید اور سننے سے بھی بغیر بحث اور دلیل کے حاصل ہوجایا کرتی ہے۔

بحث اور دلیل کے واجب نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عرب کے کوتاہ عقلوں سے صرف تصدیق اور اقرار بغیر دلیل کو کافی جانا، غرض کہ آدمی اگر اس قدر بھی جان لے گا تو واجب کی ادائیگی ہوجائے گی اور اس وقت جو علم اس پر فرض عین تھا وہ ان دونوں کلموں کا سیکھنا اور ان کا سمجھنا تھا، اس وقت اس کے سوا کوئی دوسری چیز اس پر لازم نہ تھی، اس وجہ سے کہ اگر ان دونوں کلموں کی تصدیق کے بعد وہ مرجائے تو بلاشبہ اللہ کا مطیع مرے گا، نافرمان نہیں اور دوسرے امور جو ان دونوں کلموں کی تصدیق کے بعد اس پر واجب ہوتے ہیں، وہ عوارض کی وجہ سے ہیں، وہ ہر شخص کے حق میں ضروری نہیں، ان سے بعض آدمی مستثنیٰ بھی ہوسکتے ہیں اور یہ عوارض واسباب خواہ فعل کرنے سے متعلق ہوں یا ترک میں یا اعتقاد میں، فعل کی مثال یہ ہے کہ مثلاً شخص مذکور چاشت کے وقت سے ظہر کے وقت تک زندہ رہا تو ظہر کے وقت داخل ہونے سے ایک نیا وجوب اس پر یہ ہوگا کہ طہارت اور نماز مسائل سیکھے، پس اگر شخص مذکور وقت بلوغ میں تندرست اگر زوال کے وقت کچھ نہ سیکھے اور بعد زوال کے سیکھنا شروع کرے تو عین وقت میں تمام باتیں سیکھ کر عمل نہ کرسکے گا بلکہ اگر سیکھنے میں مشغول رہے گا تو وقت جاتا رہے گا تو ایسی صورت میں کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ ظاہر حال یہی ہے کہ یہ شخص زندہ رہے گا، (بقیہ ص ۲۲ رپر)

نقد و نظر

از: ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد *



اجمیر مقدس میں جمعیت علمائے ہند کا عمل

کیا مشائخ ہند کے قدیم نظریات کی طرف رجعت کا پہلا قدم ہے؟

ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کی صورت حال سنگین سے سنگین تر ہے، حالیہ حکومت سے لے کر انتہا پسند طبقہ تک جس طرح اسلام اور مسلمانوں کے خلاف منصوبہ بند حملے ہو رہے ہیں، وہ حساس افراد کے لئے سوہان روح سے کم نہیں، یکساں سول کوڈ کا نفاذ، مسلم پرسنل لا میں مداخلت اور تین طلاق کا ہنگامہ خیز حالیہ معاملہ اسی کا حصہ ہے۔ اس تازہ صورت حال سے نپٹنے کے لئے مختلف جماعتوں کے افراد اپنی جدو جہد میں مصروف ہیں بعض مقامات پہ نظریاتی اور عقائد میں بنیادی اختلاف کو برقرار رکھتے ہوئے مکمل شرائط اور قید بند کے ساتھ اہل سنت و جماعت اور اہل دیوبند کے افراد ایک جگہ اکٹھا بھی ہوئے، اسے کسی نے منفی نگاہ سے نہیں دیکھا کہ یہ وقت وحالات کا تقاضا تھا، مگر حالات جیسے ہیں اس کا جبری تقاضا ہے کہ مسلمانوں کے درمیان پیدا شدہ نظریاتی اختلافات کا بالکلیہ خاتمہ ہو جائے اور وہ ایک متحدہ قوت بن کر ابھریں تاکہ اسلام کو تحفظ اور مسلمانوں کو باوقار زندگی گزارنے کے مواقع فراہم ہو سکیں، اس تناظر میں جمیعۃ العلما ہند کا روزنامہ انقلاب مورخہ ۱۳/ نومبر ۲۰۱۶ء میں شائع حالیہ بیان کہ ”دار العلوم دیوبند و جمیعۃ العلما کے اکابر کا حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے والہانہ لگاؤ تھا، قارئین کی خدمت میں سلسلہ چشتیہ کا شجرہ پیش ہے“ بہت اہمیت کا حامل ہے اور یہ فرقہ بندی کے نام پر مسلمانوں میں پائے جانے والے اختلافات کی کھائی کو پاٹنے کا مستحکم ذریعہ بن سکتا ہے، جبکہ جمیعت والے اس معاملہ میں سیاسی بازیگری کے بجائے واقعی مخلص ہوں۔

ہندوستان میں اسلام بزرگان دین کے توسط ہی سے آیا، انھیں کی تبلیغ اور مساعی جمیلہ سے لاکھوں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے، وہ جو دین لے کر آئے اور جیسا لے کر آئے وہی حق ہے اور اسی کی طرف لوٹنے کی ضرورت ہے، برسوں سے علمائے اہل سنت یہی دعوت دیتے ہوئے آئے کہ ہمارے درمیان جو نظریاتی اور معاشرہ میں مروّج معمولات و مراسم کے حوالہ سے اختلافات ہیں انھیں بزرگان دین کے عقائد و نظریات کی روشنی میں حل کر لیا جائے، یہی اتحاد مطلوب کی مستحکم راہ ہے۔ صراط الذین انعمت علیھم اور کونوا مع الصادقین کا مستفاد بھی یہی ہے۔ چلئے کل نہ سہی آج اگر اس کی طرف پہل ہو رہی ہے تو اس کا خیر مقدم کیا جانا چاہئے، ہم اسی تناظر میں جمیعت کے اجمیر شریف میں منعقدہ پروگرام اور ان کے حالیہ بیان کو دیکھتے ہیں، مگر اس سلسلہ میں چند بنیادی باتیں قابل لحاظ ہیں جس کی طرف جمیعۃ العلما کو توجہ دینے کی ضرورت ہے، یہ توجہ وقت کی اہم ضرورت بھی ہے اور ان کے اعلان کا تقاضا بھی، ہمیں ۲۰۱۶ء سے سیدنا خواجہ غریب نواز کے عہد تک کا سفر کرنا ہے، درمیان میں کچھ کھائیاں ہیں جسے پاٹنا ہم سب کی مشترکہ ذمہ داری ہے اور ہم مخلص ہیں تو اسے پاٹنا کوئی مشکل بھی نہیں، ہر شخص کو اپنے کئے کا حساب دینا ہے دوسرے کا نہیں وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی قرآن کا ارشاد ہے، پھر اپنے ہی عمل کا بوجھ اتنا زیادہ ہے کہ دوسروں کا بوجھ اٹھائے بھی کون؟ ہندوستان میں اسلام کے تحفظ کے لئے اگر ہم واقعی متحد ہو گئے تو ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا اور تاریخ اس انقلابی اقدام کو کبھی فراموش نہیں کر سکے گی، جمیعت کے اس اعلان نے ماضی کی چند ٹوٹی ہوئی کڑیوں کو دیکھنے اور اسے پھر سے جوڑنے کی طرف اہل درد کو متوجہ کیا ہے، ذیل کی تحریر اسی دردمند دل کی آواز ہے اور اسے اسی تناظر میں دیکھا جانا چاہئے۔

جمیعت کی طرف سے انقلاب میں شائع ”سلسلہ چشتیہ“ میں نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ سے لے کر حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہم الرحمہ تک کا سلسلہ ۴۰/ واسطوں پر مشتمل ہے، جس میں حضرت حاجی صاحب قبلہ ۲۰/ ویں واسطہ تک سیدنا خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ والرضوان تک پہنچتے ہیں، حاجی صاحب کے خلفا میں جمیعت نے اپنے جن اکابر کا نام شمار کرایا ہے ان میں حفظ الایمان کے مصنف مولوی اشرف علی تھانوی، تحذیر الناس کے مصنف مولوی قاسم نانوتوی، فتاویٰ رشیدیہ کے مصنف اور براہین قاطعہ کے مصدق مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں، یعنی سیدنا خواجہ غریب نواز تک پہنچنے کے لئے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ہی ایک واسطہ ہیں، پھر اس تعلق کا لازمی تقاضا ہے کہ ان کے مریدین وخلفا بھی ان کے عقائد و نظریات کے حامل اور ان کے معمولات و مراسم کے معتقد و عامل ہوں، اگر پیر کا کوئی عقیدہ یا کوئی

* مضمون نگار مرکزی دار القضا ادارہ شرعیہ بہار کے نائب قاضی اور الرضا پٹنہ کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

عمل شرک و بدعت یا حرام و ناجائز ہو تو پھر اس پیر سے تعلق اور ان کی بیعت و خلافت کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا کہ ع

آں خویشتن گم است کرا رہبری کند

حضرت حاجی صاحب نے اپنے رسالہ 'امداد المشتاقین' میں اپنے خلفا کے بارے میں فرمایا ''میرے خلفا دو قسم کے ہیں، ایک وہ جنہیں میں نے خود خلافت دی، دوسرے وہ جن کو تبلیغ دین کے لئے ان کی درخواست پر اجازت دی ہے'' جن خلفا کو انھوں نے از خود خلافت دی ہے، ان میں مولانا لطف اللہ علی گڈھی (متوفی ۱۳۳۴ھ) مولانا احمد حسن کانپوری (متوفی ۱۳۲۲ھ) مولانا محمد حسین الہ آبادی (متوفی ۱۳۲۲ھ) مولانا عبد السمیع بیدل رامپوری (۱۳۱۸ھ) کا نام نامی اسم گرامی ہے، جنہوں نے عقائد و نظریات اور معمولات و مراسم میں پوری طرح حاجی صاحب کی اتباع کی ہے۔

ان کے خلفا کی دوسری فہرست میں مولوی قاسم نانوتوی، (۱۲۹۷ھ) مولوی رشید احمد گنگوہی (۱۳۲۲ھ) مولوی اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲ھ) وغیرہ ہیں مگر انہوں نے اپنے شیخ کے عقائد و نظریات اور ان کے معمولات و مراسم دونوں کی مخالفت کی ہے، جیسا کہ تاریخی حوالے شہادت دے رہے ہیں، چنانچہ گنگوہی صاحب کا فرمان تھا: ''جس فن کے امام حاجی صاحب ہیں، اس میں ہم ان کے مقلد ہیں باقی فرعیات کے امام ہم ہیں، حاجی صاحب کو چاہئے کہ ہم سے پوچھ کر عمل کریں۔''

کسی مرشد اور شیخ طریقت کے حوالہ سے شاید یہ پہلی آواز تھی اور اتنی پرزور کہ ''فرعیات کے امام ہم ہیں، ہم سے پوچھ کر عمل کریں'' اور نانوتوی صاحب کا کہنا تھا کہ ''ہماری معلومات زائد ہیں اور حاجی صاحب کا علم زائد ہے'' اب معلومات میں زائد اور علم میں زائد میں برتری کس کو حاصل ہے، اہل علم سوچ سکتے ہیں۔

یہ اسی احساس برتری کا نتیجہ تھا کہ حاجی صاحب قبلہ کی دوسری فہرست کے خلفا نے مرشد کے عقائد و نظریات سے الگ اپنا نظریہ قائم کیا، اسی کی اشاعت کے لئے کتابیں لکھتے رہے اور آج تک ان کے وابستگان اسی پر قائم ہیں۔ مولانا عبد السمیع بیدل رام پوری اپنے شیخ کے عقیدہ پر قائم رہے، اسی کو حق سمجھا کہ یہی سلسلہ چشت اہل بہشت کا عقیدہ و نظریہ ہے اور اسی پر مدار نجات ہے، مولوی گنگوہی، مولوی نانوتوی، مولوی تھانوی، وغیرہ نے اپنے شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے نظریہ میلاد شریف، فاتحہ مروّجہ، عرس و سماع، ندائے غیر اللہ، جماعت ثانیہ، امکان نظیر، امکان کذب میں ان سے الگ جو نیا نظریہ قائم کیا، اس میں وہ کتنے متشدد تھے، اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ایک حوالہ ملاحظہ کیجئے۔

مغلیہ حکومت کے زوال کے بیس سال بعد سہارن پور کے کسی صاحب نے میلاد شریف کے حوالہ سے دہلی کے علما سے استفتا کیا تو جواب دیا گیا کہ ''یہ بدعات مخترعات ناپسندیدہ شرعیہ ہیں'' اس پر گنگوہی صاحب کی تصدیق ہے جس میں انھوں نے لکھا ہے:

''ایسی مجلس ناجائز ہے، اس میں شریک ہونا گناہ ہے اور خطاب جناب فخر عالم علیہ السلام کرنا اگر حاضر ناظر جان کر کرے کفر ہے۔ ایسی مجلس میں جانا اور شریک ہونا ناجائز ہے اور فاتحہ بھی خلاف سنت ہے اور سوم بھی، کہ یہ سنت ہنود کی رسوم ہے۔ التزام مجلس میلاد بلا قیام و روشنی و تقاسیم شیرینی و قیدات لایعنی کہ ضلالت سے خالی نہیں ہے۔''

ایک مجلس میلاد کے حوالہ سے کیسے کیسے احکامات ہیں ''ناجائز، گناہ، حاضر ناظر جان کر ہو تو کفر، خلاف سنت یعنی بدعت، سنت ہنود، ضلالت سے خالی نہیں'' جب کہ گنگوہی صاحب کے شیخ و مرشد حضرت حاجی صاحب قبلہ جن کے نام کو جمعیت والوں نے جلی حروف میں لکھ کر بتایا کہ خواجہ غریب نواز تک اکابر دیوبند انہیں کے واسطے پہنچتے ہیں، ان کا نظریہ میلاد پاک کے حوالہ سے کیا ہے، ملاحظہ کیجئے وہ اپنی کتاب ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' میں لکھتے ہیں:

اور مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولد میں شریک ہوتا ہوں، بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف ولذت پاتا ہوں، پس خواص کو تو یہ چاہئے کہ جو ان کو تحقیق ہوا ہو اس پر عمل رکھیں اور دوسرے فریق کے ساتھ بغض و کینہ نہ رکھیں، نہ نفرت و تحقیر کی نگاہ سے دیکھیں نہ تفسیق و تضلیل کریں۔''

اسی کتاب میں ایک جگہ اور لکھتے ہیں: رہا یہ اعتقاد کہ مجلس مولد میں حضور پرنور ﷺ رونق افروز ہوتے ہیں، اس اعتقاد کو کفر و شرک کہنا، حد سے بڑھنا ہے، کیوں کہ یہ امر ممکن ہے عقلاً و نقلاً، بلکہ بعض مقامات پر اس کا وقوع بھی ہوتا ہے، رہا یہ شبہ کہ آپ کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ کیسے ایک وقت میں تشریف فرما ہوئے، یہ ضعف شبہ ہے، آپ کے علم و روحانیت کی وسعت، جو دلائل نقلیہ و کشفیہ سے ثابت ہے، اس کے آگے ایک ادنیٰ سی بات ہے۔''

میلاد پاک کے حوالہ سے مرید و مرشد کے عقائد ہیں جو بعد المشرقین ہے، اسے سامنے رکھئے اور اب دونوں میں تقابل کیجئے، تو یہ نتیجہ سامنے آئے گا کہ میلاد النبی:

مرشد طریقت کے یہاں جائز — مرید کے یہاں ناجائز —

مرشد طریقت کے یہاں سنت — مرید کے یہاں بدعت —

مرشد طریقت کے یہاں کارِ ثواب — مرید کے یہاں باعث گناہ —
مرشد طریقت کے یہاں مسئلہ حاضر وناظر پر ایمان —
مرید کے یہاں یہی عقیدہ کفر —
مرشد طریقت کے یہاں صحابہ واسلاف کا عمل —
مرید کے یہاں ہنود کا طریقہ —

اب اس فلسفہ کو تو جمیعت والے ہی حل کریں کہ جب کوئی عمل ناجائز، حرام، بدعت اور کفر ہو، اس کے بعد بھی کسی کا ایمان باقی رہ سکتا ہے؟ آخر میلاد النبی کے عامل حضرات آج تک اسی وجہ سے بدعتی اور گمراہ کہے جارہے ہیں، تو حاجی صاحب ان عقائد کے سبب بدعتی وگمراہ اور عقیدہ حاضر وناظر کے سبب مرتکب کفر ہوئے یا نہیں؟ پھر ان سے بیعت یا ان کی بیعت کہاں جائز رہی؟ اور جو بیعت تھے ان کی بیعت کہاں باقی رہی؟ اور جب وہ لائق بیعت ہی نہیں رہے تو پھر خواجہ غریب نواز تک ان کا سلسلہ کیسے پہنچا؟

خواجگان چشت اہل بہشت کے یہاں اعراس کی جو روایت اور بزرگان دین کے تبرکات کی جو اہمیت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے، مگر سلسلۂ چشت سے وابستہ یہی گنگوہی صاحب کا فرمان ''فتاویٰ رشیدیہ'' میں موجود ہے کہ ''بزرگان دین کی فاتحہ کا تبرک کھانے سے دل مردہ ہوجاتا ہے'' بزرگوں کی نیاز کو تبرک کہنے کے باوجود اس کے کھانے سے دل کے مردہ ہوجانے کا عقیدہ رکھنا بزرگوں سے کیسی عقیدت کا غماز جمیعت والے ہی بتاسکتے ہیں، اس کے بعد بھی یہ کہا جائے کہ خواجہ غریب نواز سے ہمارا اٹوٹ روحانی رشتہ ہے اس صدی کا عجوبہ نہیں تو اور کیا ہے؟

عرس کے حوالہ سے بھی یہاں کا معاملہ خواجگان چشت اور اولیائے سلسلہ چشت کے حوالہ سے عجیب وغریب ہے، جمیعت والوں نے اکابر دیوبند کا جو سلسلہ بیعت وطریقت دیا ہے ان میں حاجی صاحب سے ۱۰ارکڑی اوپر حضرت عبد القدوس گنگوہی علیہ الرحمہ کا اسم گرامی ہے، یعنی حضرت حاجی صاحب بھی اسی واسطے سے خواجہ غریب نواز تک پہنچتے ہیں مگر ان کے عرس کے موقع پر گنگوہی صاحب عرس سے کیسی نفرت کا اظہار کرتے ہیں صاحب ''تاریخ مشائخ چشت'' کی زبانی ملاحظہ کیجئے اس کے مصنف لکھتے ہیں:

شاہ عبد القدوس کا عرس جس کے بند کرنے پر وہ قادر نہیں تھے، اس سے اس درجہ آپ کو اذیت پہنچا تا تھا کہ آپ کو صبر کرنا دشوار ہوتا، موسم عرس میں اپنے منتسبین کا عرس میں آنا بھی اس درجہ ناگوار تھا کہ آپ اکثر ناراض ہوجاتے اور ان سے بات چیت کرنا بھی چھوڑ دیتے، ایک بار آپ کے خلیفہ مجاز مولوی محمد صالح جالندھری آپ کی زیارت کے لئے گھر سے نکلے اتفاق سے عرس کا زمانہ تھا مگر وہ آئے تو انہوں نے سلام کے جواب کے علاوہ کوئی بات نہیں کی، حضرت کا رخ پھرا ہوا دیکھنا ان کو شاق گزرتا تھا، یوں ہی کئی دن گزر گئے، آخر اس حالت کی تاب نہ لاکر وہ حاضر خدمت ہوئے اور رو رو کر عرض کیا کہ مجھ سے کیا قصور ہوا جس کی یہ سزا مل رہی ہے، حضرت نے جواب دیا کہ اگرچہ تمہاری نیت عرس میں شرکت کی نہیں تھی، مگر جس راستے سے عرس کے آنے والے آرہے تھے اس میں تیسرے تم تھے''۔

(تاریخ مشائخ چشت ص ۲۹۴)

عرس سے ایسی نفرت کا اظہار، کہ ان ایام میں آنے والا مجرم، اس راستہ سے آنا والا مجرم، نیت نہیں کرنے کے بعد بھی مجرم، اس کے باوجود اکابر دیوبند سلسلہ چشت سے وابستہ ہیں اور وہ چشتی ہیں، تو ''خرد کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد'' کے علاوہ کیا کہا جائے۔ جمہوریت میں سب چلتا ہے۔

حاجی صاحب قبلہ کے مریدین سے یہ سارے حالات پوشیدہ نہ تھے اس لئے انہوں حاجی صاحب کے معتمد وممتاز خلیفہ حضرت مولانا عبد السمیع بیدل سے گزارش کی وہ مرشد گرامی کے نظریہ کے مطابق ایک کتاب لکھ دیں تا کہ ان کے مریدین کا ذہن صاف رہے، چنانچہ انہوں نے ''انوار ساطعہ در بیان مولود وفاتحہ'' کے نام سے ایک مدلل کتاب لکھی، جس کی بڑی پذیرائی ہوئی اور خود حاجی صاحب قبلہ نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا ''درحقیقت کتاب کا اصل مضمون اس فقیر اور بزرگان فقیر کے مذہب ومشرب کے مطابق ہے آپ نے خوب لکھا''۔

ایک ایسی کتاب جس کے مضمون اور استدلال پر مرشد نے ''خوب لکھا'' کہہ کر تائید کی وہ کتاب بھی گنگوہی صاحب کے نظریات میں تبدیلی نہیں لاسکی، بلکہ ان کے جذبہ انا ونمو نے انہیں اس کے جواب پر ابھارا اور انہوں نے ایک کتاب ''براہین قاطعہ فی ظلام انوار ساطعہ'' کے نام سے لکھ کر اپنے شاگرد خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع کروائی اور اس میں نفس مسئلہ میلاد النبی کے رد میں جو کچھ لکھنا تھا لکھنے کے ساتھ چند اور بھی ایسی باتیں لکھیں جس نے ہندوستان میں مذہبی سالمیت کو پارہ پارہ کردیا اور پھر اپنے حریف حاجی صاحب کے خلیفہ اجل مولانا عبد السمیع بیدل رامپوری کو ''کم فہم، جاہل، بے شرم، بے غیرت، بے سمجھ، کم عقل، دین سے بے بہرہ، ہوش وحواس سے قاصر، پھکڑ باز، کوڑ مغز اور تیلی کے بیل'' تک لکھ ڈالا، جس نے جلتے پہ تیل کا کام کیا اور فضا اور بھی آلودہ ہوگئی۔

حضرت حاجی صاحب کی نگاہ سے یہ حقائق پوشیدہ نہ تھے، اس

لئے انہوں نے نفس مسئلہ کی وضاحت اور اپنے خلفا کے درمیان پیدا شدہ اس اختلاف کو ختم کرنے کے لئے خود ہی پہل کی اور ایک فیصلہ کن کتاب بنام ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' لکھی جس میں اہل سنت کے درمیان متنازع سات موضوعات پر علمی اور فیصلہ کن بحث کی۔ کتاب چھپ کر منظر عام پہ آئی تو مریدین نے ہاتھوں ہاتھ لیا، علمی حلقوں میں بھی اس کی بڑی پذیرائی ہوئی، مگر گنگوہی صاحب نے اپنے مرشد پیر شیخ طریقت کی اس مخلصانہ جدوجہد پر غور وفکر کرنے کے بجائے کتاب کو آگ میں ڈلوا دیا، یقین نہ ہو تو خواجہ حسن نظامی ثانی درگاہ حضرت نظام الدین اولیا کی زبانی ملاحظہ کیجئے، لکھتے ہیں:

''نذر آتش کرنے کی یہ خدمت والدی حضرت خواجہ حسن نظامی کے سپرد ہوئی، جو اس وقت گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے یہاں زیر تعلیم تھے، لیکن خواجہ صاحب نے جلانے سے پہلے اس کو پڑھا اور جب ان کو وہ کتاب اچھی معلوم ہوئی تو انہوں نے استاد کے حکم کی تعمیل میں آدھی کتابیں تو جلا دیں اور آدھی بچا کر رکھ لیں''۔

ادھر یہ کتاب مرید کے ہاتھوں نذر آتش ہوئی ادھر مرشد گرامی اس گمان میں ہیں کے خلفا کے درمیان تصفیہ ہو گیا ہوگا، معاملات حل ہو گئے ہوں گے اور باہمی اتحاد و یگانگت کی فضا قائم ہو گئی ہوگی، چنانچہ حضرت حاجی صاحب نے اپنے خلیفہ حضرت مولانا صوفی محمد حسین الہ آبادی کے نام ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء میں مکہ مکرمہ سے ایک خط لکھ کر معلوم کیا کہ ہماری تحریر سے اختلاف کا کچھ تصفیہ ہوا یا نہیں؟ تو صوفی صاحب نے تحقیق حال کر کے حاجی صاحب کو لکھا کہ علمائے دیوبند نے آپ کی تحریر کو نگاہ غلط انداز سے بھی نہ دیکھا بلکہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' کو نذر آتش کر دیا''۔ (صابری سلسلہ/وحید احمد مسعود۔ ص ۴۷)

کیا اس روح فرسا اور حقیقت سوز عمل کے بعد بھی کہا جائے گا کہ اکابر دیوبند کا تعلق سلسلہ چشت سے ہے اور خواجہ غریب نواز سے انہیں واقعی عقیدت و محبت ہے؟

تاریخ کا یہ ورق بھی ملاحظہ کر لیں کہ ''انوار ساطعہ'' کے جواب میں ''براہین قاطعہ'' گنگوہی صاحب نے اپنے مرید خاص خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع کی، اس کے شائع ہوتے ہی مولانا غلام دستگیر قصوری اور مولوی خلیل انبیٹھوی جو باہم دوست تھے، مخالف ہو گئے، معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ان دونوں کے درمیان شوال ۱۳۰۶ھ میں بھاول پور نواب بھاول پور کی نگرانی میں ان مسائل پر مناظرہ ہوا جو انوار ساطعہ اور براہین قاطعہ میں زیر بحث آ چکے تھے۔ حکم مناظرہ شیخ المشائخ خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف نے فیصلہ سنایا کہ ''انبیٹھوی صاحب مع اپنے معاونین کے وہابی، اہل سنت سے خارج ہیں'' اس فیصلہ کے بعد انبیٹھوی صاحب کو بھاول پور سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔

مولانا غلام دستگیر قصوری نے اس مناظرہ کی تفصیلی روداد ''تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل'' کے نام سے لکھی جس پر مولانا محمد عبد الحق الہ آبادی (متوفی ۱۳۳۳ھ) شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور مکہ مکرمہ کے مدرسہ صولتیہ کے اساتذہ کے علاوہ پایہ حرمین شریفین حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی نے تقریظات لکھیں اور کتاب کو خوب سراہا، دونوں کتابیں موجود ہیں وہاں حقائق دیکھے جا سکتے ہیں، ان تفصیلات سے اہل نظر حضرات اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اکابر دیوبند سلسلہ چشت کے بزرگوں سے تعلق کی حقیقت کیا ہے، رہا جمیعت والوں کا یہ لکھنا کہ :جمیعۃ العلما کے مرد مجاہد و سابق صدر حضرت مولانا حسین احمد مدنی کو حضرت خواجہ سے ایسی عقیدت تھی، وہ نیت و ارادہ کر کے خواجہ کے آستانہ پر تشریف لایا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے، کہ حضرت سلطان الہند کی زیارت ضمنی طور پر کرنا ان کے مرتبہ عالی کے شایان شان نہیں اس لئے آپ کی زیارت کے لئے مستقل سفر کرتا ہوں۔''

اتنا بڑا فریب ہے کہ اس کی مثال جمیعہ والوں کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتی۔ اگر مدنی صاحب کا یہ عمل واقعی ہے تو وہ گھر کے فتویٰ کی رو سے مشرک ثابت ہوں گے کہ بزرگان دین ہی نہیں روضہ رسول ﷺ پہ بھی حاضری کی نیت سے سفر کرنا ان کے یہاں شرک ہے، مسئلہ شد الرحال پہ گرما گرم بحث اس پہ شاہد ہے پھر اجمیر شریف کا سفر اور اس نیت سے کہ ''سلطان الہند کی زیارت ضمنی طور پر کرنا ان کے مرتبہ عالی کے شایان شان نہیں'' شرک کیوں نہیں ہو سکتا؟ اب اسی تناظر میں فیصلہ کریں کہ جمیعہ والوں کا یہ دعویٰ:

واقعہ یہ ہے کہ حضرات چشتیہ جن کا طریقہ ہی ہمارے حضرات مشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت گنگوہی، حضرت نانوتوی اور حضرت شیخ الہند کا طریقہ اور اصلی سلوک ہے''۔

(مکتوبات شیخ الاسلام مکتوب نمبر ۱۰۔ ۱۱۔ نجم الدین اصلاحی: انقلاب پٹنہ ۱۳/نومبر ۲۰۱۶ء)

کتنا سچ ہے اور کتنا فریب۔ حاجی صاحب اور دیگر بزرگان دین سے اکابر دیوبند کا کتنا تعلق ہے اور کیسا تعلق ہے یہ اب بتانے کی ضرورت نہیں، خود ہی فیصلہ کر لینے کا ہے۔ اجمیر شریف کے نام پر لوگوں کے جذبات سے کھیل لینا اور ہے اور حقیقت بیانی و اعتراف صداقت اور۔ اگر احساس کا وجود دنیا میں ہے تو سینہ پر ہاتھ رکھ کر خود ہی سوچ لینا چاہئے کہ اس تاریخ سازی کا نتیجہ ہمیں کہاں کیا ملنا ہے۔ یہ ساری باتیں صرف حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (بقیہ ص ۱۲/پر)

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری*

صلح کلّیت: تعارف، نقصانات اور تدارک

میرے آقا سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسلام کے جسم میں جب سے اپنی محبت و چاہت کی روح پھونکی ہے، اس کے چہرے پر اپنے پیار کا غازہ ملا ہے اور اس کی پیشانی پر خدا کی پسندیدگی کا جھومر سجایا ہے تب سے اس کے عروج و اقبال کا جوبن، اس کی واقعیت، قطعیت، جامعیت، ہمہ گیریت اور اثر پذیریت مخالفین کی نظر میں کھٹک رہی ہے، اس کی ترقی روکنے، اس کے عروج کے سامنے بند باندھنے کی کیا کیا سازشیں نہ ہوئیں مگر یہ خدا کا دین تھا، چمکتا، مسکراتا، سلطنتِ دل پر حکومت کرتا اور اکنافِ عالم میں چھاتا ہی چلا گیا، ہر دَور میں اس طرح کی مشکلات و مصائب کا سامنا ہوتا رہا مگر یہ بھی زمینی حقیقت ہے کہ جب جب اسے بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکنے کی سازش ہوئی، کوئی مردِ مومن پردۂ غیب سے اُٹھا اور کشتی کی رفتار اور تیز کردی، یہ بھی جگ ظاہر سچائی ہے کہ اسلام کو جتنا نقصان اپنوں سے پہنچا ہے غیروں سے نہیں، اسلام ایک صاف ستھری شبیہ کا مالک مذہب ہے، اس میں اپنوں اور بیگانوں میں تمیز کے لیے محکم اُصول ہیں اور اسلام اس پر بھر پور توجہ دیتا ہے کہ اس کی شبیہ کو کسی طرح کا بھی کوئی صدمہ پہنچنے نہ پائے، جو اس کے علم بردار ہیں ان کی اپنی پہچان اور ان کی ذات کا تشخص و عرفان سلامت رہے اور وہ دور سے پہچانے جائیں، جس طرح نور اور ظلمت الگ الگ ہیں، حق اور باطل میں کوئی یگانگت نہیں ہے، رات اور دن کا سفر جدا جدا ہے، ایسے ہی ایمان اور کفر، اسلام اور نفاق میں اصلاً اختلاط کی گنجائش کا بھی دھبّہ نہ لگنے پائے۔

یہ خالص سونا ہے، معمولی سی ملاوٹ بھی اسے برداشت نہیں ہے، یہ اپنی بقا کے لیے اپنے دامن میں بعض قانون ایسے نرم و نازک رکھے ہوئے ہے کہ پھولوں کی نزاکت و لطافت بھی قربان، اسی وجہ سے کسی دردمند آنکھ کے آنسو کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے ہی اپنے دامن میں چن لیتا ہے اور بعض قانون ایسے فولادی رکھے ہوئے ہے کہ خاندان کا خاندان لٹ جانے پر بھی پیشانی پر کوئی بل نہیں، شفافیت اس کی شان اور بے مثلی اس کی جان ہے، اسلام کے یہی اوصاف غیروں کی آنکھ میں کانٹا بن کے چبھتے رہے ہیں اور آج بھی چبھ رہے ہیں، یوں تو ہر دَور میں داخلی و خارجی ریشہ دوانیاں اُس سے محاذ آرا ہوئیں، تاہم میں سمجھتا ہوں دورِ حاضر کا جو فتنہ اس کی شبیہ بگاڑنے کے درپے ہے، وہ ہے ''فتنۂ صلح کلّیت'' اس لیے ہم اسے ''تعارف، نقصانات اور تدارک'' تین حصّوں میں تقسیم کرکے ہر ایک پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تعارف: صلح کلّی کوئی مستقل مذہب نہیں ہے بلکہ ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو بدمذہبوں، بے دینوں پر رَدّ و ترد سے اپنی ناراضگی ظاہر کرے اور کہے کہ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم خواہ مخواہ بدمذہبوں، بے دینوں کا رَد کرکے دنیا میں بُرے بنیں، خلاصہ یہ کہ جو سب کو اچھا سمجھے، سب کو ساتھ لے کر چلنے کی حمایت کرے، سب کے ساتھ تال میل رکھے، موجودہ اصطلاح میں وہ صلح کلّی ہے، ہمیں افسوس ہے کہ ہندوستان میں سب سے پہلے جس شخص نے صلح کلیت کی بنیاد رکھی وہ اکبر بادشاہ ہے، ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سب کو خوش رکھنے کی منحوس پالیسی کو روبہ عمل لانے کے لیے چاروں دھرم سے جو قانون اچھا اور آسان لگا، اُسے لے کر دینِ الٰہی کے نام سے اس نے نئے دین یعنی صلح کلّیت کو نافذ کرنا چاہا، مذہبی تصلّب کے نقطۂ نظر سے ہندوستان کی تاریخ کا یہ بڑا منحوس دن تھا، ورنہ تو یہ وہ ملک ہے کہ حضرت امیر خسرو نے اس کی فکری شفّافیت کو دیکھ کر مچلتے ہوئے کہا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم اس ملک کے رہنے والے ہیں جس ملک کے دریا کی مچھلی بھی سنّی ہے، دینِ الٰہی تو دو مردِ درویش حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ محقق دہلوی کے فقیرانہ سوز و ساز اور مجاہدانہ للکار کی وجہ سے اپنے منطقی انجام کو پہنچ گیا، مگر صلح کلّیت کی روح کہیں نہ کہیں دبی چنگاری کی طرح سلگتی رہی، زمانے نے کروٹ لی، اسی سرزمین پر جب انگریزوں کے ناپاک قدم آئے اور اس نے اپنے دلی عزائم کو زمین پر اُتارنا چاہا تو اپنے اہداف کی تحصیل کے لیے اس نے کیا سوچا کیا کیا؟ پوری تاریخ کے سمندر کو ایک شعر کے کوزے میں جس طرح ڈاکٹر اقبال نے سمویا ہے، یہ انھیں کا حصّہ ہے، وہ کہتے ہیں ؎

وہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روحِ محمد اس کے بدن سے نکال دو

یہ روحِ محمد کیا ہے؟ یہ ''عشقِ مصطفےٰ'' ہے، یہ مسلمانوں کی حیات کے لیے سرمایۂ حیات بھی ہے اور آبِ حیات بھی، یہ قوم زندہ اُسی دولت کی بدولت ہے، انگریزوں نے اپنے منصوبے کی تکمیل کے لیے مسلم قوم میں سے چند افراد کو چنا، سبز باغ دکھائے اور شیشے میں

* مقالہ نگار پٹنہ میں مقیم اہل سنت کے معروف اور معتبر اہل قلم ہیں۔

اُتارا۔ پھر اُن لوگوں نے دنیاوی عزوجاہ کے لالچ میں وہ وہ کیا کہ جس کو سُن، دیکھ اور پڑھ کر آج بھی حسّاس دل لرز اُٹھتا ہے، ہندوستانی سیاسی تاریخ کا ایک بڑا مشہور نام ہے سر سید احمد خاں، سنئے کس طرح یہ صاحب انگریزوں کے خواب کی تعبیر بن کر، انھیں کے سُر میں سُر ملا کر اُن کی بولی بولنے لگے۔ ”حیاتِ جاوید“ حصّہ دوم، صفحہ ۲۵۶ رمیں حالی پانی پتی نے سر سید کے عقائد و خیالات تحریر کیے ہیں ان میں سے بطور نمونہ دو چار ہم پیش کر رہے ہیں۔

(۱) اجماعِ اُمت حجتِ شرعی نہیں (۲) تقلید ائمہ واجب نہیں۔ (۳) قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی معجزے کے صادر ہونے کا ذکر نہیں۔ (۴) فرشتوں کا الگ کوئی وجود نہیں (۵) مرنے کے بعد اُٹھنا، حساب کتاب، میزان، پُل صراط، جنت، دوزخ وغیرہ وغیرہ سب مجاز پر محمول ہیں، نہ کہ حقیقت پر۔

سر سید کے ان جیسے نظریات کی وجہ سے کسی نے مولوی اشرف علی تھانوی سے پوچھا: سر سید کی وجہ سے ہندوستان میں گڑبڑ پھیلی، لوگوں کے عقائد خراب ہوئے، جواب میں مولوی تھانوی نے فرمایا: گڑبڑ کیا معنیٰ؟ اس شخص کی وجہ سے ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ایمان تباہ اور برباد ہو گئے، ایک بڑا گمراہی کا پھاٹک کھول گیا۔“

(الافاضات الیومیہ، جلد پنجم، ص۸۴، زیر ملفوظ ۱۵۱)

دبستانِ سر سید میں جو نام سب سے نمایاں ہے اور جسے سر سید کے دست و بازو بننے کا شرف حاصل ہے وہ ہیں مسٹر الطاف حسین الطاف حالی نے اپنے شعر و شاعری کے بل پر مسلمانوں میں انگریزی تعلیم کی طرف رغبت دلانے اور یورپین تہذیب پھیلانے میں کھل کر بھرپور کوشش کی اور ایک نیا مذہب چکڑالوی کا سنگِ بنیاد بھی رکھا۔ چکڑالوی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔ (معاذ اللہ) مسٹر حالی اپنی مشہور کتاب ”مسدس حالی“ میں ص ۱۷ ر پر لکھتے ہیں:

نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے حق نے دی ہے بس اتنی بڑائی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

دیکھئے کس بے دردی سے حالی نے عظمت و شانِ مصطفےٰ کے قصرِ رفیع پر کاری ضرب لگانے کی مذموم سعی کی ہے، پہلے شعر کے پہلے مصرعے میں اُمتی کو نبی کے برابر کر دیا، حالانکہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟ دوسرے مصرعے میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات و تصرفات کا کھلّم کھلّا انکار کر کے کس غیرت فروشی سے حضور جانِ نور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے چارہ کہہ دیا، دوسرے شعر میں بڑائی کی بات بھی کی تو بس اتنی کہ قاصد و سفیر بنا کر چھوڑ دیا، معاذ اللہ! کیا نبی کے حق میں اُمتی کی ایسی ہی بولی ہوتی ہے؟ ضرور ع

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

حاصلِ گفتگو یہ ہے کہ سر سید کی طرح مسٹر حالی نے بھی مسلمانوں میں مذہبی اختلاف کی آگ بھڑکا کر انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور انگریز کی خطرناک پالیسی کو کامیاب بنایا، سر سید احمد خاں کے دوسرے توانا بازو مولوی شبلی اعظم گڑھی ہیں کہ یورپین چمک دمک سے مرعوب ہو کر انگریزی تہذیب، انگریزی تمدن، انگریزی تعلیم کو عام کرنے کے لیے یوں نغمہ سرائی نہیں ہرزہ سرائی کرتے ہیں ؎

سیارے ہیں اب نئی چمک کے
وہ ٹھاٹھ بدل گئے اب فلک کے
تقویم کہن سے ہاتھ اٹھائیں
تہذیب کے دائرے میں آئیں
اس فیض سے ہم بھی بہرہ ور ہوں
ہم بھی اس کان کے گہر ہوں

(مثنوی صبح اُمید، شبلی اعظم گڑھی)

ماضی کی دل خراش تاریخ کا آئینہ ہم نے اس لیے دکھایا ہے کہ اکبر بادشاہ کی صلح کلّیت کو نئی زندگی دینے میں یہی حضرات اور کچھ ان کے معاونین کا اہم رول ہے، ندوہ، لکھنؤ اکبر بادشاہ کے اسی دین الٰہی کا نیا ایڈیشن ہے، اکبر بھی چاہتا تھا کہ مذہب، مسلک سے اوپر اُٹھ کر سب کو خوش رکھیں، سب کو ساتھ لے کر چلیں اور سب کے ساتھ گھال میل رہے اور ندوہ کی بھی یہی فکری اساس ہے۔

حضرت مفتی محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی ان حقائق سے یوں پردہ اُٹھاتے ہیں: دارالندوہ لکھنؤ، انھیں مولوی شبلی، مولوی محمد علی کانپوری جیسے چند نیچری لیڈروں اور مولویوں نے قائم کیا۔ ندوی مذہب کا حاصل اور نچوڑ یہ ہے کہ جو شخص اسلام کا کلمہ پڑھتا ہو، خواہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہے یا قرآنِ مجید کو ناقص جانے، قیامت کا اقرار کرے یا انکار کرے، جنت دوزخ، حساب و کتاب وغیرہ کو مانے یا نہ مانے ..... غرض کچھ بھی عقیدہ رکھے، بس کلمہ پڑھے تو ندوہ کے نزدیک وہ مسلمان اور ندوہ کا ممبر ہے۔“ (اعلام ضروری، صفحہ ۶)

بتائیے ندوہ اکبر بادشاہ کے دین الٰہی کا چربہ ہے کہ نہیں؟ اور یہ صلح کلّیت نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی لیے مولوی انور شاہ کشمیری صدر مدرس دیوبند، ندوہ کے روحِ رواں شبلی نعمانی کے تعلق سے لکھتے ہیں: ”میں شبلی نعمانی کی بدعقیدگی اور بدمذہبی، لوگوں کے سامنے اس لیے

ظاہر کرتا ہوں کہ دینِ اسلام میں کافر کے کفر کو چھپانا جائز نہیں۔''
(مشکلات القرآن، ص۳۲)

ندوہ اتنا خوب صورت جال تھا کہ اس میں پہلے پہل اچھے اچھے سنّی علما بھی شامل ہو گئے، ندوہ کے سنگِ بنیاد کے موقع پر مولوی شبلی نعمانی نے بہجت و انبساط میں جو اپنا تاثر پیش کیا ہے۔ اس کے بول بول، بول رہے ہیں کہ یہاں سے ''اسلامی امتیازات'' رخصت ہوا چاہتے ہیں۔ دینی تشخص کے لیے بہت کٹھن گھڑی آ گئی ہے۔ صلح کلیت کو پورے کروفر سے سراہا اور پھیلایا جا رہا ہے، غیور مسلمانو! تمہاری دینی حمیت کو بہت بڑا چیلنج ہے۔ اُٹھو دین کی حفاظت کے لیے بڑھو اسلامی وقار کی حمایت کے لیے اور مر مٹو اپنے نبی کی پیاری شریعت کے تحفظ کے لیے۔

دیکھیے شبلی نعمانی کے الفاظ: یہ پہلا موقع تھا کہ ترکی ٹوپیاں اور عمامے دوش بدوش نظر آئے تھے، یہ پہلا موقع تھا کہ مقدس علما، عیسائی فرماں روا کے سامنے دلی شکر گذاری کے ساتھ ادب سے خم تھے، یہ پہلا موقع تھا کہ شیعہ، سنّی ایک مذہبی درسگاہ کی رسم ادا کرنے میں برابر کے شریک تھے۔ یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی درسگاہ کا سنگ بنیاد ایک غیر مذہب (انگریز گورنر) کے ہاتھ سے رکھا جا رہا تھا، غرض یہ پہلا ہی موقع تھا کہ ایک مذہبی سقف کے نیچے نصرانی، مسلمان، شیعہ سنّی، حنفی وہابی، رند، زاہد، صوفی، واعظ، خرقہ پوش اور کج کلاہ سب جمع تھے۔''
(شبلی نامہ، ص۱۳۰)

یہ بار بار پہلا موقع تھا، پہلا موقع تھا کا جملہ گواہی دے رہا ہے کہ ندوہ سے پہلے یہاں کی مذہبی فضا مسموم و مخلوط نہ تھی، سب اپنے اپنے تشخص کے ساتھ رہ رہے تھے، مگر پہلی بار ندوہ نے امتیاز کی دیوار میں شگاف ڈالی اور کفر و اسلام، نور و ظلمت، حق و باطل کو ایک کرنے کی ناپاک جسارت کی، اسی جسارت کے نتیجے میں ہندوستان کی خالص دینی فضا میں گھن لگا، صلح کلیت کا زہر گھلا، جو اَب تک پھیل ہی رہا ہے، تھمنے کا نام نہیں لیتا۔

کیا شاہین نظر بخشی تھی خدا نے امام احمد رضا کو کہ نظر اوّلین ہی میں وہ شئے کی تہہ تک پہنچ جاتے تھے، شروع شروع میں آپ بھی ندوہ کے رُکن تھے، مگر جب اسرار پنہانی سے آشنا ہوئے تو خود الگ ہوئے اور آپ کی تحریک سے سنّی علما بھی الگ ہو گئے، ندوہ کو جوں کہ انھوں نے بہت قریب سے دیکھا اور پرکھا تھا اس لیے ندوہ کے بارے میں ان کا بیان ایک شاہد کا بیان ہے، فرماتے ہیں:

''ندوہ کھچڑی ہے۔ پہلے بعض اہلِ سنّت بھی دھوکے سے اس میں شامل ہو گئے تھے، جیسے مولوی محمد حسین صاحب الٰہ آبادی اور مولوی احمد حسین کانپوری اور مولوی عبدالوہاب صاحب لکھنوی، اس کی شناعتوں پر اطلاع پا کر یہ لوگ علیحدہ ہو گئے، مولانا احمد حسن صاحب مرحوم، ندوہ عظیم آباد کے بعد بریلی تشریف لائے، رمضان کا اخیر عشرہ تھا، میں اپنی مسجد میں معتکف تھا، میں نے خبر سُن کر ان کو خط لکھا، جس میں القاب یہ تھے: احمد السیرۃ حسن السریرۃ غیر شرکۃ الندوۃ المبیرۃ۔ میں احمد حسن کا نام بھی نکلا اور معنی یہ ہوئے کہ آپ کی خصلت محمود اور طینت مسعود، مگر ندوہ تباہ کنی کی شرکت مردود، میری ان کی دوستی تھی، ان القاب کو دیکھ کر بہت ہنسے اور میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا میں نے اس سے توبہ کر لی ہے اور عین جلسہ میں مولوی محمد علی ناظم سے کہہ کر اٹھا ہوں کہ مولوی صاحب آپ اس مجمع کو دیکھتے ہیں، یہ سب جہنم میں جائے گا۔''
(الملفوظ،۲،ص۷۵)

تحریک ندوہ کے بڑھتے ہوئے قدم کو روکنے اور اس سے پڑنے والے اثرات کو توڑنے کے لیے امام احمد رضا کی صالح و بے ریا قیادت میں علمائے اہلِ سنّت یکجٹ ہو گئے، علما نے اپنے علم و فضل اور اُمرا نے اپنے مال و دولت کو نچھاور کر دیا اور ایسا پُر زور تعاقب کیا کہ طوفان کی طرح اُٹھنے والی تحریک ندوہ مدراس تک پہنچتے پہنچتے سسک سسک کر رہ گئی، حضرت مفتی محمد ضیاء الدین پیلی بھیتی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''علما نے ندوے کے رَد میں کوئی بات اٹھا نہ رکھی، تحریری رد میں بھی کامل حصہ لیا، قریب دو سو کے کتابیں اور رسالے تصنیف فرما کر مفت تقسیم کیے، ایک ہزار کے قریب اشتہاروں کی اشاعت کی، جلسوں کی روداد یں طبع کرا کے شہر در شہر پہنچایا، مصارف کا اندازہ ایک لاکھ روپے سے اوپر کا ہے، پچاس ہزار روپے سے اوپر تو شخص واحد یعنی حضرت مولانا قاضی عبدالوحید علیہ الرحمہ رئیس پٹنہ نے خاص اپنی ذات سے خرچ کیے، ایسے اہم کارِ دینی میں مال کی کوئی حقیقت نہ سمجھی۔''
(اعلام ضروری، ص۵)

غرض ندوہ نے صلح کلیت کی جو آگ لگا دی تھی اسے بجھانے میں جس سے جو بن سکا اُس نے وہ کیا، یہ ہے ہمارا ماضی قریب، دین کی شان و شوکت کے لیے کیا وارفتگی تھی، کیا اخلاص تھا اور کیا فداکاری کے نمونے تھے، کاش آج پھر وہی جذبہ والہانہ بیدار ہو جائے، علما اپنے جوشِ علمی کا مظاہرہ کرتے اور اُمرا اپنی دولت دین و سنیت پر نثار کرتے تو مسلمانوں کو ان کی متاعِ گم گشتہ مل جاتی۔

لگتا ہے کہ کہیں نہ کہیں راکھ کے ڈھیر میں دب کر بھی صلح کلیت کی چنگاری دھواں دیتی رہی ہے، اس لیے اب کچھ اِدارے، کچھ افراد اسے شعلہ جوالہ بنا دینے کی فکر میں ہیں، مثلاً کل ندوہ کے پلیٹ

فارم سے صلح کلیت کا جو پیغام نشر کیا گیا تھا، ادھر کچھ سالوں سے ماہ نامہ جامِ نور دہلی اور خانقاہِ سید سراواں، الٰہ آباد نے اپنے کاندھے کی بیساکھی سے ندویت کا بیڑا پار لگانے کی فکر میں اپنا ہی بیڑا غرق کر رکھا ہے اور جماعتِ اہلِ سنّت کو بھی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا رہا ہے، جامِ نور کی ندویت نواز پالیسی کی بخیہ دری کرتے ہوئے ڈاکٹر امجد رضا امجد لکھتے ہیں:

''جامِ نور بالواسطہ و بلاواسطہ ابن تیمیہ کو شیخ، محسن، مصلح، متورع، مجتہد، متقی، صوفی، صاحبِ روحانیت و متبع سنّت اور کیا کیا بنانے پر آمادہ ہے، آپ یہ کہہ کر جان نہیں چھڑا سکتے کہ یہ ساری باتیں جامِ نور میں نہیں، جامِ نور کی مفتخر و مقتدر ٹیم کی ہیں، جسے آپ جامِ نور کی دس سالہ خدمات کا حاصل سمجھتے ہیں، بیچارے اسٹیج کے ''گویا'' اور ''مداری'' پر تو آپ کا تیشۂ اصلاح خوب چلا، مگر جس فکر و نظر کے اظہار سے عقیدے میں فتور اور صلح کلّیت کی راہ ہموار ہو رہی ہے، وہاں خموشی ہی نہیں، جرأت مندانہ حمایت۔ ''ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ'' نہیں تو اور کیا ہے؟ آخر اس دو رنگی پالیسی کو کون سا نام دیا جائے؟''

(دوماہی الرضا، پٹنہ، مارچ۔اپریل ۲۰۱۶ء)

ندویت و صلح کلّیت کے فروغ میں دوسرے نمبر پر سید سراواں الٰہ آباد اور اس کے حوارئین کا نام جس میں جامِ نور بھی شامل ہے، زبانِ زد خاص و عام بن چکا، یقین نہ ہو تو دیکھیے یہ حوالے: ماہ نامہ خضر راہ الٰہ آباد سے نکلتا ہے، آپ پڑھیں گے تو آپ بھی کہہ اٹھیں گے کہ اس کے جسم سے ندوہ کی روح آواز دے رہی ہے، دسمبر ۲۰۱۴ء کے شمارے میں ہے ''اہلِ قبلہ کی تکفیر، یا انھیں مشرک قرار دینا درست نہیں ہے۔'' اور مئی ۲۰۱۳ء کے شمارے میں ہے ''اس وقت کسی فرد کی تکفیر نہیں جائے گی اور نہ ہی ہم تاویل کرنے والوں کی تکفیر کریں گے۔'' ان حوالوں کو دیکھ کر اللہ اور اس کے رسول چاہے ناراض ہوں، اکبر، سر سیّد، شبلی اور حالی کی روح ضرور دعا دے رہی ہوگی، افسوس! ؎

تمھیں کالی گھٹا کا بھی نہیں پہچاننا آیا
نشیمن سے دھواں اُٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

یہاں تک ہم نے صرف یہ دکھانا چاہا ہے کہ صلح کلیت کیا ہے؟ کس طرح یہ وجود میں آئی اور تھوڑا سا تاریخی تعارف پیش کرنے کی سعی کی ہے، تاکہ آپ یہ جانیں کہ یہ کس طرح آگے بڑھی، کن کن لوگوں نے اس کے مردہ جسم میں روح ڈالنے کی نامحمود کوشش کی اور آج بھی کر رہے ہیں، آئیے اب دیکھتے ہیں کہ اس کے نقصانات و مضر اثرات کیا کیا ہیں۔

(جاری ہے)

(ص ۵۰ / کا بقیہ) تعلق رکھتا ہے، مضمون نگار نے نہایت ہی محتاط انداز میں جدید ذرائع ابلاغ کے استعمال کی اجازت دی ہے، مجھے اس بات سے خوشی حاصل ہوئی کہ مضمون نگار جامعۃ الرضا میں پڑھتے بھی ہیں، میں فاروقی صاحب کو مشورہ دیتے عرض کرتا ہوں کہ ''نوخیز قلم'' کے سلسلہ کو جاری رکھا جائے کیوں کہ یہ سلسلہ آنے والے دنوں میں کافی کامیاب ثابت ہوگا اور مدارس اسلامیہ کے طلبا بھی صحافت اور انشاء پردازی کی طرف اپنی توجہ مرکوز کریں گے جو دورِ حاضر کا تقاضہ بھی ہے، تقریر کے میدان میں اترنا کسی کامیابی کی دلیل نہیں مگر تحری کی دنیا میں سرخرو ہونا بہت بڑی کامیابی ہے، خدا کرے ہماری جماعت کا ہر ایک طالب علم تقریر کے ساتھ ساتھ تحریر کا بھی سپاہی بن جائے۔

منظومات کے تحت ماہنامہ سنی دنیا کے شمارہ میں ''حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ کی نعت پیش کی گئی ہے، اس نعت کے بارے میں کیا لکھا جائے اور کیا کہا جائے، حضور حجۃ الاسلام نہ صرف ایک اچھے شاعر تھے بلکہ بہت ہی اچھے اور بہت ہی بڑے شاعر تھے، اس نعت کا ایک ایک لفظ سوز و گداز سے متأثر دکھائی دیتا ہے، مولانا سلمان رضا فریدی کے اشعار بھی اچھے ہیں، جو دورِ حاضر کے تقاضوں کی نمائندگی کرتے ہیں، میں فریدی صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ مولانا اسی طرح لکھتے رہے ہیں۔□ □ □

(بقیہ ص ۱۴ / کا) اس لئے وقت سے پہلے ہی اس کو سیکھنا واجب ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ علم کا واجب ہونا جو عمل کے لئے شرط ہے وہ عمل کے واجب ہونے کے بعد ہوا کرتا ہے، پس وقت سے پہلے اس پر سیکھنا واجب نہیں اور اسی طرح باقی نمازوں میں یہی حال ہے پھر اگر وہ رمضان تک زندہ رہے گا تو رمضان کے سبب سے اس پر روزہ کا سیکھنا ایک نیا وجوب ہوگا یعنی یہ جاننا کہ روزہ کا وقت صبح صادق سے لے کر آفتاب کے ڈوبنے تک ہے اور روزہ میں نیت واجب ہے، اس دوران کھانے پینے اور صحبت سے پرہیز کرنا ہے اور یہ بات عید کے چاند دیکھنے اور دو گواہوں کی گواہی گزرنے تک قائم رہتی ہے، اب اگر اس کے پاس مال آجائے یا بالغ ہونے کے وقت ہی مال حاصل تھا تو اس پر مقدار وجوب زکوٰۃ معلوم کرنا لازم ہوگا مگر اس وقت لازم نہ ہوگا بلکہ وقت اسلام سے ایک سال پورا ہونے پر لازم ہوگا، اگر اس کے پاس اونٹوں کے سوا کچھ اور نہ ہو تو صرف انھیں کی زکوٰۃ کا علم لازم ہوگا، اس طرح تمام اقسام میں مال کے اقسام تصور کرنا چاہئے، جب اس پر حج کا مہینہ آئے تو اس پر حج کا علم حاصل کرنا اسی وقت ضروری نہیں اس لئے کہ اس کا ادا کرنا عمر میں ایک بار ہوتا ہے تو اس کا سیکھنا بھی فوراً واجب نہ ہوگا۔ (جاری)

اسلاف واخلاف



حیات غوث اعظم کے چند تابندہ نقوش

مفتی ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]*

جیلان طبرستان کا ایک مشہور قصبہ جہاں کی مقدس فضاؤں میں سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سادات کے ایک مقدس گھرانے میں یکم رمضان المبارک ۴۰۷ / ۱۰۷۸ء آنکھ کھولی، اس وقت والدہ ماجدہ سیدہ ام الخیر امۃ الجبار کی عمر مبارک ساٹھ سال ہوچکی تھی، والد ماجد حضرت سید ابوصالح موسیٰ جنگی دوست قدس سرہ کا وصال آپ کے بچپن میں ہی ہوگیا تھا، اس لئے آپ کی پرورش آپ کے نانا سید عبداللہ صومعی قدس سرہٗ نے فرمائی، حضرت غوث اعظم، والد ماجد کی جانب سے حسنی ہیں اور والدہ ماجدہ کی جانب سے حسینی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ ۱۸ر سال کی عمر میں ایک غیبی ہدایت پر آپ بغداد مقدس کے لئے روانہ ہوئے جہاں آپ نے اجلہ علما سے علم کی تحصیل کی، فقہ، حدیث، تفسیر، ادب، تصوف سارے علوم کی تحصیل کے بعد ریاضت اور مجاہدے کی جانب متوجہ ہوئے اور ایسے سخت مجاہدے فرمائے کہ شاید و باید، دنیاوی مشکلات کا قدم قدم پر سابقہ رہا، حصول علم کے لیے جب آپ بغداد کے قریب پہنچے تو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، جنہوں نے آپ کو بغداد جانے سے روکا، آپ سات سال تک دجلہ کے کنارے ٹھہرے رہے اور ساگ اور پتیوں پر گزارا کرتے رہے پھر اللہ کے حکم سے بغداد میں داخل ہوئے اور حصول علم کا سلسلہ شروع فرمایا، طالب علمی کے زمانے میں بیس بیس دن کا فاقہ رہا، اسی دوران بغداد میں قحط سالی ہوئی اور آپ فاقے پر فاقے کرتے رہے، آپ خود فرماتے ہیں کہ جب مجھ پر سختیاں زیادہ گزرنے لگتیں تو میں زمین پر لیٹ جاتا اور آیت کریمہ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا پڑھتا پھر میں آسانی سے سر اٹھاتا اور میری ساری تکلیفیں دور ہوجاتیں پھر فرمایا: مجھ پر بڑی بڑی سختیاں گزرا کرتی تھیں، اگر وہ سختیاں پہاڑ پر گزرتیں تو پہاڑ بھی پھٹ جاتا۔ (قلائد الجواہر۔ ص ۴۰ تا ۴۷)

آپ نے ۲۵ر سال تک عراق کے ویرانوں میں مجاہدے کئے، چالیس سال عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی، قیام شب میں پورا قرآن حکیم ختم فرماتے، گیارہ سال برج میں گزارے، ۵۱۱ھ میں آپ کو محی الدین کا خطاب بارگاہ الٰہی سے عطا ہوا، حضرت ابوالخیر حماد بن مسلم دبّاس اور حضرت قاضی ابوسعید مبارک مخزومی قدس سرہما کی خدمت میں رہ کر دینی علوم بھی سیکھے اور علوم معرفت بھی، راہ سلوک کی منزلیں طے کیں، حضرت قاضی ابوسعید مخزومی قدس سرہ سے آپ باضابطہ بیعت ہوئے اور خرقۂ خلافت زیب تن فرمایا، مجاہدات کی جانگداز منزلیں طے کرنے کے بعد آپ نے درس وافادہ کی بساط بچھائی اور اپنے شیخ قاضی ابوسعید مبارک مخزومی قدس سرہٗ کے مدرسہ باب الازج میں درس دینا شروع کیا، جو آپ کی نسبت مبارکہ سے مدرسہ قادریہ کے نام سے مشہور ہوا، آپ دن میں تفسیر، علوم حدیث، فقہ، اختلاف مذاہب، اصول اور نحو کا درس دیتے، ظہر کے بعد قرآن حکیم اور تجوید و قراءت روایات سبعہ کے ساتھ پڑھاتے۔ (زبدۃ الاسرار، ص ۴۰)

آپ تفسیر وحدیث اور فقہ کا درس دیتے وقت وہ گراں قدر علمی نکات ارشاد فرماتے کہ اساتذۂ فن بھی دنگ رہ جاتے، آپ کے درس کا غلغلہ بلند ہوا اور مدرسہ باب الازج کی عمارت تنگ پڑنے لگی تو صاحبان ثروت اور فقراء کے تعاون سے مدرسہ کی توسیع اور مدرسہ قادریہ کی نئی عمارت ۵۲۸ھ/۱۱۳۴ء میں مکمل کی۔ (قلائد الجواہر، ص ۵۶)
سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۶ر شوال ۵۲۱ھ/۱۱۲۷ء بروز منگل بغداد مقدس کے محلہ حلبہ برّانیہ میں وعظ وتلقین کا آغاز فرمایا۔ (بہجۃ الاسرار، ص ۹۰) حضرت ہفتہ میں تین دن وعظ فرماتے دو دفعہ اپنے مدرسہ میں جمعہ کی صبح اور منگل کی رات اور ایک دفعہ اپنے مہمان خانے میں بدھ کی صبح کو، آپ کی مجلس وعظ میں علما، فقہا، مشائخ وغیرہ بکثرت ہوتے، آپ کے وعظ وتقریر کی کل مدت چالیس سال (۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ تک) ہے اور درس وافتا کی کل مدت تینتیس ۳۳ر سال (۵۲۸ھ سے ۵۶۱ھ تک) ہے۔ (قلائد الجواہر، ص ۶۳)

ابتداءً جھجک رہی، کیونکہ آپ عجمی تھے اور بغداد فصحائے عرب کا گہوارہ لیکن سرکار رسالت مآب ﷺ اور سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے لعاب ہائے دہن کی ایسی برکتیں نمایاں ہوئیں کہ سارا بغداد آپ کی فصاحت وبلاغت، طلاقت لسانی اور بے مثل تاثیرات کا اسیر ہوگیا، مضامین کا ایک سیل رواں ہوتا جو آپ کے دہن مبارک سے نکلتا چلا جاتا، تاثیر ایسی تھی کہ پتھر دل بھی موم ہوجاتے، سیاہ کار تائب ہوتے، تقویٰ شعاروں کو ثبات ملتا اور کفر کی آلودگی میں لتھڑے لوگ

* مضمون نگار ممبئی میں مقیم اہل سنت کے معتمد محقق ونقاد ہیں۔

سرچشمہ اسلام کے قریں آ کر شفاف ہو جاتے، آپ کے مواعظ حسنہ کو چار چار سو افراد قلم بند کرتے، اس زمانے میں سامعین کی تعداد ستر ہزار سے زیادہ ہوتی، لوگ دور دراز علاقوں سے پیدل، گھوڑے اور اونٹوں پر سوار ہو کر آپ کے وعظ کو سننے آتے، جب آپ کرسی پر تشریف فرما ہوتے تو مختلف علوم میں گفتگو فرماتے اور ہیبت اتنی ہوتی کہ مجمع پر سناٹا چھا جاتا، پھر اچانک فرماتے: قال ختم ہوا اور اب ہم حال کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، یہ سنتے ہی سامعین کی حالت میں عظیم انقلاب رونما ہوتا، کوئی آہ و بکا میں مصروف ہوتا، کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہوتا، کسی پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی اور کوئی کپڑے پھاڑ کر جنگل کی راہ لیتا، کچھ ایسے بھی ہوتے جن پر شوق اور ہیبت کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتا۔ (اخبار الاخیار ص ۳۹)

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں "میرے ہاتھوں پر پانچ ہزار سے زیادہ یہود و نصاریٰ تائب ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے، رہزنوں اور فسق و فجور میں مبتلا افراد جنہوں نے میرے ہاتھوں پر توبہ کی، ان کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔" آپ کی ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی یہودی یا عیسائی مشرف بہ اسلام ہوتا، ڈاکو، قاتل اور دیگر جرائم پیشہ اور بدعقیدہ لوگ تائب ہوتے، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر و بیشتر عربی زبان میں خطاب فرماتے لیکن کبھی کبھی فارسی زبان میں بھی وعظ فرماتے، اس لئے آپ کو ذوالبیانین، ذو اللسانین اور امام الفریقین کہتے ہیں۔ [اخبار الاخیار، ص ۲۵] آپ کی کرامت یہ تھی کہ دور و نزدیک کے لوگ یکساں طور پر آپ کا بیان سنتے تھے، آپ کی مجلس وعظ میں اجنہ، رجال الغیب، اولیا اور حضرات انبیا کی ارواح طیبات کثرت سے تشریف لاتی تھیں۔ (زبدۃ الاسرار، ص ۵۸) خوب فرمایا امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ؎

ولی کیا ، مرسل آئیں ، خود حضور آئیں
وہ تیری وعظ کی محفل ہے یا غوث

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زبان و قلم، کردار و عمل، جان و مال ہر اعتبار سے دین مصطفوی کی اشاعت کی اور اس کی تقویت کا سامان فرمایا ہیں، آپ نے فقہ و تصوف اور ادب سے متعلق کثیر تعداد میں کتب و رسائل تحریر فرمائے ہیں، یہ مختصر صفحات ان کی تفصیل کے متحمل نہیں ورنہ یہ گدائے قادری مثالوں کی روشنی میں سرکار غوث اعظم کی علمی عبقریت کے چند نظائر پیش کرتا، اس بات پر سبھی اہل علم اور صاحبان کشف و ولایت کا اتفاق ہے کہ غوثیت کبریٰ کے منصب پر فائز ہونے کے بعد پوری دنیا میں علم و فضل میں آپ کا ثانی نہ تھا، آپ مجتہد مطلق کے منصب پر فائز تھے اور چھٹی صدی کے مجدد اعظم تھے، البتہ مذہب حنبلی کی تقویت کے لیے سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصول مذہب کے مطابق اجتہاد فرماتے اور فتویٰ دیتے ورنہ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی چاروں مذاہب کے اصول و فروع پر آپ کو مکمل دسترس حاصل تھی، فدائے غوث اعظم، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں "حضور (غوث پاک) ہمیشہ سے حنبلی تھے اور بعد کو جب عین الشریعۃ الکبریٰ تک پہنچ کر منصب اجتہاد مطلق حاصل ہوا، مذہب حنبلی کو کمزور ہوتا ہوا دیکھ کر اس کے مطابق فتویٰ دیا کہ حضور محی الدین ہیں اور دین متین کے یہ چاروں مذاہب [نفی، شافعی، مالک، حنبلی] ستون ہیں، لوگوں کی طرف سے جس ستون میں ضعف آتا دیکھا، اس کی تقویت فرمائی۔" [فتاویٰ رضویہ قدیم ۱۲/ ۲۲۷]

آپ کا فیضان علمی ٹوٹ کر برسا، آپ تیرہ فنون میں خطاب فرماتے، ہر فن کے ایسے نکات بیان فرماتے کہ ماہرین فن بھی حیرت زدہ رہ جاتے، ابو محمد خشاب نحوی کہتے ہیں کہ میں نوجوان تھا اور نحو پڑھا کرتا تھا، ایک دن بارگاہ غوثیت میں حاضر ہوا تو میری جانب خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے پاس رہو، ہم تمہیں سیبویہ بنا دیں گے، چنانچہ میں حاضر ہو گیا، میرے پاس نحو کے قواعد و احکام اور دیگر علوم عقلیہ و نقلیہ کا ایسا ذخیرہ جمع ہو گیا جو اس سے پہلے نہ تو مجھے معلوم تھا اور نہ ہی کسی سے سنا تھا اور ایک سال سے بھی کم عرصے میں، میں نے وہ کچھ حاصل کیا جو پوری زندگی میں حاصل نہ کر سکا تھا۔ [قلائد الجواہر]

آپ کی علمی جلالت کا یہ عالم تھا کہ آپ کے اساتذہ کرام سند حدیث دیتے وقت فرمایا کرتے تھے "اے عبد القادر! ہم تو تم کو الفاظ حدیث کی سند دے رہے ہیں، ورنہ حدیث کے معانی میں تو ہم تم سے استفادہ کرتے ہیں، کیونکہ بعض احادیث کے مطالب جو تم نے بیان کئے ہیں، ان تک ہمارے فہم کی رسائی نہیں تھی۔" [غنیۃ الطالبین]

حافظ ابو العباس احمد بن احمد بذیجی بغدادی بیان کرتے ہیں: ایک وقت کا واقعہ ہے کہ میں اور شیخ جمال الدین ابن جوزی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کی مجلس میں حاضر ہوئے اس وقت آپ ترجمہ پڑھا رہے تھے، قاری نے ایک آیت پڑھی اور آپ اس کی تفسیر بیان فرمانے لگے، پہلی تفسیر بیان فرمائی تو ہم دونوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا اور تصدیق کرتے ہوئے سر ہلا دیا، اس طرح گیارہ تفسیروں تک تصدیق و تائید میں سر ہلاتے رہے مگر جب حضرت شیخ نے بارہویں تفسیر بیان فرمائی تو ہم دونوں ہی اس تفسیر سے لاعلم تھے، اس لئے ہم دونوں ایک دوسرے کو حیرت انگیز نگاہوں سے دیکھتے رہے، اس طرح آپ نے اس آیت کی چالیس تفسیریں بیان فرمائیں

پھر آخر میں فرمایا: ہم قال کو چھوڑ کر حال کی طرف رجوع کرتے ہیں لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو ساری محفل میں ایک جوش اور اضطراب پیدا ہو گیا اور علامہ ابن جوزی نے جوش حال میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

رہ گئے بارگاہ الٰہی میں آپ کے مدارج روحانی! تو خود فرماتے ہیں: رب العزت کی بارگاہ قرب میں یکتا اور یگانہ ہوں، میرا رب میرے مدارج میں ارتقائی تبدیلیاں فرماتا رہتا ہے اور میرے لیے وہی صاحب عظمت کافی ہے، میں باز اشہب ہوں اور مردان خدا میں سے کسی کو مجھ جیسا قرب ربانی اور عطائے یزدانی نصیب نہیں، بارگاہ الٰہی سے بے نظیر اور پائیدار خلعتیں مجھے عطا ہوئیں اور فضل و کمال کا تاج بے بہا زیب سر کیا گیا، میرے رب نے ساری کائنات کے اقطاب پر مجھے حکمرانی بخشی تو میرا حکم بہر صورت نافذ ہے۔

آپ بارگاہ خداوندی کے دفتر اولیا میں انتخاب تھے اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں خصوصی ترین قرب تام رکھتے تھے، آپ خود فرماتے ہیں ”ہر ولی کسی نہ کسی نبی کے قدم بقدم ہوتا ہے اور میں اپنے جد امجد ﷺ کے قدم بقدم ہوں، آپ نے جہاں سے قدم اٹھایا، میں نے وہیں قدم رکھا سوائے مقام نبوت کے“ زبدۃ الاسرار میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں ”سرکار غوث اعظم شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ قول و فعل میں یکسانیت، نفس اور قلب کی یگانگت، اخلاص و تسلیم کا باہمی رابطہ استوار کرنا، ہر تصور، ہر لحظہ، ہر سانس اور تمام واردات و احوال میں کتاب و سنت کو حاکم بنانا اور اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے تعلق ہے۔“ [زبدۃ الاسرار، ص ۴۸]

منقول ہے کہ آپ ہی کے ایک ہم عصر بزرگ جن کا نام صدقہ رحمۃ اللہ علیہ تھا، آپ کی خانقاہ میں آئے، دوسرے بزرگ بھی آپ کے باہر تشریف لانے کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور سیدھے منبر پر چلے گئے، نہ تو آپ نے کچھ فرمایا اور نہ قاری سے کسی آیت کی تلاوت کو فرمایا لیکن لوگوں میں عجیب بے انتہا مستی و شورش پیدا ہو گئی، شیخ صدقہ نے اپنے دل میں کہا کہ تعجب ہے، نہ شیخ نے کچھ فرمایا، نہ قاری نے کچھ پڑھا، پھر یہ وجد و حال کہاں سے پیدا ہو گیا اور یہ حالت کچھ کیسے ہو گئی، حضور غوث اعظم نے شیخ صدقہ کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ شیخ صاحب! میرا ایک مرید اسی وقت بیت المقدس سے بیک قدم یہاں پہنچا ہے اور میرے ہاتھ پر توبہ کی ہے، تمام اہل اجتماع اس کی ضیافت میں لگے ہوئے ہیں، شیخ صدقہ نے پھر اپنے دل میں کہا کہ جو شخص بیت المقدس سے ایک لمحہ میں یہاں پہنچ سکتا ہے، وہ کس چیز سے توبہ کرے گا اور اسے پیر و مرشد کی کیا ضرورت؟ حضور غوث اعظم نے پھر ان کو دیکھ فرمایا کہ شیخ صاحب ہوا میں اڑنے والے بھی اس لئے توبہ کرتے ہیں کہ ہوا میں پرواز کرنے سے باز آ جائیں اور وہ مجھ سے محبت الٰہی کا طریقہ سیکھنے کے محتاج ہیں۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں شمشیر برہنہ اور چڑھی ہوئی کمان ہوں، میرا تیر نشانے پر لگنے والا، میرا نیزہ بے خطا اور میرا گھوڑا بے زین ہے، میں عشق خداوندی کی آگ، حال و احوال کا سلب کرنے والا، دریائے بیکراں، رہنمائے وقت اور غیروں سے باتیں کرنے والا ہوں، ایک دفعہ آپ نے کیفیت حال میں فرمایا کہ میں ہوں محفوظ اور میں ہوں ملحوظ، اے روزہ دارو، اے شب بیدارو، اے پہاڑوں پر بیٹھنے والو، خدا کرے تمہارے پہاڑ بیٹھ جائیں اور اے خانقاہ نشینو، خدا کرے تمہاری خانقاہیں زمین دوز ہو جائیں، حکمِ خدا کے سامنے آؤ، میرا حکم خدا کی طرف سے ہے، اے رہروان منزل، اے ابدال، اے اقطاب و اوتاد، اے پہلوانو! اور اے جوانو! آؤ اور دریائے بیکراں سے فیض حاصل کرلو، عزت پروردگار کی قسم! تمام نیک بخت اور بد بخت میرے سامنے پیش کئے گئے اور میری نظر لوحِ محفوظ میں جمی ہوئی ہے، میں دریائے علم و مشاہدہ الٰہی کا غوطہ خور ہوں، میں تم سب پر اللہ کی حجت، رسول کا نائب اور اس کا دنیا میں وارث ہوں، پھر فرمایا کہ انسانوں کے بھی پیر ہیں، جنات اور فرشتوں کے بھی لیکن میں تمام پیروں کا پیر ہوں۔ [نفحات الانس وغیرہ]

منقول ہے حضور سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مرض الموت میں فرماتے تھے کہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی نسبت نہیں، میرے اور مخلوق کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مجھے کسی پر اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرنا، فرماتے تھے کہ میری تخلیق تمام امور سے بالا ہے اور میں لوگوں کی عقل سے ماورا ہوں، اے زمین کے مشرق و مغرب کے اور اے آسمان کے رہنے والو! حق تعالیٰ فرماتا ہے: وَاَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ (میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) میں ان میں سے ہوں جنہیں خدا جانتا ہے تم نہیں جانتے، مجھ سے دن اور رات میں ستر بار کہا جاتا ہے: اَنَا اخْتَرْتُکَ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِی (میں نے تجھے پسند کرلیا اور تاکہ تو پرورش پائے میری آنکھوں کے سامنے) مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر! میرے اس حق کی جو تجھ پر ہے تجھے قسم ہے ذرا بات تو کرتا کہ سنی جائے، مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اے عبدالقادر تجھے میرے اس حق کی قسم جو تیرے اوپر ہے کھا اور پی اور بات کر، میں نے تجھے قسم توڑنے سے مامون بنا دیا، خدا کی قسم جب تک مجھے حکم نہ ہو، نہ کچھ کرتا ہوں، نہ کچھ کہتا ہوں۔

امام اہل سنت اس کی ترجمانی یوں فرماتے ہیں ؎

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے
پیارا اللہ تیرا چاہنے والا تیرا

آپ نے فرمایا کہ جب میں تم سے کوئی بات کہوں تو تم پر اس کی تصدیق ضروری ہے۔ کیونکہ میری بات ایسی یقینی ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں، گویا جب مجھے حکم ہوتا تو میں کہہ دیتا ہوں، جب مجھے دیا جاتا ہے تو دے دیتا ہوں اور جب مجھے امر ہوتا ہے تو کر لیتا ہوں، ذمہ داری تو اس پر ہے جس نے مجھے حکم کیا ہے(کیونکہ قاعدہ ہے)الدِّيَةُ عَلَى الْعَاقِلَةِ(یعنی خون بہا رشتہ داروں پر ہے) میری نافرمانی تمہارے لئے زہر قاتل ہے، دین کے لئے اور دنیا وآخرت کی تباہی کا سبب ہے، میں تلوار باز اور قاتل ہوں، اللہ تمہیں ڈراتا ہے، اگر شریعت نے میرے منہ میں لگام نہ ڈالی ہوتی تو میں تمہیں بتا دیتا کہ تم نے گھر میں کیا کھایا ہے اور کیا رکھا ہے، میں تمہارے ظاہر و باطن کو جانتا ہوں کیونکہ تم میری نظر میں شیشہ کی طرح ہو۔

اسی طرح ایک مرتبہ دوران وعظ اپنے نیازمندوں اور اہل ایمان کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا ”جب خدائے تعالیٰ سے دعا کرو تو مجھے وسیلہ بنا کر دعا مانگا کرو، اے ساری روئے زمین کے باشندو! میرے پاس آ کر مجھ سے علم طریقت حاصل کرو اور اے اہل عراق! میرے نزدیک احوال اس طرح سے ہیں، جس طرح گھر میں لباس لٹکے رہتے ہیں کہ جسے چاہو اتار کر پہن لو، تو تمہیں چاہئے کہ تم سلامتی اختیار کرو، ورنہ میں تم پر ایک ایسے لشکر کے ساتھ چڑھائی کروں گا جس کو تم کسی طرح سے بھی دفع نہ کر سکو گے، اے فرزند! تم سفر کرو، گو ایک ہزار سال کا سفر کیوں نہ ہو مگر وہاں بھی تم میری آواز سنو گے، اے فرزند! ولایت کے مدارج یہاں سے یہاں تک نہیں، مجھے کئی دفعہ خلعتیں عطا کی گئیں اور تمام انبیاء اولیا میری مجلس میں رونق افروز ہوئے ہیں، زندہ اپنے جسموں کے ساتھ اور مردہ اپنی روحوں کے ذریعہ، اے فرزند! تم قبر میں منکر نکیر سے میرا حال پوچھنا تو وہ میری خبر دیں گے۔ [قلائد الجواہر، ص ۱۸۰]

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مراتب عالیہ قدسیہ کا فیض ان کے نام لیواؤں کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ پہنچتا ہے، یہ آپ کی بارگاہ الٰہی میں بے انتہا مقبولیت اور اعلیٰ درجے کی محبوبیت کی روشن نشانی ہے، سرکار نے خود اس فیضان عام کی خبر دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ”میں نے دوزخ کے داروغہ مالک سے پوچھا کہ تمہارے پاس میرے اصحاب میں سے کوئی بھی ہے؟ تو اس نے کہا: نہیں، پھر آپ نے فرمایا: مجھے خدائے تعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم! میرا ہاتھ اپنے مریدوں پر اس طرح سے ہے جس طرح کہ آسمان زمین پر سایہ فگن ہے، اگر میرا مرید عالی مرتبہ نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں، خدائے تعالیٰ کے نزدیک مجھے تو عالی رتبہ حاصل ہے، میں رب تعالیٰ کی عزت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک خدائے تعالیٰ مجھے اپنے مریدین کے ساتھ جنت میں داخل نہ فرمائے گا، میں اس کے سامنے سے قدم نہ اٹھاؤں گا۔ [قلائد الجواہر، ص ۱۸۱]

خوب فرمایا امام اہل سنت قدس سرہٗ نے ؎

بہجت اُس سِر کی ہے جو بہجۃ الاسرار میں ہے
کہ فلک وار مریدوں پہ ہے سایہ تیرا

ایسے عظیم المرتبت محبوب بارگاہ صمدیت کی ذات کریم کس درجہ با کرامت اور صاحب تصرف ہوگی، اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ مشہور عاشق رسول، جلیل الشان محدث حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ رقم طراز ہیں ”یہ کلام بلاشبہ حق ہے، کیونکہ آپ پیدائشی ولی ہیں، ابتدا ہی سے خوارق آپ سے ظاہر ہوتے رہے، آپ نے نوّے سال کی عمر شریف پائی اور اس عرصہ میں آپ سے بکثرت کرامات کا ظہور ہوا، شیخ ابو سعید احمد بن ابی بکر خزیمی اور شیخ ابو عمر عثمان صریفنی فرماتے ہیں: آپ کی کرامات موتیوں کی لڑی کی طرح تھیں کہ ایک کے بعد دوسری ظاہر ہوتی، اگر کوئی حاضر ہونے والا ہر روز متعدد کرامات شمار کرنا چاہتا تو شمار کر لیتا۔“ [زبدۃ الاسرار — ص ۳–۴]

شیخ علی بن ہیتی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: میں نے اپنے زمانے میں شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کرامت والا کوئی بزرگ نہیں دیکھا، جس وقت جس کا دل چاہتا، آپ کی کرامت کا مشاہدہ کر لیتا، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ فرماتے ہیں: شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ بادشاہ طریقت اور موجودات میں تصرف کرنے والے تھے اور من جانب اللہ آپ کو تصرف کا اختیار ہمیشہ حاصل رہا، امام عبد اللہ یافعی فرماتے ہیں: آپ کی کرامتیں حد تواتر تک پہنچ گئی ہیں اور بالاتفاق سب کو اس کا علم ہے، دنیا کے کسی شیخ میں ایسی کرامتیں نہیں پائی گئیں، الغرض آپ سے لاتعداد کرامتیں ظاہر ہوئیں، مخلوقات کے ظاہر و باطن میں تصرف کرنا، انسان اور جنات پر آپ کی حکمرانی، لوگوں کے راز اور پوشیدہ کاموں سے واقفیت، عالم ملکوت کے اندر کی خبر، عالم جبروت کے حقائق کا کشف، عالم لاہوت کے سربستہ اسرار کا علم، مواہب غیبیہ کی عطا، باذن الٰہی حوادث زمانہ کا تصرف وانقلاب، مارنے اور جلانے کی خداداد قوت، اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرنا، مریضوں کی صحت، بیماریوں کی شفا، آپ کے لیے زمان ومکان کا سمٹ جانا، زمین وآسمان پر حکمرانی، پانی پر چلنا، ہواؤں میں اڑنا، لوگوں کے تخیل کا بدلنا، اشیاء کی طبیعت کا تبدیل کر دینا، غیب کی چیزوں کا حاصل کر لینا، ماضی اور مستقبل کی باتوں کا بتلانا اور اسی طرح کی دوسری کرامات

تسلسل کے ساتھ صادر ہوتی رہیں اور اب تک آپ کے تصرفات کا سلسلہ جاری ہے۔ [اخبارالاخیار،ص ۴۵]

زبدۃ الاسرار میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں: مشائخ میں سے اکثر حضرات نے یہ روایت بیان کی ہے کہ ہم ایک دن سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی اس مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے جس میں آپ نے فرمایا: تم میں سے جو شخص جو کچھ مانگنا چاہے، مانگ لے، شیخ ابوالمسعود احمد بن حریمی اٹھے اور عرض کی: میں ترک تدبیر واختیار چاہتا ہوں، شیخ محمد بن قائد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے مجاہدہ پر قوت چاہیے، شیخ ابوالقاسم عمر بزّار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: مجھے اللہ کا خوف عطا ہو، شیخ ابومحمد حسن فارسی نے کہا: مجھے خدا کے ساتھ صاحب حال بنا دیجئے، چونکہ میں اس نعمت سے محروم ہو گیا ہوں، مجھے یہ چیز ملنی چاہئے بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو، شیخ جمیل ابو یوسف صاحب خطوہ نے عرض کیا: مجھے حفظ وقت کی ضرورت ہے، شیخ ابوحفص عمر غزال کہنے لگے: مجھے زیادت علم چاہیے، شیخ جلیل صرصری نے عرض کیا: میں چاہتا ہوں اس وقت تک مجھے موت نہ آئے جب تک مقام قطبیت پر نہ پہنچ جاؤں، شیخ ابوالبرکات ہمانے کہا: مجھے محبت الٰہی میں بے خودی درکار ہے، شیخ ابوالفتوح معروف بہ ابن الحضر بن نصر بغدادی نے کہا: مجھے قرآن وحدیث کا حفظ کرادیں، شیخ ابوالخیر نے عرض کی: مجھے ایسی معرفت درکار ہے کہ موارد ربانیہ اور غیر ربانیہ میں تمیز کرسکوں، شیخ ابو عبداللہ بن حسبۃ اللہ نے کہا: مجھے دربان سرائی کی خواہش ہے، ابوالقاسم بن صاحب نے عرض کی: مجھے حاجب باب عزیز بنا دیجئے، سرکار غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان تمام حاضرین کی خواہشات سننے کے بعد یہ آیت کریمہ پڑھی ”وَ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَ هٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا [بنی اسرائیل: ۲۰] یعنی ہم سب کو مدد دیتے ہیں ان کو بھی ان کو بھی، تمہارے رب کی عطا سے اور تمہارے رب کی عطا پر روک نہیں۔ [کنز الایمان] راوی کہتا ہے: خدا کی قسم ان لوگوں کو وہ تمام نعمتیں مل گئیں جو انہوں نے طلب کی تھیں، میں نے ہر ایک شخص کو اسی مقام پر دیکھا جس کی اس نے سرکار غوث اعظم سے تمنا کی تھی۔

صاحب قلائد الجواہر حضرت علامہ محمد بن یحییٰ تاذفی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں ”حضرت خضر حسینی علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں: ۵۶۰ھ کا ذکر ہے کہ ایک دن حضور غوث اعظم نے مجھ سے فرمایا: خضر! تم موصل چلے جاؤ، وہاں پر تمہارے یہاں اولاد ہوگی اور پہلی دفعہ لڑکا پیدا ہوگا جس کا نام محمد ہے، جب اس کی عمر سات برس کی ہوگی تو اس کو بغداد کا ایک نابینا جس کا نام علی ہے، اسے چھ مہینے کی مدت میں قرآن مجید زبانی یاد کرادے گا اور تم خود ۹۴ رسال چھ مہینہ اور سات دن کی عمر پاکر شہر اربل میں انتقال کروگے، تمہاری سننے، دیکھنے کی قوت اور سارے قویٰ اس وقت تک صحیح سلامت رہیں گے، چنانچہ ان کے فرزند ابوعبداللہ محمد نے بیان کیا کہ میرے والد ماجد شہر موصل میں آکر رہے، وہاں میں یکم صفر ۵۶۱ھ میں پیدا ہوا، جب میں سات برس کا ہوا تو میرے والد ماجد نے میرے لیے ایک جید حافظ کو مقرر فرمایا، میرے والد بزرگوار نے ان کا نام اور وطن دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرا نام علی ہے اور بغداد کا رہنے والا ہوں، اس کے بعد میرے والد ماجد نے ان سے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشین گوئیاں بیان کیں، ۹ رصفر ۶۲۵ھ کو شہر اربل میں جب میرے والد ماجد نے انتقال کیا تو اس وقت ان کی عمر ۹۴ رسال چھ ماہ اور سات دن تھی اور ان کے تمام حواس اور قویٰ اس وقت بالکل ٹھیک تھے۔ [قلائد الجواہر،ص ۱۵۱]

اس واقعے سے وہ لوگ عبرت اور نصیحت حاصل کریں جو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خداداد علم غیب کے بارے میں شیطانی وسوسوں کا شکار رہتے ہیں، حضرت شیخ ابوالمسعود سے منقول ہے کہ حضرت غوث صمدانی فرماتے ہیں: چاند اور سورج اس وقت تک نہیں نکلتے جب تک مجھے سلام نہ کرلیں اور سال، مہینہ، ہفتہ اور دن حاضر ہوکر مجھے سلام پیش کرتے ہیں اور ان میں جو خیر وشر مقدر ہوتا ہے، اس کی مجھے خبر دیتے ہیں، شاہزادۂ غوث اعظم حضرت شیخ سیف الدین عبدالوہاب قدس سرہما فرماتے ہیں: ہر مہینہ تمہارے روبرو ہونے سے پہلے میرے والد ماجد کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اگر اس میں سختی اور تباہی مقدر ہوتی ہے تو مکروہ صورت میں حاضر ہوتا ہے اور نعمت اور خیر مقدر ہوتا ہے تو اچھی صورت میں حاضر ہوتا ہے، جمعہ کا دن تھا اور جمادی الآخرہ ۵۶۰ھ کی پہلی تاریخ، مشائخ کی ایک جماعت حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں موجود تھی کہ ایک خوبصورت جوان رعنا حاضر ہوا اور عرض کی: السلام علیک یا ولی اللہ! میں رجب کا مہینہ ہوں، آپ کی خدمت میں سلام وتحیت نذر کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، مجھ میں کوئی بدی اور سختی مقدر نہیں ہے اور واقعی اس ماہ رجب میں خیر اور بھلائی کے سوا لوگوں نے کچھ نہ دیکھا، ب یکم رجب اتوار کا دن آیا تو ایک مکروہ صورت شخص حاضر ہوا اور عرض کی: السلام علیک یا ولی اللہ! میں شعبان کا مہینہ ہوں، آپ کی خدمت میں سلام وتحیت کے لیے حاضر ہوا ہوں، مجھ میں تباہیاں مقدر ہیں، بغداد میں کثرت سے موت واقع ہوگی، حجاز میں گرانی اور مہنگائی رہے گی اور خراسان میں قتل وغارت گری اور کشت وخون ہوگا، چنانچہ وہ شعبان کا مہینہ جب آیا تو اس نے جہاں جس تباہی کی خبر دی تھی، وہی واقع ہوئی، حضرت

غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شعبان میں چند دن بیمار رہے، سنیچر کا دن تھا، دسویں شعبان کی رات تھی، مشائخ کا ایک طبقہ حاضر خدمت تھا جیسے حضرت شیخ علی ہیتی اور شیخ نجیب الدین سہروردی وغیرہ، ایک شخص بکمل وقار اور تمکنت کے ساتھ حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: السلام علیک یا ولی اللہ! میں رمضان کا مہینہ ہوں، آپ کی خدمت میں سلام و تہنیت پیش کرتا ہوں اور بہت معذرت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ اس ظاہری دنیا میں میری آپ کے ساتھ آخری ملاقات ہے، میں آپ کو الوداع کہتا ہوں پھر وہ لوٹ گیا، حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگلے سال ربیع الآخر کے مہینے میں رحمت حق سے جا ملے، پھر آپ کو رمضان شریف میسر نہ آیا۔ [منبع الانساب قلمی، سید معین الحق جھونسوی]

سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلال و جمال کے سنگم، رقیق القلب، نحیف الجثہ، متوسط قد، کشادہ سینہ، دراز ریش، پیوستہ ابرو، گندم گوں، بلند آواز اور خوش رفتار تھے، آپ طبعاً خاموش رہا کرتے، اپنے خلوت کدے سے باہر کم نکلتے، آپ کے کلام کی تیزی اور آواز کی بلندی سننے والے کے دل میں رعب اور ہیبت پیدا کرتی، آپ کے رعب جلال کے سامنے کسی کو سرتابی کی مجال نہ ہوتی، خلیفۂ وقت کو جب کسی حاجت مند کے سلسلے میں خط لکھتے تو یہ تحریر فرماتے ”عبدالقادر تم کو اس بات کا حکم دیتا ہے، تم پر اس کا حکم نافذ اور اس حکم کی اطاعت واجب ہے۔“ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق کریمانہ، اخلاق نبوی کا عکس جمیل تھے، اتنے عالی مرتبت، جلیل القدر، وسیع العلم اور باشوکت ہونے کے باوجود کمزوروں اور غریبوں کے درمیان تشریف رکھتے۔ فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے، بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے، سلام کرنے میں پہل کرتے اور طالب علموں اور مہمانوں کے ساتھ کافی دیر تک بیٹھتے، ان کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرماتے، اگر آپ کے سامنے کوئی غلط قسم بھی کھاتا تو آپ اس کا یقین فرما لیتے اور اپنے علم و کشف کو ظاہر نہ فرماتے بشرطیکہ وہ بات شریعت کے مزاج کے خلاف نہ ہوتی، اپنے مہمانوں اور ہم نشینوں کے ساتھ دوسروں کی بہ نسبت انتہائی خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے، آپ کبھی ظالموں، سرکشوں، نافرمانوں اور مالداروں کی تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے، نہ کبھی کسی وزیر اور حاکم کے دروازے پر جاتے، آپ کے اخلاق اتنے عالی تھے کہ اس وقت کے بزرگوں میں سے کوئی بھی حسن خلق، وسعت قلب، کرم نفس، مہربانی اور وعدے کی پاسداری میں آپ کی برابری نہیں کرسکتا تھا، بعض مشائخ وقت فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے بارونق، ہنس مکھ، خندہ رو، شرمیلے، وسیع الاخلاق، نرم طبیعت، کریم النفس، پاکیزہ اوصاف اور مہربان و شفیق تھے، ہم نشین کی عزت کرتے اور کسی کو مغموم دیکھ کر اس کی امداد فرماتے، ہم نے آپ جیسا فصیح و بلیغ کسی کو نہیں دیکھا۔ [اخبار الاخیار، ص ۵۷]

مفتی عراق محی الدین ابو عبداللہ محمد بن حامد بغدادی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ محی الدین سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب اور نہایت درجہ کے خدا ترس، رعب دار اور مستجاب الدعوات شخص تھے، آپ کے چہرے سے مکارم اخلاق عیاں تھے، آپ کا پسینہ خوشبودار تھا، برائی سے دور اور مقبول بارگاہ الٰہی تھے، جب کوئی محارم الٰہی کی بے حرمتی کرتا تو آپ نہایت سختی سے اس پر گرفت کرتے، آپ اپنے نفس کے لیے کبھی غصہ نہ کرتے اور نہ کبھی رضائے الٰہی کے سوا آپ کسی کی مدد کرتے، کسی سائل کو اگرچہ وہ آپ کے کپڑے ہی کیوں نہ لے جائے، کبھی واپس نہ فرماتے، اللہ تعالیٰ کی توفیق آپ کی رہنما اور تائید خداوندی آپ کی معاون تھی، علم نے آپ کو مہذب بنایا، قرب نے آپ کو مودب کیا، خطاب الٰہی آپ کا مشیر اور ملاحظہ خداوندی آپ کا سفیر تھا، انسیت آپ کی ساتھی اور خندہ روئی آپ کی صفت تھی، سچائی آپ کا وظیفہ، فتوحات آپ کا سرمایہ، بردباری آپ کا فن، یاد الٰہی آپ کا وزیر، غور و فکر آپ کا مونس، مکاشفہ آپ کی غذا اور مشاہدہ آپ کی شفا تھے، آداب شریعت آپ کا ظاہر اور اسرار حقیقت آپ کا باطن تھا۔ [قلائد الجواہر، ص ۸۰]

خوف خدا سارے حسنات کی کلید اور ساری خوبیوں کا سرچشمہ ہے، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ درجے کے قرب الٰہی سے سرفراز ہونے کے باوجود کس درجہ خشیت الٰہی رکھتے تھے، اس کا اندازہ حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ کی اس روایت سے ہوتا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حرم کعبہ میں دیکھا کہ کنکریوں پر چہرہ رکھے ہوئے عرض کر رہے تھے: اے مالک! بخش دے اور اگر میں مستحق سزا ہوں تو قیامت کے دن مجھے نابینا اٹھا، تا کہ نیکوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ [گلستان ۲/۷۶] ایمان کے مراتب میں سخاوت بہت اہمیت رکھتی ہے، حدیث پاک میں ہے: مومن بخیل نہیں ہوتا، حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حد درجہ سخی تھے، آپ نے خود فرمایا: میرے ہاتھ میں پیسہ ذرا نہیں ٹھہرتا، اگر صبح کو میرے پاس ہزار دینار آئیں تو شام تک ان میں سے ایک پیسہ بھی نہ بچے، آپ نے کسی سائل کو محروم نہیں لوٹایا، غریبوں کی بڑی دلداری فرماتے، آپ نے خود فرمایا: میں نے تمام اعمال کی تفتیش کی تو کھانا کھلانے اور حسن خلق سے افضل میں نے کسی کو نہیں پایا، اگر میرے ہاتھ میں دنیا ہوتی تو میں یہی کام

کرتا کہ بھوکوں کو کھانا کھلاتا رہتا۔ [قلائد الجواہر—ص ۸۷]

شہزادۂ غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالرزاق قادری قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تو اس کے بعد صرف ایک مرتبہ حج کیا، واپسی پر مقام حلّہ میں اترے تو فرمایا: اس جگہ سب سے غریب گھرانہ تلاش کرو، ویرانے میں ایک خیمہ ملا جس میں ایک بوڑھا، ایک بڑھیا اور ان کی بچی رہائش پذیر تھی، حضرت شیخ نے ان کی اجازت سے اسی جگہ قیام فرمایا: حلّہ کے رؤساو امراء نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ ہمارے یہاں قیام فرمائیں مگر آپ نے منظور نہ فرمائی، عقیدت مند جوق در جوق آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انواع واقسام کے کھانے، جانور اور سونا چاندی کے نذرانے پیش کئے، حضرت شیخ نے سب کچھ اس بوڑھے کو عنایت فرما دیا اور خود صبح کے وقت وہاں سے روانہ ہو گئے۔ [زبدۃ الاسرار، ص ۱۹]

ایک پریشان حال فقیر نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں دریا پار کرنا چاہتا تھا لیکن میری ناداری کے سبب ملاح نے مجھے لے جانے سے انکار کر دیا، اتنے میں کسی عقیدت مند نے تیس دینار کی ایک تھیلی لا کر پیش کی، حضرت شیخ نے اس فقیر کو دیدی اور فرمایا: ملاح کو دیدو اور اس سے کہو کہ آئندہ کسی فقیر کو مایوس نہ کرے اور اپنی قمیص بھی اتار کر اسے دیدی اور پھر بیس دینار میں وہ قمیص اس سے خود خرید لی۔ [قلائد الجواہر، ص ۸۱] شیخ محمد قائدردانی قدس سرہٗ نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کی عظمت وبزرگی کا دارومدار کس بات پر ہے؟ آپ نے فرمایا: سچ بولنے پر، میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا حتی کہ جب میں مکتب میں پڑھتا تھا تب بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا، شیخ معمر جرادۃ نے فرمایا: میری آنکھوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیسا خلیق، وسیع حوصلہ، رحم دل، پابند قول وقرار، بامروت اور باوفا کسی کو نہیں دیکھا۔ [قلائد الجواہر، ص ۷۸]

عفوودرگزر اخلاق حسنہ کا اہم ترین حصہ ہے، جس کی تعریف قرآن حکیم میں وارد ہے، سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے نیازمندوں اور خدام کی خطاؤں سے درگذر فرماتے، ایک دن خادم سے بہت ہی قیمتی چینی آئینہ ٹوٹ گیا، اس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا: ازقضا آئینۂ چینی شکست، آپ نے پورے اطمینان کے ساتھ مسکراتے ہوئے فرمایا: خوب شد سامان خود بینی شکست، علم اور زہد وورع کے بارے میں جن کے آپ خود پیکر جمیل تھے، آپ نے فرمایا: پہلے علم پڑھو، اس کے بعد گوشہ نشین بنو، جو شخص بغیر علم کے عبادت الٰہی میں مشغول ہوتا ہے، اس کے جملہ کام بہ نسبت سدھرنے کے بگڑتے زیادہ ہیں، پہلے اپنے ساتھ شریعت الٰہی کا چراغ لے لو پھر عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاؤ، زہد وورع اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک یہ دس صفتیں اپنے نفس پر لازم نہ کر لی جائیں: ۱—زبان کا قابو میں رکھنا، ۲—غیبت سے بچنا، ۳—کسی کو حقیر نہ جاننا، کسی کی ہنسی نہ اڑانا، ۴—محارم پر نظر نہ ڈالنا، ۵—سچ بولنا، ۶—انعامات واحسانات الٰہیہ کا اعتراف کرتے رہنا تا کہ نفس خود پسندی اور غرور میں مبتلا نہ ہو جائے، ۷—راہ حق میں اپنا مال خرچ کرتے رہنا، ۸—اپنے نفس کے لئے بہتری نہ چاہنا اور کبر وغرور سے بچتے رہنا، ۹—پنج وقتہ نمازوں کی حفاظت کرنا، ۱۰—سنت نبوی اور اجماع امت پر قائم رہنا۔ [قلائد الجواہر، ص ۲۰۲-۲۰۵ ملخصاً]

سیدنا غوث اعظم ۵۰ر سال تک مجرد رہے پھر سرکار دوعالم ﷺ کے اشارے پر آپ نے یکے بعد دیگر چار عقد فرمائے، حضرت شیخ الشیوخ امام شہاب الدین سہروردی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بعض صالحین نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے نکاح کیوں کیا، آپ نے فرمایا: میں نے اس وقت تک نکاح نہیں کیا جب تک مجھے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کا حکم نہیں فرمایا، یہ بھی فرمایا کہ میں مدت سے نکاح کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن وقت کے مکدر ہونے کے خوف سے جرأت نہیں کرتا تھا، میں نے صبر کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ وقت آ گیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے چار بیویاں عطا کیں، جن میں سے ہر ایک مجھ سے کامل محبت رکھتی تھی۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاف کی تعداد کے بارے میں آپ کے صاحبزادے شیخ عبدالرزاق فرماتے ہیں: ہمارے والد ماجد کی کل اولاد انچاس ۴۹ر تھی، جن میں سے صاحبزادگان ستائیس تھے، باقی صاحبزادیاں تھیں۔ [قلائد الجواہر ص ۱۲۱۶] بہجۃ الاسرار میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے منقول ہے کہ آپ نے سرکار غوث اعظم کے صاحبزادگان کی تعداد دس بتائی۔

مورخہ ۸/۹ یا ۱۰ر ربیع الآخر ۵۶۱ھ کو آپ اپنے محبوب رب کے وصال کی لذت سے شادکام ہوئے، وصال کے دن صاحبزادگان کو طلب فرما کر تقویٰ، طاعت الٰہی، توکل اور توحید پر ڈٹے رہنے کی وصیت کی، وعدۂ الٰہی پورا ہوا، قطرہ سمندر سے جاملا، رات میں تجہیز وتکفین کا اہتمام کیا گیا، بڑے صاحبزادے حضرت شیخ عبدالوہاب قادری قدس سرہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدرسہ قادریہ کے صحن میں آپ کی آخری آرام گاہ بنائی گئی، ہندوستان میں آپ کا عرس قادری گیارہ ربیع الثانی کو منایا جاتا ہے، جسے عاشقان غوث اعظم ”عید غوثیہ“ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ □□□

(بقیہ ص ۱۳ر۱۷) نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نماز، روزہ، حج، زکوۃ قبول نہ

فرمائے گا۔(۱) والدین کا نافرمان۔(۲) احسان جتانے والا۔ (۳) تقدیر کوجھٹلانے والا۔

۵۔عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی ﷺ قال :اربع حق علی الله ان لا یدخلهم الجنة، ولا یذیقهم نعیمَها :مدمن الخمر و اکل الربا، واکل مالِ الیتیم بغیرِ حق، والعاق لوالدیه۔ (الحاکم) یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ چار افراد ایسے ہیں کہ اللہ پر حق ہے کہ ان کو نہ جنت میں داخل کرے گا اور نہ اس کے آرام کی لذت چکھائے گا۔ (۱) ہمیشہ شراب پینے والا۔(۲) سود کھانے والا۔(۳) یتیم کا مال بغیر حق کھانے والا۔(۴) اور والدین کا نافرمان۔ (جاری)

(بقیہ ص ۱۴/کا) بلکہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے فرمان کے پیش نظر اُن کی برائیوں سے صرف نظر کر کے اچھائیوں پر نظر رکھنا اور اُن کی طرف مائل بہ محبت رہنا حکم نبوی ہے اگر ہر مسلمان مرد سچے دل سے اس روش کو اپنا لے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہر گھر میں خوشحالی کا ڈیرہ نہ ہو بے شک حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی شفقت ورحمت سے صنفِ نازک بھی فیضیاب ہے اور کیوں نہ ہو کہ آپ ﷺ رحمۃ للعالمین جو ہیں۔ بے شک

ابر جود وعطا کس پہ برسا نہیں
تیرا لطف وکرم کس نے دیکھا نہیں
کس جگہ اور کہاں تیرا قبضہ نہیں
ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری اُمت پہ لاکھوں سلام □ □ □

(بقیہ ص ۴۴/کا) قبلہ کے حکم پر راجستھان کی راجدھانی اور خوبصورت شہر جے پور کی ایک مسجد میں امام وخطیب کی حیثیت سے چند مہینے خدمت انجام دئے، اس کے بعد ضلع فیض آباد کا مشہور قصبہ بھدرسہ میں دارالعلوم اہل سنت مخدومیہ لطیفیہ میں تقریباً ۱۶/سال تک درس وتدریس کی خدمت پر مامور رہے، اس کے بعد دارالعلوم عربیہ رحمانیہ رحمٰن گنج ضلع بارہ بنکی میں صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے آج بھی اسی ادارہ میں خدمت انجام دے رہے ہیں، تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیفِ کتب اور مسلک ومذہب کے تبلیغ کا بھی کام کر رہے ہیں۔

آپ کی دیگر تصنیفات میں ماہِ محرم کی فضیلت، ماہِ صفر کی فضیلت، ماہِ شعبان کی فضیلت وغیرہ کتب شامل ہیں، آپ کو تاجدارِ اہلِ سنت شہزادہ اعلیٰ حضرت حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت وارادت کا شرف حاصل ہے۔□□□

(ص ۱۵/کا بقیہ) سے ایک شاندار تقریب کا آغاز ہو چکا ہے، اس تقریب کی ابتدا آج مورخہ ۵۲رصفرالمظفر ۸۳۴۱ھ مطابق ۶۲رنومبر۶۱۰۲ء بروز ہفتہ بعد نماز عصر حضرت الشیخ نور العلما عبد القادر علیہ الرحمہ کے مزار پر فاتحہ خوانی اور صلوٰۃ وسلام کے بعد ہوئی، فاتحہ خوانی کے بعد سعدیہ پروگرام ہال میں قصیدہ بردہ شریف پڑھا گیا اور پھر ایک شاندار تقریر مولانا عثمان سعدی کی ملیالم زبان میں (استاد جونیئر شریعت کالج) کی ہوئی، انھوں نے بیان کیا کہ اعلیٰ حضرت کی شخصیت اور خدمات ملک اور بیرون رملک کے کونے کونے میں قابل ستائش اور تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔

انھوں نے مزید کہا کہ آپ کے خلیفہ کیرلا کے بھی ہوئے جو مفتی مذاہب اربعہ تھے جن کا نام علامہ احمد کویا شالیاتی ہے ان کی اعلی خدمات کیرلا میں قابل رشک ہے، واضح رہے کہ یہ وہی علامہ احمد کویا شالیاتی تھے جن کی دو اولاد تھی، دونوں تو ہم پرست اور صلح کلی کی طرف راغب ہو گئے تھے تو علامہ علیہ الرحمہ نے اپنی جائداد کو دین کے نام پر وقف کر کے اپنی اولاد کو اپنی جائداد سے بے دخل کر دیا تھا، یہ محبت ان کے دل میں امام عشق ومحبت نے ڈال دی تھی۔

یادِ رضا کا دوسرا اور آخری سیشن:

کیرلا جنوبی ہند کی عظیم درسگاہ جامعہ سعدیہ عربیہ میں طلبہ کی اجتماعی محنت ولگن سے منعقد "یادرضا" تقریب بحسن وخوبی اختتام پذیر ہوئی، شعبہ حنفی کے صدر مفتی اشفاق احمد مصباحی نے خطاب کرتے ہوئے کہا: امام احمد نے اپنی صلاحیت کا لوہا اپنی بے پناہ خدمات کے زریعہ منوایا ہے آج پوری دنیا میں اگر امام اہل سنت کو جانا جاتا ہے تو ان کی اعلی خدمات کے سبب مخالفین رضا صرف اعلیٰ حضرت کی مخالفت نہیں بلکہ ان کی خدمات کا بدل پیش کریں۔

شعبہ عربی ڈپلومہ کے استاد مولانا عبد الطیف سعدی نے کہا امام احمد رضا کی جو علمی گیرائی تھی، اس حد تک ہر کسی کی رسائی نہیں، انھوں نے کہا امام احمد رضا کو جن علوم میں مہارت تھی، لوگ آج ان علوم کے نام بھی نہیں جانتے اور آپ نے اپنی معلومات کے ہر فن میں کتابیں تصنیف کی، پروگرام میں جامعہ سعدیہ عربیہ کیرلا کے شریعت کالج، دعوہ کالج، حفظ کالج اور یتیم ومسکین کالج کے طلبہ نے شرکت کی اور شعبہ شریعت کالج کے حنفی طلبہ نے پروگرام کا انعقاد کیا۔

رپورٹ: قمر اخلاقی امجدی
استاد جامعہ سعدیہ عربیہ، کیرلا



مسئلہ اذان ثانی کا تاریخی پس منظر

چھٹی اور آخری قسط

از: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی*

اعلیٰ حضرت جب ان کج بحثیوں کی گتھیاں کھولتے ہیں، تو ہنسی آتی ہے کہ یہ مخالفین علم و دانش سے کس درجہ تہی دامن ہیں۔ پھر آپ نے قرآن وحدیث اور اقوالِ فقہا کی روشنی میں مسجد کے تین اطلاقات کا ذکر کیا ہے اور مختلف نصوص کے ظاہری تضاد کو دور فرمایا ہے۔

کچھ لوگوں نے اس کا سہارا لیا تھا کہ فقہ کی بعض کتابوں میں اس مسئلہ کو لفظ 'لاینبغی' سے بیان کیا ہے تو یہ زیادہ سے زیادہ ایک غیر مناسب بات ہوئی۔ تو اس کے خلاف یہ واویلا کیوں؟ اعلیٰ حضرت نے 'ینبغی' کے معنی اور اس کے اطلاقات کی شہادتیں پیش کرنا شروع کیا ہے تو عالم یہ ہے: ع

وہ کہیں اور سنا کرے کوئی

تیسرے مقالۂ قرآنیہ میں آیات کی روشنی میں یہ واضح کیا ہے کہ اندرونِ مسجد اذان دربارِ الٰہی کی بے حرمتی ہے اور مسجد میں آواز بلند کرنا ممنوع اور اس کو زمانہ کے عرف و دستور سے مؤید اور مضبوط فرمایا ہے۔

یوں تو پوری کتاب ہی آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہے۔ لیکن اس کا چوتھا شمامہ، جس میں مخالفین کے دلائل پر تنقید فرمائی ہے، علم و عرفان کا لہریں لیتا ہوا سمندر ہے۔ ایسے نکات، جس پر تمام مخالفین متحد ہیں، ان کی تعداد آپ نے پانچ بتائی ہے۔

۱ اذانِ خطبہ کے سلسلہ میں 'بین یدیہ' کا لفظ آیا ہے، جس کا معنی سامنے اور متصل منبر ہے۔

۲ بعض عبارتوں میں 'عند' کا لفظ ہے۔ یہ تو بالکل پاس کے لئے ہی آتا ہے۔

۳ کچھ عبارتوں میں 'اذن علی منبر' کا لفظ آیا ہے۔ یہ اپنے معنی حقیقی کے لحاظ سے خاص منبر پر اذان ہونے کا مقتضی ہے۔ جو یہاں ناممکن ہے۔ لامحالہ قریب منبر مراد ہے۔

۴ اذان کے منبر کے پاس مسجد کے اندر ہونے پر دنیا کے مسلمانوں کا اتفاق ہے۔

۵ اور یہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متوارث ہے۔

آپ نے پہلے 'بین یدیہ' کے لغوی معنی کی تحقیق فرمائی ہے۔ پھر قرآن عظیم کے ۳۸ مقامات سے لفظ 'بین یدیہ' کے محلِ استعمال اور معنی کی تفصیل فرما کر یہ ثابت کیا ہے کہ لفظ 'بین یدیہ' کے معنی صرف حاضر اور مشاہد کے ہیں اور مختلف محلِ استعمال کے اعتبار سے قرب و بعد کے مختلف مراتب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ مسئلۂ دائرہ میں بحکمِ شرع اذان جب بیرونِ مسجد ہونا چاہیے، تو 'بین یدیہ' کے وہی معنی مراد لینے ہوں گے، جو اس حکمِ شرع سے متصادم نہ ہو۔

لفظ 'عند' کے لئے بھی لغوی، نحوی، عرفی، سارے ہی دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس کا معنی تو 'بین یدیہ' سے بھی عام ہے۔ تو اس سے مؤذن کے متصل منبر کھڑے ہونے کا ثبوت کیسے ہوگا اور یہی حال لفظ 'علی' کا ہے۔ تو اس موقف پر لفظ بین یدیہ، عند اور علی سب بے دست و پا ہیں۔ مخالفین کے دعویٰ اجماع پر بڑی دلچسپ گرفت فرمائی ہے۔ امام مالک اور ان کے بہت سے متبعین کے نزدیک اندرونِ مسجد اذان خطبہ مکروہ و بدعت ہے اور ائمۂ احناف کے اقوال ہم بیان کر آئے ہیں۔ تو کون سا اجماع ہے، جو ان ائمۂ کرام کے اختلاف کے باوجود متحقق ہو گیا؟۔

گر یہی بے خبری حضرت والا ہوگی
تار و پود پدری سب تہہ و بالا ہوگی

ادعائے توارث کے جواب میں آپ نے توارث کی مختلف قسمیں، ان کے معانی اور احکام کی تحقیق فرمائی اور یہ ظاہر فرمایا کہ مسئلہ مانحن فیہ میں تو توارث کی جڑ ہی منقطع ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں اس کے خلاف عملدرآمد تھا۔ پھر اس کو توارث سے کیا تعلق؟ یہ تحقیق اس لائق ہے کہ علاحدہ سے یاد رکھی جائے۔ دوسرے بہت سے مسائلِ شرعیہ کے حل میں اس سے مدد ملے گی۔ شاید غالب نے ایسے ہی موقع کے لئے کہا تھا:

لگا رہا ہوں مضامینِ نو کے پھر انبار
خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

مخالفین نے اعلیٰ حضرت کے ان قاہر دلائل سے زچ ہو کر ایک جذباتی بات کہی:

'اگر اذان اندرونِ مسجد خلافِ شرع ہے، تو یہ اذان لامعلوم صدیوں سے عالمِ اسلام میں اندرونِ مسجد رائج ہے۔ اس طویل عرصہ

* مقالہ نگار ممبئی میں مقیم مشہور اسلامک اسکالر ہیں۔

میں ہزاروں ائمۂ دین، علمائے ربانیین، بزرگانِ اسلام واولیائے کرام ہوگذرے۔ کسی نے اسے منع نہیں کیا۔ تو کیا انہیں یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا؟ آپ ہی سب سے بڑے عالم ہیں یا سب نے حق پوشی اور مداھنت فی الدین اختیار فرمائی اور آپ ہی سب سے بڑے حق گو اور دیندار ہیں؟'۔

اس جذباتی بات کا سیدھا جواب تو یہی تھا کہ منصوص مسائل کے خلاف کسی کے کلام یا خموشی سے سند نہیں پکڑی جا سکتی۔ سند تو اللہ و رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام سے ہے۔ لیکن آپ نے اس کے بجائے نہایت شیریں اور سنجیدہ تحقیقی جواب دیا۔ جس نے بھڑکتے جذبات پر تسکین کا مرہم رکھ دیا۔ آپ فرماتے ہیں:

'اذان بیرونِ مسجد کا یہ کوئی تنہا مسئلہ نہیں ہے۔ تاریخ اسلام میں بار بار ایسے مواقع آئے ہیں کہ لوگوں نے احکام اسلام کو پسِ پشت ڈال دیا اور مدتین بیت گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے کسی بندۂ خدا کو توفیق بخشی۔ جس نے اس دینی مسئلہ کے احیاء کی کوشش کی۔ اس درمیان بہت سے علماء آئے، جن سے کسی جدو جہد کا تاریخی ثبوت نہیں۔ ایسی صورت میں جدو جہد کرنے والے علما و مشائخ تو اجر و ثواب اور مدح و تحسین کے مستحق ہیں۔ لیکن خموش رہنے والے علمائے دین پر بھی کوئی الزام نہیں۔ ان کا عذر بھی معقول ہے۔

ا...... اہلِ حق غلط امور پر نکیر کرتے ہیں۔ لیکن ان نو ایجاد امور کی اشاعت کے لئے حکومت اپنا اثر ورسوخ استعمال کرتی ہے۔

۲... سرکش نفوس ان کے رواج دینے پر آمادہ ہوتے ہیں۔

۳... علمائے دین یہ خیال کرتے ہیں کہ لوگ اتباعِ نفس میں ایسا گرفتار ہیں کہ ہماری بات سننے کو تیار نہیں۔ ہم اس سلسلہ میں ہدایت کا حق ادا کر چکے۔ اب ہم خموش بھی رہیں، تو ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں اور کچھ دنوں کے بعد لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہی توارث ہے۔

آپ نے تاریخ اور شواہد سے سب کی مثالیں پیش کی ہیں۔ پھر بڑے ہی متانت سے مخالفین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں ۔اس واقعی توجیہ میں ہمارا کوئی فائدہ تھوڑا ہی ہے۔ ہم نے اسے اس لئے بیان کیا ہے کہ اس میں آپ کے بھی بہت سے علما و مشائخ اور اساتذہ کے سر سے امر بالمعروف نہ کرنے کا الزام دفع ہوتا ہے۔ اگر آپ کو یہ توجیہ پسند نہیں، تو آپ ہی کچھ کر کے دِکھائیے۔ جذبات بھڑکانے سے کام نہیں چلے گا۔

مانو نہ مانو آپ کو یہ اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

متفرق دلائل میں مندرجہ ذیل سات باتیں مخالفین نے ذکر کیں ہیں:

ا... اثر جو یبر جس میں تصریح ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی اذان مسجد سے باہر دِلائی اور فرمایا: یہ اذان ہم نے اس لئے ایجاد کی ہے کہ دور کے مصلیوں کو اطلاع ہو جائے اور اذان خطبہ کے لئے سامنے دینے کا حکم فرمایا اور کہا کہ یہ اذان عہدِ رسالت میں اسی طرح ہوئی تھی'۔

اس اثر سے یہ استدلال کیا کہ خارجِ مسجد کے مقابلہ میں لفظ سامنے سے بطور مفہوم مخالف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اذان داخلِ مسجد تھی اور زمانہ رسالت میں اس کا یہی دستور تھا۔

۲... طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اور ان کے ساتھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک جھوٹھے کا تبرک لے کر اپنے علاقہ میں آئے۔ گرجا گھر کو ڈھایا اور اس زمین پر وہ مبارک پانی چھڑکا اور اسے مسجد بنایا اور اس میں اذان دی۔

۳...... حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ وہ اذان کا خواب دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے اذان کا طریقہ خواب میں دیکھا۔ آپ نے حضرت عبد بن زید اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ مسجد کی طرف جاؤ۔ یہاں مسجد کی طرف کا معنیٰ مخالفین نے مسجد کے اندر قرار دیا۔

۴...... اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کو اعلانِ حج کا حکم دیا۔ آپ نے مقامِ ابراھیم پر کھڑے ہو کر حج کا اعلان کیا۔ روایت ہے کہ وہ پتھر اس وقت حرم کے اندر مطاف میں تھا۔

۵...... آیتِ قرآنی ہے: **و من اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ**۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ مسجد کے اندر ذکرِ الٰہی سے روکنا بہت بڑا ظلم ہے اور اذان بلاشبہ ذکرِ الٰہی ہے۔ تو اسے روکنا کیوں نہ ظلم ہوگا۔

۶...... حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک غلط فہمی سے استدلال۔

۷... علامہ قہستانی نے شرح نقایہ میں فرمایا:

'دوبارہ اذان خطیب کے سامنے دی جائے گی۔ یعنی منبر یا امام کے دائیں بائیں، دونوں متوازی جہتوں کے درمیان امام سے قریب۔ تو مؤذن زاویہ قائمہ، زاویہ حادہ اور زاویہ منفرجہ، جس میں کھڑا ہوگا، سبھی صورتوں میں امام کے 'بین یدیہ' ہوگا اور یہ زاویئیان دونوں جہتون سے نکلے ہوئے خطوط سے پیدا ہوں گے'۔

اس عبارت پر پانچ مخالفین نے طبع آزمائی کی ہے۔

الف: ایک شخص نے کہا: قہستانی کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے

کہ مؤذن اور خطیب کے درمیان من کل الوجوہ محاذات ضروری نہیں۔

ب: دوسرے نے قہستانی کے لفظ 'قعبیا منہ' سے سند پکڑی اور مؤذن کے بالکل متصل منبر ہونے پر استدلال کیا۔

ج: تیسرے نے، جو ایک طالبِ علم ہے، مؤذن کے قریب منبر ہونے پر ہی استدلال کیا اور ساتھ ہی ایک افتراء کیا کہ قہستانی کی عبارت میں لفظ 'قریبا منہ' سے پہلے 'ای عندالمنبر' کا لفظ بھی ہے۔

د: بقیہ دو نے اپنی ریاضی دانی کا ثبوت دیتے ہوئے قہستانی کے کلام کی یہ تقریر کی:

'مثلث کا وتر منبر کا عرض ہوگا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے منبر کا عرض دو ہاتھ تھا۔ اب اگر اس کے دونوں کناروں سے اتنے ہی دو بڑے خطوط نکال کر ایک مثلث متساوی الاضلاع بنے، تو اس مثلث کے تینوں زاویے حادہ ہوں گے اور وتر اور زاویہ راس کے درمیان دو ہاتھ سے کم کا فاصلہ ہوگا اور اگر انہیں دو کناروں سے دو خط زاویہ حادہ سے نیچے ایسی جگہ ملا دیں کہ نقطۂ اتصال پر نوے ڈگری کا زاویہ پیدا ہو۔ تو یہ زاویہ قائمہ ہوگا اور اس کے اور وتر کے درمیان سابق الذکر سے بھی کم فاصلہ ہوگا اور زاویہ منفرجہ کی صورت میں دونوں کناروں سے پیدا ہونے والے خطوط کا نقطۂ اتصال زاویہ قائمہ سے بھی نیچے ہوگا اور زاویہ اور وتر کا فاصلہ اور بھی کم ہو جائے گا۔

اور بقول قہستانی مؤذن کے کھڑے ہونے کی جگہ انہیں تین زاویوں کے اندر ہے۔ تو لامحالہ مؤذن کا قیام منبر کے ملاصق ہوگا کہ وتر اور زاویہ کا فاصلہ دو ہاتھ سے بھی کم ہے اور انسانی قدم سوا بالشت کا ہوتا ہے۔ ہاں! زاویہ حادہ کو مسجد کے دروازے تک بھی لے جایا جا سکتا ہے۔ لیکن اتنی دوری پر اس زاویہ کی چوڑان اتنی کم ہو جائے گی کہ اس کے بیچ ایک پتلی لکڑی بھی نہ سما سکے۔ تو اس میں مؤذن کے دونوں قدم کیسے سما سکیں گے؟ اس لئے امکانی صورت وہی ہے، جو ہم نے اوپر تحریر کی اور اس صورت میں مؤذن کا ملاصق منبر ہونا ضروری ہے'۔

۱... اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ نے اثر جویبر پر آٹھ رخ سے کلام فرمایا اور مخالفین کے استدلال کو تحت الثریٰ میں پہنچا دیا۔

☆... اثر کا لفظ 'سامنے' بطورِ مفہوم مخالف ہی سہی، متصل منبر کے معنی میں متعین نہیں کیوں کہ مسجد کے تین اطلاق ہیں۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان ہوا اور اذانِ اول بالاتفاق تینوں اطلاقات سے باہر دِلائی گئی۔ تو اس کے اعتبار سے 'سامنے' کا مطلب دوسرا اور تیسرا اطلاق بھی ہو سکتا ہے۔ جس کے ہم خود مدعی ہیں۔

☆... یہ اثر حدیث ابن اسحاق کے مقابلہ میں پرِ کاہ کے بھی برابر نہیں۔ حدیث ابن اسحاق صحیح ہے اور یہ اثر منقطع۔ گویا: فرمن المطر وقام تحت المیزاب' والی صورت ہے کہ حدیث صحیح سے فرار اختیار کیا اور اثر منقطع کو تسلیم کر لیا۔

☆... ان بھلے مانسوں نے فتح الباری سے یہ اثر نقل کیا اور صاحب فتح نے اس پر جو جرحیں کی تھیں، ان سے صاف آنکھیں بچا گئے۔

☆... یہ اثر مشہور روایات کے بھی خلاف ہے۔ کیوں کہ اس میں ہے کہ اذانِ اول کی ابتدا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی اور یہ امر مسلم ہے کہ ایجاد و ابداء کا سہرا حضرت ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر جاتا ہے وغیرہ۔

۲... حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے سلسلہ میں آپ نے فرمایا کہ یہ اور اس قسم کی دوسری حدیثوں کا جواب دینے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ خود ائمۂ فقہ و حدیث نے یہ جواب دیا ہے کہ ایسی حدیثوں میں 'فی المسجد' کا مطلب 'فی حدود المسجد' ہے۔ لکراهة الاذان فی المسجد۔

[فتح القدیر وا تقان]

یہ ان صاحبوں کی کیسی دیدہ دلیری ہے کہ مسئلۂ اذان میں احناف کا مسلک معلوم، جن حدیثوں سے مسجد کے اندر اذان ہونے کا شبہ ہو، ائمہ کی طرف سے اس کا جواب معلوم اور خود حنفی ہونے کے مدعی۔ پھر بھی خلافِ مذہب پر اصرار بھی ہے۔

۳... یہی حال حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ اس کے الفاظ تو یہ ہیں: اخرج مع بلال الی المسجد، بلال کے ساتھ مسجد کی طرف جاؤ اور ان مستدلین نے اس کو مسجد میں جاؤ بنا لیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اخرج، اور یہ کہتے ہیں: ادخل، آپ نے فرمایا: الی المسجد، اور ان کی رائے ہے کہ: فی المسجد۔ ایسے ہی حضرات کے لئے فرمایا گیا: یحرفون الکلم عن مواضعه۔

۴... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام ابراہیم پر کھڑے ہو کر اعلان حج کرنے اور اس مقدس پتھر کے اس وقت مسجدِ حرام میں ہونے کے سلسلہ میں آپ نے ایک طویل بحث فرمائی ہے۔ جسے پڑھ کر مخالفین پر ترس آتا ہے کہ جب ان کی تفصیل معلوم نہ تھی، تو زبان کھولنا کیا ضروری تھا۔

۵... یوں ہی اذان کے ذکرِ الٰہی ہونے اور مسجد میں اس کے روکنے کی بحث بھی بہت دلچسپ ہے۔ ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ مخالفین نے اپنی کم فہمی سے ذکر اور رفعِ ذکر میں فرق نہیں سمجھا۔ مگر اعلیٰ

حضرت کی تفصیل سے یہ معلوم ہوا، یہ تجاہلِ عارفانہ ہے۔

۶...اب حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی غلط فہمی کا حال ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اکثر ماننے والوں کے نزدیک مسجد کے اندر خطیب کے سامنے اذان دینا مکروہ ہے اور دیگر اذانوں کی طرح اس کو بھی منارہ پر دینا مسنون ہے۔ ان کے نزدیک روایتوں سے ایسا ہی ثابت ہے۔

مگر محققین مالکیہ کو اس سے اکتلاف ہے۔ ان کے نزدیک بھی اذانِ خطبہ خطیب کے سامنے ہی مسنون ہے۔ اپنے جمہور کے خلاف انہوں نے اسے حدیث ابن اسحاق سے استدلال کیا۔ مگر نام، بخاری کا لیا۔ کیوں کہ یہی روایت بخاری میں ہے۔ لیکن اس میں 'بین یدیہ' کا لفظ نہیں ہے۔ اس پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمہور مالکیہ کی تائید اور محققین مالکیہ کے رد میں یہ کہا کہ بخاری، جس کا نام ان حضرات نے 'بین یدیہ' کی تائید میں لیا۔ اس میں تو 'بین یدیہ' کا لفظ ہی نہیں۔

اور انہوں نے یہ سمجھا کہ حدیث ابن اسحاق میں آئے ہوئے لفظ 'علی باب المسجد' سے جانب شمال کا کوئی دروازہ مراد نہیں ہوسکتا۔ کیوں کہ شمالی دروازہ، جو منبر کے سامنے تھا، حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ولادت سے ڈیڑھ سو سال پہلے بند ہو گیا تھا۔ اس لئے لامحالہ یہ دروازہ مشرقی یا مغربی دیوار میں رہا ہوگا۔ ایسی صورت میں لفظ 'بین یدیہ' میں تعارض ہوا۔ ادھر حنفی ہونے کے ناطے ان کا مذہب بھی یہی تھا کہ اذان خطیب کے محاذات میں ہونی چاہیے۔ اس لئے 'علی باب المسجد' اور 'بین یدیہ' کے درمیان تطبیق کے لئے فرضی احتمالات قائم کئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

'ممکن ہے، عہدِ رسالت میں مسجد کے دروازہ پر اذان کے بجائے کوئی اعلان ہوتا رہا ہو اور وہی اعلان اذانِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اصل ہو اور اذانِ خطبہ ہمیشہ خطیب کے سامنے دی جاتی رہی ہو، اس پر یہ اعتراض ہوا کہ اذانِ اول کے بارے میں تو روایوں میں ہے کہ اس کی ایجاد حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی۔ تو پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کے ہونے کا کیا مطلب؟ تو اس کے دفعیہ کے لئے آپ نے ایک اور احتمال کا سہارا لیا۔ ممکن ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آخری عہد میں اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی یہ اعلان بند ہو گیا ہو۔ پھر حضرت عمر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین نے اسے اذان کی صورت میں جاری فرمایا ہو اور اسی کو ایجاد سے تعبیر کیا ہو'۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان احتمالات کے لئے نہ کوئی تاریخی شہادت فراہم کی، نہ احادیث سے ثبوت دیا بلکہ یہ احتمالات، جس تعارض کو دفع کرنے کے لئے بیان کیا تھا، خود وہ بھی تو سراسر غلط فہمی کی پیداوار تھا۔ کیوں کہ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اس ایک اذانِ خطبہ کے لئے ہی باب المسجد اور بین یدیہ، دونوں لفظ بول رہے ہیں، تو اس کو اعلان اور اذان دو الگ محل پر حمل کرنے کا کیا جواز؟ مگر ڈوبنے والے ہمیشہ تنکے کا سہارا لیتے آئے ہیں۔ کچھ یہی حال ان اذانی حضرات کا تھا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں: ملا علی قاری علیہ الرحمہ تصریح فرماتے ہیں کہ دروازہ پر اعلان ہوتا تھا اور منبر کے پاس خطبہ کی اذان ہوتی تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

اور علامہ قہستانی کی عبارت سے غیر ریاضی داں حضرات کا استدلال از قسم بین یدیہ و علی المنبر، عند المنبر اور قریباً منہ تھا۔ جس کا جواب گزشتہ اوراق میں بھرپور ہو چکا ہے۔ البتہ ریاضی داں حضرات کی نکتہ آفرینیوں پر آپ نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور اس کے لئے پانچ مقدمات ترتیب دیئے ہیں۔ جس میں دو مقدمات لغوی اور فقہی مباحث میں ہیں اور تین مقدمات میں ریاضی کے اصول سے بحث کی ہے۔

پہلے مقدمہ میں آپ نے عقلی اور نقلی دلیلوں سے ثابت کیا ہے کہ بین یدیہ میں 'ہ' کی ضمیر کا مرجع خطیب ہے۔ اگر کسی عبارت میں منبر کی تصریح بھی ہے، تو وہاں مجازی اطلاق ہے۔ مراد اس سے بھی خطیب ہی ہے۔ اس کے بعد آپ فرماتے ہیں۔ پس آپ نے جو منبر کی چوڑان کو مثلث متساوی الاضلاع کے وتر کی لمبان قرار دیا۔ اس میں آپ کو ترمیم کرنی پڑے گی اور وہ بجائے دو ہاتھ کے خطیب کے دونوں مونڈھوں کے بیچ کی چوڑان ہوگی۔ جو عموماً ایک ہاتھ مانی جاتی ہے اور اس پر جو مثلث زاویہ قائمہ والا یا زاویہ منفرجہ والا بنایا جائے گا۔ اس کے وتر اور زاویہ کے درمیان کی لمبان ایک بالشت اور اس سے بھی کم ہوگی اور انسان کا قدم ایک بالشت سے زائد ہوتا ہے۔ پس آپ کے مفروضہ کی بنیاد پر کہ 'یہ مثلث منبر سے متصل ہی بنائے جائیں اور مؤذن اس کے اندر کھڑا ہو، تو زاویہ قائمہ اور زاویہ منفرجہ کی صورت میں مؤذن اس کے اندر کیسے کھڑا ہوگا۔ جب اس کے اندر پاؤں رکھنے بھر جگہ ہی نہیں۔ حالاں کہ علامہ قہستانی کے قول کے بموجب تینوں زاویوں میں کھڑے ہو کر اذان دی جائے گی اور اسی کو انہوں نے اذان بین یدیہ خطیب مانا ہے۔

اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ان تینوں مثلثوں کے مقام حدوث

میں بھی اور یہ جو آپ نے ان تینوں زاویوں کو ایک ہی خط وسطی مستقیم پر تلے اوپر فرض کیا ہے۔ اس میں بھی آپ نے قہستانی کے بیانِ مراد میں غلطی کی ہے۔ علامہ قہستانی نے در اصل یہاں مؤذن اور خطیب کا درمیانی فاصلہ بتانے کے لئے تینوں زاویوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔ بلکہ وہ مؤذن کے خطیب کے استقبال کرنے کی حد بتانا چاہتے ہیں۔ فاصلہ کی حد تو حدیث وفقہ سے متعین ہو چکی ہے کہ خارجِ مسجد ہے اور علامہ قہستانی بھی لفظ 'قریباً منہ' سے اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔ یہاں تو علامہ قہستانی یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مؤذن کا خطیب کی ناک کے بالکل سیدھ میں خطِ وسط پر زاویہ قائمہ پر کھڑا ہونا ضروری نہیں۔ اس کے دائیں بائیں جہاں زاویہ حادہ یا منفرجہ پیدا ہوں، وہاں بھی کھڑے ہوں، تو خطیب کے محاذی ہوں گے۔

جس طرح استقبالِ قبلہ کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ مکہ سے باہر والے ٹھیک سمتِ قبلہ سے ۴۵/۴۵ درجہ کے اندر دائیں بائیں مڑ کر کھڑے ہوں، تب بھی وہ قبلہ کا ہی استقبال کرنے والے مانے جائیں گے اور ان کی اس طرح پڑھی ہوئی نماز قبلہ کے رخ پر مانی جائے گی۔ آپ نے اوقلیدس کی عملی مثالوں سے اپنے بیان کی وضاحت کی ہے اور دعویٰ کو مقامِ اثبات تک پہنچایا ہے اور مخالفین پر حجت تمام کر دی ہے اور حق یہ ہے کہ جو شخص انصاف و دیانت اور غیر جانب داری کے ساتھ آپ کے بیان کا بغور مطالعہ کرے گا، تو محدث اعظمِ ہند حضرت مولانا سید محمد صاحب اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرح کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے مجدد مأۃ حاضرہ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زبان و قلم کو حضرت شیخ محقق مولانا شاہ عبد الحق محدث دہلوی اور حضرت علامہ بحر العلوم ملا عبد العلی فرنگی محلی علیہما الرحمۃ والرضوان کی طرح اپنی حفاظت میں لے لیا تھا اور انہیں خطا سے محفوظ کر دیا تھا۔ [المیزان بمبئی امام احمد رضا نمبر ص:۴۸]

یہاں تک پہنچ کر اعلیٰ حضرت نے دعائے خاتمہ اور درود وسلام کے بعد آخری دستخط بھی فرما دیئے تھے: **قال بفمه و رقمه بقلمه احد كلاب باب القادرى عبده احمد رضا محمدى حنفى السنى البريلوى غفر له**۔ اپنے منہ سے کہا اور اپنے قلم سے لکھا سگِ بارگاہِ قادریت اور اس کے ایک غلام احمد رضا محمدی حنفی سنی بریلوی نے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کرے، آمین۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مندرجات پر مخالفین کو بھی اطلاع ہوئی، تو ان حضرات نے پناہ کے لئے ایک نیا حیلہ تراشا اور ایک تحریر شائع کی کہ اہلِ بریلی نے قرب اور بین یدیہ کی تحقیق میں جو کچھ تحریر کیا ہے، اس کا تعلق یا تو علمِ قرآن اور تفسیر سے ہے یا علمِ حدیث اور اس کی شروح سے ہے یا علمِ فقہ اور اصولِ فقہ سے ہے یا علمِ لغت و متعلقات سے ہے۔ لیکن مسئلۂ اذان میں ہم جو معنی مراد لے رہے ہیں، اس کا تعلق مذکورہ بالا کسی علم سے نہیں۔ یہ معنی تو عوام کے عرف میں مراد لئے جاتے ہیں۔ پس ان علوم کے مسلمات سے ہمارے مدعا کے خلاف استدلال کیسے صحیح ہوگا؟

منزل پر پہنچنے کے بعد فوراً سفر کس درجہ شاق گزرجاتا ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت کا اشہب قلم کیسا رخش راہوار ہے کہ اس کے لئے تنگی و ملال، شکستگی و کلال کا کوئی سوال ہی نہیں۔ فوراً ہی آپ نے دس فل اسکیپ سائز صفحات کا ایک ضمیمہ بائیسویں نفخہ کے نام سے کتاب کے آخر میں شامل کر دیا۔ ہماری زبان میں جس کا ابتدائیہ یوں ہے کہ پناہ کے لئے آپ نے لومڑی کا سوراخ ضرور تلاش کر لیا۔ لیکن انسان کی سمائی بھلا کہیں لومڑی کے بل میں ہوئی ہے؟ اس تحریر نے تو خود آپ کی بنیاد ہی ڈھا دی۔ کیوں کہ آپ کا یہ عرفِ خانہ زاد عوام جب کسی علم کے دائرے میں آتا ہی نہیں تو:

الف: آپ اس کو ثابت کیسے کریں گے؟۔

ب: پھر آپ نے اس کے ثبوت کے لئے مفردات راغب، کشاف اور مدارک کا حوالہ کیسے دیا؟

ج: یہ الفاظ احادیث وائمۂ فقہ کے کلام میں وارد ہیں۔ تو جو معنی ان کے عرف میں ہیں، انہیں مراد نہ لے کر عوام کے خود ساختہ عرف کو ان کے سر تھوپنا کہاں کی دانشمندی ہے؟

اسی طرح کی سات آٹھ گرفتیں فرمائیں۔ پھر نہایت تفصیل سے قرب کے معنی کی تحقیق، اس کے اقسام کا بیان، محلِ استعمال سے معنی کی تعیین کی آٹھ دس مثالیں اس خوش اسلوبی اور حسنِ بیان کے ساتھ آپ نے تحریر فرمائی ہیں کہ انصاف پسند پڑھنے والا انگشت بدنداں رہ جاتا ہے اور اس اعتراف پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ بے شک یہ تائیدِ الٰہی ہے۔

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں
غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے۔ [۵۳]

احیائے سنت اور اشاعت سنت کا یہ مسئلہ بالآخر حاوی و غالب اور رائج و نافذ ہو کر رہا۔ انانیت و نفسانیت کے زیر اثر وہ اختلاف، جو آندھی وطوفان بن کر اٹھا، سایۂ دیوار اور حباب و بلبلے کی طرح ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو کر رہ گیا۔ تاہم گاہے گاہے اپنوں اور غیروں کی طرف سے یہ مسئلہ زیر بحث آہی جاتا ہے۔ اس کی صرف دو مثالیں یہاں درج کی جاتی ہیں۔

صدر الافاضل: حضرت صدر الافاضل سید شاہ محمد نعیم

الدین مرادآبادی اس مسئلے کے نہ صرف حامی و ناصر ہی تھے، بلکہ اس امر کے سرگرم وکیل و سرخیل بھی تھے۔اس حوالے سے ان کا ایک استفتا بھی فتاوی رضویہ میں موجود ہے۔[۵۴] صدر الافاضل نے درج ذیل الفاظ میں اس مسئلے کی تائید و تصدیق کی ہے۔لکھتے ہیں:

'اذان خطبہ و نیز تمام اذانیں خارج مسجد ہوں۔کتب فقہ میں تصریح ہے: لایؤذن فی المسجد اور ابوداؤد کی روایت سے واضح ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس میں اذان خطبہ خطیب کے مقابل دروازۂ مسجد پر ہوتی تھی، یہی سنت ہے'۔[۵۵]

مذاکرۂ اجمیر شریف: حضرت علامہ محمد معین الدین اجمیری صدر المدرسین دار العلوم معینیہ اجمیر شریف اہل سنت کے ایک نامور عالم تھے۔مگر اس مسئلے میں وہ اندرون مسجد کے قائل تھے۔ حضرت صدر الافاضل ایک دفعہ آستانۂ عالیہ اجمیر شریف حاضر ہوئے۔فاتحہ و دعا کے بعد علامہ اجمیری کی درسگاہ میں پہنچے اور اس مسئلے سے متعلق گفتگو فرمائی۔صدر الافاضل کے طرز استدلال نے علامہ اجمیری کو زچ کر کے رکھ دیا۔یہ علمی و فقہی گفتگو ۱۵ر محرم ۱۳۳۵ھ /۱۹۱۶ء کو ہوئی تھی۔حضرت مفتی محمد عمر نعیمی، جو اس گفتگو میں شریک تھے، نے دونوں کے مکالمے کو قلم بند کر لیا اور 'دبدبہ سکندری' رام پور ۴ر دسمبر ۱۹۱۶ء کی اشاعت میں چھپوا دیا۔تفصیل وہاں یا میری کتاب 'تین تاریخی بحثیں' طبع بمبئی، ۲۰۰۸ء، ص: ۴۵ تا ۵۸ میں دیکھی جا سکتی ہے۔یہاں چند حقائق کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

فاضل شاہ پوری کا تبصرہ: حضرت مولانا محمد علی اطہر شاہ پوری حضرت علامہ محمد ہدایت اللہ خان رام پوری کے تلمیذ خاص تھے۔صدر الافاضل اور صدر المدرسین علامہ محمد معین الدین اجمیری کے درمیان ہوئے اس مباحثے پر فاضل شاہ پوری کا علمی تبصرہ خاصا اہم ہے۔اس تبصرے کے چند جملے یہ ہیں۔فاضل شاہ پوری لکھتے ہیں:

'گرامی قدر صدر المدرسین [علامہ اجمیری] کا باوجود اطناب کلام و مزید تعدی بلا ضرورت نام و بلا نیل و مرام رہ جانا، کیوں؟۔ افسوس ناک مطالعہ نہیں، جب کہ بفحوائے سوال دلالت کرتا ہے کہ اذان خطبہ اندر مسجد خلاف محل و ناقابل عمل ہے۔جس پر روایت: لایؤذن فی المسجد' دلیل اول ہے۔و بفحوائے جواب از قسم نعم ولا سے ساکت۔پس تطویل لا طائل و مدعائے جواب غیر ثابت۔اس خصوص میں کاش اگر جناب صدر المدرسین صاحب اپنے عدم ملاحظۂ تصریح کا اقرار فرما ہوتے، تو بلا شک یہاں 'اقرار عدم العلم دلیل کمال العلم' اپنا نورانی جلوہ نمایاں کرتا'۔[۵۶]

ایک تردیدی بیان: مولانا محمد محی الدین حضرت علامہ اجمیری کے بھائی اور شاگرد تھے اور اس وقت وہ وہاں زیر تعلیم تھے۔ اس سلسلے میں ان کا ایک مضمون اپنے بڑے بھائی اور استاذ کی حمایت اور صفائی میں لکھا گیا۔جو 'دبدبہ سکندری' رام پور میں ۲۳ر اپریل ۱۹۱۷ء میں شائع ہوا۔لچر پوچ باتوں پر مشتمل تھا۔اس تردیدی مضمون کا تنقیدی جائزہ حضرت مولانا محمد عبد الخالق صاحب نے لیا۔

تنقیدی جائزہ: تنقید نگار حضرت مولانا محمد عبد الخالق صاحب لکھتے ہیں:

'درحقیقت یہ تحریر [مضمون مولانا محی الدین، مطبوعہ دبدبہ ۲۳ر اپریل] مولانا معین الدین صاحب کے عجز کی تصدیق اور ان کی مجبوری کی دوسری دلیل ہے۔ان کا تمام بحث کو چھوڑ کر ان فضولیات کو دلیل بنانا، مولانا معین الدین صاحب کے عجز کی ایک بین دلیل ہے۔مولوی محی الدین صاحب نے پانچ گھنٹے کے مباحثے کو دو چار لفظوں میں محدود کر کے واقعات پر پردہ ڈالنا چاہا ہے۔اگر وہ ایسا نہ کرتے، تو اپنے بھائی کی اعانت بھی ممکن نہ تھی'۔[۵۷]

ایک فیصلہ کن شہادت: سید شاہ نور محمد دیرینہ خادم آستانہ عالیہ اجمیر پاک بھی اس مجلس مذاکرہ کے ایک عینی شاہد ہیں۔سید والا تبار لکھتے ہیں:

'چند ماہ زیادہ ہوئے کہ جناب مولوی معین الدین صاحب مدرسہ اجمیر شریف اور مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب مدرس و مہتمم مدرسہ اہل سنت مراد آباد کے درمیان مدرسۂ معینیہ اجمیر شریف میں اذان ثانی جمعہ کے متعلق کئی گھنٹہ گفتگو رہی تھی۔اول الذکر صاحب نہایت تشدد اور غضب ناک اور تعلی آمیز فقرات سے آخر تک کام لیتے رہے۔برخلاف اس کے مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب نہایت درجہ حلم و بردباری سے سوال و جواب کرتے رہے۔مدرس اول صاحب مدرسۂ معینیہ اجمیر شریف نے کوئی مسکت جواب تو درکنار، آخر وقت تک ایک بھی ایسا جواب نہ دیا، جس سے ان کا مدعا پوری طرح ثابت ہوتا یا سائل کے سوال کا معقول جواب کہلایا جا سکتا۔مدرس اول مدرسۂ معینیہ اجمیر شریف کے آخر تک غصہ ناک لب و لہجہ سے ہر شریک جلسہ کو جو طلب حق کے لیے سراپا گوش بنا ہوا تھا، یہی ثابت ہوا کہ اول الذکر مولوی صاحب لا جواب ہو کر دفع الوقتی کی غرض سے اپنے تشدد و غیظ سے کام لے رہے ہیں۔

خاکسار راقم الحروف اس جلسۂ مناظرہ میں اول سے آخر تک شریک تھا۔اس کی پوری تفصیلی کیفیت ایک صاحب [مفتی محمد عمر

نعیمی] مناظرہ کے کچھ ہی [دن] بعد 'دبدبۂ سکندری' میں شائع کرا چکے ہیں۔ کئی ماہ بعد اس کے برخلاف مولوی محی الدین صاحب طالب علم مدرسۂ معینیہ، جو مدرس اول صاحب کے حقیقی برادر ہیں، 'دبدبہ سکندری' میں اپنی تحریر شائع کرا کے مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کا ساکت ہونا تحریر کرتے ہیں۔ مگر یہ بالکل خلاف واقعہ ہے۔ اتفاق وقت سے جلسۂ مناظرہ میں جناب مولانا مولوی احمد حسین رام پوری ممبر کمیٹی مدرسہ معینیہ بھی موجود تھے۔ گفتگو کی مکمل کیفیت ان سے بخوبی معلوم کی جا سکتی ہے۔ ان کی خدمت میں گزارش کی جائے کہ وہ 'دبدبہ سکندری' کے آئندہ کسی نمبر میں اس مناظرہ کی پوری کیفیت شائع کرا کے اہل سنت کو مطلع کریں گے'۔[۵۸]

تصدیقاتِ حرمین شریفین: اس موضوع پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی سب سے اہم و وقیع معرکۃ الآرا کتاب 'شمائم العنبر فی ادب النداا امام المنبر' ہے۔ جس پر کما حقہ تبصرہ حضرت بحر العلوم مفتی محمد عبد المنان اعظمی کے قلم سے گزر چکا ہے۔ اعلیٰ حضرت کو اپنی جن تصانیف پر ناز تھا، ان میں سے یہ ایک ہے۔ اعلیٰ حضرت کے تلمیذ و خلیفہ اور مدرسہ منظر اسلام بریلی کے صدر مدرس حضرت صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی ۱۳۳۸ھ میں جب پہلی بار حج کے لیے حرمین شریفین حاضر ہوئے، تو الدولۃ المکیہ، حسام الحرمین کے ساتھ 'شمائم العنبر' بھی ہمراہ لے گئے تا کہ وہاں کے اہل علم سے استصواب رائے سے تصدیقات حاصل کی جائیں۔ مکہ مکرمہ سے لکھے گئے حضرت صدر الشریعہ کے مکتوب گرامی سے صرف دو اقتباس ملاحظہ ہو:

اقتباس اوّل: صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اپنے مکتوب مکہ، محررہ ۱۸ر ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ میں لکھتے ہیں:

'یہاں کے علما کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سب حضرات نہایت اخلاق سے پیش آئے۔ جس نے سنا کہ یہ حضور کا کفش بردار ہے، اس نے نہایت عزت کی اور سب کو حضور کے دیدار کا مشتاق پایا۔ خصوصاً قاضی القضاۃ وشیخ علی مالکی وشیخ مرزوقی۔ قاضی القضاۃ کی خدمت میں چند بار دار الحکومت میں حاضر ہوا۔ نہایت خلیق اور ذی علم شخص ہیں۔ جب میں حاضر ہوتا، کھڑے ہو جاتے اور اعزاز کے ساتھ بٹھاتے اور حضور کا تذکرہ کرتے اور شوق زیارت ظاہر فرماتے۔ پہلی ہی بار کی حاضری میں تو خادم سے فرما دیا کہ جب یہ شخص آئے، مجھے فوراً اطلاع دو۔ خلیل احمد [انبیٹھوی] یہاں اب تک ہے۔ مگر نہایت گمنامی کی حالت میں، نہ کچھ خباثت اس نے ظاہر کی، نہ ظاہر کر سکتا ہے۔ یہاں کے اکابر علما سے ایسا ہی سنا۔ والعلم عند اللہ۔ الدولۃ المکیہ علما کی خدمت میں پیش کر دیا۔ قاضی القضاۃ نے ایک نسخہ اور طلب فرمایا تھا کہ شعر بھیجنے کا انہوں نے ارادہ ظاہر فرمایا۔ کل وہ دوسرا نسخہ بھی دے آیا۔ کل 'براہین قاطعہ' بھی طلب فرمایا تھا۔ مگر وہابیہ کی تمام کتابیں جدہ میں رہ گئیں۔ اس واسطے کہ سامان کے لیے میں نے الگ اونٹ کیا تھا۔ مگر آتے وقت سامان کے لیے اونٹ نہ ملا۔ مجبوراً تمام سامان جدہ میں چھوڑنا پڑا'۔[۵۹]

دوسرا اقتباس: شمائم العنبر سے متعلق خاص حصہ، صدر الشریعہ لکھتے ہیں:

'رسالہ مبارکہ 'شمائم العنبر' پر بفضلہ تعالیٰ پندرہ علمائے کرام نے مہر فرما دی۔ مفتی شافعیہ، جنہوں نے سال گزشتہ میں خلاف کیا تھا، انہوں نے بھی مہر کر دی۔ آج تک برابر اسی کوشش میں رہا اور تمام علما کے پاس جاتا رہا۔ بلکہ اس کام کو عمرہ پر میں نے مقدم سمجھا کہ اس درمیان صرف چار عمرے کیے اور صبح سے شام تک دوڑتا پھرتا رہا۔ یہاں تک کہ اب کافی ووافی تصدیقات حاصل ہو گئیں'۔[۶۰]

آہِ سرد: حضرت صدر الشریعہ نے جن تصدیقات کا ذکر کیا ہے، ان کا کہیں پتا نہیں چلتا۔ اس لیے آہِ سرد کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ کیوں کہ 'شمائم العنبر' کے قلمی نسخے کی عکسی کاپی خاکسار کی تحویل میں ۱۹۹۰ء سے ہے۔ ابھی پندرہ برس پہلے اس عربی کتاب مستطاب کا اردو ترجمہ بحر العلوم مفتی محمد عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ نے کیا ہے۔ جو ۲۰۰۰ء میں رضا اکیڈمی بمبئی نے طبع کیا ہے۔ ان مذکورہ تقاریظ کا تذکرہ نہ اس عکسی کاپی میں ہے اور نہ اس مطبوعہ کتاب میں۔ کاش! وہ تقاریظ دستیاب ہو جائیں، تو اہل علم کی مشام جاں معطر ہو جائے۔

المکالمہ فی اداء الاذان یوم الجمعہ: بنارس میں مولانا مفتی محمد ابراہیم ہوا کرتے تھے، جو خلیل احمد انبیٹھوی اور اشرف علی تھانوی کے زلہ ربا تھے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ان مفتی موصوف کو یہ معلوم نہ ہو کہ ان کے اکابر عقیدہ اور عمل، ہر دو محاذ پر شیرانِ اہلِ سنت کے سامنے کبھی ٹک نہ سکے۔ جب اکابر نہیں ٹھہر سکے، تو پھر اصاغر کو کون پوچھتا ہے۔ خیر یہ مفتی موصوف، جو وہاں بنارس کی جامع مسجد میں امام تھے، نے ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۷ء میں یہ مسئلہ اٹھایا کہ جمعہ کی اذانِ ثانی داخل مسجد ہی درست ہے۔ یہی نہیں، انہوں نے ایک فتویٰ اشتہاری شکل میں شائع بھی کر دیا۔ اس سے وہاں ایک نیا اضطراب پیدا ہو گیا۔ بنارس کے موجود علما اور با شعور خواص نے اس کی یہ تدبیر نکالی کہ مفتی موصوف کو کسی معتمد عالم کے سامنے کھڑا کر دیا جائے۔ رو بہ رو اور دو بہ دو ایک علمی مباحثہ و مذاکرہ کرا دیا جائے اور یہ مذاکرہ تقریری نہیں، تحریری ہو۔ جس کی بات حق ہوگی، مجمع کو سنا دیا جائے اور اسی پر سب عمل کیا کریں۔

اس علمی مباحثہ کے لئے اہلِ بنارس نے محدثِ اعظمِ ہند سید شاہ محمد کچھوچھوی کا انتخاب کیا۔ ۴؍شوال ۱۳۷۶ھ/۱۴؍فروری ۱۹۵۷ء کی تاریخ تھی اور مجلسِ مذاکرہ کے لئے مسجد کولھوا، بجرڈیہہ، بنارس منتخب کی گئی۔ محدثِ اعظمِ ہند مقررہ وقت سے پہلے مقامِ مذاکرہ پہنچ گئے۔ جب کہ مفتی موصوف تاخیر سے آئے۔ مذاکرہ و مکالمہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ افتتاحی تقریر محدثِ اعظمِ ہند نے کی۔ اس کے بعد مفتی موصوف نے جوابی تقریر کی۔ محدثِ اعظمِ ہند نے اس کا جواب دیا اور آیات واحادیث کے مدلولات، لغات اور عرف کے معانی اور اقوالِ فقہا کا دریا بہایا۔ اس کے جواب میں مفتی موصوف نے کچھ کہنا تو چاہا، مگر بات بنتے نظر نہیں آئی۔ محدثِ اعظمِ ہند نے تیسری اور آخری گفتگو کر کے قصہ تمام کر دیا۔ اندازِ جرح اور نرم اسلوبِ بحث اور دلائل کی قوت نے سب پر واضح کر دیا کہ یہ اذان مسجد میں مکروہ ہے۔ خارج مسجد ہی جائز و درست ہے۔ اسی علمی مگر تحریری مکالمہ کا نام ہے 'المکالمہ فی اداء الاذان یوم الجمعہ'۔

مجاھد ملت: انھیں ایام میں، جب یہ مسئلہ وہاں گرم تھا، مجاہدِ ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن عباسی اڑیسوی علیہ الرحمہ کسی ضرورت سے بنارس تشریف لے گئے اور 'اکلیل' اور کچھ کتابیں خریدنے کی غرض سے مفتی موصوف کے کتب خانہ پر بھی گئے۔ اس اثنا میں مسئلۂ اذانِ ثانی کی بحث چھڑ گئی۔ یہ ایک ضمنی بحث اور ضمنی مکالمہ تھا۔ مجاہدِ ملت سفری حالات میں تھے۔ مگر جب بحث ہوئی، تو مفتی موصوف کو جان چھڑانا مشکل ہی ہو گئی۔ کتابیں نکالنے اور دکھانے میں کترانے لگے۔ مجاہدِ ملت نے انھیں کتاب دِکھائی، دلیلیں دیں اور قائل کر دیا۔ ان تحریروں کو پڑھنے سے اندازا ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں کا علم کیسا حاضر تھا۔ دلائل وجزئیات پر کیسا عبور و کمال تھا اور اپنے حریف کا پانی اتارنے میں کیسا ملکۂ تامہ رکھتے تھے۔ جب مفتی موصوف کوئی معقول جواب نہ دے سکے، تو حضرت علامہ عبد الرسول محمد باقر علی خان اشرفی گیاوی، جو اس وقت مدرسہ عربیہ فاروقیہ بنارس میں مدرس تھے اور حضرت مجاہدِ ملت کے ساتھ تھے، نے مجاہدِ ملت کے ایما پر یا از خود دس سوالات قائم کئے اور مفتی موصوف کو بھجوا دیئے۔ ان سوالوں کے جوابات آج بھی مفتی موصوف پر قرض ہیں۔

ان تمام مباحث اور تفصیلات کے عینی شاہد اور قلم بند کرنے والے، اُس وقت کے طالبِ علم اور آج کے قاضی شہر بنارس حضرت مفتی غلام محمد یسین قادری رضوی ابھی باحیات ہیں، ان سے مل کر اس تاریخی مکالمہ ومباحثہ کی تصدیق کی جا سکتی ہے اور پس منظر معلوم کیا جا سکتا ہے۔ مضامین کے ناقل کی حیثیت سے جب میں نے 'راقم الحراف محمد یسین عفی اللہ عنہ' دیکھا، تو براہِ راست فون کر کے معلوم کیا، تو کہنے لگے: جی میں وہی محمد یسین ہوں اور تمام بحثوں میں شامل رہا ہوں اور ان سارے مضامین کو میں نے ہی نقل کیا ہے۔

پھر بجرڈیہہ، بنارس کے مصلیانِ مسجد نے ایک استفتا مرتب کیا اور ہندوستان کے مختلف دار الافتا کو بھیج دیا۔ جو جوابات موصول ہوئے اور جہاں جہاں سے ہوئے، وہ سب اس تاریخی مکالمہ کے آخر میں ضم کر دیئے گئے ہیں۔ کتاب میں درج ترتیب کے اعتبار سے ان مفتیانِ کرام اور مصدقین کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:

☆... حضرت علامہ عبد الرسول محمد باقر علی اشرفی مدرس مدرسہ عربیہ فاروقیہ بنارس

☆... مناظر اسلام محدثِ اعظمِ ہند سید شاہ محمد کچھوچھوی، نذیل خطۂ بنارس

☆... حضرت علامہ محمد عبد الرب، صدر مدرس مدرسہ نعمانہ فراش خانہ، دہلی

☆... حضرت علامہ محمد نعیم اللہ، مہتمم مدرسہ جامعہ حبیبیہ، الہ آباد

☆... حضرت علامہ محمد نعمت اللہ قادری، مدرس جامعہ حبیبیہ مسجد اعظم، الہ آباد

☆... حضرت علامہ ابو سعید عبد الوحید فریدی، خانقاہِ رشیدیہ، شکر تالاب، بنارس

☆... حافظِ ملت حضرت مولانا شاہ محمد عبد العزیز مراد آبادی، صدر المدرسین دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

☆... مناظر اسلام محدثِ اعظمِ ہند سید شاہ محمد کچھوچھوی، سرپرست اشرفیہ مبارک پور

☆... حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی، نائب شیخ الحدیث اشرفیہ مبارک پور

☆... بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی، سابق شیخ الحدیث الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

☆... حضرت علامہ قدیر احمد جیلانی، دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

☆... حضرت علامہ علی احمد، مدرس دار العلوم اشرفیہ مبارک پور

☆... حضرت علامہ شاہ خادم رسول قادری، صدر مدرس دار العلوم حمیدیہ رضویہ مدن پورہ بنارس

☆... حضرت علامہ محمد ثناء اللہ صدر مدرس مظہر اسلام، مسجد بی بی جی بریلی

☆... حضرت علامہ محمد عبد الحی، مدرسہ حنفیہ مؤ ناتھ بھنجن

☆... غازئ دوراں حضرت علامہ سید محمد مظفر حسین کچھوچھوی

☆... خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد الہ آباد

☆... حضرت علامہ محمد نعیم الدین چھپراوی

☆...حضرت علامہ ابوالوفا فصیحی، غازی پور
☆...حضرت علامہ سید محمد حبیب اشرف
☆...حضرت علامہ ربانی وجود القادری، باندہ/جبل پور
☆...حضرت مفتی محمد عبدالرشید قادری، بانی جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگپور
☆...حضرت مفتی محمد عبدالعزیز خان، جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگ پور
☆...حضرت علامہ سید حمید اشرف، جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگ پور
☆...حضرت مفتی غلام محمد خان، جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگ پور
☆...حضرت علامہ سید محبوب اشرف، جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگ پور
☆...حضرت سید قمر علی، جامعہ عربیہ اسلامیہ ناگ پور
☆...حضرت علامہ محمد سیف الرحمٰن قادری، بنارس
☆...مفتی اعظم حضرت مفتی محمد مظہر اللہ مجددی امام وخطیب شاہی جامع مسجد فتح پوری، دہلی
☆...حضرت علامہ محمد عبدالرب، صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ فراش خانہ، دہلی
☆...حضرت مولانا اشرف احمد مجددی امام مسجد حضرت علامہ کرامت اللہ، دہلی۔[٦١]

تائیدات وتصدیقات کاانبار: علمائے حرمین شریفین کی دو تقاریظ پیش کر دی گئی ہیں۔ ما بقیہ کی تلاش جاری ہے۔ سرکار بغداد کی تائید بھی حاضر ہے۔

علمائے ہندوستان میں: ساداتِ مارہرہ☆ ساداتِ کچھوچھہ ☆ علمائے دہلی و آگرہ☆ علمائے مراد آباد ☆ علمائے بریلی☆ علمائے رام پور☆ علمائے پیلی بھیت ☆ علمائے کان پور ☆ علمائے الہ آباد☆ علمائے عظیم آباد☆ علمائے کلکتہ☆ علمائے اجمیر شریف وادوے پور راجستھان ☆ علمائے کاٹھیاوار وگجرات ☆ علمائے بمبئی و خاندیش☆ علمائے ناگ پور و برار☆ علمائے حیدرآباد وبنگلور۔

علمائے پاکستان میں ☆ علمائے لاہور☆ علمائے پنجاب ☆ علمائے سندھ☆ علمائے کراچی ☆ علمائے سرحد☆ علمائے پشاور

علمائے بنگلہ دیش میں ☆ علمائے دیناج پور☆ علمائے فرید پور☆ علمائے سلہٹ ☆ علمائے میمن سنگھ گڑھ۔

علمائے افغانستان میں: علمائے کاشغر☆ علمائے کابل وغیرہ۔

علمائے افریقہ میں: علمائے برٹش گائنا☆ علمائے جارج ٹاؤن ☆ علمائے ویسٹ کوسٹ ☆ علمائے پیٹرزہال۔

خاتمۂ کلام: اس مضمون میں اس موضوع پر عالم اسلام کے علما وفقہا اور سادات ومشائخ کے فتاوے، تصدیقات، تائیدات، ارشادات اور اقوال کی محض ایک جھلک دِکھائی گئی ہے۔ جس سے یہ اندازہ لگالینا چنداں مشکل نہیں کہ امام احمد رضا کی شان تحقیق کیا ہے اور علمائے اسلام کی نظر میں ان کا پایۂ علمی کس سدرۃ المنتہی کی ہم سری کرتا ہے۔ یہاں تو ایک اجمال پیش کیا گیا ہے۔ تفصیل میری غیر مطبوعہ کتاب 'مسئلہ اذان ثانی: ایک مطالعہ' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

حوالہ جات:

[۵۳] ماخوذ از مقدمہ :شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر، تصنیف عربی: اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ۔ ترجمہ اردو: بحر العلوم حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی مبارک پور، مطبوعہ: رضا اکیڈمی بمبئی ۲۰۰۰ء ص: ۳تا۱۹ [۵۴] احمد رضا خان، امام، فتاوی رضویہ مع تخریج و ترجمہ، طبع لاہور، ۱۹۹۵ء، ۶/۵۰۴ [۵۵] ہفت روزہ 'دبدبہ سکندری' رام پور، ۱۸ر مئی ۱۹۱۴ء، ص: ۳ [۵۶] ہفت روزہ 'دبدبہ سکندری' رام پور، ۱۲ر مارچ ۱۹۱۷ء، ص: ۲ [۵۷] ہفت روزہ 'دبدبہ سکندری' رام پور، ۲۱ر مئی ۱۹۱۷ء، ص: ۷ [۵۸] ہفت روزہ 'دبدبہ سکندری' رامپور، ۲ر جولائی ۱۹۱۷ء، ص: ۸ [۵۹] الف: ماہنامہ 'الرضا' بریلی، ۱۳۳۸ھ، ب: خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا، بطع بمبئی ۲۰۰۷ء، جلد اوّل، ص: ۱۶۶، ۱۶۷ [۶۰] الف: ماہنامہ 'الرضا' بریلی، ۱۳۳۸ھ، ب: خطوط مشاہیر بنام امام احمد رضا، مطبع بمبئی ۲۰۰۷ء، جلد اوّل، ص: ۱۶۷ [۶۱] اس کی تفصیل کے لئے دیکھیے: کتاب 'المکالمہ از محدث اعظم ہند، مطبوعہ اراکین انجمن اشاعت الحق پانڈہ ولی، شہر بنارس، حاجی عبدالرحمٰن وحاجی بشیر الدین ساکنانِ بجرڈیہہ، بنارس، ۱۳۶۷ھ/۱۹۷۵ء

□ □ □

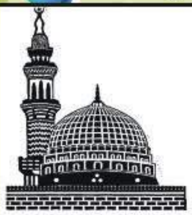
(**بقیہ ص ۴۳/۱۷**) اور حدیث میں یہ تعلیل قوی ہے کہ ممکن ہے کہ بعض روایان حدیث نے البتہ کا معنی تین طلاق سمجھا ہو، تو اس نے یوں کہہ دیا ہو کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں اور اس نکتہ سے ابن عباس کی حدیث سے استدلال موقوف ہوجاتا ہے۔ (یعنی ابن عباس کی وہ حدیث جو محمد بن اسحاق نے روایت کی کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی تھیں مرجوح ٹھہری تو قابل استدلال نہ رہی)

محمد بن اسحاق کی اس روایت میں جو یہ احتمال بتایا کہ بعض راویوں نے البتہ کو تین طلاق سمجھ کر تین طلاقوں کی روایت کر دی، بعینہ یہی احتمال محمد بن اسحق کی مستند دوسری روایت میں جس میں وارد ہوا کہ تین طلاقیں رسول ﷺ اور صدیق کے دور میں اور شروع خلافت فاروقی میں ایک شمار ہوتی تھیں نقل کیا اور اسے مقرر موئد فرمایا، حالانکہ پہلے اسی فتح الباری میں محمد بن اسحق کی تائید میں یہ روایت لائے اور یہ عبارت لکھی جو غیر مقلد صاحب نے اپنے کتابچہ میں تحریر کی اور غیر مقلد صاحب اس عبارت کو لکھنے سے پہلے یوں گویا ہوئے کہ پھر جواس پر اعتراضات ہوئے ہیں، حافظ صاحب پھر ان کے جوابات دے کر فرماتے ہیں: ویقوی حدیث ابن اسحق المذکور ما اخرجه مسلم الخ یعنی صحیح مسلم والی حدیث یعنی پہلی حدیث اس روایت کو قوی بناتی ہے۔ (کتابچہ غیر مقلد مذکور ص ۵۱)

□□□

اسلامیات

صنفِ نازک پر رحمۃ اللعالمین ﷺ کی شفقت و رحمت



از: ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری*

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی شفقت و رحمت سے دنیا کی کوئی شے محروم نہ رہی۔۔۔آپ کی رحمت اور آپ کے اخلاق عالیہ نے ہر ایک کو اپنی آغوشِ رحمت میں لیا۔۔۔اخلاقِ عالیہ' آپ کی صفت ہی نہیں آپ ﷺ کی رحمت کا ایک جز بھی ہے۔۔۔آپ ﷺ نے مسلمان مردوں کی اصلاح و تربیت کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تربیت کے لیے بھی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نصیحت فرمائی تھی کہ: ''عورت کا ایک بڑا فرض شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔''

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اپنے نکاح کے بعد ایک روز سرکارِ دوعالم ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! بعض قریش کی عورتیں مجھے طعنہ دیتی ہیں کہ تمہارا خاوند تو خود فقیر ہے، اس پر حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ: ''بیٹی! تیرا باپ فقیر ہے نہ تیرا خاوند فقیر ہے۔ خدا کی قسم میں سچ کہتا ہوں کہ تیرا شوہر اسلام کے لحاظ سے تمام صحابہ میں اوّل ہے، علم میں ان سب سے افضل ہے اور تحمل اور نرمی میں ان سب سے بلند ہے۔ اللہ نے اہل بیت میں سے دو اشخاص کو پسند فرمایا ہے، ایک تیرے باپ کو اور دوسرے تیرے خاوند کو، ہرگز تو اس کی نافرمانی نہ کرنا بلکہ فرمانبرداری بجالانا''۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور پھر انہیں فرمایا کہ: ''اے علی! فاطمہ میری لختِ جگر ہے اس کو خوش رکھنا' مجھے خوش رکھنے کے مترادف ہے''۔

خاتونِ جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر میں سخت مشقت فرمایا کرتیں، آگ و دھوئیں کے سامنے بیٹھ کر روٹی پکاتیں' گھر میں خود جھاڑو دیتیں، خود چکی سے آٹا پیستیں یہاں تک کہ آپ کے دست مبارک میں چھالے پڑ جاتے۔ ایک روز تھکاوٹ سے پریشان ہو کر بے قراری میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنی پریشانی عرض کرتے ہوئے ایک خادمہ کی درخواست کی تو سرکارِ دوعالم ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں خادم عطا کروں یا خادم سے بہتر کوئی شے؟''

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تعجب سے دریافت کیا: ''خادم سے بہتر کیا شے ہو سکتی ہے؟''

سرکارِ دوعالم ﷺ نے یہ رحمت بھرا جواب ارشاد فرما کر ان کی بے قراری پل بھر میں کافور فرمادی، فرمایا: ''ہاں! وہ یہ ہے کہ ہر روز ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للہ، ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر پڑھ لیا کرو یہ تمام ۱۰۰ کلمات ہو جائیں گے، اس کے بدلے میں تم قیامت کے روز ضرور ایسی نیکیاں اپنے نامۂ اعمال میں لکھی پاؤ گی کہ اپنے حساب کے پلے کو بھاری محسوس کرو گی''۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت فاطمہ نے تادمِ مرگ کسی بات سے سرتابی نہیں کی اور نہ مجھے ناراضگی کا موقع دیا اور میں نے بھی کبھی اُن کو آزردہ خاطر نہ ہونے دیا۔۔۔حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی شہزادی' خاتونِ جنت کا یہ طرزِ عمل سب خواتین کے لیے مثال ہے اور آخرت کے لیے ذریعۂ نجات بھی' کہ تکلیف کتنی ہی بڑی ہو' ہر حال میں صبر و شکر بجالانا چاہیے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث شریف نقل کی ہے کہ حدیث میں ہے:

ایک زنِ خثعمیہ نے حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے بتائیں کہ شوہر کا عورت پر کیا حق ہے' کیونکہ میں زنِ بے شوہر ہوں، اس کے ادا کی اپنے میں طاقت دیکھوں گی تو نکاح کروں ورنہ یونہی بیٹھی رہوں۔

فرمایا:۔۔۔ بیشک شوہر کا زوجہ پر یہ حق ہے کہ عورت کجاوہ پر بیٹھی ہو اور مرد اُسی سواری پر اس سے نزدیکی چاہے تو انکار نہ کرے، اور مرد کا عورت پر حق ہے کہ اس کی بے اجازت کے نفل روزہ نہ رکھے اگر رکھے گی تو عبث بھوکی پیاسی رہی' روزہ قبول نہ ہوگا، اور گھر سے بے اذنِ شوہر کہیں نہ جائے اگر جائے گی تو آسمان کے فرشتے، زمین کے فرشتے، رحمت کے فرشتے' عذاب کے فرشتے سب اس پر لعنت کریں گے' جب تک پلٹ کر آئے۔

یہ ارشاد سن کر اُن بی بی نے عرض کیا:۔۔۔ٹھیک ہے تو پھر میں کبھی نکاح نہ کروں گی'' (اس کا یہ جواب سن کر حضور اکرم رحمۃ للعالمین ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی)۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ: ''ایک بی بی نے دربار رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں فلاں

* مضمون نگار انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن، کراچی، پاکستان کے پرنسپل ہیں۔

ہوں اور فلاں کی بیٹی ہوں۔حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا:... ہاں میں نے پہچان لیا،اپنا کام بتاؤ؟

اس بی بی نے عرض کی:...مجھے اپنے چچا کے بیٹے' فلاں کے حوالے سے کام ہے۔

فرمایا:... میں نے اسے بھی پہنچان لیا۔(یعنی اب تم اپنا مطلب بیان کرو)

اس بی بی نے عرض کی:......یارسول اللہ!اس نے مجھے پیام دیا ہے،تو حضور میں چاہتی ہوں کہ آپ یہ ارشاد فرمائیں کہ شوہر کا عورت پر کیا حق ہے!اگر وہ کوئی چیز میرے قابو کی ہو تو میں اس سے نکاح کرلوں۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا:...مرد کے حق کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ اگر اس کے دونوں نتھنے خون یا پیپ سے بہتے ہوں اور عورت اسے اپنی زبان سے چاٹے تو شوہر کے حق سے ادا نہ ہوئی،اور اگر انسان کو آدمی کا سجدہ روا ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ شوہر جب باہر سے اس کے سامنے آئے تو اسے سجدہ کرے' کہ خدا نے مرد کو فضیلت ہی ایسی دی ہے۔

یہ جواب سن کر وہ بی بی بولیں:...قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا' میں رہتی دنیا تک نکاح کا نام نہ لوں گی"۔(اس کا یہ جواب سن کر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ خاموش رہے)

ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ:"ایک صحابی اپنی صاحبزادی کو حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! میری یہ بیٹی نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اس لڑکی سے فرمایا:...اپنے باپ کا حکم مانو۔

اس لڑکی نے عرض کی:...قسم اس کی جس نے حضور کو حق کے ساتھ بھیجا' میں اس وقت تک نکاح نہ کروں گی جب تک حضور آپ یہ نہ بتائیں کہ خاوند کا عورت پر کیا حق ہے!

اس کا جواب سن کر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا:... شوہر کا عورت پر یہ حق ہے کہ اگر اُس کے کوئی پھوڑا ہو جائے' اور عورت اسے چاٹ کر صاف کرے، یا اُس کے نتھنوں سے پیپ یا خون نکلے' عورت اسے نگل لے تو مرد کے حق سے ادا نہ ہوئی۔

یہ سن کر اُس لڑکی نے عرض کیا:...قسم اس کی جس نے حضور آپ کو حق کے ساتھ بھیجا' میں کبھی شادی نہ کروں گی۔حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے عورتوں پر رحمت وشفقت فرماتے ہوئے فرمایا:

...عورتوں کا نکاح نہ کرو جب تک ان کی مرضی نہ ہو۔

(فتاوی رضویہ،قدیم،جلد:۵،مطبوعہ بمبئی،ص:۴۸۵۔۵۸۵ملخصاً)

حضرت اسماء بنتِ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مرتبہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ سے مَردوں اور عورتوں میں فرق کے حوالے سے سوال کیا کہ بعض ثواب کے کام وہ ہیں جو صرف مرد ہی کرتے ہیں تو کیا ہم عورتیں مردوں کے ساتھ اس اجر وثواب میں شریک نہ ہوں گی؟

اس پر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے شفقت بھرے جواب میں فرمایا کہ:"اگر عورت اپنے شوہر کی رضاجوئی اور موافقت و فرمانبرداری کرتی ہے اور فرائض زوجیت ادا کرتی ہے تو اُس کو بھی مرد کے برابر ثواب ملے گا"۔

معلوم ہوا کہ شوہر کی فرمانبرداری سے عورت' شوہر کے ہر نیک کام میں اس کے برابر ثواب کی مستحق بن جاتی ہے یعنی شوہر کی رضاجوئی میں ثواب بھی ہے اور دنیاوی واُخروی نجات بھی...پھر نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:"اگر میں خدا کے سوا کسی اور کو سجدے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے' خدا کی قسم عورت اپنے رب کا حق ادا نہ کرے گی جب تک شوہر کے کل حقوق ادا نہ کرلے"۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے بیوی کے لیے شوہر کی رضامندی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:"جب تک شوہر اس سے راضی نہ ہو' اللہ تعالیٰ اُس عورت سے ناراض رہتا ہے"۔

یہ سب باتیں پڑھ کر عورتیں گھبرائیں نہیں!اسلام مساوات کا درس دیتا ہے سو ایسا ہرگز نہیں کہ حقوق زوجین کی بات ہو تو فرائض صرف بیوی کے ذمہ ڈال دیے جائیں اور مرد حضرات فارغ!...نہیں' نہیں! حضور رحمۃ للعالمین ﷺ نے اگر عورت کو بحیثیت بیوی اُس کے فرائض کی ادائیگی کی تاکید فرمائی تو اُسے شوہر سے ملنے والے حقوق کی خوش خبری بھی سنائی ہے...چنانچہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے کہ:"تم میں اچھے لوگ وہ ہیں جو عورتوں سے اچھی طرح پیش آئیں۔مسلمان مرد' مومنہ عورت کو مبغوض نہ رکھے اگر اُس کی ایک عادت بُری معلوم ہوتی ہے تو دوسری پسند ہوگی یعنی سب عادتیں خراب نہ ہوں گی جبکہ اچھی بُری ہر قسم کی باتیں ہوں گی تو مرد کو یہ نہ چاہیے کہ خراب عادتیں ہی دیکھتا رہے بلکہ بُری عادات سے چشم پوشی کرے اور اچھی عادت کی طرف نظر رکھے"۔

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی یہ شفقت ورحمت' صنفِ نازک کے لیے بڑا اعزاز ہے کہ اُن کے شوہر محض اُن کی خامیوں کی بنیاد پر انہیں اپنی زندگی سے بے دخل نہیں کرسکتے (بقیہ ص ۳۰ پر)

فقہیات ... گزشتہ سے پیوستہ ... ۲ حضور تاج الشریعہ کے قلم حق رقم سے...



تین طلاقوں کا شرعی حکم

مجلس واحد کی تین طلاق:

بشر بن الولید نے ابو یوسف سے حکایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ حجاج بن ارطاۃ تند خو تھا اور وہ کہتا تھا کہ تین طلاق کوئی چیز نہیں، اور محمد بن اسحاق نے کہا کہ تین طلاقیں یکبارگی ایک شمار ہوں گی اور انہوں نے اس حدیث سے دلیل پکڑی جو انہوں نے داؤد بن الحصین سے روایت کی، انہوں نے عکرمہ سے عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں تو انہیں اس پر بہت رنج ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم نے بیوی کو طلاق کس طرح دی، انہوں نے عرض کی کہ میں نے اسے تین طلاقیں دے دیں، سرکار علیہ السلام نے کہا ایک ہی مجلس میں، انہوں نے کہا جی، سرکار علیہ السلام نے فرمایا پھر تو ایک ہی طلاق ہوئی تو اس سے رجعت کرلو، اگر تم چاہو۔ رکانہ کہتے ہیں تو میں نے اس سے رجعت کر لی اور اس حدیث سے دلیل پکڑی جو ابو عاصم نے روایت کی ابن جریج سے، وہ راوی ہیں ابن طاؤس سے، وہ اپنے باپ سے راوی کہ ابو الصہبا نے ابن عباس سے کہا کہ کیا آپ نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور ابوبکر کے زمانے میں اور خلافت عمر کے شروع میں تین طلاقیں ایک قرار پاتی تھیں، انہوں نے کہا ہاں، اور بیشک لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دونوں خبریں منکر ہیں، ہر ناظر منصف کو دعوت نظر وفکر ہے۔

احکام القرآن امام ابوبکر جصاص رازی کی عبارت جو ہم نے تفصیل سے لکھی، اسے دیکھئے اور ہمارے علماء اعلام کی دیانت و امانت کا جلوہ اپنی آنکھوں سے دیکھئے، پہلی نظر میں ہر منصف جان جائے گا کہ اثبات مدعیٰ میں ہمارے ائمۂ کرام حق تحقیق ادا کرتے ہیں اور اپنے دعوے کے ثبوت میں ان امور کو جن سے دعوی پر زد پڑتی ہے نظر انداز نہیں کرتے، بلکہ انہیں بھی ذکر کرتے ہیں اور ان کا شافی جواب دیتے ہیں۔

دیکھئے امام جصاص رازی نے یکبارگی تین طلاق کے مسئلہ میں جمہور مسلمین کا موقف کتاب وسنت سے بہ تفصیل نام وتوضیح تمام ثابت فرمایا، پھر جب احادیث ذکر کرنے پر آئے تو ان احادیث کے ساتھ جو جمہور کا مستدل ہیں وہ حدیثیں بھی ذکر کردیں، جنہیں مسلمانان اہل سنت کے مخالفین ذکر کرتے ہیں اور ان دونوں کا جواب بھی یوں دے دیا کہ قد قیل ان ھذین الخبرین منکران۔ یعنی بیشک کہا گیا کہ یہ دونوں خبریں غیر معروف ومنکر ہیں اور ان دونوں کا منکر ہونا خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی، دوسری حدیثوں سے ظاہر ہے جن سے ثابت ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین طلاقیں ایک مجلس میں دینے کی صورت میں تین ہی واقع ہونے کا حکم فرمایا ہے اور یہ کہ خود اس عہد مبارک میں خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے بعض صحابہ نے بیک دفعہ اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے انکار نہ فرمایا، جیسا کہ ہم پہلے ہی بیان کر آئے اور غیر مقلد کی خیانت سے پردہ اٹھا آئے۔ مزید برآں ان دونوں حدیثوں کے ضعف ونکارت پر یہ بھی شاہد ہے کہ خود ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جن سے یہ دونوں حدیثیں مروی ہیں اس کے خلاف فتویٰ دیا، جیسا کہ گزرا اور اس کے خلاف روایت کی، جیسا کہ حدیث رکانہ کے طریق اول سے جس میں طلق امرأتہ البتۃ وارد ہے، ظاہر ہے اور راوی جب اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ وہ روایت ضعیف ہے کما صرح صحابہ۔

اسی لئے امام ابوبکر جصاص رازی علیہ الرحمۃ ان دونوں خبروں کے منکر ہونے کا افادہ فرمانے کے بعد بطور دلیل فرماتے ہیں:

و قد روی سعید بن جبیر و مالک بن الحارث و محمد بن ایاس و النعمان بن أبی عیاش کلھم عن ابن عباس فی من طلق امرأتہ ثلثا أنہ عصی ربہ وبانت منہ امرأتہ۔ یعنی سعید بن جبیر مالک بن حارث محمد بن ایاس اور نعمان بن ابی عیاش ان سب نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے اس کے بارے میں فرمایا، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں کہ اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اس کی بیوی اس کے نکاح سے باہر ہوگئی، سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اس فتوی پر غیر مقلد کے الفاظ میں تبصرہ کردیں۔

یہ حدیث اگرچہ لفظاً موقوف ہے اور صحابی کا قول ہے مگر حکما مرفوع ہے، کیونکہ اس میں اجتہاد اس مساغ یا دخل نہیں ہے، کیونکہ

ایسا قطعی فیصلہ نبوی فیصلہ پر موقوف ہوتا ہے الخ صفحہ ۱۹ ر شرعی طلاق۔

یہ الفاظ ایک حدیث بحوالہ سنن ابوداؤد ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کر کے غیر مقلد نے تحریر کئے ہیں، وہاں بھی غیر مقلد نے خیانت سے کام لیا ہے اور جھوٹ سے پیٹ بھرا ہے، اس کی نقاب کشائی تو بعد میں ہوگی، یہاں ہمارے ائمہ اعلام کی دیانت کا جلوہ دیکھنے کے بعد غیر مقلد کی خیانت و دروغ گوئی کا مکروہ چہرہ دیکھئے۔

حدیث رکانہ جس میں وارد ہوا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، جس کو امام ابوبکر جصاص رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد میں ذکر کیا اور اس سے پہلے رکانہ ہی سے مروی وہ حدیث ذکر کی، جس میں وارد ہوا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق البتہ دے دی تھی، غیر مقلد نے وہی تین طلاقوں والی بحوالہ "مسند امام احمد" ذکر کی کہ اسے مفید مدعی پایا اور دوسری حدیث طلاق البتہ والی جسے خود ابوبکر جصاص رازی نے اس "احکام القرآن" میں جس سے یہ بارہا سند لایا ہے اور ترمذی و ابوداؤد نے ذکر کیا ہے، صاف اڑا گیا کہ مضر مدعی تھی، پھر منہ بھر کر یہ جھوٹ بھی بول دیا کہ : "اس حدیث کو امام احمد اور امام ترمذی صحیح کہتے ہیں۔" (اعلام الموقعین ابن القیم ج ۴ شرعی طلاق ص ۱۴)

اقول مسند امام احمد میں یہ حدیث ضرور ہے مگر افادۂ تصحیح کا نشان نہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فتوی اور روایت اس کے خلاف ہے، جو اس کے عدم صحت بلکہ نکارت کی دلیل ہے، بلکہ خود امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتوی اس پر نہیں بلکہ ان کا فتوی وہی ہے جو جمہور مسلمین کا ہے بلکہ وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ اگر ایک ہی طہر میں تین طلاقیں دیدیں تو یہ بھی سنت کے موافق ہے۔

جامع ترمذی میں ہے: قال بعضهم ان طلقها ثلثا و هی طاهر فانه يكون للسنة ايضا وهو قول الشافعی و احمد و قال بعضهم لا يكون ثلاثا للسنة الا أن يطلقها واحد۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں :

و قد اختلف العلماء فيمن قال لامرأته انت طالق ثلثا فقال الشافعی و مالک و ابو حنيفة واحمد و جماهير العلماء من السلف و الخلف يقع الثلاث و قال طاؤس و بعض اهل الظاهر لا يقع بذالک الا واحدة الخ:

پھر امام ترمذی نے وہ حدیث ذکر ہی نہ کی جس میں رکانہ کا اپنی بیوی کو تین طلاقیں دینا مذکور ہے، بلکہ وہ حدیث رکانہ لائے ہیں جس میں طلاق البتہ کا ذکر ہے اور اسے ذکر فرما کر فرمایا کہ "لا نعرفه الا من هذا الوجه" یعنی اس حدیث کو ہم اس سند کے سوا کسی اور سند سے جانتے ہی نہیں، تو یہ صاف اس امر پر دلالت ہوئی کہ یہ حدیث اس سند سے جو ترمذی وغیرہ نے ذکر کی معروف ہے، اور دوسری طریق سے منکر ہے، جیسا کہ احکام القران سے گزرا، پھر غیر مقلد کا یہ حدیث دوسری سند سے لانا جسے ترمذی نے لا نعرفه (ہم نہیں جانتے) فرمایا اور یہ کہنا کہ امام ترمذی نے اسے صحیح بتایا کتنا بڑا بہتان ہے، ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

ابھی غیر مقلد صاحب کی خیانتوں کا سلسلہ جاری ہے، فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ النورانی سے اپنی اس حدیث منکر کی تائید میں نقل کرتے ہیں کہ : وهذا الحديث نص فی المسئلة لا يقبل التاويل۔ یہ حدیث اس مسئلہ میں بالکل نص صریح ہے، کسی قسم کی تاویل کی اس میں گنجائش نہیں ہے۔ (شرعی طلاق ۱۶)

واقعۂ حضرت رکانہ:

اب ہم فتح الباری سے علامہ ابن حجر کا کلام اس حدیث کے بارے میں ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں، جس سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ غیر مقلد نے کیا چھپایا اور کیا آشکار کیا۔

علامۂ ممدوح فتح الباری میں فرماتے ہیں: وهذا الحديث نص فی المسئلة لا يقبل التاويل الذی فی غيره من الروايات الا فی ذكرها و قد اجابوا عنه باربعة اشياء۔ (ص ۶۱۳، ج ۹، فتح الباری)

یعنی یہ حدیث جسے محمد بن اسحٰق نے روایت کیا اور اس سے استدلال کیا، اس مسئلہ میں نص ہے جو اس تاویل کو قبول نہیں کرتی جو اس کے سوا دوسری روایات میں ہے جن کا ذکر آرہا ہے اور علما نے اس کے چار جواب دیئے۔

دیکھئے غیر مقلد صاحب نے فتح الباری کی عبارت سے وہ فقرہ جو بالکل مذکورہ عبارت سے متصل و مرتبط تھا صاف اڑا دیا اور ابن حجر پر یہ جڑ دیا کہ انہوں نے کہا کہ کسی قسم کی تاویل کی اس میں گنجائش نہیں ہے، پھر یہ تو سیاق کلام سے خود ظاہر ہے کہ ابن حجر نے یہ بات اپنی طرف سے نہ کہی، بلکہ محمد بن اسحاق کی حمایت میں جو کہا جا سکتا ہے اسے لکھ دیا اور آگے چل کر تو محمد بن اسحاق کی اس روایت ہی کو مرجوح بنا دیا اور رکانہ ہی سے مروی طلاق البتہ والی حدیث کو صاف راجح بتایا۔

چنانچہ فرماتے ہیں : الثالث أن أبا داؤ د رجح ان ركانة انما طلق أمرأته البتة كما أخرجه من طريق آل بيت ركانة وهو تعليل قوی لجواز أن يكون بعض رواته حمل البتته علی الثلاث فقال طلقها ثلثا فبهذه الكنه يقف الاستدلال بحديث ابن عباس۔ (ج ۹)

یعنی تیسرا جواب یہ ہے کہ ابوداؤد نے اس روایت کو ترجیح دی ہے کہ رکانہ نے تو اپنی بیوی کو طلاق البتہ دی تھی جیسا کہ انہوں نے اہل بیت رکانہ کی سند سے خود یہ حدیث روایت کی، (**بقیہ ص ۳۹ پر**)

سخن در سخن

تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخے بھیجنا ضروری ہے۔

نام کتاب:-انوارِ ہدایت
مصنف : مولانا حافظ مفتی صوفی محمد صابر القادری فیضی
صفحات : ۹۲
قیمت : ۱۲۰
مبصر : مفتی محمد ابو طالب نوری فیضی *

تصنیف و تالیف بڑا دشوار اور کانٹوں بھرا راستہ ہے قدم قدم پر بڑی آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے، دن بدن لوگوں کی علمی اور تصنیفی رشتوں سے دوری بڑا ہی نقصاندہ ثابت ہو رہا ہے اور اگر کوئی مخلص اور ہمدرد قوم وملت قلم اٹھاتا بھی ہے تو لوگوں کی طرف سے ناقدری اور ان کا سرد جذبہ قلم کے مجاہد کے حوصلہ کو پست کر دیتا ہے۔

اس دور میں ہماری قوم کا عجیب حال ہے کہ آگے بڑھنے کا جو صلہ بالکل پست ہو چکا ہے۔ بلکہ ہر میدان میں ہم لوگ پیچھے رہنے کے عادی ہو چکے ہیں نیز غفلت و سستی کے اس قدر شکار ہو چکے ہیں کہ اپنے اسلاف کے کارناموں کا مکمل ریکارڈ تو ہم کیا بچا پائیں گے ان پر ماتم اور افسوس کرنے کا بھی ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔

ہمارے اسلاف کی خدمتِ دین کے تعلق سے اس قدر عظیم قربانیاں ہیں کہ اگر مکمل تاریخ بشکل کتاب قوم کے سامنے پیش کر دی جائے تو پوری قوم کا سر فخر سے بلند ہو جائے گا اور پوری جماعت اہل سنت آپسی اختلاف و انتشار کو پس پشت ڈال کر کندھے سے کندھا ملا کر ایک ہی راستہ پر چلتی نظر آئے گی، مگر کتنی مطبوعہ کتابیں دو بارہ نہ چھپ سکیں اور کتنے مضامین جن سے قوم کی تقدیر سنور جاتی ضائع ہو گئے اور جو قلیل مقدار میں بچے بھی ہیں وہ جن کے پاس ہیں وہ چھاپنا نہیں چاہتے، کسی بھی موضوع کے تعلق سے تصنیف و تالیف کم دشوار کام نہیں ہے۔

مگر حوصلہ مند مردوں کے لئے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے پھر وہ عالم دین جس کا نازک دل قوم کی بدعملی اور بے راہ روی کو دیکھ کر ہر وقت تڑپتا رہتا ہو وہ کس طرح سکون سے بیٹھ سکتا ہے بلکہ وہ جلد از جلد قوم کی اصلاح کا کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کرتا ہے۔ اسی لئے اپنی قوم کی اصلاح کے لئے مولانا نے ایک بہت ہی شاندار کتاب مرتب کر کے قوم کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔

اس کتاب میں دنیا اور آخرت میں کامیابی کے ایسے ایسے نسخے ہیں کہ اگر مسلمان ان نسخوں کو استعمال کرلے تو عروج وارتقا کی منزلوں کو آسانی سے طے کرے گا، مثلاً درودِ پاک کی فضیلت، خوفِ خدا سے فائدہ، نجات کا ذریعہ کیا ہے، امانت داری، مومن و منافق کا فرق، ترک حرام کے برکات، غرور و گھمنڈ کا نقصان، لمبی اور جھوٹی امیدوں سے پرہیز، لمبی لمبی امیدوں کے تعلق سے مولانا فیضی صاحب نے ایک بڑی عبرت آموز حدیث اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

چنانچہ تحریر کرتے ہیں کہ فرمانِ نبوی ہے اس امت کی اولین نیکی زہد اور یقین کامل ہے اور اس کی ہلاکت کا آخری سبب بخل اور جھوٹی امیدیں ہیں اس طرح سے پوری کتاب آقا ﷺ کے پیارے پیارے اقوال سے مملو ہے، اس کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ سارے مضامین نہایت سلیس اور آسان زبان، مختصر مگر حوالہ جات سے مزین اور نہایت ہی عمدہ ہیں اہل علم حضرات کو چاہئے کہ اس نایاب اور ایمان و عقیدے کو سنوارنے والی کتاب کو ضرور پڑھیں بالخصوص مقررین اور طالبان علوم نبویہ اس کتاب کے مضامین کو ازبر کر کے قوم تک پہنچائیں، انشاء اللہ اس سے خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔

فاضل مصنف حضرت علامہ مفتی محمد صابر القادری صاحب ایک باصلاحیت عالم و فاضل ہیں، معتبر و مستند مدرس ہیں سنجیدہ اور نکتہ رسی خطیب ہیں مجرب اور بالغ نظر مفتی ہیں، ایک حوصلہ مند اور پختہ ذہن مصنف ہیں۔ ۱۹۸۳ء میں مرکز علم وادب دار العلوم اہل سنت فیض الرسول براؤں شریف سے سند فضیلت و افتاء اور دستار سے نوازے گئے، سند فضیلت کے علاوہ ہائی اسکول، منشی، مولوی، عالم، کامل، فاضل یوپی تعلیمی بورڈ الہ آباد، ادیب ماہر وکامل، معلم اردو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ایم۔اے۔ اردو مولانا آزاد یونیورسٹی حیدرآباد کی ان تمام سندوں سے بھی مالامال ہیں۔

فراغت کے بعد سے ہی درس و تدریس اور افتاء کے منصب پر فائز ہیں تقریر و تحریر سے بھی ایک گونہ شغف رکھتے ہیں، فاضل مصنف کی زبان و اسلوب میں کھردرا پن بالکل نہیں ہے، بلکہ تحریر میں شگفتگی روانی ادیبانہ رنگ اور مؤدبانہ لب ولہجہ، دل و نگاہ کو خیرہ کرتا دکھائی دیتا ہے، حسن اخلاق کا تو پوچھنا ہی کیا ایک مرتبہ جو بھی شخص ملاقات کر لیتا ہے اس کے دل میں ہمیشہ یہ تڑپ رہتی ہے کہ کاش دوبارہ بھی ملاقات ہو جاتی۔ اتباعِ سنت کا جذبہ تو کیا پوچھنا لباس و کردار وضع و قطع ہمیشہ سنت کے مطابق ہوتا ہے، قومی و ملی خدمات کا جذبہ بھی آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ مذہب اہل سنت و مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و اشاعت میں ہر وقت تن من دھن سے کوشاں رہتے ہیں، فراغت کے بعد استاذ محترم حضور فقیہ ملت (بقیہ ص ۳۰ پر)

* تبصرہ نگار

چہ میگوئیاں

ماہنامہ سنی دنیا ایک تجزیاتی مطالعہ

از: مفتی محمد شمشاد حسین بدایونی*

مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی صاحب... السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ
مزاج گرامی!

مولانا محمد رحمۃ اللہ صدیقی صاحب کی معرفت ''ماہنامہ سنی دنیا'' کا تازہ شمارہ بابت ربیع الاوّل/ دسمبر ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۶ء دستیاب ہوا، اس یادآوری کا شکریہ اور بہت بہت شکریہ! ماہنامہ ''سنی دنیا بریلی شریف'' کوئی محتاج تعارف نہیں، مذہبی صحافت میں ایک روشن مینار ہے، جس کی حسین کرنوں سے ہر چہار جانب اجالے پھیل رہے ہیں، یہ ماہنامہ حضور تاج الشریعہ کی سرپرستی اور مولانا عسجد رضا خاں کی ادارت میں برسوں سے نکل رہا ہے، اس کے معاون مدیروں میں جناب عبدالنعیم عزیزی، مولانا شہاب الدین ازہری، مولانا یونس رضا اویسی رہے ہیں اور اب مولانا عبدالرحیم صاحب نشتر فاروقی اس کے ایڈیٹر ہیں، جن مدیروں کے اسمائے گرامی شمار کئے گئے ہیں، یہ سب کے سب اچھے اور منجھے ہوئے قلم کار ہیں ان کی علمی ادبی اور فکری خدمات کا اعتراف ایک زمانہ کر رہا ہے۔

اس وقت سنی دنیا کی مجلس ادارت اور مجلس مشاورت میں جو شخصیات شامل ہیں، وہ بھی کسی سے کم نہیں ہیں، قلم وقرطاس، فکر وشعور اور تدبر والے ہیں، ان میں ہر قسم کی سنامی لہروں سے معرکہ آرائی کی توانائی پائی جاتی ہے، یہ سبھی حضرات ''مسلک اعلی حضرت'' کے حامی اور اس کے خدمت گار ہیں، میں ان حضرات کو بہت قریب سے جانتا ہوں، یہ لوگ عزم وحوصلہ کے ایسے پیکر ہیں اور ایسے قابل ترین نمائندہ ہیں جو آندھیوں کے رخ پر ہدایت کا چراغ جلانے کا ہنر جانتے ہیں، زمانہ کا کوئی فرد انھیں مانے یا نہ مانے مگر یہ اپنے فرائض کو انجام دیتے رہے ہیں اور آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔

دسمبر ۲۰۱۶ء کا ''سنی دنیا'' خوب اور بہت خوب ہے، اس کا سرورق نہایت ہی خوبصورت، دیدہ زیب اور پرکشش ہے، اس پر مستزاد یہ کہ گنبد خضریٰ کا مینار اور خود مبارک گنبد دل وجاں میں، اتر جانے والا ہے، اسی ہرے رنگ میں سرورق کے اوپری حصہ میں ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کو نمایاں کرنا اور پھر ماہنامہ سنی دنیا کو اس کے پاسبان کی صورت پیش کرنا، آپ کے فکر وتخیل کو نمایاں کرتا ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ دور حاضر میں ''مسلک اعلیٰ حضرت'' فرقہ ناجیہ کا امتیازی نشان ہے اور ماہنامہ سنی دنیا اس کا نقیب وپاسبان ہے، سرورق کو حالات حاضرہ کے تناظر میں پیش کرنا مدیر اعلی اور معاون مدیر کے کمال تخیل کو نمایاں کرتا ہے، میں اس پیش کش پر آپ کو اور آپ کے تمام معاونین کو مبارک باد پیش کرتا ہوں، خاص طور پر حضرت مولانا محمد عسجد رضا قادری کی بارگاہ میں خراجِ عقیدت، سرورق کے بائیں جانب پیلے رنگ میں جو عنوانات دیئے گئے ہیں، یہ سارے عنوانات ماہ مبارک ربیع الاوّل اور ہندوستان کے موجودہ حالات کی ترجمانی کر رہے ہیں، اس شمارے کو جن باوقار اہل قلم حضرات نے اپنے فکر وتخیل سے زینت بخشی ہے، ان کے اسمائے مبارکہ حسب ذیل ہیں:

مفتی نشتر فاروقی، مفتی شعیب رضا نعیمی، مفتی عسجد رضا خاں قادری، حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی، مفتی راحت خاں قادری، ڈاکٹر امجد رضا خاں قادری، مولانا کوثر امام قادری، مفتی محمد صابر القادری، ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی، پروفیسر محمد اکرم رضا اور مولانا مناظر حسین، منظومات میں حضور حجۃ الاسلام، مولانا محمد سلمان رضا فریدی وغیرہ۔

اس رسالہ کے تعلق سے چند باتیں پیش ہیں:

☆... مولانا نشتر صاحب فاروقی! کسی بھی رسالہ کے لئے ''اداریہ'' اس کی جان اور روح ثابت ہوتا ہے، اصول صحافت کے اعتبار سے اداریہ میں صداقت، واقعیت، اصلاح سماج ومعاشرہ، موجودہ حالات کے چیلنجوں کی تصویر کشی اور عوام وخواص کے ذہن وفکر میں مثبت انداز فکر پیدا کرنے کی ترغیب کا پایا جانا ضروری ہوا کرتا ہے یہ تمام عناصر آپ کے اداریہ میں پائے جاتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ آپ کا ''انداز بیاں'' فکر ومعقولیت پر مبنی ہے، آپ کے اداریہ کا عنوان ہے ''مسلم پرسنل لاء میں مداخلت پس منظر وپیش منظر'' جو سچائی کا آئینہ دار ہے، جیسا عنوان ہے ویسا ہی آپ کا اداریہ ہے، آپ کے اس اداریہ میں ترسیل کا جمال اور ابلاغ کا کمال پایا جاتا ہے، میں نے آپ کا اداریہ پڑھا جو میرے قلب ونظر کو بھا گیا، آپ نے آخر میں نجیب کا ذکر کر کے احتجاج کا جو رویہ اختیار کیا ہے بہت مناسب ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی گزارش کرتا ہوں کہ اس پر مزید کچھ لکھا جائے ممکن ہے، یہ احتجاج کہیں نہ کہیں رنگ لائے، کہ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے، پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے۔

☆... مفتی شعیب رضا نعیمی کا مضمون ''والدین کے ساتھ حسن سلوک!

* تجزیہ نگار اہل سنت کے مستند نقاد اور رضوی دار الافتا بدایوں کے مفتی ہیں۔

قرآن کی روشنی میں'' حقیقت کی منھ بولتی تصویر ہے ضرورت ہے کہ اس مضمون کو عام کیا جائے کہ اس وقت سماج میں اس کی سخت ضرورت ہے، میں نے سنا ہے حضرت مفتی صاحب بیمار چل رہے ہیں، میں ان کی صحت یابی کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی جلد سے جلد انھیں رو بصحت کرے آمین بجاہ سید المرسلین۔

☆... شہزادۂ حضور تاج الشریعہ کی پیش کش بھی بہت خوب ہے کہ اس دور میں کچھ ایسے افراد بھی ہیں جو علمائے کرام کے خلاف تحریک چلا رہے ہیں اس تحریک میں کچھ ایسے نفوس بھی شامل ہیں جن کے دامن پر شبنمی قطرات لوٹتے ہوئے دکھائی پڑتے ہیں، خدا کرے ان کا باطن بھی ایسا ہی ہو جائے، اس پیشکش کو جاری رکھا جائے کبھی نہ کبھی اس کا اثر تو ہوگا کہ ؎

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

علمائے کرام کی فضیلت و افادیت اور ان کی انفرادیت کا اعتراف نہ کرنا نہایت ہی مضر امر ہے، اس کا انجام بہت زیادہ مہلک ہوا کرتا ہے، یہ کس قدر زبردست المیہ ہے کہ علمائے کرام کے خلاف تحریک چلائی جارہی ہے، ان پڑھ اور جاہلوں کو علمائے کرام کا لباس پہنایا جارہا ہے، اس تناظر میں حضرت قبلہ عسجد میاں کی پیش کش قابل ستائش ہے۔

☆... جب کبھی سیاست کی دنیا میں سنامی لہریں اٹھتی ہیں، حکومت کا رویوں میں کجی کا آنا شروع ہو جاتا ہے اور صحافت کے ذمہ دار غیر واقعی صورت حال سے دوچار ہونے لگتے ہیں تو اس وقت اہل دل، اہل نظر اور صائب فکر کا قلم کام کرتا ہے اور اس کا بول ایسا اثر کرتا ہے کہ طوفانوں کی لہریں رک جاتی ہیں اور پھر عالم یہ ہوتا ہے کہ آندھیوں کے بھی رخ پر چراغ روشن ہو جایا کرتا ہے، اس وقت ہندوستان میں حالات بھی اسی طرح کے پائے جاتے ہیں، حضور تاج الشریعہ کے قلم سے نکلا ہوا رشحہ ''تین طلاقوں کا شرعی حکم'' کسی ہتھوڑے سے کم نہیں، عنوان کے ساتھ ہتھوڑے کی تصویر واقعی صورت حال کی آئینہ دار ہے، حضور تاج الشریعہ نے یکبارگی تین طلاقیں دینے کی صورت میں تینوں طلاقوں کے وقوع کو دلائل و براہین سے ثابت کرکے فرمایا ہے:

''فی الواقع ائمہ اربعہ اور جماہیر اہل سنت کا سلفاً خلفاً اس امر پر اجماع ہے کہ یکبارگی تین طلاقیں دینے کی صورت میں بیوی پر تین ہی واقع ہوں گی، اس امر پر کسی معتد بہ کا اختلاف نہیں۔''

(ماہنامہ سنی دنیا دسمبر ۲۰۱۶ء ص ۱۲)

اس بارے میں غیر مقلدین کا نظریہ و موقف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو یکبارگی تین طلاقیں دیتا ہے تو تین واقع نہیں ہوں گی بلکہ صرف ایک طلاق واقع ہوگی، اس موقف پر غیر مقلدین کے پاس کوئی دلیل نہیں جیسا کہ حضور تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

''مصنف (غیر مقلدین) نے کوئی دلیل صریح اس دعویٰ پر قائم نہیں کی کہ جب تین طلاقیں یکبارگی دی جائیں تو ہمیشہ ہر زمانے میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہ حکم اس کے طور پر اٹل ناقابل تغیر وتبدل، ہر زمانے میں واجب عمل ہے۔ کسی حدیث سے یہ نہیں نکلتا تو یہ صرف غیر مقلد کی ایجاد و اختراع ہے۔ (سابق حوالہ وصفحہ)

ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں کبھی دفعتاً دی جاتی ہیں جیسے کوئی اپنی بیوی سے کہے ''میں تمہیں تین طلاقیں دیتا ہوں'' اور کبھی الگ الگ دی جاتی ہیں جیسے ایک ہی مجلس میں کوئی اپنی بیوی سے کہے (میں تجھے طلاق دیتا ہوں، میں تجھے طلاق دیتا ہوں، میں تجھے طلاق دیتا ہوں) ہم اہل سنت وجماعت کا موقف ہے کہ تینوں واقع ہوگئیں، اسی موقف کی وضاحت کے لئے حضور تاج الشریعہ نے عہد صحابہ کے معمول کا اس طرح ذکر کیا ہے آپ فرماتے ہیں

حدیث سے یہ ضرور ثابت ہے کہ سرکار ابد قرار علیہ الصلوۃ و السلام المدرار و سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد کرامت مہد اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوائل دور خلافت میں عرف یہ تھا کہ تین طلاقیں یکبارگی بول کر ایک ہی طلاق مراد لیتے تھے اور دوسری تیسری بار لفظ طلاق بولنے سے جملہ اولی کی تاکید مراد ہوتی تھی۔ (حوالہ وصفحہ سابق)

تین طلاقیں بول کر ایک طلاق مراد لینا یہ عرف ہے اور عرف ہمیشہ ایک سا نہیں رہتا ہے اس میں رد و بدل ہوتا رہتا ہے، یہی رد و بدل ''طلاق ثلاثہ'' کے بارے میں بھی ہوا عہد فاروقی ہی میں عرف بدل چکا تھا اور تین بول کر ایک ہی مراد لیا جانے لگا جیسا کہ قبلہ تاج الشریعہ فرماتے ہیں:

پھر جب تبدل زمانہ سے عرف بدلا اور لوگ قصداً وارادۃً تین طلاقیں از راہ عجلت یکباری دینے لگے تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عرف حادث اور دستور جدید کا اعتبار فرمایا اور تینوں طلاقیں واقع ہونے کا حکم دیا اور اس پر اسی عہد مبارک میں تمام اہل علم کا بلا نکیر منکر اتفاق ہوگیا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ یہ قرار داد مجمع صحابہ میں ہوئی اور کسی صحابہ کا انکار منقول نہیں ہوا بلکہ تابعین عظام پھر ائمہ اعلام کے زمانے میں بھی یہ حکم احکم مقرر رہا اور یہی ائمہ کرام کا مذہب مہذب قرناً فقرناً متوارث چلا آرہا ہے جس سے روشن کہ اس پر ہر زمانے کے ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے اور یہی سواد اعظم ہے جس کی

پیروی کا حدیث پاک میں حکم فرمایا گیا تو اس کا خلاف اجماع امت کو توڑنا صراط مستقیم سے منہ موڑنا، جہنم کی راہ لینا اور گمراہی و ضلالت ہے۔(حوالہ سابق)

حضور تاج الشریعہ کی اس مذکورہ عبارت سے مسئلہ واضح ہے کہ غیر مقلدین کا موقف کسی صورت میں لائق اعتنا نہیں، اس کے باوجود یہ گمراہ افراد مسلمانوں کے مابین اپنے غلط موقف کا پرچار کر رہے ہیں، اس لئے ضرورت ہے سماج و معاشرہ کا سنجیدہ طبقہ اہل سنت و جماعت کے موقف کو اختیار کرے اور اسی پر عمل کرے اگر کسی کو مزید معلومات کی حاجت ہو تو حضور تاج الشریعہ کے رشحات قلم جو ماہنامہ سنی دنیا میں شائع ہوئے ہیں کا مطالعہ کرے۔

اس تحریر پر تنویر میں بہت کچھ ہے، قرآن مقدس کی مبارک آیتیں ہیں، احادیث پاک ہیں جو اہل سنت و جماعت کے موقف کی تائید کر رہی ہیں، غیر مقلدین نے قرآن و حدیث کے خلاف موقف اختیار کرنے میں کہاں کہاں خیانتیں کی ہیں ان خیانتوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور کچھ ایسی بھی ایرادات قائم کی گئیں ہیں جن سے غیر مقلدوں کا موقف کھوکھلا ثابت ہوتا ہے۔

اس وقت جب کہ مودی حکومت طلاق ثلاثہ کا سہارا لے کر شریعت میں مداخلت کرنے کی کوشش کر رہی ہے حضور تاج الشریعہ کے قلم مبارک سے نکلی ہوئی تحریر اس کا دندان شکن جواب ہے اور وہ نام نہاد مسلمان جو مودی حکومت کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں ان کے لئے دعوت فکر ہے، وہ اس مضمون کو پڑھیں اور اپنے قلب مضطر کو چین وسکوں پہونچائیں، مسلمانوں کے لئے قرآن و حدیث کا فرمان ہی بس ہے۔

☆...احوال وطن کے تحت مولانا راحت خاں قادری کا مضمون ''یونیفارم سول کوڈ کی آڑ میں ملک کو ہندو راشٹر بنانے کی سازش'' نہایت ہی تحقیقی، علمی، فکری اور تجزیاتی مضمون ہے اس مضمون کو خود میں نے دلچسپی سے پڑھا اور اپنے ملنے جلنے والوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیا، مولانا نے اپنے فکر وتخیل کے گلستاں میں ذیلی عنوانات کے ایسے لالہ وگل کھلائے ہیں کہ ہر گل کا نیا رنگ ہے نئی خوشبو ہے اور نیا ماحول ہے، مولانا نے اپنے خیالات کو قلم بند کرنے سے پہلے ایک پس منظر کی تشکیل کی ہے، جو ہندوستان کی آزادی میں عمومی طور پر مسلمانوں کی قربانیوں اور علمائے اہل سنت و جماعت کی جدو جہد سعی پیہم پر مشتمل ہے، اسی قربانی کے نتیجہ میں مسلم پرسنل لا کے تحفظ کی یقین دہانی کا تذکرہ، آئین ہند میں مسلم پرسنل لا کی اہمیت وافادیت اور اسکے تحفظ کے تعلق سے جو دفعات ہیں مولانا راحت خاں نے ان سب دفعات کا ذکر کیا ہے، ہندوستان سیکولر ہے یعنی حکومت کا اپنا کوئی مذہب نہیں اس نظریہ کے تحت مذہب کی آزادی کے حق پر جو استدلال ہے وہ اپنے آپ میں بہت زیادہ اہم ہے، اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں خودکشی کے حادثات آئے دن بڑھتے جارہے ہیں، آخر کار ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اور اس کے کیا اسباب ہو سکتے ہیں، بہت سے قارئین اخبارات پڑھتے ہیں اور گزر جاتے ہیں مگر کچھ سنجیدہ قسم کے ایسے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں جو اس کے اسباب پر غور وفکر کرتے ہیں ایسے ہی سنجیدہ افراد میں مولانا راحت قادری بھی ہیں، انھوں نے خودکشی کے اسباب پر غور کیا اور اس کے درج ذیل اسباب بتائے:

''ملک میں کسانوں کے ساتھ ظلم ☆عورتوں پر ظلم وزیادتی ☆ بے روزگاری اور بھوک مری ☆ جہیز کی مانگ ☆ زنا بالجبر ☆ جہالت۔''

بظاہر ان اسباب کا مولانا کے مضمون سے کوئی لینا دینا نہیں ہے، اس کے باوجود مولانا نے اپنے مضامین میں ان اسباب کا ذکر کیا ہے، مولانا نے بڑے ہی خوبصورت انداز میں ان اسباب کو مضمون سے جوڑنے کی کوشش کی ہے، جیسا کہ مولانا لکھتے ہیں:

''یونیفارم سول کوڈ کی بحث چھیڑنا سنگھ اور آر ایس ایس کی سوچی سمجھی سازش ہے اس مسئلہ کو زیر بحث لاکر ہندوستانی عوام کے ساتھ ظاہرا ہمدردی کا اظہار ہے حقیقت میں ان ضروری باتوں سے پردہ پوشی کرنا مقصود ہے، جن کے حل کے لئے گورمینٹ کوئی پختہ لائحہ عمل ابھی تک تیار نہیں کرسکی ہے، طلاق ثلاثہ کے مسئلہ کو اچھال کر لیڈران اپنی سیاسی زمین کو ہموار کرنے کی کوشش کررہے ہیں، ذرا انصاف کی نظر سے ڈھنڈے دل سے غور وفکر کیجئے کیا صرف مسلم خواتین ہی ہر قسم کے مظالم کی شکار ہیں؟ کیا دوسری قوموں کی خواتین کے ساتھ ظلم وزیادتی نہیں ہو رہی ہے؟

خودکشی کے اسباب کے ذکر کرنے سے مولانا کا مقصد یہ ہے ہندوستانی حکومت کو چاہئے تھا کہ پہلے ان اسباب پر غور کرنا چاہئے تھا مگر ان اسباب ومسائل غور نہیں کیا جارہا ہے بلکہ اس سے چشم پوشی کی جارہی ہے اور جہاں غور کرنا نہیں چاہئے تھا وہاں غور کیا جارہا ہے، مولانا کے اس مضمون میں متانت، سنجیدگی اور فکر و استدلال پائے جارہے ہیں، اس لئے یہ مضمون قابل قدر ہے۔

☆... پروفیسر اکرم رضا ادیب و انشاء پرواز ہیں، ان کے قلم میں بڑی توانائی پائی جاتی ہے۔ ان کے مقالہ کا عنوان ہے ''جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند'' جو ص ۲۲ سے ص ۲۸ تک پھیلا ہوا ہے

موصوف پروفیسر نے اپنے مقالے کو حدائق بخشش کی روشنی میں تیار کیا ہے اسی لئے ان کے اسلوب میں جادو سا اثر نمایاں ہو گیا ہے اور کشش ایسی ہے کہ ان کے مقالے کو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ ان کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک جملہ میں ادبی شیرینیت پائی جاتی ہے، کہیں کہیں اپنے لفظوں سے ایسی منظر کشی کی ہے ماحول نگاہوں میں سما جاتا ہے اور دل کے آئینے میں نقش ہو جاتا ہے مثال کے طور پر منظر کشی کے چند نمونے ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

☆...اور پھر وہ ساعت سعید آ پہنچی جو دعاؤں کی قبولیت اور تمناؤں کے باریاب کی ساعت تھی، یہ وہ مبارک گھڑی تھی کہ جب رحمت خداوندی کا ابر بے کنار پوری شدت کے ساتھ برسنے کو تھا، مظلوموں کے آنسوؤں کو لعل و جواہر کی چمک عطا ہونے والی تھی، غم و آلام کے زندانیوں کو رہائی عطا ہونے والی تھی، ستم رسیدگان ہستی کے آلام کا مداوا ہونے والا تھا، وہ کیسا منظر تھا، کیا سہانی صبح تھی کیا کیف آور فضائیں تھیں، کیا وجد آفریں ہوائیں تھی، مرادوں کے غنچے کھل رہے، تھے دکھوں کے خزاں گلستان ہستی سے رخصت ہو رہی تھی، پر انوار اجالے کی نوید لے کر کبھی نہ غروب ہونے والا تھا۔ (ص ۳۲)

اس عبارت میں منظر کشی مکمل طور پر پائی جاتی ہے اس میں مزید جذب و کشش اور چمک و دمک نمایاں کرنے کیلئے پرفیسر صاحب نے امام احمد رضا فاضل بریلوی کے اشعار پر انوار بھی پیش کیا ہے جن کی وجہ سے اسلوب بیان میں حلاوت و طراوت کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے، امام احمد رضا فاضل بریلوی کی نعتیہ شاعری کا یہ کمال ہے کہ جو بھی ان کی نعت گنگناتا ہے یا اس کا مطالعہ کرتا ہے ان کے قلب و دماغ میں ایسا تأثر نمایاں ہو جاتا ہے کہ اس کے لئے کاغذ و قلم کی ضرورت پیش آتی ہے اور حقیقت و واقعیت ان کے قلم ژرف نگار سے نکل کر صفحہ قرطاس پر بکھر ہی جاتی ہے اسی سچائی کا اظہار درج ذیل عبارت میں ہوتا ہے، اس کا مطالعہ کریں اور خود بھی اندازہ لگائیں۔

☆...امام احمد رضا بریلوی نے میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عشق و عقیدت کے آئینے میں سو سو طرح سے جلوہ گر دیکھا ہے آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے نعت گوئی کو نئے نئے اسلوب عطا کئے اور شاعری کو غزل کے شبستان ہوس سے نکال کر نعت کے گلستان سدا بہار کی زینت بنا دیا، آپ سے پہلے اردو میں میلاد نامے یا مولود نامے قسم کی کئی تصانیف نظر آتی ہیں مگر ان میں اس قدر رطب و یابس ہے کہ صداقتیں چھپتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے شریعت کے تقاضوں کی پاس داری کرتے ہوئے جب نعت کہی تو اسے قبولیت عام اور شہرت دوام کا وہ منصب نصیب ہوا کہ جو آج تک نعتیہ شاعری کے حوالے سے کسی کا مقدر نہیں بن سکا۔ (ص ۲۴)

اس میں کوئی شک نہیں کہ نعتیہ شاعری کے تناظر میں ان کا اسلوب اور لب و لہجہ اول بھی ہے اور آخر بھی ہے، بعد کے شاعروں نے اس لب و لہجے کی اتباع کی ہے اور کامیاب پیروی کی ہے ایسے شاعروں میں سرفہرست "حضرت نظمی مارہروی" کی ذات گرامی ہے اور اس بارے میں دوسرا نام "سید اولاد رسول قدسی" کا لیا جا سکتا ہے جو بیروں ہندرہ کر بھی امام احمد رضا بریلوی کے لب و لہجہ کو فروغ دے رہے ہیں، اکرام صاحب نے اپنے عنوان کا حق ادا کر دیا ہے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے امام احمد رضا بریلوی کی شاعری میں جو ندرت پائی جاتی ہے یا انفرادیت کا جو کمال پایا جاتا ہے اسے برملا بیان کر دیا ہے، یوں تو اس مقالہ میں کئی ایسے مقامات آتے ہیں جنہیں اس مضمون میں جگہ ملنی چاہئے مگر میں نے طوالت کے اندیشہ سے پہلو تہی کی ہے، میں اپنے قارئین سے گزارش کرتا ہوں کہ پروفیسر موصوف کے مقالہ کو بار بار دیکھیں، ہر بار آپ کو نیا لطف آئے گا اور نیا مزہ ملے گا، اللہ کرے ان کے زور بیاں میں اور زیادہ کشش نمایاں ہوں اور اسی طرح لکھتے رہیں تا کہ ہم سب قارئین کی مشام جاں ان کے لفظوں کی نکہتوں میں کھو جائے۔

☆...ڈاکٹر امجد رضا امجد معروف و مشہور اسکالر ہیں اور قلم و دوات کے حولے سے ان کی اپنی شناخت اور انفرادیت قائم ہے، وہ جس عنوان کو پکڑتے ہیں اس میں جان پیدا کر دیتے ہیں اور فکر و تخئیل کے آئینوں سے اسے "ہمہ خانہ آفتاب" کر دیا کرتے ہیں، ان کے بارے میں کیا کہا جائے پورے ہند و پاک میں وہ اس قدر متعارف ہیں کہ ہمارے الفاظ اور جملوں سے ان کا مکمل تعارف نہیں ہو سکتا ہے، ماہنامہ سنی دنیا میں ان کا مضمون "مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی اور تاریخی حیثیت" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ یہ پورا مضمون حرم کی نظام پر قائم ہے، مکہ و مکرمہ کے تعلق سے جو تمہیدی گفتگو کی گئی ہے اس کا ایک ایک جملہ نیر درخشاں کی مانند ہے اور اثر انگیزی میں اپنی مثال آپ ہے اسی کے بیچ "مولد انبی صلی اللہ علیہ وسلم" کا ذکر جمیل ہر ایک زائر کو اس کی جانب کھینچتا ہوا دکھائی دیتا ہے، باتوں باتوں میں بات کہہ دینا اور بات ہے مگر کسی بات کو کہنے کے لئے ماحول سازی کرنا بہت بڑی بات ہے اور یہی توفن کا کمال ہے جو ڈاکٹر صاحب کو حاصل ہے مولانا موصوف نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جائے ولادت کی شرعی حیثیت کو ثابت کرنے کے لئے "نسبتوں کے احترام

''کا سہارا لیا، اہل علم اس بات کو جانتے ہیں کہ ''نسبتوں کا احترام'' ایک اصل ہے اور قاعدہ کلیہ ہے جیسا کہ مولانا رقم طراز ہیں:

''نسبتوں کا احترام تو ہمیں قرآن نے سکھایا ہے تا کہ ہمارے دلوں میں نسبتوں کی اہمیت بیٹھ جائے ہمیں قرآن نے بتایا کہ جبرئیل علیہ السلام کے سموں سے مس ہوئی مٹی تریاق واکسیر بن گئی (طٰہٰ) حضرت یوسف کے جسم سے مس ہوئی قمیص کو حضرت یعقوب کے چہرے پر ڈالا گیا تو آنکھوں میں روشنی آگئی وغیرہ وغیرہ۔'' (۳۰)

مولانا کا یہ استدلال نہ صرف مناسب ہے بلکہ نتیجہ خیز بھی ہے، اس کے علاوہ مولانا نے ایک اور دلیل پیش کی ہے:

''مولد النبی کو اہل ایمان اور اہل محبت نے ہمیشہ عظمت و حرمت کی آنکھوں سے دیکھا اور وہاں کی حاضری کو سعادت سمجھ کر اس کو محفوظ کر کے ایمان والوں کے لئے زیارت گاہ بنا دیا، صدیوں تک لوگ اس کی زیارت سے مشرف ہوتے رہے۔'' (ص ۲۹)

یہ عبارت بھی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت کو اجاگر کر رہی ہے، جہاں تک اس کی تاریخی حیثیت کی بات ہے مولانا نے اسے بھی واضح کیا ہے اس کے لئے مولانا نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور چھٹی صدی کے ایک بزرگ اور مؤرخ کے تاثرات کو پیش کیا ہے اس کے علاوہ اور بھی تاریخی حوالے بیان کئے ہیں، انداز بیاں کو دلکش بنانے کے لئے کہیں کہیں فارسی اشعار لائے گئے ہیں، کل ملا کر یہ مضمون کافی دلچسپ اور تسلی بخش ہے، میں اپنے قارئین سے یہی گزارش کرتا ہوں کہ اس مضمون کو پڑھیں اور بار بار پڑھیں۔

☆... مولانا کوثر امام قادری بھی گلستان سنی دنیا کی زیب و زینت میں ایک اہم رول ادا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، نہایت ہی علمی جاہ وجلال، فنی شوکت و جمال اور تخریجی طمطراق لئے استادہ ہیں ان کے مضمون کا عنوان ''اذان کے پہلے اور بعد درود شریف پڑھنا'' ہے، اپنے اس عنوان میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اس بات کا علم یوں تو سنی دنیا کے ہر قاری کے پاس ہے اس بارے میں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ مولانا موصوف ہماری جماعت میں ''فن تخریج'' میں انفرادی حیثیت کے مالک ہیں انہوں نے اپنی مہارت ہر ایک سے منوالی ہے اس عنوان میں جس کا تذکرہ کیا جا رہا ہے ایک ماہر فن کی حیثیت سے نمایاں نظر آتے ہیں، انھوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ درود شریف اذان سے پہلے بھی پڑھا جا سکتا ہے اور اذان کے بعد بھی، انھوں نے اس بات کو یونہی نہیں کہا ہے بلکہ انھوں نے اپنی بات کو دلیلوں سے ثابت بھی کیا اور احادیث کی پُرنور کرنوں سے اسے منور و تاباں بھی کیا ہے، اسی طرح مولانا موصوف نے ائمہ اعلام کے سنہری اقوال بھی پیش کئے ہیں مثلاً، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عروہ بن زبیر، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص حضرت ملا علی قاری امام قاضی عیاض مالکی، علامہ سخاوی وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، مولانا کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ:

الف... اللہ تعالیٰ نے درود و سلام کا وقت متعین نہیں کیا تا کہ تمام اوقات کو شامل رہے انہیں مشمولہ اوقات میں اذان سے پہلے اور بعد کا وقت بھی ہے۔

ب... درود و سلام کا مطلب دعا ہے اور دعا کے لئے کوئی خاص وقت ایسا مقرر نہیں کہ اس کے سوا میں جائز نہ ہو۔

اپنے مضمون کے آخر میں فیصلہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''خلاصہ کلام یہ کہ اذان کے پہلیا ور اذان کے بعد درود سلام پڑھنا کسی صورت میں ناجائز نہیں یہ کار حسنہ کار ثواب اور عمل عظیم ہے جو اس کو ناجائز اور حرام بتائے اس پر لازم ہے کہ حرمت و ممانعت کی دلیل پیش کرے ورنہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے۔''

مولانا کے مضمون میں کافی حد تک متانت و سنجیدگی اور سہل پسندی پائی جاتی ہے، کم پڑھا لکھا انسان بھی اسے بآسانی سمجھ سکتا ہے دور حاضر کا تقاضا بھی یہی ہے کہ سہل ترین انداز میں گفتگو کی جائے، میں اس مضمون پر مولانا کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

☆... مفسر اعظم ہند! حیات و خدمات! نہایت ہی وقیع، معیاری اور گراں قدر مضمون ہے، یہ ایک ایسی باوقار علمی فنی اور بیش قیمت شخصیت کا لکھا ہوا مضمون ہے جو ''مدرسہ رحمانیہ رحمٰن گنج ضلع بارہ بنکی میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہیں اور اس کا نام نامی اسم گرامی مفتی محمد صابر القادری ہے، مولانا سے میری کوئی دید و شنید نہیں ہے مگر مضمون کا انداز بیاں اور طرز تحریر اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ مولانا منجھے ہوئے قلمکار اور انشائیہ نگار ہیں، نثری ادب میں انھیں کافی ملکہ حاصل ہے، یہ مضمون تقریباً ۵ رصفحات پر مشتمل ہے، ان کے لفظوں، جملوں اور عبارتوں میں جو سادگی پائی جاتی ہے یہیں ان کی شخصیت کی زیبائش ہے اور یہ خوبی کسی بھی انسان کو اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب اس کے لکھنے کی عمر طویل ہوتی ہے یا پھر لکھتے لکھتے لکھتا ہے، فنی اعتبار سے یہ مضمون سوانحی خاکہ ہے جو حضور مفسر اعظم ہند کی پوری زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، ولادت پاک سے وصال پاک کے تمام حالات و کوائف اس میں سما گئے ہیں، مختصر مگر جامع انداز میں جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کی تاریخ اور اس کے زوال وارتقاء کی کہانی بھی بیان کر دی گئی ہے، اس مضمون میں وقت

رحلت کا جو منظر بیان کیا گیا ہے اسے پڑھتے وقت بڑا لطف آتا ہے آنکھوں کو نور اور دل کو سرور ملتا ہے وہ منظر آپ بھی خود مفتی محمد صابر صاحب کے لفظوں میں ملاحظہ کریں۔

☆... مولانا غلام جابر شمس پورنوی ڈاکٹر، محقق، مفکر اور مشہور اسلامک اسکالر ہیں، عروس البلاد ممبئی میں قیام پذیر ہیں، ان کی قلمی خدمات محتاج تعارف نہیں ان کی شخصیت ایسی ہے جو اندھیروں میں بھی چمکتی ہے اور ظلمتوں میں دکھائی دیتی ہے، جب لکھنے پر آتے ہیں تو لکھتے چلے جاتے ہیں اور اپنے لفظوں کے ذخیرے سے ایسے ایسے لفظوں کا انتخاب کرتے ہیں جن کے ذریعہ بآسانی یہ بات سمجھی جاسکتی ہے کہ خود ان کی شخصیت "جلوۂ صدرنگ" کی حیثیت رکھتی ہے، ماہنامہ سنی دنیا میں ان کے دو قلمی جواہر پارے دکھائی دیتے ہیں ایک کا عنوان "مسئلہ اذان ثانی کا تاریخی پس منظر" اور دوسرے کا "آہ! سید شاہ تراب الحق قادری" ہے پہلا عنوان قسط وار شائع ہو رہا ہے اور یہ پانچویں قسط ہے اور دوسرا مضمون حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری کے سانحہ ارتحال پر لکھا گیا ہے، فی الحال میں اسی دوسرے عنوان کے تعلق سے کچھ لکھنے جا رہا ہوں اس بارے میں، میں جو کچھ بھی لکھوں یہ مولانا کے مضمون کا حق استحقاق نہیں کہ ان کا مضمون بہت بلند ہے بلکہ میرا ایک حقیر سا تاثر ہے، یہ مضمون ۳؍صفحات پر مشتمل ہے اس میں کہیں مولانا کا تاثر ہے اور کہیں سفری تجربوں کی نچوڑ ہے، مولانا موصوف حضرت سید شاہ تراب الحق قادری کے سانحہ ارتحال پر جس غم و اندوہ، حزن و ملال سے دو چار ہیں اس کا اظہار عنوان کے لفظ "آہ" درج ذیل شعر سے

ہائے اے شہر خوباں کے شہریار
اے جلوۂ صدرنگ تو کہاں کھو گیا

کے لفظ "ہائے" سے ہوتا ہے مولانا کا پیش کردہ شعر بتاتا ہے کہ حضرت والا کو "شہر خوباں کے شہریار" اور "جلوۂ صدرنگ" سے تعبیر کیا گیا ہے اس میں شک نہیں کہ علامہ موصوف ان القاب و آداب کے صحیح معنی میں مصداق تھے مولانا نے انھیں القاب کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو فضا بندی کی ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، اس فضا بندی میں نرے استعارے اور رمز و کنایات پائے جاتے ہیں کوئی جملہ اور کوئی عبارت استعارہ سے خالی نہیں، مثال کے طور پر درج ذیل عبارت کا مطالعہ کریں:

"خاک ہند کی وہ صدرنگی کوند، جو حیدرآباد دکن کے افق سے چمکی تھی کراچی سندھ کے سرفلک جاکر شہاب ثاقب بن گئی۔ اور پھر ایک عمودی و عموقی نور مستطیل بن کر ربع مسکوں کے تمام آفاق پر چھا گئی، جس کی برستی روشنی سے سے ایشیائی ممالک کے درو دیوار، صحرائے افریقہ کے ریگزار و لالہ زار، یورپی مملکتوں اور ریاستوں کے دشت و کوہسار اور امریکی دیار و امصار کے بام و ایوان روشن و منور ہوئے، ہائے اے چکا چوند شہر کراچی کی صبح درخشاں کو ماند کرنے والی سرمئی شام! کتنی بے رحم ہے تو کہ اکیلے اپنی گود میں سمیٹ لیا اور اپنی آغوش میں چھپا لیا بازو میں دبوچ لیا، یہ تو نے کیسی ناانصافی کی، کیا تجھے خبر ہے کہ اس کی محبت اس کی عقیدت اور اس کی حسین ترین یادوں اور یادگاروں کے چراغ کتنے دل رنجور و مجبور نے اپنے صحن و آنگن میں جلا رکھے ہیں، آج تو قوم کی قوم سوگوار ہے ملک کا ملک ماتم کناں ہے۔" (سنی دنیا ص ۱۴)

اس عبارت کے ذریعہ مولانا نے اپنے حزنیہ جذبات کے اظہار و ترسیل کے لئے جو فضا تیار کی ہے اس میں بہت کچھ خوبیاں ہیں، رنج و غم کے ماحول میں اتنا شگفتہ اسلوب اور لفظیات میں قوس و قزح کی رنگینیاں بھر کر مولانا نے اپنی شخصیت کے جواہر پارے بکھیر دیئے ہیں، فکر و تخیل کے سہارے مولانا موصوف نے جن استعاروں کو پیش کیا ہے کوئی غیر معیاری استعارے اور گھسے پٹے استعارے نہیں ہیں بلکہ ان استعاروں میں مولانا کی شخصیت اور اس میں پائے جانے والے انوار و تجلیات، تجربات و مشاہدات اور حضرت شاہ تراب الحق علیہ الرحمۃ سے گہرے روابط کی نشاندہی ہوتی ہے، انھیں استعاروں سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا جس وقت اپنے اس مقالہ کو ضبط تحریر میں لا رہے تھے، اس وقت مولانا کا ذہن کہیں اور نہیں تھا بلکہ اپنے ممدوح کے ساتھ تھا، مکانی طور پر ساتھ نہ سہی مگر ذہن تو ان کے ساتھ تھا اور ان کے انوار و تجلیات اور کرم کی بارشوں سے سرشار دکھ رہے ہیں اور لکھتے ہی چلے جا رہے ہیں، مولانا کبھی ان کے اسن و جمال کی بات کرتے ہیں اور کبھی ان کی عنایتوں کا ذکر جمیل کرتے ہیں، ان کی گفتگو ان کا انداز بیاں اور ان کی نشست و برخواست کو بھی اپنے مقالے میں جگہ دیتے ہیں، ان کی تحریر کا ایک جملہ نپا تلا محسوس ہوا کرتا ہے، ان کا تذکرہ کیا جائے تو کس طرح کیا جائے ان کا پورا مضمون اس بات کی علامت ہے کہ برسوں مولانا کو یاد کیا جائے، مولانا کے مزاج میں انفرادیت پائی جاتی ہے، بہر حال میں ان کے اسلوب بیان کی تعریف کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا کے شگفتہ اسلوب میں مزید ترقی کرے۔

☆... دعوت و تبلیغ کے جدید ذرائع کتنے مفید کتنے مضر! نام کا مضمون بھی اچھا اور بہت اچھا ہے اور پڑھنے سے (بقیہ ص ۲۲؍ پر)

خیر وخبر

قاھرہ مصر میں عرس رضوی

هيئة الإسلامية العالمية للتعليم و التربية کی شاخ قاہرہ مصر کی جانب سے بروز بدھ ۲۰۱۶/۱۱/۲۳ کو نزد مدينة البعوث الإسلامية قاہرہ مصر میں عرس امام احمد رضا خان فاضل بریلوی حنفی قادری المعروف بہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ قاعة الفردوس میں نہایت تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا، جس میں متعدد مما لک کے تقریباً دوسو سے زائد طلبہ وطالبات شریک ہوئے، پروگرام کا آغاز فخر القراء حضرت حافظ وقاری بلال ہندی ازہری نے تلاوت قرآن پاک سے کیا اور حضرت مولانا قاضی خان ہندی ازہری صاحب نے نعت رسول اکرم ﷺ پیش کیا اور نقابت کے فرائض انجام دیتے ہوئے حضرت مولانا عمران ہندی ازہری صاحب نے حضرت مولانا مبارک حسین محمودی ازہری کو خطابت کے لئے اسٹیج پر آنے دعوت دی اور محمودی صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا تعارف پیش کیا، اس کے بعد حضرت مولانا سید حسنین ازہری صاحب نے بھی مختصر خطاب فرمایا، پھر اسکندریہ سے تشریف لائے ہوئے صوفی باصفا "شیخ علاء نعیمہ اسکندرانی ازہری حفظہ اللہ تعالیٰ کا "امام احمد رضا قادری اور عشق رسول اکرم صل ﷺ" پر مختصر اور جامع خطاب ہوا ،آپ نے فرمایا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ سچے عاشق رسول اکرم ﷺ تھے اور آپ کے بہت سے رسالے اس پر شاہد ہیں۔ پھر پروگرام کے روح رواں امیر المومنین فی الحدیث حافظ صحاح ستہ "محمد ابراہیم عبد الباعث الکتانی الحسینی حفظہ اللہ تعالیٰ" کو نقیب نے خطابت کے لیے دعوت دی ،آپ نے "امام احمد رضا قادری اور رد باطل افکار ونظریات" کے عنوان پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ دور جدید میں مسلمانوں کے درمیان سب سے خطرناک فتنہ، بھیانک جراثیم اور زہر ہلال بنام اسلام" باطل افکار ونظریات" کا ہے جن کی وجہ سے دہشت گرد تنظیموں کا جنم ہوتا ہے اور اسلام دشمن طاقتیں ان کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرتی ہیں اور یہ تنظیمیں سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام کے نام پر استعمال کرتی ہیں، جیسا کہ داعش وغیرہ اور آج ان فتنوں کی وجہ سے پوری امت مسلمہ کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ نے بہت پہلے ان فتنوں سے آگاہ فرما دیا تھا اور امت مسلمہ کے سامنے اہل سنت و الجماعت کے صحیح عقائد، معمولات اور افکار ونظریات کو پیش کیا تاکہ امت مسلمہ "باطل افکار ونظریات" سے بچ سکے، امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے جس موضوع پر جو بھی رسالے لکھے ہیں اس موضوع کا حق ادا کر دیا ہے اور رد فرقہائے باطلہ فرما کر اہل سنت والجماعت کو ہائی جیک ہونے سے بچالیا اور فقہ حنفی کی عظیم خدمات کو انجام دیا، پھر آپ نے تمام حاضرین کو" سند حدیث" کی اجازت بھی دی۔

آخر میں کلیدی خطبہ محقق عصر مستشار شیخ الأزہر الشریف" ڈاکٹر محمد عبد الصمد مہنا حفظہ اللہ تعالیٰ" نے پیش فرمایا آپ نے" امام احمد رضا خان قادری اور تصوف" کے عنوان پر خطاب فرماتے ہوئے فرمایا کہ" تصوف کے مآخذ قرآن وسنت ہیں اور ان کے بغیر تصوف کی کوئی حقیقت نہیں ہے اور جب قرآن وسنت میں تاویلات کر کے ان کو سیاسی یا دنیاوی مصالح کے لیے استعمال کیا گیا تو اسلام کو حاکم کی جگہ محکوم بنا دیا گیا تو ایسے حالات میں" الأزہر الشریف" نے امت مسلمہ کو "اعتدال ووسطیت" کا منہج دیا تا کہ اسلامی نصوص کا صحیح استعمال کیا جا سکے اور امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ نے بھی اپنے دور میں اعتدال و وسطیت کے منہج کو اختیار فرما کر ہر مسئلہ کا حل علمی طریقے سے" نصوص اسلامی" کی روشنی میں پیش فرمایا اور صوفیاء کرام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے طریقے کو اختیار کیا جو کہ صراط مستقیم ہے۔

اس کے بعد حضرت مولانا وحید الزمان ازہری صاحب قبلہ(ریسرچ اسکالر ازہر یونیورسٹی) نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور هيئة الإسلامية العالمية للتربية والتعليم کے صدر مصلح قوم وملت حضرت مولانا شہنواز مصباحی ازہری نے صلاۃ وسلام کا ہدیہ پیش فرمایا اور شیخ نعیمہ اسکندرانی حفظہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں پر پروگرام اختتام پذیر ہوا اور راقم الحروف نے مصر سے شائع ہونے والی کتاب" حياة العلامة الشيخ عبد العليم الميرتي الصديقي القادري: مؤلف ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی" آنے والے مہمانوں کی خدمت میں پیش کی، اس کے علاوہ "انصاف الإمام :مؤلف خالد ثابت" کو تنظیم کی طرف سے تمام طلبہ و طالبات اور حاضرین کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اس پروگرام کے اراکین اور ممبران بالخصوص حضرت مولانا اشرف جیلانی ازہری، حضرت قاری بلال ازہری، حضرت مولانا مبارک محمودی ازہری، حضرت مولانا آفتاب ازہری، حضرت مولانا توفیق ازہری اور مولانا ذیشان حنفی وغیرہ حضرات انتظام وانصرام کی ذمداریوں کو بحسن وخوبی نبھائے۔

رپورٹ: محمد عباس مصباحی، الأزہر یونیورسٹی، قاہرہ مصر

کیرالا میں یادِ رضا کی چمک دمک

کیرلا کاسر گوڈ ہند کی عظیم درسگاہ" جامعہ سعدیہ عربیہ" میں طلبہ کی اجتماعی کوششوں سے "یادِ رضا" کے نام (بقیہ ص ۳۰/پر)

बिल्लाह ईमान बिलरिसालत और ईमान बिलकद्र का होना ज़रूरी है इसके अलावा आमिल को शिर्क से मुबर्रा होना चाहिए। रिज़्के हलाल कमाना चाहिए। हुज़ूर सल–ल्लाहो अलैहि वस–ल्लम से महब्बत रखनी चाहिए। इबादत का खास ख्याल रखना चाहिए। अक्सर बा वज़ू रहना चाहिए। ज़ाहिरी और वातिनी तहारत की पाबंदी भी ज़रूरी है। पाँचो वक्त की नमाज़ की पाबंदी से भी वज़ायफ की तासीर बढ़ जाती है। इसके अलावा तहज्जुद की नमाज़ का एहतमाम भी ज़रूरी है। और अवराद–व–वज़ायफ पढ़ते वक्त खुशू व खुज़ू भी कायम रखना चाहिए ताकि रिक्कते कल्ब पैदा हो और अमल बारगाहे रब्बुल इज्ज़त मे दर्जा कबूलियात पा जाये। अमल शुरू करने से पहले सदका व खैरात करना भी ज़रूरी है। हराम से इजतनाब करना चाहिए अगर पढ़ने वाले में मिस्कीन नवाज़ी,ईसार, सब्र, और सदाकत की खूबियाँ भी पैदा हो जाएँ तो उसके लिए बहुत बेहतर होगा बहरहाल हज़रत गौसे आज़म के बयान करदा शरायत पर वज़ीफा पढ़ने से पहले अमल कर लेना बहुत अच्छा है। (मुनाकिब तय्यब)

हज़रत जाफर बिन सईद बगदादी का कहना है कि रबीउल अव्वल 541 हि0 मे हज़रत सय्यद अब्दुल कादिर जीलानी (रहमतुल्लाह अलैह) की खिदमत अक्दस मे जब मै हाज़िर हुआ तो आपकी ज़िन्दगी का यह वा दौर थ कि आप खिदमते खल्क मे मसरूफ थे। आपकी ज़ात अक्दस को आसमाने अज़्मत के सितारों मे महर दरख्शाँ की हैसियत हासिल थी। कुतबीयते किबरा का मर्तबा आपको हासिल हो चुका था आप भटके हुए लोगों को राह हिदायत पर ला रहे थे। मैने अर्ज़ किया कि हज़रत आप मुझे ऐसा अमल बता दें जो मेरे लिए दीन व दुनिया मे बेहतर हो। आपने फरमाया कि अपने आप को सब्र का आदी बना ले। तौहीद से मुहब्बत कर हमेशा पाक व ताहिर रह। नमाज़ तहज्जुद से गफलत न हो। इबादत मे खुशू व खुज़ू पैदा कर सदका व खैरात मे ताखीर न कर। कुरआन पाक और सुन्नत पर अमल कर। माले हराम से इजतनाब कर। ज़िक्रे इलाही से महब्बत कर। अदबे रसूल (सल्लाहो अलैहि वसल्लम) को अपनी ज़िन्दगी का मकसद बना ले।सदाकत और रियाज़त से काम ले उसके बाद तेरा हर अमल बड़ा मोअस्सर हो जायगा।

हज़रत सय्यद अब्दुल कादिर जीलानी (रहमतुल्लाह अलैह) के चन्द वजायफ मनदर्जा ज़ैल हैं।

सलाते गौसिया और फरयाद रसी

अबु–अल–मुआली का बयान है कि जब मैंने वाकि़या शेख़ अबु–अल–हसन अली जनाज़ से बयान किया तो उन्होने फरमाया के मैने शेख अबु–अल–कासिम उमर बजाज़ की ज़बानी सुना है उन्होने कहा कि मैने हज़रत सय्यदी शेख अब्दुल कादिर जीलानी (रहमतुल्लाह अलैह) से सुना: आप ने फरमाया कि जो शख्स किसी मुसीबत मे मुझ से फरियाद रसी चाहता है वो मुसीबत उससे हटा ली जाती है और जो शख्स किसी तकलीफ से मुझे मेरे नाम से पुकारता है वो तकालीफ उससे उठा ली जाती है और जो शख्स अपनी किसी हाजत मे अल्लाह तआला के हुज़ूर मेरा तवस्सुल इख्तियार करता है उसकी वो हाजत पूरी कर दी जाती है और जो शख्स दा रकअत नमाज़ पढ़े। हर रकअत मे फातिहा के बाद ग्यारह मर्तबा सूरह इख्लास पढ़े फिर रसूलअल्लाह सल–ल्लाहो अलैह वसल्लम पर दुरूद व सलाम भेजे और आपका जिक्र करे। उसके बाद ईराक की जानिब ग्यारह कदम चले और मेरा नाम लेकर अपनी हाजत तलब करे तो अल्लाह के फ़ज़्लो करम से उसकी वो हाजत पूरी कर दी जाएगी।

□□□

वज़ायफ़े ग़ौसिया, सलाते ग़ौसिया और फ़रयाद रसी

पेशकशः अतीक़ अहमद हशमती, आई०टी० हेडः सी०आई०एस० जामियातुर्रज़ा, बरेली शरीफ़

इब्तिदाई हालात

हज़रत सय्यद अब्दुल कादिर जीलानी रह० अ० नजीब–उल–तरफेन सय्यद हैं जैसा कि पहले बयान कर दिया गया है कि आप के वालिद का नाम सय्यद अबु सालेह मसा (रह० अ०) और वालिदा माजिदा का नाम पाक उम्मुलखैर फातिमा और उनका लकब अमत–लजब्बार था।

नाम व कुन्नियतः– हज़रत गौसे आज़म (रह० अ०) का अस्ल नाम हज़रत सय्यद अब्दुल कादिर जीलानी है। मुसलिमीन मे आप मेहबूबे सुब्हानी,गौस–उल–सकलैन और गौस–उल–आज़म के नाम से मशहूर हैं।

सिलसिला नसबः–आप का सिलसिला नसब वालिद माजिद की तरफ से ग्यारह वास्तों से और बवास्ताए मादर मोहत्रमा चौदह वास्तों से अमीर–उल–मोमिनीन हज़रत अली करमल्लाहो वजह तक पहुँचता है। आप वालिद माजिद की निसबत से हसनी हैं और सिलसिला नसब यूँ है।

सय्यद मुहीउददीन अबु मोहम्मद अब्दुल कादिर बिन सय्यद अबु सालेह मूसा जंगी दोस्त बिन सय्यद अब्दुल्लाह बिन सय्यद यहिया ज़ाहिद बिन सय्यद मोहम्मद शम्सुददीन ज़कया बिन सय्यद अबुबकर दाउद बिन सय्यद मूसा सानी बिन सय्यद अब्दुल्लाह सानी बिन सय्यद मूसा जून बिन सय्यद अब्दुल्लाह महेज़ बिन सय्यद इमाम हसन मसना बिन सय्यद इमाम हसन बिन सय्यदना अली (रजी अल्लाह अन्ह) ।

आप वालिदा माजिदा की निसबत से हुसैनी हैं और सिलसिला नसब यूँ है।

सय्यद मुहीउददीन अबु मोहम्मद अब्दुल कादिर बिन अमतुलजब्बार बिन्ते सय्यद अब्दुल्लाह सोमअई बिन सय्यद अबु जमाल बिन सय्यद मोहम्मद बिन सय्यद महमूद बिन सय्यद अबु–अल–अता अब्दुल्लाह बिन सय्यद कमालु–ददीन ईसा बिन सय्यद अबु अलाउददीन मोहम्मद जव्वाद बिन इमाम सय्यद अली रज़ा बिन इमाम मूसा काज़िम बिन इमाम जाफर सादिक बिन इमाम मोहम्मद बाकर इब्ने ज़ेनुल आबेदीन बिन इमाम अबु अब्दुल्लाह हुसैन बिन अमीर–उल–मोमिनीन अली अलमुर्तज़ा (रजी अल्लाह अन्ह)।

हज़रत मौलाना जामी (रहमतुल्लाह अलैह) जनाब गौसे आज़म (रहमतुल्लाह अलैह) के आली मरतबत नसब का जिक्र इस तरह करते हैं। आँ शाह सरफराज़ के गौस–उल–सकलैन अस्त दरअस्ल सही–उल–नस्बेन अज़ तरफेन अस्त।

(वो बड़े मर्तबे वाले बादशाह जो गौस–उल–सकलैन के नाम से मशहूर है वो हकीकत मे नसब के लिहाज़ से नजीब–उल–तरफैन सय्यद है।वालिद माजिद की तरफ से आपका सिलसिला नसब हज़रत इमाम हसन रज़ी अल्लाहो अन्ह से और वालिदा माजिदा की तरफ से आपका सिलसिला नसब हज़रत इमाम हुसैनी रज़ी अल्लाहो अन्ह से मिलता है।)

वज़ायफ़े ग़ौसिया

हज़रत शेख वजीहा बगदादी (रहमतुल्लाह अलैह) का बयान है कि एक मर्तबा मै ने हज़रत सय्यद अब्दुल कादिर (रहमतुल्लाह अलैह) से अवरादो वज़ायफ और उनकी तासीर के बारे मे दरयाफत किया तो हज़रत शेख अब्दुल कादिर जीलानी (रहमतुल्लाह अलैह) ने फरमाया के आमाल व वज़ायफ की तासीर बरहक है मगर वज़ीफा पढ़ने वाले मे आला दर्जे का ईमान

हिज़्बुल नस्र,हिरज़ुल अमेरैन, हिरज़ुल यमानी, दुआए मुग़नी, दुआए हैदरी, दुआए इज़राईली, दुआए सुरयानी, क़सीदए ग़ौसिया, सलातुल असरार, क़सीदा बुरदा वग़ैरा वग़ैरा।

सवाल न. 26 : उलमाए अरब के नाम बताइये जिन्हें उनकी फ़रमाइश पर आलाहज़रत ने वतने अज़ीज़ वापसी के बाद सनदात इरसाल फ़रमाई थीं?

जवाब : शैख़ उमर इब्ने हमदानुल मुहरसी, सय्यद मामूनुल बरी, और शैख़ुद दलाइल शैख़ मुहम्मद सईद वग़ैरा।

सवाल न. 27 : मारहरा शरीफ़ के उन बुज़ुर्ग का नाम बताइये जिनके पास आँ हज़रत का मू–ए मुबारक था?

जवाब : हज़रत सय्यद शाह बरकत उल्लाह।

सवाल न. 28 : बताइये इमाम अहमद रज़ा ने सय्यद शाह बरकतुल्लाह का ज़िक्र अपने मंज़ूम शजरा में किस तरह किया है?

जवाब : दीन व दुनिया की मुझे बरकात दे बरकात से।

सवाल न. 29 : बताइये इमाम अहमद रज़ा ख़ानवादाए बरकातिया के इरादत केशों में कब शामिल हुए थे?

जवाब : जमादुल अव्वल 1294 हिजरी 1877 ईसवीं में।

सवाल न. 30 : बताइये इमाम अहमद रज़ा का शजराए तरीक़त कितने वास्तों से सय्यिदना ग़ौसे आज़म जीलानी से जा मिलता है?

जवाब : 20 वास्तों से।

सवाल न. 31 : बताइये इमाम अहमद रज़ा का शज राए आलिया क़ादरिया कितने वास्तों से आँ हज़रत सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम तक जा पहुँचा है?

जवाब : 37 वास्तों से।

सवाल न. 32 : इमाम अहमद रज़ा के पीरो मुरशिद का नाम बताइये?

जवाब : सय्यिदना शाह आले रसूल रदियल्लाहु तआला अन्हु।

सवाल न. 33 : बताइये सय्यिदना शाह आले रसूल रदियल्लाहु तआला अन्हु किसके मुरीद व ख़लीफ़ा थे?

जवाब : सय्यिदना शाह हुज़ूर आले अहमद अच्छे मियाँ रदियल्लाहु तआला अन्हु के।

सवाल न. 34 : बताइये बैअत होते वक़्त इमाम अहमद रज़ा की उम्र कितनी थी?

जवाब : सन् ईसवीं के मुताबिक़ 22 साल और सन् हिजरी के मुताबिक़ 23 साल।

सवाल न. 35 : मुहल्ला ज़ख़ीरा बरेली की उस मारुफ़ ख़ानक़ाह का नाम बताइये, जहाँ इमाम अहमद रज़ा अकसर तशरीफ़ ले जाते थे?

जवाब : ख़ानक़ाए अशरफ़िया।

सवाल न. 36 : बताइये जब इमाम अहमद रज़ा, शाह आले रसूल मारहरवी से बैअत हुए तो उस वक़्त आपके हमराह आपके ख़ानदान के एक बुज़ुर्ग भी बैत हुए थे बताइये वह कौन थे?

जवाब : आपके वालिदे माजिद मौलाना नक़ी अली ख़ाँन।

सवाल न. 37 : मक्का मुअज़्ज़मा के उन बुज़ुर्ग का नाम बताइये जो बग़ैर किसी ताआरुफ़ के इमाम अहमद रज़ा को अपने घर ले गये, देर तक उनकी पेशानी थामे रहे और फ़रमाया इन्नी लअजेदु नूरल्लाहे मिन हाज़ल जबीन।

जवाब : शैख़ हुसैन इब्ने सालेह शाफ़ी।

सवाल न. 38 : इमाम अहमद रज़ा को सिलसिलाए क़ादरिया की इजाज़त व नीज़ सिहा सित्ता की सनद, अपने दस्तख़्त ख़ास सुज़ुर्ग ने मरहमत फ़रमाई थी?

जवाब : शैख़ हुसैन इब्ने सालेह शाफ़ी ने।

सवाल न. 39 : ''रुह क्या शाय है'' के मौज़ू पर इमाम अहमद रज़ा की कौन सी तहरीर हमारी रहनुमाई करती है?

जवाब : بوارق تلوح من حقیقۃ الروح

सवाल न. 40 : बताइये यह किताब कब और किस ज़बान में लिखी गई?

जवाब : 1311 हिजरी को अरबी ज़बान में।

सवाल न. 41 : ख़ास तसव्वुफ़ के मौज़ू पर इमाम अहमद रज़ा ने उर्दू ज़बान में दो किताबें तसनीफ़ फ़रमाईं हैं, क्या आप उनके नाम बता सकते हैं?

जवाब : کشف حقائق واسرار دقائق، التلطف بجواب مسائل التصرف۔

* * *

जारी है---

किस्त–9

आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा क्विज़

मुरत्तिबः प्रो० हाफ़िज़ मोहम्मद शकील औज, कराची यूनिवर्सिटी, कराची
पेशकशः मोहम्मद आमिल हुसैन, बाजार संदल खाँ बरेली शरीफ़

सवाल न. 11 : बताइये अलाहज़रत दूसरी बार गंज मुरादाबाद कब तशरीफ़ ले गये थे?
जवाब : 1324 हिजरी को।
सवाल न. 12 : बताइये इस मर्तबा सफ़र की ग़रज़ व ग़ायत क्या थी?
जवाब : आपके ख़लीफ़ा मौलाना अब्दुल वाहिद की शादी का सिलसिला।
सवाल न. 13 : बताइये इस मर्तबा आलाहज़रत का क़ियाम कितने दिन रहा?
जवाब : सिर्फ़ दो दिन।
सवाल न. 14 : बताइये इस मर्तबा आलाहज़रत, मौलाना फ़ज़्लुल रहमान से क्यूँ नहीं मिले?
जवाब : इसलिए कि उनका इंतेक़ाल हो चुका था?
सवाल न. 15 : बताइये शाह फ़ज़्लुल रहमान गंज मुरादाबादी के आबाओ अजदाद कहाँ के रहने वाले थे?
जवाब : ईरान के।
सवाल न. 16 : बताइये शाह फ़ज़्लुल रहमान गंज मुरादाबादी की उम्र कितनी थी?
जवाब : सौ बरस से ज़्यादा।
सवाल न. 17 : बताइये आलाहज़रत के किन दो मशहूर मुआसिर के मज़ारात पीलीभीत में हैं?
जवाब : वसी अहमद मुहद्दिस सूरती, शाह जी मुहम्मद शेर मियाँ साहब।
सवाल न. 18 : बताइये आलाहज़रत की रुहानी हुकूमत का मरकज़ी मक़ाम कहाँ था?
जवाब : बरेली शरीफ़।
सवाल न. 19 : बरेली शरीफ़ के उन दो साहिबे मज़ार के नाम बताइये, जहाँ आलाहज़रत फ़ातिहा ख़्वानी के लिए जाया करते थे?
जवाब : हज़रते शाहदाना रहमतुल्लाहि तआ़ला अ़लैह और हाफ़िज़ुल मुल्क हाफ़िज़ रहमत ख़ाँन अलैहिर्रहमह।
सवाल न. 20 : बरेली के वह कौन से शहीद बुज़ुर्ग थे जिनकी रुहानी अज़मतों का तज़किरा आलाहज़रत भी किया करते थे?
जवाब : हज़रत शाह नियाज़ अहमद चिशती निज़ामी।
सवाल न. 21 : आलाहज़रत को जिन सलासिले तरीक़त में इजाज़त हासिल थी उनके नाम बताइये?
जवाब : (1) क़ादरिया बरकातिया जदीददिया (2) क़ादरिया अबाइया क़दीमियाँ (3) क़ादरिया अहदलिया (4) क़ादरिया रज़्ज़ाक़िइया (5) क़ादरिया मुनव्वरिया (6) चिश्तिया निज़ामिया क़दीमिया (7) चिश्तिया महबूबिया जदीदया (8) सोहरवर्दिया वाहीदिया (9) सोहरवर्दिया फ़ज़्लिया (10) नक़्शबन्दिया आलाइया सिद्दीक़िया (11) नक़्शबन्दिया अलाइया अलविय्यह (12) बदीइया (13) अलविय्यह मनासिया वग़ैरा वग़ैरा।
सवाल न. 22 : बताइये इन सलासिले तरीक़त की तफ़सीर किस किताब में दर्ज है?
जवाब : الاجازت المتینہ में
सवाल न. 23 : बताइये "" किसकी मुरत्तब करदा है?
जवाब : मौलाना हामिद रज़ा खाँन की।
सवाल न. 24 : अलावा सलासिले तरीक़त के आला हज़रत को मुसाफ़िहात अरबअ़ह की सनदात भी मिली थी, आप नाम बता दीजिए?
जवाब : (1) मुसाफ़हतुल जिन्निया (2) मुसाफ़हतुल ख़ज़रिया (3) मुसाफ़हतुल मामरया (4) मुसाफ़हतुल मनामिया।
सवाल न. 25 : इन मुसाफ़िहात व इजाज़ात के अलावा मुख़्तलिफ़ अज़कार, अशग़ाल व आमाल वग़ैरा की भी आलाहज़रत को इजाज़त हासिल थी, बतौर मिसाल आप बाज़ के नाम बताइये?
जवाब : ख़वासुल क़ुर्आन, असमाए इलाहिया, दलाइलुलख़ैरात, हिस्ने हसीन, हिज़्बुल बहर, हिज़्बुल बर्र,

whether the words of Deobandis are conforming to this standard? Not on any account. It is clear from his very admitting declarations, which have gone by many times.

On the contrary to this, through his own admission, he says that the statement of the revivalist of Islam Imam Ahmed Raza is neither contradictory to the evidentiary text of the Qur'an-o-Sunnah, nor contrary to the coalition of the Ummah, but that it conforms to the standard declared by him:

"as we have seen, Ahmed Raza's position is neither against decisive scriptural texts, "for such text are not "decisive" but rather interpretable as being prior in time to others that abrogate them, nor "without proof", since his position is borne out by numerous intersubstantive rigorously authenticated (Sahih) hadiths, nor "proceeding solely from false analogy", for it rather proceeds from the Prophet's very words (Allah bless Him and give Him peace) in these Hadiths." (Page: 28)

Again, later supporting Imam Ahmed Raza, he is saying in refutation and negation of Khalil Ahmed as follows: "moreover, it is difficult to see how the attribute of knowledge that Khalil Ahmed ascribes to Satan and the angel of death should become "Shirk" when affirmed of the Message of Allah (Allah bless Him and give Him peace): either it is a divine attribute that is shirk to ascribe to any creature, or it is not".

In spite of this, he still says that it was a mistake by A'la Hazrat to consider deobandis as kaafir.

Accordingly, he is writing: "his fatwa of kufr against the deobandis, however, was a mistake" He falsified many times the words of deobandis, yet he supported them not to be counted in the category of kufr, by saying as follows: "…they were not kufr".

Is it not contradiction into contradiction? Is it not the cancellation of the standard appointed by him, and is he not being firm on the same statement as follows: "no position upon which one scholar may disagree …?"

Even then, is there any doubt to that, he takes the opposition (difference) by Ulama as an excuse? So, what then happens in regard to the coalition (Ijma)? (Does it mean that) if the clear negation of Qur'an and Sunnah takes place, even then the opposition (difference) should be considered as being valid? That is why he has said before absolutely without any condition: "because the evidence from the Quran, Hadith or human reason (as opposed to emotive preference)"

Whatever the author has said in order to defend Qasim Nanotvi, has been refuted before in the manner of our Question. That is, in brief, that there is no interpretation in the meaning of "خاتم النبیین" on which the testimony has passed and through the other books giving the synonymous meaning to this, where in the content of Al Iqtisad is declared. The argument was thus adduced against the author. And refusal of the probability in person, bearing the meaning of خاتم النبیین in mind was clarified, that the occurring likelihood is very clear through the words of Nanotvi, through which it was refuted to consider it as impossible. (MUMTINAA BIL GHAIR)

(Cont..........)

The author saying as follows:

"No position upon which one scholar may disagree with another because of evidence from the Quran, Hadith, or human reason (as oppose to emotive preference) may be a criterion for faith or unfaith (Kufr), provided it is a scholarly position".

Now the spectators should declare, what is the sense of his own statement: "...because of evidence from the Qur'an, Hadith or human reason (as oppose to emotive preference)....." Is it not only to say, that in case the opposition takes place, no authority of argument will be regarded, even if should it be based on the clear evidence for Qur'an and Sunnah? And (according to him, doesn't it mean) that the opposition is considerable in all manners, even if it should be violating the testimony from Qur'an and Sunnah? That is why he said. "No position upon which one scholar may disagree with another .....May be a criterion for faith or unfaith", and here, he kept it absolute, and made it clear about the opposition to be regardable at all events. Again, he presented a prerequisite here and said in order to explain this paragraph methodically. "Provided it is a scholarly position, minimally meaning that:

(a) It is not based on a fanciful interpretation of the Qur'an or Sunnah that violates the grammar or diction of the Arabic language.
(b) It does not contradict some other evidentiary text that is both .....
(c) It does not violate Ijma or "scholarly consensus "...
(d) And it does not violate on a fortiori analogy from either (b) and (c).

And he made it clear through this condition that the opposition is not considerable in case it is based on a fanciful interpretation of the Qur'an or Sunnah that violates grammar or diction of the Arabic language. It does not contradict some other evidentiary text.

It does not violate ijma or scholarly consensus "....

And again he made it very clear through his statement, that whatever assertion comes up to this standard (which he has stipulated above), it is that only which is corresponding to Qur'an-o-Sunnat, and the Arabic grammar, and the coalition of Ummah, and this only must be believed in. And whatever doesn't conform to this level, there is no look at it and infact the appointed standard is: He who refutes the evidence of Quran and Sunnah, is he whose assertion should not be based on scholarly position but based on the fanciful interpretation of Qur'an or Sunnah which results in the negation of Arabic grammar or diction, contradict some other evidentiary text, violates ijma or "scholarly consensus."

Spectators should look at both the words beside each other and see what a meeting of absolute and non-absolute this is! He himself is appointing the standard through the last remarks and then breaking it himself through the earlier mentioned remarks, by saying: "no position upon which one scholar may disagree ...."

Now, let us just suppose it is conditional in sight of the last remarks by him and let's suppose that this standard is agreeable to him as well.

However, the author must declare

A just answer to the biased Author

REFLECTING THE TRUE MEANING OF "IMAN, KUFR AND TAKFEER"

By: Taajush Shariah Allama Mufti Muhammad Akhtar Raza Khan Qadri Azhari (Allah Preserve him)

Part (11)

(Cont..........)

Some words by the author have been mentioned prior, the summary of which is that he admitted that such words of disrespect were indefensible and Muslims would have found his words repugnant and unacceptable. Is it not an agreement to the fact that the mentioned words of deobandis are topmost clear, where in no there is no likelihood of other meanings i.e. fixed to the infidelity meaning, yet even then, that is not kufr and deobandis are not kaafir, because according to the author "…..They were not kufr, because the intention behind them was not to insult the Prophet (Allah bless him and give him peace)…"

Every Just (person) is invited to consider this clear affirmation and the author must declare whether it is notifying only, even if should the statement not only be clear in the sense of infidelity but fixed, which can't be interpreted by the first person and his pleader (legal representative), declaring it not defendable and has to go admitting that there can be no interpretation to it, (so) even then is the intention required?

Unless that is not known in the style of the author, neither the statement will be counted as the category of kufr, nor will the speaker be regarded as kaafir, even though the intention is clear in this case. Is this not to support stubborn infidelity, or is it not giving leave to an obstinate kaafir? It must be said, whether it is not in advance, participation in the obstinacy by considering false to be false and then still going along with the obstinate. Then, what specialty is there regarding the deobandis? Why mustn't the shia and Qadiyanis be granted leave, on the basis of not having any intention of rudeness? Intention means belief by heart. Neither will anyone (just) declare his intention, nor will one's intention (simply)be known. Thereafter, how then should any statement be considered kufr, even if it is as clear as it should be (as the intention will not be simply known according to the author)?

Is it not to put an end to the distinction between kufr and Iman? It must be asked whether it is not to keep the ruling of Deen unsafe, or is it not destroying the school of all Theologians (Fuqaha) and scholars?

What excuse of the Ulama's opposition (difference of the UlamaIkhtilaaf-e-Ulama) is this, through whi- ch all the precepts of the Ulama became ineffective? The consequences of taking the opposition by the Ulama as an excuse, is clear through our ques- tion. In this connection, the author wrote two statements. Probably the com- ment on the first phrase is left out.

Now we should ask spectators gathering both the phrases, what do they think through the meeting of both?

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN-243003

Editor, Printer, Publisher & Proprietor : Asjad Raza Khan

Tittle Code : UPMUL00639
RNI Reference. No. : 1279986

Per Copy : Rs. 20.00
Per Year : Rs. 250.00



سنی دنیا کی نئی ٹیم اور جماعت رضائے مصطفیٰ کی پیہم کاوشوں کے نتیجہ میں دن بدن بڑھتے رسالہ کے ممبران کی تعداد پر

حضور تاج الشریعہ کا اظہار مسرّت

شہزادۂ گرامی حضرت علامہ عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی نے راقم الحروف سے فرمایا: جب میں نے ابا کو بتایا کہ صرف چند ماہ کی کاوشوں میں ماہنامہ سُنّی دُنیا کی تعداد ماشاء اللہ چوگنی کے قریب پہنچ گئی ہے تو آپ از حد مسرور ہوئے، مزید میں نے بتایا کہ اس سلسلے میں نئے مدیر، ان کی پوری ٹیم اور جماعت رضائے مصطفیٰ کی چند شاخوں کا اہم رول ہے، یہ سن کر تاج الشریعہ سبھی معاونین وممبران بالخصوص جماعت رضائے مصطفیٰ کی سرگرم شاخوں کے اراکین کے لئے دیر تک دین و دنیا کی بھلائی، کامیابی اور کامرانی کی خصوصی دعا فرماتے رہے۔

الحمدللہ! دن بدن بڑھتی سنّی دنیا کی مقبولیت اور اس کے لئے ملک میں پھیلی جماعت رضائے مصطفیٰ کی شاخوں کے ممبران جس جگرسوزی کا مظاہرہ کر رہے ہیں، اس سے شہزادۂ گرامی بھی بے حد خوش ہیں، مزید جماعت کی ان شاخوں سے جو اب تک اس سلسلے میں سرگرم نہیں ہوئے ہیں، ان سے امید قوی رکھتے ہیں کہ وہ بھی اس سلسلے میں اپنی کوششوں کا آغاز کردیں تاکہ ماہنامہ سنی دنیا جلد از جلد گھر گھر پہنچ کر فروغ اہل سنت کے لئے امام اہل سنت کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا فریضہ انجام دے سکے۔



مولائے کریم حضور تاج الشریعہ کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے تاکہ ہم خادمان مسلک اعلیٰ حضرت آپ کے جلوۂ زیبا کی زیارت سے حوصلوں کی خیرات لیتے ہوئے آپ کی دعاؤں کے سائے میں بے وخطر دین وسنت کی خدمت انجام دیتے رہیں۔

सुन्नी दुनिया की नई टीम और जमात-रज़ाये-मुस्तफ़ा की पैहम काविशों के नतीजे में दिन-ब-दिन बढ़ते रिसाले के मेम्बरान की तादाद पर

हुज़ूर ताजुश्शरीआ का इज़्हारे मसर्रत

शहज़ाद-ए-गिरामी हज़रत अल्लामा असजद रज़ा ख़ाँ क़ादरी ने राक़िमुल हुरूफ़ से फ़रमाया: जब मैंने अब्बा को बताया कि सिर्फ़ चन्द माह की काविशों में **सुन्नी दुनिया** की तादाद माशा अल्लाह चौगुनी के क़रीब पहुंच गई है तो आप अज़हद मसरूर हुए। मज़ीद मैंने बताया कि इस सिलसिलें में नये एडीटर, उनकी पूरी टीम और जमात रज़ाये मुस्तफ़ा की चन्द शाखों का अहम रोल है। ये सुनकर ताजुश्शरीआ सभी मुआवेनीन व मेम्बरान ख़ासकर जमात रज़ाये मुस्तफ़ा की सरगर्म शाखों के अराकीन के लिए देर तक दीनो-दुनिया की भलाई, कामयाबी और कामरानी की ख़ुसूसी दुआ फ़रमाते रहे।



अल्हम्दु लिल्लाह सुन्नी दुनिया की बढ़ती मक़बूलियत और इसके लिए मुल्क में फ़ैली जमात रज़ाये-मुस्तफ़ा की शाखों के मेम्बरान जिस जिगरसोज़ी का मुज़ाहिरा कर रहे हैं उससे शहज़ाद-ए-गिरामी भी बेहद खुश हैं और मज़ीद जमात की उन शाख़ों से जो अब तक इस सिलसिले में सरगर्म नहीं हैं उनसे उम्मीद रखते हैं कि वह भी इस सिलसिले में जल्द से जल्द अपनी कोशिशे शुरू करेंगे।

راقم محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی
مدیر: ماہنامہ سنی دنیا و مفتی: مرکزی دارالافتاء بریلی شریف

मुहम्मद अब्दुर्रहीम नश्तर फ़ारुक़ी, एडीटर सुन्नी दुनिया

FAIZA PRINTERS, BLY
ARSHI - 9368643470

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ

سُنّی دُنیا

بریلی شریف

جمادی الآخر ۱۴۳۸ھ مطابق مارچ ۲۰۱۷ء

- اعلیٰ حضرت ہی نقطۂ اتحاد؟ کیوں اور کیسے؟
- کنز الایمان سے تنویر القرآن تک
- وطن سے محبت اور حافظ ملت
- علم حدیث میں تاج الشریعہ کی خدمات





کیا بھول گئیں عورتیں! اس دورِ وحشت کو؟

دعا بعد نماز جنازہ! احادیث کی روشنی میں

اسلام میں نکاح وطلاق

چیف ایڈیٹر

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر

مولانا محمد عبدالرحمٰن [illegible] فاروقی

ماہنامہ سنی دنیا کا تاریخ ساز کارنامہ — غریب نواز نمبر

زبدۃ العارفین، امام الواصلین، خواجۂ خواجگان، سلطان ہندوستان، عطائے رسول، شیخ المشائخ حضور سیدنا خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری ثم اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات وخدمات پر ایک دستاویزی پیش کش، دنیائے سنیت کے مشہور ومعروف اصحاب علم ودانش اور ارباب فکر وفن کے جدید تحقیقی اور معلومات افزا مقالات کا انتہائی جامع اور حوالہ جاتی گلدستہ، مشاہیر شعرائے اسلام کے تازہ ترین کلام سے آراستہ، چشتیت اور رضویت کے قدیم رشتوں کا مظہر، غریب نواز کے آثار وتبرکات کی تصویری جھلکیاں اور وہ دیگر سارے لوازمات جو ایک معیاری نمبر کے لئے غازۂ امتیاز ہوتے ہیں، ۵۰۰ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ماہ اپریل کا یہ باوقار نمبر اپنی تمام تر معنوی اور صوری رعنائیوں سے مزین ہوکر مارچ کے دوسرے ہفتے میں قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا۔

اصحاب علم وقلم اور ارباب زبان وبیان سے قلمی تعاون کی پر خلوص التماس ہے، اہل عقیدت اور تاجران کتب اپنے پیشگی آڈر سے مطلع کریں، ان شاء اللہ الرحمٰن اس مایہ ناز نمبر کی رسم اجرا امسال حضور غریب نواز کے [illegible] عرس مقدس کے مبارک ومسعود موقع پر جماعت رضائے مصطفےٰ کے زیر اہتمام اجمیر معلّی میں [illegible]

غریب نواز نمبر کی جھلکیاں

- غریب نواز اور ان کا عہد
- غریب نواز اور ان کے تعلیمی ادوار
- ہندوستان میں غریب نواز کی تشریف آوری
- غریب نواز! برصغیر میں سلسلۂ چشتیہ کے معمار اول
- غریب نواز! غریب نواز کیوں؟
- غریب نواز کے تصرفات وکرامات
- غریب نواز اور ان کا جہاد
- تصنیفات غریب نواز
- غریب نواز! بارگاہ رسالت میں
- غریب نواز اور ان کے مرشد گرامی
- غریب نواز اور ان کے معاصر اولیا
- مسلک اعلیٰ حضرت فکر غریب نواز کی روشنی میں
- فکر غریب نواز کی ترویج میں امام احمد رضا کا حصہ
- غریب نواز اور علمائے دیوبند کے افکار ونظریات
- حیات غریب نواز پر شائع نمبرات! ایک جائزہ
- تصنیفات غریب نواز! ایک حقیقت پسندانہ جائزہ
- بارگاہ غریب نواز میں علمائے دیوبند کی حاضری
- آمد غریب نواز سے قبل ہندوستان کے مذہبی حالات

- غریب نواز اور ان کے والدین
- غریب نواز اور ان کے اولاد وامجاد
- غریب نواز اور اتباع شریعت
- غریب نواز اور ان کی تعلیمات
- غریب نواز! خدمات واثرات
- غریب نواز اور ان کے مشاہیر خلفا
- خلفائے غریب نواز کے عقائد ونظریات
- بریلی سے اجمیر معلّی تک
- بارگاہ غریب نواز میں اکابرین بریلی
- غریب نواز اور حجۃ الاسلام
- غریب نواز اور تاج الشریعہ
- حیات غریب نواز پر تصنیفات! ایک جائزہ
- مناقب خواجہ بزبان خانوادۂ رضا
- غریب نواز کا مذہب ومسلک
- غریب نواز کا عشق رسول

- غریب نواز! درسگاہ سے خانقاہ تک
- غریب نواز کی داعیانہ زندگی
- غریب نواز اور سلاطین مغلیہ
- اجمیر معلّی کل، آج اور کل
- غریب نواز کے افکار وخیالات
- غریب نواز کی صوفیانہ زندگی
- غریب نواز اور امام احمد رضا
- غریب نواز اور مفتی اعظم
- غریب نواز اور تصنیفات رضا
- منظومات غریب نواز
- ملفوظات غریب نواز
- دیوان معین ایک تحقیقی مطالعہ
- مناقب غریب نواز
- غریب نواز اور معمولات اہل سنت
- کتب اصفیا میں تذکرۂ غریب نواز

ممبران سے گزارش ہے کہ غریب نواز نمبر کے لئے ۲۰۰ سو روپے اضافی منی آرڈر کریں یا ہمارے اکاؤنٹ نمبر میں ٹرانسفر کر کے 9411090486 پر رسید یا ریفرنس نمبر واٹس ایپ کریں، یہ نمبر انہیں کو بھیجا جائے گا، جن کی اضافی رقم ادارے کو موصول ہو جائے گی۔

ASJAD RAZA KHAN

SBI A/C NO.: 10592358910, IFSC CODE : SBIN0000597

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتیٔ اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا

بریلی شریف

زیرسرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مُدیرِ اعلیٰ:

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مُدیر:

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

جلد نمبر ۲

شمارہ نمبر ۳

فی شمارہ ۲۰ روپے
زر سالانہ ۲۵۰ روپے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے
دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر
لائف ممبر شپ (اندرون ملک) ۵۰۰۰ روپے
پاکستان، سری لنکا، بنگلہ دیش ۱۰۰۰۰ روپے
لائف ممبر شپ (دیگر ممالک) ۵۰۰ امریکی ڈالر

جمادی الآخر ۱۴۳۸ھ مطابق مارچ ۲۰۱۷ء

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنّی دُنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف یوپی
Cont. Add
Mahnama Sunni Duniya, 82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.)
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

نوٹ:

رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:

9411090486, 9259089193

ھدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سُنّی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ:

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آراء سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنّی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

شاہ دیں کا دیار کیا کہنا

(از: مولانا رحمت اللہ صدیقی، چیف ایڈیٹر مجلہ پیغام رضا، ممبئی

کوچۂ شہر یار کیا کہنا
رشک باغ و بہار کیا کہنا

آنکھ والے لگائیں آنکھوں میں
ان کے در کا غبار کیا کہنا

پھر بلائیں گے ایک دن ہم کو
دل کو ہے اعتبار کیا کہنا

آگئے جب بھی وہ تصور میں
غم ہوا تار تار کیا کہنا

ہر گھڑی رحمتیں برستی ہیں
شاہ دیں کا دیار کیا کہنا

آگیا جب بھی لب پہ نام ان کا
دل کو آیا قرار کیا کہنا

ہوگیا جو گدا مدینے کا
بن گیا تاجدار کیا کہنا

راز دل اشک بار آنکھوں سے
ہو گیا آشکار کیا کہنا

عرق سرکار سے کئی نسلیں
ہو گئیں مشکبار کیا کہنا

ہیں صحابہ شہ دو عالم کے
روشنی کے منار کیا کہنا

ان سے جس کو رہی خلش کچھ بھی
وہ ہے دنیا میں خوار کیا کہنا

ان کی آمد سے باغ عالم کی
ہے فضا خوش گوار کیا کہنا

دیکھ کر آپ کے تبسم کو
گل بھی ہے شرمسار کیا کہنا

بام و در آج بھی مہکتے ہیں
خوشبوئے زلف یار کیا کہنا

اے خدا میرے عاقف و واقف
ان کے ہوں جاں نثار کیا کہنا

ہر گھڑی ان کا میری آنکھوں کے
سامنے ہو مزار کیا کہنا

لکھ کے نعت شہ زمن رحمتؔ
ہوگیا باوقار کیا کہنا

قیامت میں بھی ہوں گے خوار دشمن اعلیٰ حضرت کے

(از: اشفاق تابش قادری، پورن پور، پیلی بھیت، یوپی)

یہاں بھی ہیں سدا بیکار دشمن اعلیٰ حضرت کے
قیامت میں بھی ہوں گے خوار دشمن اعلیٰ حضرت کے

رسول پاک کے غدار دشمن اعلیٰ حضرت کے
ہیں شیطاں کے علم بردار دشمن اعلیٰ حضرت کے

شریعت سے نہیں ان کو غرض ہے بس طبیعت سے
ہیں کیسے دیکھو ناہنجار دشمن اعلیٰ حضرت کے

وہ جن سے دور رہنے کا نبی نے حکم فرمایا
انھیں سے کر رہے ہیں پیار دشمن اعلیٰ حضرت کے

برائے دین جن کی دوستی زہر ہلاہل ہے
بناتے ہیں انہیں کو یار دشمن اعلیٰ حضرت کے

گلا جس قوم نے کاٹا تھا دین مصطفائی کا
انہیں کے ڈالتے ہیں ہار دشمن اعلیٰ حضرت کے

مدارِ پاک کی بھی لعنتیں ان پر برستی ہیں
بھلا کیسے ہوں پھر دم دار دشمن اعلیٰ حضرت کے

کریں بکواس کچھ بھی پر مرے تاج الشریعہ سے
نہ کر پائیں گے آنکھیں چار دشمن اعلیٰ حضرت کے

ضرور اشفاق تابشؔ ان کے سینوں میں جلن ہوگی
پڑھیں گے جب مرے اشعار دشمن اعلیٰ حضرت کے

بہت مشہور ہے شفقت مرے تاج الشریعہ کی

(از: محمد تنویر رضا صدیقی مشاہدی، خادم دارالعلوم محمد و میہ، رودولی شریف، فیض آباد)

نہ کم ہوگی کبھی عظمت مرے تاج الشریعہ کی
رہے گی حشر تک نکہت مرے تاج الشریعہ کی

جو ان کو دیکھ لے ان پر فدا ہو کے ہی رہتا ہے
بنائی رب نے وہ صورت مرے تاج الشریعہ کی

محبت سچی نسبت اور اخلاص و وفاداری
تمہیں لے جائے گی جنت مرے تاج الشریعہ کی

فتاویٰ رضویہ یونہی سمجھ میں آ نہیں سکتی
تمہیں سمجھائے گی خدمت، مرے تاج الشریعہ کی

کہو مجرم ہوں آقا کہہ کے قدموں سے لپٹ جاؤ
بہت مشہور ہے شفقت مرے تاج الشریعہ کی

کرامت خوبصورت دیکھ لو میرے رضا کی یہ
زمانے بھر میں ہے شہرت مرے تاج الشریعہ کی

بہاریں بڑھ کے خود تنویرؔ ان کو تھام لیتی ہیں
بسا لیں دل میں جو الفت مرے تاج الشریعہ کی

عبد الرحیم نشتر فاروقی

کیا بھول گئیں عورتیں!
اس دور وحشت کو؟

جب نظر پر شوق کا تصادم تاریخ کے بکھرے ہوئے صفحات سے ہوتا ہے تو صفحۂ قرطاس پر لرزتی ہوئی وحشت وبربریت کی ایک تصویر ابھر آتی ہے جس میں عرب کے وحشی قبائل اپنے یہاں پیدا ہونے والی لڑکی کو زندہ درگور کرتے نظر آرہے ہیں، جس کی چیخ وپکار کی دلخراش آوازیں آج بھی قلب انسانیت کی دردمند سماعتیں سن رہی ہیں، تاریخ شاہد ہے کہ ابرش جو بت پرستوں کا بہت ہی عظیم مذہبی پیشوا تھا، اسے ایک ایسے شخص کی تلاش تھی، جو اپنی نو مظلوم بچیوں کو زندہ درگور کر چکا ہو اور دسویں بچی موجود ہو، مگر اس بھرے ہوئے مجمع میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آرہا تھا جس نے اپنی نو بچیوں کو یکے بعد دیگرے زندہ درگور کر دیا ہو اور دسویں موجود بھی ہو، لمحہ بھر کو ماحول پر سکوت رہا پھر قیس ابن عاصم کی گردن تفخر سے بلند ہوتی چلی گئی، اس بھرے مجمع میں صرف قیس ہی ایسا شخص تھا، جس نے اپنی نو بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا تھا اور دسویں جمیلہ موجود تھی، جسے زندہ دفن کرنے کے درپے تھا۔

اب وہ ہوش ربا منظر دیکھنے کو تیار ہو جائیے اور ایک ننھی سی مظلوم بچی کی بے بسی پر خون کے آنسو بہائیے، قیس اپنی کم سن بیٹی جمیلہ کو مارتا پیٹتا، گھسیٹتا ریگستان میں لئے جا رہا ہے، جہاں پہلے ہی سے چند سفاک افراد ایک بہت بڑا گڈھا کھود کر اس کا انتظار کر رہے ہیں، جمیلہ گڈھے کو دیکھ کر لرز جاتی ہے، اس کی آنکھوں کے سامنے موت کا بھیانک چہرہ ناچنے لگتا ہے، خوف وہراس سے اس کا ننھا سا دل ڈوبا جا رہا ہے، وہ گھبرا کر بولی! پیارے ابا تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ کیا تم مجھے اس گڈھے میں دبا دو گے؟ قیس کی وحشت ودرندگی نے اس کے اندر کی انسانیت کا بھی گلا گھونٹ دیا تھا، قلب سیاہ ہو چکا تھا، اس کا دل جذبۂ پدری سے عاری ہو چکا تھا، اپنی بیٹی سے بولا! تو کیا میں تجھے زندہ چھوڑ دوں تاکہ تو بڑی ہو کر بیاہی جائے اور میرا کوئی داماد بنے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا، اب موت کو خود سے آنکھیں ملاتے دیکھ کر جمیلہ کی صورت زرد پڑ گئی، شدت غم سے آنکھیں پتھرا گئیں، وہ قیس کے پاؤں پر گر پڑی اور سسک سسک کر بولی: پیارے ابا! مجھے دفن نہ کرو، مجھے بخش دو، میں زندگی بھر تمہاری کنیز بن کر رہوں گی، مجھے جینے دو، مگر اس درندہ صفت باپ پر اس کی دلدوز فریاد کا ذرہ برابر اثر نہ ہوا۔

قیس نے بلا کی تیزی سے جمیلہ کو اپنے ہاتھوں میں اٹھایا اور لمحہ بھر کو اس کے رنجیدہ چہرے کو بغور دیکھا لیکن فوراً ہی اسے بے دردی کے ساتھ گڈھے میں پھینک دیا، جیسے کوئی نادانی میں سانپ پکڑ لیتا ہے اور معلوم ہونے پر اسے فوراً پھینک دیتا ہے۔

جمیلہ گڈھے سے اٹھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے فریاد کرتی رہی، مگر اس ظالم باپ نے بڑی تیزی کے ساتھ اس پر مٹی ڈالنا شروع کر دیا، جمیلہ کی جگر سوز آہ وفغاں سے زمین کا ذرہ ذرہ تھرا گیا، اس نے ہر اک سے مدد کی فریاد کی، مگر ان میں کوئی بھی ذی روح ایسا نہ تھا جو اس کی فریاد رسی کرتا، قیس مسلسل گڈھے میں ریت ڈالتا رہا اور جمیلہ کی چیخ وپکار اس پتھر دل باپ کو موم کرنے کی ناکام کوشش کرتی رہی، ابا! مجھے نہ مارو، مجھ پر رحم کرو، ابا! میں تمہاری بیٹی ہوں، مجھے زندہ درگور نہ کرو، تمہیں کون ابا کہہ کر پکارے گا، مگر آہستہ آہستہ یہ آواز دھیمی ہوتی چلی گئی، جیسے یہ آواز کہیں بہت دور سے آرہی ہو، یہاں تک کہ وہ گڈھا ریت کے ایک بڑے سے ڈھیر میں تبدیل ہو گیا، پھر رفتہ رفتہ رات کی سیاہی نے اس روح فرسا اور ہولناک منظر کو اپنے دامن میں چھپا لیا۔

دیدۂ حیرت زدہ یہ دل دوز اور انسانیت سوز منظر دیکھ کر سراپا سوال ہے کہ حقوق نسواں اور آزادئ نسواں کا نعرہ لگانے والی تنظیمیں اس وقت کہاں گم ہو گئیں تھیں، جس وقت طبقہ نسواں پر ظلم واستبداد کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے، جس وقت سماج میں ان کی کوئی حیثیت نہ تھی، جس وقت عورتوں کو صرف اور صرف شہوت ونفسانیت کے ذریعۂ محض سے زیادہ کوئی وقعت نہیں تھی، جس وقت ان کی بے بسی اور مظلومیت پر آنسو کے چند قطرات بھی گرانے والا کوئی نہ تھا، حتی کہ انھیں خود اپنی زندگی بھی اپنے طور پر جینے کا حق حاصل نہ تھا۔

کیا حقوق نسواں اور آزادئ نسواں کے حامیوں کے نزدیک اپنی عفت وناموس کی حفاظت کے لئے پردہ میں رہنے والی عورت ان عورتوں سے زیادہ مظلوم ہے؟ کیا اپنے باپ کا غرور بن کر اس کی عزت وعظمت کی پاسبانی کرنے والی بیٹی، زندہ درگور ہونے والی بیٹی سے زیادہ مظلوم ہے؟ کیا اپنے بھائی کی شان بن کر ان کی بغیہ میں چہکنے والی بہن، اس بہن سے زیادہ بدنصیب ہے جس کا بھائی ہی اس سے زندگی کی سانسیں

چھین لیتا تھا؟ کیا اپنے قدموں میں جنت جیسی دولت رکھنے والی ماں، اس ماں سے زیادہ مظلوم ہے جو باپ کی موت کے بعد ترکہ کی طرح تقسیم ہوجایا کرتی تھی؟ کیا اپنے شوہر کی مملکت کی ملکہ بن کر حکمرانی کرنے والی بیوی، اس بیوی سے زیادہ حرماں نصیب ہے جو اپنے شوہر کے ہوتے ہوئے بھی کسی نوکرانی سے کہیں زیادہ بدتر ہوگئی تھی؟

آوازدو انصاف کو انصاف کہاں ہے

آج ان عورتوں کو اپنے ماضی اور حال کا جائزہ لینا ہوگا جو مشرقیت کا جامہ مغربیت کی آگ میں جلاکر مادّیت پرستوں کے پیچھے بھاگ رہی ہیں، کیا یہ فیضان واحسان نہیں محمد عربی ﷺ کا؟ جنھوں نے طبقہ نسواں کو ظلم واستبداد کی قید اور شہوت ونفسانیت کے دلدل سے نکال کر معاشرے میں ایک وقار بخشا، انھیں سماج میں اہمیت کی حامل قرار دیا اور ان کی اس بے قدر وقیمت ذات کو اتنا محترم ومکرم بنادیا کہ ان کی عفت وپاکیزگی، ان کی شرافت وسنجیدگی اور ان کے اخلاق وآداب کے گن گائے جانے لگے، ان کی ایک ہلکی سی جھلک دیکھنے کو سورج کی کرنیں بھی ترس کر رہ گئیں۔

مگر آج وہی عورتیں اپنے محسن ﷺ کی تعلیمات کو یکسر نظر انداز کرگئیں، کھلے سر بے پردہ سڑکوں پر گھومنے لگیں، ہوٹلوں، پارکوں اور سینما گھروں کو آباد کرنے لگیں، اخبارات ورسائل میں اپنے حسن قیامت خیز کی نمائش کرنے لگیں اور یہ حقیقت فراموش کرگئیں کہ وہ اپنے اس عمل سے مغربیت کی شکل میں ایام جاہلیت کو پھر سے دعوت دے رہی ہیں۔

اس امر کی تصدیق آئے دن اخبارات کی ایسی سرخیاں کررہی ہیں کہ فلاں شہر میں ایک دوشیزہ کی اجتماعی عصمت دری کی گئی، پولیس مزید تفتیش کررہی ہے، فلاں شہر کی ایک نوکری پیشہ لڑکی کا آبرو ریزی کے بعد قتل، پولیس قاتلوں کا سراغ لگارہی ہے اور فلاں محلے میں کئی لڑکوں نے کالج سے آتی ہوئی ایک لڑکی عزت لوٹی، پولیس جائے واردات کا معائنہ کررہی ہے وغیرہ وغیرہ۔

آج ہماری عورتیں اور لڑکیاں امریکہ (جس کا شمار دنیا کے ترقی یافتہ براعظموں میں ہوتا ہے) کی عورتوں اور لڑکیوں کو اپنا آئیڈیل بنا رہی ہیں، جہاں ہر پانچ منٹ پر ایک عورت کی چادر عصمت تار تار کی جاتی ہے، یعنی ۲۴ گھنٹوں میں ۲۸۸ عورتوں اور لڑکیوں کو ہوس پرستوں کی درندگی کا شکار ہونا پڑتا ہے، جس کی وجہ صرف اور صرف اس آیت کریمہ کے احکامات سے بے اعتنائی ہے۔

''اور تم اپنے گھروں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ ہو جیسی اگلی جاہلیت کی بے پردگی۔'' [سورۂ احزاب، آیت ۳۳]

ایک مشہور مؤرخ آرنلڈ ٹوئمی نے تاریخ عالم کا نہایت ہی گہرائی سے مطالعہ کرنے کے بعد اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انسانی معاشرے کی تباہی وبربادی میں عورتوں کی آزادی وبے راہ روی اور بے پردگی کو بڑا دخل ہے۔ [رسالۂ مسعود، ص ۱۹]

قدرے غور وفکر کرنے پر یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ خواتین کی بے پردگی نے انھیں جسمانی آرائش وزیبائش کا خوگر بنادیا، پھر اس نے بے حیائی کی صورت اختیار کرلی، بے حیائی نے عریانیت کا جامہ پہن لیا اور عریانیت نے پردہ نشینوں کو بدکاری کی دہلیز پر کھڑا کر دیا، نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ آج یوروپ وامریکہ کی طرح ہندو پاک بھی انسانوں کے مسکن نہیں حیوانوں کے جنگل معلوم ہونے لگے ہیں، اس بے حیائی کے نتیجے میں خواتین کی عصمت دری، قتل اور اغوا جیسے واردات عام ہوگئے، مرد جنسی امراض میں گرفتار ہونے لگے اور عورتوں کا تقدس پامال ہونے لگا، مختصر یہ کہ حالات اتنے نازک موڑ اختیار کرچکے ہیں، جن کا سدباب اب ایک اہم مسئلہ بنتا جارہا ہے۔

آج کل عورتیں ترقی اور آزادی کی دھن میں اگرچہ مغربیت کے پیچھے بے تحاشہ دوڑ رہی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ محض اخبارات و رسائل اور تجارت خانے اور کارخانے کی زینت بن کر نفع اندوزی کا ایک خوبصورت اور مؤثر ترین ذریعہ بھر رہ گئی ہیں، جہاں جہاں بھی خواتین کو جگہ دی جارہی ہے، احترام کی نظر سے نہیں بلکہ تجارت کو چمکانے کی غرض سے، تجارت میں عورت، سیاست میں عورت، دفاتر میں عورت، ضرورت ہو یا نہ ہو لیکن عورت موجود ہے، مرد چاہے جو پہنے لیکن انھیں ٹھنڈی گرمی ہر موسم میں جسمانی خدوخال کا پتہ دینے والے مختصر کپڑے پہننا ضروری ہے، حقیقت یہ ہے کہ عورت پر اسلام کی نظر مشفقانہ ہے جبکہ ان کی آزادی اور حقوق کا رونا رونے والوں کی نظر خالص ہوسناک اور تاجرانہ ہے۔

جس طرح مرد عورت ایک دوسرے سے مکمل طور پر الگ ہوکر ایک پاکیزہ معاشرہ تشکیل نہیں دے سکتے، اسی طرح حقوق نسواں اور آزادئ نسواں کے نام پر آزادانہ اختلاط نہ کوئی پاکیزہ ماحول پیدا کرسکتا ہے اور نہ اس سے کوئی ایسا معاشرہ وجود میں آسکتا ہے جس میں ایک نیک نفس اور پاک باطن نسل انسانی پروان چڑھ سکے، انھیں حدود اعتدال میں رہتے ہوئے انسان کو آزاد رکھنے کا نام شریعت طاہرہ کی زبان میں حجاب یا پردہ ہے۔

شریعت اسلامیہ نے مسلم عورتوں کو ایسی طرز معاشرت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جو ہوسناک عناصر کی پرواز تخیل پر آغاز ہی میں قدغن لگادیتی ہے، چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

''مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی

شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں (سینوں) پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں یا باپ پر اور اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار۔ [النور، ۱۸/۳۰-۳۱]

آیات مذکورہ میں مسلمان عورتوں کو وہ احکام بتائے جا رہے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنی عزت وآبرو اور اپنی عفت وناموس اوباش قسم کے مردوں کی ہوس ناکیوں سے محفوظ و مامون رکھ سکتی ہیں، کیوں کہ بے پردہ عورت کی حیثیت وہی ہوتی ہے جو ایک کھلے ہوئے مکان یا دوکان کی ہوتی ہے، جب مکان کھلا ہوا ہوگا تو چوروں کی بری نظریں اس پر پڑیں گی اور بری نظریں اس کی نیت بھی بری کر دیں گی، اس طرح وہ اس مکان پر اپنا ہاتھ صاف کرنے کے لئے آمادہ جائے گا، ٹھیک ویسے ہی جب ایک بے پردہ عورت پر نظر پڑے گی تو نیت میں ہیجان پیدا ہوگا اور کم ظرف انسان زینہ بزینہ بدکاری کی طرف راغب ہوجائے گا، ایسے نازک موڑ پر بعید نہیں کہ وہ زنا کاری جیسے تباہ کن جرم کا ارتکاب کر بیٹھے۔

معلوم ہوا کہ بدنگاہی اور بدنظری ہی ہوسنا کی اور زنا کاری کا پہلا زینہ ہے، اسی کی بدولت فحش کاریوں کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں، چونکہ عورت فطری طور پر دوسروں سے بہت جلد متأثر ہوجایا کرتی ہے، لہٰذا شریعت مطہرہ مردوں کی طرح ان سے صرف غض بصر اور حفظ فروج ہی کا مطالبہ نہیں کرتی بلکہ ان کو چند مخصوص احکام کی پابند بناتی ہے اور انھیں یہ بخوبی سمجھاتی ہے کہ بے جا آرائش وزیبائش کا شوق تمہیں کہیں غلط راہوں پر نہ ڈال دے اور ایسا نہ ہو کہ تمہاری یہ حرص وہوس عزت وناموس کے جوہر سے محروم کر کے تمہیں آوارۂ صحرا بننے پر مجبور کر دے، تسکین آرزو کے نشہ میں مخمور ہو کر تم کہیں دین اور دنیا دونوں ہی سے نہ ہاتھ دھو بیٹھو۔

غرض کہ اپنے فطری حدود وحصار سے تجاوز کرنے والی عورتیں دام تزویر میں گرفتار، حرماں نصیبی کا شکار اور اپنی ہی زندگی سے بیزار ہو سکتی ہیں بلکہ آج ہو رہی ہیں، جبکہ اسلام انھیں انہی کے تقدس، انہی کی حرمت اور انہی کی عزت وعظمت کیلئے ایک باوقار زندگی جینے کا ڈھنگ سکھاتے ہوئے ہدایت دیتا ہے کہ وہ اپنی پارسائی اور عزت وعصمت کی حفاظت کریں، اس پر بدکاری کے داغ ہرگز نہ لگنے دیں، اپنا بناؤ سنگار اور اپنی آرائش وزیبائش پر کسی غیر کی نگاہ نہ پڑنے دیں، اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں، اپنے پاؤں زمین پر زور سے نہ رکھیں تاکہ ان کے پازیب کی جھنکار تک بھی غیر مردوں کے کان میں نہ پڑے۔

ایک مرتبہ حضرت حفصہ بنت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما باریک دوپٹہ اوڑھے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو آپ نے اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے ان کا دوپٹہ چاک کر دیا اور فرمایا کہ اللہ رب العزت نے سورۂ نور میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟ اس تنبیہ کے بعد ایک دبیز چادر منگوا کر آپ نے حضرت حفصہ کو عنایت فرمائی۔ [طبقات ابن سعد، ج۸/ص۵۰]

ایک دفعہ امہات المومنین حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سید عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھیں کہ حضرت عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو نابینا تھے آ گئے، مصطفےٰ جان رحمت نے امہات المومنین کو پردے کا حکم فرمایا، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ تو نابینا ہیں، آپ نے فرمایا: تم تو نابینا نہیں۔ [ترمذی شریف]

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت ہے یعنی چھپانے والی چیز ہے، جب وہ نکلتی ہے تو شیطان جھانکتا ہے۔ [ترمذی شریف]

مذکورہ بالا پہلی حدیث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خواتین کا دوپٹہ اگر باریک ہو تو اس کا بھی اوڑھنا ناجائز وحرام ہے تو کھلے سر اور گلا بازاروں اور عام گزرگاہوں میں گھومنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟

دوسری حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے کہ عورتوں کا غیر مردوں کے سامنے آنا قطعی ناجائز ہے اگرچہ وہ اندھے اور نابینا ہوں۔

تیسری حدیث سے عورت کی اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ عورت بذات خود عورت ہے، یعنی عورت کہتے ہی ہیں اس چیز کو جو چھپی چھپائی ہو، عورت کا ہر ہر عضو ستر اور پردے کا مقتضی ہے۔

مذکورہ بالا آیات واحادیث کی روشنی میں یہ امر روز روشن کی طرح عیاں وبیاں ہو گیا کہ پردہ خواتین کے لئے کس حد تک لازم وضروری ہے، جسے ملحوظ رکھنا ان کے لئے سفر وحضر، شام وسحر، ہر وقت، ہر اعتبار سے لازم وضروری ہے، پردہ شعار اسلام اور مسلم وغیر مسلم خواتین کے درمیان خط امتیاز ہے۔

یہ حقائق وشواہد جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر ترقی اور آزادی کے نشے میں مخمور خواتین کو بیدار کر رہے ہیں اور انھیں اپنے ماضی اور حال کا جائزہ لے کر یہ غور کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں کہ اسلام ان کا سچا خیر خواہ ہے؟ یا وہ نام نہاد حقوق نسواں کا ڈھنڈورہ پیٹ کر ان کے جسمانی نشیب وفراز کے ذریعہ دولت جمع کرنے والے؟ آج دنیا کے گوشے گوشے میں نہ جانے کتنی عورتیں مختلف طور پر ظلم وستم اور بربریت ودرندگی کی چکی میں پس رہی ہیں، ان کی نہ کسی تحریک کو فکر ہے نہ کسی حکومت کو، لیکن جیسے ہی مسلم عورتوں سے متعلق اسلامی احکام کی بات آتی ہے تو نہ معلوم کہاں سے برساتی مینڈھکوں کی طرح حقوق نسواں،

(بقیہ ص ۱۴ پر)

والدین کے ساتھ حسن سلوک!
قرآن وحدیث کی روشنی میں

از: مفتی محمد شعیب رضا نعیمی قادری*

گزشتہ سے پیوستہ

۱۲۔ وروی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ونحن مجتمعونَ، فقال: یا معشر المسلمین اتقوا اللہ وصلوا ارحامکم فانہ لیس من ثواب اسرع من صلۃِ الرّحمِ وایاکم والبغیَ فانہ لیس من عقوبۃ اسرع من عقوبۃِ البغیِ وایاکم وعقوق الوالدینِ فان ریح الجنۃ توجد من مسیرۃِ الفِ عام واللہ لایجدُھا عاق ولا قاطع رحم ولا شیخ زان ولا جار ازارہ خیلاء انما الکبریا للہ رب العالمین والکذب کلہ اثمٌ الا ما نفعت بہ مؤمنا، ودفعت بہ عن دین، وان فی الجنۃِ لسوقا ما یباع فیھا ولا یشتری لیس فیھا الا الصور، فمن احب صورۃ من رجل او امرأۃٍ دخلَ فیھَا۔ یعنی جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرمایا: ہم ایک جگہ جمع تھے تبھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اپنے ارحام سے صلہ رحمی کرو، بیشک صلہ رحمی سے زیادہ تیز کوئی ثواب نہیں، تم سرکشی سے بچو بیشک سرکشی کی عقوبت سے زیادہ کوئی عقوبت تیز نہیں اور تم والدین کی نافرمانی سے بچو بے شک جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی دوری سے پائی جاتی ہے قسم خدا کی اس خوشبو کو والدین کا نافرمان نہ پائے گا اور قاطع رحم نہ پائے گا، نہ بوڑھا زانی پائے گا اور نہ وہ شخص جس کا ازار تکبر کی وجہ سے گھسٹتا ہو، بیشک کبریائی تو اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے اور سارا کا سارا جھوٹ گناہ ہے مگر وہ جھوٹ جس سے تو مومن کو نفع پہنچائے اور جس سے تو دین سے دفع کرے اور بیشک جنت میں ایک بازار ہے اس میں نہ کچھ بیچا جاتا ہے، نہ خریدا جاتا ہے، اس بازار میں نہیں ہیں مگر صورتیں، تو جو کسی آدمی یا عورت کی صورت خریدنا چاہتا ہے، اس میں داخل ہوجائے گا۔ [رواہ الطبرانی فی الاوسط]

۱۳۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: لعن اللہ سبعۃ من فوق سبع سمواتہ وردد اللعنۃ علی واحد منھم ثلاثا ولعن کل واحد منھم لعنۃ تکفیہ قال: ملعون من عمل عمل قوم لوط ملعون من عمل عمل قوم لوط ملعون من عق والدیہ، الحدیث۔

وفی روایۃ لابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لعن اللہ من ذبح لغیرِ اللہ ولعن اللہ من غیر تخومَ الارضِ ولعن اللہ من سب والدیہ۔ یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے لعنت بھیجی اور ان سات میں سے ایک پر تین بار لعنت کو دوہرایا اور ان میں سے ہر ایک پر ایسی لعنت کی جو اسے کافی ہو، فرمایا ملعون ہے وہ شخص جس نے قوم لوط کا عمل کیا، ملعون ہے وہ شخص جس نے قوم لوط کا عمل کیا، ملعون ہے وہ شخص جس نے قوم لوط کا عمل کیا، ملعون ہے وہ شخص جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا، ملعون ہے جس نے والدین کی نافرمانی کی۔ [رواہ الطبرانی فی الاوسط]

اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ابن عباس کی ایک روایت میں ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے لعنت بھیجی اس پر جس نے غیر اللہ کے لیے ذبح کیا اور اس پر لعنت بھیجی جس نے زمین کے تخم کو بدل دیا (یعنی فرج کی جگہ دبر میں وطی کی یا لواطت کی) اور اس پر لعنت بھیجی جس نے اپنے والدین کو برا بھلا کہا۔

۱۴۔ وعن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال کل الذنوب یؤَخرُ اللہ مِنھا مَا شَاءَ اِلی یَوْمِ القِیامۃِ الا عقوق الوالدین فان اللہ یعجلہ لصاحبہ فی الحیاۃ قبلَ المماتِ۔ یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمام گناہوں میں سے جس کو اللہ چاہے قیامت تک موخر کر دے گا، مگر والدین کی نافرمانی، بیشک والدین کے نافرمان کو مرنے سے پہلے ہی جیتے جی اس کے گناہوں کا بدلہ دے گا۔ [رواہ ابن حبان]

۱۵۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا اتخذ الفیءُ دُوَلا والأمانۃ مغنما والزکاۃَ مغرما وتعلم لغیرِ الدین وأَطَاعَ الرّجُلُ امرَأتہ وعق امہ وادنی صدیقہ واقصی أباہُ وظھرت الاصوات فی المساجد وساد القبیلۃ فاسقھم وکان زعیم القوم ارذلھم واکرم الرجل مخافۃ شرّہِ وظھرت القیناتُ والمعازفُ وشربت الخمورُ ولعن اخر ھذہ الامّۃ اولھا فلیرتقبوا عند ذلک ریحا حمراء وزلزلۃ وخسفا ومسخا وقذفا وایاتٍ تتابعُ کنظام بالٍ قُطِعَ سلکُہُ فتتابعَ۔ [رواہ الحاکم] (جاری......)

*مفتی صاحب حضور تاج الشریعہ کے فرزند نسبتی اور مرکزی دار الافتا کے نائب صدر مفتی ہیں۔



پیشکش: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ ابو حسام محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

اقسام علم اور ان کے احکام

گزشتہ سے پیوستہ

جس چیز کے جلد واقع ہونے کی توقع غالب ہو، اس کا جلد سیکھنا واجب ہے، پس جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد "طلب العلم فریضة علی کل مسلم" میں اس علم معروفہ سے مراد وہ علم ہے جس کا واجب ہونا مسلمانوں میں مشہور ہے، تو دیگر کوئی علم مراد نہیں لیا جائے گا، اس سے صاف واضح ہو گیا کہ عمل کے واجب ہونے کے وقت بتدریج علم بھی واجب ہو جاتا ہے۔

وہ علم جس کا حصول فرض کفایہ ہے

علم کی دو قسمیں ہیں، پہلی شرعی اور دوسری غیر شرعی۔

شرعی علوم سے مراد وہ علوم ہیں جو انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے حاصل ہوں، عقل، تجربہ اور سماع ان کی ہدایت نہ کرتے ہوں، جیسے علم حساب جو عقل سے، علم طب جو تجربہ سے اور علم لغت جو سماع سے معلوم ہوتا ہے۔

علوم غیر شرعیہ کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم اچھی، دوسری قسم بری اور تیسری قسم مباح۔

۱ اچھے علوم وہ ہیں جن سے دنیوی امور کی مصلحت وابستہ ہوں، جیسے علم طب جو بدن کو تندرست رکھنے کے لئے ضروری ہے اور علم حساب جو معاملات، وصایا اور ترکوں کی تقسیم کے لئے لازم ہے، یہ وہ علوم ہیں کہ اگر شہر میں ان کا کوئی جاننے والا نہ ہو تو اہل شہر مشقت اور پریشانی میں مبتلا ہو جائیں گے اور اگر ایک بھی یہ علوم سیکھ لے تو سارے لوگوں سے فرض ساقط ہو جائے گا، ان اچھے علوم میں بعض فرض کفایہ ہیں اور بعض فقط بہتر ہیں۔

اس میں تعجب نہ کریں کہ ہم نے طب اور حساب کو فرض کفایہ کہہ دیا، اس اعتبار سے تو تمام صنعتیں بھی فرض کفایہ ہیں، مثلاً کپڑا بننا، کاشت کرنا اور سیاست بھی فرض کفایہ ہے بلکہ پچھنے لگانا اور کپڑے سینا بھی ضروری ہے، مثلاً کسی شہر میں خون لینے والا نہ ہو تو لوگ اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈال دیں گے بلکہ بعض وقت مر بھی جائیں گے۔

اس لئے کہ جس نے بیماری بھیجی ہے، اس نے دوا بھی پیدا کی ہے اور اس کے استعمال کا طریقہ بھی عنایت کیا ہے اور اس کے اسباب بھی مقرر فرمائے ہیں تو ان اسباب کو بیکار چھوڑ کر مر جانا درست نہیں۔

بہتر علوم کا خلاصہ یہ ہے کہ مثلاً کوئی حساب کے دقائق اور طب کے حقائق کے حصول میں مشغول ہو، اسی طرح دوسرے علوم جن کی جس قدر ضرورت پڑتی ہے، اس میں مہارت اور ملکہ حاصل کرے۔

۲ برے علوم وہ ہیں جن سے دوسروں کو نقصان پہنچایا جا سکے، جیسے سفلی، جادو، سحر اور طلسم وغیرہ۔

۳ مباح یعنی جائز علوم جیسے وہ اشعار جن میں کوئی نقصان نہ ہو، اور علم تاریخ یا جو علم اس کے قائم مقام ہو۔

کبھی کبھی جائز اور ناجائز علوم کی تمیز میں دھوکہ ہو جاتا ہے، بظاہر وہ جائز لگتے ہیں جبکہ وہ ناجائز ہوتے ہیں، اس لئے ان کی بھی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں (۱) اچھے علوم (۲) برے علوم۔

جو علوم اچھے ہیں وہ کچھ تو اصل ہیں، کچھ فرع، کچھ مقدمات اور کچھ تتمہ و تکملہ کے طور پر، یہ چار ہیں۔

۱ وہ علوم جو اصل ہیں چار ہیں:

اوّل کتاب اللہ تعالیٰ، **دوم** سنت رسول اللہ، **سوم** اجماع امت، **چہارم** آثار صحابہ، اجماع امت اس وجہ سے افضل ہے کہ وہ سنت پر دلالت کرتا ہے مگر اس کا درجہ سنت کے بعد ہے، اسی طرح آثار صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال ہے کہ وہ بھی سنت پر دلالت کرتے ہیں۔

اس لئے کہ صحابہ کرام نے وحی کا مشاہدہ کیا اور احوال کے قرائن سے وہ باتیں معلوم کیں جن کا دیکھنا دوسروں کو نصیب نہیں ہوا، علما نے قرائن کی پیروی کی، ان کے آثار سے تمسک کیا اور ان پر بہتر عمل کیا۔

۲ علوم شرعیہ کے فروع! وہ ایسے علوم ہیں جو ان چاروں اصول سے مفہوم ہوتے ہیں، یہ نہیں کہ مقتضائے طبع سے سمجھے جاتے ہیں، بلکہ معانی اور حلقوں کی وجہ سے جن پر عقول کو آگاہی ہوگئی اور ان کی وجہ سے احکام کو وسعت ہوگئی کہ لفظ ملفوظ سے اور باتیں بھی سمجھ لیں جن کے لئے وہ لفظ نہ تھا، مثلاً حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ **لا یقضی القاضی وھو غضبان**۔ یعنی جب قاضی غصہ میں ہو تو کوئی فیصلہ نہ کرے۔

علم فروع دو طرح کے ہیں:

(۱) دنیا کی بہتری سے متعلق اس علم کو فقہ شامل ہے اور اس کے کفیل فقہا ہیں اور وہ صرف دنیا کے عالم اور اسباب ظاہری کے واقف ہیں۔

(۲) جس سے آخرت کی بہتری کا تعلق اور دل کے (بقیہ ص ۵۲ پر)

حضور تاج الشریعہ کے قلم حق رقم سے......

تین طلاقوں کا شرعی حکم (چوتھی قسط)

گزشتہ سے پیوستہ

غیر مقلد صاحب رقمطراز ہیں:

''پس اجماع کا دعویٰ غلط ہے، بلکہ اس کے خلاف تین کے ایک ہونے کا فیصلہ پہلے متفقہ ہو چکا تھا، جیسا کہ پہلی حدیث سے معلوم ہوا، اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں یہی فیصلہ تھا اور تین کو نافذ کرنے کا فیصلہ بعد کا حادث اور نیا ہے، اس سے پہلے ایک ہونے پر اتفاق تھا، علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: و اما اقول الصحابه فیکفی کون ذلک علی عهد الصدیق و معه جمیع الصحابة لم یختلف علیه منهم احد و لا حکی فی زمانه القولان حتی قال بعض اهل العلم ان ذلک اجماع قدیم و انما حدث الاختلاف فی زمن عمر رضی الله تعالیٰ عنه واستمر الخلاف فی المسألة الی وقتنا هذا کماسنذکره اغاثة اللهفان ایک مجلس میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوں، اس کے متعلق صحابہ سے ثبوت کے بارے میں اتنا ہی کافی ہے کہ یہ فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں نافذ تھا، اور سارے صحابہ ان کے ساتھ تھے، کسی نے اختلاف نہیں کیا، نہ کسی سے کوئی دوسرا قول منقول ہے، حتی کہ بعض علما کا تو یہ کہنا ہے کہ یہ پرانا اجماع ہے، اختلاف بعد میں پیدا ہوا۔ یعنی خلیفۂ ثانی کے زمانے میں اور وہ اختلاف اب تک باقی ہے، جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے۔''

استدلال:

اقول و باللہ التوفیق: غیر مقلد صاحب اور ان کے پیش رو ابن قیم کا دعوی سراسر غلط ہے۔

اولاً: وہ حدیث جس پر اجماع قدیم کا دعویٰ ہے بارہا گزرا کہ شاذ و منکر ہے۔

ثانیاً: وہ حدیث تاویلات عدیدہ کی محتمل ہے اور بعض تاویلات ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں، از انجملہ یہ تاویل شروع ہی میں امام نووی سے ذکر کی تھی کہ پہلے لوگ تاکید مراد لیتے تھے، پھر عرف بدل گیا اور لوگ استیناف و تجدید طلاق کی نیت کرنے لگے، لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرف شائع اور غالب عادت کا لحاظ فرما کر تین طلاقوں کے نافذ ہونے کا حکم دیا، اور خود حدیث میں بھی اس کی طرف واضح اشارہ موجود ہے اور خود غیر مقلد صاحب نے اعتراف کیا ہے، چنانچہ کتابچہ مذکورہ میں غیر مقلد صاحب رقم طراز ہیں:

''لوگوں نے اس سیاسی مصلحت کا ناجائز فائدہ لینا شروع کیا اور طلاق دینے میں جلد بازی کرنے لگے، تو امیر المومنین نے تین کو نافذ کر دیا، اور خود علت بیان کرتے ہیں کہ ان الناس قد استعجلوا فی الامر الخ چونکہ لوگ ایک ایسے کام میں جلدی کرنے لگے جس میں ان کو شریعت کی جانب سے کافی مہلت دی گئی تھی الخ۔''

ثالثاً: یہ کہنا کہ تین کو نافذ کرنے کا فیصلہ بعد کا حادث اور نیا ہے، اس کا صاف مطلب ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم شرع کو بدلا اور اجماع قدیم کو توڑا، اور یہ بہتان عظیم ہے، جس کی تکذیب خود حدیث سابق جس سے غیر مقلد نے استدلال کیا بلکہ خود اس کے اقرار گزشتہ سے ظاہر ہے مگر اپنے باطل دعوی کو نبھانے کی ہوس نے ایسا بے ہوش کر دیا ہے کہ تبدل عادت اور تبدل حکم میں تمیز کھو بیٹھے، اور اپنی مستند فتح الباری میں نظر نہ آیا، یا قصداً یہ عبارت چھپائی، جس میں صاف تصریح ہے کہ یہ حدیث ایک خاص صورت میں وارد ہوئی، اور وہ یہ کہ جملہ طلاق کی تکرار کی جائے تو پہلے زمانے میں لوگوں سے ارادہ تاکید کو ان کے صدق پر نظر رکھتے ہوئے قبول کر لیتے تھے اور ایک طلاق کا حکم دیتے تھے، پھر جب لوگ دھوکہ دینے لگے اور کثرت سے تین طلاق کے جملے بولنے لگے تو حضرت عمر نے ان کی عادت کے لحاظ سے تینوں نافذ فرما دیں، یہ ایک وجہ ہوئی جو ہم نے فتح الباری سے بیان کی، پھر اسی حدیث سے ثابت ہے کہ پہلے لوگ تین طلاقوں کا تلفظ نادراً کرتے تھے اور لوگوں کی اس وقت عادت یہ تھی کہ ایک طلاق کا تلفظ کرتے تھے یا البتہ کا تلفظ کرتے تھے۔

اسی لئے اسی فتح الباری میں اس حدیث کی ایک تاویل یہ بیان کی کہ پہلے لوگ ایک ہی طلاق دیتے تھے اور لوگوں کی اس وقت اکثر اوقات میں یہی عادت تھی اور وہ نادراً تین طلاقیں یکبارگی دیتے تھے، یا اصلاً تین طلاقوں کا تلفظ ایک دفعہ میں نہیں کرتے تھے، تو حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ اب تین طلاقیں دیتے ہو اور زمن رسول علیہ الصلوٰۃ و السلام میں لوگ ایک طلاق دیتے تھے اور حدیث میں یہ جو فرمایا

کہ عمر نے تین طلاقوں کو نافذ کر دیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اس معاملہ میں وہی حکم دیا جو پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں دیا جاتا تھا، یعنی اگر کوئی یکبارگی تین طلاقیں دیتا یا البتہ سے تین طلاقیں مراد لیتا، تین ہی واقع ہوتی تھیں، جیسا کہ حدیث رکانہ وغیرہ سے ظاہر ہے اور یہ تاویل ابوزرعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور اس طور پر بھی خبر مذکور میں لوگوں کی عادت کے بدلنے کی خبر ہے نہ کہ تغیر حکم کی اطلاع۔

عہد فاروقی کا حکم:

یہ دوسری تاویل بھی فتح الباری میں افادہ فرمائی، عبارت یہ ہے:

الجواب الخامس دعوی انه ورد فی صورة خاصة فقال ابن شریح و غیره یشبه أن یکون ورد فی تکریر اللفظ کان یقول انت طالق انت طالق و کانوا ولأعلی سلامة صدورهم یقبل منهم أنهم أراد و التاکید فلما کثر الناس فی زمن عمر و کثر فیهم الخداع و نحوه مما یمتنع قبول من ادعی التاکید حمل عمر اللفظ علی ظاهر التکرار فامضاه علیهم و هذا الجواب ارتضاه القرطبی و قواه یقول عمر ان الناس استعجلوا فی أمر کانت لهم فیه اناة و کذا قال النووی ان هذا اصح الاجوبه السادس تاویل قوله واحدة و هو أن معنی قوله کان الثلاث واحدة أن الناس فی زمن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم کانوا یطلقون واحدة فلما کان زمن عمر کانوا یطلقون ثلثا لأنهم کانوا لا یستعملون الثلاث اصلاً أو کانوا یستعملوا نها نادراً و أما فی عصر عمر فکثر استعمالهم لها و معنی قوله فامضاه علیهم و اجازة و غیر ذلک انه صنع فیه من الحکم بایقاع الثلاث ما کان یصنع قبله و رجح هذا التاویل العربی و نسبه ابی ابن زرعة الرازی و کذا اورده البیهقی باسناد صحیح الی ابی زرعة قال معنی هذا الحدیث عندی أن ما تطلقون ثلثا کانو یطلقون واحدة قال النووی و علی هذا فیکون الخبر وقع عن اختلاف عادة الناس خاصة لا عن تغیر الحکم فی الواحدة فاللہ اعلم فی الجملہ۔

ان ارشادات سے اور خود غیر مقلد کے اقرار سے یہ ثابت ہے کہ عہد فاروقی میں کوئی نیا حکم نہ ہوا بلکہ وہی حکم جاری ہوا جو پہلے جاری تھا، ہاں لوگوں کی عادت ضرور بدل گئی یعنی تین طلاقیں کثرت سے لوگ دینے لگے جب کہ پہلے ایسا کبھی کبھی ہوتا تھا۔

رابعاً: جب یہ ثابت ہی نہیں کہ عہد فاروقی سے پہلے تین طلاقیں ایک قرار پاتی تھیں بلکہ قطعاً حدیث رکانہ وغیرہ سے یہی ثابت ہے کہ عہد رسالت وصدیق میں بھی تین طلاقیں تین ہی شمار ہوتی تھیں اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی حکم سابق کو نہ بدلا بلکہ وہی جو پہلے کیا جاتا تھا، تو تین طلاقوں کے ایک ہونے پر زمانہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے اجماع کیسے ہو گیا، تو تین طلاق کے ایک طلاق ہونے پر اجماع کا دعوی ہی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا اور اس اجماع کی حکایت ان کتابوں میں سے کسی کتاب میں یعنی جس سے غیر مقلد نے استناد کیا، جسے احکام القرآن وفتح الباری وغیرہ سے ہم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ اقدس میں تین طلاقوں کے لازم ہونے پر اجماع پہلے ہی نقل کیا اور غیر مقلد صاحب نے ان عبارتوں کا اصلاً پتہ نہ دیا اور اس طرح اپنی خیانت کا ایک اور ثبوت دیا کہ وہ لاکھ چھپائیں پھر بھی ان کی خیانت چھپنے کی نہیں کہ:

تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

آخر کیا وجہ ہے کہ غیر مقلد صاحب نے جن کتابوں کے نام لئے ان میں سے کسی کتاب میں اس کا کوئی پتہ نہیں کہ پہلے تین طلاقوں کے ایک طلاق ہونے پر اجماع تھا، غیر مقلد صاحب کو لے دے کے اپنے ہمنوا، ابن قیم غیر مقلد کی کتاب اعاثۃ اللھفان ملی، اس میں بھی ان کے ہمنوا نے غیر مقلد کی طرح جرأت سے کام لے کر یہ زور دار دعویٰ کیا ”بلکہ اس کے خلاف تین کے ایک ہونے کا فیصلہ پہلے متفقہ ہو چکا تھا۔“ (ص ۱۲۰) اور اسی طرح یہ اجماعی فیصلہ تھا (۱۰ھ) کتابچہ غیر مقلد نے کیا بلکہ یوں کمزور الفاظ میں ان کا ہمنوا گویا ہوا کہ حتی قال بعضهم ان ذلک اجماع قدیم اس عبارت کا ترجمہ غیر مقلد صاحب نے خود یوں کیا کہ حتی کہ بعض علما کا تو یہ کہنا ہے کہ یہ پرانا اجماع ہے۔

ابن قیم کی مجہول روایت:

ابن قیم کے اس طرز حکایت سے ظاہر ہے کہ یہ دعوی بعض کا ہے اکثر کا نہیں، پھر یہ حکایت ابن قیم نے بعض مجہول سے کی جس کی عدالت معلوم نہیں تو یہ روایت بعض ہی ہے صحیح سرے سے ثابت ہی نہیں، بلکہ قطعاً نامعتبر، پھر اس کے بل پر ابن قیم کا یہ دعوی کر دینا کہ:

”یہ فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں نافذ تھا اور صحابہ ان کے ساتھ تھے، کسی نے اختلاف نہیں کیا، نہ کسی سے کوئی دوسرا قول منقول ہے حتی کہ بعض علما کا الخ۔“

ترجمہ غیر مقلد کتابچہ مذکور کیونکر قابل سماعت ہے اور اس کے عدم اعتبار پر خود اس کے کلام میں یہ شہادت کافی کہ یہ حکایت اجماع بعض مجہول سے منقول ہے، تو آپ ہی نامقبول ہے اس کے علاوہ اس ادعا میں ابن قیم کے کذاب ومفتری ہونے پر خود اس کے کلام میں یہ چمکتی دلیل ہے کہ منہ بھر کے اس نے یہ تو کہہ دیا کہ اختلاف بعد میں پیدا ہوا خلیفۂ ثانی کے زمانے میں اور وہ اختلاف اب تک باقی ہے، جیسا کہ ہم آگے ذکر کریں گے، لیکن آگے جب اختلاف بتایا تو کس کا، ان کا اختلاف بتایا جن کا اختلاف کسی گنتی شمار میں نہیں اور جو حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت بعد ہوئے۔

ائمہ کرام کا اجماع:

چنانچہ غیر مقلد صاحب رقم طراز ہیں:

’’کہ پھر آگے حافظ موصوف اختلاف کی نوعیت یوں بیان کرتے ہیں کہ امام داؤد اور ان کے ساتھیوں نے یہ اختیار کیا ہے کہ اس طرح کی تین ایک ہی طلاق ہے۔‘‘ [ص ۲۱]

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مخالف وہ ہیں جو ان کے معاصر نہیں بلکہ ان سے بہت متأخر ہیں اور اگر کوئی ایک حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہم عصر ان کا مخالف اس مسئلہ میں ہوتا تو ابن قیم ضرور اس کا ذکر کرتا، مگر ابن قیم اس جگہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی ہم عصر کا نام نہ لے سکا، جو سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس مسئلہ میں مخالف ہو تو تین طلاق کے ایک ہونے پر عہد فاروقی سے پہلے اجماع کا بلند بانگ دعوی اور عہد عمر میں اختلاف پیدا ہونے کی بات سراسر جھوٹ ہے، جو غیر مقلد ان زمانہ پرانے غیر مقلد کی پیروی میں بول رہے ہیں، البتہ یہ سچ ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے بعد بہت بعد کچھ لوگوں نے اجماع سابق اور اتفاق قدیم کو توڑا، اور انھوں نے اختلاف کیا جس کو جمہور نے یک قلم مسترد کر دیا اور اس کے غیر معتبر ہونے کی تصریح فرما دی، جیسا کہ فتح الباری سے گزرا۔

نیز عمدۃ القاری میں امام بدر الدین عینی نے ارشاد فرمایا: مذھب جماھیر العلماء من التابعین و من بعدھم منھم الاوزاعی و النخعی و النوری و ابو حنیفۃ و اصحابہ و مالک و اصحابہ و الشافعی و اصحابہ و احمد و أصحابہ و اسحق و أبو ثور و أبو عبید و آخرون کثیرون علی ان من طلق أمراتہ ثلثا وقعن و لکنہ یأثم و قالوا من مخالف فیہ فھو شاذ مخالف لأھلا السنۃ و انما تعلق بہ أھل البدع و من لا یلتفت الیہ لشذوذہ عن الجماعۃ التی لا یجوز علیھم التواطؤ علی تحریف الکتاب و السنۃ۔ یعنی تابعین و تبع تابعین کے جماہیر علما جن میں اوزاعی، نخعی، ثوری، ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب مالک اور ان کے اصحاب شافعی اور ان کے اصحاب اور احمد اور ان کے اصحاب اور اسحق و ابو ثور و ابو عبید اور بہت سارے ان کے سوا علما کا مذہب یہ ہے کہ جو اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے گا، اس کی طلاقیں واقع ہو جائیں گی لیکن وہ گنہ گار ہوگا اور ان سب کا ارشاد ہے جو اس مسئلہ میں مخالف ہے وہ شاذ اور اہل سنت سے جدا ہے اور اختلاف سے تو اہل بدعت اور وہ لوگ ہی چمٹے ہیں جن کی طرف التفات نہیں، اس لئے کہ یہ لوگ اہل سنت و جماعت سے جدا، ہیں جن کا کتاب و سنت کی تحریف و تبدیل پر اتفاق کر لینا محال ہے، یہاں سے ظاہر ہوا کہ غیر مقلد نے جو ابن قیم کے حوالہ سے جو اس قول شاذ کی نسبت بعض حنفیہ و مالکیہ و حنابلہ کی طرف کی ہے وہ غیر ثابت و نا معتبر ہے اور انصاف کی نظر سے دیکھئے تو جامع الرموز کی وہ عبارت بھی جو غیر مقلد نے نقل کی، جس کا ترجمہ یہ ہے۔

جو خود غیر مقلد صاحب نے یوں کیا ہے:

’’زمانہ رسالت سے لے کر امیر المومنین عمر رضی (ہم سنی کہتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شروع خلافت تک جب کوئی شخص تین طلاقیں دیتا تھا تو وہ ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی پھر لوگوں کے بکثرت طلاق دینے کی وجہ سے تین طلاقیں سیاسۃً اور تعزیراً تین نافذ کر دی گئیں۔‘‘

ہم اہل سنت و جماعت کے مذہب مہذب کی مؤید ہے اور غیر مقلد صاحب کو بالکل مضر ہے، اس لئے کہ اس عبارت سے بھی صاف ظاہر ہے کہ تین طلاقوں کے نافذ و لازم ہونے پر زمن فاروقی میں اجماع ہو گیا، کہ صاحب جامع الرموز نے عہد فاروقی میں کسی کے اختلاف کا ذکر نہ کیا، تو بات وہی ہے جو فتح الباری میں فرمائی کہ عہد فاروقی میں کسی کا اختلاف محفوظ و معلوم ہی نہیں اور اگر کوئی اس وقت مخالف ہوتا تو ضرور علما نقل کرتے۔

رہ گئی یہ بات کہ صدر اول میں تین طلاقوں کے ایک ہونے پر اجماع تھا تو اس پر بحث پہلے گزر چکی اور اس کا ایک جواب فتح الباری سے گزرا کہ برتقدیر تسلیم یہ امر منسوخ ہو گیا اور ناسخ اس امر کا بعض لوگوں پر پوشیدہ تھا، پھر زمن فاروقی میں سب پر ظاہر ہو گیا، اسی لئے کسی ایک صحابی نے بھی صدر اول کے دستور میں تغیر پر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انکار نہ کیا، پھر اس کے بعد کسی کو کیا مجال انکار ہے، بلکہ تسلیم و انقیاد لازم ہے، اور اس کے خلاف فتوی دینا قضا نافذ کرنا حرام اور قاضی کی قضا ہرگز نافذ نہ ہوگی۔

اسی لئے طحطاوی علی الدر المختار میں جامع الرموز کی عبارت لکھ کر فرمایا: و فی البحر من أنکر وقوع الثلاث فقد خالف الاجماع و لو حکم حاکم بانا الثلاث تقع واحدۃ لم ینفذ حکمہ لانہ لا یسوغ فیہ الاجتھاد لانہ خلاف لا اختلاف اھ۔ [۱۰۵ ص، ج ۲]

یعنی جو تین علاقوں کے واقع ہونے کا منکر ہے وہ بے شک اجماع کا مخالف ہے، اور اگر کوئی حاکم یہ حکم کرے کہ تین طلاقوں کی ایک طلاق واقع ہوگی اس کا حکم نافذ نہ ہوگا، اس لیے کہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں، اس وجہ سے کہ یہ قول (اصل دین کے) خلاف ہے نہ کہ (اصل پر مبنی)

اختلاف غیر مقلد نے جامع الرموز کے ساتھ ساتھ طحطاوی کا نام بھی لیا مگر طحطاوی کی یہ عبارت جس سے جامع الرموز کی عبارت کا صحیح مفہوم کھلتا تھا دبا گیا، اور جامع الرموز کی عبارت کو اپنی ذہنی اختراع

سے ایک غلط مفہوم پہنایا اور مدعی ہوا کہ ”پس امیر المومنین کا یہ قدم انتظامی اور سیاسی تھا، شرعی نہیں تھا۔“

حالانکہ قہستانی صاحب جامع الرموز کی عبارت میں یہ کہیں نہیں ہے کہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ اقدام شرعی نہیں تھا، بلکہ ان کی عبارت سے صاف کھل رہا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ حکم یا اجماع صحابہ نافذ ہوا، اور کسی نے اس پر انکار نہ کیا، ایسے حکم اجماعی کو غیر شرعی بتا دینا غیر مقلد ہی کا کام ہے اور اسے سنی مقلد عالم کے سر دھرنا غیر مقلدانہ جرأت اور بہتان و فریب میں مہارت ہے، پھر سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اقدام کے غیر شرعی ہونے کی یہ الٹی دلیل بھی۔

ملاحظہ ہو، غیر مقلد صاحب بہادر سابقہ عبارت کے متصل رقم طراز ہیں:

”کیونکہ امیر عمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہیں تھے، نہ ان کو ایسا حق تھا، اس کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ وہ خود اپنے دورِ خلافت میں نبوی فیصلے پر کار بند تھے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتے تھے۔“
[کتابچہ مذکورہ غیر مقلد ص ۱۱]

اور سیدھی بات یہ ہے کہ غیر مقلد صاحب مذکور اپنی اسی الٹی دلیل سے مذہب اہل سنت کی تائید کر گئے اور جب غیر مقلد صاحب کو اعتراف ہے کہ امیر المومنین عمر (ہم سنی کہتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہیں تھے، وہ خود اپنے دور خلافت میں نبوی فیصلے پر کار بند تھے اور اسی کے مطابق فیصلہ نافذ کرتے تھے تو انہیں کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف نہیں ہے بلکہ یہ عین نبوی فیصلہ ہے، مگر غیر مقلد صاحب پھر اوندھے ہو گئے اور سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب نہ صرف سیدنا عمر کے مذہب بلکہ جملہ صحابہ کے اجماع بلکہ اپنے اقرار کے بموجب خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلہ سے پھر گئے اور اپنے اسی اقرار کو جو ابھی گزرا دلیل بنا کر پھر الٹی بات کہہ گئے کہ:

”اس لئے ان کے انتظامی قدم کو اپنے مذہب کی دلیل بنانا اختلاس ہے، اقتباس نہیں، بلکہ شریعت میں ناجائز تصرف ہے۔“

سبحان اللہ اس ناجائز تصرف کے دعوی کی دلیل وہ ٹھہری جو پہلے غیر مقلد صاحب بول چکے کہ ”کیونکہ امیر المؤمنین عمر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرنے والے نہیں تھے۔“ الخ

اب غیر مقلد صاحب ہی سے پوچھنا چاہئے اور وہ اپنے اقرار کی روشنی میں بتائیں۔

(جاری......)

ص ۸/ کا بقیہ......................

آزادی نسواں اور ہیومن رائٹس جیسی تنظیموں کی باڑھ آجاتی ہے اور ہر تنظیم اپنے اپنے طور پر اسلامی احکامات کی تعبیر و تشریح شروع کر دیتی ہے، جس میں وہ چند زرخرید اور شہرت پسند مسلم نما مردوں اور عورتوں کو بھی شامل کر لیتے ہیں، پھر تو جسے کلمہ تک ڈھنگ سے پڑھنا نہیں آتا وہ بھی ٹی وی چینلوں پر اپنی خباثت پھیلاتا ہوا نظر آتا ہے اور وہ ٹی وی چینلس جن کے یہاں سیکنڈوں کی قیمت لاکھوں میں ہوتی ہے، دل کھول کر گھنٹوں ان سے لایعنی بحثیں کراتے ہیں۔

مجھے نہیں معلوم کہ کسی ٹی وی چینل نے کبھی اس بات پر بھی کوئی بحث کرائی ہو کہ اگر کوئی ہندو شخص بغیر طلاق کے سالوں سے اپنی بیوی کو چھوڑ رکھا ہو، اس کے اور اس کی بیوی کے لئے کیا ہونا چاہئے؟ اگر کسی ہندو عورت کا شوہر مر جائے یا طلاق دے دے تو اسے کیوں دوسری شادی نہیں کرنی چاہئے؟ لیکن اگر کوئی مسلمان تین طلاق کہہ کر اپنی بیوی کو چھوڑ دے تو اس کی فکر میں حکومت اور میڈیا کی راتوں کی نیند اور دن کا چین حرام ہو جاتا ہے، میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ جب تین طلاق کہہ کر بیوی کو چھوڑ دینا ناانصافی ہے تو بغیر کچھ کہے چھوڑ دینا کہاں کا انصاف ہو گیا؟

کیا یہ دوغلی پالیسی یہ ثابت نہیں کرتی کہ مخالفین اسلام کو عورتوں پر کسی بھی ظلم و ستم سے کوئی سروکار نہیں، انھیں تو بس اسلام پر کیچڑ اچھالنا ہے، جس کے لئے وہ موقع کی تلاش میں لگے رہتے ہیں، پیاری ماؤں اور بہنوں ہوش کے ناخن لو اور عقل سلیم سے کام لیتے ہوئے اپنے دنیوی اور اخروی سرمایہ کو ان بھیڑیوں سے محفوظ و مامون رکھو۔

ابھی کچھ دنوں سے زی ٹی وی پر بنام ”فتح کا فتویٰ“ ایک بکواس پروگرام آرہا ہے جسے کوئی طارق فتح نام کا دہریہ ہوسٹ کرتا ہے، جس کا مقصد صرف اور صرف اسلام اور مسلمانوں پر کیچڑ اچھالنا ہے۔

فتویٰ شرعی احکام پر مشتمل اس تحریر کو کہتے ہیں جسے کوئی قرآن و حدیث کا ماہر اور اسلامی احکامات کا عالم و فاضل لکھتا ہے، اسے ہر عالم بھی نہیں لکھ سکتا، چہ جائے کہ ہمہ وشما فتویٰ لکھے، ایسی صورت میں کسی غیر عالم کی بکواس کو ”فتویٰ“ کہنا، سراسر فتویٰ کی توہین ہے، جسے کسی بھی حال میں برداشت نہیں کیا جا سکتا، زی ٹی وی جلد از جلد اس واہیات پروگرام کا نام تبدیل کر دے ورنہ ہم اس کے خلاف ہتک شریعت کا مقدمہ دائر کرنے پر بھی غور کر سکتے ہیں، زی ٹی وی چاہے دیگر کسی بھی نام سے بکواس کرے یا کرائے ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کیوں کہ اسلام کے خلاف بکواس کرنے والے نہ کل اسے کچھ نقصان پہنچا سکے تھے، نہ آج پہنچا سکتے ہیں، اسلام ایک صاف و شفاف آئینہ ہے جس میں ہر دیکھنے والا اپنا ہی چہرہ دیکھتا ہے، آج ہر طرف اسلام کی حقانیت سر چڑھ کر بول رہی ہے۔ □

از : ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری*



روضۂ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ملائکہ کی حاضری

عہدِ حاضر کے امام عاشقاں، امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ اپنے نعتیہ دیوان "حدائقِ بخشش" کے حصہ اوّل کی ردیف "ی" میں قصیدہ "حاضری درگاہِ ابدی پناہ وصل دوم رنگ عشقی" میں فرماتے ہیں:

چھائے ملائکہ ہیں لگا تار ہے درود
بدلے ہیں پہرے بدلی میں بارش دُررکی ہے
سعدین کا قران ہے پہلوئے ماہ میں
جُھرمٹ کئے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے

"سعدین" سے مطلب دو سیارہ سعید "زہرہ" اور "مشتری" ہیں، قِران سے مطلب اُن کا ایک دقیقہٗ فلک میں جمع ہونا ہے، یہاں پر امام احمد رضا نے یہ مثال دے کر بتائی ہے اور اسی مثال سے تشبیہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ سعدین سے مراد "حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما" ہیں اور ماہ و قمر سے مراد "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پُرنور" ہے، تارے وہ ستر ہزار ملائکہ ہیں کہ جو مزار پُرانور پر ہر وقت چھائے رہتے ہیں، اسی قصیدہ میں آگے فرماتے ہیں: ؎

ستر ہزار صبح ہیں ستر ہزار شام
یوں بندگی زُلف و رُخ آٹھوں پہر کی ہے
جو ایک بار آئے دوبارہ نہ آئیں گے
رُخصت ہی بارگاہ سے بس اس قدر کی ہے

ان اشعار کے حاشیہ میں درج ہے کہ:

"جو فرشتے شام کو حاضر ہونے والے تھے، ان کو دن بھر شام کی اُمید لگی تھی کہ شام ہو اور ہم حاضر ہوں اور جو صبح کو حاضر ہونے والے تھے، انہیں شب بھر صبح کی آس بندھی ہوئی تھی کہ صبح ہو اور ہم حاضر ہوں، جو ایک بار حاضر ہو چکے ہیں انہیں نہ دن کو ویسی شام کی اُمید ہے نہ شب کو ویسی صبح کی کہ دوبارہ آنا نہ ہوگا۔"

محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب "جذب القلوب الیٰ دیار المحبوب" میں ایک حدیث شریف نقل کرتے ہیں جو حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:

"وہ (حضرت کعب) اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، ان کی مجلس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جاری تھا، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو ستر ہزار فرشتے قبر مطہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرداگرد آجاتے ہیں اور صلوٰۃ (درود) بھیجتے ہیں اور جب شام ہوتی ہے تو چلے جاتے ہیں اور دوسرا گروہ فرشتوں کا اسی تعداد میں آجاتا ہے اور جس طرح انہوں نے درود بھیجا تھا یہ بھی وہی کرتے ہیں، جس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر شریف سے نکلیں گے اس وقت تک یہی سلسلہ جاری رہے گا۔"

پھر امام احمد رضا علیہ الرحمہ ان ملائکہ کی تڑپ اور آس کا ذکر کرتے ہیں کہ جو ملائکہ ایک بار درِ اقدس پر حاضری کا شرف پالیتے ہیں وہ دوبارہ حاضری کے لئے تڑپتے رہتے ہیں مگر کس کی مجال کہ اس تعالیٰ کی حکم عدولی کرے، وہاں سے تو صرف ایک بار ہی حاضری کا اذن ہے جس میں اس تعالیٰ کی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا دخل کارفرما نظر آتا ہے کہ کثرت مائکہ کے سبب کوئی محروم نہ رہے، سب درِ محبوب کی حاضری کا شرف پالیں، بروز حشر تک تمام فرشتے باری باری یہ سعادت حاصل کرلیں، فرشتے یونہی صبح سے شام اور شب سے سحر دوبارہ کی آس میں گزار رہے ہیں، امام احمد رضا فرماتے ہیں: ؎

تڑپا کریں بدل کے پھر آنا کہاں نصیب
بے حکم کب مجال پرندے کو پَر کی ہے
اے وائے بیکسی تمنا کہ اب اُمید
دن کو نہ شام کی ہے نہ شب کو سحر کی ہے

ص ۱۲ / کا بقیہ

(۱) سورہ بنی اسرائیل، ۷۰۔ (۲) اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۳ ص ۶۲۷ سیرت ضیاء النبی ج ۱، ص ۷۔۳۔ (۳) نقوش رسول نمبر ج ۳، ص ۱۲، سیرت ضیاء النبی ج ۱، ص ۸۰۔ (۴) ایران بعہد ساسانیاں ص ۳۳۶۔۳۳۷ سیرت ضیاء النبی ج ۱ ص ۸۲۔ (۵) تاریخ وتہذیب حصہ اول از کرین برنٹن سیرت ضیاء النبی ج ۱ ص ۱۰۶۔ (۶) کتاب الجمع ص ۱۷، ۱۸ سیرت ضیاء النبی ج ۱ ص ۱۱۱۔ (۷) دی ایج آف فیتھ ص ۱۲۰ سیرت ضیاء النبی ج ۱ ص ۱۴۱۔ (۸) تاریخ ابن خلدون ج ۲، ص ۶۵۱ سیرت ضیاء النبی ج ۱ ص ۳۱۵۔ (۹) سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۰ سیرت ضیاء النبی ج ۱ ص ۳۱۵۔ (۱۰) شبدوں کا جیون۔ (۱۱) سندر کانڈ ۳، ۵۸۔ (۱۲) ست پتھ برہمن ۲،۳، ۲،۴، ۶۔ (۱۳) سورۃ نور ۳۰۔ (۱۴) سورہ بقرہ ۱۸۷۔ (۱۵) سورہ نساء ۱۹۔ (۱۶) ترمذی۔ (۱۷) ابوداؤد و مشکوۃ۔

* مضمون نگار انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک ایجوکیشن، کراچی، پاکستان کے پرنسپل ہیں۔



مختلف معاشرے میں عورت کا مقام

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی٭

دنیا کے تمام معاشروں میں ہمیشہ ہی عورت کو لے کر مختلف خیالات ونظریات موجود رہے ہیں جن میں عموماً عورت کے کردار کو ہمیشہ ہی تعصب وتنگ نظری کا سامنا کرنا پڑا اور آج کے اس ترقی یافتہ زمانے میں بھی عورت کو لے کر اکثر معاشروں میں کچھ خاص تبدیلی نہیں آئی ہاں! اتنا ضرور ہوا ہے کہ عورت کو ہراساں واستعمال کرنے کے طور طریقے ضرور بدل گئے ہیں مگر ذہنیت آج بھی ویسی ہی ہے جیسا کہ صدیوں پہلے کے زمانے میں تھی اگر بات مذہب اسلام کی کی جائے تو اسلامی نظریہ بالکل واضح ہے کہ مردوں کی طرح عورت کو بھی معاشرے میں ایک اہم مقام دیا گیا ہے۔

اللہ رب العزت کی پیدا کردہ مخلوق میں تاج شرافت وکرامت اولاد آدم کو حاصل ہوا، اور انہیں تمام مخلوقات پر فضیلت وبزرگی عطا کی گئی جیسا کہ ارشاد ربی ہے: وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ وَحَمَلْنٰھُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰھُمْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ تَفْضِیْلًا (۱) اور بے شک ہم نے اولاد آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی وتری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور ان کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔ (کنز الایمان)

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ حضرت حسین کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ آیت میں اکثر مخلوق سے کل مخلوق مراد ہیں یعنی انسان تمام مخلوقات سے زیادہ افضل ہے اور یہ اس امر سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کرسکتا کہ اولاد آدم میں جس طرح مرد شامل ہیں، اسی طرح عورتیں بھی شامل ہیں، مگر مختلف معاشروں میں عورت کو ہمیشہ ہی اپنے خودساختہ اصولوں کے تحت ایک بے زبان مخلوق سمجھ کر اس سے فوائد تو حاصل کیے گئے لیکن اسے اس کے واجبی حقوق کبھی نہیں دیئے گئے، ذیل میں ہم دنیا کے کچھ اہم معاشروں میں عورتوں کے مقام اور ان کی حیثیت سے متعلق گفتگو کریں گے جس سے اندازہ ہوگا کہ جب بڑے کہلانے والے معاشروں میں عورت کا یہ مقام ہے تو جن معاشروں کا شمار کسی گنتی میں ہی نہیں تھا ان میں عورت کا حال کیا ہوگا؟

ایرانی معاشرے میں عورت کی حیثیت:

دنیا کے نقشے پر موجود ایرانی حکومت چھٹی صدی عیسوی میں ایک عظیم الشان مملکت تھی جس کا حدود اربعہ آج کے ایران سے کئی گنا زیادہ بڑا تھا، اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے:

"یہ سلطنت بلوچستان، کچھ، مکران، کرمان، غور، بامیان، ہندوکش، سیستان، زابلستان، خراسان، ماوراء النہر، رشت، اصفہان، مازندران، استرآباد، گرگان، فارس، لارستان، خوزستان، افغانستان، کابلستان، پنجاب، کردستان، شیروان، بابل، موصل اور دیار بکر پر مشتمل تھی۔" (۲)

اس اقتباس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس زمانے میں ایران کی حکومت کا رقبہ کس قدر وسیع اور بڑا ہوگا، اتنا بڑا ایرانی معاشرہ عورت کے بارے میں حد درجہ غیر حساس اور سنگ دل تھا، عورت ان کے لئے محض ایک کھلونا اور دل بہلانے کا ایک ذریعہ تھی، اس سے زیادہ ان کے یہاں عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی۔

"ایران میں زمانہ قدیم سے یہ دستور تھا کہ عورتوں کی حفاظت کے لئے مردوں کو ملازم رکھا جاتا تھا، لیکن یونان کی طرح یہاں بھی خواصوں اور داشتہ (رکھیل) عورتوں کو رکھنے کا طریقہ عام تھا، اسے نہ صرف مذہباً جائز قرار دیا گیا تھا بلکہ یہ ایرانیوں کی سماجی زندگی کا لازمی خاصہ بن گیا تھا۔" (۳)

ایرانی معاشرے میں عورتوں کے حقوق کی پامالی کا سلسلہ صرف اجنبیہ اور عام عورتوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اپنے ہی گھر کی خواتین خود اپنے گھر کے مردوں سے محفوظ نہیں تھیں، اس معاشرے میں اپنی بہن بیٹی کے ساتھ بھی شادی کو جائز قرار دے دیا گیا تھا اور اس قسم کی شادیوں کو "خویذ وگدس" کہا جاتا تھا، ان کی مذہبی کتابوں میں ایسی شادیوں کی بڑی عظمت اور فضیلت بیان کی گئیں ہیں، ان کا ماننا تھا کہ اپنی بہن اور بیٹی سے شادی کرنے پر خدا کی رحمت کا سایہ پڑتا ہے اور شیطان اس سے دور رہتا ہے، کبیرہ گناہوں کا کفارہ ادا ہوجاتا ہے، ایران کے مشہور بادشاہ یزدگرد دوم نے اپنی بیٹی سے شادی کی تھی اور ایک لمبے عرصے تک اسے اپنی بیوی بنا کر رکھا تھا، بعد میں کسی وجہ سے ناراض ہوکر اس نے اپنی بہن (جسے بیوی بنا رکھا تھا) کا قتل کردیا، اس زمانے میں ایران کا سرکاری مذہب زرتشت تھا اور یہ رسم زرتشتی مذاہب کے ماننے والوں میں تھی، لیکن ان کی عیاش طبیعتیں اس قدر

٭مضمون نگار ماہنامہ سوادِ اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

بڑھیں کہ غیر زرتشتی لوگوں نے بھی اپنی بہن بیٹیوں سے شادیاں رچانا شروع کر دیا، اس طرح پورے ایرانی معاشرے میں عورت نہ گھر سے باہر محفوظ تھی، نہ ہی گھر کی چہار دیواری میں اس کی عزت محفوظ تھی، ہر جگہ عورت ہوس پرست مردوں کی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کا ذریعہ بنی ہوئی تھی۔

ایرانی معاشرے میں ایک اور گھنونی رسم رائج تھی کہ کوئی بھی شخص اپنی بیوی کو کسی بھی غیر مرد کو کچھ وقت کے لئے سونپ سکتا تھا اور اس میں عورت کی رضامندی کوئی ضروری نہیں تھی، اس کا شوہر ہی تنہا فیصلہ لینے کا حق دار ہوتا تھا، پروفیسر آرتھر لکھتے ہیں:

”شوہر مجاز تھا کہ اپنی بیوی یا بیویوں میں سے ایک کو خواہ بیاہتا بیوی ہی کیوں نہ ہو کسی دوسرے شخص کو جو انقلاب روزگار سے محتاج ہو گیا ہو، اس غرض کے لئے دے دے کہ وہ اس سے کسب معاش کے کام میں مدد لے، اس میں عورت کی رضامندی حاصل کرنا ضروری نہیں ہوتا، اس عارضی ازدواج (صحبت) میں جو اولاد پیدا ہوتی وہ پہلے شوہر کی ہی سمجھی جاتی تھی، یہ مفاہمت ایک باضابطہ قانونی اقرارنامے کے ذریعے ہوتی تھی“۔(۴)

ایرانی معاشرے کی یہ چند جھلکیاں، یہ بتانے کے لئے کافی ہیں کہ اس معاشرے میں عورت کا مقام اور اس کی حیثیت کیا تھی؟

یونان میں عورت کی حیثیت:

اب آئیے اس دور کی ایک اور اہم حکومت یونان کا جائزہ لیتے ہیں کہ یہاں عورت کا کیا مقام تھا، یونان اس خطے کا نام ہے جہاں بڑے بڑے نابغہ روزگار افراد پیدا ہوئے اور اس سرزمین کے ان فاضلین نے اپنے علم وفن سے ایک زمانے تک لوگوں کو متأثر کیا اور ان کے حکمت وفلسفے کا جادو زمانے کے سر چڑھ کے بولا، جب اس زمانے میں یونان کی قرب وجوار کی مملکتیں جہالت وتاریکی میں ڈوبی ہوئی تھیں اور اہل یوروپ علم وحکمت کے میدان میں بالکل تہی دست تھے، افلاس، بے روزگاری، ظلم، عیاشی، لوٹ مار، قتل وغارت گری اور ناانصافی اہل یوروپ کی فطرت ثانیہ بنی ہوئی تھی، مگر اس زمانے میں بھی اہل یونان اپنے علم سے ایک زمانے کو فیض یاب کر رہے تھے لیکن اس کے باوجود اس معاشرے میں عورت کو کوئی خاص مقام حاصل نہ تھا بلکہ ان کے نزدیک بھی عورت زیادہ سے زیادہ بچے پیدا کرنے کی ایک مشین تھی جس سے مملکت کو بچے حاصل ہوں اور بس!

اہل یونان مذہبی اعتبار سے کئی دیوتاؤں کو مانتے تھے اور اپنی منتوں کو مانگنے کے لئے مندروں میں جایا کرتے تھے اور اپنے دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنے کے لئے بڑے بڑے قیمتی نذرانے اور چڑھاوے پیش کیا کرتے تھے اور بہت سارے عقیدت مند تو اپنی جائدادیں تک مندروں کو دے دیا کرتے تھے اور جب کسی سخت مشکل سے دوچار ہوتے تو اپنے دیوتاؤں کو انسانی جان کی بھینٹ چڑھایا کرتے تھے۔

یونان کا جنرل ”اگامیمنون“ ٹرائے کی جنگ میں لڑائی میں مصروف تھا کہ اچانک ہوائیں اس کی سمت میں چلنے لگیں جس سے اس کی فوج کو کافی پریشانیاں اٹھانا پڑیں، اس نے ہوا کی دیوی کو خوش کرنے کے لئے اپنی جوان بیٹی کو اس کی بھینٹ چڑھا دیا۔(۵)

ویسے تو اہل یونان نے دنیا کو فلسفہ کی دولت سے نوازا، اس سرزمین سے سقراط، ارسطو اور افلاطون جیسے مشہور زمانہ فاضلین پیدا ہوئے، جنہوں نے پوری دنیا پر اپنے علم کے گہرے اثرات چھوڑے اور آج بھی علم وحکمت کی دنیا میں ان کا نام بڑے احترام سے لیا جاتا ہے لیکن بآں شہرت عورت کے متعلق ان کے خیالات ایسے بھی ہیں جو قطعی ایک مہذب معاشرے سے میل نہیں کھاتے، مشہور فلسفی ارسطو سے پوچھا گیا کہ کہ ہم اپنے شہر کا نظم ونسق کیسے چلائیں تاکہ وہ آبادی اور خوش حالی میں بام عروج تک پہنچ جائے، اس کے جواب میں ارسطو نے جواب دیا:

”حکومت کو خوش گوار اوقات میں ایسے مذہبی تہوار منعقد کرنے چاہئیں جن میں یہ چنے ہوئے مرد صحت وجمال میں ہر طرح ممتاز عورتوں کے ساتھ وقتی طور پر رشتہ ازدواج قائم کر سکیں اور اس کا مقصد صرف حکومت کے لئے بہترین بچوں کو پیدا کرنا ہو“۔

افلاطون کہتا ہے کہ ”آزادانہ اختلاط کرنے والے مرد وعورت ممتاز صلاحیتوں کے مالک ہوں اور ان کی اولاد بھی یقیناً دوسرے لوگوں سے برتر وبالا ہوگی۔“(۶)

یونان کے ان دو مشہور فلسفیوں کے ان اقتباسات کو پڑھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کی نگاہ میں بھی عورت کی حیثیت بچے جننے والی مشین سے زیادہ نہیں ہے، جب سماج کے اعلیٰ دماغ افراد کی سوچ یہ ہے، تو ان لوگوں کی سوچ اور معیار کیا ہوگا؟ جن کا شمار اوباشوں اور بد معاشوں میں ہوتا ہے۔

رومی معاشرے میں عورت کی حیثیت:

روم ایک زمانے میں انتہائی طاقت ور ملک کی حیثیت رکھتا تھا جسے آج کے زمانے میں سپر پاور رکھنے والا ملک کہا جاتا ہے، روم کے معاشرے میں عورت کا مقام کیا تھا؟ اس کا اندازہ اس اقتباس سے لگائیے، وِل ڈیوران اپنی کتاب دی ایج آف فیتھ [The Age of Faeth] میں لکھتا ہے:

”اخلاقی، جنسی اور کاروباری لحاظ سے رومی سلطنت کے مکینوں کی حالت قابل رشک نہ تھی، ایک طرف تو رقص کی مذمت کی جاتی تھی

لیکن قسطنطنیہ میں رقص گاہیں اور ناچ گھر آباد تھے....... قانونی طور پر ان پر یہ پابندی تھی کہ وہ ایک سے زیادہ شادی نہیں کر سکتے، لیکن دوسری طرف ان کی جنسی خواہشات کی تسکین کا سامان کر دیا گیا تھا.......... پروکوپیس (PROCOPIUS) اپنی کتاب سیکرٹ ہسٹری (Sicret History) میں لکھتا ہے کہ اس زمانے میں عملی طور پر تمام عورتیں بدکار تھیں........... قحبہ خانے عام تھے، عصمت فروشی کا دھندا برسرِ عام کیا جاتا تھا۔" (۷)

مصر میں عورت کی حیثیت:

مصر میں بھی عورت کو کوئی خاص مقام حاصل نہیں تھا، وہاں بھی عورت کو جنسی خواہشات کو پورا کرنے کا ایک ذریعہ سمجھا جاتا تھا اور حالت یہ تھی کہ مصری معاشرے میں خوب صورت بہن یا بیٹی کو کسی اور کے ساتھ نہ بیاہ کر خود اس کے بھائی یا باپ اپنی بیوی بنا لیا کرتے، ابتدا میں یہ مذموم عادت شاہی گھرانے کے افراد میں تھی، ان کا ماننا تھا کہ شاہی خاندان کے خون کو بیرونی عناصر کے خون کی آلودگی سے ہم پاک رکھنا چاہتے ہیں، بعد میں یہ عادت مصری معاشرے کے ہر فرد میں گھر کر گئی اور جس کے گھر میں خوب صورت بہن یا بیٹی ہوتی تو وہ جوان ہونے پر اسے ہوس کا شکار بنا لیا کرتے تھے۔

عرب معاشرے میں عورت کی حیثیت:

سرزمین عرب جسے دنیا کی سب سے مقدس سرزمین ہونے کا شرف حاصل ہے، جہاں بیت اللہ شریف قائم ہے، جس شہر کے لئے اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں فرمائیں، جس زمین پر حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے آب زم زم کا چشمہ پھوٹا اور جس خطہ کو نبی آخر الزماں حضور سید عالم ﷺ کی جائے ولادت کیلئے منتخب کیا گیا، اس پاک سرزمین کے رہنے والے دین ابراہیمی پر عامل تھے کہ ان کے درمیان عمرو ابن لحی نامی وہ شخص پیدا ہوا جس نے عرب کی مقدس سرزمین میں بت پرستی کا آغاز کیا اور عرب کی دھرتی پر یہاں سے تاریکیوں کا دور شروع ہوا، علامہ ابن خلدون تحریر فرماتے ہیں:

"عمرو ابن لحیٍ هو اوّل مَن غَیّر دِین اسماعیل وَعَبَدَ الأوثانَ وَاَمَرَ العَرب بِعبادَتِها وفیه قالَ ﷺ رأیتُ عمرو بن لحیّ یجرّ قصبه فی النار یعنی اَحشائه۔ عمرو ابن لحی وہ پہلا شخص ہے جس نے دین اسماعیل کو تبدیل اور بتوں کی پوجا شروع کی اور اہل عرب کو ان کی عبادت کا حکم دیا، اسی کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے عمرو ابن لحی کو دیکھا کہ وہ آتش جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔" (۸)

علامہ علی بن برہان الدین تحریر فرماتے ہیں:

"قد تضافرت نصوص العلماء علی اَنَّ العرب مِن عهدِ ابراهیم استمرت علیٰ دِینه اَی مَن رَفض عِبادة الاصنام اِلیٰ زمن عَمرو بن لحیٍ فهو اَوّل مَن غَیر دین ابراهیم و شرع للعرب الضلالات فَعَبد الاصنامَ و سَیّب السائبة بحر لبَحیرة۔ اس بات پر علمائے کرام کی تصریحات ہیں کہ اہل عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے لے کر عمرو ابن لحی کے زمانے تک آپ کے عقائد پر ہی ثابت قدم رہے، یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو تبدیل کیا اور اہل عرب کے لئے طرح طرح کی گمراہیاں شروع کیں، اس نے بتوں کی پوجا شروع کی سائبہ اور بحیرہ کی بدعت کا آغاز کیا۔ (۹)

اس طرح جب عرب کی مقدس زمین پر بت پرستی شروع ہوگئی تھی تو نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہر قبیلے کا الگ الگ خدا ہو گیا، ان لوگوں میں بت پرستی کا جذبہ اس قدر بڑھا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر کعبۃ اللہ میں بھی تین سو ساٹھ بتوں کو نصب کر ڈالا، بت پرستی کی وبا اپنے ساتھ میں بہت ساری اخلاقی پستیاں بھی لائی اور عرب معاشرے میں شراب نوشی، جوا بازی، زنا کاری اور ظلم و ناانصافی کا دور دورہ ہو گیا، جب پورا معاشرہ ہی طرح طرح کی اخلاقی برائیوں میں گرفتار تھا تو لامحالہ اس کا اثر عورتوں کی حیثیت پر بھی پڑنا تھا، سو اس کا اثر پڑا بھی، عورت عرب معاشرے میں مردوں کی جنسی خواہشات کی تکمیل کا ایک کھلونہ بن کر رہ گئی، کفر و شرک نے ان کی غیرت و حمیت کو بالکل مٹا کر رکھ دیا اور انہوں نے عورت کے ساتھ کیا سلوک کیا، اس کا اندازہ ان کی کچھ رسومات سے لگائیے، چند رسمیں یہاں نقل کی جاتی ہیں:

۱ عورت جب حیض سے فارغ ہوتی تھی تو اس کا شوہر اسے کسی بہادر اور نامور مرد کے پاس بھیجتا تھا تا کہ وہ اجنبی مرد اس کی بیوی کے ساتھ ہمبستری کرے، مقصد یہ ہوتا تھا کہ اس نامور آدمی کے نطفے سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ بھی نامور ہوگا اور اس کو ایک نامور بیٹے کا باپ ہونے کا اعزاز حاصل ہوگا۔

۲ عرب معاشرے میں عورت کی پستی اور جہالت کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ آٹھ دس مرد ایک عورت کے پاس اکٹھا ہوتے اور اس سے باری باری جسمانی تعلقات قائم کرتے اگر اس زنا کے نتیجے میں اس عورت کو حمل رہ جاتا تو اس بچے کی پیدائش کے بعد وہ عورت ان سبھی مردوں کو بلا بھیجتی اور ان میں سے ہر شخص کو اس کے بلاوے پر آنا ہی ہوتا تھا، مجال نہیں کہ وہ نہ آئیں، جب وہ سب مرد اس کے پاس آجاتے تو وہ عورت ان سے کہتی کہ جو کچھ تم نے میرے ساتھ کیا ہے، اس کے نتیجے میں مجھے بچہ پیدا ہوا ہے، اس کے بعد وہ عورت جس مرد کو چاہتی اس کا نام لے کر کہہ دیتی کہ وہ بچہ تیرا ہے، تو وہ بچہ اس کا ہی مانا جاتا تھا اور اس مرد کی ہمت نہ تھی کہ وہ اس بچے کو اپنانے سے انکار کرے، اس طرح

اس بچے کو اسی مرد کی نسل سے جوڑ دیا جاتا تھا، یہ سب اس وقت ہوتا جب پیدا ہونے والا بیٹا ہوتا، اگر بیٹی پیدا ہوتی تو وہ عورت نہ کسی کو بلاتی اور نہ کسی کی جانب اس بچی کو منسوب کرتی، کیوں اسے معلوم تھا کہ اہل عرب بچیوں سے حد درجہ نفرت کرتے ہیں ایسے میں اس بچی کو کون اپناتا؟

۳ عورتوں کی حیثیت اس درجہ گری ہوئی تھی کہ بعض عورتیں اپنے مکانوں کی چھتوں پر جھنڈے لگایا کرتی تھیں، یہ اس بات کی نشانی تھا کہ کوئی بھی مرد پیسے کے عوض ان سے ہم بستری کرسکتا تھا، اس طرح رات کا اندھیرا ہو یا دن کا اجالا، یہ بدکاری کا کاروبار ہمہ وقت جاری رہتا تھا اور اگر اس بدکاری کے نتیجے میں کسی عورت کو اولاد پیدا ہوتی تو قیافہ شناس کو بلایا جاتا وہ جس کی طرف اس بچے کی نسبت کردیتا وہ ناجائز بچہ اسی کا قرار پاتا۔

۴ عورتیں ان کے لئے کس درجہ استعمال کی چیز تھیں، اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ان کے یہاں یہ گندی رسم بھی رائج تھی کہ دو مرد آپس میں ایک دوسرے سے اپنی بیویاں بدل لیا کرتے اور اپنی بیوی دوسرے کے پاس بھیج کر اس کی بیوی خود بلاتے اور اس طرح اپنی گندی طبیعتوں کی ہوس مٹاتے۔

عرب معاشرے میں عورتیں کس حالت میں زندگی گزارتی تھیں؟ یہ اس کی صرف چند جھلکیاں تھیں، اس سے ہر باشعور بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اس معاشرے میں عورت کے لئے کوئی قابل ذکر مقام نہ تھا، عورت ان کے لئے صرف بستروں کی زینت بھر تھی، سماجی طور پر انھیں کسی طرح کے حقوق حاصل نہ تھے اور نہ ہی کوئی عزت و وقعت انھیں میسر تھی۔

ہندوستان میں عورتوں کی حیثیت:

وطن عزیز ہندوستان میں بھی اسلام کی آمد سے پہلے عورتیں بڑے سخت ماحول میں زندگی گزارتی تھیں، یہاں بھی ان کا کوئی پرسان حال نہ تھا، مذہب سے لے کر سماج و معاشرے تک میں انھیں ضرورت کی چیز سمجھا جاتا تھا اور ضرورت پوری ہونے کے بعد ان سے کوئی تعلق نہ رکھا جاتا، ایسا نہیں ہے کہ سماج کے نچلے اور جاہل طبقے میں یہ سارے حالات ہوں، بلکہ پورا ملک اور سماج کا تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس اخلاقی برائی میں نہ صرف شامل تھا بلکہ اس کی پیشوائی کا منصب انہیں کے پاس تھا، عورتوں کو ہندوستانی معاشرے میں پیر کی جوتی سمجھا جاتا تھا کہ جب چاہا پہن لیا اور جب چاہا اتار دیا، بطور کہاوت یہ بات کہی جاتی تھی کہ عورت پاؤں کی جوتی ہے، اسے سر پر نہیں رکھا جاتا، اس کا مقام یہ ہے کہ وہ پاؤں میں ہی رہے، آج اس ترقی یافتہ دور میں بھی بہت سارے لوگ اس بات کو کہتے بھی ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں، ہندوستان میں عورتوں کی سماجی حیثیت کیا تھی؟ اس کے بارے میں چند حوالہ جات پیش ہیں، جس سے یہاں کے کلچر اور جاہلانہ رسومات پر روشنی بھی پڑے گی اور یہاں عورت کی حیثیت کا اندازہ ہوجائے گا۔

عورتوں سے متعلق ہندو معاشرے کا رویہ

نیوگ کرانا:

ہندوستان میں نیوگ کی رسم کافی عام تھی اور اس رسم میں بڑے بڑے سمجھدار مانے جانے والے لوگ بھی شامل ہوتے تھے، نیوگ کا مطلب ہے کہ کسی عورت کو کسی غیر مرد کے پاس بھیج کر اس سے حاملہ کرانا اور اس بچے کو اپنا بیٹا بنانا، ہندوستان کے پنڈتوں نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ جو بھی کسی ”گیانی“ [مذہبی عالم] سے نیوگ کرائے گا، اس کے گھر ”گیانی“ بچہ پیدا ہوگا، اس طرح پنڈت لوگ خوب مزے سے دوسروں کی بیویوں کے ساتھ گل چھرّے اڑاتے تھے۔

ایک عورت میں دو مرد شریک:

ہندوستان میں یہ رسم بھی رائج تھی کہ جو عورت کسی ایک مرد کے نکاح میں ہوتی، اپنے خاوند کی غیر موجودگی میں خاوند کا بھائی اس کا شوہر بن جاتا تھا اور وہ اس سے ہم بستری کیا کرتا تھا، ڈاکٹر بھولا ناتھ تواری نے لکھا ہے:

”شوہر کا بھائی ”دیور“ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب ہے دوسرا شوہر، ہندی زبان میں ”دے“ کا مطلب ہے دوسرا، اور ”ور“ کا معنی ہے شوہر، اسی وجہ سے شوہر کے بھائی کو دیور کہا گیا، یعنی دوسرا شوہر چونکہ وہ اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں شوہر کے حقوق انجام دیا کرتا تھا، یعنی اپنی بھاوج کے ساتھ جسمانی تعلقات بناتا تھا۔“ (۱۰)

عورتوں کو جوئے میں داؤں پر لگانا:

ہندوستان میں جوئے کا رواج صدیوں پرانا ہے، یہاں کے لوگ جوئے کو ایک مذہبی رسم سمجھتے ہیں اور اپنے ایک مذہبی تہوار ”دیوالی“ پر بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور مہذب کہلانے والے لوگ بھی جوا کھیلتے ہیں اور اس کو ذرا بھی معیوب نہیں سمجھا جاتا، جوا کھیلنا جتنا برا ہے، اس سے کہیں زیادہ بری ان کی یہ رسم تھی کہ اگر کوئی جوا کھیلتے ہوئے اپنا مال و دولت سب ہار جاتا تھا تو وہ داؤں پر اپنی بیوی کو لگا دیتا تھا، جیتنے والا اسے اپنی رکھیل بنا کر رکھتا تھا، ہندوؤں کی مشہور کہانی ”مہابھارت“ میں ”پانڈووں“ نے ”کورووں“ سے جوا کھیلتے ہوئے اپنے بھائی ”ارجن“ کی بیوی ”دروپدی“ کو داؤں پر لگا دیا تھا اور اس کو جوئے میں ہار بیٹھے تھے، بعد میں ”کورووں“ نے بھری محفل میں ان کی بیوی کے کپڑے اتار کر اس کی عزت کو تار تار کر دیا تھا۔

ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں عورت کی تذلیل:

ایسا نہیں کہ عورتوں کی یہ تذلیل و تحقیر عوام الناس میں بلا وجہ رائج

ہوگئی تھی بلکہ ہندو دھرم کی کتابوں میں عورتوں کو حد درجہ ذلیل اور نا قابل اعتبار بیان کیا گیا ہے جس کی وجہ سے ہندو سماج عورت کو ''پاؤں کی جوتی'' سمجھتا تھا، اب ذرا ہندو دھرم کی کتابوں اور دانش وروں کے کچھ اقتباسات ملاحظہ کریں اور غور کریں کہ ہندو سماج میں عورت کو کس درجہ حقیر و ذلیل بنا رکھا تھا۔

مشہور ہندو مفکر ''تلسی داس'' کا کہنا ہے ''ڈھول، گنوار، اچھوت، جانور اور عورت یہ سب پیٹنے اور سزا دینے کے لائق ہیں۔''

ایک دوسری جگہ کہتے ہیں ''جو نیچ سے بھی نیچ ہیں عورت ان سے بھی زیادہ نیچ ہے۔'' (۱۱)

ہندو مذہبی کتاب ''گیتا'' میں کہا گیا ہے ''عورت جہنم کا دروازہ ہے۔''

ست پتھ برہمن کہتا ہے ''عورت کتے کی مانند قابل نفرت ہے۔'' (۱۲)

کبیر داس کا کہنا ہے کہ ''عورت کا سایہ اگر سانپ پر بھی پڑ جائے تو وہ بھی اندھا ہو جاتا ہے، اے کبیر ان لوگوں کا کیا حال ہوتا ہوگا جو ہمیشہ عورت کے ساتھ رہتے ہیں۔

سیکڑوں عورتیں ایک ہی کے نکاح میں :

''بالمیکی'' جس نے ہندوؤں کی مذہبی کتاب ''راماین'' کو لکھا ہے، اس کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے میں عورتوں کو صرف لذت حاصل کرنے کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا تھا، یہی وجہ تھی کہ ایک ایک شخص سیکڑوں عورتوں کو اپنی بیوی بنا کر رکھتا تھا، بالمیکی راماین کے مطابق رام کے باپ راجہ دشرتھ کے تین سو ترپن (۳۵۳) رانیاں تھیں، راون کے خلاف لڑائی میں رام کا ساتھ دینے والے ہنومان کو رام کے بھائی ''بھرت'' نے بطور انعام ایک لاکھ گائیں، سو گاؤں اور سولہ بیویاں دیں۔

اسلام میں عورت کا مقام اور اس کی حیثیت :

سطور بالا میں ہم نے دنیا کے چند مشہور معاشروں کا طرز عمل اور عورتوں کے بارے میں ان کا مزاج ورویہ بیان کیا، جس سے بغیر غور وفکر کئے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اس زمانے اور معاشرے میں عورتیں اپنی زندگی کے سب سے خراب دور سے گزر رہی تھیں اور انہیں زندگی میں کسی طرح کوئی لطف وراحت میسر نہ تھی، باپ، شوہر اور اولاد کوئی بھی ایسا نہیں تھا، جس کی نظروں میں عورت کے لئے عزت وقار اور ادب و احترام کے جذبات ہوں، جس کی نگاہ ان کی طرف اٹھتی، اس میں حد درجہ حقارت، نفرت اور خود غرضی کے جذبات ہوتے، ایسی نگاہیں عورتوں کو اندر تک جھلسا کر رکھ دیتیں، مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کوئی خطہ ایسا نہیں تھا، جہاں عورت کو احترام حاصل ہو، ایسے سخت ماحول میں ہر عورت کے دل سے دعا نکلتی اور آہیں عرش اعظم سے ٹکراتیں، بالآخر اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی حالت زار پر رحم فرمایا اور ان کو عزت ووقار کی زندگی دینے کے لئے اپنے محبوب حضور سید عالم ﷺ کو عرب کی سرزمین میں مبعوث فرمایا، آپ نے اپنے مبارک عمل اور پیاری سیرت سے اس صورت حال کے خلاف اعلان جنگ فرمایا اور عورت کو اس کا قرار واقعی حق عطا فرمایا۔

آپ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مقدس میں عورتوں کے حقوق اس طرح بیان کئے گئے :

۱ مسلمان مردوں کو حکم دیا گیا: قُل للمئو منین یَغضوا مِن اَبصارِ ھم۔ مسلمان مردوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ [۱۳]

۲۔ ان سے نکاح کے وقت جو حق مہر باندھا جاتا ہے اس کو ادا کرنے کا حکم دیا: واٰتو النساءَ صَدُقٰتِھِنّ نِحلۃ۔ [سورۂ نساء۴:]

یعنی عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو۔

۳۔ مردوں کے لئے عورتوں کو زینت اور وجہ عزت وافتخار قرار دیا گیا: ھُنّ لِباس لّکم واَنتم لِباس لّھنّ۔ [۱۴]

یعنی وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کا۔

یعنی جس طرح لباس انسان کے لئے زینت اور عزت ووقار کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے اسی طرح عورت بھی مرد کے لئے باعث عزت و شرف ہے۔

۴۔ مردوں کو عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا: وَعَاشِروھُنّ بالمَعرُوف۔ [۱۵]

یعنی ان (بیویوں) کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

نگاہِ رسول میں عورت کا مقام اور اس کی حیثیت :

جس زمانے میں حضور علیہ السلام نے پرورش پائی وہ زمانہ عورتوں کے لئے سخت ترین زمانوں میں سے ایک تھا عورتوں کو زندگی جینے کا کوئی حق نہ تھا ایسے ماحول میں حضور سید عالم ﷺ نے عورتوں کے حقوق کی آواز بلند فرمائی اور سب سے پہلے خود اپنی ذات سے اس کا ثبوت فراہم کیا، وہ اس طرح کہ اس زمانے میں بیوہ عورتوں سے شادی کرنے کو معیوب اور منحوس سمجھا جاتا تھا اور بیوہ عورتیں معاشرے میں بڑی ذلت کی زندگی گزارتی تھیں، حضور علیہ السلام نے اس ماحول میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، جو ایک بیوہ عورت تھیں اور ان کی عمر چالیس سال کی تھی جب کہ اس وقت ہمارے حضور ۲۵ رسال کے نوجوان اور کنوارے تھے، چاہتے تو آپ کسی بھی معزز قبیلے کی خوب رو حسینہ سے نکاح فرما سکتے تھے مگر آپ نے عورتوں کے حقوق کی بازیافت کے لئے یہ نکاح فرما کر عورتوں کو عزت ومعیار بخشنے کا سلسلہ شروع فرمایا، اس

سلسلے میں فرمان رسول کے چند زریں اقوال یہاں درج کیے جاتے ہیں جس سے اندازہ ہوجائے گا کہ عورتوں پر پیغمبر اسلام ﷺ نے کس قدر احسان عظیم فرمایا ہے۔

۱ بیوی سے حسن سلوک کرنے والا سب سے بہتر:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: اکمل المؤمنین ایماناً احسنھم خلقاً وَخیارُکم خیارُ نسائھم۔ ایمان والوں میں سب سے زیادہ کامل الایمان وہ شخص ہے جو اپنے اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور تم میں سب سے بہتر وہ مرد ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے سب سے بہتر ہوں۔[۱۶]

۲ شوہروں پر بیوی کا حق:

اسلام نے مردوں پر عورتوں کے حقوق لازم کئے ہیں تاکہ وہ زمانہ جاہلیت کی طرح عورتوں کو محض اپنے مطلب کی چیز نہ سمجھیں، عورتوں کے حقوق کے بارے میں یہ حدیث ملاحظہ کریں: عن حکیم ابن معاویۃ القشیری عن ابیہ قال قلت ما حق زوجۃ احدنا علیہ قال اَن تُطعمھا اِذا طَعِمت وتکسوھا اِذا اکتسیت وَلا تضرب الوجہ ولا تقبح ولا تھجر اِلاَّ فی البیت۔ یعنی حضرت حکیم بن معاویہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ہم میں کسی پر اس کی بیوی کا کیا حق ہے؟ سرکار نے فرمایا جب تم کھاؤ تو اسے کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اسے پہناؤ اور اس کے منہ پر نہ مارو اور اسے برا نہ کہو اور اسے نہ چھوڑو مگر گھر میں۔ [۱۷]

قرآن واحادیث کی ان شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی نگاہ میں عورت بھی اسی طرح عزت ووقار کے لائق ہے جس طرح مرد کو عزت دی گئی ہے، سماج کے تمام معاشروں میں عورت کا صرف استحصال کیا گیا اسلام نے عورت کو عزت کی چادر اوڑھا کر اسے وقار بخشا، اسلام نے عورت کو اس کے باپ، بیٹے اور شوہر کے مال وجائداد میں وارث قرار دیا، اس کے شوہر پر اس کا حق مہر اور نان ونفقہ لازم قرار دیا، علم کے دراوزے جس طرح مردوں پر کھلے تھے ویسے ہی عورتوں کو بھی حصول علم کا حق دیا، معاشرتی امور میں مردوں کی طرح عورتوں کو بھی رائے زنی کا حق دیا، پستی کی غار سے نکال کر عورت کو عزت کے ثریا ستارے تک پہنچا دیا، آج بھی معاشرے پر نظر ڈالیں تو صاف نظر آتا ہے کہ ہر کسی کی نظر عورت کے جسم سے فائدہ اٹھانے پر لگی ہے، ہر معاشرہ مختلف حیلوں بہانوں سے عورت کو اپنے اشاروں پر نچانا چاہتا ہے، زمانہ جاہلیت کی سوچ آج بھی قائم ہے بس انداز اور طریقہ بدل گیا ہے۔

موجودہ دور میں عورت کا استحصال:

۱ ہوائی سفر کے دوران مسافروں کی خدمت کے لئے جوان اور خوبصورت لڑکیوں کو مامور کیا جاتا ہے اور ان کو خوب سجا سنوار کر مسافروں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، اور ان کے کپڑے غیر ضروری حد تک کم ہوتے ہیں، ٹانگیں آدھی سے زیادہ کھلی ہوتی ہیں اور سینے صاف دکھائی پڑتے ہیں، کیا یہ عورت کا استعمال نہیں ہے؟ کیا اس کام کو کوئی مرد انجام نہیں دے سکتا؟ اور اگر لڑکیوں سے ہی کام لینا ہے تو جوان، خوب صورت اور کنواری لڑکیاں ہی کیوں؟

۲ مختلف سامان کی تشہیر میں عورتوں کا استعمال آج عام ہوگیا ہے، جن سامانوں سے عورتوں کا کوئی دور کا بھی مطلب نہیں اس کا اشتہار بھی عورتوں سے کرایا جاتا ہے کیا یہ واضح طور پر عورتوں کو استعمال کرنا نہیں ہے؟ اور ان اشتہارات میں عورتوں کو برائے نام کپڑوں میں دکھایا جاتا ہے اس کا سینہ، کمر اور ٹانگیں شرم گاہ کے آخری حصے تک برہنہ دکھائی جاتی ہیں اور یہ سب پوری دنیا کو دکھایا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ نئی دنیا ہے، کیا دور جدید کے یہ حیا سوز کارنامے زمانہ جاہلیت کے کارناموں سے کم ہیں؟

۳ ہوٹلوں میں کھلے عام عصمت فروشی کا دھندا چلتا ہے، مردوں کی خواہش کے مطابق ہر طرح کی عورت مہیا ہوتی ہے، اسکول کی لڑکی سے لے کر ادھیڑ عمر کی عورت تک، کنواری لڑکی سے لے کر شادی شدہ خاتون تک، بس پیسے پھینکنے والا مرد ہو، جیسی چاہے ویسی لڑکی حاضر کردی جاتی ہے، کیا یہی مساوات ہے جس کا آج کے "مہذب" لوگ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، اگر یہ یہی تہذیب ہے تو ذلت وبدتہذیبی کیا ہے؟

۴ ٹی وی سے لے کر سنیما کے پردے تک عورت کو صرف جسم دکھانے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، مرد ایکٹر جہاں زیادہ تر کوٹ میں دکھائے جاتے ہیں وہیں لڑکیوں کو ٹو پیس بکنی میں دکھایا جاتا ہے۔

۵ ساحل سمندر پر فلمی ایکٹریس کو قریب قریب برہنہ دکھا کر معاشرہ اتنا گندہ کردیا گیا ہے کہ اب "مہذب اور سفید پوش" گھرانوں کے لوگ بھی "ہالی ڈے" کے لئے ساحل سمندر کا انتخاب کرتے ہیں اور ان کی گھروں کی عورتیں بھی اپنے جسم کی بھرپور نمائش کرتی ہیں۔

ایسے پرآشوب دور میں جب کہ تہذیب کے نام پر جاہلیت کو عام کیا جارہا ہے اسلامی تعلیمات کو عام کرنا از حد ضروری ہے، پورا معاشرہ بیمار اور ناسور شدہ ہے اس کا علاج یہی ہے کہ قرآن وسنت کے پیغام کو ہر سو عام کیا جائے اور اس کی واضح ذمہ داری اہل اسلام پر ہے کہ وہ اپنے گھروں سے اس کا آغاز کریں اور حکمت وموعظت کے ساتھ دیگر اقوام کے سامنے بھی اسلامی احکام پیش فرمائیں، یاد رکھیں ہر فطرت عزت چاہتی ہے بس ضرورت ہے ان کی نگاہوں پر پڑے پردوں کو ہٹانے کی، ایک بار یہ پردے اٹھ گئے تو اسلام ان کے لئے سب سے پسندیدہ گھر اور مذہب ہوگا۔ (حوالہ جات ص ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں)



از: مفتی محمد صابر القادری فیضی ٭

ماہ جمادی الآخر کے فضائل و معمولات

جمادی الآخر اسلامی سال کا چھٹا مہینہ ہے، اس ماہ مبارک میں بہت سارے واقعات ظہور پذیر ہوئے ہیں، یہی وہ مہینہ ہے جس کی پہلی تاریخ کو حضور سرور کائنات ﷺ پر پہلی مرتبہ سیدنا حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے تھے، اسی ماہ کی ۲۲ رتاریخ ۱۳ ھ کو حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تخت خلافت پر بیٹھے، اسی ماہ کی نویں تاریخ کو سیدنا حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پاک ہوئی تھی، اسی ماہ کی چودہ تاریخ کو موسیٰ ابن جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پاک ہوئی تھی، اسی ماہ کی چودہ تاریخ کو موسیٰ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے، اسی ماہ کی پندرہویں تاریخ کو سیدنا حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کعبہ معظمہ کو گرادیا تھا، اس حدیث شریف کی وجہ سے، جو انھوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سنی تھی پھر اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ مبارکہ کی ہیئت پر لوٹا دیا تھا، یہی وہ مقدس مہینہ ہے جس کی بیس تاریخ کو سیدہ حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت مبارکہ ہوئی تھی۔ [عجائب المخلوقات ص ۴۵]

وجہ تسمیہ اس مہینہ کا نام رکھا گیا تھا، اس وقت موسم کا آخری دور تھا جس میں پانی جمتا تھا، لفظ جمادی "جمد" سے بنا ہے، بمعنی برف، یہ بروزن جمادی ہے، یعنی جیم پر پیش اور دال پر زبر، اس لئے اس ماہ کا نام جمادی الآخر ہوا۔ [تفسیر نعیمی ج ۱۹ رتفسیر روح البیان ج]

قابل مبارکباد ہے، وہ انسان جو اپنی عمر کی ساری ساعتیں اللہ کے لئے صرف کردے مگر ایسے افراد کم ہیں، پھر غنیمت ہیں وہ لوگ جو اپنی نصف ساعتیں اپنے رب کے لئے صرف کریں اور نصف نفس کی پرورش اور دنیاوی انتظام کیلئے، پھر وہ لوگ بھی نقصان میں نہیں جو اپنے اوقات کے دو حصے دنیا کے لئے اور تہائی حصہ اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کریں۔

دیکھو سال کے بارہ مہینے ہیں جن میں تہائی یعنی چار ماہ حرم و محترم ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کرو اس کو دنیا میں صرف کرنا حرام ہے، برباد ہے اس کی وہ زندگی جو دنیا طلبی میں صرف ہو، یہ تقسیم اوقات دین قیم ہے یعنی سیدھا راستہ ہے، اے مومن کے دل اور دل کے صفات روح اور روح کے صفات جو مثل مومنین کے ہیں، تم ہر وقت ہر لمحہ اور ہر جگہ اپنے اندرونی مشرکین نفس اور اس کے صفات سے لڑتے رہو، کیوں کہ وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہتے ہیں وہ تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں، تم ان سے ہرگز غافل نہ رہو، نفس امارہ سے جنگ یہ ہے کہ ہمیشہ اس کی مخالفت کرتے رہو کہ یہ اس سے شکست کھاتا ہے، اسی مخالفت نفس کا نام تقویٰ ہے اور ایسا انسان متقی کہلاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا کرم اور اس کی رحمت متقیوں کے ساتھ ہے۔ [تفسیر نعیمی ج ۱۰ رص ۲۹۷]

مذکورہ عبارت سے بہت ساری باتیں معلوم ہوئیں بالخصوص ہر لمحہ، ہر آن اپنی ضروریات کے ساتھ ساتھ خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت، ذکر و اذکار میں مصروف رہے، اسی میں عافیت اور سکون ہے، ساتھ ہی نفس امارہ کی مخالفت! یہ سب سے بڑی کامیابی کی ضمانت ثابت ہوئی، اسی لئے شیطان لعین انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے۔

ماہ جمادی الآخر کے معمولات

اس ماہ مبارک کی پہلی تاریخ کو چار رکعت نماز نفل اس طرح ادا کریں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تیرہ مرتبہ پڑھیں، اس نماز کے پڑھنے والے کے نامہ اعمال میں ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کی ایک لاکھ برائیاں مٹادی جاتی ہیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس ماہ مبارک کی پہلی شب میں بارہ رکعت نماز نفل ادا کرتے تھے، ان نوافل میں کسی خاص سورت کی تلاوت آپ سے منسوب نہیں ہے، اس لئے کوئی بھی سورت پڑھ سکتے ہیں، حضرت اخطب ابن حبان سے روایت ہے کہ اکثر صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کیا ہے۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ رجب کے مہینہ کے استقبال کے لئے اس ماہ کے آخر میں دس روزہ صحابہ کرام رکھتے تھے اور اس دس روز کی ہر شب میں تیس رکعت نماز پڑھتے تھے۔ [فضائل الشہور]

حضرت اعمش سے روایت ہے کہ جس شخص نے جمادی الآخر کی پہلی یا تیسری یا ساتویں یا جس رات میں ممکن ہو چار رکعت نماز ادا کی اور سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص تیرہ بار پڑھی، وہ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہو جائے گا، گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور ایک منادی آسمان سے ندا دے گا کہ یا ولی اللہ اعمل انفا لانہ غفر اللہ من کل ذنب من جمیع عمركِ یعنی اے خدا کے دوست خوش ہو کہ خدا نے تیرے تمام عمر کے گناہ معاف کردیئے ہیں۔ [علم الیقین]

٭ مضمون نگار، مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمان گنج، بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ جس نے اس مہینہ کی پہلی یا گیارہویں یا سترہویں رات میں بارہ رکعتیں ادا کیں اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی تین مرتبہ پڑھی، اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں بارہ برس کی عبادت کا ثواب تحریر فرمائے گا۔ [ایضاً]

دوسری روایت میں ہے کہ بیس رکعتیں پڑھے اور سورۂ فاتحہ کے بعد تین بار سورۂ اخلاص پڑھے، تو اللہ تعالیٰ اس کو تین سو برس کی عبادت کا ثواب عطا فرمائے گا اور اس کو دنیاوی اور اخروی تمام آفتوں سے محفوظ رکھے گا۔ [علم الیقین]

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

حیرت انگیز واقعہ

روایت ہے کہ خراسان میں ایک فاسق و فاجر شخص تھا، شراب پیا کرتا کبھی اس نے خدا کو سجدہ نہیں کیا، ایک دن وہ کچھ لوگوں کے ساتھ شہر کے کنارے جوا کھیل رہا تھا، اتنے ہی میں شاہی پیادے پہنچ گئے اور اس کو گرفتار کر کے بادشاہ کے سامنے پیش کیا، بادشاہ نے پوچھا ”یہ کون ہے“ ان لوگوں نے کہا کہ یہ ایک بدکار اور فاسق شخص ہے، اس نے کبھی کسب حلال کی روٹی نہیں کھائی ہمیشہ جوا کھیلتا ہے اور یہی اس کی کمائی ہے، بادشاہ نے حکم دیا کہ کل اس کی گردن اڑا دی جائے، تا کہ دوسروں کو عبرت ہو لوگ اس کو پکڑ کر قید خانہ میں لے گئے، یہ قید خانہ میں غمزدہ بیٹھا ہوا تھا، ایک اور شخص بھی قید تھا، جو رسول اللہ ﷺ پر درود بھیج رہا تھا، نصف شب کے قریب وہی دوسرا شخص اٹھا اور اس نے وضو کر کے نماز کی نیت باندھی، اس شخص نے جب دیکھا تو اس کے دل میں خدا کی محبت جاگزیں ہو گئی، وضو کیا اور نماز کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا: بارالٰہا! میں نے تمام عمر تیری کوئی اطاعت نہیں کی، تو محض اپنی شان کریمی کے صدقے مجھ پر رحم فرما اور مجھ کو اس بلا سے نجات دے، جب صبح ہوئی لوگ اس کو قید خانہ سے نکال کر بازار لے گئے کہ اس کو قتل کریں، اتنے ہی میں ایک شخص بادشاہ کے پاس آیا اور کہا تجھ کو برص اور جذام کا مرض ہے، تو نے سیکڑوں علاج کرائے مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، وہ شخص جسے تو آج قتل کرا رہا ہے، بہت بڑا حکیم ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں ہے اگر تو اس کو چھوڑ دے اور اس سے علاج کرائے تو بیشک فائدہ ہوگا، بادشاہ نے فوراً اپنے غلام کو دوڑا کر اسے بلوایا، جب وہ شخص بادشاہ کے حضور میں پہنچا تو بادشاہ نے کہا مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ تجھ کو جذام اور برص کی دوا معلوم ہے، تو میرا علاج کر، اگر مجھے فائدہ ہوا تو تجھ کو چھوڑ دوں گا اور اپنا وزیر بنا دوں گا، اپنے مصاحب کی لڑکی سے تیری شادی کرا دوں گا اور تیرا مرتبہ اتنا بڑا کروں گا کہ کسی کا ویسا مرتبہ نہ ہوگا، وہ شخص بہت پریشان ہوا کہ کیا جواب دے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی اور اس نے اقرار کر لیا کہ ہاں میں دوا جانتا ہوں، بادشاہ نے فوراً اس کی بیڑیاں کٹوا دیں اور اس کو غسل کرا کر اچھے پوشاک پہننے کو دیئے، اپنے قریب کرسی پر جگہ دی، لیکن یہ شخص بہت پریشان تھا کہ میں کس طرح اس کا علاج کروں، اتنے ہی میں خدا کے حکم سے حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ تشریف لائے اور اس کو دوا بتائی، اس شخص نے بادشاہ کا علاج کیا اور سات دن میں وہ بالکل تندرست ہو گیا، بادشاہ نے اس کی شادی اپنے ندیم کی لڑکی سے کر کے اس کو تمام لشکر کا سپہ سالار بنا دیا، اس کی باقی تمام عمر نہایت ہی عیش و عشرت میں گزری۔ [علم الیقین]

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

مذکورہ واقعہ سے ثابت ہوا کہ ”خدا جس کو رکھے اسے کون چکھے“ نیز ”رحمت حق بہانہ می جوید بہانہ می جوید“ اللہ تعالیٰ جب چاہے جس کو چاہے ہدایت عطا فرما کر اپنی شان کریمی کے سائے میں زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرما کر اپنا مقرب بنا لے، دعا ہے کہ مولائے کریم ہم سب کو کار خیر کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ ▢▢▢

ص ۲۵ / کا بقیہ

اس مسئلہ پر مزید روشنی پڑتی ہے:

”عن ابی امامۃ الباھلی رضی اللہ عنہ قال قیل یارسول اللہ ﷺ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الاخر و مر بالصلوۃ المکتوبات

یعنی حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ! کون سی دعا مقبول ہوتی ہے؟ ارشاد ہوا: وہ دعا جو رات کے اخیر حصہ میں کی جائے اور وہ دعائیں جو فرض نماز کے بعد کی جائیں۔“ [مشکوۃ، ص ۸۹]

اس حدیث پاک میں مطلق ارشاد فرمایا گیا: نماز مکتوبہ فرض، واجب، وغیرہ نمازوں کے بعد جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے تو پھر نماز جنازہ کے بعد دعا کی جائے تو کیوں قبول نہیں ہوگی۔

یہاں دو جملے میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ جو لوگ نماز جنازہ کے بعد دعا کو بدعت و منع کہتے ہیں، وہ پورے ذخیرہ احادیث سے ایک بھی کوئی روایت پیش کریں کہ کہاں اور کس مقام پر حضور ﷺ نے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے سے منع فرمایا۔

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

از: مولانا کوثر امام قادری*

دعا بعد نماز جنازہ! احادیث کی روشنی میں

حدیث شریف کے بموجب بعد انتقال انسان کے نامہ اعمال لپیٹ دیئے جاتے ہیں، جسم انسانی روح سے الگ ہو کر کچھ بھی کرنے کی قدرت نہیں رکھتا، نہ ہی وہ کار حسنہ انجام دے سکتا ہے اور نہ ہی کسی طرح کے افعال بد اس سے ممکن ہیں۔

اس دنیا سے رخصت ہونے اور عالم برزخ میں قدم رکھنے کے بعد جس چیز کی ضرورت اسے شدت سے محسوس ہوتی ہے، وہ ہے نیکیاں، ثواب، بندہ اس کا محتاج تو ضرور ہوتا ہے مگر حصول کی کوشش سے یکسر محروم، اپنے بیگانے، دوست احباب، رشتہ دار، اولاد، بچے وغیرہ کی حسین ومقبول دعاؤں کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہوتا ہے، جس طرح دنیا میں دنیا کی چیزوں کا حریص تھا، اس سے زیادہ وہ نیکیوں کا حریص ہو جاتا ہے، اس کی مثال میں کہا گیا کہ مردہ ڈوبنے والے کی طرح ہے۔

میت کی اسی شدت احتیاج کے پیش نظر زیادہ سے زیادہ دعائے مغفرت واستغفار اور ایصال ثواب کا حکم ہوا، تلقین کلمہ طیبہ، اذان قبر، فاتحہ خوانی، تیجہ، چہارم اور چہلم کا فاتحہ، غربا ومساکین کو کھانا کھلانا صدقہ کا رواج پڑا، شریعت نے اسے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔

چنانچہ میت کی دعا مغفرت کے لئے شریعت نے نماز جنازہ کو مشروع فرمایا اور مسلمانوں کو فرض کفایہ کے طور پر اس کا مکلف بنایا گیا، چار تکبیروں کے ساتھ پڑھی جانے والی یہ نماز اگرچہ نماز کہی جاتی ہے مگر درحقیقت یہ نماز نہیں بلکہ بشکل نماز محض دعائے مغفرت ہے۔

پہلی تکبیر کے بعد رحمت خداوندی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے حمد الٰہی بجالانا، دوسری تکبیر کے بعد اپنی دعاؤں کو بے روک ٹوک بارگاہ حمدیت تک رسائی کے لئے نبی رحمت کی بارگاہ میں درود وسلام کا گلہائے عقیدت پیش کرنا، تیسری تکبیر کے بعد تمام مرد، عورت، زندہ، مردہ، حاضر، غائب سب کے لئے عمومی دعائے مغفرت کرنا، پھر چوتھی تکبیر کہہ کر سلام کے ساتھ اس دعا کو ختم کر دینا۔

یہ وہ افعال ہیں جن کا حکم بھی دیا گیا اور طریقہ بھی بتایا گیا مگر اسی پر اکتفا نہیں ہوا بلکہ بغیر طریقہ بتائے مطلق ارشاد ہوا، اپنے صوابدید پر جن کلمات کے ساتھ اور جس طریقے سے چاہو اپنے مردہ بھائی کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کرو۔

یہاں ایک چیز ذہن میں آسکتی ہے کہ جب سامنے میت ہے اور سبھی لوگ میت ہی کی دعائے مغفرت کے لئے جمع ہوتے ہیں اور اس وقت میت کو دوسروں کی بنسبت دعا کی حاجت بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس کے برزخ کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے پھر اس کے لئے کوئی خاص دعا نہیں کی جاتی بلکہ دعائے عام میں اسے شامل کیا جاتا ہے، چنانچہ دعا کے ان مشہور کلمات پر نگاہ ڈالیں:

"اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا وانثانا اللھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان. یعنی اے اللہ! ہمارے زندوں، ہمارے مردوں، ہمارے حاضر، ہمارے غیر حاضر، ہمارے چھوٹوں، ہمارے بڑوں، ہمارے مردوں، ہماری عورتوں کو بخش دے، اے اللہ ہم میں سے جسے زندگی دے تو اسلام پر زندگی دے اور ہم میں سے جسے موت دے تو اس کا خاتمہ بالخیر عطا فرما۔"

ایسا کیوں ہے؟ جس کے لئے نماز جنازہ ہے، اس کے لئے خصوصی دعا ہونی چاہئے نہ کہ عام لوگوں کے لئے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ نماز جنازہ میں عام مجمع ہوتا ہے اور سب مل کر امت محمدیہ کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے مجمع مسلمین کی دعا قبول فرمائے، تو بخشے بخشائے لوگوں کی دعاؤں کی برکت سے میت کی مغفرت بھی یقینی ہو جائے گی، علاوہ ازیں اسی عمومی دعا میں میت کی شمولیت پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد میت کے لئے خصوصی دعا کا بھی حکم دیا گیا ہے جو حسب ذیل حدیث شریف سے ثابت ہے۔

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا لہ الدعاء. یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا میں نے سنا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ لو تو اس کے لئے خالص دعا کرو۔" [سنن ابوداؤد جلد ۳ ص ۲۱۔ سنن کبریٰ بیہقی جلد ۴ ص ۴۰]

یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ نماز جنازہ الگ چیز ہے اور میت کے لئے خصوصی دعا کا مقام جدا ہے، جب نماز جنازہ چار تکبیروں

*مضمون نگار دار العلوم قدوسیہ فخر العلوم پرسونی بازار مہراج گنج یوپی کے شیخ الحدیث ہیں۔

اور سلام کے ساتھ ختم ہوجائے تو پھر صفیں توڑ کر میت کے لئے خصوصی دعا کی جائے تاکہ نماز جنازہ میں کسی طرح کی زیادتی کا تصور قائم نہ ہو۔

اگر ایسا نہ کیا جائے بلکہ سلام کے بعد اسی میت کے ساتھ لوگ دعا میں مشغول ہو جائیں تو منع ہے کیونکہ سلام کے بعد نماز تو ختم ہو گئی مگر اسی ہیئت میں دعا کی مشغولیت سے پتہ چلے گا کہ یہ دعا بھی نماز جنازہ ہی کا ایک حصہ ہے، اسی لئے فقہانے فقہ کی کتابوں میں ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے، بہر حال حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ نمازے جنازہ کے بعد میت کے لئے خصوصی دعا کرنا چاہئے اور یہ پسندیدہ چیز ہے، اس سلسلے میں مزید شواہد ملاحظہ فرمائیں:

"عن عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ و کان من اصحاب الشجرة فماتت ابنته له و کان یتبع جنازتها علی بغلة خلفها فجعل النساء یبکین فقال لا ترثین فان رسول اللہ ﷺ نہی عن المراثی فتفیض احداکن من عبرتها ماشائت ثم کبر علیها اربعا۔ ثم قام بعد الرابعة قدر ما بین التکبیرتین یدعو ثم قال کان رسول اللہ ﷺ یصنع فی الجنازة ھکذا۔ یعنی حضرت عبد اللہ ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ جو اصحاب شجرہ میں سے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیٹی فوت ہوگئی وہ اس کے جنازہ میں خچر پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ عورتوں نے رونا شروع کر دیا، حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ مرثیہ مت پڑھو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مرثیہ پڑھنے سے منع فرمایا ہے، تم میں سے کوئی عورت جس قدر چاہے آنسو بہائے، پھر انہوں نے جنازہ کی چار تکبیریں پڑھیں پھر اتنا وقفہ کیا جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقفہ ہوتا ہے اور اس وقفہ میں دعا کرتے رہے پھر کہا: رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں اسی طرح کرتے تھے۔" [سنن کبریٰ بیہقی جلد ۷: ۴]

"عن سالم المرادی قال اخبرنا بعض اصحابنا قال جاء عبد اللہ بن سلام وقد صلی علی عمر رضی اللہ عنہ فقال واللہ لئن کنتم سبقتمونی بالصلوٰة علیہ لا تسبقون بالثناء علیہ فقام عند سریرہ فقال نعم اخو الاسلام کنت یا عمر جوادا بالحق بخیلا بالباطل ترضیٰ حین الرضا و تغضب حین الغضب عفیف الطرف طیب الظرف ولا تکن صداحا ولا فغتابا ثم جلس۔ یعنی حضرت سالم مرادی فرماتے ہیں، ہمیں ہمارے بعض اصحاب نے اطلاع دی کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اس وقت آئے، جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی جا چکی تھی، تو فرمایا اللہ کی قسم، اگر تم نے ان پر نماز میں مجھ سے پہل کر لی ہے تو ثنا کرنے میں مجھ سے پہل نہ کرو، پھر ان کی چار پائی کے قریب کھڑے ہوئے اور کہنے لگے، اے عمر آپ اسلام کے سچے اور بہترین جاں نثار تھے، حق کے لئے سخی اور باطل کے لئے بخیل اور آپ رضائے خدا پر راضی ہوئے اور غضب پر ناراض، پاک دامن، صاف دل، نہ خوشامد کرنے والے اور نہ عیب جو، پھر بیٹھ گئے۔"

مذکورہ دونوں روایتوں پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ بعد نماز جنازہ میت کے لئے خصوصی دعا کرنا صحابۂ کرام کے یہاں رائج تھا، حضرت عبد اللہ بن ابو اوفی نے اپنی صاحبزادی کی نماز جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھی، پھر نماز ختم کر کے بقدر دو تکبیروں کے درمیانی فاصلہ کھڑے رہے اور دعا فرماتے رہے، ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام کی موجودگی میں ہی اگر یہ بدعت ہوتی تو صحابۂ کرام اس سے منع فرماتے مگر ایسا نہ ہوا تو معلوم ہوا یہ عمل پسندیدہ ہے اور حضرت عبد اللہ نے اس کی وضاحت بھی فرما دی کہ یہ طریقہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے۔

حضرت فاروق اعظم عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز جنازہ کے بعد حضر عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے، تو آپ نے بھی بعد نماز جنازہ دعا فرمائی۔

اسلام کے عظیم مؤید امام محمد بن عمر بن واقدی متوفیٰ ۲۰۷ھ روایت کرتے ہیں:

"حدثنی محمد بن صالح عن عاصم بن عمر بن قتادة و حدثنی عبد الجبار بن ابی بکر زاد احدهما علیٰ صاحبه فی الحدیث قالا لما التقی الناس بموتہ جلس رسول اللہ ﷺ علی المنبر و کشف له ما بینه و بین الشام فهو ینظر الی معرکتهم فقال رسول اللہ ﷺ اخذ الرایة زید بن حارثه فجاءه الشیطان فحبب الیه الحیاة و کره الیه الموت و حبب الیه الدنیا فقال الآن حین استحکم الایمان فی قلوب المؤمنین تحبب الیه الدنیا فمضی قدما حتیٰ استشهد فصل رسول اللہ ﷺ وقال استغفروا له الخ۔ یعنی حضرت امام واقدی فرماتے ہیں: جب جنگ موتہ (جمادی الاولیٰ ۸ھ) میں دونوں لشکر آمنے سامنے آئے تو رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور معرکۂ جنگ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے لگے حضور ﷺ نے فرمایا: زید نے جھنڈا اٹھا لیا، شیطان اس کے پاس آیا، سمجھانے لگا کہ زندگی محبوب چیز ہے اور موت بری، اس نے زید رضی اللہ عنہ کے دل میں دنیاں کی محبت ڈالنے کی کوشش کی تو زید رضی اللہ عنہ نے کہا: اب تو آیا ہے جبکہ مومنوں کے دلوں میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو انھیں دنیا کی طرف مائل کرنا چاہتا ہے؟ اس کے بعد وہ لڑتے رہے اور شہید ہو گئے، پھر نبی کریم ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا: ان کے لئے دعائے مغفرت کرو۔" [دلائل النبوۃ جلد ۶۸ ۳: ۴]

ایک اور دلیل جلیل حسب ذیل ہے جس سے (بقیہ ص ۲۳ پر)

از: مولانا سید عبدالمسجود حبیبی٭



اسلام میں نکاح وطلاق

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے، جو ہماری زندگی کی ہر منزل میں رہنمائی کرتا ہے، اسلام کا ہر قانون عقل کے موافق ہے، اگر کسی کو اسلام کا کوئی قانون عقل کے خلاف لگتا ہے تو یہی کہا جائے گا کہ اسلامی قانون تو صحیح اور معقول ہے لیکن اس قانون کی گہرائی تک اس کی پہنچ نہیں ہو سکی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں تیزی سے اسلام پھیل رہا ہے، اسلام کو سمجھنا ہے تو اسلامی کتابوں کو پڑھ کر سمجھو، بے عمل مسلمانوں کے کردار کو دیکھ کر یہ نہ سمجھو کہ یہی اسلام ہے۔

یہاں آپ کی معلومات کے لئے ایک واقعہ پیش کر رہا ہوں، ۱۷/اپریل ۱۹۳۵ء کی بات ہے، جنوبی آفریقہ کے شہر ممباسا میں اسلام اور عیسائیت کے موضوع پر مشہور فلاسفر جارج برناڈ شا سے مبلغ اسلام مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کا مکالمہ ہوا، اسلام کی خوبیوں کو سمجھنے کے بعد جارج برناڈ شا نے کہا:

"I love islam but i hate current muslims because they do not follow islam properly"

یعنی جب ہم اسلام کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمارا دل اسلام کی طرف مائل ہو جاتا ہے، لیکن جب مسلمانوں کے کردار کو دیکھتے ہیں تو ہماری طبیعت اسلام سے برگشتہ ہو جاتی ہے۔"

یہ تو تقریباً سو سال پہلے کی بات ہے، آج کے مسلمانوں کے کردار وعمل اتنے خراب ہو گئے ہیں جنہیں دیکھ کر شرم آتی ہے، ان کے ظاہر و باطن میں نمایاں فرق نظر آتا ہے، گفتار کے غازی تو خوب نظر آتے ہیں لیکن کردار کے غازی خال خال۔

اسلام کی اچھی باتیں کتابوں میں رہ گئی ہیں، آج ان باتوں پر عمل کم ہو رہا ہے، اسی وجہ سے آج مسلمان مختلف محاذ پر ناکام نظر آ رہا ہے، علم سے دوری ہے، اچھی سوچ وفکر سے ذہن خالی ہے، مختلف جھگڑوں اور فتنوں میں ملوث نظر آتا ہے، تنگ نظری کا شکار ہے، کچھ نام نہاد پیشوا اپنا الو سیدھا کرنے کے فکر میں لگے ہیں اور ڈیڑھ اینٹ کی اپنی الگ مسجد بناتے ہوئے نظر آ رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تعمیری کام کم اور تخریبی کام زیادہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔

اب ہم اصل موضوع "نکاح وطلاق" کی طرف چلتے ہیں، نکاح ایک مقدس رشتہ ہے، یہ صرف دو دلوں کو نہیں جوڑتا بلکہ زوجین کے رشتہ داروں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتا ہے، سبھوں میں الفت و محبت کا ایک نیا رنگ بھر دیتا ہے۔

نکاح کی اہمیت

نکاح کی اہمیت کا پتا نبی اکرم ﷺ کے اس جملے سے لگتا ہے "جس نے نکاح کر لیا، اس کا آدھا دین محفوظ ہو گیا، باقی آدھے کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہئے۔"

آج ہمارے ملک میں تین طلاق موضوع بحث ہے، کچھ سمجھ دار لوگ تین طلاق کو ایک طلاق کہہ رہے ہیں، ایسا کہنا گویا دن کے اجالے میں سورج کا انکار کرنا ہے، یہ بات کس قدر غیر معقول ہے، ہر ذی علم بخوبی سمجھ سکتا ہے، شوہر اگر ایک مجلس میں تین طلاق دیتا ہے تو اسے ایک طلاق مان کر حقیقت کا مذاق اڑانا ہے۔

اب چلیں، طلاق پر گفتگو کریں، اسلام میں طلاق سب سے بری چیز سمجھی جاتی ہے، کیوں کہ نکاح رشتوں کو جوڑتا ہے، بھائی چارگی میں اضافہ کرتا ہے، اس سے محبت کے پھول کھلتے ہیں، تعلقات کی نئی دنیا آباد ہوتی ہے، معاشرے میں چہل پہل دکھائی پڑتی ہے اور طلاق تمام رشتوں کو منقطع کر کے ایک نفرت کی دیوار کھڑی کر دیتی ہے، اسلام طلاق کی اجازت اس وقت دیتا ہے، جب اس کی ضرورت پڑے۔

جب شوہر بیوی دونوں ایک دوسرے سے بے زار ہو جائیں، ازدواجی زندگی اجیرن بننے لگے، دونوں میں خوش گوار تعلقات نہ رہنے کی وجہ سے گھر کا سکون جاتا رہے، ایسی حالت میں ایک طلاق دی جا سکتی ہے، ہو سکتا ہے کہ ایک طلاق دینے کے بعد دونوں کو ہوش آ جائے اس حرکت پر پچھتاوا آئے، پھر دونوں شیر وشکر ہو کر زندگی گزارنے کا ارادہ کر لیں، تو عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے، یہاں نکاح پڑھانے کی ضرورت نہیں، اسلام نے یہ بھی راستہ کھول رکھا ہے، طرفین کے رشتے دار دونوں کو سمجھانے کی راہ تلاش کر سکتے ہیں، ممکن ہے کہ میل ملاپ کی راہ ہموار ہو جائے اور ایک خوش گوار زندگی تباہی کی طرف جاتے جاتے لوٹ آئے۔

ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ شوہر تو بیوی کو رکھنا چاہتا ہے لیکن کسی بنیاد

٭مضمون نگار بھدرک اڈیشہ کے رہنے والے اہل سنت کے نامور اسلامی اسکالر ہیں۔

پر بیوی کو شوہر پسند نہیں ہے، بیوی شوہر سے چھٹکارہ پانا چاہتی ہے، ایسی حالت میں شوہر کو طلاق دے دینا چاہئے اور طلاق نہ دے کر بیوی کو پریشان کرنا، اس کی زندگی کے ساتھ کھیلنا ہے جو سراسر غلط اور خلاف شرع ہے، ایسے ہی موقع پر طلاق دینا حسن ہے۔

یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بیوی شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے لیکن شوہر اس کی حرکتوں اور اخلاق سے بے زار ہے، آئے دن ان میں جھگڑے ہوتے رہتے ہیں، بیوی کی کارکردگی سے شوہر مطمئن نہیں ہے، وہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں کرتی، گھر کی جو ذمہ داری ہے، اسے نبھانا چاہئے اس کی طرف توجہ نہیں دیتی، آئے دن تو تو میں میں ہوتی رہتی ہے، اس اختلاف سے نئے نئے فتنے جنم لیتے ہیں، ان حالات کے پیش نظر جہاں گھر امن اور شانتی سکھ اور چین کا گہوارہ ہونا چاہئے تھا، وہاں جہنم بن جاتا ہے، شوہر لاکھ کوشش کرتا ہے کہ وہ راہ راست پر آجائے، رات ودن اسے سمجھاتا ہے لیکن ساری کوششیں بے سود ثابت ہوتی ہیں، شوہر پریشان اور الجھنوں کی چکی میں پستا رہتا ہے، ان حالات کے تناظر میں طلاق کو ترجیح دیتا ہے، لیکن تین طلاق نہیں، ایک ہی طلاق دے سکتا ہے۔

یہاں بھی اس کو بیوی کے سدھرنے کا انتظار کرنا چاہئے، یہ امید رکھی جائے کہ ایک طلاق سے اس کے دل میں خوف طاری ہوگا، اس کا مستقبل تاریک نظر آنے لگے گا اور وہ خود کو سدھار لے، دیکھا جاتا ہے کہ بعض خواتین ایسی ضدی ہوتی ہیں کہ ان کو لاکھ سمجھایا جائے، نصیحت کا دفتر کھول دیا جائے، وہ اپنی رائے بدلنے کو تیار نہیں ہوتی بلکہ اپنی رائے کو دوسروں پر مسلط کرنا چاہتی ہیں۔

اس کے بعد پھر دوسری طلاق دی جاسکتی ہے دوسری طلاق دینے کے بعد وقت کا انتظار کرنا چاہئے، ممکن ہے کہ حالات نارمل ہوجائیں اور خاتون کو طلاق کے نقصان کا احساس ہونے لگے، رشتہ داروں کے توسط سے سمجھانے کی کوشش جاری رہے، حالات سے مایوس نہ ہو کر سمجھوتے کی راہ نکالنے کی کوشش جاری رہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کوئی بعید نہیں کہ دونوں کے دلوں میں نرمی پیدا فرمادے، پھر زوجین شیر وشکر ہو کر رہنے لگیں۔

دو طلاق کے بعد اگر حالات بدلتے نہیں ہیں، خاتون اپنی ضد پر قائم ہے، بزرگوں کی نصیحتیں کارگر نہیں ہورہی ہیں، خاتون ایسی اکھڑ اور ضدی ہے کہ وہ کسی کی بات سننے کو تیار نہیں ہے، شوہر کو چاہئے کہ وہ خاموش رہے، تیسری طلاق دینے کی ضرورت نہیں ہے، عدت گزارنے کے بعد طلاق بائن ہوجائے گی، خاتون مکمل شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی، اس کے بعد خاتون اگر چاہے تو اور کسی فرد کا دامن تھام سکتی ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ پھر شوہر اوّل سے نکاح کرلے اور شوہر بھی اس سلسلہ میں آزاد ہے کہ وہ سابقہ بیوی سے نکاح کرلے یہ خاتون کے چاہنے پر منحصر ہے یا کسی اور خاتون سے نکاح کر کے اپنی نئی ازدواجی زندگی کا آغاز کرے۔

ایک نشست میں تین طلاق دینا گناہ ہے، یہ طلاق کا غلط استعمال ہے، چھری سبزی کاٹنے کے لئے بنائی گئی ہے، کسی آدمی کو گھائل کرنے کے لئے نہیں، اگر اس چھری سے کسی آدمی کو گھائل کردیا جائے تو اس کا غلط استعمال ہوا۔

اگر ایک طلاق سے کام ہوسکتا ہے تو تین طلاق دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لیکن تین کو ایک ماننا، خلاف حقیقت اور خلاف عقل ہے، چھری سے اگر کسی پر حملہ کیا گیا تو حملہ کرنے والا مجرم گردانا جائے گا، جس پر حملہ کیا گیا وہ یقیناً زخمی ہوگا، چھری سے حملہ کرنے والا قصداً کرے یا سہواً بہر حال وہ مجرم ہے، جس پر حملہ ہوا یقیناً وہ بھی مجروح ہے، لیکن اس میں چھری بنانے والے کی کوئی غلطی نہیں، کیوں کہ چھری اس کام کے لئے بنائی نہیں گئی تھی۔

سابق زوجین پھر اگر نکاح کے بندھن میں بندھنا چاہیں تو بغیر حلالہ دونوں کے درمیاں نکاح منعقد نہیں ہوسکتا، حلالہ کی صورت یہ ہے کہ مطلقہ خاتون کی عدت گزرنے کے بعد کوئی دوسرا شخص اس سے نکاح کرے اور ہم بستری کرے پھر وہ طلاق دے، عدت گزرے تب کہیں شوہر اوّل سے نکاح کرسکتی ہے، کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ اسلام میں تین طلاق کے بعد حلالہ کیوں رکھا گیا ہے؟ یہ سچ ہے کہ رحمت عالم ﷺ نے حلالہ کا قانون بنا کر عورتوں پر ہونے والے ظلم سے بچالیا۔

پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ اگر کسی نے ایک طلاق یا دو طلاق دی تو وہ عدت کے اندر بیوی کو واپس لے سکتا ہے، اس واپسی میں نہ نکاح کی ضرورت ہے نہ حلالہ کی، ایام جاہلیت میں عورتوں پر یہ ظلم ہوتا تھا کہ شوہر نے طلاق دی پھر عدت کے اندر واپس کرلیا، کچھ دنوں کے بعد پھر طلاق دی پھر عدت کے اندر واپس کرلیا، اس طرح طلاق اور واپسی کا سلسلہ چلتا رہتا تھا، اس سے عورت کسی اور سے نکاح نہیں کرسکتی تھی، اس پر ظلم بڑھتا جاتا تھا، طلاق دینے اور لوٹانے کا سلسلہ جاری رہنے کی وجہ سے عورت کسی اور سے نکاح نہیں کرسکتی تھی اور عورت ظلم کا شکار ہوتی رہتی تھی۔

عورتوں کو اس مظلومیت کے دلدل سے نکالنے کے لئے رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ تین طلاق دینے کے بعد اب اسے واپس نہیں لیا جاسکتا، اب وہ مکمل آزاد ہے، کسی بھی دوسرے مرد سے نکاح کرسکتی

ہے، لیکن اگر شوہر اول اس سے نکاح کرنا چاہے تو وہ حلالہ کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا، اگر چہ وہ بھی راضی ہو، کچھ نا سمجھ لوگ کہتے ہیں کہ حلالہ عورت پر ظلم ہے، وہ کسی اور سے نکاح کر کے اس سے جماع کرے اس سے طلاق لے، پھر عدت گزرنے کے بعد کہیں شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے۔

یہاں ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ اگر کسی شخص نے جائز نکاح کرنے کے بعد اپنی بیوی سے ہم بستری کی تو اس میں کون سی زیادتی اور ظلم کی بات ہے، ہاں اگر بغیر نکاح کوئی مرد کسی خاتون سے ہم بستر ہو، خواہ اس کی رضامندی سے ہو یا جبراً تو یہ ضرور ظلم وزنا ہے، کیوں کہ اس نے قانون کے بندھن کو توڑا، یہ ہے کہ اگر شوہر نے تین طلاق دی ہے تو پھر اسے دوبارہ لینا کیوں چاہتا ہے؟ اگر اسی مطلقہ خاتون سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس خاتون کو حلالہ کرنا پڑے گا، اگر وہ خاتون پہلے والے شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو ورنہ نہیں، یہاں مطلقہ خاتون کو بھی مکمل آزادی دی گئی ہے کہ وہ شوہر اول سے نکاح نہ کر کے کسی اور سے بھی کر سکتی ہے، اگر شوہر اول اسے اپنے نکاح میں لینا چاہتا ہے اور مطلقہ خاتون بھی اس سے نکاح کرنے پر راضی ہے تو اسے حلالہ کے مرحلے سے گزرنا پڑے گا جو ایک جائز طریقہ ہے۔

یہاں یہ ساری باتیں طرفین کی رضامندی پر منحصر ہیں، اسلام نہ اس خاتون کو شوہر اول سے نکاح کرنے پر جبر کیا نہ اس کے گھر رہنے پر، ہاں اگر دونوں پھر ازدواجی زندگی چاہتے ہیں اور دونوں خوش دلی سے راضی ہیں تو وہاں حلالہ کی ضرورت ہے۔

حلالہ کی صورت میں نہ شوہر اول کی عزت ومقام میں فرق پڑتا ہے نہ خاتون کی، یہ سارے کام جائز طریقے سے ہور ہے ہیں، از سر نو گھر بسانے کی خاطر دونوں نے اسے قبول کیا ہے، ورنہ حلالہ کی کوئی ضرورت نہیں تھی، تین طلاق کے بعد تو عورت بالکل آزاد ہو گئی تھی، وہ تجریدی زندگی گزار سکتی تھی، یہاں اسلام نے دونوں کو آزادی دی ہے۔

یہاں ایک بات آتی ہے کہ حلالہ کس سے کرایا جائے، جس سے نکاح جائز ہے، یہ دیکھا جاتا ہے کہ شوہر اپنے رشتہ دار یا بیوی کے رشتہ دار سے حلالہ کرانے کو تیار ہو جاتا ہے، جائز تو ہے لیکن مناسب نہیں، حلالہ اس سے کرانا چاہئے جو اجنبی ہو، دور دراز کا رہنے والا ہو تا کہ حلالہ کے بعد اس سے اور ملاقات نہ ہو سکے، کسی رشتہ دار سے حلالہ کرانے کی صورت میں یہ ممکن نہیں کہ اس سے دوبارہ ملاقات نہ ہو۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، یہ خبر مختلف راہوں سے مختلف لوگوں کے پاس پہنچ جاتی ہے، کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو اس حادثے کا مزہ لے کر ہر طرف یہ بات پھیلانا شروع کر دیتے ہیں کہ فلاں شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، طلاق پڑنے کے بعد جب شوہر بیوی کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے، خود اپنی اور اپنے بچوں کی زندگی پر غور کرتے ہوئے پھر دونوں نکاح کر کے خوش گوار ازدواجی زندگی گزارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں لیکن اس وقت حلالہ کی ضرورت پڑتی ہے، اگر یہ صورت حال پیدا ہو تو تین طلاق کی خبر تشہیر نہ کر کے خاموشی کے ساتھ حلالہ کر لینا چاہئے۔

اب یہاں یہ بات ذہن میں پیدا ہوتی ہے کہ مسلم معاشرہ میں بڑھتی ہوئی طلاق کی تعداد کو کس طرح روکا جائے؟

۱- بڑھتی ہوئی طلاق کی تعداد روکنے کے سلسلے میں مسجدوں کے امام اہم کردار ادا کر سکتے ہیں، لیکن آج کل یہ دیکھا جاتا ہے کہ آج امام صاحبان قصہ، کہانی، واقعات، کرامات ومعجزات بیان کر کے اپنی تقریر ختم کر دیتے ہیں، مسلمانوں کے مسائل کیا ہیں، کس طرح ان کی زندگی اسلام کے سانچے میں ڈھلے، رحمت عالم ﷺ اور خلفائے راشدین کے شب وروز کیسے ہوا کرتے تھے؟ ان موضوعات پر بیانات کم ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو دین کی ضروری اور بنیادی باتوں کا علم کم ہوتا ہے۔

اگر ائمہ مساجد گاہ گاہ نکاح اور طلاق کے نقصانات پر روشنی ڈالتے رہیں تو یقیناً طلاق کی تعداد گھٹنے لگے گی، جب کبھی شوہر کا ذہن طلاق کے بارے میں سوچے گا تو فوراً اسے امام صاحب کی تقریر یاد آجائے گی، مسجد کے اماموں کو چاہئے کہ کم از کم مہینے میں ایک بار طلاق کے موضوع پر بولیں، طلاق کے نقصانات گنائیں، طلاق سے سماج میں کس طرح بگاڑ پیدا ہوتا ہے؟ کس طرح ذہنی سکون غارت ہوتا ہے، ان باتوں پر روشنی ڈالیں، یقیناً طلاق میں کمی ہوگی۔

۲- مسلم محلوں کی سر برآوردہ شخصیتوں کو چاہئے کہ سال میں ایک دو بار محلے کے لوگوں کو جمع کر کے طلاق کے تعلق سے باتیں سمجھائیں، اس سے لوگوں کے ذہن وفکر میں تبدیلی آئے گی، لوگ طلاق کا لفظ زبان سے نکالتے وقت ضرور سوچیں گے، خاص طور پر تین طلاق کا لفظ زبان سے کم ہی نکلے گا، اس سلسلے میں محلے والوں کی طرف سے تاکید بھی ہونی چاہئے۔

۳- آج کل شہروں اور دیہاتوں میں جلسوں کی کثرت ہے، بڑی بڑی کانفرنسیں ہوتی رہتی ہیں، اچھے بولنے والے مقرر بلائے جاتے ہیں، لیکن طلاق جیسے سلگتے ہوئے موضوع کے مذموم پہلوؤں پر روشنی نہیں ڈالی جاتی، آج کل اصلاح معاشرہ کی باتیں کم ہوتی ہیں، مسلمانوں کے روحانی امراض پر گفتگو نہیں ہوتی، بس وہی کرامات، معجزات، دل کو چھونے والے اشعار اور لفاظی میں تقریریں ختم ہو جاتی ہیں، کاش! ہمارے واعظین طلاق جیسے اہم مسئلہ پر گفتگو کرتے تو آج یہ صورت حال قدرے مختلف ہوتی۔

آج کا مسلمان بے راہ روی کا شکار ہے، وقت کا نقصان کرنا ایک عام عادت بن گئی ہے، تاش کھیلنا، لوڈو کھیلنا، کلب قائم کر کے وہاں ٹی وی کا فحش پروگرام دیکھنا عام ہے، آج لوگوں کا ذہن شیطان کا اڈا بن گیا ہے، غیر ضروری باتوں میں مسلمان الجھا ہوا ہے، اسی میں اپنا قیمتی وقت گنواتا ہے۔

غلط طلاق کو روکنے کے لئے یہ صورت اپنائی جائے کہ جہاں مذہبی اجلاس ہوں، ہزاروں کا مجمع ہو، مقررین وخطیب طلاق کے موضوع پر بھی بولیں، اگر کسی بات کو الگ الگ موقع پر بار بار بولا جائے تو وہ بات لوگوں کے ذہن میں محفوظ رہتی ہے، کسی دانش مند نے کہا ہے کہ اگر پتھر پر روزانہ ایک ایک قطرہ پانی گرتا رہے تو پتھر جیسی سخت چیز پر بھی نشان پڑ جاتا ہے، کسی بات کو مختلف مواقع پر بار بار ذکر کیا جائے تو وہ بات ذہن میں محفوظ ہو جاتی ہے، اس کا نتیجہ بہتر نکلتا ہے۔

۴- کبھی دیکھا جاتا ہے کہ بیوی کی غلطی کی وجہ سے طلاق ہوتی ہے، بیوی سسرالی زندگی سے واقفیت نہیں رکھتی، سسرال والوں اور شوہر کے مزاج کو سمجھنے میں کمی ہوتی ہے، وہ ایسی ایسی حرکتیں کر بیٹھتی ہے جو اسے طلاق تک پہنچا دیتی ہیں، ہر شہر میں شادی ہونے والی خواتین کے لئے تربیت دینے کا انتظام کیا جائے، سسرال کے نشیب وفراز پر گفتگو کی جائے، خصوصاً شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کے آداب بتائے جائیں، شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے میں ایسی صورت پیدا نہ ہو جس کی وجہ سے شوہر کی زبان سے طلاق کا لفظ نکلے، طلاق شریعت اور سماج میں ایک ناپسندیدہ چیز ہے۔

بیوی کو چاہئے کہ خلوت میں شوہر کے مزاج کو دیکھ کر ان لوگوں کی نظیریں دے، جن لوگوں نے طلاقیں دیں، ان کا گھر کس طرح تباہی کے دہانے تک پہنچ گیا، سسرال میں کامیاب زندگی گزانے کے لئے نیاز مندی کی کتاب ''دلہن کے ہیرے موتی'' یا اس موضوع پر دیگر کتب و رسائل بھی پڑھے، یہ ساری باتیں اس وقت ممکن ہو سکتی ہیں جب خاتون تربیت یافتہ ہو۔

۵- افسانہ نگار ناول نگار اور انشائیہ ومقالہ لکھنے والے حضرات بھی نکاح وطلاق کے موضوع پر لکھیں، تحریر سے لوگوں میں بیداری پیدا کرنے کی کوششیں کریں، تا کہ پڑھا لکھا طبقہ نکاح میں کیا خوبیاں ہیں اور طلاق کب زحمت اور کب رحمت ہے، جان سکے۔

۶- لوگ عموماً کسی نہ کسی پیر کے دامن سے وابستہ رہتے ہیں، پیر صاحب تو سال میں دو تین بار مرید نگر تشریف لاتے ہی ہیں، مریدوں کی جھرمٹ میں تشریف رکھتے ہیں، اس نشست میں جہاں بہت سی باتیں ہوتی ہیں، وہاں طلاق کے موضوع پر بھی گفتگو ہونی چاہئے اور انھیں اپنے مریدین کو سمجھانا چاہئے کہ طلاق سے حتی الامکان گریز ہی کریں۔

۷- عموماً مسلم بستیوں میں کوئی نہ کوئی تنظیم رہتی ہے، اس تنظیم کے تحت کئی فلاحی کام انجام پاتے ہیں، وہ تنظیم محلہ والوں کے مشوروں سے طے کرے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان جب ناخوش گوار حالات پیدا ہوں، کوئی ایک دوسرے سے علاحدہ ہونا چاہے تو وہ تنظیم کو بتائے اور تنظیم اس پر غور کر کے انھیں صحیح مشورہ دے، شوہر جب چاہے طلاق ٹھونک دے، ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے، یہ قطعی طور پر دانش مندی کی بات نہیں کہ غلط طلاق کی روک تھام کی ہم کوشش نہ کریں اور طلاق کا رونا روتے رہیں، محترم اس سے کچھ نہیں ہوگا، غلط طلاق روکنے کے لئے مختلف تدبیروں کی ضرورت ہے، تدبیر سے تقدیر بدل جاتی ہے، حالات سدھر جاتے ہیں اور زندگیاں سنور جاتی ہیں، حالات سدھارنے کے لئے کوئی تدبیر نہ کی جائے، نیکی کی دعوت نہ دی جائے اور نہ کوشش کی جائے تو حالات کیسے سدھر سکتے ہیں؟

نیاز مند نے مسائل نکاح وطلاق کے حل سے متعلق یہ چند صورتیں بیان کیں اور دوسری صورتیں بھی ہو سکتی ہیں، دانش مند حضرات کے غور وفکر سے بڑے بڑے مسائل حل ہو سکتے ہیں، مشکل راہیں آسان ہو سکتی ہیں، سماج کا وقار بلند ہو سکتا ہے، آئیے ہم اس پر غور وفکر کریں، نیک اور پرامن قدم اٹھا کر اس مسئلہ کو سلجھانے کی کوشش کریں۔ □□□

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری ٭

اعلیٰ حضرت ہی نقطۂ اتحاد! کیوں اور کیسے؟

تم ہی پھیلا رہے ہو علمِ حق اکنافِ عالم میں
امامِ اہلِ سنّت نائبِ غوث الوریٰ تم ہو

اس وقت دنیا میں موجود مذاہب کی فہرست میں صرف مذہب اسلام کی ہی یہ امتیازی شان ہے کہ یہ اپنی اصلی حالت میں من وعن موجود تھا، ہے اور رہے گا، چوں کہ اس کی حفاظت خدائے وحدہ لاشریک کی حی اور باقی رہنے والی ذات فرما رہی ہے اور دینی حفاظت کا قدرتی نظام اتنا اچھا ہے کہ جب جب اسلام پر کوئی خوفناک طوفان اُٹھتا ہے تو چوں کہ یہ دین بندوں کی صلاح وفلاح اور اصلاح وہدایت کے لئے ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں ہی میں سے کبھی جماعت اور کبھی فرد کو چنتا ہے، ہاں اگر فرد کو بھی اس عظیم کام کے لئے چنے تو جماعت کو اس کے ساتھ لگا دیتا ہے اور پھر ان سے ایسا کام لے لیتا ہے کہ اسلام کا چہرہ پھر کھل اُٹھتا ہے اور دنیا دیکھتی ہی رہ جاتی ہے، مثلاً حضور سیدنا امام اعظم، حضور سیدنا امام احمد بن حنبل، حضور سیدنا غریب نواز وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین، جنھوں نے اپنے اپنے عہد میں اسلام، حیاتِ اسلام اور بقائے اسلام کے لئے اپنی اپنی ہستی وقف کردی، جن کے ارد گرد ایک دنیا سمٹ آئی اور خوب خوب فیض یاب ہوئی، جنھیں عالمی آفاقی شخصیت ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

بعد کے دور میں حضور سیدنا امام ربانی، حضور سیدنا شیخ عبدالحق محقق دہلوی، حضور سیدنا اسماعیل مہانی اور حضور سیدنا امام احمد رضا مجددِ اعظم بریلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اسلامی اقدار ومعیار کے تحفظ میں جن کا عالمی ریکارڈ ہے، جن کی شہرت ومقبولیت کا سورج چمکا تو چمکتا ہی چلا گیا، ان میں آخر الذکر شخصیت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا مجدد بریلوی کی ہے، جن کی آفاقیت کے حوالے سے اس مضمون میں ہمیں کچھ کہنا ہے، مذکورۃ الصدر بزرگوں کی طرح انھیں کے فیضان اور انھیں کے افکار کو غبارِ زمانہ سے محفوظ رکھنے کی برکتوں سے جب سے آپ کی علمی، فکری، عملی، عالمی شہرت ہوئی ہے تب سے اب تک آپ کو دنیا کے سنّی مسلمانوں کی قیادت کا افتخار حاصل ہے اور پوری سنّی دنیا آپ کے قریب احترام وعقیدت سے حاضر ہے۔

الحمدللہ امام اہلِ سنّت کا تاج جو آپ کے سر سجا تھا، اس کی تابانی نہ صرف یہ کہ باقی ہے بلکہ بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے، یہ اس زمینی حقیقت کا غماز ہے کہ کل کی طرح آج بھی آپ عالمی سنّی مسلمانوں کا نقطۂ اتحاد اور مرکز ثقل ہیں، اللھم زد فزد۔

ہمارے اس دعوے کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ جس طرح ہمارے اکابر واسلاف دشمنوں کی نظر میں کانٹے کی طرح چبھتے اور ان کا تیر جفا کھاتے اور مسکراتے رہے، آج امام احمد رضا اسی طرح ان سب دشمنانِ اسلام کی نظر میں چبھ رہے ہیں اور رنگ برنگ حیلہ اور بہانہ سے وہ سب آپ کی کردار کشی پر تلے ہیں، اپنے مانیں یا نہ مانیں، غیر خوب مان رہے ہیں کہ ایک امام احمد رضا کو مجروح کردو، اسلام وسنّیت کا محل خود ہی زمین بوس ہو جائے گا، قطع کلام معاف! یہاں پر ہم تمام سنیوں کی سوچ متحدہ طور پر یہ ہونی چاہئے کہ ایک امام احمد رضا کو بچالو، اسلام کا نظام بھی بچے گا اور دین کا مقام بھی، مسلمانوں کی عظمت بھی بچے گی اور قوم وملت کی عزت بھی، علم کی مسند بھی زرنگار رہے گی اور عمل کی دستار بھی، الحمدللہ بہت بڑی جمعیت وجماعت اس کام میں خلوص وللّٰہیت سے منہمک ہے، تمنا ہے کہ وہ بھی شامل ہو جائیں جو ذرا اِدھر اُدھر ہو کر بدک گئے ہیں، دیکھئے اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی کیسی کیسی منظم، منصوبہ بند اور مستحکم سازشیں ہو رہی ہیں۔ ع

اور ہم ہیں کہ گلستاں کی ہوا دیکھ رہے ہیں

حضرت مولانا محمد علی فاروقی صاحب رائے پور، چھتیس گڑھ تحریر فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کی ذہنی تبدیلی کے لیے ۱۱۵۲ء میں ماؤنٹ کارمل پر مشنری نظام قائم کرنے والا ایک صلیبی ہی تھا، جب اس کے نتائج سامنے آنے لگے اور لوگ کھلے عام محسوس کرنے لگے کہ اس مشنری نظام کے تحت تعلیم پانے والے افراد نہ صرف عالم اسلام کے لئے انتشار کا ذریعہ بن رہے ہیں، بلکہ فکری طور پر مسلمانوں جیسا نام رکھنے کے باوجود وہ اسلام سے متنفر اور انگریزوں کے قریب دکھائی دے رہے ہیں تو ۱۸۳۱ء میں پاپائے روم نے بھی اس کی سرپرستی شروع کردی، جس کے نتیجے میں ایک پوری نسل برائے نام مسلمان رہ گئی اور وہ عشقِ رسول جس پر طوبیٰ کی بہاریں قربان ہیں، وہ عشقِ رسول جس کے سامنے کہکشاں کا

٭ مقالہ نگار پٹنہ میں مقیم اہل سنت کے مشہور اسلامک اسکالر ہیں۔

جمال شرمندہ ہے، اُس سے مسلمان نہ صرف دور ہونے لگا بلکہ اس کا تمسخر اور مذاق اُڑانے لگا، جس کی وجہ سے وہ نہ صرف اپنے مرکز سے دور ہوتا چلا گیا بلکہ عشق رسول، عظمتِ اولیا اور اُلفتِ دین وملت کی سرفرازیوں سے بھی محروم ہونے لگا۔"

[امام احمد رضا پر صہیونیت کی یلغار، ص ۵۰]

صلیبی دامِ تزویر نے ایمانی رُتوں پر کیسی کیسی ضرب لگائی اس کا کچھ اندازہ برطانوی جاسوس ہمفرے کے اعترافات سے بھی لگایا جاسکتا ہے، جسے انگلستان کی نوآبادیاتی وزارت نے مصر، عراق، ایران اور حجازِ مقدس وغیرہ کی جاسوسی پر مامور کیا تھا، ساتھ ہی ساتھ اسے ایک ہدایت نامہ بھی دیا گیا تھا جس کا عنوان تھا ''اسلام کو صفحۂ ہستی سے کیوں کر مٹایا جاسکتا ہے؟''

یہاں تک کہ ان منصوبوں میں وہ دفعات بھی درج تھیں جہاں سے پیغمبر اسلام، اہلِ بیت عظام اور اولیاے کرام سے عشق ومحبت کے بجائے نفرت واہانت اور گنبد خضریٰ کی تاراجی کا سوتا پھوٹتا ہے، ان جاسوسوں نے اپنا مشن اس کامیابی سے چلایا کہ آج ملتِ اسلامیہ تاریخ کے اس نازک دور میں پہنچ گئی ہے جہاں ان کے تحفظ وبقا پر ہی سوالیہ نشان لگ چکا ہے، موجودہ نسل میں بے شمار افراد ایسے بھی جنم لے چکے ہیں جو نہ صرف اپنے ماضی سے متنفر اور اپنے انقلاب آفریں تہذیب و تمدن سے دور ہیں بلکہ اب تو اسلامی تمدن، اسلامی تہذیب، عظمتِ مصطفےٰ، احترامِ اولیا تک سے اتنے متنفر نظر آنے لگے کہ جہاں عظمتِ رسول، احترامِ مصطفےٰ، اکرامِ اولیا کی بات آئی کہ کفر وشرک کا جنات سوار ہوگیا، زمین ہموار دیکھ کر وہ عشق رسول جس نے مسلمانوں کو سدرۃ المنتہیٰ کا عروج بخشا، اسی کو نشانہ بنا کر مسلمانوں کے دلوں سے اس کو مٹانے کے لئے پورا یورپ اور امریکہ اُٹھ کھڑا ہوا، ایسے نازک ماحول میں امام احمد رضا مجدد اعظم بریلوی نے نہ صرف ان کی سازشی چالوں کو مدنی فکر اور بغدادی نظر سے دیکھا بلکہ عشق رسول کے تحفظ کے لیے آپ سیسہ پلائی دیوار کی طرح ڈٹ گئے، آپ کی تحریک میں ایسی تاثیر تھی کہ نا اُمید ذہنوں میں اسلامی تہذیب، اسلامی کلچر، اسلامی تاریخ، اسلامی روایات کے ساتھ سے عشق مصطفیٰ، عظمتِ اولیا، احترام منسوبات کی وہ توانائی پیدا کی کہ ضربِ یداللّٰہی کا فیضان، روحِ بلالی کا سوز اور جذبۂ حسینی کا نمائندہ بن کر ہند سے لے کر امریکہ تک ہر جگہ باطل پرستوں کو للکارنے والے بے شمار فرزندانِ اسلام نظر آنے لگے، بیت المقدس سے لے کر گنبد خضریٰ تک صہیونی فکر کو چیلنج کرنے والے عاشقانِ مصطفےٰ میلاد، فاتحہ، درود وسلام، عرس، نذر ونیاز اور تمام مراسمِ محبت کے دیوانے دکھائی دینے لگے۔

بجتا ہے جو آج دین کا یہ ساز دوستو
یہ بھی اسی جرس کی ہے آواز دوستو

یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے، عالمی کارنامہ ہے امام احمد رضا کا، یہ آپ کا کارنامہ ایسا تاریخی اور سحر انگیز ثابت ہوا کہ آپ کی پوری فکری بساط کو لوگ خودی یا بے خودی میں بریلوی کہنے لگے، آج اگر کوئی اپنے بریلوی ہونے کا انکار کردے تو عام لوگوں کی نظر میں وہ کھٹکنے لگے گا اور اُس کو وہابی، دیوبندی یا کچھ اور کہنے لگیں گے، آپ کا یہ انقلابی اقدام صہیونیوں کی نظر میں چبھنا ہی تھا، چوں کہ صلیبی سورماؤں کا فکری محور یہ ہے کہ عشق وعرفان، تقویٰ وطہارت اور عظمت وتقدس کے ہر نظریے، ہر زاویے اور ہر فکر کو تہس نہس کردیں تاکہ مسلمان دین سے دور ہوجانے کی وجہ سے ان کی ذہنی غلامی میں پھنس کر رہ جائیں، جبکہ امام احمد رضا کا مشن، اسلامی تہذیب، اسلامی فکر ونظر کے ساتھ عشق ووفا کے ہر اُس مرکز، اس نظریہ اور اس آفاقیت علم بردار ہے جہاں سے قلب وضمیر کو توانائی ملتی ہو، عشق رسول کی بادِ بہاری کے تقویٰ وطہارت کے گلشن مسکراتے ہوں اور دلوں کے آفاق پر عظمت وتقدس کا پرچم لہراتا ہو۔

دنیا پر باریکی سے گہری نظر رکھنے والا افرنگی مشن خوب جان رہا ہے کہ اسے مطلوبہ اہداف تک پہنچنے میں دشواری کہاں سے آرہی ہے، ان حالات میں صلیبی مشن کو کامیابیوں سے ہمکنار ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ امام احمد رضا کی شخصیت ہی نہیں، ان کے مشن کو مجروح کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے، ادنیٰ تامل سے بھی آپ سمجھ سکتے ہیں کہ بڑی خفیہ تدبیر سے یہ کام انجام بھی پار ہا ہے، ابھی دو تین مہینہ پہلے دہلی میں امام احمد رضا اور ان کے افکار کی حاملین خانقاہ اور شخصیات کو قصداً چھوڑ کر ''صوفی کانفرنس'' ہوئی، جس میں مشہور عالم صہیونی ایجنٹ ڈاکٹر طاہر القادری کو خصوصی طور پر بڑے اعزاز سے بلایا گیا، حالانکہ وہ اعلیٰ حضرت ہی ہیں جنھوں نے کل تصوف کے بکھرے چہرے پر جمی بدعات وخرافات کی دھول کو شریعت کے آبِ حیات سے صاف کیا تھا، طریقت کے جسم میں شریعت کی روح ڈالی تھی، معرفت کے رُخِ زیبا پر حقیقت کا غازہ ملا تھا اور بڑی محنت سے روحانیت کو اس کا اصلی روپ بخشا تھا تب جاکر تصوف کی جان میں جان آئی تھی اور آج عالم یہ ہے کہ

گلستاں کو لہو کی ضرورت پڑی
سب سے پہلے ہماری ہی گردن تھی
پھر بھی کہتے ہیں مجھ سے یہ اہل چمن
یہ چمن ہے ہمارا تمہارا نہیں

یہ صوفی کانفرنس میں امام احمد رضا کے ذکر و تذکرے سے مطلقاً گریز، یہ صہیونی منافق طاہر القادری جسے اب لوگ طاہر الپادری اور بعض تو نجس الپادری بھی کہتے ہیں، کی شرکت، شریعت بیزار حرکات و سکنات کی نمائش.... آخر کیا ہے یہ ع

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

کیا اب بھی آپ کو یقین نہیں آیا کہ بڑی خوب صورتی اور چابک دستی سے صہیونی مشن اپنا کام کر رہا ہے اور جگہ جگہ اس نے مختلف روپ اور بھیس میں اپنے کارندے مقرر کر رکھے ہیں، بڑے بڑے صاحبانِ جبہ و دستار اس دامِ فرنگ کے اسیر ہو گئے ہیں، جو مختلف دینی شعبوں پر تو اثر انداز ہو ہی رہے ہیں، تصوف جیسی پاکیزہ و بالیدہ چیز جس سے کثیف روح بھی لطیف ہو جاتی ہے، کے جسم نازنین کو بھی چھلنی کرنے پر تلے ہیں۔

صوفی کانفرنس کیسی رہی؟ کیا کیا ہوا اس میں، اس کے اثرات کیا مرتب ہوئے؟ تجزیہ ڈاکٹر امجد رضا امجد کے قلم سے:

”صوفی کانفرنس میں جس تصوف کا مظاہرہ ہوا ہے اس سے تصوف بدنام ہوا ہے، اگر تصوف وہی ہے جو صوفی کانفرنس میں پیش کیا گیا اور صوفیا ایسے ہی ہوتے ہیں جیسی نمائش کرائی گئی تو اسے تصوف کی تاریخ کا سیاہ ترین باب کہا جائے گا، یہ المیہ ہے کہ صوفی کانفرنس سے تصوف کے مخالفین و معترضین کو موقع اور ان کے اعتراضات کو مضبوط کیا گیا ہے، اسکے باوجود اگر آج کے صوفیا اپنے کئے پر نادم ہونے کے بجائے نازاں و فرحاں ہیں تو انھیں اپنے خوابیدہ احساس کے احیا کے لئے حضرت مخدوم سمناں کی بارگاہ میں چلّہ کش ہونا چاہئے۔“ [دوماہی الرضا پٹنہ، مئی جون ۲۰۱۶ء]

گویا کہ تصوف کے نام پر نام نہاد صوفیوں نے تصوف کی مٹی پلید کر دی، اس سے صہیونی ازم تو خوب تالیاں بجایا ہوگا مگر سب سے زیادہ تکلیف امام احمد رضا کی روح کو پہنچی ہوگی کہ تصوف کو زندہ و تابندہ و درخشندہ انھوں نے ہی کیا تھا پھر تصوف کو اس کے اصلی الگ روپ میں پیش کرنے کے لئے کسی امام احمد رضا ہی کی ضرورت ہے، اس صوفی کانفرنس میں بعض بزبانِ خود صوفیہ تو ایسے بھی شامل تھے جن کا بالراست تعلق انگریزی ایجنٹ ڈاکٹر طاہر القادری سے ہے، جو انڈیا میں اپنی خود ساختہ صوفیت کے پلیٹ فارم سے منہاجیت کو فروغ دے رہے ہیں، ورنہ صوفیت کا دعویٰ اور تقلید کو نفاق کہنے کی جرأت، صوفیت کا دعویٰ اور گستاخانِ رسول کی تکفیر سے طوطا چشمی، صوفیت کا دعویٰ اور ہر کلمہ گو، قبلہ رو کے ایمان کا اقرار تردید سے آنکھ مچولی، صوفیت کا دعویٰ اور بلا تکلّف اپنے بیگانے سب سے یکساں سلوک، صوفیت کا دعویٰ اور کھلّم کھلا شرعی احکام کی خلاف ورزی، کیا اسی کا نام تصوف ہے؟ یہی تعلیم تصوف سالارِ تصوف حضرات نے دی ہے؟ اب یہ حقیقت ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی کہ نام تصوف کا ہے اور کام کہیں اور کا ہو رہا ہے۔

ع
محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

بڑی دل لگتی بات کہی ہے مولانا توفیق احسن برکاتی نے:

”ہمیں ضرورت ہے اس تصوف کی جو اہلِ خانقاہ کا نشانِ امتیاز رہا ہے، یہی تصوف دنیا کو عملی و نظریاتی تشدد سے بچا سکتا ہے، جو نہ اربابِ سیاست کی کاسہ لیسی سے زخم خوردہ اور نہ مادّیت کے غبار سے گدلا ہو، اور صوفیا کا وہی گروہ متعارف ہونا چاہئے جو علمِ فقہ کے زینے سے علمِ معرفت تک پہنچا ہو، اس کے خلاف کرنے سے تصوف بھی قابلِ گردن زدنی ٹھہرے گا اور صوفیا بھی بدنام ہوں گے۔“ [دوماہی الرضا، پٹنہ، شمارہ مئی جون ۲۰۱۶ء]

اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کے نام پر تصوف کی آڑ میں یہ سب جو کچھ ہو رہا ہے ایسا لگتا ہے جیسے ان لوگوں کے جسم میں ہمفرے کی روح حلول کر گئی ہے، کلیسا کا چراغ لے کر حرم کے پاسبانوں میں عیب تلاش کرنے والے کیا درپردہ صہیونی پروگرام کو کامیاب نہیں کر رہے ہیں، ۱۸۵۶ء سے لے کر ۱۹۲۱ء تک سیدنا امام احمد رضا مجددِ اعظم بریلوی کی شخصیت قدرتِ خداوندی کا کھلا کرشمہ اور رسولِ پاک کا انمول معجزہ دکھائی دیتی ہے، ایسی قابلِ فخر، لائقِ ستائش، مستحقِ تبریک و تحسین اور عظیم و جلیل شخصیت جس پر دنیا کے ہر صاحبِ دل کو ناز ہے اس سے روگرانی کر کے ہی نہیں اس پر کیچڑ اُچھال کر لوگ صہیونیت نواز مشن کو تقویت نہیں پہنچا رہے ہیں اور اُلٹا وہی شور مچاتے ہیں کہ یہ وقت اختلاف کا نہیں ہے، اتحاد کا ہے اور کام وہ کر رہے ہیں جس سے انتشار کا دروازہ کھلتا ہے۔

امام احمد رضا جیسی آفاقی شخصیت جس پر کل تمام اساطین اُمت، اکابرین اہلِ سنّت نے اتحاد کیا تھا، آج اگر کچھ لوگوں کو پسند نہیں ہے تو کیا یہ اکابرین کے اجماع سے اختلاف نہیں ہے، علم کے دبستانوں نے، عمل کے لالہ زاروں نے، سیرت و معمولات کے کہکشاؤں نے تو اعلیٰ حضرت کی ذات پر ہی اتحاد میں دین و دنیا کی عافیت سمجھی، کتنی حیرت کی بات ہے آج چند سر پھرے اپنے گفتار و کردار سے اس متحدہ محاذ کو داغدار کرنے پر تلے ہیں، ہاں! اعلیٰ حضرت سے اختلاف کیا تھا مگر ان لوگوں نے جن کو نبی کی عظمت سے اختلاف تھا، مقامِ رسالت سے اختلاف تھا، شانِ ولایت سے اختلاف تھا، آج جو لوگ اعلیٰ حضرت سے اختلاف کر رہے ہیں وہ اتحاد کی پیٹھ میں خنجر ہی گھونپنے کا کام انجام نہیں دے رہے ہیں بلکہ غیر شعوری طور پر اپنا رشتہ اُن سے جوڑ رہے ہیں جن کا رشتہ خود نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے کٹا ہوا ہے، جو اولیائے کرام کے آستانوں سے بیزار ہیں۔

اب اگر ایسے میں کوئی انہیں صلح کلّی کہتا ہے تو اس میں چڑھنے کی کیا بات ہے؟ کام آپ نے کیا، نام اوروں نے دیا، کتنا سنہرا وہ دَور تھا جس میں ایک اعلیٰ حضرت کے گرد ساری سنّی دنیا سمٹی ہوئی تھی، ایک مرکز اہلِ سنّت پر جمع ہو کر لوگ اپنے متحد ہونے کا عملی ثبوت فراہم کر رہے تھے، اس زمانے کے لوگوں کو اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنّت ہونے

پر کوئی اعتراض نہ تھا، اس زمانے کے لوگوں کو اعتراض ہو گیا، جن لوگوں نے دیکھا انھوں نے مرکز اتحاد و محبت کا خطبہ پڑھا، جن لوگوں نے دیکھا ہی نہیں وہ اعراض و اعتراض کرنے لگے، وہ تو وہ ہیں کہ ان کی خلوت کو ان کی جلوت پر اور ان کی جلوت کو ان کی خلوت پر ناز ہے، اور یہ یہ ہیں کہ ان کی جلوت ان کی خلوت کی اور خلوت ان کی جلوت کی چغلی کھا رہی ہے، اس لئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ اسلام کو جتنا غیروں سے نقصان نہیں پہنچا اپنوں سے پہنچا، آج پھر تاریخ ماضی کا آئینہ لئے کھڑی ہے اور اپنی داستان پارینہ دہرا رہی ہے، کیا اس احسان کو بھول گئے لوگ ۱۹ رویں صدی عیسوی میں سب کا بیڑہ غرق ہو جاتا اگر امام احمد رضا نے بروقت ناخدائی کا فریضہ انجام نہ دیا ہوتا، میرا اپنا شعر ہے ؂

سب کا دین اور ایمان خطرے میں تھا
ایک احمد رضا سب کے کام آ گیا

یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا میں جب جب ایسی فضا پیدا ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے کسی مرد مومن، مرد حق، مرد آہن کو تمام اوصاف سے مزین کر کے دنیا میں بھیجا ہے اور اس نے بلا خوف جبر و قہر سینہ سپر ہو کر اسلام کی آبرو بھی بچائی ہے اور مسلمانوں کی عزت بھی۔

پوری انیسویں صدی عیسوی چھان ڈالئے اس پوری صدی میں جو شخصیت ہمیں خدائی نمائندہ نظر آتی ہے وہ صرف امام احمد رضا ہیں، دوسرے تمام مسالک فکر کی کتابیں، تحریک و تنظیم، ان کی جد و جہد اور لٹریچر گواہ ہیں کہ وہ سب انگریزوں کا حق نمک ادا کرنے کی جتن میں تھے اور اپنی تحریر و تقریر، تدریس و تبلیغ اور تحریک و تنظیم سے اپنی فضا بنا رہے تھے جس میں سب کچھ ہو مگر مدینہ کی یاد نہ ہو، جس میں سب کچھ ہو مگر ہو گنبد خضریٰ کا عکس نہ ہو، جس میں سب کچھ ہو مگر درد عشق کا مزہ نہ ہو، جس میں سب کچھ ہو مگر الفت مصطفیٰ کی کسک نہ ہو، اور تعجب ہے اپنی اس نامحمود کوشش میں کامیابی کا رمز تلاش رہے تھے، سیاسی اور سماجی اعتبار سے تو پریشان تھے ہی مذہبی اور روحانی اعتبار سے بھی تلملا کر رہ گئے، اس سچائی سے چشم پوشی کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ انگریزوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی، وہی ان کے راستے کا سنگ گراں تھے، اس لئے وہ مسلمانوں کی ہمت و جرأت، عزم و استقامت، قومی غیرت و حمیت کو کچلنے کے لئے جو کر سکتے تھے، سب کر رہے تھے، مسلمان فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے کہ کریں تو کیا کریں، کہاں جائیں، دنیا تو خطرے میں ہے ہی دین کو کیسے بچائیں، کس کی چوکھٹ پہ جائیں، کس کی سنیں، کس کی مانیں، کس کی قیادت کو اپنائیں کہ دینی سرفرازی اور دنیاوی سکون نصیب ہو، پورا برصغیر اس کشمکش کی کیفیت میں مبتلا کسی مخلص مسیحا کے انتظار میں تھا۔

کل کے مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب نے اس پورے منظر نامے کو لفظوں کے فریم میں بڑی دیانت اور خوب صورتی سے سجایا ہے، تفصیل تو وہیں دیکھیے ہم تلخیص سے کام چلاتے ہیں:

''متعدد حلقے مسلمانوں کی کمزوری کا علاج یہ بتاتے ہیں کہ انہیں تعلیمی میدان میں آگے آنا چاہئے، کسی گوشے سے یہ آواز آتی ہے کہ مسلمان آگے بڑھ کر تجارت کی باگ ڈور لے لیں اور کوئی ماہر صنعت یہ خیال کرتا ہے کہ مسلمان اگر صنعتی انقلاب برپا کر دیں تو وہ دوسری قوموں پر چشم زدن میں غالب ہو جائیں گے، اس طرح مسلمانوں کو متحد اور مضبوط بنانے کے مختلف فارمولے پیش کئے جاتے ہیں اور بزعم خویش اپنے موقف پر اس طرح اصرار کیا جاتا ہے کہ اگر اسے قبول کر لیا جائے تو مسلمانوں کے سارے مسائل کا خاتمہ ہو جائے گا، ایسے عالم رستا خیز میں مجھے اسلام کے اس بطل جلیل اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عاشق صادق کی یاد آتی ہے، جو عشق مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کو صرف اپنے زخم جگر کا مرہم نہیں، غم کائنات کا مداوا سمجھتا ہے اور برملا کہتا ہے ؂

ہمارے زخم جگر کی کوئی دوا نہ کرے
کمی ہو عشق نبی میں کبھی خدا نہ کرے
جان ہے عشق مصطفےٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں
دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

[سواد اعظم، ص ۵]

کیا سمجھے آپ سیاسی کشمکش سے لے کر سماجی اضطراب تک اور ملّی خلفشار سے لے کر ملکی ہیجان تک تمام منفی نظریات و عوامل کے ہجوم میں صرف امام احمد رضا تھے جو مثبت انداز فکر و نظر کا جھنڈا لئے سچی رہنمائی کا حق ادا کر رہے تھے اور من حیث القوم کائنات دل کا رشتہ مدینہ، جان مدینہ سے استوار کرنے کی فکر میں عشق رسول کی مہم چلا رہے تھے کہ ایک مسلمان کے لئے وہی سرمایۂ کونین اور دولت دارین ہے، ان کا صاف لکھنا تھا ؂

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے ان کے در پر پڑے رہو
قافلہ تو اے رضا اوّل گیا، آخر گیا

ہندوستانی تاریخ کا یہ وہ موڑ ہے جہاں ہمیں اتحاد ملت کے سب سے بڑے داعی و علم بردار کے روپ میں صرف امام احمد رضا نظر آتے ہیں، ان کے افکار و نظریات صاف گویا ہیں کہ وہ اتحاد، اتحاد نہیں ہے جس میں محبت رسول کی رمق نہ ہو، وہ اتحاد، اتحاد نہیں ہے جس میں تصور

مدینہ کی دلآویزی نہ ہو، وہ اتحاد اتحاد نہیں ہے جس میں محبوب سے نسبت وتعلق رکھنے والی چیزوں کا اکرام واحترام نہ ہو، وہ اتحاد اتحاد نہیں ہے جس میں نقوشِ اُلفت کے تحفظ کا سامان نہ ہو، ان کا فیصلہ تھا مسلمانوں کا مسلمانوں سے اگر اتحاد ہوگا تو صرف کلمے کے نام پر نہیں، عظمت کے ساتھ محبتِ رسول کی بنیاد پر ہوگا، آپ کے اس نعرۂ مستانہ میں خلوص کا وہ طوفان پنہاں تھا کہ سجادہ نشینان خانقاہ نے آبرو بچانے کی خاطر، مدرسین درسگاہ نے مدارس کا وقار بچانے کی خاطر اور کج کلاہانِ علوم وفنون نے اپنے علمی وفنی بانکپن کے تحفظ کی خاطر اور عام مسلمانوں نے اپنے ایمان وعقیدہ کی بقا کی خاطر چہار جانب سے پیغام رضا پر لبیک کہا اور کھل کر اس حقیقی عالمی دعوتِ اتحاد میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ تن من دھن سے اس کے بقا وارتقا میں جٹ گئے، اس طرح پورا برصغیر خصوصاً اور عالم اسلام عموماً امام احمد رضا کے اس اتحادی پلیٹ فارم پر مجتمع ہوگیا، خدائے قدیر نے امام احمد رضا کی ذات میں وہ اثر انگیزی، تسخیری قوت اور علم وعمل کا فولادی وزن بخشا تھا کہ بڑے بڑے صاحبانِ جبہ ودستار علم کا طمطراق لے کر، عمل کا کروفر لے کر، اپنے اثرورُسوخ کی شوکت لے کر، حیثیت عرفی کا طنطنہ لے کر تشریف لائے مگر یہاں آکر سب نے اعتراف کیا کہ

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

بس پھر کیا تھا، حال وماحول کی فضا نے پکار پکار کر کہا کہ ؎

ہزار مجمع خوبانِ ماہ رو ہوگا
نگاہ جس پہ ٹھہر جائے گی وہ تو ہوگا

وہ دیکھئے حضرت صدرالافاضل آرہے ہیں، فضیلت کا تمغہ لے کر، وہ دیکھئے حضرت محدث سورتی آرہے ہیں حدیث کا جمال وجلال لے کر، وہ دیکھئے حضرت ملک العلماء آرہے ہیں علم کی چکاچوند لے کر، وہ دیکھئے حضرت صدرالشریعہ آرہے ہیں فقاہت کی باریک بینی لے کر، وہ دیکھئے حضرت اشرفی میاں آرہے ہیں تصوف کا لعل وگہر لے کر وغیرہ وغیرہ، فکری، عملی اتحاد کا اتنا شاندار نظام اور باوقار مظاہرہ دیکھ کر دورِ سابق کی یاد تازہ ہوجاتی ہے، بالیقین ہم تمام سنیوں کے لئے وہ دور دورِ زریں اور عہد عہدِ سیمیں ہے، اسی عالمی آفاقی اتحاد کے انجمن سے ایک تجلی پھوٹی جس کا سب نے مسلک اعلیٰ حضرت نام سے استقبال کیا، کیا حنفی، کیا شافعی، کیا مالکی، کیا حنبلی، کیا قادری، کیا چشتی، کیا سہروردی، کیا نقشبندی، سب کی زبان پر مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ گونج گیا اور صرف یہی نہیں بلکہ حضرت اشرفی میاں نے، حضرت محدث سورتی نے، حضرت صدر الافاضل نے وغیرہ وغیرہ (تفصیل کے لئے دیکھئے امتیازِ اہلِ سنّت) نے اس عالمی اتحاد مسلک اعلیٰ حضرت اور مرکز اتحاد امام اہلِ سنّت کی ذات وصفات سے متاثر ومتکیف ہوکر جو جو جملے نذر قرطاس کئے ہیں، وہ ہر دَور میں آنے والی نسلوں کو بھی اتحاد اور مرکز اتحاد سے جوڑنے، انہیں کا بنے رہنے کی مہمیز کرتے اور مشعلِ راہ ہی نہیں نشانِ منزل بن کر رہبری کرتے رہیں گے، بطور نمونہ پیش ہے صرف ایک مثال:

’’حضرت علامہ سید محمد علوی مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی معمولی عالم نہیں، بلکہ سید السادات اور مکۂ معظمہ کے قاضی القضاۃ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت سنیت کی علامت ہے اور ان سے بغض وعداوت بدمذہبی اور گمراہی کی پہچان ہے۔‘‘ [سوانح اعلیٰ حضرت، ص ۳۲۱]

اب اگر کچھ مولوی یا پیر یا فلاں فلاں کہلانے والے یہ کہیں کہ ہم سنّی ہیں، ہماری سنّیت کی پہچان کے لئے اعلیٰ حضرت کی محبت کی ضرورت نہیں ہے، تو پہلے تو ہم اکابرین اہلسنّت کے فرمودات کا آئینہ ان کے سامنے رکھیں گے، مان گئے تو ٹھیک ورنہ ہم غلامانِ رضا حضرت سید محمد علوی مالکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کی روشنی میں صاف کہہ دیں گے کہ آپ مولوی ہیں، ہوا کریں، آپ پیر صاحب ہیں، ٹھیک ہے، آپ فلاں فلاں ہیں، اگر آپ کو اعلیٰ حضرت کی ضرورت نہیں ہے تو ہم سنیوں کو آپ کی ضرورت نہیں ہے، ہماری سنّیت تو اعلیٰ حضرت کی مرہونِ منت ہے، ہم کو تو اعلیٰ حضرت کی ضرورت ہے اور ایسا اس لئے ہے کہ اعلیٰ حضرت بارگاہِ رسول کی امانت ہیں۔

آج جس دور میں ہم سانس لے رہے ہیں، یہ بہت ہی بے باک اور جری دور ہے، اس میں کون، کب، کس کے بارے میں کیا بول اور لکھ دے گا بھروسہ نہیں ہے، نہ زبان پر لگام ہے، نہ قلم پر قدغن، آدمی جتنی اونچی اُڑان چاہے اُڑے مگر بے ادب نہ بنے، اس بے ادبی نے آج ہم میں اختلاف در اختلاف کا ماحول بنا رکھا ہے، مسلکی، مشربی، پیری مریدی، خاندانی، علمی کون سا اختلاف ہم میں نہیں ہے، مگر اختلاف کے سمندر میں غوطے لگاتا انسان بھی جب اتحاد کی بات کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں شاید جستجوئے حق کی رمق ابھی اس کے اندر زندہ ہے، اگر واقعی آپ اتحاد کی تلاش میں مخلص ہیں تو آپ کو دعوتِ فکر ہے، آئیے پھر اسی اتحادی مرکز امام اہلسنّت مجدد اعظم بریلوی کے مبارک افکار ونظریات کے مستحکم پلیٹ فارم پر جمع ہوجائیں، کل جس پر ہمارے اسلاف نے جمع ہوکر دنیا میں اپنی حقانیت کا غلغلہ بلند کیا تھا، حال کو سنوارنا ہے تو اپنے شاندار ماضی کی طرف لوٹئے اس سے اکتسابِ فکر وعمل کیجئے، حال خود بخود چمک اور مستقبل دمک اُٹھے گا، آج سیکڑوں طوفانوں میں مسلم قوم گھری ہے، ان میں کچھ طوفان باہر کا ہے تو کچھ اندر کا، یہودیت، نصرانیت، صیہونیت، قادیانیت، وہابیت، دیوبندیت، مودودیت اور اب کچھ سالوں سے صلح کلیت اور کہیں کہیں بدقسمتی سے (بقیہ ص --- پر)

صوفیت وغیرہ وغیرہ، ہر طوفان کا سیدھا نشانہ اور مضر اثر مذہب اہل سنّت و جماعت پر پڑ رہا ہے، اسلام کو کھوکھلا اور سنیت کو بے جان کرنے پر یہ سارے طوفان تُلے ہیں، مگر خدا کا شکر ہے ان تمام طوفانوں سے مقابلہ اور ان کے سدباب کے لئے نہ کہیں جانے کی ضرورت ہے، نہ کسی کا دست نگر بننے کی حاجت، خدا کی عطا سے ایک امام احمد رضا کی ذات نگینۂ ہشت پہلو سے بھی زیادہ چمک دار اور پائیدار ہے، یہاں ہر ضلالت کے لئے ہدایت، ہر مسئلے کا حل، ہر دُکھ کا مداوا، اور ہر زہر کا تریاق موجود ہے، یہاں اپنے نبی سے والہانہ محبت کے ساتھ ائمۂ دین کا فیضان بھی ہے اور اولیائے کاملین کا عرفان بھی، اگر آپ چاہتے ہیں کہ تمام ائمہ کرام اور اولیائے عظام کا دامن ایک ساتھ آپ کے ہاتھ آجائے تو ایک امام احمد رضا کا دامن مضبوطی سے تھام لیجئے، گارنٹی ہے کہ تمام مطلوبہ دامن آپ کے ہاتھ میں آجائیں گے، بتایئے اس سے بڑھ کر اتحاد، پیغام اتحاد اور دعوت اتحاد اور کیا ہوگا؟ کیا ہے کہیں شریعت وطریقت کی جامع ایسی ذات، کیا ہے کہیں علم وعمل کی پیکر ایسی شخصیت اور کیا ہے کہیں ایسی خوب صورت اور جمیع اوصاف کی حامل ایسی ہستی، کیا ہے کہیں اکابر واسلاف کا ایسا پر کیف ہجوم اور کیا ہے کہیں روئے زمین کے مسلمانوں کو متحد کرنے کے لئے اس سے اچھا کوئی متحدہ محاذ؟ جواب صرف نفی میں ہے، نتیجہ ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرت کی ذات ہی کل بھی مرکز اتحاد تھی اور آج بھی ہے، تو آیئے اپنے ایمان وعمل کی حفاظت اور اپنے پُرکھوں کی امانت کی صیانت کے لئے محبت کے ساتھ پھر اعلیٰ حضرت کے گرد جمع ہوجائیں کہ آج کے ماحول میں صرف اعلیٰ حضرت ہی نقطۂ اتحاد ہیں ؎

اندھیری رات ہے اُٹھو چراغ دل لے کر
کوئی پکار رہا ہے تمہیں اُجالے سے

ص ۴۱ / کا بقیہ

مقامِ ادب واحترام کی نزاکت کا یہ عالم ہے کہ ع

اس راہ میں بھٹکا تو نہ دنیا کا نہ دیں کا

معمولی سی لغزش وخطا کی بھی گنجائش نہیں، یہاں تو پلکوں سے لفظوں کے موتی چنے جاتے ہیں کہ یہ خالق کونین مالک ارض وسما کے مقدس فرامین کی ترجمہ نگاری کا معاملہ ہے، جہاں لفظوں کی ہی نہیں حرفوں کی ادائیگی پر بھی شریعت نے زبردست پہرے بٹھا رکھے ہیں۔

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے اردو ترجمہ قرآن کو دیگر اردو تراجم قرآن کے مقابلے میں اسی لئے ایک انفرادی شناخت حاصل ہے کہ انھوں نے ترجمہ نگاری کے مرحلے سے گزرتے ہوئے لفظوں کے انتخاب میں بھی بے پناہ حزم واحتیاط کا مظاہرہ کیا ہے۔ (جاری)

از: مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی*

کنز الایمان سے تنویر القرآن تک ! ایک مطالعہ

کنز الایمان اردو زبان میں ایک ایسا ترجمہ قرآن پاک ہے جس میں لفظ و معنیٰ کی حرمت کی مکمل پاسداری کا مزاج و منہاج نظر آتا ہے، ایسا سلیس، سادہ، عام فہم اور با محاورہ ترجمہ قرآن اردو زبان میں کوئی دوسرا نظر نہیں آتا، پھر یہ کہ اس ترجمہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے مقام عظمت وشانِ رفعت کی بھر پور پاسبانی نظر آتی ہے تو وہیں مقامِ نبوت وناموسِ رسالت کے تحفظ کا حق بھی ادا ہوتا نظر آتا ہے۔

اس کے قبولِ عام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اب تک دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے کئی تراجم شائع ہو چکے ہیں اہلِ علم وتحقیق اس کی اہمیت، واقعیت اور انفرادی خصوصیات کے حوالے سے سیکڑوں تحقیقی وتاثراتی مقالات تحریر فرما چکے ہیں، کئی جامعات میں اسکالرس حضرات نے اسے موضوعِ تحقیق بنا کر اس پر طویل تحقیق، تبصرہ وجائزہ پیش فرمایا ہے۔

قرآن فہمی کے لئے جن اساسی علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو گہری مہارت حاصل تھی وہ اسلامی علوم ومعارف کا ایک چلتا پھرتا جامعہ تھے یقیناً اس دور اور بعد والے ادوار کے لیے وہ اپنی مثال آپ تھے، وہ منصب الوہیت ومقامِ نبوت کی شان کے منافی کوئی لفظ تحریر نہیں فرماتے یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے غیر جانب دار، وسیع النظر اہلِ علم وارباب فکر نے کنز الایمان کو دیگر تراجم قرآن پر نہ صرف یہ کہ فوقیت دی، بلکہ اسے عشق وادب کے اعتبار سے بھی نہایت محتاط ترجمہ قرآن کی سند عطا فرمائی ہے، تقدیس الوہیت اور ناموسِ رسالت کی چوکیداری تو اعلیٰ حضرت کا طرۂ امتیاز رہا ہے ایسے تمام الفاظ کے انتخاب سے گریز فرمایا جو مقامِ الوہیت اور منصب نبوت کے شایان نہیں۔

آپ کے قلم گوہر رقم سے تحریر ہونے والے ترجمہ قرآن مقدس بنام ''کنز الایمان'' کو دیگر اردو تراجم قرآن کی دنیا میں ایک انفرادی شناخت وپہچان حاصل تھی، ہے اور رہے گی، یہ ترجمہ قرآن سادہ سلیس، با محاورہ اور عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی مفسرین متقدمین کی تفسیرات وتوضیحات کے عین مطابق ہے، اس تعلق سے مشہور اسلامی اسکالر حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری تحریر فرماتے ہیں:

''انھوں نے قرآن کریم کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا قرآن فہمی کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر انہیں گہرا عبور حاصل تھا، شان نزول، ناسخ ومنسوخ، تفسیر بالحدیث، تفسیر صحابہ واستنباط احکام کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے، یہی سبب ہے کہ اگر قرآن پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ ''کنز الایمان'' سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شانِ الوہیت کا احترام بھی ملحوظ اور عظمتِ نبوت ورسالت کا تقدس بھی پیش نظر ہے''

ملک شیر محمد خان اعوان نے اس کی اس انفرادی خصوصیت و اہمیت پر بایں انداز اپنا تبصرہ محفوظ فرمایا:

''مقام حیرت واستعجاب ہے کہ یہ ترجمہ لفظی بھی ہے اور با محاورہ بھی اس طرح گویا لفظ اور محاورے کا حسنِ امتزاج آپ کے ترجمہ کی بہت بڑی خوبی ہے پھر انہوں نے ترجمہ کے سلسلے میں بالخصوص یہ التزام بھی کیا ہے کہ ترجمہ لغت کے مطابق ہو اور الفاظ کے تعددِ معنیٰ میں ایسے معنیٰ کا انتخاب کیا جائے جو آیات کے سیاق وسباق کے اعتبار سے موزوں ترین ہو، ناموسِ توحید ورسالت کی پاسداری میں یہ ترجمہ اپنی مثال آپ ہے، اس ترجمہ سے قرآنی حقائق کے وہ اسرار ومعارف منکشف ہوتے ہیں جو عام طور سے دیگر تراجم سے واضح نہیں ہوتے، یہ ترجمہ سلیس شگفتہ اور رواں دواں ہونے کے ساتھ ساتھ روحِ قرآن اور عربیت سے بہت قریب ہے، ان کے ترجمہ کی ایک نمایاں ترین خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ نے ہر مقام پر انبیاء علیہم السلام کے ادب واحترام اور عزت و عظمت کو بطورِ خاص ملحوظ رکھا ہے۔''

شہرت یافتہ ادیب وقلمکار حضرت علامہ محمد میاں کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ ''کنز الایمان'' پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''قرآن حکیم کا جو ترجمہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے حق یہ ہے کہ اس پائے کا سلیس، با محاورہ اور ذمہ دار ترجمہ آج تک اردو زبان کی تاریخ میں نہیں ملتا، رائج الوقت اردو کے ایک ایک ترجمے کو دیکھ لیا جائے زبان ومحاورے کی بھر پور رعایت کے ساتھ سوزِ محبت اور گدازِ عشق میں ڈوبا ہوا اس درجہ محتاط ترجمہ کہیں نظر نہ آئے گا۔''

[قلمی بیاض سے]

*مضمون مقالہ نگار سہ ماہی ''الکوثر'' دار العلوم خیریہ نظامیہ بارہ دری سہسرام، بہار کے مدیر اعلیٰ ہیں۔

اگر ایک طرف عقیدت مندوں، نیاز مندوں نے کنز الایمان کی انفرادیت اہمیت اور خصوصیات پر کھل کر اپنے تاثرات وتبصرے تحریر فرمائے تو وہیں اغیار ومخالفین کی جماعت سے بھی اہل علم وتحقیق کے تبصرے معرض وجود میں آئے، اس سلسلے میں امیر جماعت اہل حدیث استاذ ''سعید بن یوسف زئی'' نے اس کی انفرادی خصوصیت کے حوالے سے اپنا تبصرہ محفوظ فرمایا اور دیگر تراجم قرآن پاک کو اس کے مقابل غیر محتاط قرار دیا، آپ بھی دیدۂ عبرت سے یہ تبصرہ ملاحظہ کریں:

''یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت وتقدیس و عظمت وکبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جب کہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتبۂ فکر کے علما کے ہوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے۔

اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روز جزا سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ سے ہے جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ مولانا احمد رضا خان نے اوروں کی طرح صرف لفظی ومعنوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ صاحب ما ینطق عن الھوی و رفعنالك ذكرك کے مقام عالی شان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے، یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے، ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ترجمہ میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جن کی نظیر علمائے اہل حدیث کے یہاں بھی نہیں ملتی۔''

مشہور ادیب، دانشور اور صحافی مولانا کوثر نیازی کنز الایمان کا خطبہ کچھ اس طرح پڑھتے ہیں:

''امام احمد رضا نے عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے، کنز الایمان روح پرور ترجمہ عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔''

جماعت مخالفین کے یہ وہ افراد ہیں جن سے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا شدید مسلکی ونظریاتی اختلاف ہے ان کے دلوں میں اس عبقری کی عقیدتوں کے چراغ روشن نہیں ہیں لیکن جادو وہ، جو سر چڑھ کر بولے۔

حقیقتوں کا یہ برملا اعتراف امام احمد رضا کی عقیدت مندیوں، نیاز مندیوں کے پس منظر میں نہیں ہے، بلکہ ان کے بیکراں علم وفضل کا یہ حقیقت پسندانہ اقرار واعتراف ہے۔

تفسیر قرآن پاک کے حوالے سے علمائے علم تفسیر نے چار اصول کی نشاندہی فرمائی ہے۔

(۱) تفسیر القرآن بالقرآن (۲) تفسیر القرآن بالحدیث (۳) تفسیر القرآن بآثار الصحابة و التابعین (۴) تفسیر القرآن باللغة العربية و القواعد الاسلامية۔

کنز الایمان کا تجزیاتی مطالعہ کرنے والے ارباب علم وتحقیق پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ ترجمہ قرآن پاک علمائے مفسرین کے بیان کردہ اصول وضوابط کے عین مطابق ہے۔

اعلیٰ حضرت نے ترجمہ قرآن کا یہ عظیم اور روشن تاریخی کارنامہ جس انداز میں انجام دیا وہ یقیناً ان کی خداداد علمی لیاقتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے، انہیں اسلامی علوم وفنون پر گہری دسترس تھی کچھ علوم وفنون تو انہوں نے باقاعدہ اساتذۂ ذی وقار کی بارگاہ میں حاضری دے کر حاصل کئے لیکن کچھ علوم وفنون ایسے بھی ہیں جن میں ان کا کوئی استاذ نہیں، انھوں نے اپنی خداداد فکری صلاحیتوں سے اساتذہ کی رہنمائی کے بغیر وہ فنون حاصل کئے، ان کے افکار وخیالات پر گہری نظر رکھنے والے اصحاب علم وتحقیق پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ وہ علم لدنی کے مالک تھے۔

اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا کی حیات گوناگوں علمی مشاغل میں اس قدر مصروف تھی کہ انھیں بعض دیگر اہم گوشوں کی جانب متوجہ ہونے کا موقع میسر نہ آتا، ظاہر ہے کہ ترجمہ قرآن مقدس کا عظیم کارنامہ کوئی بچوں کا کھیل تو نہیں بلکہ اس کے لئے باقاعدہ اہتمام وانتظام درکار ہے، صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی قادری رضوی تلمیذ وخلیفہ امام احمد رضا نے کسی موقع سے اردو ترجمہ قرآن کی جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے درخواست گزاری ''سوانح اعلیٰ حضرت'' کے مصنف حضرت مفتی بدر الدین احمد قادری کے قلم سے یہ ترجمہ قرآن تحریر کیے جانے کی تمہید ملاحظہ کیجئے اور اس عبقری کی خداداد صلاحیتوں ولیاقتوں کا خطبہ پڑھئے:

''جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمے کے لئے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لئے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں، چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہو گیا۔

ترجمے کا طریقہ کار یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور حضرت صدر الشریعہ لکھتے رہتے لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفاسیر ولغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہ آیت کے معنیٰ کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یاد داشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف فر فر پڑھتا جاتا ہے۔''

حیرت بالائے حیرت تو یہ ہے کہ قرآن مقدس کا یہ ترجمہ فی البدیہہ

برجستہ اور کتب تفاسیر ولغت کی مدد لئے بغیر ہوتا رہا لیکن ترجمہ نگاری کے بعد کوئی مقام اہل علم کو ایسا نہیں ملا جہاں کتب تفاسیر ولغت کے خلاف ترجمہ نظر آیا ہو، اس سلسلے میں اہل علم کی آراء تحریر کرتے ہوئے مفتی بدر الدین احمد رضوی رقم طراز ہیں:

''جب صدر الشریعہ اور دیگر علمائے حاضرین اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ، تفسیر معتبرہ کے بالکل مطابق ہے۔''

تفاسیر متقدمین اور کتب لغت کے عین مطابق اس قدر سلیس با محاورہ ترجمہ قرآن مقدس ایک اندازے کے مطابق چار پانچ سال کی مختصر سی مدت میں ہی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا، بالائے حیرت تو یہ ہے کہ نماز عشا کے بعد تھوڑا سا وقت اس اہم کام کے لئے مخصوص تھا۔

سیدی اعلیٰ حضرت کے دوسرے اہم علمی کارناموں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف اس تاریخی اور اہم کارنامے پر توجہ کی جائے تو یہ خود آپ کی عبقریت کا ایک روشن شہادت نامہ ہے، اہل علم وفکر پر یقیناً یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ ترجمہ نگاری کا کام کس قدر اہم اور مشکل ہے پھر معاملہ جب فرمانِ الٰہی اور قرآن مقدس کی ترجمہ نگاری کا ہو تو مشکلات اور بھی سخت ہوجاتی ہیں، احتیاط کا تقاضہ مزید شدت اختیار کر جاتا ہے اور وہ بھی کتب تفاسیر ولغت کی بظاہر مدد لئے بغیر، بعد میں کتب تفاسیر ولغت متقدمین سے مطابقت کی جاتی تو اسے ان کے خلاف نہ پایا جاتا۔

قرآن مقدس کی چند آیات کے تراجم (جو مختلف ترجمہ نگاروں کے قلم سے ہوئے ہیں) کے تقابلی مطالعہ سے کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کی اہمیت، واقعیت، انفرادیت اور خصوصیت پہ مہر لگ جاتی ہے، ناظرین پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجائے گا کہ اس ترجمہ قرآن پاک کو لاریب دوسرے اردو تراجم پر فوقیت وانفرادیت حاصل ہے۔

ثبوت کے لئے چند آیات کا تقابلی جائزہ ملاحظہ ہو:

(۱) ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔

قرآن پاک کی اس آیت کا اردو ترجمہ تحریر کرتے ہوئے عام ترجمہ نگاروں نے جو ترجمہ لکھا ہے وہ انصاف پسند قارئین کے روبرو ہے:

''مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا مکر سب سے بڑھ کر۔'' [مولانا محمود الحسن دیوبندی]

''اور وہ اپنا داؤں کر رہے تھے اور اللہ اپنا داؤں کر رہا تھا اور اللہ سب داؤں کرنے والوں میں بہتر داؤں کرنے والا ہے۔'' [مولانا وحید الزماں]

''تو ادھر وہ چال چل رہے تھے اور ادھر خدا چال چل رہا تھا اور خدا سب سے بہتر چال چلنے والا ہے۔'' [فتح محمد خاں جالندھری]

ان تمام مترجمین نے شانِ الوہیت کے منافی الفاظ کے استعمال میں جس جسارت کا مظاہرہ کیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ قابلِ صد افسوس ہے بلکہ مقامِ حیرت بھی ہے۔

ایک سلیم الطبع اور زندہ ضمیر مومن اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان میں داؤں چلنے والا، چال چلنے والا جملہ استعمال نہیں کرسکتا، نعوذ باللہ من ذلک، اب ذرا اسی تناظر میں اس آیت قرآنی کے ترجمے میں اعلیٰ حضرت کا ایمانی تیور ملاحظہ فرمائیے:

''ان کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کی ہلاکت کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ بہتر تدبیر فرمانے والا ہے۔'' [کنز الایمان]

(۲) اللہ یستھزئ بھم۔ (البقرۃ:۱۵)

اس آیت قرآنی کا ترجمہ کرتے ہوئے عام مترجمین نے لفظ ''استہزاء'' کا ترجمہ رقم کرتے ہوئے اللہ جل شانہ کے مقام عظمت کے ساتھ جو ناروا سلوک اختیار کیا ہے، اے دیدۂ عبرت ہو تو پڑھئے:

''اللہ ان منافقوں سے ٹھٹھا کرتا ہے۔'' [سر سید احمد خاں]

''اللہ ان کی ہنسی اڑاتا ہے۔'' [مرزا حیرت دہلوی]

''اللہ ان سے ہنسی کرتا ہے۔'' [مولانا محمود الحسن دیوبندی]

''اللہ ان سے دل لگی کرتا ہے۔'' [مولانا وحید الزماں]

''ان منافقوں سے خدا ہنسی کرتا ہے۔'' [فتح محمد خاں جالندھری]

''اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرتا ہے۔'' [محمد جونا گڑھی]

اس آیت کے تحت بھی ترجمہ نگاروں نے اسی ذہنی خباثت کا اظہار کیا ہے جو ایک مردِ مومن کے قلب وجگر کے لئے ناسور بن کر رہ گیا ہے، غور فرمائیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی شانِ زیبا میں کس طرح کے سطحی وسفلی الفاظ کا استعمال روا رکھا گیا ہے، ٹھٹھا کرنا، ہنسی اڑانا، دل لگی کرنا، مذاق کرنا، استغفر اللہ۔

مگر اعلیٰ حضرت کی ترجمہ نگاری کا یہ حسین منظر ملاحظہ کیجئے:

''اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔''

(۳) ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استویٰ علی العرش۔ (اعراف:۵۴)

اس آیت کا ترجمہ رقم کرتے ہوئے عام اردو مترجمین نے ان ربکم اللہ الذی خلق السموت والارض فی ستۃ ایام کا ترجمہ تو قریب قریب لفظوں کے تھوڑے تغیر وتبدل کے ساتھ یکساں تحریر کیا ہے لیکن ثم استویٰ علی العرش کا ترجمہ کرتے ہوئے مقام الوہیت کی شان کے خلاف جس طرح کے الفاظ کا استعمال روا رکھا ہے وہ انصاف پسند قارئین کو یقیناً ورطۂ حیرت میں ڈال دے گا:

''بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان وزمین چھ دن میں بنائے پھر قرار پکڑا عرش پر۔'' [مولانا محمود الحسن دیوبندی]

"...... پھر عرش پر قائم ہوا۔" [مولانا اشرف علی تھانوی]

"...... پھر عرش پر جا ٹھہرا۔" [فتح محمد خاں جالندھری]

"...... پھر قائم ہو گیا عرش پر۔" [مولانا عبدالماجد دریا آبادی]

"...... پھر آسمان وزمین بنانے کے بعد تخت پر چلا۔" [وحید الزماں]

"...... پھر تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہوا۔" [مولانا مودودی]

اردو ترجمہ نگاروں کے ان تراجم کا بغور مطالعہ فرمائیں تو یہ بات صاف نظر آئے گی کہ وہ تمام مترجمین جو توحید کے ٹھکیدار بنے پھرتے ہیں لفظ استویٰ کا ترجمہ تحریر کرنے میں ٹھوکر کھانے سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکے مقام الوہیت وربوبیت کے منافی شان ترجمہ کر کے گزر گئے، اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیات اور مکان ومکانیات سے پاک ہے اس اسلامی عقیدے کے تناظر میں یہ ترجمہ قطعی شانِ الوہیت کے منافی ہے۔

اب ذرا محتاط ترین ترجمہ نگار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کنز الایمان میں اس آیت قرآنی کے ترجمے میں مقام الوہیت و شانِ ربوبیت کی پاسداری کے جلوے ملاحظہ فرمائیں:

"بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استویٰ فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔"

[کنز الایمان]

(۴) وما کنت تدری ما الکتٰب و الایمان. (الشوریٰ. پ ۲۵. آیت:۵۲)

اس آیت کے تحت مختلف ترجمہ نگاروں نے جو ترجمہ تحریر کیا ہے وہ غیر جانب دار قارئین کے پیش نظر ہے:

"اے نبی! تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان۔"

[مولانا محمود الحسن دیوبندی]

"آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے۔"

[مولانا اشرف علی تھانوی]

"تم نہ کتاب کو جانتے تھے نہ ایمان کو۔" [فتح محمد خاں جالندھری]

"آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے۔"

[مولانا عبدالماجد دریا آبادی]

"اس سے پہلے تجھ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ ایمان معلوم تھا۔"

[مولانا وحید الزماں]

"آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے۔"

[محمد جونا گڑھی]

"تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔"

[مولانا مودودی]

"آپ کو خبر نہ تھی کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔"

[عبدالکریم پاریکھ]

"آپ نہ تو یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے۔"

[فہیم الدین صدیقی]

دیکھا آپ نے! اس آیت قرآنی کا ترجمہ تحریر کرتے ہوئے کس قدر دریدہ دہنی کے ساتھ رہبر امت نبی کائنات ﷺ کو ایمان سے بے خبر اور ناواقف بتایا جا رہا ہے، مومن ہونا تو دور کی بات ہے اے نبی! تمہیں ایمان کی خبر تک نہ تھی ایمان کیا ہے یہ بھی تمہیں علم نہ تھا۔

اس کے برخلاف امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت کا محتاط قلم اس سنگلاخ وادی سے کس پاکیزگی کے ساتھ گزرتا ہے کہ ان کا رہوار فکر بغیر ٹھوکر کھائے منزلِ ایمان کی پابوسی کرتا نظر آ رہا ہے، وہ کس پاکیزگی کے ساتھ قلم کو آداب بارگاہ نبوی کا درس دیتے ہوئے ترجمہ نگاری کے مرحلے سے گزر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

"اس سے پہلے تم نہ کتاب جانتے تھے اور نہ احکام شرع کی تفصیل۔"

[کنز الایمان]

(۵) انا فتحنا لك فتحا مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر. (الفتح، پ ۲۶، آیت:۱)

اس آیت قرآنی کا ترجمہ اردو زبان میں مختلف ترجمہ نگاروں نے جو تحریر کیا ہے قارئین حضرات غیر جانب دار ہو کر اسے ملاحظہ فرمائیں:

"ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے شرعی فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور پیچھے۔" [مولانا محمود الحسن دیوبندی]

"بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دیں۔" [مولانا اشرف علی تھانوی]

"بے شک ہم نے تم کو فتح دی شرعی وصاف تا کہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔" [فتح محمد خاں جالندھری]

"بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے۔" [مولانا عبدالماجد دریا آبادی]

"اے پیغمبر! یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہے؟ ہم نے تجھ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ تو اللہ کا شکر ادا کرے، اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔" [مولانا وحید الزماں]

"بے شک اے نبی! ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے تا کہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو کچھ گناہ پیچھے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرما دے۔" [محمد جونا گڑھی]

"اے نبی ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی تا کہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔" [مولانا مودودی]

"بے شک ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی کہ اللہ نے تمہاری اگلی پچھلی

چوک پر بخشش فرمادی۔'' [مولانا پاریکھ]

''اے محمد! ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح عطا کی تا کہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے۔'' [فہیم الدین صدیقی]

اس آیت قرآنی کا ترجمہ کرتے ہوئے اردو ترجمہ نگاروں نے گستاخی اور دریدہ دہنی کی حد کردی، نعوذ باللہ من ذلک، مسلم گھرانے کا ایک ایک فرد جانتا ہے کہ نبی معصوم ہوتے ہیں، ان کی ذات سے کسی طرح کے گناہ کا صدور ممکن نہیں، عصمت انبیا اسلامی عقائد کا ایک مسلم الثبوت عقیدہ ہے، ہاں خطائے اجتہادی ہو سکتی ہے، لیکن ان مترجمین نے نبی کونین سید المعصومین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو ایک پاپی گنہگار اور خطا کار کی شکل میں پیش کر کے ایمان وعقاید کی پوری عمارت کو متزلزل کر دیا ہے، نہ صرف یہ کہ نبی کونین ﷺ کے پچھلے تمام گناہوں کی مغفرت کا اظہار کیا جا رہا ہے بلکہ اس بات کا بھی اقرار ہے کہ آپ سے آنے والے دنوں میں بھی گناہ کا صدور ہوگا، نعوذ باللہ من ذلک۔

اب ذرا اس پس منظر میں کنز الایمان کا ایمان افروز اور روح پرور ترجمہ ملاحظہ فرما کر ان دریدہ دہنوں اور گستاخوں سے کہیے۔ ع

دیکھو اس طرح سے کرتے ہیں سخن ور باتیں

''بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی، تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔''

[کنز الایمان]

(۶) ووجدك ضالا فهدى.

اس آیت کا ترجمہ تحریر کرتے ہوئے بھی عام مترجمین لفظ ''ضال'' کی ترجمہ نگاری کرتے ہوئے منصب نبوت کے پاسدار نظر نہیں آتے اور یہاں حضرات کے ہاتھوں میں بازیچۂ اطفال نظر آتا ہے، غیر جانب دار قارئین ملاحظہ فرمائیں:

''پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سوجھائی۔'' [مولانا محمود الحسن دیوبندی]

''اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلادیا۔'' [مولانا اشرف علی تھانوی]

''رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا راستہ دکھایا۔''

[فتح محمد خاں جالندھری]

''آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتادیا۔'' [مولانا عبد الماجد دریا آبادی]

''اس نے تجھ کو بھولا بھٹکا پایا پھر راہ پر لگایا۔'' [مولانا وحید الزماں]

''اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت دی۔'' [محمد جونا گڑھی]

''اور تمہیں ناواقفِ راہ پایا پھر ہدایت بخشی۔'' [مولانا مودودی]

''اور راستے سے ناواقف دیکھا تو راستہ دکھایا۔'' [فہیم الدین صدیقی]

اردو ترجمہ نگاروں کے ان تراجم کا دل پر ہاتھ رکھ کر مطالعہ فرمائیے تو آپ کو نظر آئے گا کہ ان تمام مترجمین نے ترجمہ نگاری کے مرحلے سے گزرتے ہوئے منصبِ نبوت ورسالت کو مدنظر رکھے بغیر جس دریدہ دہنی وگستاخی کا مظاہرہ کیا ہے اس نے ان کے ایمان بالرسالۃ پہ سوالیہ نشان قائم کر دیا ہے، تقریباً تمام ترجمہ نگاروں نے سید المعصومین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو راہ سے بھٹکا ہوا، شریعت سے بے خبر، بھولا بھٹکا قرار دیا ہے، جب کہ سورۃ النجم میں خود اللہ تبارک وتعالیٰ بہت واضح اور صاف الفاظ میں مقام نبوت ومنصب رسالت کے تعلق سے اسلامی عقیدے کا اظہار فرما رہا ہے: ماضل صاحبكم وما غوى (اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے .... تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔ کنز الایمان) ظاہر ہے ان ترجمہ نگاروں کے تراجم کی روشنی میں ضلَّ کا ترجمہ گمراہی وضلالت سے کیا جائے تو نعوذ باللہ من ذلک قرآن کی یہ دو آیات آپس میں متضاد و متصادم نظر آئیں گی اور پھر وہ تراجم منصب نبوت کے منافی بھی قرار پاتے ہیں۔

اب ذرا اس تناظر میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کا محتاط ترین ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔''

[کنز الایمان]

ترجمہ نگاری کا حق بھی ادا فرمادیا اور منصب نبوت کا آبگینہ بھی چور چور اور پاش پاش ہوتا نظر نہیں آتا۔

مشتے نمونہ از خروارے کے تحت چند آیات کے تراجم کا جو تقابل پیش کیا گیا، اس سے کنز الایمان کی اہمیت، انفرادیت اور خصوصیت کے جو نقوش ابھرتے ہیں وہ قارئین سے پوشیدہ نہیں رہے۔

اوّلین تین آیات کی ترجمہ نگاری میں حضرت مترجم نے لفظ مکر، استہزاء اور استواء کا ترجمہ کرتے ہوئے شانِ الوہیت اور مقامِ ربوبیت کی نزاکتوں کا پاس ولحاظ رکھتے ہوئے لفظوں کا بے پناہ محتاط انتخاب فرمایا ہے، جب کہ آخری تین آیات میں مقامِ نبوت ومنصب رسالت کے آداب واحترام کی وہی جلوہ گری نظر آتی ہے جو اس کا تقاضا ہے، یہی تو وہ خوبی ہے کہ جماعت مخالفین کے اصحابِ فکر وارباب قلم کی زبان پہ بھی اس کا خطبہ جاری ہو گیا اور وہ یہ تحریر کرنے پر مجبور ہو گئے کہ:

''انہوں نے اپنے ترجمے میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جن کی نظیر علمائے اہلِ حدیث کے یہاں بھی نہیں ملتی۔''

معنوی اور حقیقی خوبیوں کے علاوہ زبان وبیان کی سلاست، لب ولہجے کی نفاست، لفظوں کا خوبصورت اور محتاط انتخاب اور ایجاز واختصار

تو بس ع

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جاایں جاست

ترجمہ قرآن پاک کی سعادتوں سے بہرہ ور ہونے کی کاوشیں ہر دور میں ہوئیں، کیوں کہ علم وفکر کا یہی تو وہ سوتا ہے جس سے نہ معلوم حقائق ومعارف کے کتنے آبشار پھوٹے، کتنے نالے، پرنالے، شاہ نالے، دریا اور سمندر وجود میں آئے۔۔

ترجمہ نگاری کا خوش گوار فریضہ نثر میں ادا کیا گیا، وہیں نظم میں بھی قابل ذکر شعراء کی کاوشیں اردو شاعری میں دستیاب ہیں، قاضی عبد السلام بدایونی، مولانا شمس الدین شائق لاہوری، سیماب وارثی اکبر آبادی، جوش ملیح آبادی اور کیف بھوپالی کے نام بطور خاص لئے جاسکتے ہیں، ان میں بھی کچھ ہی حضرات کے حق وحصے میں مکمل ترجمہ قرآن پاک کی سعادتیں آئیں۔

یادش بخیر! پانچ سال قبل اچانک ایک نوجوان عالم دین میری ملاقات کے لیے سہسرام آئے، چہرے پر بشاشت، علمی انوار کی جھلک تقویٰ وپرہیزگاری کا نور نمایاں تھا، سلام ومصافحہ کے بعد اپنا تعارف کراتے ہوئے ایام ماضی سے انہوں نے پردے اٹھائے تو یہ انکشاف ہوا کہ یہ عزیز گرامی مولانا کیف الحسن ہیں، جو ماضی میں دار العلوم خیریہ نظامیہ کی آغوش تربیت سے وابستہ رہے۔

جن ایام میں یہ دار العلوم میں زیر تعلیم تھے ان دنوں طلبہ کی ذہنی وفکری تربیت کے لئے جہاں ہفت واری بزم خطابت طلبہ کی جانب سے سجائی جاتی تھی، وہیں زبان وبیان پہ صحیح قدرت اور ملکہ شاعری کے حصول کی خاطر ماہانہ طرحی مشاعرہ کا بھی اہتمام ہوتا، جس میں طلبہ بہت ذوق وشوق سے حصہ لیتے، اس بزم میں بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے اساتذہ بھی عملی طور پہ شرکت فرماتے، ان ایام میں یہ بزم شعر وسخن راقم الحروف کی رہنمائی میں اپنا سفر انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ طے کر رہی تھی۔

یہ خوش گوار سلسلہ بانی دار العلوم حضرت علامہ الحاج الشاہ محمد فرخند علی فرحت سہسرامی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کی نگہ دوررس اور اعلی سوچ کا نتیجہ تھا، اپنے زمانے میں انہوں نے طلبہ کی لسانی اصلاح وادبی تربیت کے لئے اس انجمن کا باقاعدہ نظم فرمایا وہ خود بھی ایک قادر الکلام شاعر تھے کم کہتے مگر عمدہ کہتے، ماضی بعید میں اس انجمن کے فیض یافتگان میں چند نام بہت نمایاں ہیں۔

مولانا عبد الحمید شیدا سہسرامی، مولانا ضیاء الحسن ضیاء سہسرامی، مفتی محمد صدیق صادق سہسرامی، مولانا حکیم مسیح الزماں حاذق سہسرامی، مولانا حکیم بدیع الزماں قمر نعمانی، مولانا رفیع اللہ شوکت سہسرامی، مولانا محمد میاں کامل سہسرامی، سلطان اختر سہسرامی، مولانا ظل الرحمن رحمت بھاگلپوری، پروفیسر مظفر حسن عالی سہسرامی،، مولانا عبد الرزاق راہی ضیائی، مولانا میکائیل بھاگلپوری، ان میں سے بعض حضرات شعر وسخن کی دنیا میں استاد تسلیم کئے گئے، جب کہ بعض کی علمی ادبی وشعری خدمات پر تحقیقی مقالے تحریر کر کے عصری جامعات سے پی ایچ ڈی کی ڈگری اہل علم وفکر نے حاصل فرمائی ہے۔

مولانا کیف الحسن کو دار العلوم خیریہ نظامیہ سہسرام کے زمانۂ قیام میں شعر وسخن کا ذوق نصیب ہوا، اور وہی چنگاری اب شعلے کی شکل اختیار کر چکی ہے، نظم نگاری اور شعر گوئی تو آج ان کا اوڑھنا بچھونا ہو گیا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کا خمیر ہی شعر وسخن سے تیار ہوا ہے۔

اس ملاقات میں عزیز گرامی نے اپنی یہ عظیم کاوش بحیثیت شاگرد نظر ثانی واصلاح کے لئے پیش کی، شاید وہ زمانہ ''الکوثر'' کی اشاعت کا تھا، میری مصروفیات سے بچا کھچا وقت اس کی تزئین، ترتیب اور تہذیب میں صرف ہو جاتا اور احباب ومتعلقین کی خواہشات وتوقعات دم توڑ دیتیں۔

یہ قیمتی امانت مولانا میرے حوالے کر کے چلے گئے اور میں وقتی طور پر سرسری انداز میں جو کچھ دیکھ سکا دیکھ لیا اور اسے کسی گوشے میں رکھ دیا پھر مجھے یاد بھی نہیں رہا اور عزیز گرامی نے یاد دہانی بھی خلاف ادب تصور کیا، عرصہ گزر جانے کے بعد ایک دن فون پر رابطہ ہوا، اور اس تعلق سے استفسار کیا تو میرے دماغ کی گھنٹی بجنے لگی اور میں سخت پریشانی میں مبتلا ہوا، شرمندگی کا احساس بھی تھا، غیر مرتب انداز میں رکھے ہوئے فائل میں تلاش وجستجو کے بعد آخرش کامیابی ہاتھ لگ گئی اور یہ علمی امانت محفوظ مل گئی، فللہ الحمد! اب وقت نکال کر اس پر نظر ڈالنے کی ابتدا کی، شروع شروع میں تو یہ کام مشکل اور دقت طلب نظر آیا لیکن ع

خیال خاطر احباب چاہیے ہردم
انیس ٹھیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

اس منظوم ترجمہ قرآن پاک کے مطالعے کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ مولانا کو الفاظ برتنے کا سلیقہ معلوم ہے زبان وبیان پر ان کی گرفت مضبوط ہے، لب ولہجے میں شائستگی ہے، زبان وبیان عام فہم، نہایت سلیس اور بامحاورہ۔

نثر کے مقابلے میں ژولیدگی سے پاک رواں دواں محاوروں کے نجوم وکہکشاں سے سجا کے نظم نگاری کرنا بذات خود ایک کمال ہے اور پھر جب معاملہ کسی نثری شہ پارے کو نظم کے قالب میں ڈھالنے کا ہو تو مشکلات میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، یہاں تو کسی عام نثر کی بات نہیں بلکہ اس مقدس کتاب الٰہی کی ترجمہ نگاری کا ہے، جہاں (بقیہ ص ۳۵ پر)

گوہر اسلام پوری کا جوہر سخن پروری

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

ریاست بہار کے ایک مردم خیز ضلع ''سیتامڑھی'' کی زمین سے اٹھنے اور بلندیوں کے آسمان کو چھونے والے ایک نوجوان شاعر ''گوہر اسلام پوری'' کی تازہ سوغات بشکل ''تضمینات'' میرے سامنے کھلی ہے اور میں اس کی چکاچوند میں گم ہوں، حیرانی کی بات یہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ زمین رضا کی ہے اور کاشت گوہرِ اسلام پوری کی، مجھے یقین ہے ہمت کا یہ تحفہ جناب گوہر نے حضرت رضا ہی سے مانگا ہوگا، اس لئے کہ امام رضا کی لے میں لے ملا کر چلنے کی ہمت کج کلاہانِ شعر و ادب بھی جب کرتے ہیں تو ''کوئی جانے منہ میں زباں نہیں'' کی کیفیتوں سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہتے، مگر گوہر اسلام پوری نے وہ کر دکھایا جو اب تک کوئی نہ کرسکا، اس کی داد انھیں ملنی چاہئے اور یقیناً مل رہی ہوگی۔

گوہر اسلام پوری ایک خوب صورت اور البیلے لب و لہجے کے شاعر ہیں، برمحل اور برجستہ گو ایسے کہ حالات، ضرورت اور موقع کے لحاظ سے ادھر قلم سنبھالا، اُدھر شعر حاضر، وہ اصناف سخن میں نعتِ و منقبت کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہیں، وہ نعت جس کی پرورش حسان و رضا نے اپنے خونِ جگر سے کی ہے، وہ نعت جو ہر زمانے میں عشق رسالت کی امانت کو اپنی نرم و گداز بانہوں میں سمیٹے ہوئے رہی، وہ نعت جس کے جلو میں عشق حقیقی کی پریاں رقص کرتی نظر آتی ہیں، گوہر اسلام پوری کی نعتوں کو پڑھتے ہوئے ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کی نعتوں میں حدیث ذات بھی ہے اور حکایت کائنات بھی، قرب محبوب کی صبح درخشاں بھی ہے اور ہجر کا سیاہ بادل بھی، افکار کی بلندی بھی ہے اور احساس کی گہرائی بھی، ان کی شاعری کا مطالعہ کرتے وقت یہ تاثر قوی ہوجاتا ہے کہ انھوں نے کائنات نعت کا مشاہدہ خود کی نظروں سے کیا ہے، اس لئے وہ کہیں سے چلیں، ان کے سفرِ شعر و سخن میں کائنات اہلِ سنّت کی راجدھانی بریلی شریف ضرور آتا ہے اور یہ ان کی عظیم سعادت ہے کہ اپنی فکر کا رشتہ حسان الہند، امام نعت گویاں ملک سخن کے شاہ امام احمد رضا سے ضرور جوڑتے ہیں، مجھے تو لگتا ہے کہ وہ عشق رضا میں محویت کے مقام پر ہیں۔

ہاں تو بات چل رہی تھی کلام گوہر کی، میرے سامنے ان کی جدید خوشبوئے فکر ''تضمین گوہر'' کھلی ہے اور پوری فضا گلہائے رضا کی خوشبو سے معطر ہے، اس سے پہلے دو مجموعہ کلام، ایک ''گوہر نایاب'' اور دوسرا ''شب جائے کہ من بودم'' اصحاب فکر و فن کے دلوں میں جگہ بنا چکا ہے، ان کی چلبلی فکر انھیں کچھ نہ کچھ کرتے رہنے پر گدگداتی رہتی ہے، یہ کتاب ''تضمین گوہر'' کیوں اور کیسے وجود میں آئی، ستارہ ہائے سخن کا یہ جگمگ مرقع قفس خیال کی تیلیاں توڑ کر صفحۂ قرطاس پر کیسے اٹکھیلیاں کرنے لگا، اس حوالے سے گوہر اسلام پوری خود کہتے ہیں :

''شاعری میرا پسندیدہ موضوع ہے، اس کے اکثر اصناف سخن پر میں نے طبع آزمائی کی ہے، حمد و نعت، منقبت و مناجات، قصیدہ و قطعات پر مشتمل میرا دو مجموعہ کلام منظر عام پر آچکا ہے، اس سال رمضان المبارک (۲۰۱۵ء) کی تعطیل کلاں میں امام نعت گویاں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے چند کلاموں پر تضمین کا کام شروع ہوا، یہ کام میرے لئے مشکل ترین تھا کہ کلام اعلیٰ حضرت پر تضمین نگاری کے دو تقاضے تھے، ایک کلام رضا سمجھنا اور پھر اس پر تضمین لکھنا، پھر بھی اعلیٰ حضرت ہی سے اکتساب فیض کرتے ہوئے میں نے یہ سعادت جاری رکھی، بہت سارے ایسے مرحلے آئے کہ مجھے سوچنے سمجھنے اور غور کرنے کی اشد ضرورت پڑی، مگر کلامِ رضا وظیفہ ہو تو مشکلیں آسان ہو ہی جاتی ہیں، میں اپنے اس مشن کی تکمیل میں لگا رہا اور بعونہ تعالیٰ پچاس کلاموں کی تضمین کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ [تضمین گوہر، ص ۱۱]

جناب گوہر اس خوش گمانی میں ہرگز مبتلا نہیں ہیں کہ انھوں نے کلامِ رضا پر تضمین کا حق ادا کردیا اور وہ منتخب شاخِ رضا پر قلم لگانے میں ہرگام سرخرو ہوئے ہیں، دیکھئے وہ اعترافِ عجز کرتے ہوئے اپنی ہمایوں نصیبی کا یوں ثبوت دیتے ہیں:

''نعت کو عبادت سمجھ کر میں نے یہ کوشش کی ہے، اگر کوشش فن پر کھری نہ بھی اُترتی ہو، مجھے کوئی غم نہیں کہ ع

اصل مراد حاضری اُس پاک در کی ہے

کم از کم یہ سعادت تو ملی کہ میں اتنے لمحے نعت کہنے اور مدینہ کے تصور میں گزارے۔'' [ایضاً، ص ۱۲]

تضمین نگار کے سامنے کتنی کٹھن گھڑی، کیسی سنگلاخ وادی، کسی آزمائش بھری خیالی رہگذر اور کیسی فکری کشمکش و آویزش ہوئی ہے، یہ وہی جانتا ہے، جبین افکار کے کتنے قطرے ٹپکتے ہیں تو بندش کا ایک پیرا

* مقالہ نگار پٹنہ میں مقیم اہل سنت کے مشہور اسلامک اسکالر ہیں۔

جگمگاتا ہے، یہ تضمین نگار کے دل سے کوئی پوچھے، مگر جوش جنوں ایسا کہ اس دورانیہ کا ہر لمحہ بس یہ پکارتا رہتا ہے کہ ؎

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

اور کشاکش کے بادل سے جو پھوار پڑتی ہے اس کی نغمگی یہ کہہ کہہ کر دلِ ناتواں کو توانائی بخشتی اور تسلی دیتی ہے کہ ؎

ہر جفا ہر ستم گوارہ ہے
اتنا کہہ دے کہ تو ہمارا ہے

پھر کیا ہے جھرنے چلنے لگتے ہیں، فیض کے چشمے اُبلنے لگتے ہیں، خوشبو بکھرتی رہتی ہے، تجلیات کی برکھا ہوتی رہتی ہے اور شاعر کا جسم و جان شرابور ہو ہو کر بس یہ کہتا ہوا جمال و کمالِ محبوب سے ہمکنار ہوتا رہتا ہے کہ (کلامِ رضا میں معمولی لفظی تغیر پر روحِ رضا سے معذرت کے ساتھ) تمھیں جانا، تمھیں مانا، نہ رکھا غیر سے کام پھر اور جان جاں سے صدائے سروش آتی ہے، للہ الحمد تو دنیا سے مسلمان گیا۔

اس نوید جاں فزا کے انبساط و نشاط میں ڈوب کر اگر تضمین نگار نعت نگار کے ضیائے رفیع کا دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گیا تو کون ہے جو اسے کامیابی و شادکامی کا مژدہ نہیں سنائے گا مگر اسے ہر ہر قدم اس احساس کو گلے سے لگائے رہنا ہوگا کہ ع

اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

ڈاکٹر امجد رضا امجد کہتے ہیں:

"تضمین نگاری آسان نہیں، ایک مشکل فن ہے، کسی کے شعر یا مصرعہ پر ایسا اضافہ جو مصرعہ یا شعر سے پوری طرح چسپاں ہو جائے یقیناً علم، پختگی اور مہارت کی طالب ہے اور تضمین اسی فنکاری کا نام ہے، یہ حقیقت میں استادانہ فن ہے، کسی کے کلام کی معنویت تک پہنچنا اس کے مرکزی مفہوم کو سامنے رکھ کر تشریحانہ مصرع لگانا، یا پھر اس مصرع یا شعر کو بالکل نئے معنی پہنا دینا کمالِ فن نہیں تو اور کیا ہے؟ [تضمین گوہر، ص ۱۳]

اور اس کمالِ فن کو جس چابک دستی اور فنی کاری گری سے جس خوش نصیب شاعر نے برت کر دکھایا ہے، وہ ہیں ہمارے گوہر مقصود جناب گوہر اسلام پوری، آئیے اب ان کے لالہ زار سخن کی سیر کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں ان کی محنت کی گلکاری اور فن کی ہریالی کو۔

جس طرح امام احمد رضا اپنے انتخاب مدح وثنا میں بے مثل ٹھہرے، جناب گوہر اسلام پوری بھی انتخاب فکر ریزی میں بے نظیر نکلے، امام احمد رضا نے اپنی تمام تر تخلیقات کا محور اسے بنایا فضل و کمال، عروج و فروغ اور بلندی و برتری خود جس پر ولدی و والہ ہے اور گوہر اسلام پوری نے اپنے تفکرات کا مرکز اسے بنایا جس کے سخن کی نکتہ آفرینی خود معراجِ سخن بن کر داد و خراج وصول کر رہی ہے، اس لئے گوہر اسلام پوری کے وسیلے سے ہم بابِ فکر رضا پر دستک دیتے ہیں اور درِ رضا کی نسبت سے بارگاہِ مصطفےٰ میں سوغاتِ نو لے کر حاضری کا لطف لینے کی کوشش کرتے ہیں، نعت کیا ہے؟ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیمات کے جگمگ تاروں کو اس طرح ترتیب دینا کہ سیرت کا کوئی درخشاں پہلو کہکشاں کا روپ دھار لے اور آدمی جب گنگنائے تو پڑھنے والا بھی جھومے اور سننے والا بھی جھومے اور مجموعی طور پر دونوں وجدانی کیف و مزہ میں ڈوب جائیں، اس تناظر میں دیکھیے تضمین کا یہ بند ؎

تو ہے محبوبِ خدا کس کا ہوا ایسا نصیب
کون ہے تیری طرح مالک و مولیٰ کے قریب
اے شہ جود و سخا صبر و صداقت کے نقیب
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

ان تضمین مصارع میں جس لفظ پر میری نظر بار بار ٹکی اور ہر بار مجھے ٹوکا وہ ہے، جناب گوہر کے تیسرے مصرع کا پہلا لفظ "اے" کلام رضا سے ربط باندھنے میں اس لفظ نے نوری تار کا کام کیا ہے، ایسا ایک کر دیا ہے کہ لگتا ہی نہیں ہے کہ متن کسی اور کا ہے اور شرح کسی اور کی، یہی فنکار شاعر کا کمال ہنر ہے کہ جسم و روح کی دوئی مٹا دے۔

حضرت رضا بریلوی کی طبّاعی و درا کی ہر فن میں اپنا جلوہ دکھائی نظر آتی ہے، یہ ان کی جودتِ طبع ہی کا کمال ہے کہ ان کے اشعار یا تو حدیث کا ترجمہ ہوتے ہیں یا آیتِ قرآنی کی ترجمانی، یہ خلاصۂ حدیث ہے کہ ہر چیز حضور ہی کے نور سے ظہور پذیر ہے، ایک عاشق صادق نے جب اس مفہوم کو شعر کے قالب میں ڈھالا ہے تو لفظ لفظ کو عشق کے دھاگے سے اس طرح باندھا ہے کہ حسنِ ترکیب کی رگ رگ سے ترنم کے سوتے پھوٹ پڑے ہیں، چمن چمن حضور کا جلوہ، سمن سمن حضور کی خوشبو، گلاب گلاب حضور کی رنگت، ذرا سوچئے کوئی حد ہے ان کے خیالی عروج کی۔

اور اس اجمال کی جناب گوہر نے جو تفصیل کی ہے شاعری کے گلاب کو جو حسین پنکھڑی دی ہے اور لفظوں کے آبشار سے معانی کا جو سنگار کیا ہے کوئی ادب نا آشنا بلکہ سخت جان ہی ہوگا جو سنے گا اور چپ رہے گا۔

تضمین کی خوش سلیقگی دیکھ کر لگتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا شعر دامن اُچھال اُچھال کر فکرِ گوہر کو مالا مال کر رہا ہے، آئیے میرے ساتھ آپ بھی اس کیف ایمانی و روحانی میں شریک ہو جائیے ؎

انھیں کے خمدار گیسوؤں کے سبب گلوں میں سہانہ پن ہے
انھیں سے شاخوں میں ہے نزاکت انھیں سے کلیوں میں بانکپن ہے

انھیں سے زیبائش رخ گل انھیں سے گلزار میں پھبن ہے
انھیں کی بو مایۂ سمن ہے انھیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انھیں سے گلشن مہک رہے ہیں انھیں کی رنگت گلاب میں ہے

سیدی اعلیٰ حضرت ادب کا پیکر جمیل اور احترام کا مجسمہ نور تھے، وہ تو منسوبات شریف کا اتنا اکرام کرتے تھے سبحان اللہ، اگر ان جلووں سے آنکھیں روشن کرنی ہوں تو ان کا فتاویٰ دیکھئے، پھر وہ ذواتِ قدسیہ جنھیں آقائے کائنات کی ذات سے خصوصی نسبت ہو، بعض تو جزوِ جسم ناز کے شرف سے مشرف ہوں یا وہ جنھیں وقارِ حرم سرا ہونے کی وجہ سے اہلِ بیت کے معزز لقب سے یاد کیا گیا ہو، اعلیٰ حضرت نے متعدد جگہ ان حضرات کے ذکر سے اپنے قلب تپاں کی تسکین کی ہے، اس قبیل سے ان کے ایک مشہور زمانہ شعر پر جناب گوہر کی جوہر بیزی دیکھئے، معنویت کے چراغ سے عقیدت کی شمع کو تابناک دیکھنے کی تمنا ہو تو میرے ہم سفر ہو جائیے ۔

حضرت شبیر و شبر میں اثاثہ نور کا
اصغر و اکبر کے سر پر ہے عمامہ نور کا
خانوادہ نور کا کنبہ قبیلہ نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

یا

ہے شاخ ہدیٰ گل کدۂ شاہِ اُمم کی
گوہر ہے بڑی جس کے سبب شان حرم کی
زینت انھیں پھولوں سے ہے گلزار ارم کی
کیا بات رضا اُس چمنستانِ کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسین اور حسن پھول

ایک مومن کے دلِ بے تاب کے لئے جنت نگاہ، فردوس خیال، بہشت آرزو، کعبہ حسرت اور قبلۂ تمنا وہ کمالِ حسن حضور ہے، جس کی تجلی سے کونین درخشاں ہے، اگر وہ ماہ کامل اپنے حسن تمام کے ساتھ کسی غریب کی کٹیا میں خرام ناز فرمائیں تو غریب کی وہ کٹیا رشک آفتاب و ماہتاب اور غیرت ارم و بہشت تو ہو ہی جائے گی، اسی لئے دلِ مومن آرزومند رہتا ہے کہ کاش ہمارے بھی دن پھر جائیں، ہماری جھونپڑی کا بھی ستارۂ اقبال چمک جائے اور وہ لجاتے، جھجکتے بھی کہتے ہی رہتا ہے کہ ع

میرے گھر بھی کبھی تشریف لاؤ یا رسول اللہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت کے اس درد کو جناب گوہؔر نے دل دینے کی کوشش کی ہے، دھلے دھلائے الفاظ، آسان زبان، اچھوتے اسلوب، ہونٹوں پر پھسل جانے والے مصرعے میں وہ سارا قصہ درد جو امام احمد رضا کے اُفق قلب سے طوفان بن کر اُٹھا ہے بڑی خوب صورتی کے ساتھ جناب گوہر نے اسے پابند تضمین کرنے کی سعی کی ہے، اگر دردمند دل رکھتے ہیں تو آپ بھی محظوظ ہوں۔ ـــــ

میرے غربت کدے پر بھی کبھی تشریف لے آئیں
میرے صحرائے دل میں وہ خوشی کے پھول مہکائیں
تو جتنے حسرتوں کے داغ ہیں لمحے میں ڈھل جائیں
الٰہی منتظر ہوں وہ خرام ناز فرمائیں
بچھا رکھا ہے فرش آنکھوں نے کمخاب بصارت کا

تھوڑی دیر کے لئے میں اربابانِ فکر و دانش کی توجہ چاہوں گا، اعلیٰ حضرت نے محبوب کی آمد پر ان کے قدم رنجہ فرمانے کے لئے جس فرش کا اہتمام کیا ہے، بس یہ اعلیٰ حضرت کے عشق کا کمال اور الفاظ و تراکیب پر ان کی زبردست دسترس اور گرفت کی بین دلیل ہے، میں سمجھتا ہوں شاید ہی کسی اور نے یہ ندرت ترکیب پیش کی ہوگی، وہ مرکزی لفظ ہے "کمخاب بصارت" بصارت آنکھ کی روشنی اور بینائی کو کہتے ہیں، جو خود انتہائی لطیف و نازک ہوتی ہے اور کمخاب ایک قسم کا ایسا کپڑا جو ریشمی باریک تاروں سے بنا ہو اور اس میں رواں نہ ہو، اب آپ کمخاب بصارت کی ترکیب سامنے رکھئے اور اعلیٰ حضرت کے عشق کے بانکپن اور فکر کی پرواز کو سوچئے تو آپ بھی یہی کہیں گے اس کی لطافت و نزاکت کی تشریح و تعبیر کے لئے الفاظ عاجز ہیں۔

کوئی یونہی اعلیٰ حضرت نہیں ہوتا، جہاں اصحاب دول کی عقل و علم کسی بھی گتھی کو سلجھانے میں عاجز رہ جائے، ایسے میں جو چٹکی بجاتے لاینحل کو حل کر کے رکھ دے وہ ہوتا ہے اعلیٰ حضرت، اعلیٰ حضرت کی اس ترکیب کو میں جب بھی دیکھتا ہوں تو آپ کا اعلیٰ حضرت ہونا اور ہر فکر و فن کا امام ہونا یاد آتا ہے، غور کیجئے تو اس میں بیک وقت تین لطافتیں ایک ساتھ جمع ہیں، جس محبوب کا انتظار ہے وہ خود لطیف، بصارت لطیف، کمخاب لطیف، ظاہر ہے لطیف محبوب کی شایانِ شان جو فرش ہو سکتا تھا وہ کمخاب بصارت ہی ہو سکتا تھا، اسے عرش تخیل سے تارا توڑنے کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

سچی محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ محبوب سے محبت کے ساتھ محبوب کے دشمنوں سے پکی دشمنی کی جائے، ورنہ محبت ناقص اور عشق بے ثمر و نامراد ہی رہے گا، محبت مصطفی جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا اہم الاہم تقاضا اور مطالبہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل و جان سے تعظیم کی جائے، اس لئے کہ پورا دین تعظیم مصطفےٰ کے ایک محور پر کھڑا ہے، اعلیٰ حضرت نے جب ہوش سنبھالا تو وہابی اور اس کے بطن سے جنم لینے والی

جماعت دیوبندی انگریزوں کی کاسہ لیسی و چاپلوسی میں اپنی کتابوں میں آقائے کائنات کی شان میں توہین کے ایسے ایسے جملے لکھ رہے تھے کہ اب بھی کوئی غیرت مند سنتا ہے تو بلک بلک اُٹھتا ہے، امام احمد رضا نے تعظیم مصطفےٰ کے حوالے سے خصوصاً قرآن و حدیث کی آیات و روایات، ائمہ وفقہا کے فرمودات وارشادات کی روشنی میں مکمل دفاعی مورچہ سنبھالا، جس کا پورے برصغیر پر سب سے خوشگوار اثر یہ پڑا کہ لوگ وہابی خیمے سے نکل نکل بنام سنیت امام اہلِ سنّت کے متحدہ پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے، امام احمد رضا نے نظم ونثر دونوں زاویے سے محبوبِ خدا کے عیب جویوں، بدگویوں، وہابیوں اور دیوبندیوں کا بھرپور تعاقب کیا اوران کی عبارتوں کا ایسا علمی محاسبہ کیا کہ حرمین طیبین کے علما بھی آپ کے اس عظیم علمی تاریخی کارنامے پر پھڑک اُٹھے، امام احمد رضا نے ایک چھوٹے سے شعر کے کوزے میں اس پورے منظر نامہ کے سمندر کو جسے مختصر بیان کرنے میں بھی ۸، ۱۰ سطر لینا پڑا، اس طرح سمو دیا ہے کہ عقل حیران ہے، اس میں منکرین عظمت مصطفےٰ کے لئے تازیانۂ مذمت بھی ہے، عظمت مصطفےٰ کی اہمیت کا اظہار بھی اور یہ کہ عظمت مصطفےٰ کے قائلین وعاملین ہی دین اسلام کے متبع ہیں اس کا بیان بھی اور امام رضا کے اپنے عشق کا اقرار بھی ہے کہ عظمت مصطفےٰ کی تبلیغ وتوسیع ہی ہمارا مسلک ہے اوراس پر جناب گوہر صاحب کی تضمین مطلب شائی، مفہوم آرائی اور مقصود تک رسائی کا دلکش نمونہ ہے، بلکہ فکر رضا کی تہہ تک ترسیل کا اہم وسیلہ ہے، بدمذہبوں کو سب سے زیادہ چڑ اسی بات سے ہے کہ مولانا احمد رضا نے عظمت مصطفےٰ کا صور کیوں پھونکا، پھر کیا تھا، وہ تب سے لے کر اب تک ان کی کردار کشی پر تلے ہوئے ہیں، مگر عظمت مصطفےٰ کا پھریرا ہے کہ بلند سے بلند تر ہوتا جارہا ہے، جناب گوہر کہتے ہیں ؎

کیوں وفا کی عام یوں تعلیم کی
اس طرح کیوں عزت و تکریم کی
کیوں صحابہ کی روش تسلیم کی
نجدی مرتا ہے کیوں تعظیم کی
یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا

اور سلام رضا جسے دانشورانِ زمانہ نے اردو زبان کا قصیدہ بردہ کہا ہے، جو روضۂ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنہری جالیوں کے قریب نہ جانے کتنی بار ہر شب وروز پڑھا جارہا ہے، جس کی نغمگی بربط دل پر وہ مضراب برساتی ہے کہ ضرب کی ہر جھنجھناہٹ نبی نبی کی پکار اٹھتی ہے، آج بہت سے پڑھنے والے اس پیاری ترتیب کا لحاظ نہیں رکھتے جو حضرت رضا نے رکھی ہے، دوسری کچھ اور بے احتیاطی کے سوا ایک بڑی بے احتیاطی یا بے نیازی یہ ہے کہ اعلی حضرت نے مقطع قطع بند رکھا ہے، یعنی کاش محشر میں....... کے ساتھ ہی، مجھ سے خدمت کے .... پڑھیں گے تو مطلب واضح ہوگا، مگر ہم آپ سب دیکھ رہے ہیں کہ اب بہت سے پڑھنے والے صرف مجھ سے خدمت کے قدسی....... پر ہی قناعت کر بیٹھتے ہیں اور اوپر والے شعر کا کوئی پاس ولحاظ نہیں کرتے، جناب گوہر اسلام پوری نے بھی اسی رواج الملک انداز کو اپنا رہنما بنا کر صرف مجھ سے خدمت کے............ کی ہی تضمین کی ہے، جناب گوہر کہتے ہیں ؎

ہیں حبیب خدا کے ثنا خواں رضا
ان کی عظمت پہ گوہر ہیں قرباں رضا
ہند کا ہے کہتے ہیں حساں رضا
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اس تضمین اور مطلوب رضا میں بعد المشرقین ہے، بہر حال مذکورہ بالا روش کی اصلاح ہونی چاہئے بلکہ ضروری ہے، انھیں چیزوں کے مدنظر میں نے سلام رضا پر اپنی تضمین میں قصداً لکھا ہے کہ، کاش محشر میں.... ...... والے شعر کے مفہوم ہی کو تضمین کے قالب میں ڈھال دیا ہے، تا کہ اس شعر کے چھوٹنے اور مفہوم کے ناقص رہ جانے کی قباحت سے سلام محفوظ رہے، میں نے کہا ہے ؎

ہر طرف ہو جب کہ ہو شورِ محشر بپا
ہوں زباں ان کی مدحت میں نغمہ سرا
ایسے میں جم ہو آمد مصطفےٰ
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

[مسودہ، نوبہار شفاعت]

میں مبارک باد پیش کرتا ہوں جناب گوہر اسلام پوری کو کہ ملک سخن کے شاہ کی فکری کیاری سے جن چند پھولوں کو انھوں نے چنا تھا، اس کی زیبائش وآرائش، مشاطگی ونمائش میں وہ جس طرح کامیاب ہوئے ہیں خدا کرے یہ شاد کامی انھیں کچھ اور کر گزرنے پر ابھارتی رہے، بات یہ ہے کہ امام احمد رضا کا خلوص، ان کا جذبۂ صادق، ان کا والہانہ عشق، تبحر علم، ان کی روحانی بلندی، ان کی زبان دانی، ان کا تخیل و تفکر، ان کا قوس قزحی انداز بیان، ان کے عروس فکر کی جان ہے، ایسے نظروں کو خیرہ کر دینے والے سورج کے سامنے اپنا چراغ جلانا یقیناً بہت مردانہ اور جذبۂ مومنانہ کی غماز ہے، ہم دعا گو ہیں کہ تضمین گوہر کی اشاعت ہو اور بار بار ہو، محفل محفل جلسہ جلسہ اس کی گنگناہٹ ہو، اور زبان زبان اس کا اچھا چرچا ہو۔

□□□

از: مفتی عبدالمالک مصباحی*



وطن سے محبت اور حافظ ملت

حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مبارک پور، علم وفن اور فکر وسخن کے اس بحر ناپیدا کنار شخصیت کا نام ہے جس میں برسوں سے ارباب علم و دانش واصحاب فضل وکمال غواصی کررہے ہیں مگر اس کے باوجود بھی یہ دعوی نہیں کیا جاسکتا کہ ان کی شخصیت کے تمام گوشے پردہ خفا سے منصۂ شہود پر آگئے، ضرورت ہے اس بات کی کہ اس عبقری شخصیت سے لوگوں کو خاطر خواہ متعارف کرایا جائے اور ان کی حیات کے زریں لمحات کو تاریخ کے انمٹ نقوش کا ایک جز بنا دیا جائے، تاکہ آنے والی نسل اپنے اسلاف کے ان گراں مایہ خدمات کو مشعل راہ بنا کر باد مخالفت کی تیز وتند آندھیوں میں کچھ کر گزرنے کا حوصلہ پاسکے، اسی میں ہماری ترقی کا راز مضمر ہے، کیوں کہ ماضی کی خوشہ چینی کے بغیر مستقبل کی تعمیر کا خیال ایک ایسا خواب ہے جس کا شرمندۂ تعبیر ہونا بعید الوقوع ہے یا یہ کہ سطح آب پر لکیر کھینچنے کے مترادف ہے۔

حافظ ملت صرف ایک مذہبی رہنما ہی نہیں بلکہ سیاسی قائد بھی تھے، انہوں نے قیادت کا فریضہ جس خوش اسلوبی سے انجام دیا اس کی نظیر تو خیر اس زمانہ میں ہے ہی نہیں اس زمانہ میں بھی خال خال ہی نظر آسکتی ہے، ان کے دل میں وطن کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی، انھوں نے کردار وعمل اور اقوال وگفتار سے وطن سے محبت کا ایسا جذبہ پیدا کیا جو آج کے اس پر آشوب دور میں مثالی ہے۔

اس پر فتن زمانہ میں جب کہ پورا ملک مذہبی اور سیاسی تنگ نظری اور تعصب پرستی کے الاؤ میں جل رہا تھا، ابن الوقت علما اور سیاسی لیڈران عوام کو مذہبی جھانسہ دے کر جادۂ مستقیم سے برگشتہ کررہے تھے، ایسے وقت میں حافظ ملت علیہ الرحمہ نے قوم مسلم کی ایسی قیادت فرمائی جس کی روداد آج بھی حقانیت کے علم برداروں کے لیے مشعل راہ ہے اور مرور ایام وگردش لیل ونہار کے ساتھ ساتھ اس میں اور جلا ونکھار پیدا ہوتا جارہا ہے، اسے ایک مثال سے اس طرح واضح کیا جاسکتا ہے کہ ذرا اپنی نگاہوں کے سامنے تاریخ کا وہ باب لے آیئے جس میں ۱۹۴۷ء کے واقعات وحوادث مندرج ہیں۔

۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء ہمارے لئے تاریخ کا وہ سیاہ دن ہے جس میں ملک کی تقسیم ہوئی، ملک کی تقسیم مسلمانوں کو خوں آشام کرنے کی ایک سازش تھی، کیوں کہ دراصل یہ ملک کی تقسیم نہیں بلکہ مسلمانوں کی تقسیم تھی، ملک کی تقسیم کا اعلان ہوا اور مسلمانوں میں افراتفری مچ گئی، ہجرت اور ترک وطن کا نعرہ ایک ایسا سیلاب بلا تھا جس نے نہ جانے کتنے ہنستے، مسکراتے خاندان کو مصائب وآلام کی تلاطم خیز لہروں میں غرق کردیا، جس کی کرب انگیز داستاں آج بھی بوڑھے سینوں کو چھلنی کررہی ہے، مگر اب یاس وحسرت کے علاوہ رکھا ہی کیا ہے؟

پورے ہندستان سے بالعموم اور اتر پردیش، بہار وبنگال سے بالخصوص کثیر تعداد میں لوگ ہجرت کرکے پاکستان جانے لگے، افسوس بالائے افسوس یہ کہ جانے والوں میں نوے فی صد ایسے لوگ تھے جو ہندستان میں اعلی عہدوں پر فائز تھے یا پھر اچھے خاصے سرمایہ دار، بزنس مین اور جاگیردار تھے، اس وقت مہاجرین جذبات میں اس قدر اندھے ہوگئے تھے یا انہیں اندھا کردیا گیا تھا کہ نہ تو اپنا پورا سرمایا لے جارہے تھے نہ ہی بزنس مین اپنی بقیہ رقم وصول کررہے تھے اور نہ ہی جاگیردار اپنی جاگیریں باقاعدہ کسی مسلمان کے حوالے کررہے تھے، کہیں کہیں تو ایسا بھی ہوا کہ پورا کا پورا محلہ ہی صاف ہوا جارہا تھا، مسجدیں ویران ہورہی تھیں اور مدرسوں میں تالے پڑرہے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حسب استطاعت وحسب موقع دولت وسرمایا اور جاگیریں غیروں کے قبضہ میں چلی جارہی تھیں، جانے والے رخت سفر کے انتظام کے ساتھ ساتھ مصائب وآلام کو بھی دعوت دیے جارہے تھے، آخر وہ کون سی پریشانیاں ہیں جو انھیں نہیں اٹھانا پڑیں؟ دولت ومال ان کے ہاتھ سے نکلا، زمین وجائیداد ان کی تباہ وبرباد ہوئیں، عزت وآبرو ان کی خاک میں ملائی گئی، راستے میں نہ جانے کتنے مہاجر چھرا، بلم، بھالا اور تلواروں سے کاٹ ڈالے گئے، توپ وبندوق کے نشانے بنائے گئے، خاص طور سے وہ لوگ تو کھیرے اور ککڑی کی طرح کاٹے گئے جو پنجاب کے علاقہ سے پاکستان میں داخل ہونا چاہتے تھے۔

اس ہنگامہ قیامت خیز میں لوگوں کی رہنمائی کے لیے حافظ ملت علیہ الرحمہ نے ایک رسالہ ''ارشاد القرآن'' تحریر کیا جس میں ہجرت سے پیش آنے والے حوادث وواقعات کا تذکرہ بڑے کرب انگیز اور دل گیر انداز میں کیا ہے، بات چوں کہ دل کے نہاں خانہ سے نکال کر صفحہ قرطاس پر بکھیری گئی تھی اس لیے اس کا اثر انداز ہونا یقینی تھا، جیسا کہ اقبال نے کہا ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

*مضمون نگار سہ ماہی رضائے مدینہ، جمشید پور کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

اسی طرح اس رسالے کا بھی اثر ہوا، بہت سارے وہ لوگ جو رخت سفر باندھ چکے تھے ہجرت سے باز آگئے، متزلزل قدم کو ثبات قدمی اور متردد ذہن وفکر کو اطمینان نصیب ہوا۔ ایک صاحب نے رسالہ کی افادیت کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

"۱۹۴۷ء کی بات ہے جب کہ اس پر آشوب ماحول میں مسلمانان ہند اپنے وطن سے کوچ کر رہے تھے علاقہ کا علاقہ گھر بار، املاک وجائداد کو خیر آباد کہہ کے کوچ کا نقارہ بجا رہا تھے، اس مختصر اور جامع تحریر نے یوپی، بہار کے ہزاروں مسلمانوں کے لرزیدہ قدم کو استقامت، پامردی، ثابت قدمی، اعتماد و توکل کی دولت سے مالا مال کر دیا۔" [ماہ نامہ اشرفیہ کا حافظ ملت نمبر، ص ۱۲۵]

کتاب کا ایک اقتباس آپ بھی ملاحظہ کیجیے:

"مسلمانو! تمہارے دین میں آنے کی غرض اور تمہارا مقصود اصلی اللہ عزوجل کی عبادت ہے تمہارا رب فرماتا ہے: وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون. یعنی میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، لہٰذا مسلمانوں! جب تک تم اپنے وطن میں اپنے رب کی عبادت میں آزاد ہو تمہارا مقصود حاصل ہے ایسی صورت میں ہرگز نہیں جانے کی ضرورت نہیں اور اگر خدانخواستہ تم اپنے رب کی عبادت سے روک دیے جاؤ تو ایسی صورت میں بشرط استطاعت ترک وطن ضروری ہے اور محض یاد الٰہی کے لیے ضروری ہے، خوشنودی خدا کے لیے ضروری ہے، اس میں کسی ملک اور کسی خطہ زمین کی تخصیص نہیں جہاں بھی امن کے ساتھ اپنے رب کی یاد کر سکو وہاں جا کر اپنے رب کی عبادت کرو اگرچہ جنگل اور پہاڑ ہی کیوں نہ ہو۔" [ارشاد القرآن، ص ۱۲]

اس وقت جن لوگوں نے حافظ ملت کی صدائے دل کو در خور اعتنا نہیں سمجھا اور چلے گئے ان کے ساتھ شروع ہی سے آج تک ایسا سلوک کیا جا رہا ہے جس سے آدمیت لرزہ براندام اور انسانیت تھرا اٹھتی ہے، حافظ ملت نے اپنی فراست ایمانی اور نور بصیرت سے انہیں چیزوں کو دیکھ کر ترک وطن کے نظریہ کی مخالفت کی اور قوم کی سچی رہنمائی ورہبری کا فریضہ انجام دیا۔

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا یہ کردار آج ان لوگوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے جو مسلمانوں کو دو نمبر کا شہری گردانے پر مصر ہے، علمائے اہل سنت نے ہر دور میں وطن سے محبت کا درس دیا ہے، ایسا کیوں نہ ہو کہ اس وطن عزیز کی آبادی اور تعمیر وترقی میں ہمارے اسلاف کا خون جگر شامل ہے ؂

کس نے اپنے دل کے لہو سے لالہ وگل میں رنگ بھرا
جن کو ہو دعویٰ گلشن پر ہم سے آنکھیں چار کرے

حافظ ملت علیہ الرحمہ نے وطن سے محبت کا جو درس دیا وہ آج باشندگان ہند کے لیے لائق عمل اور قابل تقلید ہے، ان کی وطن دوستی ہمارے لئے سرمایہ افتخار اور باعث مسرت وشادمانی ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ بزرگوں کے ان زریں کارناموں سے نسل نو کو آگاہ کیا جائے تا کہ اس کے مثبت پہلوؤں سے اغیار کے منہ پر طمانچہ مارا جا سکے اور آبرومندانہ زندگی کی مثال قائم کی جا سکے۔ ◻◻◻

ص ۱۵/ کا بقیہ

کرتے ہوئے حکم حدیث کے متعلق صحت وضعف کی حیثیت سے اور رجال حدیث کے متعلق جرم وتعدیل کے لحاظ سے ائمہ محدثین کے آرا، واقوال کی بھی نشاندہی کی ہے، ان دونوں علما کرام کی مختصر تحریر کی جو خوبصورت تشریح وتعبیر اور توضیع وتوحید حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے فکر انگیز اور تحقیقی مطالعہ کی روش میں کی ہے، یہ انہیں کا حصہ ہے اس سے جہاں آپ کی تحقیق وتنقید صلاحیت کا بخوبی احساس ہوتا ہے وہیں آپ کے افکار عالیہ اور بصارت عمیقہ کی نشاندہی بھی ہوئی ہے، سچ تو یہ ہے کہ اس قدر پر مغز عالمانہ ار دانشورانہ تحریر سے راقم الحروف خود مرعوب ہے۔ [تجلیات تاج الشریعہ ۳۸۲]

شرح حدیث نیت

علامہ محمد عیسیٰ رضوی اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں:

"حضور تاج الشریعہ نے شرح حدیث نیت کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جسے دیکھنے کے بعد نفس اعتماد کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ علم حدیث پر ان کی معلومات وسیع اور حیرت انگیز ہے اس حدیث نیت مشہور کی تشریح میں انہوں نے دیگر دلائل وشواہد کے ساتھ محدثین، فقہا، صوفیہ وغیرہ ائمہ کے اقوال وآرا اس انداز میں استدلال فرمایا ہے کہ ہر شعبہ حیات میں اس حدیث پر عمل ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔

[تجلیات تاج الشریعہ ۳۵۵]

آثار قیامت

شرح حدیث نیت کی طرح ایک اور حدیث کی تشریح وتفہیم کی طرف توجہ فرمائی اور نادر تحقیقات ونایاب تشریحات پر مشتمل ایک گراں قدر کتاب معرض وجود میں آگئی، وہ ہے "آثار قیامت" اس میں کنز العمال کی ایک ایسی حدیث کو پیش کیا ہے، جس میں ۷۲ علامات قیامت ذکر ہوئی ہیں۔

اس کتاب کے مرتب مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی اپنی تقدیم میں یوں رقمطراز ہیں:

"حضور تاج الشریعہ نے جن علامات وآثار کی تشریح وتوضیح کی ہے انہیں خاص طور پر ان کی موید احادیث کریمہ سے واضح فرمایا ہے اس طرح یہ کتاب آثار قیامت پر مشتمل حدیثوں ایک مبسوط اور نادر ودل آویز گلدستہ بن گئی ہے نیز اس کتاب میں آپ نے آثار قیامت سے متعلق بیشتر ان گوشوں کو آشکارا فرمایا ہے جو اب تک عام لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھے۔" [آثار قیامت ص ۱۰] ◻◻◻

از: مولانا کوثر امام قادری*

علم حدیث میں حضور تاج الشریعہ کی خدمات



حضور تاج الشریعہ کی ایسی عظیم شخصیت ہے جن کے علم وکمال، فضل وکرامت، شرف وولایت، زہدوورع، تقویٰ وطہارت، عدالت وثقاہت، حفظ واتقان، خشیت الٰہی، خوف خداوندی، پر علما وفقہا، محدثین ومشائخ اور عام مومنین کا اجماع واتفاق ہے۔

آپ کی بابرکت ذات مجمع المحاسن ووالکمالات اور پوری زندگی خدمت دین سے عبارت ہے، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، تحقیق و تنقیح، تشریح وتوضیح، دعوت وتبلیغ، بیعت وخلافت تقریر وخطابت، فتویٰ وقضا، تعمیر وبنا وغیرہا امور پر آپ کے ذریں کارنامے روز روشن کی طرح ظاہر وباہر اور جاری وساری ہیں۔

پیش نظر مضمون میں صرف حدیثی کارنامے کی نوعیت پر گفتگو مقصود ہے جس کی تفہیم کے لئے پہلے ہمیں آغاز مدارج آپ کی زندگی مبارکہ کے ابتدائی مراحل پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔

تاج الشریعہ کی ولادت ۲۴ ر ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ بمطابق ۲۳ ر نومبر ۱۹۴۳ء بروز منگل کو ہوئی، محمد اسماعیل رضا خاں نام تجویز ہوا اور پکارنے کے لئے اختر رضا خاں کی عرفیت ملی۔

خاندانی روایت کے مطابق چار سال چار ماہ چار دن پورے ہونے پر والد گرامی حضرت مفسر اعظم علامہ ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں نور اللہ مرقدہ نے رسم بسم اللہ خوانی کی محفل آراستہ کی دار العلوم منظر اسلام کے سبھی موقر اساتذہ تشریف لائے اور حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے بسم اللہ خوانی کی رسم ادا فرمائی اور پھر تعمیر مستقبل کا آغاز ہوا۔

پروفیسر شاہد اختر حبیبی رقمطراز ہیں "والدہ ماجدہ نے قرآن کریم ختم کرایا، تو والد گرامی نے اردو کی کتابیں پڑھائیں ابتدائی درسی کتابوں سے لے کر اعلیٰ معیار کی ادبیات کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا، دس سال کی عمر میں ایف آر اسلامیہ انٹر کالج میں داخلہ لیا جہاں انگریزی اور ہندی زبانوں، نیز ریاضیات اور دوسرے علوم جدیدہ سے آشنائی حاصل کی، عربی زبان وادب پر دستگاہ کامل حاصل کرنے کا جذبہ شروع ہی سے سینے میں پنپ رہا تھا"۔

دار العلوم منظر اسلام بریلی میں تدریسی خدمات کی انجام دہی کے لئے اچھے اور قابل اساتذہ کی تقرری عمل میں لائی گئی، قابل شاگرد قابل اساتذہ کا ساتھ ملا، زبان وبیان پر مہارت کے حصول کی جو تدبیر نکالی گئی وہ مزے کی تھی، آپ عربی اخبارات پڑھ کر اساتذۂ کرام کو سناتے، مشکلات زبان کا حل نکل جاتا، پھر اردو اور ہندی کے اخبارات پڑھ ان کا عربی ترجمہ فرماتے، کچھ عرصہ بعد ہی آپ اہل زبان کی طرح عربی بولنے پر قادر ہو گئے، آپ کی ذہانت سے متاثر ہو کر اساتذۂ کرام نے حضور مفسر اعظم سے گزارش کی کہ وہ اپنے لاڈلے کو جامعہ ازہر شریف مصر سے داخل کرائیں، معقول مشورہ تھا، مان لیا گیا ۱۹۶۳ء آپ کا داخلہ جامعہ ازہر مصر کے کلیہ اصول الدین میں کرا دیا گیا۔ [تجلیات تاج الشریعہ ۱۰۴]

آپ نے وہاں بڑی محنت وعرق ریزی کے ساتھ کتاب وسنت کا علم حاصل کیا اور متعدد فنوں میں مہارت پیدا کی، ذہانت وذکاوت، فہم وادراک، قوت حفظ وضبط تو وراثت میں ملی ہوئی تھی اپنے ہم درس ساتھیوں بلکہ پورے مصر میں نمایاں مقام حاصل کیا اور متعدد امتیازی ڈگریوں سے سرفراز ہوئے۔

ایڈیٹر ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی کا ایک رپورٹ:

"نبیرۂ اعلیٰ حضرت وحجۃ الاسلام اور حضرت مفسر اعظم کے فرزند دل بند مولانا اختر رضا خاں صاحب نے عربی میں بی اے کی سند فراغت نہایت نمایاں اور ممتاز حیثیت سے حاصل کی، مولانا اختر رضا صاحب نہ صرف جامعہ ازہر میں بلکہ پورے مصر میں اوّل نمبروں سے پاس ہوئے مولیٰ تعالیٰ ان کو اس سے زیادہ بیش از بیش کامیابی عطا فرمائے اور خدمات کا اہل بنائے اور صحیح معنی میں اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے جانشین کہے جائیں۔" [ماہنامہ اعلیٰ حضرت، جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ۔ ۱۹۶۵ء]

۱۹۶۶ء میں جامعہ ازہر سے واپسی ہوئی اور دار العلوم منظر اسلام میں تدریسی عمل کا آغاز ہوا اور ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۸ء تک مسلسل درس و تدریس کا سلسلہ چلتا رہا پھر آپ کو صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز کیا گیا جس کے سبب باقاعدہ تدریس کا کام جاری نہ رہ سکا، آپ نے اپنے دور صدارت میں منظر اسلام کی تعلیمی شہرت میں چار چاند لگا دیئے، نظم وضبط انتظام وانصرام، تعلیمی نظام کو اپنے حسن تدبر سے اعلیٰ معیار تک پہنچایا۔

محبوب فن

آپ کو اگرچہ بہت سارے فنون پر درس وکمال حاصل ہے لیکن

*مضمون نگار دار العلوم قدوسیہ فخر العلوم پرسونی بازار مہراج گنج یوپی کے شیخ الحدیث ہیں۔

فن فقہ کو آپ نے نشان منزل کے طور پر اپنایا اور یہ خاندانی چیز تھی جس سے آپ کو بچپن سے لگاؤ تھا، خود فرماتے ہیں :

’’جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد میں نے اپنی دلچسپی کی بنا پر فتویٰ کا کام شروع کیا شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیان کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا اور کبھی کبھی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر فتویٰ دکھایا کرتا تھا، کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا، حضرت (مفتی اعظم) کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں وہ فیض حاصل ہوا کہ جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہیں ہوتا ہے۔‘‘ [تجلیات ۱۰۸]

بالآخر سرکار مفتی اعظم ہند نے ایک دن فرمایا :

’’اختر میاں اب گھر میں بیٹھنے کا وقت نہیں یہ لوگ جن کی بھیڑ لگی ہوئی ہے کبھی سکون سے بیٹھنے نہیں دیتے، اب تم اس (فتویٰ نویسی) کام کو انجام دو، میں (دار الافتاء) تمہارے سپرد کرتا ہوں موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا، آپ لوگ اب اختر میاں سلمہ سے رجوع کریں انہیں کو میرا قائم مقام اور جانشین جانیں۔ [تجلیات تاج الشریعہ ۱۰۷]

شعبۂ عمل میں دو کام ایسے ہیں جن کا تعلق براہ راست عوام سے ہوتا ہے، ایک خالص علمی کام یعنی فتویٰ نویسی دوسرے خالص تلقین و ارشاد یعنی پیری و مریدی، سرکار مفتی اعظم یہ دونوں کام بڑے پیمانے پر انجام دیتے تھے، اب یہی کام تاج الشریعہ کے ذمہ آیا اور ۱۹۸۱ سے تادم تحریر عالمی پیمانے پر جاری وساری ہے۔

مذکورہ سطور پر نگاہ ڈالیں تو یہ بات واضح ہو کر سامنے آئے گی کہ رسم بسم اللہ خوانی سے منظر اسلام کی منصب صدارت تک اور اس کے بعد سے آج تک تاج الشریعہ کی مکمل زندگی خدمت دین میں صرف ہو رہی ہے، ہزار ہا مصروفیت کے باوجود آپ نے کئی ہزار فتاوے، پچیس سے زائد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں امام احمد رضا محدث بریلوی کے متعدد اردو تصنیفات کا عربی ترجمہ اور عربی تصنیفات کا اردو ترجمہ فرمایا ہے۔

علم حدیث

چونکہ فقہ وفتاویٰ کی خدمت آپ کے خاندان کی روایت رہی ہے لیکن اس خاندان کے فقہاء ومفتیان کرام زبردست قسم کے محدث بھی ہوا کرتے تھے اس لئے فقہ کے ساتھ علم حدیث پر بھی توجہ فرمائے اور اس فن کی خدمت میں قیمتی وقت صرف کرتے۔

چنانچہ تاج الشریعہ جہاں عظیم فقہ ومحقق ہیں وہیں لاجواب محدث اعظم بھی ہیں مولانا سلمان ازہری رقم طراز ہیں:

’’حضور تاج الشریعہ جہاں فقہ اسلامی کے اسرار ورموز پر گہری نظر رکھتے ہیں وہیں علم حدیث میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل ہے، ہم اپنے دعویٰ پر آپ کی تعلیقات زاہرہ کو پیش کر سکتے ہیں۔ [تجلیات تاج الشریعہ ۳۷۶]

علامہ مفتی محمد عیسیٰ رضوی لکھتے ہیں:

’’حضرت تاج الشریعہ کو فقہ حنفی کی مؤید حدیثیں ازبر اور زبانی یاد ہیں، ایک حنفی مفتی کے لئے یہ ضروری ہے کہ مسائل کے دلائل پر اس کی نگاہ وسیع ہو، وقت ضرورت کسی بھی مسئلہ کی تائید میں وہ اپنے مذہب کے موافق حدیث پیش کر سکے، تاج الشریعہ کے اندر یہ وصف علی وجہ الکمال موجود ہے اور یہ کہ انہیں مذہب حنفی کی مؤید حدیثوں کے ساتھ دیگر موضوعات وفضائل پر بھی کافی حدیثیں یاد ہیں عرفی اعتبار سے انہیں حافظ الحدیث کہا جا سکتا ہے۔ [تجلیات تاج الشریعہ ۳۵۱]

مولانا انیس عالم سیوانی اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

’’حضرت علامہ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب رضوی مضطر پورنوی نے ایک مرتبہ بیان کیا کہ حضرت مولانا شیخ ابوبکر شافعی کیرالا بریلی شریف تشریف لائے اور حضرت ازہری میاں سے ملنے کی غرض سے دار الافتاء پہنچے، وہاں حضرت کے ساتھ دوسرے علماء اور مفتی مطیع الرحمٰن صاحب بھی موجود تھے۔

شیخ ابوبکر چونکہ اردو بولنے پر قدرت نہیں رکھتے تھے، اس لئے عربی میں سلسلہ تعارف شروع ہوا، دوران گفتگو حضرت شیخ نے متعدد حدیثیں بیان فرمائی جو مسلک شافعی کی تائید میں تھیں، جس کے جواب میں بقول مضطر صاحب، حضور ازہری میاں نے بھی فقہ حنفی کے موافق برجستہ کئی حدیثیں پیش کیں، وہاں موجود علما بڑے متعجب ہوئے، خود حضرت مضطر صاحب کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ شوافع کے یہاں تو احادیث اور حفظ کا بہت اہتمام ہوتا ہے، اس لئے انہیں یاد ہونا مشکل نہیں لیکن حضرت ازہری میاں صاحب کی برجستگی دیکھ کر یہ حضرات دل ہی دل میں خوش بھی تھے اور حیران بھی۔

[پندرہ روزہ ’’غازی ملت‘‘ کلکتہ ۱۵ر نومبر ۲۰۰۳]

منجملہ تاج الشریعہ علوم حدیث کے تمام شعبوں پر گہری نگاہ رکھتے ہیں، اسماء الرجال جرح وتعدیل، علل وشذوذ، اختلاف رواۃ، صحت و ضعف رفع اضطراب کی کیفیت، تطابق وتوافق تشریح وتوضیح، قوت استد لال وغیرہ جیسے چیزیں نوک زبان پر ہیں۔

علم حدیث میں کارنامے

کثرت کار، ہنگامہ علائق، رشد وہدایت، تبلیغی اسفار، پوری دنیا ئے اسلام میں دورے کے باوجود حضور تاج الشریعہ نے علوم حدیث کی خدمت حسب ذیل تین طرح سے کی ہے:

اول: درس حدیث

تدریس کے ایام میں فقہ وحدیث اور تفسیر کی کتابیں پڑھاتے

رہے پھر جب باقاعدہ تدریس کا عمل جاری نہ رہ سکا تو فرصت کے دنوں میں اپنے دولت کدہ پر درس حدیث کی انجمن سجاتے اور جامعہ نوریہ، مظہر اسلام، منظر اسلام کے طلبا جوق در جوق حاضر بارگاہ ہو کر کسب فیض حاصل کرتے یہ سلسلہ برسوں تک جاری رہا پھر جامعۃ الرضا کے قیام کے بعد وہاں کے طلبہ کبھی دولت کدے پر اور کبھی کبھی جامعہ میں کسب فیض کرتے رہتے ہیں، علاوہ ازیں ہندو پاک کے اہل مدارس اپنے طلبا کو مستفیض کرنے کے لئے آپ کو مدعو کرتے ہیں اس طرح درس بخاری کے آغاز کی محفل اور ختم بخاری کی مجلس میں آپ تشریف لے جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ پیاسا کنویں کے پاس جاتا ہے، لیکن بادل از خود کھیتوں کو سیراب کرتا ہے، یہ علم وکمال کا بادل اور سحاب فکر وفن از راہ نوازش خود تشنگان علوم وفنون کے یہاں پہنچ کر پیاسوں کو سیراب وآسودہ کر رہا ہے، یہاں چند مجلسوں کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت علامہ مفتی عبد المنان کلیمی رقمطراز ہیں:

”۱۴۰۸ھ میں جامعہ فاروقیہ بھوج پور مراد آباد میں جب فقیر نے یہ حیثیت شیخ الحدیث درس بخاری کا آغاز کیا تو اس کی پہلی حدیث کے درس کے لئے حضرت نے مری درخواست کو قبول فرمایا اور وہاں اپنی تشریف آوری اور بخاری شریف کی پہلی حدیث کے درس سے بھوجپور اور اس کے مضافات کے ہزاروں تشنگان علوم ومعرفت کو علم وروحانیت کا جام پلا کر تسکین پیہم پہنچایا یہ سب ایسے کرمہائے فرزان ہیں کہ اس پر جس قدر بھی میں ناز کروں کم ہے۔ [تجلیات تاج الشریعہ ۶۶]

پروفیسر شاہد اختر جیبی رقمطراز ہیں:

”۱۴۰۷ھ اور ۱۴۰۸ھ کو مدرسہ الجامعۃ الاسلامیہ گنج قدیم رامپور میں ختم بخاری شریف کرایا ۱۴۰۸ھ کو جامعہ فاروقیہ بھوجپور ضلع مراد آباد میں بخاری شریف کا افتتاح فرمایا اور ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ کو الجامعۃ القادریہ رچھا ضلع بریلی شریف میں شرح وقایہ کا طویل سبق پڑھایا، اب تک ملک وبیرونی ملک میں نہ جانے کتنے مدارس وجامعات میں درس بخاری دیتے اور جامعہ فاروقیہ بنارس میں ختم بخاری کے موقع پر صاحب بخاری اور آخری حدیث پر ڈھائی گھنٹہ تقریر فرمائی اور دار العلوم ضیاء اسلام ہوڑہ میں ختم بخاری کے موقع پر علامہ ارشد القادری مولانا غلام آسی پیا، عزیز ملت مولانا عبد الحفیظ عزیزی اور درجنوں علماء کرام کی موجودگی میں آخری حدیث پاک پر سیر حاصل گفتگو کی۔ [تجلیات تاج الشریعہ ۱۰۷]

مولانا محمد شمشاد حسین رضوی بدایوں رقمطراز ہیں:

”۱۹۷۹ء کی بات ہے میں جماعت رابعہ کا طالب علم تھا مدرسہ حمیدیہ رضویہ بنارس کے سالانہ امتحان کے لئے حضرت ازہری میاں صاحب تشریف لائے ہوئے تھے مشکوٰۃ شریف کا آپ نے امتحان لیا۔“

تاج الشریعہ کے انداز درس حدیث کی ایک جھلک ملاحظہ کریں، قاری دلشاد احمد رضوی بنارس رقمطراز ہیں:

”میں ایک بار بریلی شریف حاضر ہوا، شہزادۂ تاج الشریعہ علامہ محمد عسجد رضا خان کی وساطت سے بعد نماز مغرب ملاقات کے لئے حضرت کے حجرے میں داخل ہوا اس وقت مفتیان کرام موجود تھے چند لمحے میں حضور تاج الشریعہ اندرون خانہ سے اپنے حجرہ شریف میں تشریف لائے بعد سلام وقدمبوسی کے میں بھی صف کے کنارے بیٹھ گیا، ایک مفتی صاحب نے عبارت پڑھی اور حضرت نے حدیث مبارک کے ختم ہوتے ہی پرسوز لہجے میں اللہ اکبر فرمایا اور چہرہ مبارک مثل آفتاب ہو گیا، رقت آمیز لہجے میں فرمایا، کیا شان ہے سرکار کی شفا شریف کی وہ حدیث یاد آ گئی جسے حضرت سیدنا قاضی عیاض مالکی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے سلف صالحین اور عمل باسنہ کے باب میں بیان فرمایا ہے۔

حدیث شریف: حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں تھا ایک دن انہوں نے آقا ﷺ کی حدیث بیان فرمائی اور قال قال رسول اللہ ﷺ کہتے ہوئے ان پر عجیب وغریب کیفیت طاری ہو گئی اور چہرہ مبارک عرق آلود ہو گیا۔“ [شفا شریف باب اول تیسری فصل ص ۹۲]

اور ایک روایت کے مطابق ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے روایت کرتے وقت گلے کی رگیں پھول جاتی تھیں اور آنکھیں اشکبار ہو جاتیں اور چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا۔

حضور تاج الشریعہ درس حدیث دیتے وقت صحابہ کرام کے مظہر نظر آرہے تھے جیسے سرکار کا سراپا سامنے ہو اور جلوہ زیبا کے دیدار کی دولت حاصل ہو رہی ہے اور دل اعتراف حقیقت کر رہا ہے۔

[تجلیات تاج الشریعہ ۱۶۳]

دوم: تصنیف وتالیف

باقاعدہ تصنیف گاہ میں فروکش ہو کر، مکمل یکسوئی کے ساتھ خاص مفوضہ وپروگرام کے تحت کچھ لکھنے کا موقع کہا؟ جو کچھ لکھا وہ سب وقتی تقاضے کو سامنے رکھ کر سفر، حضر میں جہاں جیسے وقت ملا لکھ دیا یا املا کرا دیا، اس صورت میں بھی کئی کتابیں معرض تحریر میں آگئیں۔

چنانچہ علوم حدیث سے متعلق حسب ذیل کتابیں انتہائی معیاری تحقیقی اور بلند وبالا اہمیتوں کی حامل ہیں:

تعلیقات علی البخاری

امام بخاری کی مشہور زمانہ تصنیف الجامع الصحیح للبخاری محتاج تعارف نہیں، علمی دنیا میں اسے بڑی اہمیت حاصل ہے اس لئے

اس کی کثیر شرحیں وحواشی لکھی گئیں اور سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

حضور تاج الشریعہ نے ان شروح وحواشی پر توجہ فرماتی اور بعض شارحین سے جولغزشیں واقع ہوگئی تھیں ان کی نشاندہی فرما کر حق واضح کیا۔

مثلاً حضرت امام بخاری نے ایک بات وضع فرمایا باب العلم قبل القول اس کے تحت فرماتے ہیں: وقال النبی ﷺ کہ من یرد اللہ بہ خیر ایفقہ فی الدین وانما العلم بالتعلم۔ یعنی اس عبارت میں دو حدیثیں پیش کی ہیں اوّل من یرد اللہ خیر الفقیۃ فی الدین اور دوسری حدیث انما العلم بالتعلم۔ [صحیح بخاری اول ۱۶]

علامہ علی احمد محدث سہارنپوری نے پہلی حدیث کو تسلیم کیا ہے جبکہ دوسری حدیث کو قول رسول کے بجائے امام بخاری کا قول مانا ہے، چنانچہ اس پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے امام کرمانی کا قول بلا تعدیل نقل کرتے ہیں:

”وھذا یحتمل ان یکون من قول البخاری۔“ [صحیح بخاری ۱۶/۱]

اس صورت میں دوسری حدیث کا ضائع ہونا لازم آتا ہے، اس لئے تحفظ حدیث کے جذبات سے سرشار ہوکر تاج الشریعہ محدث سہانپوری کا علمی محاسبہ فرماتے ہیں:

”بل ھو حدیث رفوع اورادہ فی مجمع الزوائد العلامۃ نور الدین علی بن ابی بکر الھیثمی والشیخ ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری قال اوردہ ابن ابی عاصم والطبرانی من حدیث معاویۃ ایضا بلفظ یایھا الناس تعلموا انما العلم بالتعلم والفقہ باتفقہ ومن یردانہ بہ خیر الیفقھہ فی الدین۔

اسنادہ حسن الا ان فیہ سبھما المتضد بمحیثہ من وبہ آخر وروی الزار نحوہ من حدیث ابن مسعود موقوفا ومن واہ ابونعیم الاصبھانی رفوعا وفی الباب عن ابی الدردا وغیرھم فلا یفتر بقول من جملہ من کلام البخاری۔ یعنی بلکہ یہ حدیث مرفوع ہے جس کو علامہ نورالدین ہیثمی نے مجمع الزوائد میں ذکر کیا ہے اور شیخ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا کہ اس کو ابنِ ابی عاصم اور طبرانی نے اس لفظ یعنی یا یھا الناس کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے، مگر اس میں کچھ ابہام ہے جو دوسری سند سے مروی ہونے کے سبب ختم ہو جاتا ہے اور اس کے مثل امام بزار نے ابن مسعود سے موقوفاً اور ابونعیم اصبہانی نے مرفوعاً روایت کی ہے اور اس باب میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے بھی روایت منقول ہے لہٰذا ان لوگوں کے کلام سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے جنہوں نے اسے امام بخاری کا کلام قرار دیا ہے۔“ [التعلیقات علی البخاری ۶۹]

اسی طرح امام بخاری ایک باب قائم کرتے ہیں: باب کراھیۃ التطاول علی الرقیق وقولہ عبدی وامتی۔

اس کے متعلق سہارنپوری صاحب طویل بحث کے بعد اپنے عقیدے کے مطابق لکھتے ہیں: فعلی ھذا لا ینبغی التسحیۃ بنحو عبد الرسول وعبد النبی و نحو ذالک مما یضاف العبد الی غیر اللہ تعالیٰ۔ یعنی عبدالنبی وعبدالرسول نام رکھنا مناسب نہیں اور ایسے ہی ہر وہ اسم جس میں لفظ عبد کی اضافت غیر اللہ کی طرف ہو مناسب نہیں ہے۔ [بخاری جلد اول ۳۴۶]

اس پر حضرت تاج الشریعہ سہارنپوری صاحب کی خبر گیری کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”افصح المحشی عن توھبہ ھنا حیث منع التسمیۃ بصبع الرسول وعبد النبی وکان من الواجب علیہ ان مجیب عن الایات والاحادیث التی وردفیھا اضافۃ العبد الی غیر اللہ تعالیٰ وسبحانہ۔ یعنی محشی نے اپنی وہابیت کو یہاں ظاہر کیا، اس لئے کہ انھوں نے عبدالرسول اور عبدالنبی نام رکھنے سے منع کیا، جبکہ ان پر واجب وضروری تھا کہ وہ ان آیات کریمہ اور احادیث شریفہ کی تاویل وتوجیہ کرتے جن میں لفظ عبد کی اضافت غیر اللہ کی طرف کی گئی ہے۔“ [تعلیقات علی البخاری ۱۰۷]

اس طرح سیکڑوں مقامات پہ تاج الشریعہ نے گہرائی کے ساتھ علمی وفکری اور تحقیقی وتنقیدی جائزہ لیا ہے اور علمی جواہر پارے سے پوری حاشیہ کو مزین کیا ہے۔

الصحابۃ نجوم الاھتداء

مشہور ومعروف حدیث اصحابی کالنجوم فبأیھم اقتدیتم اھتدیتم کی شرح وتحقیق پر مشتمل ہے علامہ محمد حسن ازہری اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یہ رسالہ ایک ایسے بالغ نظر محقق اور دوراس مفکر کی عالمانہ اور محققانہ تحریر ہے جو تنقیدی وتحقیقی دونوں صلاحیتوں کا مالک ہے، جن کی فکر میں گہرائی اور تحقیق میں جولانیت ہے آپ نے اس رسالہ میں حضور اکرم ﷺ کی ایک حدیث پاک اصحابی کالنجوم کا جس شرح وبط کے ساتھ تنقیدی وتحقیقی اور تجزیاتی جائزہ لیا ہے وہ خود محقق کی عالمانہ شان اور محققانہ قدرومنزلت کی منہ بولتی تصویر ہے۔

ڈاکٹر طیبہ عبدالروف جنہوں نے کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفےٰ میں مذکورہ حدیث پاک پر موضوع ہونے کا حکم لگایا پھر اپنے قول کو مستند کرنے کے لئے امام ذہبی کی کتاب المیزان کا حوالہ دیا ہے، شارح کتاب امام ملا علی قاری نے اجمالی طور پر اس حدیث کے متعدد طرق اور شواہد ومتابعات کو جمع (بقیہ ص ۷۴ پر)

حق بات ہر حال میں کہئے

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول سامی ہے کہ مجھے اتنی تکلیف کربلا میں نہیں ہوئی جتنی کوفہ والوں کے خاموش رہنے پر ہوئی کوفہ ایک شہر کا نام نہیں بلکہ خاموش قوم کا نام ہے، جہاں بھی ظلم ہو اور لوگ خاموش رہیں وہ کوفی ہیں۔

عدل وانصاف پر مبنی تعلیمات اسلام پر یقین رکھنے والے میرے دینی بھائیو! کیا آپ کو کوفی بننا پسند ہے؟ اگر نہیں تو پھر ظلم کے خلاف آواز کیوں نہیں بلند کرتے۔

سنجیدہ رہ کر اپنی بات کہہ دیا کریں، یہ فلاں صاحب ہیں، وہ فلاں صاحب ہیں، کیسے باشد صاف سچی بات کہنے کے ہم سب عادی ہو جائیں، رازق خدا ہے مالک خدا ہے روزی خدا کے ذمہ کرم پر ہے، ہماری حرکتوں پر شہیدان کربلا خوش ہونے کے بجائے ناراض ہوں گے، خود سچا رہو اور اچھوں اور سچوں کا ساتھ دو۔

قرآن مقدس میں ارشاد ہے: اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور وہ ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کسی کی ہیبت حق بات کہنے سے نہ روکے خواہ وہ کیسے ہی ہوں۔ [روح البیان، ج ا، ص ۲۵۳]

حق بات نہ کہہ پانے کی ایک اہم وجہ ان میں تلاش کریں، کیمیائے سعادت کے ۹۹۹ / پر ہے: الانسان عبد الاحسان۔ یعنی انسان احسان کا غلام ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بارگاہِ الٰہی میں مناجات فرمایا کرتے تھے، یاالٰہی کسی فاجر اور گنہگار کو یہ قدرت نہ دے کہ وہ مجھ پر احسان کرے کہ اس وقت میرا دل بھی اس کو دوست رکھے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ہدیہ آدمی کو بہرا، دیوانہ اور اندھا کر دیتا ہے۔ ہدیہ حکیم کی آنکھ کو اندھا کر دیتا ہے۔ [فتاویٰ رضویہ، ج ۲۱ ص ۶۲۶]

حضرت مولیٰ علی مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے: جس کے ساتھ تیری حاجت ہے تو اس کا تو قیدی اور اسیر ہے اور جو شخص تیرا محتاج ہو تو تو اس کا امیر ہے اور وہ تیرا اسیر ہے۔ [کیمیائے سعادت، ص ۵۸۳]

حرص وہوس کی وجہ سے فساق وفجار، اہل ثروت قابل تعظیم وتوقیر اور در خور اعتنا ہیں، کیوں کہ یہ حرص وہوس کے پیٹ کو بھر پور ایندھن دے دیتے ہیں، حرص وہوس کے پیٹ کو ایندھن نہ دے پانے والے اگر قابل تعظیم وعزت بھی ہوں تو بھی یہ حضرات کسی قطار وشمار میں نہیں۔

ذرا غور کیجئے کیا ہمارے معاشرے میں ایسا نہیں ہو رہا ہے؟ یقیناً ہو رہا ہے، ہمیں اس بچنا ہے، مولائے کریم ہم سے حق بولنے، حق سننے اور حق تسلیم کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین

راقم: محمد محبوب عالم اشرفی علیمی مصباحی پورنوی
خادم درس وافتا مدرسہ اشرفیہ اظہار العلوم، رانی بستی مورنگ نیپال
فاضل گرامی مدیر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے

حضرت مفتی محمد عبد الرحیم صاحب نشتر فاروقی رضوی زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ المولیٰ وبرکاتہ! بعد سلام سنت ورحمت خیریت طرفین نیک مطلوب۔

بڑی مسرت وخوشی ہے کہ ماہنامہ سنی دنیا کی ادارت جب سے آپ نے قبول کی ہے، اس کی رونق دوبالا ہو گئی ہے، آپ نے اس کی ترقی کے لئے جو قلیل مدت میں جدوجہد دل سے کی ہے، وہ قابل مبارک باد ہے، آپ جیسے فعال مرد میداں کی ضرورت تھی ؎

اے رضا ہر کام کا اک وقت ہے
دل کو بھی آرام ہو ہی جائے گا

آپ نے اپنی مساعی جمیلہ سے آج بارہ ہزار تک اسے پہنچا دیا ہے، یہ بڑی ہمت کی دلیل ہے، اپنی تیز گامی کا سفر جاری رکھیں، مسلک اعلیٰ حضرت کے شیدائی اور حضور تاج الشریعہ کے عقیدت مند آپ کے شانہ بشانہ چلنے میں اپنا مثالی کردار پیش کریں گے، پختہ قلم کاروں کے مقالات ومضامین سے مزین کرنے کی طرف پیش قدمی کرتے رہئے، مرکز کا ماہنامہ بڑا جاندار ہونا چاہئے، کہ وہ مرکزی آواز و افکار کا ترجمان ہوتا ہے۔

حضور خواجہ غریب نواز نمبر بہت محنت سے سایہ ثمر دار کی طرح لائیے تاکہ دنیائے سنیت کے پاس ایک شاندار، قابل دید اور یادگار سرمایہ ہو، مولیٰ تعالیٰ آپ کو قدم قدم پر کامیابی عطا فرمائے، جوش جنوں سے سرفراز کرے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ فقط والسلام

دعا گو طالب دعا: ولی محمد رضوی
خادم سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور، شریف راجستھان

ص ۱۰ / کا بقیہ

حالات اور اس کی اچھی یا بری عادات کا معلوم کرنا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سی بات پسند ہے اور کون سی ناپسند اور جو بات دل سے اعضا پر عبادات وعادات میں مترشح ہوتی ہے، اس کا جاننا بھی اسی علم میں داخل ہے۔ (جاری...)

क्या जवाब दिया?

जवाब : (I Shall be happy But I can not read Arabic)

तर्जमा: मुझे ख़ुशी होगी मगर मैं अरबी नहीं पढ़ सकता।

सवाल न.32: बताइये इमाम अहमद रज़ा का ज़मीन के बारे में साइंसी नज़रिया क्या था?

जवाब: आप ज़मीन के मरकज़ (केन्द्र) व साकिन होने (ठहरा हुआ होना) और सूरज के ज़मीन के गिर्द गरदिश करने के क़ाइल थे।

सवाल न.33: बताइये आपने फ़ौज़े मुबीन नामी किताब में हरकते ज़मीन का रद्द कितने दलाइल से किया है?

जवाब : 105 दलीलों से।

सवाल न. 34: बताइये यह किस फ़ाज़िल ने कहा था कि मुमताज़ साइंसदाँ न्यूटन इमाम अहमद रज़ा का शार्गिद मालूम होता है?

जवाब : सिराज अहमद ने।

सवाल न.35: ''इमाम अहमद रज़ा ख़ान जदीद सांइस की रोशनी में'' बताइये यह इल्मी मक़ाला किस फ़ाज़िल का तहरीर करदा है?

जवाब : एम. हसन इमाम मुल्क पुरी का।

सवाल न.36: बताइये एम. हसन इमाम मुल्क पुरी के उस गिराँक़द्र मक़ाला की तरतीब का मुहर्रिक कौन था?

जवाब : फ़तावा रज़विया जिल्द अव्वल का मुताला।

सवाल न.37: मैं इमाम अहमद रज़ा की रियाज़ी, अरज़ियाती, फ़लकियाती और माद्दी साइंसी इन्किशाफ़ात से काफ़ी हद तक मुतास्सिर हूँ बताइये यह अलफ़ाज़ किस फ़ाज़िल के हैं?

जवाब : एम. हसन इमाम मुल्क पुरी के।

सवाल न.38: बताइये इल्मे कीमिया के मुहक्क़िक़ीन के लिए इमाम अहमद रज़ा की कौन सी तहरीर नई दावते फ़िक्र अता करती है?

जवाब : फ़तावा रज़विया जिल्द अव्वल सफ़ा 668।

सवाल न.39: इमाम अहमद रज़ा के नुस्ख़ाए कीमिया को अगर बुन्याद बनाकर रिसर्च की जाए तो मौजूदा इल्म कीमिया फ़क़त माज़ी की याद बन कर रह जाएगा बताइये यह रिमार्क किस के हैं?

जवाब : एम. हसन इमाम मुल्क पुरी के।

सवाल न.40: इमाम अहमद रज़ा की उस तहरीर में इल्मे कीमिया के जानने वालों को एक अनोखी चीज़ मालूम होती है। बाताइये वह तहरीर क्या है?

जवाब: कान से निकलने वाली हर चीज़ गंधक और पारे के मिलाप का नतीजा है, गंधक नर और पारा मादा के फ़राइज़ अंजाम देता है।

शेरो सुख़न

सवाल न.1: इमाम अहमद रज़ा की मज़हबी शायरी में सदाक़त के मौज़ू पर गौरखपुर यूनीवर्सीटी के एक फ़ाज़िल प्रौफ़ेसर ने मज़मून तहरीर किया है। आप नाम बताइये?

जवाब: डा. अब्दुल सलाम संदेलवी एम.ए. एल.एल. बी. पी.एच.डी.।

सवाल न.2: वाडिया कालिज पूना में उर्दू व फ़ारसी के सदर डा. अमानत ने इमाम अहमद रज़ा की शायरी पर एक मज़मून तहरीर फ़रमाया है, बताइये किस उनवान से?

जवाब: इमाम अहमद रज़ा की मज़हबी शायरी।

सवाल न.3:

गुंचाए न शगुफ़्ता को दूर से मत दिखा कि यूँ
बोसा को पूछता हूँ मैं मुहँ से बता ज़रा के यूँ

यह शेर मिर्ज़ा असद उल्ला ख़ान ग़ालिब का है, इस ज़मीन में इमाम अहमद रज़ा ने भी नात कही है, आप उसका कोई शेर सुना दीजिए?

जवाब: मैं ने कहा के जलवए असल में किस तरह गुमें सुबह ने नूरे महर में मिट कर दिखा दिया कि यूँ

सवाल न.4: इमाम अहमद रज़ा ने अपने वालिदे माजिद के सने् विलादत और वफ़ात पर मुताअद्दिद तारीख़ी जुमले इरशाद फ़रमाए थे क्या आप उनमें से चन्द एक बता सकते हैं?

जवाब: विलादत के तारीख़ी जुमले यह हैं (1246 हिजरी) (1246 हिजरी) (1246 हिजरी) वफ़ात के तारीख़ी जुमले यह हैं (1297 हिजरी) (1297 हिजरी) (1297 हिजरी)

सवाल न.5: आलाहज़रत का वह मिसरा बताइये जिसमें उन्होंने अपना अपने वालिदे माजिद का, और अपने दादा जान का नाम के साथ ज़िक्र किया है?

जवाब: अहमदे हिन्दी रज़ा इब्ने नक़ी इब्ने रज़ा।

सवाल न.6: आलाहज़रत ने अपना नाम अब्दुल मुस्तफ़ा रखा हुआ था, वह शेर सुनाइये जिसमें उन्होंने यही नाम इस्तेमाल किया है?

जवाब :

ख़ौफ़ न रख रज़ा ज़रा तू तो है अब्दे मुस्तफ़ा
तेरे लिए अमान है तेरे लिए अमान है

000

(जारी है---)

कराया था?
जवाबः नवाब वज़ीर अहमद खाँन से।
सवाल न.15: अख़बार के उस तराशे पर जब इमाम अहमद रज़ा से राय ली गई तो बताइये उन्होंने मकतूब मिनहु (मौलाना जफ़रुद्दीन बिहारी) को जवाब में क्या लिखा था?
जवाबः कैसी अजीब बेइदराक की तहरीर है जिसे हैअत का एक लफ़्ज नहीं आता, सरापा अग़लात से ममलू है।
सवाल न.16: बताइये आलाहज़रत ने इल्मे हैअत के मुतअल्लिक़ फ़ाज़िलाना बहस करते हुए प्रोफ़ेसर अलबर्ट पोरटा के ब्यान पर कितने मुआख़ज़ात क़ायम किये थे?
जवाबः सत्रह।
सवाल न.17: बताइये सत्रह मुआखज़ात क़ायम करने के बाद इमाम अहमद रज़ा ने आख़िर में क्या लिखा था?
जवाबः ब्याने मुंजिम पर और मुआखज़ात ळभी हैं मगर सत्रह के लिए सत्रह पर ही इक्तिफ़ा करता हूँ।
सवाल न.18: बताइये मुईनुल मुबीन बहरे दौरे शम्स व सूकूने ज़मीन का सने तसनीफ़ क्या है?
जवाबः 1338 हिजरी 1919 ईसवीं।
सवाल न.19: बताइये यह रिसाला किस ज़बान में तहरीर किया है?
जवाबः उर्दू ज़बान में।
सवाल न.20: बताइये पहले पहल यह रिसाला बरेली के किस महनामे में क़िस्त वार शाय हुआ था?
जवाबः अल रज़ा में सफ़र व रबीउल अव्वल 1338 हिजरी 1919 ईसवीं।
सवाल न.21: बताइये इस रिसाले का मुताअला करने के बाद पाकिस्तान के किस फ़ाज़िल ने कहा था कि ज़रुरत है कि कोई फ़ाज़िल अमरीकी हैअतदाँ प्रोफ़ेसर अलबर्ट पोरटा के मज़ऊमात और इमाम अहमद रज़ा के मुआखज़ात व तहक़ीक़ात का इल्मी तजज़िया और तक़ाबुल करे और उनकी क़द्र व क़ीमत का अंदाज़ा लगाए, ख़ुसूसन उस सूरत में जबकि इमाम अहमद रज़ा के मुक़ाबले में पोरटा के सारे अंदाजे ग़लत साबित हुए?
जवाबः प्रोफ़ेसर डा. मुहम्मद मसऊद अहमद ने।
सवाल न.22: जामिया राशिदया (पीरजोघोट) सिन्ध के उस शैख़ अल जामिया का नाम बताइये जिनके पास इस रिसाले का मखतूता महफ़ूज़ है?
जवाबः मौलाना तक़द्दुस अली खाँन।
सवाल न.23: इमाम अहमद रज़ा का यह रिसाला रोज़े नाम जंग किराची ने भी शाय किया था बताइये कब?
जवाबः शुमारा जनवरी 1980 ईसवीं।
सवाल न.24: पाकिस्तान के उस हफ़्त रोज़ा का नाम बताइये जिसने 22 जनवरी 1980 ईसवीं को इमाम अहमद रज़ा का यही रिसाला शाय किया था?
जवाबः हफ़्त रोज़ा उफ़क़ कराची।
सवाल न.25: इस्लामिया कालिज लाहौर के उस प्रिंसिपल का नाम बताइये जो इमाम अहमद रज़ा के मुआसेरीन में थे और उनसे बेहद मुतास्सिर भी?
जवाब : प्रोफ़ेसर हाकिम अली।
सवाल न.26: इमाम अहमद रज़ा की उस किताब का नाम बताइये जो उन्होंने प्रोफ़ेसर हाकिम अली की एक तहरीर के जवाब में लिखी थी?
जवाबः नुज़ूले आयाते फ़ुर्क़ान बसुकूने ज़मीन व आसमान।
सवाल न.27: बताइये कि इस किताब का सने तसनीफ़ क्या है?
जवाबः 1338 हिजरी 1919 ईसवीं।
सवाल न.28: हरकते ज़मीन की ताईद में प्रोफ़ेसर हाकिम अली ने दो तफ़सीरों के हवाले के साथ इमाम अहमद रज़ा को चौदह जमादुल अव्वल 1339 हिजरी 1920 ईस्वीं को एक मकतूब रवाना किया था बताइये उसके जवाब में आलाहज़रत ने कितनी तफ़ासीर के हवाले दिये थे?
जवाबः 28 कुतुबे तफ़ासीर के।
सवाल न.29: बकौल इमाम अहमद रज़ा पहले पहल ईसाई ळभी सुकूने अरज़ी के क़ाइल थे बताइये सबसे पहले यानी 1530 ईसवीं में किस नसरानी साइंसदाँ ने सुकूने अरजी का इन्कार किया था?
जवाब : कोपर नेक्स ने।
सवाल न.30: बताइये इमाम अहमद रज़ा से यह किसने कहा था कि अफ़सोस मैं अरबी से नावाक़िफ़ हूँ और आप अंग्रेजी से क्या ही अच्छा होता कि अरबी कुतुब का तर्जमा उर्दू में हो जाता फिर मैं अंग्रेजी में उसे शाय कर देता?
जवाबः डा. सर जियाउद्दीन अहमद वाइस चांसलर ने।
सवाल न.31: 1979 ईसवीं को डा. मसऊद ने जब मशहूर सांइसदाँ प्रोफ़ेसर डा. अब्दुल सलाम को इमाम अहमद रज़ा के कुतुब व रसाइल की तरफ़ मुतवज्जेह किया तो बताइये उन्होंने माज़रत करते हुए

आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा कुइज़

मुरत्तिबः प्रो० हाफ़िज़ मौहम्मद शकील औज, कराची यूनिवर्सिटी, कराची
पेशकशः मोहम्मद आमिल हुसैन, बाज़ार संदल खाँ बरेली शरीफ़ (किस्त-11)

सवाल न.42: उस फ़ाज़िल प्रोफ़ेसर का नाम बताइये जिसने आलाहज़रत के मआशी निकात पर एक मुफ़स्सल रिसाला तहरीर फ़रमाया?
जवाबः प्रोफ़ेसर मुहम्मद रफ़ी उल्लाह सिद्दीक़ी।
सवाल न.43: बताइये प्रोफ़ेसर मुहम्मद रफ़ी उल्लाह सिद्दीक़ी ने यह मक़ाला किस अज़ीम मुहक्क़िक़ के ईमाँ पर क़लमबन्द किया?
जवाबः प्रोफ़ेसर मुहम्मद मसऊद अहमद के।

जदीद साइंस

सवाल न.1: Atom के बारे में इमाम अहमद रज़ा के नज़रियात पर किस फ़ाज़िल ने क़दरे तफ़सील से रोशनी डाली है?
जवाबः शब्बीर हसन बस्तवी ने।
सवाल न.2: इमाम अहमद रज़ा का रिसाला फ़ौज़े मुबीन दर रद्दे हरकते ज़मीन किस ज़बान में तहरीर किया गया है?
जवाबः उर्दू में।
सवाल न.3: इमाम अहमद रज़ा ने शर्हे हिकमतुलअैन के बाज़ मंदरजात को मुहमल (बेकार) क़रार दिया है, बताइये यह किसकी तसनीफ़ है?
जवाब : नजमुद्दीन अली इब्ने मुहम्मद अल क़ज़वीनी 675 हिजरी की।
सवाल न.4: इमाम अहमद रज़ा ने के भी बाज़ मुंदरजात को मुहमल क़रार दिया है बताइये यह शरह किसने लिखी है?
जवाब शम्सुद्दीन मुहम्मद इब्ने मुबारक सीरक बुख़ारी ने।
सवाल न.5: बताइये इमाम अहमद रज़ा ने मसअला गर्दिशे ज़मीन पर बहस करते हुए इस्लाम के किस मशहूर फ़लसफ़ी के बाज़ ख़्यालात पर शदीद तन्क़ीद की है?
जवाबः शैख़ बू अली सीना की।
सवाल न.6: इस्लामिया कालिज लाहौर के उस प्रिंसिपल का नाम बताइये जिसने साइंस की जदीद नज़रियात के सिलसिले में बज़रियाए मुरासलात इमाम अहमद रज़ा से तबादलाए ख़्याल किया था?
जवाबः प्रोफ़ेसर हाकिम अली ने।
सवाल न.7: बताइये इमाम अहमद रज़ा ने ख़र्क़ व इल्तियाम ख़ला और एटम वग़ैरा के मुतअल्लिक़ अपने ख़्यालात का इज़हार करते हुए किन साइंस दानों पर तन्क़ीद की है?
जवाबः आइज़क न्यूटन, अलबर्ट आइन्सटीन और अलबर्ट एफ़ पोरटा वग़ैरा पर।
सवाल न.8: बताइये ख़र्क़ व इल्तियाम के बारे में क़दीम फ़लासफ़ा के बरअक्स इमाम अहमद रज़ा की थ्यूरी क्या है?
जवाबः ख़रक व इत्तियाम के क़ाइल है।
सवाल न.9: बताइये ख़ला पर बहस करते हुए इमाम अहमद रज़ा ने क्या नज़रिया पेश किया है?
जवाबः फ़लसफ़ा क़दीमा ख़ला को मुहाल मानता है हमारे नज़दीक वह मुमकिन है।
सवाल न.10: आइज़क न्यूटन ने एटम के बारे में जो नज़रिया पेश किया है बताइये इमाम अहमद रज़ा ने कितनी दलीलों से उस नज़रिये को रद किया है?
जवाब : 5 दलीलों से।
सवाल न. 11: उन दो मशहूर सांइसदानों के नाम बतलाइये जो इमाम अहमद रज़ा के मुआसेरीन में शुमार होते हैं?
जवाब : प्रोफ़ेसर अलबर्ट आइन्सटाइन, अलबर्ट एफ़ पोरटा।
सवाल न. 12: अमरीकी हैअतदाँ प्रोफ़ेसर अलबर्ट एफ़ पोरटा ने 17 दिसम्बर 1919 ईसवीं को क़ियामते सुग़रा यानी दुनिया की हलाकत की पेशीनगोई की थी जिसके जवाब में इमाम अहमद रज़ा ने एक मुहक्क़िक़ाना रिसाला लिखा था बताइये किस नाम से?
जवाबः मुईनुल मुबीन बहरे दौरे शम्स व सूकूने ज़मीन।
सवाल न. 13: बताइये यह पेशीनगोई कब और कहाँ शाय हुई थी?
जवाबः बांकीपुर पटना भारत के अंग्रेज़ी अख़बार एक्प्रेस के 18 अक्टूबर 1919 ईसवीं के शुमारे में।
सवाल न.14: बताइये इमाम अहमद रज़ा ने अंग्रेज़ी अख़बार के उस तराशा का उर्दू तर्जमा किससे

negate anything which is essential for him, i.e. he states such a word which is considered to be disgrace (insolent) with respect to him, (6) or should he ascribe committing the enormity to him, (7) or refer him to flattery in conveying the message of Allah or in judgement among the people, (8) or devalue (i.e. belittle) his rank, or degrade his extreme (i.e. illustrious) lineage, or decrease his plentiful knowledge or virtuousness (i.e. try to show it to be insignificant), (9) or should he refute deliberately such issues which are reported from his holiness and have been widespread, in order to refute his Hadith (tradition), (10) or should he announce a silly word or ugly speech, or any sort of swearing concerning him, even if should it appear through his condition that neither he intended to condemn his honour nor to abuse him, but either (he announced such), (1) due to illiteracy which urged him on such a word (which) he pronounced, (2) or due to displeasure, (3) or because of any unlawful, (4) or because of lack of observation and holding the tongue (i.e. because of lack of controlling the tongue), (5) or (he pronounced it suddenly) because of arrogance and rashness.

So the ruling of this aspect is the same ruling which applies to the first way i.e. assassination (execution) without hesitation. (i.e. meaning that he will be killed without any hesitation as the ruling is based on the obvious)

We have numbered those (points) in the phrase of Shifa, which are not accepted as credible excuses. Is this phrase not refuting through its every word the condition of intention which was mentioned by the author at many places? And the author himself has declared it to be unreliable (not credible) through his absolute and unconditional words through his self mentioned standard. However the declaration to this is entered by the author on page 9 of his article: "sarcasm about any ruling of sacred law, or quoting a statement of unbelief-even jokingly, without believing it – when one's intention is sarcasm [about religious matters]"

It must be asked whether the author has not abolished the intentions of that person through his own saying: "even jokingly, without believing it". Again is it the weakness of his memory or headstrongness, as forgetting the previous words added to this very word that "when ones intention is sarcasm".

The author is habitual in announcing contrary words (making contrary statements); one more example of this is presented to the spectators. The author is saying on page 2 of his article: "to deny anything of the first category above constitutes plain and open unbelief. It includes such things as denying of oneness of all ALLAH, the attributes of Prophet hood, that Prophetic Messenger hood has ended with MUHAMMAD(ALLAH bless him peace)...."

Didn't the spectators witness that he replaced at the very place the admission with the denial saying, "No position upon which one scholar may disagree with another because of evidence from the Quran, Hadith,

(Cont ....)

not directing clearly to the clear word in the sense of infidelity, either intended or not. And the coalition of the theologian leaders (A'immah) has gone by regarding it. Whoever disagrees to this is the refuser of the coalition.

There is no look at his disagreement (i.e. There is no credibility in his disagreement). This is the very sense you explained through the standard admitted by yourself. Even then you take cover of the difference by the Ulama, breaking the self appointed standard, and remaining self admittedly, unable to defend Deobandis, violating not only the coalition of leaders (A'immah), but you announce saying to the Qur'an that they never intended rudeness, you are thus free to do all.

It is mentioned in Shifa Shareef as follows:

إذ لا يغدر احد في الكفر بالجهالة ولا بدعوى زلل اللسان ولا بشيء مما ذكر. (شفاء 2/ 204)

"Because (of this) Neither will anyone be excused in case of infidelity, because of illiteracy (Jihaalat) or (because of) claiming slip of the tongue (Sabqat Lisaani), nor will it be considered to be excused due to any one of the reasons mentioned by us."

(Shifa Vol.2 Page 204)

How many evidences are in this phrase of "Shifa"! Spectators must count looking at it. And the spectators must decide whether they are consenting or inconsistent with the author (i.e. in support of or against the views of the author). Again it should be considered whether the issues, which Shifa has decided to be infidelity, are alike to the phrases of deobandis, or the deobandis phrases even surpass them (in the sense of being slandering). Including the author and spectators, all are called to consider this. Again they should deliberate the last words of Shifa. How clear he said absolutely without any condition that: "Neither will anyone be excused in case of infidelity, because of illiteracy (Jihaalat) or (because of) claiming slip of the tongue (Sabqat Lisaani)"

Although the unwillingness is surely evidenced (definitely proven), in case of illiteracy and in case of claiming lapses language (slip of the tongue), the intention is clearly denied. And the last word "nor will it be considered to be excused due to any one of the reasons mentioned by us", has emphasized it even more.

The second aspect to state the ruling of pronouncing the infidelity word (Kalma-e-Kufr – کلمہ کفر) in connection with this high excellency without intention of swearing.

This second way is attached with the first in obviousness and clearness. And this way (is) in case the speaker neither has no intention to swear or to disgrace (insult) his honour (Sall Allahu ta'ala alaihi wasallam) through whatever he pronounced nor he has such beliefs. However he pronounced the infidelity word concerning his honour i.e.

(1) should he pronounce swearing, (2) or (the) cursing word regarding his honour, (3) or should he refute him, (4) or should he attribute to his honour such a thing which should be impossible for him, (5) or should he

A JUST ANSWER TO THE BIASED AUTHOR

REFLECTING THE TRUE MEANING OF "IMAN, KUFR AND TAKFEER"

By: Taajush Shariah Allama Mufti Muhammad Akhtar Raza Khan Qadri Azhari (Allah Preserve him)

Part (13)

(Cont..........)

They will make excuses to you when you return to them; Say, "Do not make excuses - we shall never believe you - Allah has given us your tidings; and Allah and His Noble Messenger will now see your deeds, and then you will return to Him Who knows everything, the hidden and the visible - He will inform you of all what you used to do." [Surah Taubah 9:94]

It becomes very clear through the sacred words that no one is allowed to pronounce ridiculous words in connection to the Holy Prophet, and no intention is required here, but at such a juncture, even if one declares that, I never intended so, it should never be heard and it will not be considered as an excuse and joking in this place is alias to seriousness, as it is in the phrase of Zawajir wherein it is stated that: "….. or pronounce a word pointing on infidelity……"

It is stated in Rooh-ul-Ma'ani that:

واستدل بعضهم بالاية على ان الجد واللعب في إظهار كلمة الكفر سواء، ولا خلاف بين الائمة في ذلك

(صـ 10/ 449روح المعاني)

"Some Ulama have derived from this verse that the verdict about the clear infidelity word is alike in seriousness and joking and there is no disagreement by A'ima in this matter."

(Rooh-ul-Ma'aani page 449, Vol.10)

It is mentioned in Ma'alim:

قال محمد بن اسحاق الذي عفي عنه رجل واحد و مخشى بن حمية الاشجعي يقال هو الذي كان يضحك ولا يخوض، وكان يمشي مجانبا لهم وينكر بعض ما يسمع. (صـ 2/ 308)

"Mohamed Ibn Ishaq has said that the person who was granted forgiveness was a person called Makhshi Ibn Hamir Al-Ashja'e. It has been said that this very person was laughing, but was not participating in babbling and was marching aside (separate from) the people who were engrossed in talking nonsense and was disagreeing to some words he was hearing."

(Ma'alim page.308, Vol.2)

The words of Rooh-ul-Ma'ani has just gone by, but it was inferred through the Quranic words, which was explained by Ma'alim that even laughing over this word is infidelity although the person never says any word by mouth, whereas there is more capacity of unwillingness while laughing in comparison with a clear statement, as sometimes, laughing takes place unintentionally.

Now look at these words by the author in many places and remember the standard which the author appointed himself and think what a contradiction this is? And what a show! There is a (clearly) heap of broken standards in front (i.e. coming forth from the standards appointed by him). Well O' author! Is the last paragraph of Rooh-ul-Ma'ani "there is no disagreement by A'ima in this matter"

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اولاد پر ماں باپ کا حق کیا ہے؟ فرمایا وہ دونوں تمہاری جنت اور دوزخ ہیں، یعنی جو دونوں کو خوش رکھے گا اسے جنت ملے گی اور جو انھیں ناراض کرے گا اسے دوزخ۔

جماعت رضائے مصطفےٰ ممبئی ہیڈ آفس کی جانب سے

اہل ممبئی کے لئے ایک حسین موقع

امام اہلسنت سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ تنظیم جماعت رضائے مصطفےٰ کے زیر اہتمام ممبئی کے اپنے اپنے علاقوں میں جماعت رضائے مصطفےٰ کی شاخ قائم کریں، ساتھ ہی ساتھ سنی دینی نشست بھی قائم کریں جیسا کہ جماعت رضائے مصطفےٰ ہیڈ آفس ممبئی کے زیر اہتمام ممبئی کے بہت سے علاقوں میں شاخیں اور **سنّی دینی نشست** قائم ہیں جس سے دین وسنیت کا صحیح پیغام حضور تاج الشریعہ جانشین حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا الشاہ مفتی **محمد اختر رضا خان** قادری ازہری مدظلہ النورانی کی سرپرستی اور شہزادہ تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی **محمد عسجد رضا خان** قادری صاحب قبلہ کی صدارت میں علمائے اہل سنت کے ذریعے سے عام کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ممبئی کے جن علاقوں میں مرکز اہل سنت سے جڑنے، اپنے اپنے علاقوں میں جماعت رضائے مصطفےٰ کی شاخ قائم کرنے، سنی دینی نشست قائم کرنے اور دیگر مرکزی کاموں کے لئے جماعت رضائے مصطفےٰ ہیڈ آفس ممبئی سے رابطہ قائم کریں۔

Contact

Rafique Qadri
Mobile No.
81088 11358

Nazim Razvi
Mobile No.
86550 92786

Khursheed Razvi
Mobile No.
80824 85437

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82, SAUDAGRAN, DARGAH AALA HAZRAT, BAREILLY SHARIF (U.P.) PIN : 243003
EDITOR, PRINTER, PUBLISHER & PROPRIETOR : ASJAD RAZA KHAN
Printed at Faiza Printers, Hamidi Complex, Bada Bazar, Bareilly Sharif (U.P.) Mob.: 9368643470

TITLE CODE : UPMUL00639
RNI REFERENCE NO.: 1279986
PER COPY : RS. 20:00
PER YEAR : RS. 250:00

Hadeeth Shareef

Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said : I was told that Allah's Messenger (Sallallahu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer," so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said,"What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr ?" I replied, "I have been told, Messenger of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, yet you yourself are praying while sitting."He said, "Yes, but I am not like one of you." (Muslim Sharif)

May-2017

₹ 20/-

شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ مطابق مئی ۲۰۱۷ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دنیا

بریلی شریف

ماہ شعبان المعظم کے فضائل و معمولات

حاسدین رضا کے نام

تین طلاقوں کا شرعی حکم

والدین کے ساتھ حسن سلوک! قرآن و حدیث کی روشنی میں

سیدنا سالار مسعود غازی! ولادت سے شہادت تک

طلاق ثلاثہ پر پابندی! آئین ہند کی صریح خلاف ورزی

چیف ایڈیٹر

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی



دنیائے سنیت کی عظیم درسگاہ
مرکز الدراسات الإسلامية
جامعۃ الرضا
بریلی شریف یوپی، ہند
سینٹر بلڈنگ
Jamiat ur Raza
Azahri Hostel
ازہری ہاسٹل
Managed by باہتمام
IMAM AHMAD RAZA TRUST
82, Saudagaran,
Bareilly Shareef (U.P.)
امام احمد رضا ٹرسٹ
۸۲/سوداگران، بریلی شریف (یوپی)
وقت کی اہم ضرورت
احیاءِ سنت کی اس عظیم تحریک کو گھر گھر پہونچایئے
سنیوں کا سرمایۂ افتخار
اتحاد بین المسلمین کی داعی
سسکتی اور بلکتی انسانیت کی صدا
جماعت رضائے مصطفیٰ
JAMAA'AT RAZA-E-MUSTAFA
Head Office BAREILLY

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

MAY - 2017ء شعبان المعظم ۱۴۳۸ھ / مطابق مئی ۲۰۱۷ء

Vol. 2 جلد نمبر ۲

Issue 5 شمارہ نمبر ۵

نوٹ:
رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9936645125, 9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

فی شمارہ ۲۰ روپے	زرسالانہ ۲۵۰ روپے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے	دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

قانونی انتباہ:
کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرسالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زرسالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

رابطہ کا پتہ Cont. Add دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲، سوداگران، بریلی شریف، یوپی

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82, SAUDAGRAN, BAREILLY SHARIF (U.P.) Pin-243003
Contact no.: 0581-2458543, 2472166, 3291453
E-mail : sunniduniya@aalaahazrat.com,
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com,
Visit Us : www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

حاسدین رضا کے نام...

از: مولانا سید اولادرسول قدسی

ہیں وہ احمد کی رضا پھر تجھ کو کیا
ان پہ رحمت ہے فدا پھر تجھ کو کیا

ان کی ہے مرہون منت سنیت
حق یہی ہے با خدا پھر تجھ کو کیا

ذات با برکات ان کی بن گئی
آیت رب علیٰ پھر تجھ کو کیا

ہم نے پیغام رضا کو چار سو
عام دنیا میں کیا پھر تجھ کو کیا

گونجتی ہے آج ہر سو دہر میں
اعلیٰ حضرت کی صدا پھر تجھ کو کیا

ان کے اقوال مبارک سے ملی
قلب ایماں کو جلا پھر تجھ کو کیا

ان کا علمی کارنامہ بن گیا
مصطفےٰ کا معجزہ پھر تجھ کو کیا

ہم کو ملتی ہے بریلی میں عجب
شہر طیبہ کی ہوا پھر تجھ کو کیا

ہے مسلم ان کی تحقیق انیق
کہتے ہیں ہم برملا پھر تجھ کو کیا

بے بدل قرآن کا ہم کو ترجمہ
کنزالایماں نے دیا پھر تجھ کو کیا

دیکھ کر ان کے فتاوے کا جمال
ذہن روشن ہو گیا پھر تجھ کو کیا

درمیان حق و باطل آپ نے
فرق واضح کر دیا پھر تجھ کو کیا

عین ایمان و شریعت ہے یہی
مسلک احمد رضا پھر تجھ کو کیا

کر دیا تیغ قلم سے آپ نے
ملحدوں کا سر جدا پھر تجھ کو کیا

ہم لگاتے ہی رہیں گے تا حیات
نعرہ ان کے نام کا پھر تجھ کو کیا

ان کے مسلک پر صمیم قلب سے
مرد مومن مرمٹا پھر تجھ کو کیا

سنت سرکار کی آئینہ دار
ان کی ہے ہر ہر ادا پھر تجھ کو کیا

نسبت شہر بریلی پر ہمیں
خوب آتا ہے مزہ پھر تجھ کو کیا

عشق میں ڈوبا ہوا ان کا کلام
روح مومن کی غذا پھر تجھ کو کیا

سنیوں کا بچہ بچہ بے خطر
ان پے قرباں ہوگیا پھر تجھ کو کیا

بدعقیدوں کے اڑے ہوش و حواس
سنتے ہی نام رضا پھر تجھ کو کیا

وہ مجدد ہی نہیں تجدید ہیں
اہل سنت نے کہا پھر تجھ کو کیا

یوں کیا ابطال باطل آپ نے
حق منور ہو گیا پھر تجھ کو کیا

ان کے دامان کرم میں آتے ہی
قرب حق ہم کو ملا پھر تجھ کو کیا

سارے گستاخ نبی کو آپ نے
چاروشانے چت کیا پھر تجھ کو کیا

یوں ہی جلتا رہ حسد کی آگ میں
ہم بنے اہل وفا پھر تجھ کو کیا

ان کی تصنیفات سے ہم کو ملی
دائمی نور و ضیا پھر تجھ کو کیا

ان کی نعتوں کا ذخیرہ صبح و شام
ہے وظیفہ زیست کا پھر تجھ کو کیا

ہم نے ان کے علم پر فکرو نظر
حاسدا سب تجدیا پھر تجھ کو کیا

فکر کر تو اپنے خود انجام کی
ان سے راضی ہے خدا، پھر تجھ کو کیا

جب چلی ان کے دلائل کی ہوا
کفر اوندھے منہ گرا پھر تجھ کو کیا

خطہ خطہ شرق کا اور غرب کا
ان کا ہے مدحت سرا، پھر تجھ کو کیا

ان کے لب پر سرور عالم کا نام
جاری و ساری رہا پھر تجھ کو کیا

روضۂ شاہ زمن کے سامنے
سجدۂ دل ہے روا، پھر تجھ کو کیا

وہ ہمارے ہیں محافظ ان کی ہم
کرتے رہتے ہیں ثنا پھر تجھ کو کیا

رکھنا ہے راضی بہر صورت انہیں
خواہ دنیا ہو خفا، پھر تجھ کو کیا

ان کی تصنیفات و تعلیمات کو
رب نے بخشی ہے بقا پھر تجھ کو کیا

ان کا دربار حسیں ہے بالیقیں
اہل حق کا آسرا پھر تجھ کو کیا

آپ نے لکھا سلام بے مثال
عشق والفت سے بھرا پھر تجھ کو کیا

بغض ان سے جو رکھے ہے وہ شقی
ان پہ نازاں اتقیا، پھر تجھ کو کیا

ان کے دم سے اولیا کی شان کا
دل میں جلتا ہے دیا پھر تجھ کو کیا

جلوت وخلوت میں، رزم و بزم میں
ہم نے نام ان لیا، پھر تجھ کو کیا

ان کے روشن طرز استدلال پر
خم زمانہ ہو گیا پھر تجھ کو کیا

جب چھڑا ان کا کہیں ذکر جمیل
ذرہ ذرہ جھوم اٹھا، پھر تجھ کو کیا

سن کے ان کی کاوش معراجیہ
خود ادب حیراں ہوا پھر تجھ کو کیا

ان کے اعدا نے بھی مانا ہے انہیں
رہبر دین ہدیٰ، پھر تجھ کو کیا

اعلیٰ حضرت کے قلم بے باک نے
لکھ دیا سو لکھ دیا پھر تجھ کو کیا

گنگنا کر ان کا دلکش ہر کلام
عشق کا جذبہ بڑھا، پھر تجھ کو کیا

ہو مبارک تجھ کو صلح کلیت
ہم ہیں شیدائے رضا پھر تجھ کو کیا

ہم نے ان کو اہل سنت کا امام
جانا مانا اور کہا پھر تجھ کو کیا

جب پڑھا ہم نے قصیدہ نور کا
نور کی چھائی گھٹا، پھر تجھ کو کیا

رہتی ہے ہر دم تنی ان کے طفیل
سر پہ رحمت کی ردا پھر تجھ کو کیا

بد عقیدوں سے ہو گئی نفرت ہمیں
ہم پہ رنگ ان کا چڑھا، پھر تجھ کو کیا

رب نے سر تا پا بنایا آپ کو
پیکر صدق وصفا پھر تجھ کو کیا

نام ان کا سن کے تو جل بھن گیا
روئے سنی کھل اٹھا، پھر تجھ کو کیا

غیر معمولی عجب مقبولیت
رب نے ان کو کی عطا پھر تجھ کو کیا

ان کا پیرو کار رب کے فضل سے
سیدھے رستے پہ چلا، پھر تجھ کو کیا

ذکر ان کا حق پسندوں کے لئے
درد دل کی ہے دوا پھر تجھ کو کیا

کیوں نہ خوش بختی پہ ہم کو ناز ہو
وہ ہمارے مقتدا، پھر تجھ کو کیا

بن گئے وہ عشق حق میں ڈوب کر
نور چشم مصطفےٰ پھر تجھ کو کیا

لیتے ہی ان کے توسل کا عصا
ہو گئی بے بس بلا، پھر تجھ کو کیا

ان کے چرخ علم انور سے
راز سربستہ کھلا ، پھر تجھ کو کیا
دُکھتی رگ پہ جب پڑا دست رضا
نجد میں ماتم بپا ، پھر تجھ کو کیا
دیو کے بندوں نے ہوکر بے نقاب
خوب شور وغل کیا ، پھر تجھ کو کیا
تھام لو دامن رضا کا مومنو !
ہے یہ ملت کی ندا ، پھر تجھ کو کیا
ہم رضا کے اور ہمارے ہیں رضا
کہہ چکے یہ بارہا ، پھر تجھ کو کیا
کیوں نہ ہوں ہم ان کے ملک پر نثار
ہے یہ دولت بے بہا ، پھر تجھ کو کیا
فرض ہے ردّ وہابی یاد رکھ
ہے یہ اصل مدعا ، پھر تجھ کو کیا
ان ملک پر خدایا موت دے
ہے ہماری یہ دعا ، پھر تجھ کو کیا
قول ہے ان کا زباں پر ہو درود
روز وشب صبح ومسا ، پھر تجھ کو کیا
ہو رہی ہم پہ ان کی صبح و شام
بارش علمی سخا پھر تجھ کو کیا
جب تصانیف ان کی ہیں جلوہ طراز
کون ہم کو دے دغا پھر تجھ کو کیا
ان کے ہوکر ہم خدا کے فضل سے
شاد رہتے ہیں سدا پھر تجھ کو کیا
خواب باطل آج بھی ان کے طفیل
ہے دھرا کا ہی دھرا پھر تجھ کو کیا
ان کی تربت کی ہے گہرائی گواہ
عشق میں ہیں وہ فنا پھر تجھ کو کیا
ہے بڑھانے والا ان کی عظمتیں
خالق ارض و سما پھر تجھ کو کیا
جال میں خود اپنی ہی تحریر کے
دیو کا بندہ پھنسا پھر تجھ کو کیا
یوں گرفت ان کی ہوئی اہل ہوس
غار ذلت میں دھنسا پھر تجھ کو کیا

بد عقیدوں میں کوئی ان کا کبھی
کر نہ پایا سامنا پھر تجھ کو کیا
پست جس سے سارے باطل ہوگئے
کون ہے ان کے سوا پھر تجھ کو کیا
بھاگا میداں چھوڑ کر ان کا عدو
جب غلام ان کا ڈٹا پھر تجھ کو کیا
اس کا دامن بھر گیا برکات سے
جو بنا ان کا گدا پھر تجھ کو کیا
ہیں عرب کے ماہرین علم وفن
واصف شان رضا پھر تجھ کو کیا
دین حق کے رہنماؤں نے انہیں
اپنا مانا رہنما پھر تجھ کو کیا
ان کی تصنیفات کی کثرت رہی
عقل سے بھی ماورا پھر تجھ کو کیا
دین و ایماں کو بناتا ہے قوی
ان کا ذکر جانفزا پھر تجھ کو کیا
اہل سنت کی بنے پہچان وہ
ہے یہ فضل کبریا پھر تجھ کو کیا
جو بھی الجھا ان کی ذات پاک سے
رب نے اس کو دی سزا پھر تجھ کو کیا
ہو ہمارا حشر ان کے سائے میں
رب سے ہے یہ التجا پھر تجھ کو کیا
ہے براہین و دلائل کا گلشن
ان کا قول پر ضیا پھر تجھ کو کیا
ان کا اسلوب بیاں بھر جہاں
بن گیا عقدہ کشا پھر تجھ کو کیا
باپ دادا سب ترے کہتے رہے
ان کو اپنا پیشوا پھر تجھ کو کیا
ہم مچائیں گے رضا کے فکر کی
دھوم ہر سو جا بجا پھر تجھ کو کیا
بن گئے وہ کر کے باطل سے جہاد
نور شاہ کر بلا پھر تجھ کو کیا

(بقیہ ص ۱۶ ر پر)

عبدالرحیم نشتر فاروقی

سنی دنیا کو گھر گھر پہنچانا! وقت کی اہم ترین ضرورت

کسی بھی تحریک وتنظیم کی ترویج واشاعت کے لئے اس کا اپنا آرگن ضروری ہوتا ہے، اس کے بغیر تبلیغ وترسیل کے فرائض کما حقہ ادا نہیں ہوسکتے، خود اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز نے بھی فروغ اہل سنت کے لئے اپنے دس نکاتی منصوبے میں رسائل وجرائد کی اہمیت اور انھیں گھر گھر پہنچانے کا خصوصی ذکر فرمایا ہے، اس لئے حضور تاج الشریعہ نے اہل سنت والجماعۃ کی صحیح ترجمانی اور اس کی پاسبانی کے لئے ۱۹۸۲ء میں ”ماہنامہ سنی دنیا“ کا اجرا فرمایا جو اب تک جاری وساری ہے، اگرچہ درمیان میں یہ رسالہ کبھی کبھی اپنا معیار اور تسلسل برقرار نہیں رکھ سکا، لیکن اب الحمدللہ شہزادۂ گرامی نے عزم مصمم فرمالیا ہے کہ ماضی کی خامیاں دور کرتے ہوئے سنی دنیا کو چرخ صحافت کا آفتاب وماہتاب بنایا جائے، بحمدہ تعالیٰ رسالہ اب نئے رنگ وآہنگ میں ہر ماہ پابندی کے ساتھ شائع ہورہا ہے، جس میں نامور اہل قلم کے معیاری اور معلومات افزا مضامین، دانشوران ملک وملت کی فکر انگیز تحریریں، عصری اور ملکی حالات کا بے باک تجزیہ، دور حاضر کے گندم نما جو فروشوں کی نقاب کشائی، حضور تاج الشریعہ کے مستند رشحات قلم، جامعۃ الرضا اور مرکز اہل سنت کی سرگرمیوں کی سرگزشت جیسے شہ پارے اشاعت پذیر ہوتے ہیں۔

آیئے اپنے ایمان وعقیدے کی اصلاح اور مرکز کی سرگرمیوں سے مسلسل باخبر رہنے کے لئے سنی دنیا کے خود بھی ممبر بنیں اور اپنے دوست واحباب کو بھی اس کا ممبر بننے کی تلقین کریں اور فروغ اہل سنت کے لئے رسائل وجرائد کے تعلق سے امام اہل سنت کے دیرینہ منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں ہمارا تعاون فرمائیں، ممبر بننے کے لئے آپ براہ راست ادارے سے بھی رابطہ کرسکتے ہیں اور اپنے علاقے کے JRM برانچ کے ذریعہ بھی ممبر بن سکتے ہیں، براہ راست ممبر بننے کی صورت میں ہمارے اکاؤنٹ میں ممبر شپ کی سالانہ رقم جمع کر کے اپنا مکمل نام وپتہ اور رقم کی تفصیل ایڈیٹر سنی دنیا کے موبائل نمبر 9411090486 پر SMS کردیں، ان شاء اللہ العزیز تفصیل ملتے ہی آپ کے پتے پر رسالہ جاری کردیا جائے گا۔

قارئین کرام توجہ دیں

آپ کے ذریعہ فراہم کردہ پتے پر ہر ماہ کی ۱۵ رتاریخ کو اگلے ماہ کا رسالہ سادہ ڈاک سے پوسٹ کردیا جاتا ہے، جسے انڈین محکمۂ ڈاک کے ضابطے کے مطابق ہفتہ عشرہ کے درمیان موصول ہوجانا چاہئے، کبھی کبھی یہ مدت اس سے طویل بھی ہوجاتی ہے، کچھ شکایات ایسی بھی موصول ہوتی ہیں کہ رسالہ کئی مہینوں سے نہیں مل رہا ہے یا کسی مہینے مل رہا ہے کسی مہینے نہیں، کچھ لوگوں کی یہ بھی شکایت ہے کہ ممبر بننے کے بعد سے انھیں کوئی رسالہ ملا ہی نہیں، جبکہ ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ سبھی ممبران کو رسالہ ارسال کرتا ہے، جس میں سے کچھ ممبران کو مرسلہ رسالے واپس بھی آجاتے ہیں، جس سے ہمیں یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ فلاں ممبر کو فلاں مہینے کا رسالہ نہیں پہنچا، ہم ایسے ممبران کو فون کر کے اس کی اطلاع دیتے ہیں اور پتے میں اگر کوئی خامی رہ گئی ہوتی ہے تو اسے درست کر کے انھیں رسالہ دوباہ بھیجا جاتا ہے، ایسے ممبران کو اپنے علاقائی ڈاکئے سے باز پرس اور تفتیش کا مشورہ دیا جاتا ہے، جبکہ کچھ لوگوں کو رسالہ موصول بھی نہیں ہوتا اور ہمارے پاس واپس بھی نہیں آتا، ایسے لوگوں کے فون آنے پر ہی ہمیں معلوم ہوپاتا ہے کہ انھیں رسالہ نہیں ملا، اس صورت حال سے ادارہ خود فکر مند ہے اور اپنے طور پر کئی بار محکمۂ ڈاک سے اس کی شکایت بھی کرچکا ہے، چونکہ رسالے سادہ سے بھیجے جاتے ہیں، اس لئے ان کی کوئی رسید یا کوئی دوسرا ثبوت ادارے کے پاس نہیں ہوتا، جس کی بنا پر یہ پتا لگایا جاسکے کہ کسی کو رسالہ کیوں نہیں ملا۔

اس صورت حال سے نپٹنے کا ایک بہتر طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنا رسالہ رجسٹرڈ ڈاک سے منگائیں، اس میں آپ کو رجسٹری کا اضافی خرچ تو برداشت کرنا پڑے گا لیکن رسالہ کی وصولیابی یقینی ہوجائے گی، اس کے لئے آپ کو ہمارے پتے پر رجسٹری خرچ کی اضافی رقم اپنے خریداری نمبر کے ساتھ بھیجنی پڑے گی یا اس اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرسکتے ہیں:

Asjad Raza Khan, SBI A/C No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

قرآن وحدیث کی روشنی میں

والدین کے ساتھ حسن سلوک

از: مفتی محمد شعیب رضا نعیمی قادری*

گزشتہ سے پیوستہ

۲۵۔وعن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم. بروا آبائکم تبرکم ابنائکم وعفوا تعف نسائکم۔ یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو، تمہاری اولاد تمہارے ساتھ بھلائی کرے گی اور تم پاک دامنی اختیار کرو تمہاری عورتیں پاک دامنی اختیار کریں گی۔ [رواہ الطبرانی]

۲۶۔وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: عفوا عن نساء الناس تعف نسائکم. وبروا آبائکم تبرکم ابنائکم. ومن أتاہُ اخوہ متنصلا فلیقبل ذلک محقا کان او مبطلا. فان لم یفعل لم یرد علی الحوض۔ یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت لائے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی عورتوں کے بارے میں پاکدامنی اختیار کرو تمہاری عورتیں پاکدامنی اختیار کریں گی اور تم اپنے والدین کے ساتھ بھلائی کرو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ بھلائی کرے گی اور جو تمہارے پاس اپنے کو بری کرنے کے لئے آئے اس کو قبول کرو وہ حق ہو یا باطل، اگر ایسا نہ کیا تو وہ حوض پر وارد نہ ہوگا۔ [رواہ الحاکم]

۲۷۔وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ ان رجلا قال: یارسول اللہ ما حق الوالدین علی ولدھما؟ قال: ھُما جنتک ونارک۔ یعنی ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ بیٹے پر والدین کا کیا حق ہے: ارشاد فرمایا: وہ دونوں تیری جنت بھی ہیں اور دوزخ بھی ہیں۔ [رواہ ابن ماجہ]

۲۸۔قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: لو علم اللہ شیئا ادنی من الاف لنھی عنہ. فلیعمل العاق ما شاء ان یعمل فلن یدخل الجنۃ. ولیعمل البار ما شاء ان یعمل فلن یدخل النار۔ یعنی حضور ﷺ نے فرمایا اگر اللہ کے نزدیک اف سے بھی کم کوئی چیز ہوتی تو اس سے بھی منع فرما دیتا۔ [الذہبی فی الکبائر] والدین کا نافرمان جو چاہے عمل کرے ہرگز جنت میں داخل نہ ہوگا والدین کا فرمانبردار جو چاہے عمل کرے ہرگز دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔

۲۹۔روی البیھقی فی شعبہ عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: من قبّل بین عینی امہٖ کان لہ سترا من النار۔ وروی فی کتاب شرعۃ الاسلام من قبّل رِجلَی امّہٖ فکانّما قبّل عتبۃ الکعبۃ۔ وقال فی حاوی القلوب الطاھرۃ قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ما من ولد بار ینظر الی والدیہ نظر رحمۃ الا کتب لہ بکل نظرۃ حجۃٌ مبرورۃ. قالوا: یارسول اللہ وان نظر کل یوم مائۃ مرۃ. قال نعم اللہ اکثر و اطیبُ۔ یعنی بیہقی نے اپنی شعب میں ابن عباس سے روایت کیا انہوں نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے! جس نے اپنی ماں کی آنکھوں کے بیچ بوسہ دیا تو یہ بوسہ دینا اس کے لئے جہنم سے پردہ ہوجائے گا اور کتاب شرع الاسلام میں ہے جس نے اپنی ماں کے پیروں کو بوسہ دیا گویا کہ اس نے کعبہ کے دروازے کو بوسہ دیا اور حاوی القلوب الطاہرہ میں ہے: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہے کوئی لڑکا جو اپنے والدین کی طرف رحمت ومحبت کی نظر سے دیکھتا ہے مگر یہ کہ اس کے لئے ہر نظر کے بدلے مقبول حج لکھ دیا جاتا ہے، لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگرچہ وہ ہر دن میں سو مرتبہ دیکھے، فرمایا: ہاں، اللہ اس سے بھی زیادہ دینے والا اور مہربانی والا ہے۔ [الثعالبی فی نزھۃ المجالس]

۳۰۔وعن ابی ہریرۃ ایضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ من احق الناس بحسن صحابتی؟ قال: اُمُّکَ قال: ثمّ من؟ قال: اُمُّکَ قال: ثمّ من؟ قال: (بقیہ ص۱۶ پر)

*مفتی صاحب حضور تاج الشریعہ کے فرزند نسبتی اور مرکزی دارالافتاء کے نائب صدر مفتی ہیں۔

پیشکش: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ ابو حسام محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

اقسامِ علم اور ان کے احکام

گزشتہ سے پیوستہ

یہ تقریر اگر درست بھی ہو تو زخموں، حدود اور قصاص کے احکام، تاوان اور جھگڑوں کے فیصلہ کرنے میں تو تسلیم کی جا سکتی ہے مگر عبادات جیسے نماز اور روزہ کے عادات اور بیان حلال و حرام کے معاملات کو یہ تقریر شامل نہیں حالانکہ فقیہ ان امور میں بھی فتویٰ دیتا ہے؟

واقع میں اعمال آخرت میں سے جن اعمال کا فقیہ ذکر کیا کرتا ہے، وہ زیادہ ترتین ہو سکتے ہیں:

(۱) اسلام (۲) زکوٰۃ (۳) حلال، حرام! لیکن ان کے بارے میں بھی فقیہ کے منتہائے نظر کو سوچا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی نظر دنیا کی حدود سے آخرت کی طرف تجاوز نہیں کرتی اور جب انہی تین چیزوں کا یہ حال ہے تو اور چیزوں میں تو صاف ظاہر ہے کہ وہ دنیا ہی کے امور ہیں، مثلاً اسلام میں اگر فقیہ کچھ کہے گا تو یہ بیان کرے گا کہ اس کا اسلام درست ہوا اور یہ اسلام نادرست ہے اور شرطیں مسلمان ہونے کی یہ ہیں، مگر اس تمام بیان میں اس کا التفات بجز زبان کے اور کسی طرف نہ ہوگا، دل اس کی حکومت سے باہر ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ نے صاحبان سیف و سلطنت کو دل کی حکومت سے معزول فرما دیا ہے۔

چنانچہ جس صحابی نے ایک چرواہے کو مار ڈالا تھا جو زبان سے کلمہ اسلام کہہ چکا تھا اور یہ عذر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا کہ مقتول نے تلوار کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا، اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: ھلا شققت عن قلبہٖ۔ یعنی کیا تو نے اس کا دل چیر کر معلوم کر لیا تھا کہ اس نے دل سے نہیں پڑھا تھا۔

بلکہ فقیہ اسلام کی صحت کا حکم تلواروں کے سایہ تلے کرتا ہے، باوجودیکہ جانتا ہے کہ تلوار سے اس کا شبہ دور نہیں ہوا اور دل سے پردۂ جہالت نہیں اٹھا، تاہم وہ تلوار والے پر حکم کرتا ہے یعنی تلوار مقتول کی گردن پر کھنچی ہے اور ہاتھ اس کے مال پر دراز ہے مگر زبان سے اس کلمے کے کہنے سے بحکم فقیہ وہ اپنی گردن اور مال کو بچا لے گا، جب تک اس کی حیات اور مال ہے، اس کلمہ کی بدولت دنیا میں کوئی اس کے درپے آزار نہ ہوگا۔

اسی وجہ سے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا الٰہ الا اللہ فاذا قالوھا فقد عصموا منی دماءھم واموالھم۔ یعنی میں لوگوں سے جنگ کا حکم دیا گیا ہوں یہاں تک کہ کہیں لا الٰہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) جب وہ یہ کلمہ کہیں تو انھوں نے اپنے خون اور مال محفوظ کر لئے۔

اس حدیث پاک میں آپ ﷺ نے اس کلمہ زبانی کا اثر صرف خون اور مال میں ثابت کیا لیکن آخرت میں زبانی اقوال کا حکم درآمد نہیں بلکہ دلوں کے انوار اور اسرار اور اخلاق مفید ہیں اور یہ امور فن فقہ میں سے نہیں اور اگر فقیہ ان کا بیان کرے تو ایسا ہے جیسے وہ علم کلام اور طب بیان کرنے شروع کر دے، یہ اس کا بیان خارج علم فقہ ہوگا، اسی طرح اگر نماز کوئی تمام ظاہری شرائط سے ادا کرے اور تکبیر اولیٰ کے سوا ساری نماز میں شروع سے آخر تک غافل رہے اور بازار کے معاملات اور لین دین کو سوچتا رہے تو فقیہ یہی حکم کرے گا کہ نماز درست ہو گئی، حالانکہ یہ نماز آخرت میں کارآمد نہیں، جیسے زبان سے صرف کلمہ ادا کر لیا، اسلام کے بارے میں روز جزا مفید نہ ہوگا، لیکن فقیہ اسلام کی صحت کا فتویٰ دے گا، اس معنی پر کہ جو کچھ اس نے کیا ہے، اس سے تعمیل صیغۂ امر ہو گئی اور قتل اور تعزیر اس سے دور ہو گئی، باقی رہا عاجزی اور دل کا حاضر کرنا جو آخرت کا کام ہے اور جس سے ظاہری عمل مفید ہوتا ہے، اس کے درپے فقیہ نہیں ہوا کرتا اور اگر بالفرض ہو تو علم فقیہ سے علاحدہ ہوگا اور زکوۃ کے بارے میں بھی فقیہ کی نظر اسی ظاہری صورت پر ہوتی ہے، جس سے سلطان کا مطالبہ اس کے ذمہ نہ رہے، یعنی ایسی صورت کہ اگر مال دار زکوۃ کے ادا کرنے سے انکار کرے اور بادشاہ اس کو زبردستی گرفتار کرے (بقیہ ص ۱۴ ر پر)

تین طلاقوں کا شرعی حکم

تاج الشریعہ کے قلم سے

چھٹی اور آخری قسط

گزشتہ سے پیوستہ

امام طحاوی کی دلیل

طحاوی شریف میں فرمایا:

و فی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مالوا کتفینا بہ کانت حجۃ قاطعۃ و ذلك انہ قال فلما کان زمن عمر قال یا ایہا الناس قد کانت لکم فی الطلاق اناۃ و انہ من تعجل اناۃ اللہ فی الطلاق الزمناہ ایاہ۔ یعنی اگر ہم حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر اکتفا کرلیں تو اسی میں وہ ہے، جو دلیل قطعی ہمارے مدعی کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ پھر جب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زمانہ ہوا تو انہوں نے کہا: ”اے لوگو تمہیں طلاق کے معاملے میں شرع سے مہلت تھی اور جو اس مہلت سے پہلے طلاق میں جلدی کرے، ہم اس کے لئے لازم کردیں گے۔“

غیر مقلد صاحب نے امام طحاوی کا نام بھی ان لوگوں میں ذکر کیا ہے، جنہوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کا ذکر کیا ہے اور اس طرح اجماع کا انکار کر کے مسئلہ کو مختلف فیہ بتانا چاہا اور یہ بات از راہ خیانت کہہ گئے کہ یہ اختلاف کسی گنتی میں شمار ہے یا نہیں؟ حالانکہ امام طحاوی نے تین طلاقوں کے لازم ہونے پر اجماع کا قول فرمایا ہے۔

وھذا الصہ فخاطب عمر رضی اللہ عنہ بذلك الناس جمیعاً وفیہم اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم و اٰلہ و رضی اللہ عنہم الذین علموا من ذلك ما تقدم فی زمن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و سلم فلم ینکرہ علیہ منہم منکرو لا دفعہ دافع فکان ذلك اکبر الحجۃ فی نسخ ما تقدم من ذلك لانہ لما کان فعل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمیعاً فعلا یجب بہ الحجۃ کان کذالك ایضا اجماعہم علی القول اجماعاً یجب بہ الحجۃ۔

پھر امام طحاوی نے حضرت ابن عباس سے متعدد روایات کے ساتھ وہ روائتیں بھی بیان فرمائیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابوہریرہ وعبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاص، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مسلک ہے، جو جماہیر اہل سنت کا ہے اور اس سے بھی عہد فاروقی میں اس مسئلہ پر اجماع کی تائید ہوتی ہے۔

محدثین کے اقوال:

حاشیہ ابوداؤد پر فتح القدیر علامہ کمال الدین ابن ہمام سے ہے:

لم ینقل عن احد انہ خالف عمر حین امضی الثلاث ھو یکفی فی الاجماع الا انہ یرد انہم خالفوا ما ترکھم علیہ النبی والجواب انہ لایتاتی منہم الا وقد اطلعو فی الزمان المتاخر علی وجود ناسخ اولعلہم علموا بانتہاء الحکم بانتہاء علۃ۔ یعنی کسی کی عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس وقت مخالفت منقول نہیں، جب انہوں نے تینوں طلاقیں نافذ فرمائیں اور یہ اجماع میں کافی ہے۔

مگر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحابہ نے اس کی مخالفت کی جس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں چھوڑ گئے، اور جواب یہ ہے کہ صحابہ سے ایسا اسی صورت میں متصور ہے جب وہ وقت متاخرین میں گزشتہ حکم کے ناسخ پر مطلع ہوں یا انہوں نے جانا کہ حکم انتہا علت کے سبب منتہی ہوگیا، پھر یہ سب اسی صورت میں ہے جبکہ متن حدیث ثابت ہو، مگر روایات مختلفہ کو ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث متن کے لحاظ سے مضطرب ہے۔

دیکھئے اس روایت کے بعض طرق میں قبل ان یدخل بہا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم صدر اول ہی غیر مدخولہ کے ساتھ خاص تھا اور مدخولہ کا یہ حکم نہ تھا، اسی لئے امام نووی نے اسے احادیث مشکلہ میں شمار فرمایا۔

چنانچہ شرح مسلم نووی میں ہے:
وھذا الحدیث ھو معدود من الاحادیث المشکلة۔
فتح الباری میں ہے: الجواب الرابع دعوی الاضطراب قال القرطبی فی المفھم وقع فیه مع الاختلاف عن ابن عباس الاضطراب فی لفظه وظاھر سیاقة یقتضی النقل عن جمیعھم ان معظمھم کانوا یرون ذلك والعادة فی مثل ھذا ان یفشوا الحکم وینتشر فکیف ینفرد به واحد عن واحد فھذا الوجه یقتضی التوقف عن العمل بظاھرہ ان لم یقتضی القطع ببطلانه۔

یعنی روایت ابوالصہبا کا چوتھا جواب یہ ہے کہ تین حدیث کے مضطرب ہونے کا دعویٰ کیا جائے، علامہ قرطبی نے مفہوم (شرح مسلم) میں فرمایا کہ اس روایت میں ابن عباس سے نقل میں اختلاف کے ساتھ لفظ حدیث میں اضطراب واقع ہو" اور حدیث کا ظاہر سیاق یہ چاہتا ہے کہ تمام صحابہ سے یہ منقول ہو کہ بیشتر صحابہ کی یہی رائے تھی (یعنی تین طلاقوں کو ایک قرار دینا) اور اس جیسے مسئلہ میں عام طور پر حکم مشہور اور منتشر ہوتا ہے، تو کیسے ایک راوی ایک سے روایت میں منفرد ہوا، تو یہ وجہ مقتضی ہے کہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل موقوف رکھا جائے اگر یہ وجہ اس خبر کے بے اصل ہونے کا اقتضانہ کرے، اور جب متن خبر میں اشکال واضطراب اور مخالفت روایات دیگر کی وجہ سے شذوذ ونکارت ہے تو یہ امر ضعف سند کو بھی مستلزم ہے۔

اور بعض محدثین نے من حیث الاسناد اس حدیث کے ضعیف ہونے کا دعوی کیا ہے، اور کہا ہے کہ ایوب نے اسے مجہولین سے روایت کیا ہے، کما فی الحاشیه علی سنن ابی داؤد اور محشی ابو داؤد نے دعوی ضعف کو اگر چہ رد کیا ہے اور دوسرے طرق سے حدیث کے مروی ہونے کے سبب جہالت رواۃ کو غیر مضر بتایا ہے، مگر اس سے حدیث کا فی نفسہ ثابت ہونا لازم نہیں، بلکہ اس کا ثبوت محل بسیار استنباہ ہے، جیسا کہ مفصل گزرا تو حدیث بوجہ اشد ضعیف ہے کہ اضطراب متن ضعف سند سے شدید تر ہے۔

بالجملہ غیر مقلد نے اپنے باطل دعوی پر پانچ حدیثیں پیش کیں، پہلی اور دوسری مسلم ودار قطنی کی وہی حدیث ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ دور رسالت وصدیق میں تین طلاقیں ایک قرار پاتی تھیں، اس کی جو حالت ہے وہ معلوم ہوئی اور بر تقدیر ثبوت اس میں دلیل ہم اہل سنت وجماعت کے لئے ہے، جیسا کہ بارہا گزرا، اور باقی تین حدیثیں مسند امام احمد، مصنف عبد الرزاق اور سنن ابوداؤد کے حوالے سے نقل کیں، ان کا حال بھی مفصل معلوم ہوا، اور خیانت غیر مقلد سے بھی بارہا نقاب کشائی کی گئی اور ثابت کیا گیا کہ غیر مقلد کے لیے یہ صالح احتجاج نہیں فللّٰه الحمد وله الحجة الشامیة۔

تنبیه

بحمدہ تعالیٰ ہمارے مدعا پر وہ احادیث بھی شاہد ہیں جن میں یہ ارشاد فرمایا کہ تین طلاقوں کے بعد عورت شوہر کو حلال نہ ہوگی، جب تک دوسرے شوہر سے صحبت نہ ہولے، جیسے حدیث رفاعہ، اسی لئے اسے امام بخاری نے باب میں من جواز الثلاث میں روایت فرمایا ہے اور امام طحاوی نے ابن عباس ابوہریرہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے بھی روایات ذکر کین، جن میں تین طلاقوں کے نافذ ولازم ہونے کے ساتھ ساتھ حرمت زوجہ کا ذکر ہے اور اس حرمت کی غایت نکاح حلالہ کو بتایا، جیسا کہ آیت کریمہ میں ارشاد ہوا فلا تحله له حتی تنکح زوجا غیرہ۔ یعنی اگر تین طلاقیں دے دے تو بیوی حلال نہ ہوگی، یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے صحبت ہو، یہاں سے ظاہر ہوا کہ تین طلاقوں کے بعد دوسرے سے نکاح صحیح کے بعد شوہر بیوی سے جماع کر لے تو وہ جو تین طلاقوں سے ثابت ہوئی تھی، ختم ہو جاتی ہے۔

لہٰذا اب عورت دوسرے شوہر سے کسی طرح نکاح زائل ہونے کے بعد عدت گزار کر پہلے سے نکاح کر سکتی ہے اور یہ نکاح جسے نکاح حلالہ کہتے ہیں یہ نص قرآن اور متعدد احادیث سے اس کا جواز ثابت ہے اور اس کی حلت امر منصوص ہے اور اسے مطلقاً حرام ٹھہرانا نصوص قرآن وحدیث کا انکار ہے، جو کفر ہے۔

نکاح حلالہ

اپنے کتابچہ میں غیر مقلد صاحب نے جابجا نکاح حلالہ کو مطلقاً حرام اور ابن قیم کے حوالے سے متعہ سے بدتر کہا ہے اور اس دعویٰ میں نہ نص قرآن کی پرواہ کی اور نہ احادیث صریحہ کا خیال کیا اور کچھ احادیث ذکر کیں جن سے صراحۃً حرمت ثابت نہیں ہوتی، بلکہ ترمذی کی اس حدیث سے نکاح حلالہ کا جواز ثابت ہوتا ہے، اس لیے کہ سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: لعن اللہ

المحلل و المحلل له. اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس پر جو عورت کو دوسرے کے لیے حلال کرے اور اس پر جس کے لئے حلال کی گئی، الفاظ حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث کی رو سے بھی نکاح حلالہ صحیح ہے، تو یہ حدیث آیت کریمہ اور دوسری احادیث کے معارض نہیں ہے اس لیے کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شوہر ثانی کو محلل فرمایا، یعنی حلال کرنے والا، یہ اس پر دلالت صریحہ ہے کہ دوسرے مرد سے نکاح صحیح ہے، ورنہ اسے محلل نہ فرماتے، غایت درجہ یہ ہے کہ نکاح محض تحلیل کے ارادے سے کرنا برا ہے، تو اس حدیث سے اس کی خساست وقباحت کا اظہار مراد ہے، نہ کہ حقیقت لعنت مراد ہو، اور ایسا ہوتا ہے کہ شرعاً کوئی فعل جائز ہوتا ہے مگر اس کے قبح کے اظہار میں مبالغہ فرمایا جاتا ہے، جیسے صدقہ یا ہبہ کر کے شئے موہوب لہ یا متصدق بہ کو خریدنا کہ اس سے حدیث میں ممانعت فرمائی اور یہ فرمایا کہ ہبہ یا صدقہ میں عود کرنے والا ایسا ہے جیسے کوئی اپنی قے میں منہ ڈالے کما فی البخاری۔

وہاں علما نے فرمایا کہ یہاں فھی تنزیہ کے لئے ہے تحریم کیلئے نہیں، تو ضروری نہیں کہ ہر وہ شئے جس کی برائی بیان کی جائے وہ شرعاً حرام ہی ہو کہ قبح شئ، حلت شئ کے منافی نہیں، کیا نہیں دیکھتے کہ حدیث میں فرمایا ابغض الحلال الی اللہ الطلاق۔ سب حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک مبغوض تر طلاق ہے۔

بالجملہ یہ حدیث نکاح حلالہ پر شاہد ہے جس طرح کہ دوسری حدیثیں اس پر نص ہیں اور اس سے حرمت نکاح حلالہ سمجھنا جہالت وضلالت ہے، زیادہ سے زیادہ اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ فعل باوجود حلت شرعاً ناپسندیدہ ہے، یا اس پر محمول ہے کہ زبان سے تحلیل کی شرط کرلی جائے۔

چنانچہ لمعات کے حوالہ سے حاشیہ ترمذی پر ہے:

و انما لعن الاول لانه نكح على قصد الفراق و النكاح شرع للدوام و صار كالتيس المستعار على ما وقع فى الحديث و لعن الثانى لانه صار سببا لمثل هذا النكاح والمراد اظهر خساستهما لان الطبع السليم يتنفر عن فعلهما لا حقيقة اللعن و قيد المكروه اشتراط الزوج بالتحليل فى القول لا فى النية بل قد قيل انه ماجور بالنية بقصد الاصلاح۔

یعنی حدیث میں پہلے شخص یعنی محلل (اسم فاعل) تو اس لئے لعنت فرمائی کہ اس نے یہ قصد فراق نکاح کیا گیا ہے، حالانکہ نکاح تو دوام تعلق کے لئے مشروع ہوا ہے اور وہ منگنی کے لئے بکرے کی طرح ہوگیا، جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا۔ (یعنی ایسے شخص کی مثال اس بکرے جیسی ہے جسے مادہ پر چڑھنے کے لئے منگنی لیا جائے) اور دوسرے یعنی محلل له (اسم مفعول) پر اس لئے لعنت آئی کہ وہ ایسے نکاح کا سبب بنا اور مراد یہ ہے کہ ان دونوں کی خساست ظاہر ہوئی، اس لئے کہ طبع سلیم ان دونوں کے فعل سے متنفر ہے، حقیقت لعنت مراد نہیں اور کہا گیا کہ مکروہ یہ ہے کہ شوہر حلالہ کی شرط قولا کرے نہ کہ نیت میں، بلکہ بیشک کہا گیا کہ وہ نیت تحلیل پر قصد اصلاح کے سبب ماجور ہوگا۔

اقول: لمعات سے جو گزرا اس کی تائید خود حدیث سے ہوتی ہے، چنانچہ تفسیر ابن کثیر معتمد غیر مقلد میں ہے:

عن ابن عباس قال سئل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن نكاح المحلل قال لا الا نكاح رغبة لا نكاح دلسة ولا استهزاء بكتاب الله ثم يذوق عسيلتها۔

یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکاح محلل کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا نہیں، ہاں مگر جب کہ رغبت سے ایسا نکاح ہو نہ کہ دھوکہ کا نکاح اور نہ کتاب اللہ سے، استہزاء پر شوہر ثانی بیوی سے صحبت کرے، اس سے معلوم ہوا کہ نکاح حلالہ بہ نیت خیر و قصد اصلاح نہ صرف جائز بلکہ خوب ہے۔

نکاح حلالہ بنیت خیر

اسی میں ہے:

عن عمر بن نافع عن ابيه ان رجلا جاء الى ابن عمر فسأله عن رجل طلق أمراته ثلثا فزوجها اخ له من غير مؤامرة منه ليحلها لاخيه هل تحل للاول فقال لا الا نكاح رغبة كنا نعد هذا سفاحاً على عهد رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فأما اذا كان الثانى انما قصده ليحلها للاول فهذا هو المحلل الذى وردت الأحاديث بذمه ولعنه ومتى مرح بقصوده بطل النكاح عند جمهور الأئمة۔ یعنی عمرو بن نافع سے روایت ہے، وہ اپنے باپ سے راوی کہ ایک شخص ابن عمر کے پاس آیا تو ان سے اس شخص کے بارے

میں پوچھا، جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، تو اس عورت سے اس کے شوہر کے بھائی نے بغیر اس سے مشورہ کیے نکاح کر لیا تا، کہ اسے اپنے بھائی کے لیے حلال کر دے، کیا وہ پہلے شوہر کو حلال ہے، فرمایا: نہیں، مگر رغبت کا نکاح، ہم اس کو (یعنی بے نیت صالحہ محض لذت کی غرض سے ایسے نکاح کو) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں زنا شمار کرتے تھے (ابن کثیر نے کہا) تو اگر زوج ثانی کا قصد محض یہی ہو کہ پہلے کے لئے عورت کو حلال کرے تو یہی وہ محلل ہے، جس کی برائی اور اس پر لعنت احادیث میں وارد ہوئی اور جب اس مقصد کی صراحت کر دی (یعنی شرط کرے) تو جمہور ائمہ کے نزدیک نکاح باطل ہے۔

یہاں سے ثابت ہوا کہ نکاح حلالہ نیت خیر وقصد اصلاح سے حرام نہیں، بلکہ امر جائز وخوب ہے اور حدیث میں ذم کا محمل وہی ہے، جب کہ قصد محض حصول لذت کے بعد چھوڑ دینا ہو، اور حرمت اسی صورت میں جب کہ وقت نکاح تحلیل کی شرط کر لے، خود غیر مقلد صاحب نے کہا ہے نکاح ثانی اس خیال سے کرنا کہ وہ شادی کے بعد طلاق دے دے اور اس سے ایسا شرط کرنا جس کو حلالہ کہا جاتا ہے یہ ایک حرام اور ملعون فعل شرط کے حنفیہ بھی قائل نہیں جنہیں غیر مقلد واصحاب ظاہر اہل الرائی کہتے ہیں، پھر ان کا قول پھینک دینے کے قابل کیوں ہے، حالانکہ وہ آیت قرآنی اور نصوص حدیث کے موافق اور خود غیر مقلد کے مستند ومعتمد ابن کثیر کے کلام سے مؤید ہے۔

یہاں بھی غیر مقلد نے خیانت کا مظاہرہ کیا، یوں کہ وہ احادیث جن سے نکاح حلالہ کا جواز معلوم ہوتا ہے صاف دبا گیا پھر آیت کے مفہوم میں تحریف ملاحظہ ہو، رقمطراز ہیں:

"تیسری طلاق دینے کے بعد اب رجوع نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ وہ طلاق مغلظہ ہو چکی، صرف ایک صورت ہے کہ وہ عورت عدت کے بعد کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے، وہ اتفاق سے مرجائے، یا کسی مجبوری کی بنا پر طلاق دے دے اور وہ مغلظہ ہو جائے اور قابل رجوع نہ رہے، تو وہ عدت گزارنے کے بعد ہی عورت پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔"

غیر مقلد صاحب کسی مجبوری کی بنا پر یہ کس لفظ قرآنی کا مفہوم ہے، یا کس لفظ حدیث کا معنی ہے اور نہ بتا سکیں اور ہرگز نہ بتا سکیں گے تو یہ قطعاً تحریف معنوی ہے، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اختتامیہ

بحمدہ تعالیٰ غیر مقلد صاحب کا رد تمام ہوا، اور مذہب اہل سنت وجماعت خود ثابت ہے اور اس کا خلاف گمراہی وبیدینی وہلاکت وخسران دنیا وآخرت ہے اور گروہ اہل سنت بحمدہ تعالیٰ چار مذاہب میں منحصر ہے، ان سے جو خارج ہے وہ جہنم میں تنہا رکھا جائے گا۔

علامہ طحطاوی کا ارشاد ہدایت بنیاد آخر میں سنتے چلو، آگے اختیار بدست مختار: قال الطحطاوی قدس سرہ من شذ عن جمہور اھل الفقہ والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فیما یدخلہ فی النار فعلیکم معاشر المؤمن باتباع الفرقۃ الناجیۃ المساۃ اھل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ وحفظہ وتوفیقہ فی موافقھم وخذلہ وسخطہ فی مخالفتھم وھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا قادری ازہری غفرلہ
۲۳ر محرم الحرام ۱۴۱۰ھ

ص ۱۰/ کا بقیہ ....

تو اس پر یہ حکم ہو کہ یہ شخص بری الذمہ ہے اس کے ذمہ زکوۃ نہیں۔

حکایت: قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آخری سال میں اپنا مال بیوی کو ہبہ کر دیا کرتے تھے اور اس کا مال اپنے نام ہبہ کرا لیتے تھے، تاکہ زکوۃ ساقط ہو جائے، بات کسی نے حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل کی آپ نے فرمایا کہ یہ امر ان کے فقہ کی وجہ سے ہے اور درست فرمایا، اس لئے کہ یہ حیلہ صرف دنیا کی فقہ کا ہوگا اور اس کا ضرر آخرت میں ہر گناہ سے بڑھ کر ہے اور اس جیسا علم مضر کہلاتا ہے۔

حلال وحرام کا حال یہ ہے کہ یہ صحیح ہے کہ حرام سے بچنا دین ہے، مگر ورع یعنی حرام سے بچنے کے چار مرتبے ہیں:

(۱) جو گواہ کے عادل ہونے میں شرط ہے اور اگر وہ نہ ہو تو آدمی گواہی دینے اور قاضی ہونے اور حاکم ہونے کی لیاقت نہ رکھے، اس طرح کا ورع تو صرف یہ ہے کہ ظاہر کے حرام سے بچا رہے۔

..................(جاری)



سیدنا سالار مسعود غازی
ولادت سے شہادت تک!

از : مفتی از: نفیس احمد رضوی٭

سلطان الشہداء سیدنا سالار مسعود غازی علیہ الرحمہ ہندوستان کے ان اولیائے کرام اور شہداء عظام ومشائخ اعلام میں سے ہیں جنھوں نے اس سرزمین کفر وشرک پر اسلام کا پرچم بلند فرمایا۔

آپ کی ولادت باسعادت ۲۱ر رجب المرجب ۴۰۵ھ مطابق ۱۵ر فروری ۱۰۱۵ء بروز اتوار بوقت صبح صادق اجمیر شریف میں ہوئی یہ حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کی آمد سے ۱۸۱ر برس پہلے کا زمانہ تھا، آپ کا سلسلہ نسب بارھویں پشت میں شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے، جب آپ چار برس کے ہوئے تو رسم بسم اللہ خوانی ادا کی گئی، والد سالار ساہو نے سید ابراہیم بارہ ہزاروی کو آپ کا استاذ مقرر فرمایا، اس وقت آپ کے والد سلطان محمود غزنوی کی جانب سے ہندوستان کے گورنر مقرر تھے، ۹ رسال کی عمر میں آپ نے علوم ظاہری وباطنی میں کمال حاصل کرلیا۔

آپ سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کے حقیقی بھانجے ہیں، جنھوں نے اپنے والد سلطان سبکتگین کے بعد ۲۳ر برس تک سلطنت کی ذمہ داری نبھائی، والی قنوج کی سرکوبی کے لئے جب سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان کا رخ کیا تو پہلی بار پیارے بھانجے حضرت مسعود غازی کا دیدار کیا، جب واپس ہوئے تو بہن بی بی ستر معلیٰ اور بھانجے مسعود غازی کو اپنے ساتھ غزن لے گئے، جب کاہیلر میں بغاوت رونما ہوئی اس وقت سالار ساہو نے بیوی ستر معلیٰ اور فرزند مسعود غازی کو غزنہ سے کاہیلر بلالیا جہاں مسعود غازی کچھ دن قیام کے بعد دوبارہ غزن چلے گئے۔

سلطان محمود غزنوی کا ایک وزیر خواجہ حسن میمندی تھا، جسے حضرت مسعود غازی کی بلند اقبالی کی بنا پر عداوت وحسد تھا، سلطان اس حسد سے واقف تھے مگر عجلت میں کوئی اقدام کرنے کے بجائے آپ کو ہندوستان والدین کے پاس بھیجنے کا اردہ کیا، جب سلطان نے اپنے بھانجے مسعود غازی سے اس ارادہ کا اظہار کیا تو مسعود غازی نے فرمایا کہ میری خواہش ہے کہ آپ مجھے ہندوستان میں اشاعت اسلام کی اجازت مرحمت فرمائیں تاکہ اس کفر وشرک کی سرزمین پر اللہ کا نام بلند ہوسکے، سلطان نے کلیجے سے لگا کر آپ کو رخصت کیا اور گیارہ ہزار جانثاروں کا قافلہ بھی آپ کے ہمرکاب ہوا۔

چند ہی ماہ بعد ۳۰ر ربیع الاوّل ۴۲۰ھ کو سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کا وصال پرملال ہوگیا، ادھر مسعود غازی علیہ الرحمہ نہایت ہی شان وشوکت کے ساتھ دریائے سندھ کے راستے اجودھن (پاک پٹن) پہنچے جہاں کے راجاؤں کو شکشت دے کر دہلی روانہ ہوئے، اس وقت دہلی کا راجہ مہ پال رائے تھا، جس کے سامنے مسعود غازی علیہ الرحمہ نے دعوت اسلام پیش کی بالآخر جنگ کی نوبت آگئی جنگ جاری ہوئی، اس میں دشمنوں کی طاقت وقوت بہت زیادہ تھی، اس کے باوجود آپ نے اور آپ کے رفقا نے جم کر مقابلہ کیا بالآخر دشمنوں کو شکشت ہوئی اور بہت سے راجاؤں نے اطاعت قبول کی۔

میرٹھ اور قنوج ہوتے ہوئے ضلع بارہ بنکی کے قصبہ سترکھ پہنچے جہاں کے راجاؤں سے مقابلہ کے بعد آپ بہرائچ روانہ ہوئے، شعبان ۴۲۳ھ میں آپ بہرائچ پہنچے، مؤرخین کا بیان ہے کہ موجودہ درگاہ شریف کے پاس ایک مہوہ کا درخت تھا، جس کے نیچے آپ اکثر قیام فرمایا کرتے تھے، آپ فرماتے کہ ہندوستان آنے کے بعد مجھے کہیں سکون نہیں ملا، اس درخت کے نیچے سکون محسوس کرتا ہوں، یہ آپ کی شہادت کی جانب اشارہ تھا۔

آپ کے بہرائچ آمد کے بعد ہر طرف مخالفت کی ہوائیں چلنے لگیں، انہی دنوں آپ کے والد سالار ساہو کا بھی وصال ہوگیا، والد کے وصال کے بعد بھی آپ کے عزم وحوصلہ میں کوئی کمی نہیں آئی بلکہ تبلیغ دین کے لئے جانفشانی کے ساتھ لگے رہے، بہرائچ وقرب وجوار کے راجاؤں کو آپ کی اقامت سے ناگواری ہوئی، انھوں نے آپ کو بھگانا چاہا اور کہا کہ اگر یہاں سے نہیں گئے تو

٭مضمون نگار دار العلوم مخدومیہ ردولی شریف فیض آباد کے استاذ ہیں۔

لڑائی سے معاملہ طے ہوگا، آپ نے فرمایا کہ چند روز بعد چلا جاؤں گا پھر بھی وہ نہ مانے یہاں تک کہ جنگ کی نوبت آ گئی، مخالفین نے دریائے بھکلہ پر پڑاؤ ڈالا، جہاں دونوں فوجوں کے مابین جم کر مقابلہ ہوا، اسلام کے شیروں نے اس قدر جواں مردی کا مظاہرہ فرمایا کہ دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے، ان کے کئی سردار گرفتار ہوئے۔

اس شکست سے تمام راجاؤں میں بے چینی پیدا ہوگئی، راجا سہر دیو نے مشورہ دیا کہ اس بار میدان جنگ میں لوہے کی زہر آلود کیلیں بچھادی جائیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور دونوں فوجیں ایک بار پھر آمنے سامنے ہوئیں، اس بار بھی دشمنوں کو شکست کا منھ دیکھنا پڑا، اس جنگ میں سرکار غازی کے دوتہائی احباب نے جام شہادت نوش فرمایا، دوبارہ شکشت کے بعد ہندؤوں نے دھرم رکشا کے نام پر لوگوں کو ابھارنا شروع کیا، سورج دیوتا کے نام پورے شمالی ہندوستان میں لوگوں کو جنگ کے لئے آمادہ کیا گیا، ہمالیہ کے دامن سے لے کر گھا گھرا ندی تک دشمنوں کا ٹڈی دل لشکر مقابلے کے تیار ہو گیا۔

ادھر مسعود غازی علیہ الرحمہ بھی اپنے چند جاں نثاروں کے ساتھ میدان میں جلوہ بار ہوئے، جنگ کا نقارہ بجا جنگ جاری ہوئی، کئی روز تک آپ دشمنوں سے مقابلہ کرتے رہے مگر اتنی کثیر فوج سے کب تک مقابلہ کرتے باقی ماندہ اکثر جاں نثار بھی شہید ہوگئے، دشمنوں نے آپ پر تیروں کی بارش شروع کردی، آپ اپنی محبوب سواری اسپ نیلی پر خون میں شرابور سوار تھے، اس کے باوجود جدھر رخ فرماتے، دشمن لرزہ براندام ہوجاتے۔

بالآخر ۱۴/رجب المرجب ۴۲۴ھ مطابق ۱۰/جولائی ۱۰۳۳ء کو دشمنوں کے سردار سہر دیو نے ٹیلوں کے آڑ سے ایسا تیر مارا جو آپ کے گلوئے مبارک میں پیوست ہو گیا، تیر لگتے ہی سواری پر آپ کا توازن بگڑ گیا، غشی طاری ہوئی، قریب تھا کہ آپ گھوڑے سے نیچے آجاتے مگر آپ کے عاشق صادق سکندر دیوانہ نے آپ کو سنبھالا اور سورج کھنڈ کے نیچے مہوہ کے درخت کے نیچے لٹایا، اس وقت آپ کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا، عصر و مغرب کے درمیان آپ نے اس دار فانی کو خیر آباد کہا۔

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

آپ کا مزار پر انوار اتر پردیش کے ضلع بہرائچ شریف میں زیارت گاہ خاص وعام ہے، ہر سال ۱۴/رجب المرجب کو آپ کا عرس مقدس نہایت ہی تزک واحتشام کے ساتھ منعقد ہوتا ہے، خدا وند قدوس ہمیں آپ کے فیوض وبرکات سے مستفید فرمائے! آمین۔

ص ۷/ کا بقیہ ....

ان کے افتا کا اُجالا فقہ کی
آنکھ کی ٹھنڈک بنا پھر تجھ کو کیا

ان کی رفعت کا علم اسلام کے
دل کی آنگن میں گڑا پھر تجھ کو کیا

ان کے ایمان وعمل کے سامنے
سر فضیلت کا جھکا پھر تجھ کو کیا

غوث وخواجہ سے کیا ہم کو قریب
ان کا احساں ہے بڑا پھر تجھ کو کیا

دین و دینا میں شبستان وقار
ان کو آقا سے ملا پھر تجھ کو کیا

ان کے مسلک پر عمل کرتے ہوئے
جنتی قدسی ہوا پھر تجھ کو کیا

ص ۹/ کا بقیہ ....

امُّكَ قال: ثُمَّ منْ؟ قال: ابوكَ. یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص نے آ کر عرض کی: یارسول اللہ میری حسن صحبت کا زیادہ حق دار لوگوں میں کون ہے؟ فرمایا: تیری ماں، اس نے عرض کیا: اس کے بعد کون؟ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری ماں، اس شخص نے عرض کیا اس کے بعد کون؟ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تیری ماں، اس شخص نے عرض کیا پھر کون؟ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرا باپ۔ [رواہ البخاری ومسلم]

(جاری......)

قارئین کرام

سنی دنیا کا یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں ضرور بتائیں تا کہ آپ کی رائے اور مشوروں کی روشنی میں اسے مزید بہتر سے بہتر بنایا جا سکے، قارئین کرام اپنے احباب کو بھی اس کے ممبر بنائیں۔

از: مولانا عمران سنبھلی *

طلاق ثلاثہ پر پابندی! آئین ہند کی صریح خلاف ورزی



حالات حاضرہ کے سلگتے ہوئے موضوع ”طلاق ثلاثہ“ پر مرکزی حکومت کے وزیر قانون روی شنکر پرساد کی جانب سے ایک بار پھر یہ کہہ کر مسلم امہ کے ذہن وفکر کو مشتعل کرنے کی ناکام کوشش کی گئی کہ صوبائی انتخاب ختم ہونے کے بعد طلاق ثلاثہ پر پابندی عائد کرنے کے لئے حکومت کام کرے گی اور اسلامی ممالک میں بھی طلاق ثلاثہ کا طریقہ ختم ہو چکا ہے تو پھر ہر ذی شعور اسلام پرست کے دینی جذبات پر شدید ضرب لگی۔

ہندستان کثیر المذاہب والاقوام ملک ہے، جس میں مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں، سبھی کی لئے ملک عزیز کا منشور وقانون حیات وممات کے ہر ایک مسئلہ میں یہ ہے کہ ہر ایک اپنے مذہبی اصول وقوانین کے مطاق زندگی گزر بسر کرے، ہر قوم کو ان کے مذہبی آئین کی مکمل آزادی دی جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہندستان کا جمہوری نظام دنیا میں ایک اہم مقام رکھتا ہے اور دیگر ممالک بھی ہمارے جمہوری آئین کی بھرپور مدح سرائی کرتے ہیں لیکن آزادی کے بعد سے ہندستان میں بارہا یہ دیکھنے کو مل رہا ہے کہ ایک مخصوص کمیونٹی یعنی خاص مذہب کے مسائل میں متعدد سطح پر مداخلت بے جا کی جارہی ہے جبکہ یہاں دیگر ادیان ومذاہب کے لوگ تو اپنے مکمل آزادانہ طرز وفکر کے ساتھ تمام مراسم ومعاملات انجام دے رہے ہیں مگر دوسروں کے مقابلے میں مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے جس کے مذہبی اور دینی مسائل میں بے بنیاد اور لایعنی باتوں کے ذریعہ صاحبان اقتدار انتشار پھیلاتے رہتے ہیں، جب کہ ہندستانی منشور کی روشنی میں جو لوگ مسلم آئین پر تنقید وتبصرہ کرتے ہیں ان کو کوئی حق نہیں کہ وہ اس میں دخل اندازی کریں، ایسی حرکت کرنے والے یقیناً آئین ہند کو پامال کرنے والوں کے زمرے میں شامل ہیں۔

رہا آپ کا یہ کہنا کہ ہم خواتین اسلام سے ہمدردی کی بنا پر یہ سب کر رہے ہیں تو یہ یاد رکھئے کہ خواتین اسلام سے ہمدردی کے نام پر اسلامی احکامات کے خلاف اگر آپ کوئی نظریہ رائج کرنا چاہیں گے تو اسلام اور مسلمان اسے کسی صورت قبول نہیں کرے گا؟ خواتین اسلام طلاق ثلاثہ پر اسلامی احکام سے بخوبی اتفاق رکھتی ہیں جس کا واضح اور بین ثبوت ملک میں چلائی جانے والی دستخطی مہم ہے جس میں ہر ہندوستانی مسلم خاتون نے طلاق ثلاثہ کو طلاق ثلاثہ ہی تسلیم کیا ہے بلکہ اپنے دین ومذہب کے بتائے ہوئے مسئلہ شرعی، فقہی، اجماعی، پرخوشی، رضامندی اور اسی پر ثابت قدمی کا برملا اظہار بھی کیا جو ملک کے پرنٹ میڈیا، الیکٹرونک میڈیا اور جدید ذرائع ابلاغ انٹرنیٹ، واٹس ایپ وغیرہ نے خوب خوب نشر کیا، خواتین اسلام کے علاوہ کچھ یورپیین، امریکن اور جدید وقدیم مغربی کلچر کے زیر سایہ خواتین بھی مرد وزن سے متعلق اسلام کے پرامن ازدوجی اصول وضوابط کی تعریف کر چکی ہیں، ان اصول کا دیگر ادیان ومذاہب کے اصول وضوابط سے تقابل بھی کیا گیا مگر جو خوشگواری انھیں اسلامی نظام ازدواج میں نظر آئی وہ کہیں اور دیکھنے کو نہ مل سکی، لیکن ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے، کہ کبھی نان ونفقہ کو لے کر، کبھی تعدد ازواج کو لے کر، کبھی طلاق ثلاثہ کو لے کر اسلام کی صاف وشفاف شبیہ اور اس کے بے داغ اصولوں کی تحقیر وتذلیل کی غرض سے توڑ مروڑ کر پیش کرتے رہتے ہیں۔

آپ خود غور کرو کہ کوئی پورا نان ونفقہ دے یا ادھورا، کوئی دو شادی کرے یا تین، کوئی اپنی بیوی کو ایک طلاق دے یا تین، آپ کو اس سے کیا پریشانی لاحق ہوتی ہے؟ آپ کیوں ان مسائل کو لے کر اپنی ٹینشنوں میں اضافہ کرتے ہیں، خالص دنیاوی مسائل کے لئے دنیاوی عدالتیں قائم ہیں اور دینی مسائل کے لئے ہمارے شرعی دار القضا، دار الافتاء، شرعی ادارے، اسلامی جامعات اپنی قوم وملت کے لئے دینی و دنیاوی ہر ایک مسئلہ میں مینارۂ ہدایت ہیں، جہاں پر تاریک دلوں کو نور قرآنی سے منور وتاباں کیا جاتا ہے، نان ونفقہ، تعدد ازدواج، طلاق ثلاثہ پر اسلام کے خلاف

* مضمون نگار حامدیہ اشرفیہ سنبھل کے استاد ہیں۔

کوئی بھی نیا فیصلہ کرنا دنیاوی عدالتوں کا حق نہیں ہے، ان کا تعلق مسلم پرسنل لا سے ہے، مذکورہ مسائل پر قرآن وحدیث اور فقہ و اجماع کی روشنی میں جو فیصلے ہو چکے ہیں وہ حتمی اور حرف آخر کی حیثیت رکھتے ہیں، اللہ رب العالمین نے تبیانا لکل شئی کا اعلان کرنے والی کتاب بے نظیر قرآن شریف میں بہت واضح الفاظ میں فرمادیا: لا تبدیلا لکلمات اللہ۔ یعنی اللہ کے کلام میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔

مسلم پرسنل لا میں کسی کی جانب سے کوئی بھی تغیر وتبدل آئین اسلامی وقرآنی کی شدید مخالفت کے مترادف ہے، طلاق ثلاثہ یا دیگر مسائل میں دوسرے ممالک کا حوالہ دینا کہ فلاں جگہ طلاق ثلاثہ پر عمل درآمد نہیں، ہمارے لئے قطعی حجت نہیں ہے، جہاں جہاں بھی شریعت اسلامیہ کے مطابق عمل پر رہا، وہاں وہاں قرآن وحدیث کے مطابق طلاق ثلاثہ، طلاق ثلاثہ ہی نافذ ہے اور اگر کوئی مسلم کہلانے والا مکتب فکر ذاتی طور پر اس سے مختلف اور جداگانہ عمل رکھتا ہے تو اس کو تمام مسلمانوں کے خلاف دلیل یا نظیر بنانا ہرگز درست نہیں، غلط بہر حال غلط ہے، آج پوری دنیا میں حنفی مسلک جو قرآن وحدیث جمہور صحابہ مجتہدین کے عین موافق اور زیادہ قریب ہے وہ اپنی مکمل شان وشوکت کے ساتھ رائج ہے اور زیر بحث مسئلہ طلاق ثلاثہ پر توائمہ اربعہ کا ایک ہی موقف ہے کہ مجلس واحد میں بیک وقت دی جانے والی تین طلاقیں تین ہی مانی جائیں گی، اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں ہے، لہٰذا غلط پروپیگنڈوں کے ذریعہ آئین اسلام اور قوم مسلم کو بدنام نہ کیا جائے۔

بالفرض مان بھی لیا جائے کہ اگر تعلیمات اسلام سے نابلد کچھ خواتین کورٹ میں پہنچتی بھی ہیں تو ان کے مسائل کو ان کے مذہب کے مطابق حل کیا جائے یا پھر ان کے دینی دار القضا اور دار الافتاء کی طرف رجوع کرنے کو کہا جائے تاکہ ان کے مذہبی اصول وضوابط کی رو سے فیصلے ہوسکیں اور کسی طرح کا کوئی تنازع پیدا نہ ہوسکے، یہی انصاف کا تقاضہ ہے، یہ عمل اراکین عدلیہ کی منصف مزاجی کا عکاس بھی کہلائے گا۔

ارباب تاریخ وسیر جانتے ہیں کہ قدیم حکومت میں دینی مسائل مذہبی آئین کے موافق ہی حل کئے جاتے تھے، جس کی مثال یہ ہے کہ فقہ پر مشتمل کتب فقہ وغیرہ عدالتوں وغیرہ میں بطور فیصل موجود رہتی تھیں، موجودہ صاحبان اقتدار کو اگر خواتین کی اتنی ہی ہمدردی ہے تو پابندی طلاق ثلاثہ پر نہیں بلکہ ان کے وجوہات پر پابندی لگانا چاہئے، ملک میں ہونے والے بلاتکاروں پر روک ہونا چاہئے جن سے ان کی عزت وعظمت تار تار ہو رہی ہے، جن سے ان کی ناموس کو سرعام نیلام کیا جارہا ہے، پابندی ان لوگوں پر لگنی چاہئے جو صنف نازک کی عزت وآبرو اور اس کے محترم ومکرم پیکر کو حیوانیت کا لبادہ اوڑھ کر پامال کر رہے ہیں، اگر آپ واقعی خواتین کے حقوق کے سچے محافظ وعلمبردار ہیں تو انصاف دو اس خاتون کو جس کا عزیز بیٹا آج کئی مہینوں سے تمہاری ناک کے نیچے سے غائب ہے، انصاف دو اس خاتون جس کا شوہر دہشت گردی کے جھوٹے الزام میں جیل کی سلاخوں کے پیچھے اپنی زندگی کے آخری ایام گن رہا ہے اور انصاف دو اس خاتون کو جس کا بھائی دنگوں کی بھیڑ میں ہمیشہ کے لئے کہیں کھو گیا۔

ص ۳۴ / کا بقیہ ......

تک پہنچنے میں قطعی دشواری نہ ہوگی کہ یہی وہ مصادر ہیں، جہاں سے ''توہین'' کا یہ ''زہر'' کشید کر رہے ہیں، ایک طرف کتاب لکھتے ہیں ''علمائے دیوبند کا شاندار ماضی'' اور دوسری جانب صحابہ کرام کے ماضی پر کیچڑ اچھالتے نہیں چوکتے، ایک طرف اپنے اکابرین کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''ہم نے اپنے اکابرین کو زہد، چلہ کشی، سجدہ ریزی اور شب بیداری کے چشمہ سے دیکھا تو بہت جلیل القدر اور عظیم الشان نظر آئے۔''

اور دوسری جانب دین پھیلانے والے اور شجر اسلام کی اپنے لہو سے آبیاری کرنے والے صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین معاذ اللہ انھیں ماضی کے چور ڈاکو اور لٹیرے دکھائی دے رہے ہیں، العیاذ باللہ۔

کرتے کے ساتھ دین بیچنے والے کی اس مذموم حرکت سے مقام صحابیت کا کچھ نہیں بگڑا نہ صحابۂ کرام کا برے الفاظ سے تذکرہ کرنا ان کی شان کو گھٹا سکتا ہے، کیونکہ آسمان پر چمکتے دمکتے تاروں کو دیکھ کر کتوں کے بھونکنے سے ستاروں کی روشنی ماند نہیں پڑتی، وہ جس انداز میں چاہیں بھونکیں، مگر آسمان ہدایت پر چمکتے سورج کو گہن نہیں لگا سکتے۔

[**ادارتی نوٹ:** جنید جمشید ابھی چند دنوں پہلے ایک پلین حادثے میں اپنی ساری خباثتوں کے ساتھ جہنم رسید ہو چکا ہے۔]



عشقِ رسول، عصرِ حاضر اور مسلمان

از: مولانا سید اولادِ رسول قدسی*

آج ہم جن ناگفتہ بہ حالات سے دوچار ہیں کسی کو چنداں بتانے کی ضرورت نہیں، ہر شخص خواہ حساس ہو یا غیر حساس، عالم ہو کہ جاہل خوب محسوس کر رہا ہے کہ دن بدن ہمیں کس قدر گونا گوں پریشانیوں سے سابقہ پڑ رہا ہے، نہ کہیں ہماری عزت ہے اور نہ کوئی وقار، نہ کوئی پرسان حال ہے اور نہ کوئی مونس و غم خوار، عظمت و وقار کی بات تو در کنار حتیٰ کہ ہمیں کوئی ہمارا جائز حق بھی دینا نہیں چاہتا، نہیں یہ بھی غلط ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حق تو بہت دور ہے مطالبۂ حق بھی ایک عظیم گناہ تصور کیا جا رہا ہے، وہ حضرات جن کی کوئی وقعت نہیں آج وہ بھی ہمارے سامنے سر اٹھائے کھڑے ہیں، ہماری حالت بعینہٖ اس سپاہی کی طرح ہے جس کا پور اور جوڑ زخموں سے چور ہے مگر اس کے باوجود چاروں طرف دشمنوں کی تلواریں اب بھی اس کے سر پر منڈلا رہی ہیں۔

یہ کہنا مکمل غلط ہے کہ فلاں مشن یا فلاں تحریک ہمارے درپئے آزار ہے اور ہمیں نیست و نابود کرنے پر تلی ہوئی ہے اور ہم بالکل جمادات کی طرح مجبور و محصور بنے ہوئے ہیں، ایسا کہنا درحقیقت اپنی خامیوں اور غلطیوں پر پردہ ڈالنا ہے اور کوئی مذکورہ علت پر ہی مصر ہو تو پھر ذرا وہ تاریخ کی ورق گردانی کر کے بتائے کیا آج سے چودہ سو سال پہلے اور اس کے بعد بھی دریدہ دہنوں کی کمی تھی؟ شر و فساد سے لبریز اذہان رکھنے والوں کی قلت تھی؟ اور کیا اسلام اور اس کے پیروکاروں کے استیصال کے لیے ہر چہار جانب تحریکیں نہیں کام کر رہی تھیں یہ کہا جائے تو قطعی بے جا نہ ہوگا کہ اس سے پہلے جس قدر مخالفوں اور فسادیوں کا اژدھام تھا آج اس کا عشر عشیر بھی دیکھنے کو نہیں ملتا پھر کیا وجہ ہے کہ کل مسلمان قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود ہر محاذ پر کامیابی و کامرانی سے سرفراز ہوتے رہے، تاریخ گواہ ہے کہ بدر و حنین کی کیا تخصیص مٹھی بھر مسلمانوں نے قیصر و کسریٰ کے طاغوتی تخت و تاج کو بھی پل بھر میں اپنے قدموں سے روند ڈالا اور اس کے غرور کو مٹی میں ملا دیا، اگر ہم دوسرے زاویے سے دیکھیں تو یہ حقیقت بھی منکشف ہو گی کہ کل مسلمانوں کی جس قدر تعداد تھی آج اس سے بھی کئی گنا زیادہ ہے، کل مسلمانوں کے پاس جتنی دولت تھی آج اس سے کہیں بڑھ کر ہے، کل مسلمانوں کی تحویل میں جتنے ممالک تھے آج اس سے زیادہ ممالک پر مسلمانوں کی حکومت ہے، پھر آج اتنا بڑا فرق کیوں؟ مسلمانوں کی ناکامی و تباہی کے اخیر اسباب و علل کیا ہیں، اگر اس پہلو پر غور کیا جائے تو اس امر سے انکار کیا نہیں جا سکتا کہ کامیابی کی ضامن مادی قوتیں نہیں ہوتیں بلکہ ایمان و عمل کی طاقتیں، اس دعوے کے استشہاد میں ابوجہل کی ہلاکت کو پیشِ نظر رکھا جا سکتا ہے، ابوجہل کو کون نہیں جانتا جس کا شمار سورمائے عرب میں ہوتا تھا، جس کی جواں مردی و بہادری ایک ضرب المثل تھی، تبھی تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے خداوندِ قدوس کی بارگاہ میں یہ دعا فرمائی تھی اللھم اعز الاسلام باحد من عمرین۔ یعنی خداوند! دونوں عمر میں سے کسی ایک سے اسلام کی شان و شوکت کو دوبالا فرما دے، واضح رہے کہ ابوجہل کا نام عمر بن ہشام ہے اور ابوجہل اس کی کنیت، یہ الگ بات ہے حضرت عمر بن خطاب کو خداوند قدوس نے قبول فرمایا اور انہیں اسلام کی لازوال دولت سے سرفراز فرما کر ان کے ذریعہ اسلام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچا دیا، یہ جان کر آپ حیرت و استعجاب کی انوکھی تصویر بن جائیں گے کہ ابوجہل کا قاتل نہ صدیق اکبر کی تلوار ہے اور نہ عمر فاروق کی تیغ برق بار، نہ عثمان غنی کا خنجر خونخوار ہے اور نہ حیدر کرار کی ذوالفقار بلکہ اسے مدینے کے ایک کسان کے دو چھوٹے چھوٹے بچوں یعنی حضرت معاذ و معوذ نے ہلاکت کے دہانے تک پہنچا کر یہ ثابت کر دیا کہ اگر سینے میں محبت رسول کا سمندر موجزن ہو اور دل کے نہاں خانے میں جوشِ ایمانی کا اتھاہ ساگر ٹھاٹھیں مارتا ہو تو پھر بڑے بڑے قوی ہیکل اور جواں مرد دشمنِ اسلام کو ایک لمحے کے اندر تہِ تیغ کیا جا سکتا ہے۔

*مضمون نگار امریکہ میں مقیم اہل سنت کے معتمد قلمکار اور معروف شاعر و نقاد ہیں۔

بلفظ دیگر یوں کہا جاسکتا ہے کہ حقیقی عشقِ رسول ہی مسلمانوں کی کامیابی وترقی کا ضامن ہے، تاریخ بدر کہتی ہے کہ ابو جہل نے مرتے وقت اس صدمہ کا اظہار کیا تھا کہ مجھے میدانِ کارزار میں مارے جانے کا غم نہیں بلکہ غم اس بات کا ہے کہ مدینے کے دو کسان کے بچے میرے قتل کا سبب بنے۔

میرا یہ دعویٰ کہ عشقِ رسول ہی مسلمانوں کی کامیابی وترقی کا ضامن ہے، اس کی پشت پناہی کے لیے اسپین کے زوال کا سبب پیش کرنا کافی ہوگا، کون نہیں جانتا کہ اسپین ایک زمانے میں اسلام کا ایسا عظیم الشان مرکز تھا جہاں چاروں طرف اسلام کی کیف پرور بہاریں رقص کرتی ہوئی نظر آتی تھیں، یہی وہ اسپین ہے جہاں مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک اپنی سطوت وحکومت کا جھنڈا لہرائے رکھا تھا لیکن ہمیشہ یہ دیکھا گیا ہے کہ اسلام کی شان وشوکت دشمنانِ اسلام کی آنکھوں میں کھٹکتی رہی اور یہ دریدہ دہن اس بات کی کوشش میں ہمہ تن مصروف عمل رہے کہ کسی طرح بھی ہوا اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے، اسی طرح اسپین میں بھی اسلام مخالف قوتوں کو اسلام کی بڑھتی ہوئی جاہ وحشمت دیکھی نہ گئی، ان عیسائیوں نے متحد ہو کر بڑی جدوجہد کی، نت نئی ترکیبیں نکالیں، خطرناک سازشیں رچیں مگر اپنے مفسدانہ مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے، لیکن ایک مرتبہ جارج فرڈی ننڈز کا گذر غرناطہ کے ایک ایسے چوراہے سے ہوا جہاں ایک نیم پاگل شخص کھڑا سرورِ کونین ﷺ کی شانِ اقدس میں کیچڑ اچھال رہا تھا اور اس راستے سے مسلمانوں کے قافلے گزرتے رہے مگر کسی نے اس پاگل کی طرف توجہ نہیں دی، جب جارج نے یہ تعجب خیز منظر دیکھا تو فوراً تاڑ گیا اور پادریوں کے سامنے بھری محفل میں کہنے لگا کہ اب ہم اسپین سے مسلمانوں کا خاتمہ کر سکتے ہیں، عیسائیوں نے کہا تم تو عجیب انہونی اور لایعنی باتیں کر رہے ہو، مسلمانوں کا خاتمہ کرنا اتنا آسان نہیں جتنا کہ تم سمجھ رہے ہو، کیا تمھیں نہیں معلوم کہ مٹھی بھر نہتے مسلمانوں نے قیصر وکسریٰ کے چھکے چھڑا دیئے تھے پھر ماوشما کس گنتی میں ہیں، مگر جارج نے بڑے ہی وثوق وتیقن کے ساتھ جواب دیا کہ اب یہ مرحلہ مشکل نہیں بلکہ آسان سے آسان تر ہو گیا ہے کیوں کہ مسلمان اپنے رسول کے خلاف گالیاں سن کر خاموش رہنے کا عادی بن چکا ہے اور اس کے اندر عشقِ رسول کی ذرہ برابر بھی رمق باقی نہیں رہی ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں کو سب کچھ گوارا تھا مگر بانیِ اسلام کی توہین ان کے لیے ناقابل برداشت تھی اور کسی کی زبان سے اپنے رسول کے سلسلے میں توہین آمیز جملے سن کر وہ آپے سے باہر ہو جایا کرتے تھے۔ مگر اب وہ بات مسلمانوں کے اندر نہیں رہی جیسا کہ میں نے ابھی کچھ دیر پہلے غرناطہ کے ایک چوراہے پر دیکھا اور سنا ہے، لہٰذا اب ہم بڑی آسانی کے ساتھ انھیں نیست ونابود کر کے اسپین میں صلیب کا بول بالا کر سکتے ہیں، جب مسلمان اپنے رسول کے ناموس کی حفاظت نہیں کر سکتا تو پھر وہ قوم وملک کے تحفظ کا بیڑا کیسے اٹھا سکتا ہے اور ہوا بھی یہی کہ عیسائیوں نے اسپین پہ دھاوا بول دیا، مسلمان گوناگوں ظلم واستبداد کا شکار بنتا رہا، بالآخر اسے پسپا ہونا پڑا اور پورا اسپین جہاں ہر طرف اسلام ہی اسلام تھا، وہاں صلیبیوں کی باضابطہ حکومت قائم ہوگئی۔

مخالف اسلام کا یہ جاننا کہ عشقِ رسول کا کارفرما ہونا ہی ایک ایسی مضبوط بنیاد ہے جو مسلمانوں کو کبھی مغلوب ہونے نہیں دیتی، اس سلسلے میں سرکارِ ابد قرار ﷺ کے عہدِ زریں کا ایک سنہرا واقعہ استدلال کے لیے کافی ہے۔

ایک مرتبہ کسریٰ نے اپنا سفیر مدینہ منورہ بھیجا، کہ وہ مدینہ پہنچ کر یہ پتہ لگائے کہ مسلمانوں کے اندر کونسی ایسی خوبی ہے جو انہیں شکست سے دوچار ہونے نہیں دیتی اور وہ کون سی شئے ہے کہ جس کی بنیاد پر محمد رسول اللہ قیصر وکسریٰ پر غلبہ حاصل کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، منصوبے کے مطابق سفیر مدینہ منورہ آیا اور دیکھا کہ سرکار وضو فرما رہے ہیں اور صحابۂ کرام نے آپ کے گرد وارفتگی ودیوانگی کا حسین حصار بنا رکھا ہے، یہ دیکھ کر اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ سرکار کے وضو کا پانی کا ایک قطرہ بھی ان کے دیوانے زمین پر گرنے نہیں دیتے، بلکہ ہر ایک دوسرے پر حصولِ تبرک کی خاطر سبقت کر رہا ہے، اس کی حیرت مزید بڑھ گئی کہ صحابۂ کرام سرکار کے وضو کے پانی کو کبھی اپنی آنکھوں سے لگا رہے ہیں تو کبھی سر پر کبھی چہروں پہ مل رہے ہیں، جب وہ سفیر واپس ہوا تو اس نے کسریٰ کے سامنے جو بیان دیا وہ سننے کے لائق ہے، اس نے کہا بادشاہ سلامت! جس شخص کے متبعین کے اندر عشق کا اس قدر غلبہ ہو کہ وہ اپنے آقا کے وضو کے پانی کو بھی زمین پر گرنے نہیں دیتے تو پھر ان پہ نہ کوئی غلبہ حاصل کر سکتا ہے اور نہ انہیں تباہ وبرباد کر سکتا ہے، یہی وہ عشق کی انتہا ہے جو مسلمانوں کے اندر میدانِ کارزار میں نیا جوش اور نئی امنگ پیدا کرتی ہے تبھی تو مسلمان ہیں۔

*مضمون نگار الجامعۃ الحنفیۃ حدیقۃ النعمان، کرلا ممبئی کے بانی

اپنے رسول کی محبت میں اپنے سر کٹانے اور مر مٹنے کو بازیچۂ اطفال تصور کرتا ہے اور دشمن کی تلواروں کی چمک کے اندر اسے جنت کی مہک محسوس ہونے لگتی ہے اور وہ مسکراتا ہوا خدا کی راہ میں خون سے وضو کر کے سجدۂ شکر ادا کرتا ہے۔

صلح حدیبیہ کے واقعہ میں مذکور ہے کہ جب حضرت عروہ بن مسعود ثقفی جنگ بندی کا منصوبہ لے کر سرکار کائنات ﷺ کی بارگاہ میں پہنچے تو اثنائے گفتگو اپنی عادت کے مطابق سرکار کی ریش مبارک پکڑ لیتے اور بار بار آپ کی مقدس داڑھی پر ہاتھ ڈالتے تھے، یہ حرکت دیکھ کر حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو ننگی تلوار لے کر حضور ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے بے قرار ہو گئے اور عروہ بن ثقفی کی ایسی جسارت و حرکت کو برداشت نہ کر سکے، جب عروہ بن مسعود سرکار کی ریش مبارک کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو وہ تلوار کا قبضہ اس کے ہاتھ پر مار کر اس سے کہتے کہ ریش مبارک سے اپنا ہاتھ ہٹا لے ورنہ ایک ہی وار میں تیرا ہاتھ کاٹ کر پھینک دوں گا، صرف یہی نہیں بلکہ عروہ بن مسعود نے سرکار ابد قرار کے دیوانوں کی محبت و عقیدت کی جو حیرت انگیز ادائیں دیکھی تھیں اور ان اداؤں سے ان کے قلب و جگر پر جو اثرات مرتب ہوئے تھے، انھوں نے قریش کے لشکر کے سامنے ان اداؤں کو جن لفظوں کے ساتھ بیان کیا تھا وہ قابل سماعت اور درس خیز ہے۔

''اے میری قوم! جب محمد ﷺ اپنا کھنکھار کر تھوکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی صحابی کی ہتھیلی پر پڑتا ہے اور وہ فرط عقیدت سے اس کو اپنے چہرے اور اپنے جسم پر مَل لیتا ہے، اگر وہ کسی بات کا ان لوگوں کو حکم دیتے ہیں تو سب کے سب اس کی تعمیل کے لیے جھپٹ پڑتے ہیں، جب وہ وضو کرتے ہیں تو ان کے اصحاب ان کے وضو کے دھوون کو اس طرح لوٹتے ہیں کہ گویا ان میں تلوار چل پڑے گی، وہ جب کوئی گفتگو کرتے ہیں تو تمام اصحاب خاموش ہو جاتے ہیں اور ان کے ساتھیوں کے دلوں میں ان کی اتنی زبردست عظمت ہے کہ کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر دیکھ نہیں سکتا، اے میری قوم! خدا کی قسم میں نے بہت سے بادشاہوں کا دربار دیکھا ہے، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی باریاب ہو چکا ہوں مگر خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اپنے بادشاہ کی اتنی تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے جتنی تعظیم محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ کی کرتے ہیں۔''

مختلف موقعوں پر متعدد مقامات میں غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ عشق رسول ہی مسلمانوں کے جوش و خروش کا اہم سبب ہے، چنانچہ یوروپ میں اس بات کو جاننے کے لیے کہ مسلمانوں کے جذبہ و ولولہ کی علت کیا ہے مستشرقین کی ایک اہم نشست ہوئی، کسی کہنے والے نے کہا کہ یہ بات ہم سب کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جب ایک ملک کا بادشاہ مرجاتا ہے تو اس مرنے والے کو لوگ فراموش کر دیتے ہیں پھر رفتہ رفتہ اس ملک کی تہذیب بھی اسی کے ساتھ دم توڑ دیتی ہے اور تجربات شاہد ہیں کہ پھر وہ مردہ تہذیب دوبارہ زندہ نہیں ہو پائی، مثلاً روم کی روما تہذیب اور ایران کی وسطی تہذیب ختم ہوئی تو پھر دوبارہ سر اٹھا نہ سکی مگر کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کی تہذیب اور ان کا جوش و ولولہ کبھی بھی زوال پذیر نہیں ہوتا، سارے لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ اس کا واحد سبب مسلمانوں کا عشق رسول ہے، دراصل مستشرقین نے یہ تجزیہ اس طرح کیا کہ ان میں سے کچھ اشخاص ترکی کے ایک ایسے دیہات میں پہنچے جہاں مختلف اللسان اور مختلف النسل مسلمانوں کو مجلس مدیح النبوی میں جمع ہوتے دیکھا تو وہاں سبھوں کے اندر سرور کائنات ﷺ کی محبت میں یکساں سرشاری و وارفتگی دیکھی اور اسی کو مسلمانوں کے جوش و خروش کا سبب قرار دیا۔

بلاشبہ جہاں عشق کا فقدان ہوتا ہے وہاں مغلوبیت و شرمساری اپنی جگہ بنا لیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج خواہ عرب ممالک ہوں یا لیبیا یا کہ سعودیہ جو خود کو مسلمان کہتے ہیں مگر ان کے اندر عشق رسول مر چکا ہے کیوں کہ ان کے بیشتر علاقے امریکیوں کے شراب و شباب کے ناپاک اڈے بن چکے ہیں، مغربی ممالک نے عرب ممالک کو خراج کے دباؤ میں ایسا جکڑ رکھا ہے کہ یہ ذہنی طور پر ان کے غلام بن کر رہ گئے ہیں اگرچہ یہ ظاہری طور پر اپنے کو آزاد سمجھتے ہیں۔

ان سارے شواہد کے بعد ذرا ہم اپنے شب و روز کا سنجیدگی سے جائزہ لیں کہ ہمارے اندر کس قدر عشق رسول جلوہ فرما ہے، اگر ہمارے سینے میں رسول کی سچی محبت ضوفشاں ہوتی تو ہم میں بے راہ روی و بدعملی نہ پائی جاتی اور نہ ہمارے سامنے تباہی و بربادی کا بڑھتا ہوا سیلاب ہوتا، عشق و محبت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ محبوب کے ارشادات و احکامات پر سر تسلیم خم کر دیا جائے مگر آج تو مسلمان اپنی عقل و دانائی کی کسوٹی پر زندگی کی صبح و شام گزارنا چاہتا ہے حالانکہ اگر عقل کو شرعی احکام پر فوقیت دی جائے تو پھر انسان کو قدم قدم پر

٭مقالہ نگار ممبئی میں مقیم اہل سنت کے مشہور اسلامک اسکالر ہیں۔

منھ کی کھانا پڑے گی کیوں کہ عقل خود خاطی ہے اور جو شے خطا کی پیکر ہو بھلا وہ لائق اتباع کیسے ہوسکتی ہے، دراصل آج فیشن ایبل اور خود کو عصری علوم وفنون سے آراستہ و پیراستہ سمجھنے والا انسان فلسفہ کی روشنی میں عقل کو حاکم اور مشاہدہ کو محکوم تصور کرتا ہے کیوں کہ جب مشاہدہ غلطی کرتا ہے تو عقل اس کی رہنمائی کرتی ہے مثلاً جب رات کے وقت نیلگوں آسمان میں چاند ہو اور بادل دوڑتے ہوں تو اس وقت بادل کے ساتھ ساتھ چاند بھی دوڑتا ہوا نظر آتا ہے اگر چہ یہ ہمارے مشاہدے میں ہے لیکن عقل فوراً رہنمائی کرتی ہے اور مشاہدہ کو متنبہ کرتی ہے کہ خبردار! یہ مت سمجھنا کہ چاند بھی بادل کے ساتھ دوڑ رہا ہے۔

یہی سبب ہے کہ اس قسم کی خطائے مشاہدہ کو خطائے نظری سے تعبیر کیا جاتا ہے، اسی طرح جب ہم ٹرینوں یا بسوں میں سفر کرتے ہیں تو اثنائے سفر ٹرین اور بس کی رفتار کے ساتھ ساتھ درخت، پودے، راستے کے کنارے ٹھہرے ہوئے لوگ حتیٰ کہ خود سڑکیں بھی ٹرین اور بس کے ہمراہ چلتی اور دوڑتی محسوس ہوتی ہیں، حالانکہ یہ بھی خطائے نظری ہے، نہ آدمی دوڑتا ہے اور نہ درخت، عقل نظر کی اس خطا کی نشان دہی کر کے ہمیں بھٹکنے سے بچا لیتی ہے، انہیں وجوہات کی بنیاد پر انسانوں نے عقل کی روشنی میں عقل کو حاکم، فیصل اور رہبر و رہنما سمجھ کر عقل کے سہارے عمل کرنا شروع کر دیا، حالانکہ اگر اس مسئلے میں تدبر و تفکر اور تعمق نظری سے کام لیا جائے تو یہ بات مترشح ہو جائے گی کہ جب عقل خود خطا کی خوگر ہے تو پھر وہ رہنمائی کیسے کرسکتی ہے۔ میرا دعویٰ کہ عقل خاطی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ گیلی لیو جو ایک بڑا سائنس داں گزرا ہے، نے اپنا قول یوں پیش کیا کہ آسمان گھومتا ہے اور زمین ساکت ہے پھر جب کچھ عرصہ بعد جناب کوپر کا زمانہ آیا تو اس نے کہا کہ گیلی لیو کی تھیوری مبنی بر اغلاط ہے بلکہ زمین گردش کرتی ہے اور آسمان ساکت ہے حالانکہ ان دونوں سائنس دانوں کے اقوال قرآن مقدس کی رو سے غلط ہیں، کیوں کہ خداوند قدوس قرآن مجید پارہ ۲۲ رمیں فرماتا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا۔
یعنی بے شک اللہ روکے ہوئے ہے آسمانوں اور زمین کو کہ جنبش نہ کریں۔
[کنزالایمان]

اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی مایۂ ناز تصنیف "نزولِ آیاتِ فرقان در سکون زمین وآسمان" میں مذکورہ دونوں دانشوروں کے اقوال کی تردید کی اور دوسری تصنیف "فوز مبین در رد حرکت زمین" میں زمین کے ساکت ہونے پر ایک سو چار دلیلیں پیش کر کے پوری سائنسی دنیا میں ہلچل مچادی اور ہمیں ایک عظیم گناہ سے محفوظ و مامون فرما لیا، اگر کوئی عقل کی بنیاد پر سائنس دانوں کے ایسے اقوال پر ایمان رکھے گا تو ظاہر ہے وہ ضلالت وگمراہی کی دلدل میں پھنستا چلا جائے گا، اللہ ہماری نسل کو سمجھ عطا فرمائے، آمین۔

ہاں بات چل رہی تھی کہ عقل خود خاطی ہے تبھی تو مذکورہ دونوں عاقلوں کے درمیان اختلاف رائے رونما ہوا اور دونوں کے اقوالِ متضاد سامنے آئے حالانکہ دونوں اپنی اپنی عقل کی روشنی میں استدلال کررہے ہیں، یہ تو تھا دو عقلوں کے مابین اختلاف اور یہ تھی ان عقلوں کی کھلی ہوئی خطا مگر کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ دو عقلوں میں اختلاف ہوسکتا ہے مگر ایک انسان کی عقل کبھی خطاؤں کی مرتکب نہیں ہوتی، یہ بھی تجربات کے لحاظ سے بکمل غلط و بے بنیاد ہے کیوں کہ روزمرہ کا مشاہدہ کہ ایک انسان کبھی کچھ فیصلہ کرتا ہے اور کبھی کچھ اور، اگر کوئی یہ کہے کہ اب دو عقلوں میں اختلاف ہے ہم تیسری عقل کو رہنما تسلیم کریں گے تو یہ کہیں گے کہ تیسری عقل بھی تو خطا سے محفوظ نہیں، اگر اس پر اصرار کیا جائے تو پھر یہ سلسلہ غیر النہایہ چلتا رہے گا پھر منطق کی اصطلاح میں تسلسل لازم آئے گا جو صریح البطلان ہے۔

یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ مشاہدہ بھی خاطی، عقلا کی عقلیں بھی ناقص اور خود انسان کی عقل پیکرِ اغلاط تو اب لامحالہ ایک ایسا ثالث ڈھونڈنا پڑے گا جو ہمیں بیک مشاہدہ اور عقل دونوں کے اختلاف وخطا سے بچا کر صحیح سمت عطا کرے، ظاہر ہے کہ اب تو نہ عقل ثالث بن سکتی ہے اور نہ مشاہدہ اس امر کو انجام دے سکتا ہے، لہٰذا ماننا پڑے گا کہ وہ ثالث الہام ربانی ہے جو عقل کے تمام اختلاف وانتشار کو دور کر کے حقیقت کی راہ پر گامزن کرتا ہے، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بجائے اپنی عقل کی رائے پر عمل کرنے کے اسلام کے مقدس اصول کو نمونۂ عمل بنائیں اور یہی عمل دین ودنیا میں ہماری سرخروئی کا ضامن اور موجب نجات ثابت ہوگا، اگر مسلمان اسلام کے معنیٰ پر اچھی طرح غور کرے تو پھر اس کا قدم کبھی بھی اسلام کے قانون کے خلاف اٹھ نہیں سکتا،

اسلام کا اصطلاحی معنیٰ ہے "گردن نہادن در طاعت خدا" یعنی خدا وند قدوس کی اطاعت پر سر بہ خم ہوجانا، حیف صد حیف آج مسلمانوں کو سب کی اطاعت گوارا ہے مگر خدا اور رسول کی اطاعت و پیروی کی بات آتی ہے تو مسلمان اس سے کوسوں دور بھاگتا ہے، تعجب بالائے تعجب یہ کہ اسلام کے اصول کو آج بار گراں تصور کیا جارہا ہے حالانکہ میرے نبی نے فرمایا: الدین یسر ۔ یعنی دین آسان ہے، مگر حقیقت تو یہ ہے کہ دین فطرت کے مقدس اصول پر عمل نہ کرکے ہم نے اپنے لیے اسے مشکل بنا رکھا ہے، اسلاف کی مقدس زندگی کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتا ہے انہیں اسلام اور اسلام کے ضوابط سے کس قدر والہانہ محبت تھی کہ ان کی زندگی کا کوئی ایسا لمحہ نظر نہیں آتا جو اسلام کے اصول اور طریق رسول سے منحرف رہا ہو، اخیر وہ بھی انسان تھے مگر انھوں نے اسلام کی اہمیت وافادیت کو اچھی طرح سمجھا تھا اور ان کا سینہ عشق مصطفےٰ کا مدینہ تھا، کچھ عاقبت نا اندیش ایسے بھی تھے کہ اسلام کی جو بات ان کی ناقص سمجھ میں نہیں آتی ہے تو اسے خلافِ عقل قرار دے کر استہزا کرتے پھرتے ہیں، یہ سخت نادانی اور سراسر جہالت ہے، ہونا تو یہ چاہیے کہ جو قانون ہماری سمجھ میں نہ آئے اسے خلافِ عقل کا درجہ نہ دیں بلکہ اسے بالائے عقل کہیں، اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ قوانین اسلام دراصل قوانین خدا و رسول ہیں، کہاں ہم اور ہماری ناقص و خاطی عقل اور کہاں قدرتِ خدا اور دانائی مصطفےٰ جہاں تک حضور ﷺ کی عقل شریف کا تعلق ہے، اس سلسلے میں حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول زرقانی اور شفا شریف کے اندر موجود ہے جو قابل ذکر ہے۔

حضرت وہب بن منبہ نے فرمایا کہ میں نے اکہتر ۷۱ر کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ جب یہ دنیا معرضِ وجود میں آئی ہے اس وقت سے لے کر قیامت تک کے تمام انسانوں کی عقلوں کا اگر سرور کائنات ﷺ کی عقلِ مقدس سے موازانہ کیا جائے تو تمام انسانوں کی عقلوں کو آپ کی عقل شریف سے وہی نسبت ہوگی جو ایک ریت کے ذرے کے تمام دنیا کے ریگستانوں سے نسبت ہے، یعنی تمام بنی نوع کی عقلیں محض ایک ریت کے ذرے کے مساوی اور حضور ﷺ کی عقل شریف تمام دنیا کے ریگستانوں کے برابر ہے، واضح رہے کہ اس حدیث پاک کو ابونعیم محدث نے محدث ابن عساکر نے بھی روایت کیا ہے۔

اس وقت مجھے ایک بڑا ہی اہم واقعہ یاد آرہا ہے جسے نذر قارئین کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں:

ایک مرتبہ بوعلی سینا کے خادم نے جناب کے سامنے عرض کیا کہ حضور! بڑے دنوں سے ایک سوال پردۂ ذہن سے بار بار ٹکرا رہا ہے مگر دریافت کرنے کی ہمت نہ ہوئی، اگر اجازت ہو تو وہ سوال پیش کرکے ذہنی خلجان کو دور کرلوں، بوعلی سینا نے کہا بلا جھجھک وہ سوال کرلو اس میں اجازت کی کیا ضرورت ہے، خادم نے عرض کیا جناب! بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بے پایاں فیض وکرم سے آپ علم وفن کی عظیم ترین منزل پر فائز ہیں، بڑے بڑے دانشور آپ سے مختلف مسائل میں رجوع کرتے ہیں گویا آپ کی حیثیت منبع علم وفن کی ہے، لوگ خندہ روی کے ساتھ آپ کے اقوال کے اتباع میں سر بہ خم ہوجاتے ہیں اور بصد افتخار آپ کو اپنا رہنما ومقتدا سمجھتے ہیں لیکن میں یہ دیکھتا ہوں کہ دنیا آپ کی اقتدا واتباع کررہی ہے اور آپ محمد ﷺ کی پیروی میں شب وروز مصروفِ عمل رہتے ہیں اخیر اس کی معقول وجہ کیا ہے؟ بوعلی سینا نے کہا بندۂ خدا! تم نے بڑا اچھا سوال کیا ہے مگر اس کے جواب کے لیے تھوڑا سا انتظار کرو وقت آنے پر تمھیں اس کا شافی جواب مل جائے گا، وقت گزرتا گیا اور خادم کو حصولِ جواب کی فکر مضطرب کرتی رہی مگر ایک دن! سردی کا موسم تھا اور رات انتہائی سرد، وقت فجر ہوا تو بوعلی سینا نے خادم سے کہا کہ میرے لیے پانی لے آؤ تاکہ میں وضو کرکے نمازِ فجر ادا کرلوں، سخت سردی کی بنیاد پر خادم کو تساہلی نے اپنے حصار میں لے رکھا تھا، اس کا بستر چھوڑنے کو قطعی جی نہیں چاہتا تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ گرم بستر کا لطف بھی کھونا نہیں چاہتا تھا، بوعلی سینا نے خادم کو پھر آواز دی تو خادم بڑے منکسرانہ انداز میں اور لجاجت بھرے لہجے میں کہا کہ حضور! ناقابلِ برداشت سردی ہے اٹھنے کو طبیعت نہیں چاہتی براہ کرم گستاخی معاف آپ خود ہی پانی لے کر وضو کرلیں نوازش ہوگی، بوعلی سینا بغیر کسی تعرض کے اٹھا پانی لیا وضو کرکے نمازِ فجر ادا کرلی، خادم نے تو اپنا عذر پیش کردیا مگر اس کا ضمیر اسے عدم اتباع پر ملامت کرنے لگا۔ جلدی سے اٹھا اور بوعلی سینا کے سامنے دست بستہ معذرت پیش کرنے لگا، بوعلی سینا نے بے حد متانت وسنجیدگی سے کہا کہ سنو! تمھارا بستر نہ چھوڑنا اور مجھے وضو کے لیے پانی نہ دینا ہی تمھارے سوال کا جواب ہے، خادم ہکا بکا رہ گیا اور حیرت ناک

نگاہوں سے بوعلی سینا کو دیکھے جارہا تھا پھر اس سے رہا نہ گیا تو عرض کیا کہ حضور! بات سمجھ میں نہیں آئی، برائے کرم وضاحت فرمادیں تاکہ مجھے اطمینان حاصل ہوجائے، بوعلی سینا نے کہا دراصل تم نے کچھ عرصہ پہلے سوال کیا تھا کہ لوگ میری اتباع و پیروی کرتے ہیں مگر میں رسول اللہ ﷺ کی اتباع و پیروی کیوں کرتا ہوں اس کا جواب آج تم نے اپنے ہی عمل سے دے دیا، بات یوں ہے کہ میں نے تم سے وضو کے لیے پانی طلب کیا اور تم نے سردی کا عذر پیش کر کے میرے حکم کی تعمیل نہیں کی مگر مؤذن کو دیکھو خواہ برسات ہو یا گرمی، طوفان ہو یا سردی وہ کسی بھی چیز کی پرواہ کیے بغیر بوقتِ فجر بھی اپنے بستر کو خیر آباد کہتا ہے اور سیدھے مسجد میں آکر اذان گاہ میں خداوند قدوس کی وحدانیت و معبودیت اور رسولِ اکرم کی رسالت و نبوت کا ببانگ دہل اعلان کرتا ہے، اب بتاؤ کہ میں اس رسول کی بھلا کیوں نہ اتباع و پیروی کروں جس کی اطاعت ساری کائنات کرتی ہے اور ساری کائنات کو ربِّ قدیر نے اطاعت کا حکم صادر فرمایا ہے، یہ جواب سن کر خادم مبہوت رہ گیا۔

آج ہم اپنی زندگی، معاشرہ اور سماج کا سنجیدگی سے تجزیاتی مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم میں اسلام کی کون سی خوبی پائی جاتی ہے، ہم نے اپنے سارے اوصاف اور اسلامی عظمت و وقار کو پس پشت ڈال دیا، اغیار ہماری صفات کو اپنا کر بامِ عروج پر پہنچ گئے اور ہم غیروں کی تہذیب و تمدن کو اپنا کر دن بدن پستیوں کی جانب بڑھتے چلے جارہے ہیں لیکن پھر بھی ہمارا احساس بیدار نہیں ہوتا، بار بار ٹھوکریں لگتی ہیں تب بھی ہم نہیں سنبھلتے، اخیر یہ جمود و تعطل کیسا اور کب تک؟ دیگر ممالک کی بات چھوڑیے اسی ہندوستان میں سالہا سال مسلمان حکمراں رہے لیکن آج ہندوستان میں مسلمانوں کی جو پوزیشن ہے وہ ناقابل بیان ہے اور نہ صفحۂ قرطاس پر بکھیرنے کے لائق۔

مسلمانو! اسلام کی گراں قدر بے بہا دولت ہمیں آسانی سے نہیں ملی بلکہ سخت جاں فشانیوں کے بعد اسلام پھولا پھلا اور پروان چڑھا ہے، اسی اسلام کی ترویج و اشاعت کی خاطر نبی کریم ﷺ کو خارزار وادیوں سے گزرنا پڑا، جسم اقدس پر پتھر کھانا پڑے، شعب ابوطالب میں قید و بند کی صعوبت جانکاہ سے دوچار ہونا پڑا، کفارِ مکہ کے صبر آزما ظلم و استبداد سہنا پڑے اور اسی اسلام کی بقا و صیانت کے لیے صحابۂ کرام نے اپنا خونِ جگر پیش کیا اور امام عالی مقام اور ان کے اعزہ و اقارب نے اسلام کے لیے اپنی زندگی کا آخری قطرہ تک نچوڑ کر رکھ دیا مگر ہماری وفاداری یہ ہے کہ آج ہم بڑی بے دردی اور ڈھٹائی کے ساتھ اسلام کے مقدس اصول و ضوابط کو روندتے چلے جارہے ہیں، اللہ! آج بھی موقع ہے، صبح کا بھولا شام کو واپس آئے تو اسے بھولا نہیں کہتے، آئیے ہم یہ عہد و پیمان کریں کہ ہم اسلام کے اصول کو اپنے سینے سے لگا کر دنیا کے سامنے اپنے اسلاف کی یاد تازہ کریں گے اور مسلمان ہونے کی سچی پہچان زمانے کی پیشانی پر ثبت و نمایاں کریں گے، بلاشبہ اگر آج بھی مسلمان اپنے ایمان میں روشنی اور عمل میں تازگی پیدا کرے تو پھر وہ دن دور نہیں کہ ہماری ابتری برتری سے، تباہی ترقی سے، پستی بلندی سے اور زوال عروج سے بدل جائے گی، نتیجہ کے طور پر ایک بار پھر دنیا ہمارے قدموں پر نچھاور ہوجائے گی اور خداوند قدوس کی رحمتیں جھوم جھوم کر برسیں گی۔

مندرجہ ذیل اشعار کے ساتھ مضمون ختم کر رہا ہوں، گر قبول افتد زہے عز و شرف ؎

ہم آسمانِ زیست پر، ایسا قمر پیدا کریں
سارے جہاں میں جابجا، روشن نگر پیدا کریں

اغیار کی گردنیں، خم ہوں ہمارے روبرو
ہم حیدرِ کرّار سا، فاتح اثر پیدا کریں

نورِ خدائے پاک سے، قلب و جگر معمور ہوں
شامِ الم کی دہر میں، نوری سحر پیدا کریں

دنیا جھکائے شوق سے، پھر سر ہمارے سامنے
ایسا عمل پیدا کریں، ایسی نظر پیدا کریں

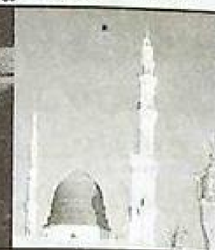
اک مشعلِ راہِ ہدیٰ، ثابت ہو عالم کے لیے
کردار اپنا آیئے، یوں اعلیٰ تر پیدا کریں

رحمان ہے ستار ہے، غفار ہے قہار بھی
اس کے جلال و غیظ کا، ہم کچھ تو ڈر پیدا کریں

قربت شہِ کونین کی، ہم کو میسر آئے گی
کشتِ خودی کی فصل کا، آبِ جگر پیدا کریں

حور و ملائک پیکر، حیرت ہوں ہم کو دیکھ کر
یوں بندگی کی بزم میں نورِ بشر پیدا کریں

قدسیؔ مہ و انجم بھی، زیرِ قدم آجائیں گے
عشقِ رسولِ دوجہاں، دل میں اگر پیدا کریں





ماہ شعبان المعظم کے فضائل و معمولات

از: مفتی محمد صابر القادری*

شعبان المعظم اسلامی سال کا آٹھواں مہینہ ہے اور قرآن و حدیث میں اس کی بے شمار فضیلتیں اور برکتیں وارد ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: حٰم و الکتب المبین انا انزلنٰہ فی لیلتہ مبٰرکۃ۔ [پ ۲۵، سورہ دخان آیت ۱، ۲، ۳] یعنی قسم اس روشن کتاب کی بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اتارا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حٰم یعنی روز قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کا فیصلہ فرما چکا ہے، والکتٰب المبین، قسم ہے کتاب مبین کی یعنی قرآن مجید کی، انا انزلنہ فی لیلۃ مبٰرکۃٍ یعنی ہم نے قرآن یعنی کتاب مبین برکت والی رات میں اتارا، یعنی نصف شعبان کی رات میں، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ اکثر مفسرین کا یہی قول ہے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ لیلۃ مبٰرکۃٍ سے شب قدر مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بہت سی چیزوں کو مبارک فرمایا ہے قرآن مجید کو بھی مبارک کہا گیا ہے: ھٰذا ذکر مبارک انزلناہ۔ یعنی یہ قرآن مبارک ذکر ہے جس کو ہم نے نازل کیا، قرآن کریم کی برکتیں طرح طرح کی ہیں، مثلاً جس نے اسے پڑھا اور اس کو مانا، اس نے نار جہنم سے نجات پائی، یہ برکت اس سے بڑھ کر اس کے اب وجد یعنی اس کے باپ دادا اور اولاد تک پہنچتی ہے۔

آقائے کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے قرآن پاک کی تلاوت اوراق دیکھ کر کی، اللہ تعالیٰ اس کے ماں باپ سے عذاب ہلکا کر دیتا ہے۔ خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح پانی کو بھی برکت والی چیزوں میں فرمایا ہے: و انزلنا من السما ا ما أ مبا ر کاً۔ یعنی م نے ابر سے برکت والا پانی نازل فرمایا، یہ پانی ہی کی برکت ہے کہ چیزیں اس سے زندہ ہیں، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: و جعلنا من الماء کل شئ حی افلا یومنون۔ یعنی ہم نے سب چیزوں کو پانی سے زندہ کیا ہے، پھر بھی ایمان نہیں لاتے۔ [غنیۃ الطالبین]

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ: اذا کانت لیلۃ النصف من الشعبان فقوموا لیلہا و صوموا یومہا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیہا لغروب الشمس الی السماء الدنیا ویقول اللہ الا من مستغفر فاغفر لہ الا من مسترزقٍ فارزقہ الا من مبتلٍ فاعافیہ الا من کذا الا من کذا حتیٰ یطلع الفجر۔ یعنی شعبان کی پندرہویں رات ہو تو اس رات کو قیام کرو یعنی نماز پڑھو اور دن کو روزہ رکھو کیونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی تجلی آفتاب کے وقت سے ہی آسمان دنیا پر ظاہر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا کوئی بخشش مانگنے والا ہے کہ اسے بخش دوں، کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ اسے عطا کر دوں، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ اسے چھوڑ دوں، کیا کوئی فلاں فلاں حاجت والا ہے کہ میں اس کی حاجت پوری کر دوں حتی کہ صبح ہو جاتی ہے۔ [ابن ماجہ]

معلوم ہوا کہ پندرہویں شعبان کی رات بڑی ہی رحمت و برکت والی ہے اس رات گنہگاروں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا سے فرماتا ہے ۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے رہرو منزل ہی نہیں

جو لوگ ایسی مبارک راتوں کو یاد الٰہی میں گزارتے ہیں، ان کے لئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اولٰئک علیہم صلوٰۃ من ربہم و رحمہ۔ یعنی ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔

ترمذی شریف میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں: فقدت رسول اللہ ﷺ لیلۃ فاذا ھو بالبقیع فقال بعائشۃ تخافین ان یخلف اللہ علیکم و رسولہ قلت یا رسول اللہ انی ظننت انک

*مضمون نگار، مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمان گنج، بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

اتیت بعض نسائک فقال ان اللہ تعالیٰ ینزلو لیلۃ النصف من شعبان الی السماء الدنیا فیغفر لا کثر من عدد شعر غنم بنی کلب۔ یعنی میں نے ایک رات حضور علیہ السلام کو نہ دیکھا، پھر وہ قبرستان مدینہ میں مجھے ملے، آپ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تمہیں اس بات کا ڈر تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! میں نے خیال کیا تھا کہ شاید آپ ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے ہیں، تب آپ نے فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے پس قبیلہ بنی کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ گنہگاروں کو بخشتا ہے۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوگیا کہ رات کو قبروں پر جانا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے، حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے آپ نے بیان فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نصف شعبان کی رات میں اللہ تعالیٰ قریب ترین آسمان کی طرف نزول فرماتا ہے اور مشرک دل میں کینہ رکھنے والے اور رشتہ داروں کو منقطع کرنے والے اور بدکار عورت کے سوا تمام لوگوں کو بخش دیتا ہے۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ شعبان کی پندرہویں رات آنے سے پہلے جملہ حقوق عبادات سے حتی الوسع فراغت حاصل کرلی جائے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ چار راتوں میں خیر و برکت کے دروازے صبح تک کھلا رکھتا ہے۔(۱) شب عیدالاضحیٰ (۲) شب عیدالفطر (۳) شب یوم عرفہ (۴) شب نصف شعبان، اس رات مخلوق کی عمر، ان کی روزی اور حاجیوں کے نام لکھے جاتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ وہ پانچ راتیں ہیں یعنی پانچویں رات شب جمعہ ہے۔

[ماثبت عن السنہ، غنیۃ الطالبین]

شب برأت کی وجہ تسمیہ

شب برأت کو شب برأت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس رات میں دو بیزاریاں ہیں، بدبخت لوگ اللہ تعالیٰ سے بیزار ہوتے ہیں اور دور ہوجاتے ہیں اور اولیاء اللہ ذلت اور گمراہی سے دور ہوجاتے ہیں حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب نصف شعبان کی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظر فرماتا ہے، یعنی متوجہ ہوتا ہے، مومنوں کو تو بخش دیتا ہے اور کافروں کو اور ڈھیل دے دیتا ہے اور کینہ رکھنے والوں کو اس وقت تک چھوڑے رکھتا ہے جب تک وہ کینہ پروری سے باز نہ آجائیں، روایت ہے کہ فرشتوں کے لئے آسمان میں دو راتیں عید کی ہیں جس طرح زمین پر مسلمانوں کے لئے، عید کے دو دن ہیں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ، فرشتوں کی عید کی راتیں ہیں شب برات اور شب قدر، فرشتوں کی عیدیں رات میں اس لئے رکھی گئی ہیں کہ وہ سوتے نہیں ہیں، مسلمانوں کی عیدیں دن میں اس لئے رکھی گئی ہیں کہ وہ سوتے ہیں، بعض علما نے فرمایا کہ اس میں حکمت الٰہی یہ ہے کہ شب برأت کو تو ظاہر فرمایا اور شب قدر کو پوشیدہ رکھا، شب قدر رحمت و بخشش اور جہنم سے آزادی کی رات ہے، اسے اللہ تعالیٰ نے پوشیدہ اسی لئے رکھا کہ لوگ اسی پر تکیہ نہ کرلیں اور اعمال صالحہ سے غافل ہوجائیں۔

شب برأت کو اس لئے ظاہر کردیا کہ یہ رات حکم و فیصلہ کی رات ہے اور خوشی والم کی رات ہے، رد و قبول کی رات ہے، رسائی اور نارسائی کی رات ہے، یعنی وصل اور اعراض کی رات ہے، خوش نصیبی اور بدبختی کی رات ہے، حصول شرف اور اندیشۂ عذاب کی رات ہے، کسی کو اس میں سعادت نصیب ہوتی ہے اور کسی کو شقاوت، کسی کو جزا دی جاتی ہے تو کسی کو رسوا کیا جاتا ہے کسی کو سرفراز کیا جاتا ہے اور کسی کو سرنگوں کیا جاتا ہے، کسی کو اجر دیا جاتا ہے اور کسی کو جدا کیا جاتا ہے، بہت سے کفن دھوئے ہوئے تیار رکھے ہوتے ہیں لیکن کفن پہننے والے بازاروں میں گھومتے پھرتے ہیں، (اپنی لاعلمی اور غفلت کی بدولت) بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی قبریں کھدی ہوئی تیار ہیں اور قبروں والے خوشی میں مگن غفلت میں پڑے ہوتے ہیں، بہت سے چہرے ہنستے ہوئے ہوتے ہیں، حالانکہ ان کی ہلاکت کا وقت بہت قریب ہوتا ہے بہت سے مکانوں کی تعمیر قریب تکمیل ہوتی ہے، لیکن صاحب مکان کی موت قریب لگی ہوتی ہے، بہت سے بندے ثواب کے امیدوار ہوتے ہیں لیکن ناکامی اٹھانا پڑتی ہے، بہت سے لوگ جنت کا یقین رکھے ہوئے ہوتے ہیں لیکن دوزخ کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بہت سے لوگ عطا کے امیدوار ہوتے ہیں اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بہت سے بندوں کو وصل کا یقین ہوتا ہے لیکن فراق کا منھ دیکھنا پڑتا ہے، بہت سے لوگ حکومت

کی امید لگائے ہوتے ہیں، اور انھیں ہلاکت سے دو چار ہونا پڑتا ہے۔ [غنیۃ الطالبین]

مذکورہ روایات سے ثابت ہوا کہ شب برأت کی بڑی اہمیت ہے اس رات میں ہر خوش عقیدہ مسلمان کو اپنے اعمال پر غور و فکر کر کے جہاں حقوق العباد سے سبکدوشی حاصل کرنا ضروری ہے، وہیں اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار ضروری ہے، نیز اپنی زندگی کے معمولات پر توجہ سے محاسبہ کر کے آئندہ کے لئے برائیوں سے بچنے کا عزم مصمم کیا جائے۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ کا رقت انگیز واقعہ

روایت ہے کہ حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نصف شعبان کی شب کو اپنے مکان سے باہر نکل رہے تھے، اس وقت ان کے چہرے سے ایسا ظاہر ہو رہا تھا کہ جیسے ان کو قبر میں دفن کر دیا گیا تھا اور وہ اس سے باہر نکل کر آ رہے ہیں، آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی، آپ نے فرمایا خدا کی قسم جس شخص کی کشتی وسط سمندر میں ٹوٹ گئی ہو، اس کی مصیبت میری مصیبت سے کٹھن نہیں ہے، آپ سے پوچھا گیا کہ ایسا کیوں ہے، آپ نے فرمایا مجھے اپنے گناہوں کا تو یقین ہے لیکن میری نیکیاں معرض خطر میں ہیں، معلوم نہیں وہ قبول ہوتی ہیں یا میرے منھ پر ماری جائیں گی۔

شب برأت میں نماز

شب برأت میں جو نماز اسلاف سے منقول اور وارد ہے اس میں سو رکعتیں ہیں ایک ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص کے ساتھ یعنی ہر رکعت میں دس مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھی جائے، اس نماز کا نام صلوۃ الخیر ہے اس کے پڑھنے سے برکتیں حاصل ہوتی ہیں، اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے اور اس کا ثواب کثیر ہے۔

حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ مجھ سے سرور کائنات ﷺ کے تیس صحابہ نے بیان کیا کہ اس رات کو جو شخص یہ نماز پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف ستر بار دیکھتا ہے اور ہر بار کے دیکھنے میں ستر حاجتیں اس کی پوری کرتا ہے جن میں سب سے ادنیٰ حاجت اس کے گناہوں کی مغفرت ہے مستحب ہے کی اس نماز یعنی صلوۃ الخیر کو ان چودہ راتوں میں بھی پڑھے، جن میں عبادت کرنا اور شب بیداری کرنا مستحب ہے، ان راتوں کا ذکر میری کتاب ماہ رجب کے فضائل میں موجود ہے، اس میں مطالعہ کریں تا کہ نماز پڑھ کر عزت و فضیلت اور ثواب حاصل کریں۔ [غنیۃ الطالبین ص ۳۴۸]

روایت عجیبہ

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک پہاڑ پر تشریف فرما ہوئے اور وہاں ایک خوبصورت گنبد نما پتھر دیکھا، آپ تعجب سے اس کے گرد گھومنے لگے، اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ کیا تمہاری خواہش ہے کہ اس پتھر کا راز تم پر ظاہر کر دوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی الٰہی میری تمنا تو یہی ہے، اتنے میں یہ پتھر شق ہو گیا تو آپ نے دیکھا کہ ایک آدمی عبادت میں مشغول ہے اور اس کے قریب ہی ایک انگور کی بیل ہے اور ایک نہر جاری ہے، اس شخص نے کہا کہ یہی انگور میں ہر روز کھاتا ہوں اور اس نہر کا پانی پیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ تم اس پتھر کے اندر کتنے دنوں سے عبادت کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ چار سو برس سے، یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ شاید اس جیسی عبادت تو تیرے کسی بندے نے نہ کی ہوگی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ علیہ السلام میرے حبیب ﷺ کا جو امتی شعبان کی پندرہویں رات میں دو رکعت نماز پڑھے گا، وہ اس کی چار سو برس کی عبادت سے بہتر و افضل ہوگا، یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ تو مجھے حضرت محمد ﷺ کی امت میں داخل فرما لے۔ [روض الاذکار]

اولیاء اللہ کے معمولات

(۱) بعد نماز مغرب چھ رکعتیں نماز نفل پڑھیں اور ہر دو رکعت پر سلام پھیریں اور ہر دو رکعت کے بعد سورۂ یٰس ایک مرتبہ یا قل ھو اللہ ۲۱ / مرتبہ پڑھیں، پہلی بار سورۂ یٰس درازی عمر کے لئے پڑھیں، دوسری بار رزق کی ترقی کے لئے اور تیسری بار دفع بلا کے لئے پھر دعائے نصف شعبان پڑھیں۔

(۲) بعد نماز عشا ۱۲ / رکعت نماز نفل پڑھیں، ہر رکعت میں الحمد کے بعد دس مرتبہ قل ھو اللہ پڑھیں اور نماز کے بعد دس مرتبہ کلمہ توحید، دس مرتبہ کلمۂ تمجید اور ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھیں

(۳) یہ دعا جتنی مرتبہ پڑھ سکیں پڑھیں: اللھم انی اسئلک العفو والعافیۃ والمعافاۃ الدائمۃ فی الدنیا والاخرۃ۔ یعنی اے اللہ میں تجھ سے درگزر اور عافیت اور ہمیشہ کی معافی کی دنیا و آخرت میں دعا کرتا ہوں۔

شب برأت کے نوافل

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے کہ جو شخص آج

کی شب بارہ رکعت نماز نفل دو دو یا چار چار کر کے پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بارہ ہزار شہیدوں کا ثواب عطا فرمائے گا، بارہ سال کی عبادت کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھتا ہے اور وہ شخص گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے کہ آج ہی پیدا ہوا ہے اور ۸۰ روز تک اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے، مزید آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شعبان کی پہلی جمعرات اور آخری جمعرات کو روزہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو جنت میں جگہ عطا فرمائے گا، حضرت خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص آٹھ رکعت نماز نفل ایک سلام سے پڑھے گا اور اس کا ثواب مجھے پہنچائے گا تو میں اس وقت تک جنت میں نہیں جاؤں گی، جب تک اس شخص کی بخشش نہ کرالوں گی۔

نفل پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے، ہر دو رکعت کے بعد قعدہ کرے اور التحیات اور درود شریف پڑھ کر کھڑا ہو جائے، اسی ترتیب سے آٹھ رکعت نماز نفل مکمل کر کے سلام پھیرے اور اس کا ثواب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بخش دے۔ [غنیۃ الطالبین]

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو دہ رکعت نماز نفل دو، دو یا چار، چار کر کے پڑھے اور یہ نوافل ادا کر نے کے بعد سورۂ فاتحہ چودہ مرتبہ سورۂ اخلاص چودہ مرتبہ، ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور ایک مرتبہ آیت لقد جاء کم رسول من انفسکم پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس نماز کے پڑھنے والے کے نامۂ اعمال میں بیس سال کے مقبول روزہ اور بیس سال کے مقبول حج کا ثواب لکھنے کا حکم فرماتا ہے، آٹھ رکعت نماز نفل جس کے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قدر ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص پچیس مرتبہ پڑھیں، یہ نوافل پڑھنے سے خصوصی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوگا۔ (یہ نوافل دو، دو رکعت کر کے پڑھیں)

شب برأت کے خصوصی وظائف

جو شخص شب برأت میں قرآن پاک کے دل یعنی سورۂ یٰس شریف پڑھے گا، اس کے رزق میں برکت ہوگی، عمر میں اضافہ ہوگا اور ناگہانی آفتوں سے محفوظ رہے گا، شب برأت میں سورۂ دخان پارہ پچیس کی جو شخص ۷ مرتبہ تلاوت کرے گا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس شخص کی ستر حاجات دنیوی اور ستر حاجات اخروی پوری فرمائے گا، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ اسی شب مبارک میں بیری کے درخت کے سات پتوں کو پانی میں جوش دے کر نہانے سے تمام جادو ٹونے اور برے اثرات سے محفوظ رہے گا، امن وامان اور جان مال کی حفاظت کے لئے سورۂ بقر کے آخری رکوع کی آیات، امن الرسول سے علی القوم الکفرین تک پڑھنا نہایت ہی باعث برکت اور مستحسن ہے، جو کوئی پندرہویں شعبان کو روزہ رکھے گا، دوزخ کی آگ اس کو نہ چھوئے گی۔ [غنیۃ الطالبین]

مولائے کائنات کی بارگاہ عالی جاہ میں دعا ہے کہ وہ ہمیں اس شب مبارک کے فیوض وبرکات سے صحیح معنوں میں ہمارے اعمال کے مطابق نہیں بلکہ اپنی شایان شان عطا فرمائے اور توفیق خیر رفیق عطا فرمائے۔

شب برأت کی غلط رسمیں

شب برأت اتنی اہم رات ہے کہ اس رات انسان کو چاہئے کہ عبادت الٰہی میں مصروف ومشغول ہو کر اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچائے، مگر آج کل مسلمانوں کا معاملہ اور طریقہ اس کے برعکس ہے چنانچہ آگ سے بچنے کے بجائے گھر گھر آگ جلائی جاتی ہے اور آتش بازی میں مشغول ہوتے ہیں، خدا جانے مسلمانوں میں شب برأت میں کیسے یہ رواج پا گئی جو سراسر اسلام کے خلاف ہے، آتش بازی سے خدائے قہار وجبار کے ناراضگی کے علاوہ جو ظاہری نقصان اور اسراف بے جا ہوتا ہے اس کا اندازہ اخبارات اور نیوز کے اطلاعات کے ذریعہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے، تمام مسلمانوں کو اجتماعی طور پر اس غلط رسم ورواج اور خلاف شرع نقصان دہ رسم کو ختم کرنے کی کوشش کرنا چاہئے ہر بری رسم اور برائی کوشش اور محنت سے ختم ہو سکتی ہے، مومن کی شان یہ ہے کہ ہمہ وقت اسلام کا پیروکار اور مبلغ رہے، اس لئے کہ ہمارے سروں پر خیر امت کا اعلیٰ ترین تاج رکھا گیا ہے۔

رب کائنات ارشاد فرماتا ہے: کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ یعنی تم بہترین امت ہو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

[پ ۴ رسورۂ آل عمران آیت ۱۱۰]

اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے اس عمل کو کبھی ترک نہ کریں اور ہمیشہ دعوت وتبلیغ دیں کا فریضہ انجام دیتے رہیں کیونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور وہی کام

* مضمون مقالہ نگار رسہ ماہی "الکوثر" دار العلوم خیریہ نظامیہ بارہ دری سہسرام، بہار کے مدیر اعلیٰ ہیں۔

اب امت کے سپرد ہو گیا ہے، اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اس مقدس فریضہ سے منہ موڑنے کے بجائے دلچسپی کے ساتھ تبلیغی کاموں حصہ لینا اپنا شعار بنالیں، آج ہماری تنزلی اور غلامی کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اسلام کے اصولوں پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے، علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

آج بھی اگر ہم اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہو جائیں تو کامیابیاں قدموں کا بوسہ لیتی ہوئی نظر آئیں گی ۔

ہمیں لازم ہے شہنشاہ بطحا کی رضا جوئی
وہ اپنے ہو گئے تو رحمت پروردگار اپنی

شب برأت کی فاتحہ

یہ رات اپنے مردوں اور دوسرے بزرگوں کی روحوں کو ثواب پہنچانے اور فاتحہ دلانے کے لئے بڑی خاص رات ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعاعنہما سے روایت ہے کہ عید اور عاشورہ اور رجب کے پہلے جمعہ کے دن اور شعبان کی پندرہویں رات یعنی شب برأت اور جمعہ کی رات میں مردوں کی روحیں اپنے گھروں کے دروازوں پر جا کر پکارتی ہیں کہ اے گھر والو! ہمارے اوپر رحم و کرم اور مہربانی کرو، آج کی رات ہمارے لئے کچھ صدقہ کرو کیونکہ ہم لوگ ایصال ثواب کے محتاج ہیں، ہمارے نامۂ اعمال ختم کر دیئے گئے اور تمہارے نامہ اعمال جاری ہیں، پس اگر یہ روحیں کچھ نہیں پاتیں تو حسرت وناامیدی کے ساتھ واپس چلی جاتی ہیں۔ [فتاوی عزیزیہ بحوالہ اتیان الاارواح]

شب برأت کا حلوہ

شب برأت کا حلوہ پکانا نہ تو فرض وسنت ہے نہ حرام وناجائز بلکہ حق بات اور سچی حقیقت یہ ہے کہ شب برأت میں دوسرے تمام کھانوں کی طرح حلوہ پکانا بھی ایک مباح اور جائز کام ہے اور اگر اس نیک نیتی کے ساتھ ہو کہ ایک نفیس اور مرغوب کھانا فقراؤ مساکین اور اہل وعیال کو کھلا کر ثواب حاصل کرے تو کار ثواب بھی ہے، درحقیقت اس رات میں حلوے کا دستور یوں نکل پڑا کہ یہ مبارک رات صدقہ وخیرات، ایصال ثواب وصلہ رحمی کی خاص رات ہے لہٰذا انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ اس رات میں کوئی مرغوب کھانا پکایا جائے۔

بعض عالموں کی نظر بخاری شریف کی اس حدیث پر پڑی کی: کان رسول اللہ ﷺ یحب الحلواء والعسل۔ یعنی رسول اللہ ﷺ حلوہ یعنی شیرینی اور شہد کو پسند فرماتے تھے، لہٰذا ان علما نے اس حدیث پر عمل کرتے ہوے اس رات میں حلوہ پکایا پھر رفتہ رفتہ عوام میں بھی اس کا چرچا اور رواج ہو گیا۔

چنانچہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے،، ہندوستان میں شب برات کو روٹی اور حلوہ پر فاتحہ دلانے کا دستور ہے اور سمر قند و بخارا میں قتلما پر جو ایک میٹھی چیز ہے۔ [ملفوظات حضرت محدث دہلوی ص ۴]

الغرض شب برأت کا حلوہ ہو یا عید کی سوئیاں یا محرم کا مالیدہ محض ایک دستور ورواج کے طور پر لوگ پکاتے کھاتے اور کھلاتے ہیں، کوئی بھی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ یہ فرض یا سنت ہے اس لئے اس کا ناجائز کہنا درست نہیں ہے، چہ جائیکہ منع وانکار میں حد سے بڑھنا اور غلو کرنا، واضح رہے کہ کسی حلال کو حرام ٹھرانا اللہ تعالی پر جھوٹی تہمت لگانا ہے جو ایک بدترین گناہ ہے۔

ص ۳۰ / کا بقیہ ....

واللہ لا اٰخُذُہٗ ابداً وقد طرحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کی قسم! میں اسے کبھی بھی نہیں اٹھاؤں گا جس کو میرے رسول نے پھینک دیا ہے۔ [صحیح مسلم، کتاب اللباس]

ہم غور تو کریں! آج ہم اپنی زندگیوں پہ غور کریں! مدینہ کی گلی سے حضور گزرے تو ایک گنبد نما مکان بن رہا تھا، ایسے مکان حضور پسند نہیں فرماتے تھے، حضور نے دیکھا چہرے پر آثار پسندیدگی نہیں آئے، حضور گزر گئے، کسی نے اس صحابی کو بتایا حضور گزرے تھے؛ تیرا مکان دیکھا خوش نہیں ہوئے اس نے کدال لیا اور مکان کو زمین کے برابر کر دیا، دو چار دن کے بعد حضور کا پھر گزر ہوا، دیکھا تو وہ مکان نہیں تھا، فرمایا اسے بلاؤ، وہ بلایا گیا، کہا میں گزرا تھا تیرا مکان تھا آج نہیں ہے، کیا ہوا؟ عرض کی: حضور! گرادیا، فرمایا کیوں؟ عرض کی سُنا تھا آپ کو پسند نہیں۔

اللہ اکبر! میں اور آپ دیکھے کہ ہمارا کیا کیا حضور کو پسند نہیں ہے، سر سے لے کر پاؤں تک، شادی عقیقے ولیمے سے لے کر اپنی نجی اور سیاسی زندگی تک؛ ہمارا طرز حیات، ہماری وضع قطع کیا کیا حضور کو پسند نہیں ہے، تو حضور کے ساتھ اگر محبت کا ربط ورشتہ ہے تو تقاضۂ محبت ادب بھی ہے اور تقاضۂ محبت اطاعت بھی ہے۔

از: مولانا پیر محمد رضا ثاقب مصطفائی*



بارگاہ رسالت مآب کا ادب و احترام

مرتب: وسیم احمد رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

ذرا دیکھو! آج ہم کس دور سے گزر رہے ہیں، آج لوگوں کی زبانیں بہت لمبی ہوگئی ہیں اور نبی علیہ السلام کے بارے میں لوگ جو منہ میں آتا ہے بھونک دیتے ہیں، سمجھتے نہیں کہ سب کچھ لٹ جائے گا، پلّے کچھ نہیں رہے گا، اب دیکھیے ان کا شیوۂ ادب جو حضور کی چوکھٹ کے غلام تھے، حضرت براء بن عازب سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ کن کن جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے؟ تو حضرت براء بن عازب نے چار انگلیاں کھڑی کیں، کہا: حضور نے ایسے چار انگلیاں کھڑی کرکے کہا جس کی آنکھ چھوٹی ہو جو لنگڑا ہو، جو بیمار اور لاغر ہو اور کہا کہ جس کے اندر یہ عیب ہوں ان جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہوگی اور پھر ساتھ میں کہنے لگے کہ یہ جو میں نے چار انگلیاں کھڑی کرکے کہا کہ حضور نے ایسے انگلیاں کھڑی کرکے کہا تھا، تو یہ بات میں نے سمجھانے کے لیے کی ہے ورنہ میری انگلیاں حضور کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں۔[سنن ابوداؤد]

ذرا غور تو کرو! محبت کے لہجے کو دیکھو! کہا یہ میں بیانِ عدد کے لیے بتا رہا ہوں، ورنہ میری انگلیاں حضور کی انگلیوں جتنی نہیں ہے، وہ بڑی تھیں اور یہ چھوٹی ہیں، حالانکہ کسی کو شائبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ انگلیوں سے مماثلت پیدا ہورہی ہے، یہ تعینِ عدد کے لیے کہا جارہا ہے، لیکن فوراً خیال آیا اور کہا کہ میری انگلیاں حضور کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں۔

حضرت عباس بن عبدالمطلب سے کسی نے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں یا حضور بڑے ہیں؟ پوچھنے والے نے تو عمر کے بارے میں پوچھا، تو کہا سال زیادہ میں نے گزارے، بڑے تو حضور ہی ہیں، تو یہ ان کا ادب تھا یہ اصحاب رسول کی زندگی تھی اور ان کا انداز تھا، آج میں اور آپ دیکھیں کہ ہم کس جگہ کھڑے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انتہائی حساس ہونا چاہیے اور کوئی ہلکا اور میلا لفظ زبان پہ نہیں آنا چاہیے، ورنہ سب کچھ لٹ جائے گا، پلّے کچھ بھی نہیں رہے گا جو گناہ گار ہے اس کی معافی ہے، بے ادب کی معافی نہیں ہے، گناہ گار کو معاف کر دیا جائے گا لیکن بے ادب کی معافی نہیں ہے، بلکہ رومی تو کہتے ہیں کہ بے ادبوں کے پاس بیٹھنا بھی نہیں چاہیے۔

تا توانی می گریز از یارِ بد
یارِ بد بدتر بود از مارِ بد

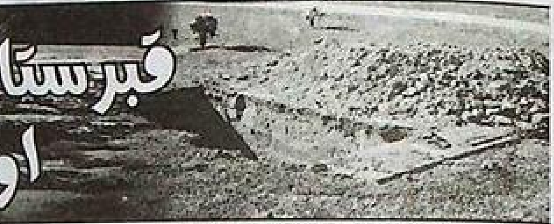
کہا جہاں تک ممکن ہو بُرے یار کی صحبت سے بچو، یہ بُرے سانپ سے زیادہ بُرا ہے، سانپ ڈستا ہے تو جان جاتی ہے اور بُرا یار ڈستا ہے تو ایمان جاتا ہے، رومی علیہ الرحمۃ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ بے ادب اکیلا نہیں مرتا جب مرتا ہے تو پوری بستی کو لے کر مرتا ہے، کتنوں کے عقیدے برباد کرکے رکھ دیتا ہے۔

تو حضور علیہ السلام کے حوالے سے ہمارا شیوۂ ادب وہی ہونا چاہیے جو صحابۂ کرام کا شیوۂ ادب تھا، ان کی زندگیاں دیکھیں اور ان کی زندگیوں کا مطالعہ کریں کہ کس طرح انہوں نے حضور کے ادب کی رعایت کی، اور حضور کی تعظیم وتوقیر کو کس طرح بجالایا۔

ایک صحابی آئے، انہوں نے حضور کی بارگاہ میں سلام پیش کیا، حضور نے جواب نہیں دیا، وہ دوسری جانب سے آئے تو حضور نے پھر جواب نہیں دیا، وہ پریشان ہوگئے اور کسی سے پوچھا کہ مجھے تو سمجھ نہیں آرہی، آپ بتا سکتے ہیں کہ حضور کس وجہ سے مجھ سے ناراض ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ جو تم نے سونے کی انگوٹھی پہنی ہے یہ حضور نے منع کی ہوئی ہے اور یہ تمہارے ہاتھ میں ہے، شاید حضور کی ناراضی کا سبب یہ ہو، تو انہوں نے وہ انگوٹھی اتار کے حضور کو پیش کردی، حضور شاید آپ اس وجہ سے ناراض ہیں، حضور نے انگوٹھی پھینک دی، ناراضگی کی وجہ ختم ہوگئی، باتیں چلتی رہی گفتگو ہوتی رہی، مجلس اختتام کو پہنچی تو لوگ اُٹھ کے گھروں کو جانے لگے، وہ صحابی بھی اٹھے اور جانے لگے، کسی نے توجہ دلائی وہ انگوٹھی تو اٹھالو! تم تو شرعاً نہیں پہن سکتے، تمہاری بیوی تو پہن سکتی ہے، وہ انگوٹھی لے لو قیمتی سونا ہے، تو اس صحابی نے کہا (بقیہ ص ۲۹ ر پر)

*مضمون نگار ادارۃ المصطفےٰ انٹرنیشنل، پاکستان کے بانی ہیں۔

از: محمد ہاشم قادری مصباحی*



قبرستان کی اہمیت اور اس کے احکام و مسائل

اللہ رب العزت تمام جہانوں کا پیدا فرمانے والا ہے، اللہ رب العزت ہی معبود برحق ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے پورے عالم کا مالک ومختار ہے، اس کی سلطنت و قدرت زمین وآسمان ہر شئے پر محیط ہے، دنیا کی ہر چیز فانی ہے، كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ [القرآن، سورہ رحمٰن ۵۵، آیت ۲۶/۲۷] یعنی زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔ صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے باقی رہ جائے گی۔ [کنزالایمان]

انسان بھی فانی ہے اپنی پائی ہوئی زندگی گزارنے کے بعد اس کو بھی موت آنی ہے، قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ۔ [القرآن سورۃ النساء ۴، آیت ۷۷/۷۸] یعنی تم جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں وہیں آپکڑے گی خواہ تم مضبوط قلعوں میں (ہی) ہو۔

جب انسان مرے گا تو پھر کیا کرنا ہوگا مذہب اسلام نے اپنے ماننے والوں کو بتایا، قرآن پاک کی مشہور آیت کریمہ جو دفن کرتے وقت پڑھتے ہیں: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى۔ [القرآن، سورہ طٰہٰ ۲۰، آیت ۵۵] یعنی اسی زمین کی مٹی سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے ہم تمہیں دوسری مرتبہ پھر نکالیں گے۔ [کنزالایمان]

زمانہ قدیم سے مردوں کو دفن کرنے کا دستور چلا آرہا ہے اور آنے والی صبح قیامت تک قائم رہے گا کیوں کہ یہ قدرتی نظام ہے، قانون الٰہی نہیں بدلتا حکومتیں بدل جاتی ہیں جہاں مردے دفن کئے جاتے ہیں وہ جگہ قبرستان کہی جاتی ہے، پورے ملک میں، ہر شہر، ہر گاؤں میں قبرستان موجود ہے، مسلمانوں نے اپنی زمینوں میں قبرستان بنایا ہے، زمینداروں نے اپنے اپنے قبرستان بنائے اور بہت سے مسلمان اپنے اپنے خاندانی قبرستان بنائے ہوئے ہیں، کہیں بھی گورمنٹ کی بنائی ہوئی قبرستان نہیں ہے، آج بدقسمتی سے ہمارے ملک ہندوستان میں جس پارٹی کی حکومت ہے وہ انتہا پسند نظریہ رکھتی ہے اور اس کی رہنمائی (Guidance) انتہا پسند جماعت آر ایس ایس کرتی ہے ان جماعتوں نے تو ہمیشہ زندہ مسلمانوں کے لیے زمین تنگ کر رکھی ہے اب مردوں کے لیے بھی زمین تنگ ہی نہیں بلکہ ختم ہی کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہیں، کئی نسلوں سے مسلمان اپنے اسلامی رسم وروایات وتعلیمات کے مطابق اپنے اپنے قبرستانوں میں اپنے پیارے مرحومین کی تدفین کرتے چلے آرہے ہیں، مگر اب ہمارے ملک کے وزیر اعظم مودی جی کے دورِ حکومت میں وہ اور ان کے رکن پارلیمنٹ ساکشی مہاراج نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ مسلمانوں کے علاوہ ہندو سادھو، سنت وغیرہ کی بھی سمادھی (زمین میں دفن) بنائی جاتی ہے مگر جب قبرستان کا ذکر کر کے وزیر اعظم نریندر دامودر داس مودی نے زہر اگلا تو پھر ساکشی مہاراج کیسے پیچھے رہتے انھوں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ فوری طور پر ایک نیا قانون بنانا چاہئے جس کے تحت ملک میں مسلمانوں کے قبرستان کے لیے کوئی جگہ مختص (FIX) نہ ہو بلکہ مسلمانوں کے تمام مردوں کو بھی نذر آتش کرنے کے لیے مشترکہ شمشان گھاٹ ہونا چاہئے،، مہاراج کا یہ بھی کہنا ہے کہ مسلمانوں کی آبادی میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اگر قبرستانوں کے لیے جگہ دی گئی تو ہندو کہاں رہیں گے۔ کون کہاں رہے گا یہ تو فیصلہ اللہ فرمائے گا، جہنم بھی تو اللہ نے بنا رکھی ہے خدارا مسلمانو! ہوش میں آؤ اپنے قبرستانوں کی حفاظت دل وجان سے کرو خدا نہ کرے کہ وہ دن نہ آجائے کہ مردہ کے دفن کے لیے زمین تلاش کرنا پڑے، استغفر اللہ استغفر اللہ۔

قبضے کی جگہ پر نہ مسجد ہوگی نہ قبرستان

پوری دنیا میں کہیں بھی اللہ کا گھر مسجد کی تعمیر کسی بھی ناجائز و قبضہ کی ہوئی زمین پر نہیں بنائی گئی ہے اور نہ انشاء اللہ آنے والی صبح قیامت تک بنائی جائے گی، اسی طرح قبرستان بھی کبھی کسی

*مضمون نگار مسجد بارجرہ جمشید پور جھارکھنڈ کے امام وخطیب ہیں۔

دوسرے کی زمین پر نہ بنا ہے نہ آگے بنے گا انشاء اللہ، موت کے بعد قبر ہی مسلمان کی آخری منزل ہوتی ہے جہاں ہر اچھے برے سبھی کو دفن کیا جاتا ہے اور وہ اپنے اعمال کے اعتبار سے اللہ کی بارگاہ میں حاضر رہتا ہے، قبرستانوں کی زبوں حالی ان کے انتظامات کہیں تو لائق تحسین ہیں اور کہیں تو انتہائی افسوس ناک و شرمناک بھی ہیں، بی جے پی حکومت کے ایم پی شاکشی مہاراج جو ضلع اُناؤ یوپی سے نمائندہ ہیں، جنھوں نے مسلمانوں کو مرنے کے بعد جلانے کا حکم صادر کردیا ہے، آئے دن مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں، نئے نئے فرمان جاری کرتے رہتے ہیں اور اپنے زہریلے بیانوں سے MEDIA کی زینت بنے رہتے ہیں، بدقسمتی سے اس وقت بی جے پی کے وزیر اعظم نریندر دامودر داس مودی جی ہیں، بی جے پی کے وزیر اعظم اس لئے کہ وہ جناب صرف اور صرف بی جے پی اور آر ایس ایس کے ایجنڈے پر ملک چلا رہے ہیں (سب کا ساتھ سب کا وکاس) کا جو نعرہ دیا ہے، اس میں رتی برابر بھی سچائی نہیں ہے، تمام جھوٹے دعوؤں اور نعروں میں یہ سب سے بڑا جھوٹا دعویٰ ہے، قبرستان کا ذکر کرکے مودی جی نے مسلمانوں سے اپنی فطری دشمنی کا اظہار کردیا ہے، انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے پہچانا جاتا ہے مودی جی کے کتنے ظلموں کو یاد کیا جائے، یہ ان کا احسان ہے، شاید اسی بہانے مسلمان خواب غفلت سے جاگ جائے، بیدار ہو جائے اور اپنی غیرت وحمیت پر آنچ نہ آنے دے، جہاں جہاں قبرستان ہیں، خواہ نجی ہوں یا عوامی، ان کی دیکھ بھال خود کریں اور اس قیمتی سرمایہ کی حفاظت کریں، انتہائی بدتر حالتوں میں جو قبرستان ہیں، ان کی دیکھ بھال انتظامی معاملات میں دلچسپی لیں، کئی شہروں میں جانے اور عزیزوں کی موت پر میت کو دفن کرنے کے لیے قبرستان جانے کا بھی موقع آیا، بنارس، کانپور، لکھنؤ عالم باغ قبرستانوں کا حال دیکھ کر انتہائی تکلیف پہنچی، باقاعدہ کھٹیا ڈال کر بیٹھنا، جواڑیوں کا گھیرا بنا کر جوا کھیلنا، پتنگ اڑانا، کرکٹ کھیلنا انتہائی شرم اور افسوس کی بات ہے اور اس سے بھی زیادہ شرم ناک بات گندے جانوروں (خنزیر) کا کھلے عام گھومنا، بہت تکلیف کی بات ہے، لوگ مردوں کو دفن کرکے چلے آتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے شاید اپنے ضمیر (اخلاقی حس) کو بھی دفن کر دیتے ہیں، خدا را دلوں کو مردہ نہ کریں آنکھوں سے پٹی ہٹائیں، اپنی تہذیب وتمدن اور قیمتی سرمایہ قبرستانوں کی حفاظت کیجئے جس میں خود بھی جا کر رہنا ہے، میں جمشید پور، جھارکھنڈ میں مقیم ہوں الحمد للہ! یہاں سارے قبرستان بہت بہتر حالات میں ہیں، ساکچی قبرستان، دھتکیڈیہ قبرستان، ذاکر نگر قبرستان، جواہر نگر مسلم قبرستان، یہاں تک کہ سوناری جہاں مسلم آبادی اس وقت کئی وجوہات کی وجہ سے بہت کم ہے، صرف ۸۔۱۰ گھر ہی مسلمانوں کے ہیں، بہت بڑی قبرستان صاف ستھرے انتظام سے قائم ہے، اسی طرح کالو بگان یہاں تو مسلمان ہیں ہی نہیں، یہاں بھی باقاعدہ چاروں طرف قبرستان کی باؤنڈری ہے مناسب دیکھ بھال ہو رہی ہے ملک کے ہر گوشے میں مسلمانوں کو چاہئے کے سب مل کر قبرستانوں کی حفاظت کے لیے تحریک چلائیں، اس میں علمائے کرام، دانشور حضرات، ڈاکٹر، انجینیرس وغیرہ وغیرہ تمام ذمہ داران حضرات اپنی قومی ملی ذمہ داری جان کر ہاتھ بٹائیں اور مل جل کر اس قیمتی سرمایہ کی حفاظت کریں آنے والے دنوں میں نہ جانے فرقہ پرستوں کے کون سے فتنوں کا سامنا کرنا پڑے، جو لوگ قبرستان میں قبضہ کرتے جا رہے ہیں ان کو سمجھائیں اور روکیں اپنی کمی کو پہلے دور کریں۔

قبرستان کے مسائل

قرآن مجید میں قبروں کا ذکر موجود ہے سورۃ ۶۲، آیت ۶، سورۃ ۸۰، آیت ۲۱، سورۃ ۵۷/آیت ۳۴/احادیث مبارکہ میں اور فقہ میں بھی احکامات ومسائل موجود ہیں، مسلمان میت کو مسلمانوں کے قبرستان میں ہی دفن کریں، مقصد یہ ہے کہ اس کے لیے کوئی خاص جگہ نہ بنائے میت بالغ ہو یا نابالغ [درمختار، رد المختار، کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ الجنازۃ فی دفن المیت، ج ۳، ص ۱۶۶] ایسی قبرستان میں دفن کرے جہاں صالحین، نیک لوگوں کی قبریں ہوں، [درمختار، باب صلاۃ الجنازۃ، ج ۳، ص ۱۷۰] دوسرے کی زمین پر میت کو دفن نہ کریں بلا اجازت اگر دفن کردیا تو مالک کو اختیار ہے میت کے اولیا (GUARDIAN) سے کہہ کر مردہ کو نکال سکتے ہیں، غصب (ناجائز قبضہ) کی زمین میں بھی مردہ کو دفن نہ کریں، اسی طرح شفعہ زمین (وہ زمین جو پڑوسی کو نہ دے کر دوسرے کو دی گئی ہو یا اس زمین پر کسی کا حق باقی ہو) ایسی زمین پر مردہ کو دفن نہ کریں۔

[درمختار، کتاب الصلاۃ، ج ۳، ص ۱۷۱]

قبر پر نوحہ (رونے) سے عذاب ہوتا ہے

قبر پر بیٹھ کر نوحہ (رونے) سے مردہ پر عذاب ہوتا ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم

ﷺ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے ڈر اور صبر کر، وہ بولی: جاؤ جی، پرے ہٹو، یہ مصیبت تم پر پڑتی تو پتہ چلتا، وہ آپ ﷺ کو پہچان نہ سکی تھی، تبھی لوگوں نے اسے بتایا یہ نبی کریم ﷺ تھے، تو اب گھبرا کر نبی کریم کے دروازہ پر پہنچی، وہاں اسے کوئی دربان نہ ملا پھر اس نے کہا میں آپ کو پہچان نہ سکی تھی۔ (معاف فرمائیں) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ صبر تو جب صدمہ شروع ہو اس وقت کرنا چاہیے (اب کیا ہوتا ہے) [بخاری، حدیث ۱۲۹۲، بخاری، حدیث نمبر ۱۲۸۳]

آج کل قبرستانوں میں پکا راستہ بنانے کا رواج ہو گیا ہے جو انتہائی سخت گناہ کا کام ہے قبروں پر چلنے سے مردے کو تکلیف ہوتی ہے انتظامیہ کے لوگوں کے لیے قبرستان کے مسائل کی جانکاری بے حد ضروری ہے ورنہ ثواب کے بجائے گناہ گار ہوں گے عوام کو آرام پہنچانے کی نیت سے قبرستان میں راستہ نکالنا، بنانا گناہ عظیم ہے چہ جائیکہ پتھروں کو بچھا کر قبرستان میں جگہ جگہ با قاعدہ راستہ بنا دینا انتہائی گناہ کا کام ہے، مسجدوں کو راستہ نہ بناؤ اور قبرستان کو راستہ نہ بناؤ یہ بڑا سخت گناہ ہے، یہ ہمارے آقا ﷺ کا فرمان ہے، تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ قبرستان کے مسائل بھی جانیں اور قبرستان کی بہتری کے لیے ہر ذمہ دار مسلمان ضرور اپنی ذمہ داری نبھائے، کیوں کہ اسے بھی ہر حال میں وہیں جانا ہے، آئے دن ہم اپنے بھائیوں کو قبرستان چھوڑنے، دفن کرنے جاتے ہیں، کیا دلوں میں یہ خیال نہیں پیدا ہوتا ہے کہ ایک نہ ایک دن ہمیں بھی یہاں آنا ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں
پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں

ہمیں حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی یاد رکھنا چاہیے "دنیا میں تم ایسے رہو گویا تم مسافر ہو اور راستہ طے کر رہے ہو۔" [مشکوٰۃ]

خدارا خواب غفلت سے بیدار ہوں، سوئے ہوئے کو جگایا جاتا ہے، جاگتے ہوئے کو بیدار کرنا مشکل ہے، ہماری غفلت ہمیں کہیں وہیں لے جا کر نہ پہنچا دے جو آج فرقہ پرست، مسلمان بیزار، اسلام بیزار ذہنیت کے لوگ چلا چلا کر کہہ رہے ہیں کہ مسلمانوں کو بھی شمشان گھاٹ میں جلانا چاہیے، دفن کرنے سے زمین کم پڑ جائے گی، دفن کرنے سے زمین کبھی کم تو نہیں پڑے گی لیکن قبرستان میں بے قبضہ، قبرستان میں دکانیں نکالنا، گودام کے لیے استعمال کرنا ان سے ضرور نا قابل تلافی نقصان پہنچ رہا ہے، ایسا نہ ہو کہ پھر سدھار کی گنجائش ہی نہ بچے، اللہ رب العزت ہم تمام مسلمانوں کو قبرستان کی اہمیت اور اس کے مسائل جاننے، سمجھنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔

ص ۳۵ / کا بقیہ

سنت کے حوالے کرنا چاہیے۔

[۱۱] اہلسنّت پر تشدد، فتویٰ داغنا، معمولاتِ اہلسنّت پر پابندی کی کوششیں کرنا، سلام و میلاد کے خلاف ماحول بنانا، ان تمام حرکتوں سے توبہ کر لینی چاہیے۔

ہمیں امید ہے کہ ان پہلوؤں پر ٹھنڈے دل سے غور کیا جائے گا اور امتِ مسلمہ میں اتحاد و اتفاق کی حقیقی جڑیں تلاش کی جائیں گی، جس کی روشنی میں اخوت و محبت کے جذبات پروان چڑھا کر ظاہر و باطن میں یکسانیت پیدا کر کے یہ نغمہ گنگنایا جائے ؎

نبی سے جو ہو بیگانہ اسے دل سے جُدا کر دیں
پدر، مادر، برادر، مال و جاں ان پر فدا کر دیں

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ منافقت، مکر، دھوکہ کے چہرے بھی پہچانے جائیں اور مشرکین کی ریشہ دوانیوں سے بھی مسلمانوں کو باخبر رکھا جائے۔

جھوٹ کی نحوست

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ کی بدبو کی وجہ (رحمت کا) فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔"

(سنن الترمذی: 1972)

برائے ایصال ثواب

مرحوم حاجی عبداللطیف نوری

منجانب: صاحبزادگان حاجی عبداللطیف نوری مرحوم، ممبئی

از: ابوسعد محمد انعام المصطفیٰ اعظمی*

تبلیغ دین یا تخریب دین؟

دین متین کی مسلمہ شخصیات کے حوالے سے میڈیا میں کسی ضابطے اور قاعدے کے نہ ہونے کی وجہ سے ہر ایرے غیرے، اٹھائی گیرے کو یہ حق حاصل ہو چکا ہے کہ وہ کسی پر بھی بھونک کر حقارت آمیز انداز میں اپنا سارا زہر اگل کر کچھ بھی کہہ سکتا ہے، اسے اس بات کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ مخاطب کسے کر رہا ہے اور زبان کون سی استعمال کر رہا ہے؟ دوسری جانب ہمارا قانون بھی عجیب قسم کی بلا میں گرفتار نظر آتا ہے، ملکی مقدس شخصیات پر تنقید روا نہیں، فوراً سے پہلے پولیس کا ڈنڈا حرکت میں آجاتا ہے چینل پر جرمانہ لگ جاتا ہے لیکن دین کی مسلمہ شخصیات پر انگشت نمائی کرنے والوں کے لئے کوئی قانون نہیں، یہ بھی بدقسمتی ہے کہ دعوت وتبلیغ کے میدان میں بے لگام ہو کر آزاد خیالی کی چھلانگیں لگاتے ہوئے شہرت کی ہوس اور دولت کے جنون میں مبتلا مداریوں کی بھرمار ہو چکی ہے اور اصلی وحقیقی نمائندگان کے پیچھے ہونے کی وجہ سے بھولی بھالی عوام نے ایسے ہی مداریوں کو دین کا اصل خادم سمجھ رکھا ہے، جس کی وجہ سے دین کی بگڑی ہوئی شکل عام ہوتی جارہی ہے جو کسی معاشرتی ناسور سے کم نہیں۔

ہمارا میڈیا جب تک انہی مداریوں کی ڈگڈگی پر ناچتا رہے گا، اس وقت تک ہر مداری اور جوکر، دین کا مبلغ بن کر دین کی تبلیغ کے نام پر دین کی تحریف اور تخریب کرتا رہے گا اور میڈیا کے یہ منجن فروش، مبلغ کے روپ میں اپنی دکان چمکانے کی پریکٹس جاری رکھیں گے، ان فیشن ڈیزائنرز نے دعوت وتبلیغ کو بھی ایک فیشن بنا ڈالا ہے، جب چاہا پاجامہ چھوٹا کر دیا، جب چاہا کرتے کی کرتی بنا ڈالی، بس ایسا ہی سلوک ان فیشن ڈیزائنرز کے ہاتھوں دین کا بھی ہو رہا ہے جو زبان کی قینچی سے کٹنگ کر کے اخلاق و کردار سے لے کر دین اسلام تک کا حلیہ بگاڑنے پر آمادہ اور مستعد نظر آتے ہیں۔

شریعت کے میدان میں قلابازیاں اور کرتب دکھانے والے بیمار ذہنیت کے حامل جنید جمشید نے ایک مرتبہ پھر کرتب دکھانے کے جنون میں قلابازی لگاتے ہوئے اور اپنی نفسانی میلانات و خواہشات پر دینی رنگ چڑھاتے ہوئے جہالت کی عینک لگا کر مقامِ صحابیت کو دیکھا اور ایک بار پھر بہترین زمانے والوں کے بارے میں اپنی بدترین زبان استعمال کر کے اپنے ۱۷ر سالہ تبلیغی تجربات کا نچوڑ پیش کر کے حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارے میں اپنے مسلک کا ''معتدل مؤقف'' پیش کیا اور اپنی باطنی خباثت کا مظاہرہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ میں نہ آج بدلا ہوں نہ کل بدلوں گا۔

مثل مشہور ہے کہ چور چوری سے جائے، ہیرا پھیری سے نہ جائے، جنید جمشید نے گلوکاری تو چھوڑ دی تھی، کاش! وہ اپنی فنکاری سے بھی تائب ہو جاتا، اب دیکھنا یہ ہے کہ جنید جمشید میں اپنا سارا علم وفن اور اپنا ''ادب'' منتقل کرنے والے طارق جمیل اس بار جنید کی اگلی ہوئی غلاظت پر چھڑکنے کے لیے کون سی خوشبو کا اسپرے لے کر اس کی پارسائی کا خطبہ اور اس کی توبہ کی فضیلت بیان کرتے ہیں، یقیناً اس مرتبہ بھی ایک چھوٹا سا جملہ ''جنید کی جہالت'' کہہ کر اسے اس دلدل سے باہر نکالنے اور اس کی برأت ظاہر کرنے کے لیے کافی ہو جائے گا، کاش عظیم ترین مقدس شخصیات کے بارے میں پے در پے گستاخیوں کے بعد اپنے چہیتے بیٹے کی دریدہ دہنی و بیمار ذہنی کا علاج کیا جاتا، جب چار دن کے چلے سے لوگ داعی بنیں گے تو ایسی فحش کاریاں ہوں گی ہی، جب گدھے سے گھوڑے والے کام لیے جائیں گے تو ایسی خرابیاں بالیقین پیدا ہوتی رہیں گی، ان کی تبلیغی وارداتیں ایسی بے شمار باتوں سے بھری پڑی ہے کس کس پر آنسو بہائیں۔

تعفن زدہ گندے ماحول سے جڑے ہوئے لوگوں کے دلوں سے نجاست کو صاف کرنا بہت مشکل کام ہے، ان بے ادبوں کی جرأت کا نمونہ ملاحظہ کرتے ہوئے آپ کو نتیجے (بقیہ ص ۱۸ر پر)

از: غلام مصطفےٰ رضوی*

کیا یہ اپنے موجودہ عقائد و نظریات پر نظر ثانی کا آغاز ہے؟

جمعیۃ العلماء کو اجمیر مقدس میں سائے کی تلاش

دیوبندی مسلک کی قائد جمعیۃ العلماء اِدھر کچھ عرصے سے اجمیر شریف میں جگہ بنانے کے لئے کوشاں ہے، کبھی جلسوں کا اہتمام، کبھی عرس میں زائرین کی خدمت کا اعلان، کبھی اولیا وصوفیا کے نام سے کانفرنسوں کا انعقاد، لگتا ہے کہ علمائے دیوبند نے اپنے اکابر کے نظریات پر نظر ثانی اور اصلاح کا عمل شروع کر دیا ہے، عرسوں کے اہتمام سے مدتوں تک روکنے والے ہی زائرین عرس کی خدمت کو کمر بستہ ہیں "خواجہ غریب نواز" لقب سے چڑھنے والے آج "خواجہ غریب نواز" لکھ رہے ہیں، بول رہے ہیں اور چھاپ رہے ہیں۔

اس صورت حال سے ہمیں اُمید ہے کہ دیوبندی مسلک میں اصلاحِ نظریات کا یہ عمل عقائد کی حدود پر بھی نظرِ ثانی کی زحمت کرے گا، اس لئے کہ "تقویت الایمان" جسے دیوبندی و اہل حدیث دونوں جماعتوں کا دستور العمل کہا جا سکتا ہے، اس میں سِرے سے عرسوں، مزاروں، اولیا کے آستانوں، بارگاہوں سے رشتوں، اولیا کی عظمتوں اور عنایتوں کے "اقرار" کے لئے کوئی جگہ نہیں، انکار ہی انکار ہے، انھیں سیدھے "شرک و بدعت" قرار دیا گیا ہے، مولانا رشید احمد گنگوہی دیوبندی نے "فتاویٰ رشیدیہ" میں "تقویۃ الایمان" کو گھروں میں رکھنا عین اسلام قرار دیا ہے، اس کی ترغیب دی، اسی کی اشاعت کی، اسی کی تعلیم دی، پورے دیوبندی مسلک کو تقویۃ الایمان کا اسیر بنا دیا، اسی میں دیوبندی جمعیۃ العلماء کی عمریں گزریں، لیکن حق سر چڑھ کر بولتا ہے، اظہارِ حق ہو کر رہتا ہے ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

آج تقویۃ الایمان میں شرک گردانے گئے اعمال کا خون کرتے ہوئے دیوبندی قیادت نے یوٹرن لیا اور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے پناہ قوت اور ان کی غریب نوازی کا اقرار کر لیا، ان کے آستانے سے خود کو جوڑنے کی تگ و دو اور جتن کر رہی ہے دیوبندی قیادت، اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ:

[۱] مستقبل میں بھی دیوبندی قیادت اپنی اصلاح کا عمل جاری رکھے گی۔

[۲] ان کی ہم مسلک دہشت گرد جماعتیں بھی شاید مزارات پر بم دھماکوں سے توبہ پر مائل ہوں۔

[۳] عقائد کے معاملے میں بھی وہابی عقائد پر نظر ثانی کا عمل شروع کیا جانا چاہئے، اس سلسلے میں علمائے اہلسنّت فتاویٰ حسام الحرمین کی روشنی میں ان شاء اللہ مذاکرے کو تیار رہیں گے۔

[۴] جن کتابوں سے مسلمانوں میں اختلاف کو راہ ملی، جیسے تقویۃ الایمان از اسماعیل دہلوی، حفظ الایمان از مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی، براہین قاطعہ از خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی، فتاویٰ رشیدیہ از گنگوہی دیوبندی، تحذیر الناس از مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی، کی کفریہ عبارتوں سے رجوع کی بھی تحریک زور پکڑے گی تو اتحاد کی حقیقی راہ ہموار ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔

[۵] ہمیں امید ہے کہ اپنے مذکورہ اکابر کے عقائد پر غور و خوض کر کے جمعیۃ العلماء ہند کوئی ٹھوس فیصلہ لے گی۔

[۶] طالبان، لشکر طیبہ، داعش، لشکر جھنگوی، سپاہِ صحابہ، القاعدہ جیسی وہابی تنظیموں کو بھی اب غور کرنا چاہئے کہ ان کے مسلکی قائدین مزارات کا سایہ ڈھونڈ رہے ہیں، اِس لئے یہ جماعتیں بھی اب مزارات پر حملوں سے باز آجائیں۔

[۷] سنی مسلمانوں کو بدعتی و مشرک قرار دینے سے بھی انھیں باز آجانا چاہئے۔

[۸] سنی مساجد پر قبضہ کی کوششوں سے بھی باز آجانا چاہئے۔

[۹] جن سنی مساجد پر قبضے کے لئے جمعیۃ العلماء نے قانونی کارروائیاں کی ہیں، یا کیس لڑ رہی ہیں ان کا ازالہ کرنا چاہئے۔

[۱۰] جن مساجد پر جمعیۃ العلماء نے قبضہ کیا یا کرایا ہے، یا تبلیغیوں کو مساجد میں گھسایا ہے، ان مساجد کو فوراً اہل (بقیہ ص ۳۳ پر)

*مضمون نگار نوری مشن مالیگاؤں کے رکن ہیں۔

از: مولانا محمد زاہد رضا نوری ثقافی*

آگے سے میرے بھاگتے ہیں شیر ببر بھی

سنابل کی جاہلانہ تقریر اور اس کے نام نہاد مفتی کے احمقانہ فتویٰ کا علمی محاسبہ! فتاویٰ رضویہ اور دیگر کتب معتمدہ کی روشنی میں

مولانا عبد المصطفےٰ صاحب حشمتی کے حکم پر کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ

خطا عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم ہے، اردو زبان میں عربی سے ماخوذ ہے اور بطور اسم درج ذیل معانی میں استعمال ہوتا ہے، صواب کی ضد، معینہ اصول کے خلاف بات، غلطی، قصور، بھول، چوک اور شریعت اسلامیہ کے متفقہ اصول و ضوابط میں سے ہے کہ اس بھول چوک کا احتمال اللہ جل مجدہ الکریم اور اس کے فرشتے اور انبیا ورسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے سوا ہر ایک میں ہے، اعلیٰ حضرت سرکار فرماتے ہیں: خطا اور اصابت آدمی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔،، فہم بعضے بعید ہوتے ہیں اور بعضے قریب اور آدمی خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی۔،، ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ نوع بشر میں عصمت خاصہ انبیاء ہے نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ایسا نہیں جس سے کوئی ضعیف خلاف دلیل یا خلاف جمہور نہ صادر ہوا ہو۔،، [فتاویٰ رضویہ مترجم]

حضور صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ بہار شریعت میں رقم طراز ہیں: نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتے کے سوا کوئی معصوم نہیں اور علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی فرماتے ہیں: المجتھد قد یخطی وقد یصیب۔ مجتہد کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی درستگی کو پہنچتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی کی زبان وقلم میں لغزش آتی ہے تو علمائے کرام لفظ خطا، سہو، تطفل اور بھول چوک جیسے الفاظ سے اس کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور اس توجہ دلانے کو کسی بھی دور میں گستاخی نہیں کہا گیا ہے، بلکہ اس وقت علما تو یہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ ایسی خطا ہے جس پر اللہ جل مجدہ الکریم اپنے بندوں سے مواخذہ نہ فرمائے گا۔

شیخ المحققین سید العلماء المدققین سند الفضلاء برکات النبلاء علامہ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی مقبول تصنیف **مدارج النبوۃ** میں رقم فرماتے ہیں: اس امت کے خصائص میں سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس امت کو خطا ونسیان اور ہر وہ عمل جو جبرو اکراہ سے سرزد ہو، ان سب کے مواخذہ سے بری فرمایا، بلاشبہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ان اللہ تعالیٰ رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما اکرہ علیہ. رواہ احمد وابن حبان والحاکم وابن ماجہ۔ [مدارج النبوۃ مترجم، ج ا رص ۲۷۴]

اعلیٰ حضرت سرکار رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: خطا ونسیان تو نبی کریم ﷺ کی امت سے اٹھالیا گیا ہے۔ [فتاویٰ رضویہ مترجم]

خطا کی نسبت کرنے میں توہین ہرگز نہیں

حضرات صحابہ کرام کے درمیان اختلافات رونما ہوئے بعد کے آنے والے علمائے کرام نے حق جن کی طرف تھا، ان کی نشان دہی کی اور مدمقابل کی خطا کو خطائے اجتہادی قرار دیا، اس کی متعدد مثالیں کتب معتمدہ میں دیکھی جاسکتی ہیں، بطور مثال فتاویٰ رضویہ شریف سے چند عبارتیں تلخیص کے ساتھ پیش کی جارہی ہیں:

،،صحابہ کرام حضرت مرتضوی رضی اللہ عنہ سے جنھوں نے مشاجرات ومنازعات کئے، ہم اہل سنت ان میں حق جانب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ مانتے اور ان سب کو مورد لغزش بر غلط وخطا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بدرجہا ان سے اکمل واعلیٰ جانتے ہیں۔

س: کیا حضرت امیر معاویہ بمقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ باغی یا خطا کار تھے یا بطور اجتہاد ان کی رائے مختلف تھی؟

ج: اس کا جواب بھی جواب اوّل سے واضح ہو چکا، بلاشبہ ان کی خطا خطائے اجتہادی تھی۔،،

مذکورہ عبارت کا مطالعہ کرنے کے بعد کیا کوئی عقل وخرد سے تعلق رکھنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت سرکار نے (معاذ اللہ معاذ اللہ) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ دیگر صحابہ کرام کی طرف خطا کی نسبت کرکے ان کی شان میں توہین کی ہے؟ کیا صحابہ کرام سے بڑا کر کوئی ولی ہوسکتا ہے؟ حضور صدر الشریعہ اس کی صراحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو کسی صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا۔

*مضمون نگار دار العلوم مخدومیہ ردولی شریف فیض آباد کے استاذ ہیں۔

اب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد مجدد اعظم اعلیٰ حضرت سرکار کی کچھ عبارتیں اپنے وقت کے اجلہ علمائے کرام کے تعلق سے ملاحظہ کرلی جائیں تاکہ نام نہاد بدزبان مولویوں کو اصل گفتگو سمجھائی جاسکے۔

آپ رقم فرماتے ہیں: (۱) ردالمحتار میں اس مقام پر قلمی خطا واقع ہوئی ہے۔ (۲) صاحب تذکرہ کا اسے تائے تانیث کے ساتھ بتانا خطا ہے۔ (۳) اگر امام اسحاق سے ایک دو حدیثوں میں خطا واقع ہوجائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں اور اس قدر کثیر روایات میں اتنی تھوڑی سی خطا سے کون معصوم ہے۔ (۴) بل ھو الذی اخطا وارتکب فی کلامھم ایضا۔ بلکہ انھوں (علامہ لکھنوی) نے ہی خطا کی اور کلام جمہور میں بھی ایک زائد بات ماننے کا ارتکاب کیا۔ (۵) پاک ہے وہ جس نے ان اکابر (اکابر کی فہرست اور ان کی عظمت وفضیلت ضرورت پر بیان کی جائے گی) سے اس جیسی ظاہر چیز بھلادی خطا سے پاک صرف اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا کلام ہے۔ (۶) کنز العمال کے مطبوعہ نسخہ میں عبد اللہ بن عقیل اپنے والد ماجد اور ان کے دادا عقیل سے راوی جبکہ یہ خطا ہے اور صحیح یہ ہے عبد اللہ بن محمد بن عقیل۔ (۷) آپ نے اپنے رسالہ حاجز البحرین میں ایک جگہ حاشیہ میں صحیحین کے ۱۳۱/ ایسے راویوں کے نام شمار کرائے ہیں جن کے بارے میں اسماء رجال کی کتابوں میں اخطأ یا کثیر الخطا کے الفاظ وارد ہیں۔

کیا بدزبان مولوی سنابل اور اس کی کمپنی یہ کہنے کی جرأت رکھتی ہے کہ اعلیٰ حضرت سرکار نے ان بزرگ ترین علمائے کرام واولیائے کرام کی شان میں توہین کی ہے؟

دراصل بات یہ ہے کہ فقہائے کرام کی سنت جاریہ ہے کہ وہ اپنے بڑوں کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے، ان سے ہونے والی بھول چوک کو لفظ خطا سے بیان کرتے ہیں اور اس کی بے شمار نظیریں عربی کتب معتمدہ سے بیان کی جاسکتی ہیں، جیسے حضرت علامہ علاء الدین کاسانی اپنی کتاب مستطاب بدائع صنائع میں نقل فرماتے ہیں:

"فقال سعید بن المسیب اخطأ شریح۔ سعید بن مسیب نے فرمایا کہ شریح نے خطا کی۔"

سعید بن مسیب اور علامہ قاضی شریح کے فضائل ومناقب سے ہر پڑھا لکھا انسان واقف ہے، شرح وقایہ کے مصنف حضرت علامہ عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ اپنے استاذ صدر الشریعہ کی تعریف وتوصیف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

"مولانا الاعظم استاذ علماء العالم صدر الشریعہ۔ ان الفاظ سے آپ کی قدرومنزلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ القاب آپ کو اس وقت ملے جب مولوی کا لقب بڑا ہی معظم لقب تھا، ایسی معظم ہستی کے تعلق سے ردالمحتار میں علامہ ابن کمال کے یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

"وردہ ابن کمال حیث قال فی منھواتہ: اخطأ صدر الشریعہ حیث زعم ان المعتبر ھھنا العلم بمعنی الیقین قال ابن کمال فی ھامش شرحہ: اخطأ صدر الشریعہ فی تخصیص اعدام الرضا بغیر الملجئی۔"

امام محمد رحمہ اللہ جو محرر مذہب امام اعظم ابوحنیفہ ہیں جن کے فضائل وکمالات تقوی وطہارت کا اعتراف پوری دنیا کرتی ہے ان کے تعلق سے شمس الائمہ علامہ سرخسی یوں رقم طراز ہیں: ویجوز ان محمدا اخطأ فی ھذا التخریج۔ کہ ممکن ہے امام محمد سے اس تخریج میں خطا ہوئی ہو، آپ ہی کے تعلق سے امام یوسف کا یہ قول بھی نقل کیا جاتا ہے اخطأ محمد فی ثلاث مسائل۔

امام بخاری کو کون نہیں جانتا ہے، آپ کے فضائل ومناقب سے کون واقف نہیں ہے، مگر اس کے باوجود ابن ابی حاتم نے امام بخاری کی خطاؤں کو بیان کرنے کے لئے مکمل ایک باب ہی اپنی کتاب میں باندھا ہے، باب کا نام ہے" فی بیان ما اخطا فیہ البخاری۔"

علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری جو حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کے استاذ ہیں، جنہیں اہل علم شیخ الاسلام کے معظم و مکرم لقب سے یاد کرتے ہیں، آپ نے تقریب میں صحیحین کے متعدد رواۃ کے متعلق لکھا ہے: صدوق یخطی۔ ہیں تو سچے مگر کبھی خطا بھی ہوجاتی ہے۔

آمدم بر سر مطلب

ان مذکورہ عبارات سے یہ بات خوب روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ بزرگان دین سے اگر کسی مسئلہ شرعیہ کے بیان کرنے میں چوک ہوجائے تو ان کی طرف خطا کی نسبت کرنا گستاخی نہیں ہے بلکہ اس کی نشاندہی کرنا علمائے حق کا وطیرہ ہے

تا کہ ان کے معتقدین غلطی کا ارتکاب نہ کر بیٹھیں۔

ایسا ہی معاملہ تاج الشریعہ بدر الطریقہ قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ العالی کے ساتھ بھی پیش آیا، آپ سے سائل نے سجدۂ تحیت کے جواز اور عدم جواز کے متعلق سوال کیا اور تاج الاولیا محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کا جو اس سلسلے میں موقف تھا اس کو بھی نقل کیا۔

آپ نے اس کا عالمانہ جواب دیا، اپنے فتویٰ مبارکہ کو مختلف کتب فقہیہ کے حوالجات سے مزین کیا اور سجدۂ تحیت جو متفقہ طور پر حرام ہے، اس کی حرمت کو ثابت فرما کر آپ نے حضور محبوب الٰہی کی تعریف وتوصیف کی اور فرمایا کہ:

”ان حضرات سے اس مسئلہ میں خطاً ایسا ہو گیا نہ کہ انھوں نے دانستہ حق کو چھوڑا اور باطل کو اپنایا۔“

اس عبارت کو بار بار پڑھ کر دیکھئے کہ کس لفظ سے سرکار محبوب الٰہی کی شان میں توہین ہو رہی ہے؟ حضور تاج الشریعہ نے صرف لفظ خطاً پر ہی اکتفا نہ فرمایا بلکہ اس کی توضیح وتشریح بھی فرما دی کہ خطا کا وقوع آپ رضی اللہ عنہ سے غیر دانستہ طور پر ہے، مگر اس کے باوجود علم وفن اور آداب علماء سے کورے مولوی سنابل اور اس کے نام نہاد مفتی فرید الحسن کہہ رہے ہیں کہ اس میں تاج الشریعہ نے حضور محبوب الٰہی کی شان میں توہین کی ہے، حالانکہ ادنیٰ علم رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ یہ ایسی خطا ہے جس پر مواخذہ بھی نہیں ہے پھر اس کی نسبت میں توہین کیسی؟

اگر اس عبارت میں توہین ہے تو اعلیٰ حضرت اور دیگر علمائے کرام کی وہ عبارتیں جو میں نے سطور بالا میں نقل کی ہیں، وہ بھی توہین بزرگان دین پر مشتمل ہوں گی کیونکہ ان میں بھی خطا کی نسبت موجود ہے، اب اگر مولوی سنابل اور اس کے نام نہاد مفتی میں واقعی علم وفن کا ایک شمہ بھی موجود ہے تو وہ ثابت کریں کہ وہ عبارتیں توہین بزرگان دین پر مشتمل نہیں ہیں یا کم از کم معتمد شواہد ونظائر سے یہی ثابت کر دیں کہ حضور تاج الشریعہ کے کس لفظ یا کس عبارت سے توہین سمجھ میں آ رہی ہے۔

الحمد للہ تاج الشریعہ تمہارے اور تمہاری پوری کمپنی کی طرح جاہل نہیں ہیں بلکہ اللہ نے انہیں ایسا علم لدنی عطا فرمایا ہے جس کا اعتراف آج عرب وعجم کو ہے، یہی وجہ ہے کہ عراق، مصر، شام اور علمائے حرمین آپ کے موقف کی تائید کرتے ہیں اور مسائل شرعیہ کے حل میں آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں وذٰلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ جبکہ مولوی سنابل آپ اور آپ کے ہم پیالہ ہم نوالہ علم وفضل سے کلیۃً عاری ہیں۔

میں اپنے اس جملے کی تصدیق کے لئے عوام اہل سنت سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ حضرات مولوی سنابل اور ان کے نو پید مفتی فرید الحسن سے مطالبہ کریں کہ وہ اپنی دینی بصیرت ثابت کرنے کے لئے میدان میں آئیں اور حضور تاج الشریعہ کی عبارت کو گستاخانہ ثابت کریں، اگر راہ فرار اختیار کرتے ہیں جیسا کہ ماقبل میں کیا ہے تو میرا جملہ اپنی جگہ پر کلیۃً منطبق رہے گا کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ ایک صاحب ایم. اے ہیں جو صرف مفتی ہیں تو وہیں دوسرے صاحب ڈبل ایم. اے ہیں، اس لئے مفتی اور مقرر دونوں ہیں اور اپنی اپنی ڈگری کی وجہ سے متنبی کے اس شعر کے مصداق ہیں ؎

تلك صموت و ذا ناطق
اذا حرکوہ فسا او ھذا

سنابل کا کھلا جھوٹ

میں عوام اہل سنت سے گزارش کر رہا ہوں کہ ان پڑھ لوگوں کی باتوں پر کان نہ دھریں، آپ مولوی سنابل کی تقریر سنیں آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا بڑا کذاب ومفتری ہے کہ دیدہ ودانستہ تاج الشریعہ کی محور عبارت ”نہ“ کو ہڑپ گیا، یہ اس کی بدباطنی اور کذب بیانی نہیں تو اور کیا ہے؟ اسی لفظ سے تاج الشریعہ نے خطا کے اس مفہوم کو بیان کیا ہے جو فقہائے کرام کے درمیان رائج ہے، اس کو نہ بیان کر کے سنابل پوری عبارت کا مطلب ہی بدل دیتا ہے، آپ نے اپنی عبارت سے یہ ثابت کیا ہے کہ سرکار محبوب الٰہی سے دانستہ خطا نہیں ہوئی ہے بلکہ عدم توجہ کی بنیاد پر آپ نے یہ قول فرمایا ہے، تاج الشریعہ جس شئے کی نفی کر رہے ہیں، مولوی سنابل کلمۂ نفی ہڑپ کر کے اس کا اثبات کر رہا ہے العیاذ باللہ۔

مجاور فرید الحسن کا خرق اجماع

مجاوری سے مفتی گیری کرنے والے فرید الحسن جنہوں نے نہ کبھی کسی مدرسے کا منہ دیکھا ہے اور نا ہی انہیں علم فقہ سے کوئی دور کا بھی واسطہ ہے مگر اس کے باوجود کراماتی فتوے صادر کرتے رہتے ہیں، ان کے لئے مجاوری ہی زیب دیتی ہے کیونکہ افتا تو علما کا کام ہے، اگر آپ جیسے چادر وگاگر کے لئے مار کرنے والے

مجاور فتویٰ دینے لگے تو یہی نظارے دیکھنے میں آئیں گے جو آں جناب کے فتویٰ میں ہے، فتویٰ نہیں غلطیوں کا انبار ہے، طوالت کے خوف سے صرف ایک بڑی غلطی کی طرف اشارہ کر رہا ہوں، جناب والا ارشاد فرماتے ہیں کہ: یہ سب جانتے ہیں کہ محبوبان بارگاہ خدا اور رسول کے فضل و کرم سے محفوظ عن الخطا ہوتے ہیں (یعنی معصوم ہوتے ہیں اسی لئے تو ان کی طرف خطا کی نسبت کرنا جرم ہوا) میں آں جناب سے پوچھتا ہوں کہ مذکورہ عبارت قرآن وحدیث یا فقہ، اصول فقہ اور علم کلام کے کس جزئیہ سے اخذ کی گئی ہے، حالانکہ اس کے خلاف شریعت اسلامیہ کا مجمع علیہ ضابطہ موجود ہے، جس کو میں نے ابتداًہی نقل کر دیا ہے، چلے تھے فتویٰ دینے اور اپنی جہالت و حماقت سے خرق اجماع کا ارتکاب کر ڈالا، جناب والا خرق اجماع شریعت اسلامیہ میں عظیم جرم ہے، توبہ کیجئے اور اعلیٰ حضرت کو وسیلہ بنا کر سرکار سلطان الہند رضی اللہ عنہ کی چوکھٹ پکڑ کر کہئے ؎

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو
کہ رستے میں ہیں جا بجا تھانے والے

آخر میں راقم الحروف بڑے ہی صاف اور واضح لفظوں میں سنابل اور ان کے ہم پیالہ ہم نوالہ مولویوں سے کہتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ کا فتویٰ عالمانہ طور پر ہے، اس میں محبوب الٰہی کی شان میں توہین کا شائبہ بھی نہیں ہے پھر بھی اگر آپ حضرات کو سمجھ میں نہ آرہا ہو تو جہاں کہو راقم الحروف اندھوں کو ان کے گھر تک پہنچانے کے لئے تیار ہے، تم پچیس لاکھ کی بات کرتے ہو آؤ اگر تم نے تاج الشریعہ کی عبارت کو گستاخانہ ثابت کر دیا تو تمہیں دوگنا انعام دیا جائے گا، مگر افسوس تو اسی بات کا ہے کہ تم ایسے چوہے ہو کہ کبھی بل سے نہیں نکلو گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے اور مسلک اعلیٰ حضرت و مشرب شیر بیشۂ اہل سنت و حضور مشاہد ملت رحمہم اللہ پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

خطا ان کی سمجھتے تھے قصور اپنا نکل آیا

شیخ المحققین سید العلماء المدققین سند الفضلاء علامہ علی القاری علیہ الرحمہ کی ذات باوقار عرب و عجم کے علمی وروحانی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں، آپ کو اصحاب حدیث وفقہ اور تصوف کا سر خیل مانا جاتا ہے، متعدد علوم وفنون میں آپ کی تصنیفات و تالیفات کی تعداد تین سو سے متجاوز ہے، جنہیں عرب و عجم کے محققین علما اور فقہا اپنا مرجع بناتے ہیں اور آپ کے فضائل و مناقب ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

"کان معروفا بالتدين والورع والتقوىٰ و التعفف وكان ياكل من عمل يده وقد غلب عليه الزهد والورع وكان قليل الاختلاط بالناس كثير العبادة والتقوىٰ وكان يكتب كل عام مصحفا بخطه الجميل وكان بحرا زخارا بالعلوم الشريعة الغراء كما كانت له مؤلفات كثيرة۔ آپ کی دینداری تقویٰ اور پرہیزگاری مشہور و معروف تھی، آپ محنت و مشقت کر کے کھاتے تھے، آپ پر زہد وتقویٰ غالب تھا، آپ تنہائی پسند اور کثیر العبادت شخص تھے، آپ ہر سال اپنے عمدہ خط میں قرآن شریف تحریر فرماتے تھے، آپ شرعی علوم وفنون میں بحر زخار تھے، آپ کی تصنیف کردہ کتابیں کثیر ہیں۔"

آپ اپنی کتاب شم العوارض میں تحدیث نعمت کے طور پر یوں ارشاد فرماتے ہیں:

"وقد ثبت عنه عليه الصلوٰة والسلام (ان الله يبعث لهذه الامة على راس مائة سنة من يجدد دينها) فوالله العظيم ورب النبي الكريم اني لو عرفت احد اعلم مني بالكتاب والسنة من جهة مبناها او من طريق معناها لقصدت اليه ولو حبوا بالوقوف اليه وهذا لا اقوله فخرا بل تحدثا بنعمة الله وشكرا۔"

(اس عبارت میں علامہ موصوف نے مجددیت کی جانب اشارہ فرمایا ہے جو اہل علم سے مخفی نہیں)

سرکار اعلیٰ حضرت نے بھی آپ کی تحقیقات سے اپنی کتابوں میں متعدد جگہ استفادہ کیا ہے اور آپ کے فضائل و کمالات کے گن گائے ہیں، ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں: امام یافعی وعلامہ علی قاری و حضرت شیخ محقق دہلوی وغیرہم کے کی امامت و جلالت و وثاقت وعدالت سے کون آگاہ نہیں۔

علامہ علی قاری رحمہ اللہ الباری کے اس مختصر مگر جامع تعارف کے بعد حضور شیر بیشہ سنت علیہ الرحمہ کا ایک فتویٰ ملاحظہ کیجئے جس

میں آپ نے علامہ موصوف کی جانب خطا اور تشدد کی نسبت کی ہے، جس خطا کی نسبت پر آج کچھ ہوش و خرد سے عاری فہم و فراست سے خالی اور عیاری و مکاری میں غالی لوگوں نے عوام اہل سنت میں اضطراب پیدا کر دیا ہے، حضور شیر بیشہ سنت علیہ الرحمہ اپنے مبارک فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

ہاں ملا علی قاری رحمۃ اللہ الباری کی شرح میں اگر وہ عبارت انہیں کی ثابت ہو تو بیشک اس مسئلہ میں بھی ان سے غلطی ہوئی اور انھوں نے تشدد سے کام لیا جو یقیناً غلط ہے.............. فقیر کی اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ اس قول کی وجہ سے ملا علی قاری رحمہ اللہ پر صرف خطا و غلطی کا الزام ہے۔

واضح ہو کہ یہ وہی خطا ہے جس کی نسبت سرکار محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کی طرف کرنے کی وجہ سے سیدی مرشدی تاج الشریعہ کو مجرم قرار دے کر چیلنج مناظرہ کیا گیا ہے اور چیلنج کے بعد سے چیلنج کرنے والے نہ جانے کس بل میں چھپ گئے ہیں کہ غلامان تاج الشریعہ کے ہاتھ ہی نہیں لگ رہے ہیں، مگر یاد رہے کہ بکری کب تک خیر منائے گی؟ ایک نہ ایک دن چھری کے نیچے آئے گی ہی۔

عاقبت نااندیش مولوی سنابل اور ان کے ہم پیالہ ہم نوالہ مولویوں پر یہ لازم ہے کہ بتائیں حضور شیر بیشہ سنت علیہ الرحمہ نے علامہ علی قاری رحمہ اللہ کی جانب خطا اور تشدد کی نسبت کر کے ان کی توہین کی ہے یا نہیں اگر شق اول اختیار کی جاتی ہے تو اس کو مضبوط ترین دلائل و براہین سے ثابت کیا جائے اور اس پر شواہد فقہیہ پیش کئے جائیں اور اگر شق ثانی اختیار کی جاتی ہے کہ حضور شیر بیشہ سنت علیہ الرحمہ نے توہین نہیں کی ہے اور سپوت ہونے کی وجہ سے یہ اہم ذمہ داری ہے کہ اسی شق کو اختیار کیا جائے مگر اس صورت میں غلامان تاج الشریعہ کا مطالبہ اپنی جگہ برقرار رہے گا کہ لفظ خطا وہی، مبحث بھی وہی اور دونوں شخصیتیں بھی معظم و مکرم بلکہ دونوں جماعت عرفا کے سرخیل ہیں پھر حکم الگ الگ کیوں؟ اگر تاج الشریعہ اسے ثبت قرطاس کریں تو مجرم گردانے جائیں اور حضور شیر بیشہ سنت اسے اپنے فتویٰ میں لکھیں تو بفیضان کرم مشاہد ملت، ادریس صاحب کی سعی و کوشش اور سنابل صاحب کے اہتمام و انصرام سے عسکری اکیڈمی آستانہ عالیہ حشمتیہ سے چھاپا جائے، کاش ادریس صاحب اپنے والد محترم اور سنابل صاحب اپنے دادا محترم کا علمی میراث حاصل کئے ہوتے تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا کہ اپنے ہی فتویٰ سے اپنے والد محترم اور دادا محترم کو مجرمین کی صف میں لا کر کھڑا کر دیا، واللہ حضور شیر بیشہ سنت علیہ الرحمہ کی روح کو بڑی تکلیف پہنچی ہوگی، خدارا اپنی اس حرکت شنیعہ سے توبہ کر کے سرکار شیر بیشہ سنت علیہ الرحمہ کی روح مقدسہ کو سرور بخشیں ورنہ دنیا درج ذیل شعر پڑھ کر آپ کا اور آپ کی کمپنی کا مذاق اڑاتی رہے گی۔ ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

ص ۴۷ کا بقیہ

شمار جماعتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آئیں اور انہوں نے چند روز تک قیام بھی کیا اور اسلام کو سیکھ کر اپنے وطن کو لوٹ گئے۔

امام احمد، بزاز، ابویعلی، بیہقی اور دوسرے محدثین نے حضرت بلال ابن حارث رضہ اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ ہم حضور ﷺ کے ہمراہ سفر میں تھے، مقام عرج میں پڑاؤ ہوا، میں اپنے خیمے سے حضور ﷺ کی زیارت کے لئے نکلا، میں نے دیکھا کہ آپ لشکر سے دور صحرا میں تنہا تشریف فرما ہیں، میں نے چاہا کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں، جب میں قریب پہنچا تو میرے کانوں میں شور و غوغا کی آواز پہنچی، گویا بہت سے لوگ آپس میں جھگڑ رہے ہیں اور تیز زبانی کر رہے ہیں، میں رک گیا اور سمجھ گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں مردم غیب کا ہجوم ہے اس وقت نہیں جانا چاہیے، حتی کہ خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ تبسم فرما رہے تھے، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ شور و غوغا کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ مسلمان جنات کا کافر جنات کے ساتھ رہائش کے بارے میں جھگڑا تھا اور وہ اس جھگڑے کا فیصلہ لینے کے لئے میرے پاس حاضر ہوئے، میں نے یوں فیصلہ دیا کہ مسلمان جنات ملک جلس میں اور کفار غور میں سکونت کریں اور آپس میں میل جول نہ رکھیں۔

اس حدیث شریف کے راوی کثیر ابن عبداللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث سے ہم نے یہ تجربہ کیا کہ جسے ملک جلس میں جن کا آسیب ہوتا ہے تو وہ شفا پاتا ہے اور اس کی جان بچ جاتی ہے اور اس کے برعکس جسے ملک غور میں جن کا آسیب ہوتا ہے تو آسیب نہیں جاتا اور اسی میں اس کی جان چلی جاتی ہے۔ (جاری...)

از: مولانا محمد رضا مرکزی*

ایک حیرت انگیز مخلوق! جنات

پہلی قسط

اللہ نے اس دنیا کی تخلیق فرمائی اور اس میں بے شمار مخلوق کو پیدا فرمایا، مثلاً انسان، حیوان، چرندے، پرندے، درندے، جن وغیرہ ان ہی میں سے ایک مخلوق جن بھی ہے جو اللہ کی پیدا کی ہوئی بڑی عجیب وغریب مخلوق ہے، خود اللہ نے بھی اپنی کتاب قرآن میں اسے عجیب کہا ہے، قرآن میں اس مخلوق کے بارے میں ایک مکمل سورۃ ”سورۃ الجن“ ۲۹/ ویں پارہ میں موجود ہے، اس مقالہ میں اللہ کی اس مخلوق کے بارے میں کچھ باتیں واقعات کی شکل میں پیش کی جارہی ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

جس طرح انسانوں کا وجود ہے، اسی طرح جنوں کا بھی وجود ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، عربی زبان میں جس لفظ میں ”جیم“ اور ”نون“ جمع ہوتے ہیں، اس میں پوشیدگی کے معنی ملحوظ ہوتے ہیں، دل چونکہ مخفی رازوں کا خزانہ ہے اور دل کی بات ظاہر نہیں ہوتی، اس لئے عربی زبان میں دل کو ”جنان“ کہا جاتا ہے، اسی طرح عربی زبان میں ڈھال کو ”جنہ“ کہتے ہیں، کیونکہ ڈھال کی آڑ میں آدمی چھپتا ہے، یوں ہی دیوانگی عقل کو پوشیدہ کردیتی ہے، اس لئے عربی میں اسے ”جنون“ کہتے ہیں، ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہوا سے بھی ”جنین“ کہتے ہیں، باغ اپنے پتوں اور درختوں سے زمین کو ڈھانپ لیتا ہے اس لئے اسے ”جنت“ کہتے ہیں، اب آپ دیکھ لیجیے ان سب لفظوں میں ”جیم اور نون“ موجود ہیں اور سب کے معنی میں پوشیدگی موجود ہے، لفظ ”جن“ بھی اسی قبیل سے ہے کہ یہ مخلوق نظر نہیں آتی، اس لئے اسے ”جن“ کہا جاتا ہے اور جب قرآن پاک سے اس مخلوق کا وجود ثابت ہے تو پھر ایک مسلمان کے لئے کوئی وجہ نہیں کہ خواہ مخواہ اس کا انکار کرے اور طرح طرح کی تاویلیں کرتا رہے، قرآن میں ہے کہ:

”اور جن کو شعلہ مارنے والی آگ سے بنایا۔“ [سورۃ الرحمٰن]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنات کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے، یہ آنافاناً کہیں بھی ایک لمحہ میں جا آسکتے ہیں، اس میں بہ نسبت خاکی مخلوق کے قوت زیادہ ہوتی ہے اور عمریں بھی طویل، جن کا نظر نہ آنا ان کی لطافت کی وجہ سے ہے۔

جنات کیا ہیں؟

”جن اجسام رقیقہ ہیں، انس وملائکہ کی صورت کے خلاف ہیں، عاقل ہیں، عوام کے دلوں میں وسوسہ بھی ڈالتے ہیں۔“ [روح البیان، ج ۱۵، ص ۲۷۸]

”جنات اپنی قوم کا اختلاف بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم میں نیکوکار بھی ہیں اور نہیں بھی، ہم مختلف راہوں پر لگے ہوئے ہیں، کافر بھی ہیں اور مسلمان بھی۔“ [تفسیر ابن کثیر، ج ۲۹]

”جن روح اور جسم دونوں سے عبارت ہیں، فہم وادراک رکھتے ہیں، ان میں نر اور مادہ ہیں اس لئے توالد وتناسل کا سلسلہ بھی چلتا ہے۔“ [کتب عامہ]

”جنات کی پیدائش جمعرات کو ہوئی۔“ [ابن کثیر پارہ ۱]

اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے ساٹھ ہزار سال قبل جنات کو زمین میں بسایا تھا اور جنات زمین پر سات ہزار سال تک آباد رہے۔“ [تفسیر نعیمی، ج ۱، ص ۲۷۹]

جنات کی حقیقت

”جن کو اللہ تعالیٰ نے خالص آگ سے پیدا کیا، ابوعبیدہ محقق نے کہا کہ جن، انس اور حیوانات میں سے جو موذی ہو، اس کو شیطان کہتے ہیں۔“ [المفردات]

علامہ زبیدی، تاج العروس میں لکھتے ہیں کہ:

”جن انسان کی ضد ہے، جن کو اس لئے جن کہتے ہیں کہ وہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور نظر نہیں آتا، زمخشری نے کہا ملائکہ اور جن ایک نوع ہیں، ان میں سے جو خبیث ہیں ان کو جن کہتے ہیں اور جو طاہر ہے ہیں، ان کو ملائکہ کہا جاتا ہے۔

علامہ راغب اصفہانی نے کہا:

جو روحانی مخلوق انسان کے حواس سے مخفی ہے اس کی تین

*مضمون نگار الجامعۃ القادریہ نجم العلوم، مالیگاؤں، مہاراشٹرا کے استاذ ہیں۔

قسمیں ہیں، جو خیر ہیں وہ فرشتے ہیں اور جو شر ہیں وہ شیطان ہیں اور جن میں خیر وشر دونوں ہیں وہ جن ہیں، بعض علما نے کہا ملائکہ اور جن کی مختلف حقیقتیں ہیں، ملائکہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور جنات نار سے پیدا کئے گئے ہیں، ملائکہ معصوم ہیں ان میں توالد وتناسل نہیں ہوتا اور نہ ان میں مذکر ومونث ہوتے ہیں اور جنات میں یہ سب ہے، ابلیس جنات میں سے تھا جیسا کہ قرآن میں صراحۃً مذکور ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ابلیس جنات میں اس طرح ہے جس طرح حضرت آدم علیہ السلام انسانوں میں ہیں۔"

[تاج العروس، ج۹ ص۱۶۵]

جنات کی تخلیق

حضرت آدم علیہ السلام سے قبل دنیا میں ایک مخلوق آباد رہی جس کا نام "جن" تھا "جن" جمع ہے اس کا واحد "جنی" ہے ان کا جد امجد "جان" تھا جسے آگ کے شعلے سے تخلیق کیا گیا تھا، جان کے مادہ تخلیق کے بارے میں ارشادات خداوندی ہیں۔

"اور جان کو ہم نے پہلے سے بہت گرم آگ سے پیدا کیا۔"

[سورۃ الحجر ۲۷]

"اور جنوں کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا گیا۔" [سورۃ الرحمٰن ۱۵]

"اکثر فلاسفہ ان کے وجود کا انکار کرتے ہیں کیونکہ وہ ہر چیز کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کے عادی ہیں، وہ جنات کو ایک سخت غیر مہذب و مذہب اور جنگلی قوم قرار دیتے ہیں۔

جنات کے الگ الگ وجود

قرآن مقدس کی درج ذیل آیات جنات کے الگ الگ وجود پر دلالت کرتی ہے اور قرآن میں جنات کا ذکر بھی ان آیات سے ملتا ہے:

۱ "جان کو آگ کے خاص شعلہ سے پیدا کیا گیا۔"

[سورۃ الرحمٰن ۱۵]

۲ "اے گروہ انس وجن اگر تم طاقت رکھتے ہو تو نکل جاؤ۔"

[سورۃ الرحمٰن ۳۳]

۳ اور جن کو اس سے پہلے بے دھوئیں کی آگ سے بنایا۔"

[سورۃ الحجر ۲۶]

۴ شیطان جنوں میں سے تھا، پس اس نے رب کی نافرمانی کی۔"

[سورۃ الکہف ۵۰]

۵ اور جمع کئے گئے لشکر سلیمان کے لئے جنوں، پرندوں اور آدمیوں سے۔"

[سورۃ النحل ۱۷]

۶ ہم نے انسان اور جن کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔"

[سورۃ الذریت ۲۷]

انسان جنوں کو ان کی لطافت کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے البتہ جب جن متمثل ہو کر دوسری شکلیں اختیار کرتے ہیں تو ان کو دیکھا جا سکتا ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنوں کو مادی قالب میں تبدیل ہونے کی اہلیت عطا فرمائی ہے، اس معاملہ کو سمجھنے کے لئے ہوا کی مثال کافی ہے، ہم ہوا کو اس کی لطافت کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے لیکن جب اس میں گرد وغبار شامل ہو جاتا ہے تو اسے دیکھا جا سکتا ہے، اس کے مقابلہ میں جن انسانوں کو دیکھ سکتے ہیں کیونکہ انسان کا مادہ تخلیق خاک ہے، اللہ فرماتا ہے:

"شیطان اور اس کا قبیلہ تمہیں دیکھتا ہے لیکن تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔"

[سورہ اعراف ۲۷]

جنات کو کئی ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، مثلاً:

۱ **بھوت یا آسیب**: یہ جن خبیث اور نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں ان کے لئے عفریت اور شیاطین کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔

۲ **رجال الغیب**: نیک سیرت جنات راہ بھٹکے ہوئے لوگوں کو راستہ دکھاتے ہیں۔

۳ **شہابہ**: بیابانوں اور جنگلوں میں ان کی وجہ سے آگ جلتی دکھائی دیتی ہے۔

۴ **چھلاوہ**: چھوٹے چھوٹے لڑکوں کی شکل میں نظر آتے ہیں اور غالب ہو جاتے ہیں۔

[کتب تفاسیر]

حیات الحیوان نامی کتاب میں جنات کی درج ذیل تین قسمیں بیان کی گئیں ہیں:

(۱) وہ جن کے پر ہوتے ہیں اور وہ ہوا میں اڑتے ہیں۔

(۲) وہ جو سانپ کی شکل میں رہتے ہیں۔

(۳) وہ جو انسان کی طرح ہیں۔

[حیات الحیوان]

وہ جنات جو انسانوں کی طرح ہیں ان سے قیامت میں ان کے اچھے برے اعمال کا حساب وکتاب بھی ہوگا۔

[ایضاً]

جنات کی غذا

جنات کھاتے بھی ہیں، کہا جاتا ہے کہ کوئلہ اور ہڈی جنات کی خوراک ہے، ہو سکتا ہے اس پر کسی کو اعتراض ہو کہ جنات تو

غیر مرئی مخلوق ہے اور کوئلہ مرئی و مادی اشیا، یہ کس طرح ان کی خوراک ہوسکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ کوئلہ اور ہڈی میں گیسیز خارج ہوتی ہیں جو غیر مرئی ہیں، وہی ان کی خوراک ہوگی، اس کے علاوہ گوبر کو بھی ان کی خوراک قرار دیا گیا ہے گوبر میں سے بھی مختلف گیسیز خارج ہوتی ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صحابہ کو ان چیزوں سے استنجا کے لئے ڈھیلے کے طور پر استعمال کرنے سے منع فرمایا اور علت یہ بیان کی کہ" یہ تمہارے بھائی جنوں کی غذا ہے۔" [کتب احادیث]

ایک اور حدیث میں جنات کی خوراک کا ذکر ملتا ہے راوی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ہیں:

جنات نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ! ہمیں تبرک کے طور پر کوئی تحریر عطا فرمائیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: میں تمہیں ایسی تحریر دیتا ہوں جو کہ نسل در نسل اور قبیلہ در قبیلہ تمہارے کام آئے، جہاں خالی ہڈی، اونٹ بکری اور بھیڑ کی مینگنی یا گائے بھینس کا گوبر پڑا ہو، میری دعا سے اللہ تعالی تمہیں اس میں ایک لذت اور رزق بخشے گا، اس کے علاوہ حضور ﷺ نے کوئلہ کا بھی ذکر کیا۔

جنات نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! انسان ان چیزوں کو گندا کر دیتے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ہم انسانوں کو ان چیزوں کو نجاست سے آلودہ کرنے سے روک دیں گے۔"

چنانچہ اسی وقت سے ہڈی، خشک گوبر، مینگنی اور کوئلے کے ساتھ استنجا کرنے سے منع کر دیا گیا۔ [کتب احادیث وفقہ]

اسی حدیث میں ایک اور چیز بھی ذکر ہے کہ: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ جب قوم زط (جت، بصرہ میں ایک قبیلہ ہے ان کے رہنے والوں کا نام) کو کوفہ میں دیکھتے تو ڈر جاتے اور پوچھتے کہ کیا جنات ظاہر ہونا شروع ہوگئے ہیں؟ لوگ تعجب کرتے اور کہتے یہ جنات نہیں، انسانوں کا ایک گروہ ہے، آپ فرماتے چونکہ میں نے حضور ﷺ کے ہمراہ جنات کو اسی صورت میں دیکھا تھا، اس لئے جب بھی انہیں دیکھتا ہوں یہی گمان کرتا ہوں کہ جنات ہوں گے۔

اب یہاں سے جنات کے وجود اور ان کے حالات اور ان کا مسلمان اور کافر ہونا واقعات کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے، سب سے پہلے ان مبارک جنوں کا ذکر ہو جائے جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور مسلمان ہوگئے اور کچھ جنات صحابی بھی ہیں۔

حضور ﷺ کے ہاتھ پر جنات کا قبول اسلام

۱ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت آئی ہے کہ ایک دن میں اپنے بتوں کے پاس حاضر تھا کہ اچانک ایک شخص بتوں کی نذر کے لئے گائے کا بچھڑا لایا اور اس نے اسے ذبح کیا، ایک بت کے پیٹ سے نہایت بلند آواز کہ میں نے ایسی آواز کبھی نہ سنی، ہر خاص وعام نے سنی کہ وہ کہہ رہا تھا، اے مرد قوی! ایک ایسا امر پیش آیا ہے جس میں کامیابی ہے، ایک مرد آواز سے کہتا ہے لاالہ الااللہ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ لوگ یہ آواز سنتے ہی بھاگ گئے اور میں وہیں قائم رہا تا کہ اس آواز کی حقیقت معلوم کرو، دوسری بار میں نے یہی آواز سنی اور تیسری بار بھی اور میں حیرت میں رہا یہاں تک کہ لوگوں نے خبر پہنچائی کہ یہاں ایک پیغمبر ظاہر ہوا ہے جو کہ لوگوں کو کلمہ حق کی تلقین فرماتا ہے، یہ ایک مسلم جن کی دعوت اسلام تھی۔

۲ اور اسی قسم کا ایک بوڑھے سے امام مجاہد نے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ ایک گائے کو ہانک کر لے جا رہا تھا کہ اچانک میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی رسول کا کلمہ بلند آواز سے پڑھا، بوڑھے نے کہا جب میں مکہ میں پہنچا تو میں نے سنا کہ یہاں ایک رسول ﷺ مبعوث ہوئے ہیں جو کہ یہ کلمہ شریف پڑھتے ہیں، یہ بھی ایک اسلام کا مبلغ جن تھا۔

۳ اور بیہقی حضرت سواد ابن قارب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے دور میں جنات سے میرا ایک شناسا تھا جو کہ مجھے آئندہ کی خبریں پہنچاتا تھا اور میں لوگوں سے کہہ دیتا اور اس ذریعے سے مجھے نذر وفتوح بہت ملتی تھی اور اس کی ساری خبریں مطابق واقعہ نکلتی تھیں اچانک میں ایک رات سو رہا تھا کہ وہ جن آیا اور کہا کہ اٹھ! سمجھ اور عقل کر اگر تجھے کوئی شعور ہے، لوی ابن غالب کے قبیلے سے ایک پیغمبر ظاہر ہوا پھر اس نے کہا: میں جنوں کے حال اور ان کی بے چینی سے تعجب کرتا ہوں اور ان کا اونٹوں پر زین کستا تا کہ سفر کریں تو بھی بنی ہاشم کی برگزیدہ شخصیت کے پاس جا اور اسلام قبول کر میں نے یہ سعادت حاصل کرلی۔

۴ امام احمد نے حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے، ابونعیم

نے حضرت حمزہ سے اور بیہقی نے حضرت امام زین العابدین سے روایت کہ مدینہ میں پہلے پہل جو حضور ﷺ کی خبر پہنچی اس انداز سے تھی کہ اہل مدینہ کی ایک عورت کا جنوں میں سے ایک شخص سے تعلق تھا وہ جن ہر رات اس کے یہاں آتا تھا اور اکثر ایک پرندے کی شکل میں ایک دیوار پر آکر بیٹھ جاتا تا آچانک اس کی آمد ورفت رک گئی اور ایک مدت کے بعد وہ جن ایک جانور کی شکل میں آیا اس عورت نے کہا کہ تجھے کیا ہوگیا کہ تو اتنی مدت نہیں آیا، اس نے کہا! مکہ شہر میں ایک پیغمبر تشریف لائے ہیں اور میں مسلمان ہوگیا ہوں اور میں تجھ سے دور ہوتا ہوں۔

۵ ابونعیم نے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا، آپ نے پوچھا کہ تیری شکل وصورت سے یوں پتہ چلتا ہے کہ تو کاہن رہا ہے اور تجھے جنات سے صحبت رہی ہے، اس نے کہا جی ہاں! فرمایا اب کہو کہ کیا اب بھی تجھے جنات کی صحبت کا اتفاق ہوتا ہے اس نے کہا نہیں! دین اسلام کے رائج ہونے سے پہلے ایک دن میرے مصاحب جنات میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا، اے سالم! واضح حق اور خیر دائم کی جلوہ گری ہوئی اور میں بھی اس خیر کو قبول کرلیا۔

۶ ایک شخص اسی مجلس میں بیٹھا تھا اس نے کہا! مجھے بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آیا ہے کہ میں ایک دن جنگل کے چٹیل میدان سے گزر رہا تھا اور دائیں بائیں کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا کہ آچانک ایک شتر سوار میرے سامنے نمودار ہوا اور بلند آواز سے کہنے لگا، اے احمد! تیرے پاس وہ خیر آگئی جس کا اس نے تجھ سے وعدہ فرمایا تھا اور پھر وہ نظروں سے غائب ہوگیا۔

۷ انصار میں سے بھی ایک شخص اسی مجلس میں حاضر تھا اس نے کہا میرے ساتھ بھی ایسا ہی ایک واقعہ ہوا کہ میں شام کے علاقے میں گیا ہوا تھا، میں ایک بے آب وگیاہ علاقے سے گزر رہا تھا کہ اچانک پچھلی سمت سے ایک آواز سنی کہہ رہا تھا، ستارہ ظاہر ہوا پس اس کا مشرق روشن ہوا اس کے سائے سے خوشبو نکلتی ہے، وہ رسول ہے، جس نے اس کی تصدیق کی بامراد ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسے اونچا اور سچا فرمایا اور میں بامراد ہوگیا، الحمد للہ۔

۸ فاکہی نے اخبار مکہ میں عامر ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے، ابونعیم نے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور دوسرے محدثین نے حضرت عبد الرحمن ابن عوف اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ ایک دن ایک جن جبل ابوقبیس پر سخت آواز کی اور اسلام کی ہجو میں چند بیت پڑھے کہ مسلمانون کو جلد قتل کردینا چاہیے اور شہر بدر کردینا چاہئے اور بت پرستی کو چھوڑا نہ جائے، کافر بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ دیکھو غیب سے بھی تمہارے قتل اور تمہیں شہر بدر کرنے کا حکم آگیا، مسلمان بہت پریشان اور غمگین ہوئے حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو کہ یہ آواز کرنے والا مسعر نامی ایک شیطان تھا، اسے اللہ تعالیٰ عنقریب سزا دے گا جب تیسرا دن ہوا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بشارت دی کہ آج ایک قوی ہیکل جن سمج نامی میرے پاس آیا اور مسلمان ہوا اور میں نے اس کا نام عبد اللہ رکھا اس نے مجھ سے مسعر کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی اور میں نے اسے اجازت دے دی، آج مسعر مارا جائے گا، مسلمان بہت خوش ہوکر منتظر رہے، شام کے وقت اسی مقام سے انہوں نے سخت آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے، کہ ہم نے مسعر کو قتل کردیا جس نے سرکشی اور تکبر کیا اور حق کو گھٹایا اور ہمارے نبی پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کرکے برا طریقہ جاری کیا، میں نے نہایت تیز اور کاٹنے والی تلوار کے ساتھ اس پر وار کیا اور قتل کردیا، بے شک ہم نافرمانی کرنے والے کو یونہی تباہ کرتے ہیں۔

۹ ابن سعد نے کتاب "شرف المصطفیٰ" میں جندل ابن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کی یارسول اللہ ﷺ! جنات میں سے ایک میرا دوست تھا جو کہ مجھے غیب کی خبریں پہنچاتا تھا، ایک دن بہت بے چینی کے ساتھ آیا اور اس نے مجھے بے دار کیا اور کہنے لگا! بے دار ہو، پس بے شک دین حق کا چراغ روشن ہوا ایک سچے بے عیب کے لئے، تو سخت اونٹ سے زمین کا سفر کر، تو میں نے مدینہ کا سفر کیا اور حضور ﷺ سے ملا اور راستے میں بھی جنات نے میری کامیابی کے لئے بلند آواز سے مجھے دعائیں دی۔

۱۰ ابن الکلبی نے عدی ابن حاتم سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ بنو الکلب کے قبیلے سے میرا ایک نوکر تھا جسے جالس ابن دغنہ کہتے تھے ایک دن میں اپنے گھر کے باہر بیٹھا تھا کہ اچانک دیکھتا ہو کہ وہ مرعوب اور بدحواس ہوکر آرہا ہے، میں نے کہا تیرا

کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ آپ اپنے یہ اونٹ میری سپرداری سے لی لیں اور مجھے نوکری سے معافی دیں، میں نے کہا کیا ہوا؟ کیا میری طرف سے کوئی حق تلفی ہوئی ہے؟ کہنے لگا نہیں! لیکن مجھے ایک واقعہ پیش آیا ہے کہ میں آپ کے اونٹوں سمیت چراگاہ میں گیا ہوا تھا، اچانک میں نے ایک بوڑھے کو دیکھا کہ پہاڑ کے درے سے باہر آیا اس کا سرالو کے سر کی طرح تھا اور اس کے طوک وعرض کی کوئی حد نہ تھی اس حد تک اس کا سر پہاڑ کی چوٹی تک پہنچا ہوا تھا اور اس کا ہر پاؤں پہاڑ کے دامن میں اور اس نے مجھے آواز دی اور کہا: اے حابس! ایک مشعل والے کے ہاتھ میں نور کی روشنی ہے، پس اس نور حق کی طرف مائل ہو اور دل میں کوئی اندیشہ مت کر، میں ڈر کی وجہ سے اونٹوں کو دوسری چراگاہ میں لے گیا اور ایک درخت کے نیچے آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا، جیسے ہی میری آنکھیں خواب آلود ہوئیں کہ اچانک ایک شخص نے مجھے اپنے پاؤں کے ساتھ ٹھوکر ماری، میں بے دار ہوا، دیکھا کہ وہی بوڑھا ہے اور کہہ رہا ہے: اے حابس! جو میں کہتا ہوں؟ اسے سن تا کہ تو راہ پائے، گمراہ حیرت والا راستہ پانے والے کی طرح نہیں ہے، سیدھی راہ پر چلنا ترک مت کر، تحقیق کی ہر دین حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے ساتھ منسوخ ہو گیا ہے، لہٰذا تو بھی اسی حق کو مان لے۔

۱۱ ابونعیم اور ابن عساکر نے قبیلہ بنی خثیم کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ عربوں کا قاعدہ تھا کہ حلال اور حرام کو نہیں پہچانتے تھے اور بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے اور اگر آپس میں کوئی جھگڑا اور اختلاف پڑ جاتا تو اس کے فیصلے کے لئے بتوں کے پاس حاضر ہوتے اور ندائے غیبی کے طور پر بتوں کے شکم سے جو کچھ سنائی دیتا اس کے مطابق عمل کرتے، ہم بھی رات کے وقت نذریں اور قربانیاں گزارنے کے بعد ایک بت کے پاس بیٹھے غیبی آواز کے منتظر تھے اچانک بت کے پیٹ سے آواز آئی کہ: اے لوگو! جو کہ بتوں کے پاس فیصلے کے لئے جاتے ہو تمہیں کیا ہے کہ بے وقوف ہو گئے ہو؟ یہ رسول علیہ السلام ہیں جو کہ تمام مخلوقات کے سردار ہیں اور حاکموں میں سب سے زیادہ انصاف کرنے والے ہیں، نور اور اسلام کو ظاہر فرماتے ہیں اور لوگوں کو گناہوں سے منع فرماتے ہیں، یہ آواز سنتے ہی ہم سب بھاگ گئے اور منتشر ہو گئے اور یہ واقعہ ہر محفل میں بیان ہونے لگا، یہاں تک کہ ہمیں خبر پہنچی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف میں پیدا ہوئے پھر آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے۔

۱۲ بزار، ابونعیم، ابن سعد نے حضرت جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے موضع بوانہ میں ایک بت کے پاس بیٹھے تھے اور ایک شتر اس بت کی نذر کے لئے ذبح کیا ہوا تھا کہ اچانک ہم نے بت کے شکم سے ایک آواز سنی کہ کہتا ہے: خبردار ایک عجیب بات سنو! وحی آنے کی وجہ سے آسمانی خبروں کی چوری ختم ہو گئی اور جنات کو آتشیں شعلوں سے مارا جاتا ہے، مکہ شریف میں ایک نبی کی تشریف آوری کی وجہ سے جن کا نام احمد ہے اور جن کی جائے ہجرت یثرب (شہر مدینہ کا پرانا نام) ہے، جبیر کہتے ہیں کہ ہم حیرت زدہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور چند دنوں کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر عام ہو گئی، بعدہ ہم لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

۱۳ ابونعیم نے تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں شام میں تھا، جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، میں نے اپنے کاموں کے لئے سفر کیا، دوران سفر مجھے رات ہو گئی، عربوں کے قدیم دستور کے مطابق جنوں کے ڈر سے میں نے اس جنگل میں با آواز بلند آواز یوں کہا: میں اس وادی کے سردار کی پناہ میں ہوں آچانک میں نے سنا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے اور میں اسے دیکھ نہیں رہا ہوں کہ خدا کی پناہ لے اس لئے کہ جنات میں اتنی ہمت نہیں کہ حکم خداوندی کے بغیر کسی کو پناہ دیں، میں نے کہا تو کیا کہہ رہا ہے؟ اس نے کہا: عربوں کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہوا ہے، ہم نے ان کے پیچھے حجون میں جو کہ مکہ معظمہ کا ایک محلہ ہے نماز پڑھی ہے، پس ہم اسلام لائے اور ان کی پیروی کی اور جنات کا فریب ختم ہوا اور انہیں شعلے مارے گئے، پس تو پروردگار عالمین کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آ، تمیم کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی میں روانہ ہوا اور ایک شہر میں پہنچا، میں نے ایک راہب سامنے یہ واقعہ بیان کیا اس نے کہا کہ جنات نے تیرے سامنے صحیح بات کی، حرم سے ایک رسول ظاہر ہوگا اور دوسرے حرم کی طرف ہجرت کرے گا، وہ تمام انبیا علیہم السلام سے افضل ہوگا، اس کی خدمت میں جلد پہنچ جا۔

۱۴ ابونعیم، ابن جریر، طبرانی، خرائطی اور دیگر محدثین نے متعدد

سندوں اور کثیر طریقوں کے ساتھ حضرت عباس ابن مرداس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عرب کے سرداروں میں مشہور سردار تھے کہ ابتدا میں میرے اسلام لانے کا واقعہ یوں ہوا کہ میرے باپ نے اپنی وفات کے وقت مجھے ضمار نامی بت کی پوجا کرنے کی بڑی موثر وصیت کی تھی اور کہا تھا کہ اگر تجھے کوئی مشکل پیش آئے تو تو اسی بت کی طرف رجوع کرے گا جو کہ مشکل کشائی میں بے مثل ہے، میں باپ کی وصیت کے مطابق اس بت کی خدمت میں ہمیشہ مشغول رہتا تھا اور سرداری کی مصروفیات کے باوجود ہر روز اس کی زیارت کو جاتا، ایک دن میں شکار کے لئے گیا ہوا تھا اور دوپہر کا وقت تھا، میں ستانے کے لئے ایک درخت کے سائے میں بیٹھ گیا اور میرے نوکر اور سپاہی درختوں کے نیچے بیٹھ گئے، آچانک میں دیکھتا ہوں کہ دھنی ہوئی روئی کی طرح ایک سفید رنگ کا شتر مرغ فضا سے نیچے آرہا تھا اور اس شتر مرغ پر ایک سفید پوش نورانی آدمی سوار ہے اور اس نے مجھے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اے عباس ابن مرداس! مجھے کچھ معلوم ہے کہ چوکی داروں کے ساتھ آسمان کی حفاظت کی جاتی ہے اور روئے زمین پر جنگ اور لڑائی عام ہوگئی اور جو یہ نیک راہ زمین میں لایا ہے، پیر کے دن اور منگل کی رات وجود میں آیا اس کی ایک اونٹنی ہے جس کا نام قصوا ہے، میں یہ کلام سن کے بہت مرعوب ہوا اور وہاں سے سوار ہو کر گھر پہنچا، پہلے میں اپنے اس ضمار نامی بت کے پاس پہنچا، جب میں ایک گھڑی بھر اس بت کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا، اس کے پیٹ سے ایک آواز پیدا ہوئی کہ کوئی یہ بیت پڑھ رہا تھا، جس کا ترجمہ یہ ہے: سلیم کے تمام قبائل سے کہہ دو کہ انیس ہلاک ہو گیا اور مسجد والے زندہ وسلامت رہے ضمار ہلاک ہو گیا اور ایک مدت سے اس کی پوجا کی جاتی تھی نبی کریم ﷺ کی طرف کتاب آنے سے پہلے، ابن مریم کے بعد جو نبوت اور ہدایت کا وارث ہوا، وہ قریش سے ہے، سراپا ہدایت۔

میں نے یہ واقعہ لوگوں سے چھپائے رکھا اور کسی سے نہ کہا، ایک دن جبکہ کفار غزوہ احزاب سے واپس ہوئے میں اس وقت ذات عرق کے متصل ایک مقام عقیق کی طرف اونٹ خریدنے گیا ہوا تھا آچانک میں نے ایک نہایت سخت آواز آسمان کی طرف سنی جب میں نے نگاہ اوپر اٹھائی تو دیکھا کہ وہی سفید پوش بزرگ سفید شتر مرغ پر سوار ہے اور کہہ رہا ہے کہ جو نور پیر اور منگل کو دنیا میں جلوہ گر ہوا ہے، یہ ہے قصوا اونٹنی والے کے ہمراہ نجد کے ملک میں آرہا ہے اس کے بعد دین اسلام کا اعتقاد میرے دل میں پختہ ہو گیا اور ہم نے اسلام قبول کر لیا۔

۱۵ ابن سعد اور ابو نعیم نے سعید ابن عمرو ہذلی سے روایت کی ہے کہ میرے باپ عمرو نے ایک دن ایک بت کے سامنے نذر کے طور پر ایک بھیڑ ذبح کی تھی اس نے اس بت کے پیٹ سے ایک آواز سنی کہ: ایک بہت عجیب بات ہے کہ عبد المطلب کی اولاد سے نبی علیہ السلام ظاہر ہوئے ہیں جو بدکاری اور بتوں کے لئے ذبح کرنے کو حرام قرار دیتے ہیں آسمان پر پہرے بٹھا دیئے گئے اور ہمیں شعلے مارے گئے، میرا باپ یہ آواز سنتے ہی اس خبر کی تحقیق کے لئے مکہ معظمہ گیا، کسی نے کوئی پتہ نہ دیا حتی کہ اس نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا، انہوں نے فرمایا! ہمارے درمیان محمد ابن عبد المطلب، اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، تجھے چاہیے کہ ان پر ایمان لائے۔

اس قسم کے بے شمار واقعات تواتر کے ساتھ ثابت ہوئے ہیں، بلکہ بعض جنات نے جو کہ ابھی تک حضور ﷺ کی صحبت سے مشرف نہیں ہوئے تھے، آدمیوں کے واسطے سے سلام اور اطاعت واتباع کے الفاظ کہہ کر بھیجے۔ (اسی سلسلہ کا واقعہ)

۱۶ ابن سعد نے حضرت جعد ابن قیس مرادی رضی اللہ عنہ روایت کی ہے کہ ہم چار آدمی حج کے ارادے سے اپنے وطن سے روانہ ہوئے اور دوران سفر یمن کے صحراؤں میں سے ہمارا گزر ہوا اس صحرا میں ہم نے ایک آواز سنی کہ کہنے والا کہہ رہا تھا کہ: اے پچھلی رات آرام کرنے والوں! جب تم حطیم اور زمزم پر پہنچو تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو ہمارے سلام پہنچانا جوان کے ساتھ رہیں، جہاں بھی جائیں اور ان سے عرض کرنا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے دین کے ماننے والے ہیں، ہمیں مسیح ابن مریم نے اس کی وصیت کی تھی۔

۱۷ ابن عساکر اور خرائطی نے مرداس ابن قیس دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضور ﷺ کی محفل میں کاہنوں اور ان کی کہانت کا ذکر ہو رہا تھا، لوگ اس سلسلے میں باتیں کر رہے تھے کہ یہ کاروبار حضور ﷺ کی بعثت اور نزول وحی کے ساتھ ہی ختم ہو گیا، مرداس نے کہا کہ یارسول اللہ! ہمارے ساتھ اس سلسلے میں ایک عجیب اتفاق ہوا جو سننے کے لائق ہے، فرمایا: کہو، اس

نے کہا کہ ہماری ایک کنیز تھی جس کا نام خلصہ تھا، نہایت نیک اور پارسا تھی، ہم نے کبھی اسے بے حیائی کے ساتھ متہم نہیں پایا، ایک دن وہ اچانک ہمارے پاس آئی اور کہنے لگی میرے متعلق تمہارا کیا گمان ہے؟ میں نے کہا! ہم تجھے نیک اور پارسا سمجھتے ہیں اور تجھ پر کسی کی تہمت بھی نہیں لگاتے، اس نے کہا اب مجھ سے ایک عجیب واقعہ سنو، ایک دن میں گھر میں بالکل اکیلی تھی کہ ایک سیاہ چیز آ کر مجھ پر مسلط ہوگئی، جس سے میں حاملہ ہوگئی، ہم نے کہا! جا فارغ البال رہ، ہمیں تجھ سے یہ امید نہ تھی، کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے، جس کے دونوں کان کتے کے کانوں کی طرح ہیں اور رنگ آدمیوں کے رنگ جیسا نہ تھا اور وہ بچہ ہمارے بچوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف رہتا۔

ایک دن اس نے اپنے بدن سے چادر اٹھائی اور بلند آواز سے شور کرنے لگا، ہائے افسوس! ہائے افسوس! دشمن کے سوار تم پر حملہ کرنے کے لئے پہاڑ کے پیچھے پہنچ چکے ہیں اور تم بے خبر ہو، ہم اس کے کہنے سے خبردار ہو کر ہتھیار اٹھائے پہاڑ کی پچھلی سمت پہنچے، ہم نے دیکھا کہ وہاں دشمن کے سوار مسلح تھے، ان کے ساتھ جنگ ہوئی اور انہیں شکست ہوئی، اس کے بعد وہ لڑکا جو کہتا تھا، اسی کے مطابق ہوتا اور اس کی بات کبھی غلط نہیں رہی، جب حضور ﷺ کی بعثت اور وحی الٰہی کا نزول ہوتو اس کی باتیں غلط ہونا شروع ہوگئی، میں نے اس سے کہا تجھے کیا ہو گیا کہ تو اب جھوٹ بولتا ہے؟ اس نے کہا مجھے کچھ پتہ نہیں، جو مجھے سچی خبر لاکر دیتا تھا، اب بھی وہی جھوٹی خبر لاکر دیتا ہے، میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا، اس کی تدبیر یہ ہے کہ مجھے کسی تاریک کمرے میں تین دن تک قید کردو تا کہ میں اکیلا رہوں، جب تین دن کے بعد ہم نے اس کمرے کا دروازہ کھولا تو دیکھا کی اس لڑکے کا سارا جسم آگ کے شعلے کی طرح چمک رہا تھا، ہم نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ جن اس کے رگ و ریشے میں سرایت کر گیا ہے۔

ہم نے پوچھا! جھوٹی خبروں کی وجہ بتاؤ؟ اس نے کہا کہ اے گروہ انس! آسمان پر پہرے لگ گئے ہیں اور خیر الانبیاء علیہ السلام تشریف لا چکے ہیں، ہم نے پوچھا، کہاں؟ اس نے کہا مکہ میں، نیز یہ بھی کہا کہ اب میں مر رہا ہوں، مجھے کسی پہاڑ کی چوٹی پر دفن کر دینا، مجھ سے آگ کی طرح شعلے نکلیں گے، جب یہ حال دیکھو تو مجھ پر تین پتھر مارنا اور ہر پتھر پر کہنا: باسمك اللهم میں ٹھنڈا پڑ جاؤں گا اور سکونت اختیار کرلوں گا، اسی طرح اس کے مرنے کے چند دن بعد ہم تک آپ ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی۔

یہ حال ہے جزیرہ عرب کے جنات کا جن سے حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی، رمی شہاب اور نزول قرآن کریم کی گواہی بطریق تواتر منقول ہے اور معتبر کتب تفاسیر اور کتب احادیث میں بھی اس کا ذکر بہت زیادہ ملتا ہے، وہ جنات جو مشرف با اسلام ہوئے ان کے اسماء کتب میں اس طرح ملتے ہیں:

حسی، حسا، منسی، ساصر، ناصر، الاردوبیان، الاختم، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ نو تھے ایک کا نام ردیعہ تھا، بعض نے کہا ان کے سردار کا نام وردان تھا۔

[تفسیر ابن کثیر، پارہ ۲۶ ر ع ۴]

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ۱۱ نام شمار کئے ہیں: زوبعہ، حسی، مسی، شاصر، ماصر، منشی، ناشی، احقب، سرق، وردان، عمرا بن جابر۔ [الاتقان، ج ۱، ص ۱۹]

صحابی جنات

لیکن وہ جنات جو مذکورہ بالا میں سے مشرف با سلام ہوئے اور انہوں نے صحابیت کا عظیم درجہ پایا وہ بھی بے شمار ہیں، جیسا کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس لیلۃ الجن (اس کا تذکرہ آگے آ رہا ہے) میں جو کہ مکہ میں درہ حجون کے متصل ہوئی تھی، حضور ﷺ کے ہمراہ گئے تھے۔ اور اس لیلۃ الجن میں جو کہ مدینہ عالیہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے بعد بقیع الغرقد میں ہوئی تھی، حاضر تھے، ان کی کثرت اس حد تک بیان فرمائی کہ گنتی سے باہر ہے اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی مدینہ میں ایک اور رونما ہونے والی لیلۃ الجن میں حضور ﷺ کے ساتھ حاضر ہو کر جنات کو دیکھا تھا اور ان کی آواز سنی تھی۔

صحاح ستہ میں واقع ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مدینہ میں جنات کی ایک جماعت ہے جو کہ اسلام لائے تو ان حشرات الارض میں سے جسے کچھ نظر آئے تو تین بار تعوذ (اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم) پڑھے اور اگر اس کے بعد بھی نظر آئے تو وہ شیطان ہے۔

ابو نعیم نے حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ جزیرہ کے جنات کی بے (بقیہ ص ۴۰ پر)

الکلمات القاطعة! ایک تعارف

نام کتاب : الکلمات القاطعة للأفکار الزائفة
نام مصنفہ : مفتی راحت خان قادری
بانی دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف
ضخامت : ۱۴۶ر صفحات
ناشر: المکتب النور، شکار پور چودھری، عزت نگر بریلی
قیمت: ۶ر روپے
مبصر: غلام مصطفیٰ نعیمی، ایڈیٹر سواد اعظم دہلی

جماعت اہل سنت کو یہ امتیازو خصوصیت حاصل ہے کہ اس کے علما و مشائخ اور ذمہ دار افراد مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کے نام پر ہر طرح کے رطب و یابس اور ہذیانات وخرافات سے دور و نفور ہی رہے اور اسلامی تعلیمات کو خلط ملط کرنے کی کاوش بیجا کے مرتکب کبھی نہیں ہوئے، جبکہ دیگر کلمہ گو جماعتوں کے صاحبان زبان وقلم نے مادی منفعتوں اور سیاسی سہولتوں کے خاطر مذہبی ہم آہنگی اور نام نہاد رواداری کے نام پر اسلامی تعلیمات میں تحریف وتبدیل کا گھنونا کام کھلے بندوں انجام دیا، کبھی مندروں میں جا کر تقریریں کیں، کہیں رام وکرشن جیسے جھوٹے خداؤں کو نبی ورسول قرار دیا، کہیں ہندوؤں کی مذہبی کتاب گیتا کی ستائش میں زمین وآسمان کے قلابے ملائے، تو کہیں گنگا وجمنا کو زمزم کی طرح مقدس بتا کر اہل اسلام کی رسوائی کا سامان کیا حد تو تب ہوگئی جب ملک کی سابق وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کی موت کے بعد کچھ جبہ و دستار والے اس کے مرگھٹ پر قرآن خوانی کرنے پہنچ گئے، دن کے اجالے میں ایسے چہروں کو دنیا نے خوب دیکھا اور اچھی طرح جان لیا کہ دنیا کو دین کی دعوت دینے کا ڈھونگ کرنے والے یہ انسان اپنی دنیا کو جنت بنانے کے لئے ہر سودا کر سکتے ہیں، جماعت اہل سنت کے علما و مشائخ اور ذمہ دار افراد نے ہمیشہ اپنے آپ کو ان ساری خرافات سے کوسوں نہیں لاکھوں میل دور رکھا اور تحریراً تقریراً ان ساری خرافات کی بخیہ دری بھی فرمائی۔

کہا جاتا ہے کہ دنیا کا سب سے برا نشہ ہر دل عزیز ہونے کا ہوتا ہے، جس کے لئے حریص انسان اپنا سب کچھ داؤں پر لگا دیتا ہے، اب تک یہ عمل غیروں کے یہاں روا تھا مگر افسوس! اپنی ہی جماعت کے ایک نامور خطیب نے ہر دل عزیزی کی خاطر اسلامی اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر ہندوؤں کے مشہور دیوتا ”رام“ کی تعریف وتوصیف سے اپنے زبان ودہن کو جو آلودہ کیا ہے اس سے پوری سنی دنیا سکتے میں آگئی، خطیب اپنا تھا، مگر شریعت میں مداہنت نہیں اس لئے حکم شرع جاری فرما کر خطیب کے لئے نجات وہدایت کا راستہ بتا دیا گیا، مگر برا ہو حسد اور عصبیت کا، کہ ایک شرعی مسئلے کو اپنی جھوٹی انا وعزت سے جوڑ کر لیپا پوتی سے کام لیا گیا اور اپنے علم وقابلیت کا غلط استعمال کرتے ہوئے زہر کو شہد ثابت کرنے کی ناروا کوشش کی گئی، زیر تبصرہ کتاب مستطاب ”الکلمات القاطعة للافکار الزائفة“ اسی ناروا کوشش کا تعاقب اور اس کا رد احسن ہے، نیز شرعی تقاضوں اور اس کی ذمہ داری ادا کرنے کا شاندار نمونہ ہے۔

اس کتاب پر شہزادہ صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی بہاء المصطفیٰ قادری، سابق پرنسپل جامعۃ الرضا بریلی شریف، حضرت مفتی محمد صالح قادری صاحب، شیخ الحدیث جامعۃ الرضا، حضرت مفتی ابو الحسن قادری رضوی جامعہ امجدیہ گھوسی اور مجاہد سنیت ”مذہبی دنیا کے گوگل“ محترمی جناب میثم عباس قادری رضوی لاہوری جیسے صاحبان علم وفضل کی تحریریں بطور تقریظ شامل ہیں جس سے کتاب کا وزن اور معیار مزید بڑھ جاتا ہے۔

مرتب کتاب نے پہلے خطیب کی تقریر کو من وعن نقل کیا ہے، بعدہ اس کے رد اور حمایت میں جاری ہونے والے فتوے نقل کئے ہیں، صفحہ ۵۲ر پر مفتی نظام الدین صاحب کے فتوے کا بطریق احسن شرعی جائزہ لیا ہے، مفتی صاحب کے فتوے پر مرتب کتاب نے کل آٹھ مقامات پر تبصرہ کے عنوان سے معارضہ قائم کیا ہے اور فتوے پر اعتراض قائم کرتے ہوئے نقد کیا ہے، اعتراضات خالص عالمانہ پیرایہ بیان میں ہیں اور کہیں بھی حیثیت عرفی کو مجروح کرنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے، ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

”اپنے فتوے میں مفتی نظام الدین صاحب نے علامہ قرطبی کی ایک عبارت نقل کی ہے وَیَجوز عِند الامۃ فَرض الباطِل مَعَ الخصم...... منقولہ عبارت میں وارد ”فرض الباطل“ سے مفتی نظام الدین صاحب نے جو استدلال کیا وہ سراسر علامہ قرطبی کے خلاف ہے، کہاں باطل کا فرض کرنا اور کہاں باطل کا بکنا، دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، مگر مفتی صاحب اپنے خطیب کو بچانے کے لئے نہ جانے کیا لکھ گئے، مگر مفتی راحت صاحب نے اس مقام پر بڑا عالمانہ تبصرہ کیا ہے، لکھتے ہیں:

"مفتی صاحب کا یہ اقتباس دیکھ کر ایسا لگا کہ ضرور مفتی صاحب قبلہ کو تسامح ہوا ہے کیوں کہ اس کا جو مطلب مفتی صاحب قبلہ نے بیان کیا ہے، یقیناً عبارت کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔" [صفحہ ۶۲]

مزید مرتب کتاب نے باطل کی شناعت میں ۱۲؍آیات قرآنیہ سے بھی استشہاد کیا ہے اور علامہ قرطبی کی عبارت کے درست مفہوم کو ایک آیت اور اس پر امام الہند حضرت صدر الافاضل کے تفسیری حاشیہ اور ایک حدیث سے بھی مزین کیا ہے۔

صفحہ ۸۷؍ سے خطیب کی تقریر کی شرعی جائزہ لیا ہے اور تقریر کے ۲۹؍اقتباسات پر بڑے فاضلانہ انداز میں گرفت فرمائی ہے اور ہر مقام پر قرآن واحادیث اور اقوال فقہا سے اپنے موقف کو مضبوطی سے پیش کیا ہے اور بڑے احسن انداز میں یہ ثابت کیا ہے کہ خطیب کا ایک ایک جملہ بے راہ روی، مذہبی بے حمیتی وبے غیرتی اور دنیوی عزت وشہرت کے حصول کی ایک ناروا کوشش ہے، جیسا کہ خطیب کی تقریر کے اقتباس نمبر ۲۱؍ ۲۲؍ ۲۳؍ میں مرتب کتاب نے اس کو بیان کیا ہے۔

خطیب نے "رام کتھا" میں بیان کیا تھا کہ ان کی بیوی مراری باپو کا پروچن ٹی وی پر دیکھتی ہیں اور مکمل سنے بغیر ٹی وی بند ہی نہیں کرتیں، جب خطیب گھر سے رام کتھا میں شرکت کے لئے نکلے تو ان کی اہلیہ نے اس ہندو پنڈت کو سلام کہلایا اور اپنے شوہر سے کہا کہ وہ پنڈت جی سے ان کی بات بھی کرائیں تاکہ ہم بھی خوش نصیب ہو جائیں، تقریر کے ان اقتباسات پر مرتب کتاب نے بڑا فکر انگیز تبصرہ کیا ہے، لکھتے ہیں "کیسا ضمیر ہے؟ خطیب صاحب کا کہ ان کی بیوی ہندوؤں کے مذہبی پیشواؤں کی مذہبی باتیں ٹی وی پر دیکھتی اور سنتی ہیں اور وہ اس کو منع تک نہیں کرتے، منع کرنا تو بہت دور کی بات دل سے برا تک نہیں جانتے۔" [صفحہ ۱۱۷]

حالانکہ اس بات کو مسلمان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ کسی غیر محرم سے بات کرنا کسی مسلم خاتون کے لئے ہرگز روا نہیں چہ جائیکہ کسی غیر مسلم پنڈت سے اپنی بیوی کی بات کرانا؟ ایک غیرت مند انسان کبھی اس پر راضی نہیں ہو سکتا کہ اس کی بیوی اجنبیوں سے بات چیت کرے، اگر کسی مرد کو یہ پتا لگ جائے تو اس کے خون میں ابال آجائے مگر حیرت ہے کہ خطیب موصوف کی نہ غیرت ایمانی جاگی اور نہ ہی خون میں ابال آیا بلکہ انہوں نے اس کو بھرے مجمع میں بڑے فخر سے بیان کیا، حالانکہ امام احمد ونسائی وبزار وحاکم ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا "تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی، شراب کی مداومت کرنے والا، والدین کی نافرمانی کرنے والا اور دیوث جو اپنے اہل میں بے حیائی کی بات دیکھے اور منع نہ کرے۔ [مسند احمد ابن حنبل، جلد ۲ صفحہ ۳۵۱]

درمختار میں لکھا ہے "دیوث من لا یغار علی امرأته او محرمه۔ یعنی جو اپنی عورت یا اپنی کسی محرم پر غیرت نہ رکھے وہ دیوث ہے۔" [درمختار باب التعزیرات ۱/۳۲۸ مطبوعہ مجتبائی دہلی]

اگر خطیب کے تعلق سے یہ مان لیا جائے کہ خطیب کو ان ساری عبارات کا پتا نہیں تھا تو کیا خطیب فطری غیرت وحمیت سے بھی عاری ہو گئے تھے جو ایک غیرت مند انسان کو ہوتی ہے؟ اور اس سب سے زیادہ قابل مذمت وہ رویہ ہے جو خطیب کے حامی مفتیان نے اپنایا کہ اتنے سخت معاملے پر بھی وہ چپ کا روزہ رکھ کر بیٹھ گئے، ایسے مذموم عمل کی مذمت تو درکنار تنبیہ کرنا بھی مفتی نظام الدین صاحب اور ان کے مصدقین نے ضروری نہیں سمجھا، کیا یہ کتمان حق نہیں ہے؟ چشم پوشی کی بھی حد ہوتی ہے، مفتی نظام الدین صاحب کا سیال قلم یہاں آکر کیوں خاموش ہو گیا؟ قوم ان سے اس سوال کا جواب ضرور جاننا چاہے گی۔

اپنی مادی منفعت اور ہر دل عزیزی کی خاطر خلاف اسلام کام کرنا اور اسے ملت کے مفاد سے جوڑ کر بچنے کی ناکام کوشش خطیب کی اپنی تقریر سے ہی ظاہر ہو جاتی ہے، جیسا کہ خطیب نے خود اپنی تقریر میں بیان کیا ہے کہ انہیں سابق وزیر اعظم وی پی سنگھ نے مشورہ دیا تھا کہ "مراری باپو کے درشن ضرور کرنا۔"

اس پر مرتب کتاب نے بڑا جامع تبصرہ کیا ہے "جی ٹھیک فرمایا! حق بات زبان پر آہی گئی، آپ کو تمنا، آرزو اور خواہش تو بہت پہلے سے تھی، مراری باپو کا درشن کرنے کی، جب آپ کی اہلیہ کو مراری باپو سے اتنا گہرا لگاؤ ہے تو آپ کے بارے میں کون اندازہ کر سکتا ہے؟ ہاں اس اقتباس سے اس بات کی تکذیب ضرور ہوتی ہے جس کا ذکر آپ نے استفتا میں کیا تھا کہ......... لوگوں نے مجھے [مراری باپو کے] پروگرام کی دعوت دی اور وہاں کے سنی مسلمانوں نے زور دیا، آپ کو اس کا اشتیاق تو پہلے سے ہی تھا لیکن موقع اب ہاتھ لگا۔" [صفحہ ۸۳]

اس کے علاوہ مفتی راحت صاحب نے اپنی کتاب میں رام کی حیثیت، رام کتھا کا مذہبی مقام اور کفریہ شرکیہ مجالس میں اہل اسلام

کی شرکت اور معبودان باطلہ کی تعریف وتوصیف جیسے اہم امور پر کھل کر گفتگو فرمائی ہے، مفتی صاحب کا انداز تحریر شستہ اور سادگی وپرکاری کا خوب صورت نمونہ ہے، دلائل کی کثرت اور معقولیت کا عنصر پوری کتاب میں نظر آتا ہے، قلمی پیکاری اور حیثیت عرفی کو مجروح کرنے جیسے اندازے کتاب ایک دم پاک ہے، ایک اہم اور سلگتے ہوئے مسئلے پر اتنی تحقیقی کتاب اور اس کی جرأت وہمت کے لئے مفتی راحت صاحب قابل مبارک باد ہیں، آج جب کہ ہر طرف مادیت کا دور چل رہا ہے، لوگ "کسی سے مت بگاڑو" کے فارمولے پر عمل پیرا ہیں، ایسے پر آشوب ماحول میں مفتی راحت صاحب نے جماعت کے چہرے کی آب وتاب میں اضافہ ہی کیا ہے، جس کے لئے بجا طور پر وہ سراہے جانے کے لائق ہیں، ہر منصف مزاج اور تحقیقی ذہن رکھنے والے کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے اور عصبیت سے بالاتر ہو حق کو قبول کرنا چاہیے، چاہے حق کے سامنے کتنی ہی بڑی شخصیت کیوں نہ ہو، کتاب کی قیمت صرف ساٹھ روپے ہے، کاغذ درمیانی طباعت عمدہ ہے، بریلی شریف کے سبھی مکتبوں سے اس کتاب کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

موڈ گیرہ کرناٹک میں سہ روزہ اسلامی تربیتی پروگرام

آج ہر انسان عدیم الفرصت ہو گیا ہے جس کی وجہ سے کئی بار چاہ کر بھی وہ کچھ اپنے ضروری کاموں کو انجام نہیں دے پاتا اور وقت اپنی تیز گامیوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے کافی آگے نکل جاتا ہے، انھیں امور میں چند اسلامی بنیادی مسائل بھی ہیں جنھیں سیکھنے کی خواہش رکھنے کے باوجود بھی اسے عملی جامہ نہیں پہنا پاتا ہے، ایسے لوگوں کو دین کے بنیادی مسائل سے آراستہ کرنے کے لئے جماعت رضائے مصطفےٰ شاخ موڈ گیرہ چک منگلور کرناٹک نے ایک خوش آئند پیش رفت کی ہے۔

الحمدللہ شہر موڈ گیرہ کے غیور مسلمانوں نے بفضل غوث اعظم وبعنایت تاج الشریعۃ جماعت رضائے مصطفےٰ کے تحت پہلی بار علمائے کرام کی سرپرستی میں ۱۵/۱۶/اور ۱۷/مارچ ۲۰۱۷ء بروز بدھ، جمعرات، جمعہ ایک سہ روزہ علمی و تربیتی کیمپ منعقد کیا، جس میں شہر بیرور سے مسلمانوں کا ایک باذوق قافلہ پہنچا، جن کو غسل وضو اور نماز کے فضائل و مسائل اور اس کے عملی طریقوں سے روشناس کرایا گیا، ساتھ ہی عقائد اہل سنت، تزکیۂ نفس کا درس بھی دیا گیا، نیز تجوید کے ساتھ چند سورتوں کی درست قرأت کرائی اور ان سورتوں کو حفظ بھی کرایا گیا تا کہ ان کی نمازیں درست ہوسکیں۔

تربیتی کیمپ کے اختتام پر ایک عظیم الشان اجلاس بنام اصلاح فکر و اعتقاد منعقد کیا گیا جس میں ناشر مسلک اعلیٰ حضرت ماہر علم وفن قاضی شہر کاروار حضرت مفتی اشتیاق احمد قادری صاحب کا خطاب نایاب ہوا جس میں انھوں نے اس پروگرام کی اہمیت و افادیت پر خصوصی روشنی ڈالی، اخیر میں صلوٰۃ وسلام کے ساتھ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

گزارش ہے کہ عمائدین اہل سنت اس سلسلے اپنے مفید مشوروں سے نوازیں، جماعت رضائے مصطفےٰ کے تمام نمائندوں سے بھی مخلصانہ اپیل ہے کہ اپنے اپنے علاقوں میں اس طرح کے تربیتی جلسے منعقد کریں تا کہ عوام اہل سنت کو اپنے عقائد و اعمال کی اصلاح کا ایک بہتر موقع مل سکے اور وہ کماحقہ مسلک اعلیٰ حضرت پر گامزن ہوسکیں، اللہ ہم سب کو خلوص وللّٰہیت کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائیے، آمین۔

رپورٹ: مولانا سید اعجاز احمد مرکزی
رکن: جماعت رضائے مصطفےٰ، شاخ موڈ گیرہ، چک منگلور، کرناٹک

سلطان الہند کی تعلیمات کی اشاعت

موجودہ دور میں زوال پذیر اخلاقی اقدار، معاشرتی بے اعتدالی کے تناظر میں ہماری ذمہ داری ہے کہ اصلاح وفلاح کے مبارک جذبے کے ساتھ اولیائے کرام بالخصوص سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمات کو اجاگر کریں، نئی نسل کی فکری تربیت اور حوصلہ مند جذبات کی تشکیل کے لیے خواجہ غریب نواز کے اخلاق و تقویٰ کی جھلک دکھائی جائے، اس سلسلے میں نوری مشن نے پیش کرتے ہوئے ''برکاتِ خواجہ'' کے نام سے ۶۴ رصفحات پر سلطان الہند خواجہ غریب نواز کی خدمات و تعلیمات کا گلدستہ شائع کیا اور ایسی عمدہ و دیدہ زیب کتاب کو بلاقیمت عوام تک پہنچایا، اس طرح کا اظہار خیال حضرت مولانا عبدالحی نسیم القادری (ساؤتھ افریقہ) نے رضا لائبریری پر منعقدہ عرس غریب نواز کی نشست میں فرمایا، ۵/اپریل کی شب منعقدہ اس باوقار نشست کی صدارت مولانا نیاز احمد مالیگ رضوی (یوکے) نے کی، اس موقع پر نوری مشن سے وابستہ طلبا نے دونوں علما کا استقبال کیا، معاشرتی اصلاح کے عنوان پر مصلح قوم مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری (المجمع الاسلامی مبارک پور) کی تحریر کردہ کتاب ''برکاتِ خواجہ'' کا اجرا حضرت مولانا عبدالحی نسیم القادری کے دست اقدس سے عمل میں آیا۔

واضح ہو کہ یہ نوری مشن کی ۹۲ ویں اشاعت ہے، موصوف نے اس موقع پر کہا کہ صالح اور مفید لٹریچر کی تسلسل سے اشاعت میں مشن نے عالمی سطح پر اپنا معیار قائم کیا ہے، استدلال ومتانت اس کی اہم خوبی ہے، جس کا اعتراف دانشور طبقہ کرتا رہتا ہے، علم و تحقیق کے میدان میں نوری مشن نے کئی کامیاب کوششیں کی ہیں، مولانا نیاز احمد مالیگ نے کہا کہ خواجہ غریب نواز کی تعلیمات کو تحریری صورت میں منظر عام پر لانا وقت کی اہم ضرورت ہے، اس کام کی مالیگاؤں میں بنیاد نوری مشن نے ڈالی اور اسلاف کے تذکروں کو عامۃ المسلمین تک پہنچایا، نشست میں حمد و نعت و مناقب کے نذرانے پیش کیے گئے، سلام باقیام کے بعد دعا فدائے اہل سنت نے کی، اس موقع پر غلام مصطفےٰ رضوی، عتیق الرحمن رضوی، وسیم احمد رضوی، فرید رضوی، محمد سعید رضا، جنید رضا، شہباز اختر رضوی، جاوید رضوی سمیت ارکان مشن موجود تھے۔

رپورٹ: نوری مشن انفو

خلفائے تاج الشریعہ توجہ دیں

آج جس طرح ملک وبیرون ملک کے گوشے گوشے میں حضور تاج الشریعہ کے مریدین ومعتقدین پھیلے ہوئے ہیں، اسی طرح آپ کے خلفا کی بھی ایک بڑی تعداد اپنے اپنے میدان میں تبلیغ دین وملت میں مصروف عمل ہے، لیکن ان میں سے اکثر غیر مربوط طور پر مصروف عمل ہیں، اگر وہ مرکز سے مربوط وماذون ہوکر اپنے کاموں کو انجام دیں تو ان کے کام مزید مستحکم اور معتمد ہو سکتے ہیں، اس لئے بحکم شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی مدظلہ العالی خلفائے تاج الشریعہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ فوری طور پر اپنے متعلق درج ذیل معلومات فراہم کریں تا کہ وقت ضرورت ان معلومات کی روشنی میں ان سے کام لیا جا سکے:

مطلوبہ معلومات

نام.................................... ولدیت....................................

تاریخ پیدائش.................................... مستقل پتہ....................................

....

تعلیمی لیاقت.................................... موبائل نمبر....................................

اگر امام ہیں تو

مسجد کا نام وپتہ..

متولی کا نام..

اگر مدرس ہیں تو

مدرسہ نام وپتہ..

ناظم کا نام..

کس جماعت تک پڑھا لیتے ہیں..

اگر مصنف ہیں تو

اب تک کتنی کتابیں لکھی ہیں؟.................. کون کون سی....................................

کیا یہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں؟.................. اگر یہ کتابیں موجود ہوں تو ان کی ایک ایک کاپی بھی ارسال فرمائیں۔

اگر مقرر ہیں تو آپ کی تقریر کا خاص موضوع کیا ہوتا ہے؟..

اگر آپ مضمون نگار ہیں تو اب تک کون کون سا مضمون لکھا؟ کس کس رسالے میں اور کب کب چھپا؟....................................

....

....

اردو کے علاوہ آپ کو اور کون سی زبانیں آتی ہیں؟....................................

کس سنہ میں آپ کو خلافت ملی.................. اس وقت وہاں کون کون حضرات موجود تھے....................................

....

....

خلافت نامہ مل چکا ہے؟ ہاں ☐ نہیں ☐ اگر ہاں تو اس فوٹو کاپی بھی ارسال فرمائیں۔

میں.................................... ابن.................................... اقرار کرتا ہوں کہ میرے ذریعہ فراہم کردہ مذکورہ معلومات صدفی صد مبنی برحقیقت ہیں۔

دستخط مع تاریخ....................................

اپنی معلومات بنام مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی، ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف ارسال فرمائیں۔

सवाल न. 72 : इमाम अहमद रज़ा ने फ़न्ने शायरी की हर सिनफ़ में कहा है, क्या आप कोई ऐसा शेर सुना सकते हैं जो ''सिनफ़े मिसतेजाद'' में कहा गया हो?

जवाब :

वही रब है जिसने तुझको हमातन करम बनाया
हमें भीक मांगने को तेरा आसतां बताया

सवाल न. 73 : बताइये मिसतेज़ात किसे कहते हैं?

जवाब : किसी ग़ज़ल, रुबाई या किसी नज़्म के साथ एक–एक मौज़ू फ़िक़रा मुलहक़ कर देना।

सवाल न. 74 : इमाम अहमद रज़ा का कोई ऐसा शेर सुनाइये जो सिनअते तवाक़ व तज़ाद का नमूना हो?

जवाब :

दिल अबस ख़ौफ़ से पत्ता सा उड़ा जाता है
पल्ला हल्का सही भारी है भरोसा तेरा

सवाल न. 75 : बताइये ''सिनअते तवाक़ व तज़ाद'' की तारीफ़ क्या है?

जवाब : कलाम में ऐसे दो लफ़्ज़ लाना जिनके मअना एक दूसरे की ज़िद हों, ख़्वाह वह दोनों इस्म हों, फ़ेल हों या हर्फ़ हों।

सवाल न. 76 : आलाहज़रत का कोई ऐसा शेर सुनाइये जो ''तजनीसे मुमासिल'' के ज़िम्न में पेश किया जाता हो?

जवाब :जो गदा देखो लिए जाता है तोड़ा नूर का
नूर की सरकार है क्या उसमें तोड़ा नूर का

सवाल न. 77 : बताइये फ़न्ने शायरी में ''तजनीसे मुमासिल'' किसे कहते है?

जवाब : कलाम में दो ऐसे लफ़्ज़ लाना जो तलफ़्फ़ुज़ में मुशाबा हों मगर मअना में मुख़्तलिफ़ हों लेकिन ज़रूरी है कि वह दोनों इस्म हों या फ़ेल या हर्फ़।

सवाल न. 78 : आलाहज़रत का कोई ऐसा शेर सुनाइये जो फ़न्ने शायरी में ''तबख़ीसे मसतूफ़ी' के ज़ेल में आता हो?

जवाब :सदक़े में तेरे बाग़ तो क्या लायें हैं बन फूल
इस गुन्चए दिल को भी तो इमा हो कि बन फूल

सवाल न. 79 : बताइये ''तजनीसे मुस्तौफ़ी'' की तारीफ़ क्या है?

जवाब : कलाम में दो ऐसे लफ़्ज़ लाना जो तलफ़्फ़ुज़ में यकसां और मअना में मुख़्तलिफ़ हों। मगर यह ज़रूरी है कि उनमें अगर एक लफ़्ज़ इस्म हो तो दूसरा फ़ेल, हर्फ़ हो अगर फ़ेल हो तो दूसरा इस्म या हर्फ़ हो, अगर हर्फ़ हो तो दूसरा इस्म या फ़ेल हो।

सवाल न. 80 : इमाम अहमद रज़ा के दर्जे ज़ेल शेर को किसके तहत पेश किया गया है?

जवाब : लम याति नज़ीरो क फ़ी नज़रिन मिस्ले तो न शद पैदा जाना
जग राज को ताज तूरे सर सो हे तुझ को शहे दूसरा जाना

(मंदरजा बाला शेर ''सिन्अते तल मी'' के तहत है)

सवाल न. 81 : बताइये ''सिनअ़ते तलमी'' किसे कहते है?

जवाब : ऐसा शेर जो कम अज़ कम दो ज़बानों में हो।

सवाल न. 82 : इमाम अहमद रज़ा ने एक क़सीदए मुरस्सा भी कहा है। आप क़सीदए मुरस्सा की तारीफ़ बताइये?

जवाब : वाज़ेह हो कि इस सनअत में बड़े बड़े शोअरा के दीवान ख़ाली पड़े हैं। ऐसा क़सीदा जो मतला और हुसने मतला के बाद कम अज़ कम 28 अशार पर मुशतमिल हो के हर पहले मिसरे में आख़िर में हर्फ़े तहज्जी का बिल तरतीब एक हर्फ़ आता हो।

सवाल न. 83 : इमाम अहमद रज़ा का कोई ऐसा शेर सुनाइये जिसमें तलमी पायी जाती हो?

जवाब :

मैं तेरे हाथों के सदक़े कैसी कंकरया, थीं वह
जिससे इतने काफ़िरों का दफ़अतन मुह, फिर गया

सवाल न. 84 : एक रिवायत के मुताबिक़ इमाम अहमद रज़ा की शायरी की दो मजमूए और भी है, जो नायाब हैं नाम बताइये?

जवाब : हदाइकुल अतियात, मदहे रसूल।

सवाल न. 85 : इमाम अहमद रज़ा ने फ़िरक़ाहाय बातला का मन्ज़ूम रद्द भी किया है बताइये किस नाम से?

जवाब : الاستمداد علی اجیال ارتداد

सवाल न. 86 : बताइये मंज़ूमे रद्द कितने अशार पर मुशतमिल है?

जवाब : पौने तीन सौ अशआर पर।

सवाल न. 87 : यह शेर मौलाना मुहम्मद अली जौहर का है?

जवाब : शम्मे ईमान को ख़ुदा रौशन रखे
क़ब्र में जौहर को पहली रात है

सवाल न. 88 : इस मफ़हूम से मिलता जुलता एक शेर इमाम अहमद रज़ा का भी है बताइये कौन सा?

जवाब :

लहद में इश्क़े रुख़े शह का दाग़ ले के चले
अंधेरी रात सुनी थी चिराग़ ले के चले

(जारी है---)

किस्त–13

आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा कुइज़

मुरत्तिबा: प्रो० हाफ़िज़ मौहम्मद शकील औज़, कराची यूनिवर्सिटी, कराची - पेशकश: मोहम्मद आमिल हुसेन, बाजार संदल खाँ बरेली शरीफ

सवाल न. 56 : बताइये इस मक़ाले को कराची के किस मशहूर इदारे ने शाय कराया है?
जवाब : बज़्मे अह्ले सुन्नत ने।
सवाल न. 57 : ''ख़ुमख़ानाए जावेद'' के मसन्निफ़ लाला सिरी राम ने अपनी किताब की जिल्द सानी में आलाहज़रत के किस शार्गिद का तफ़सीली तज़किरा किया है?
जवाब : मौलाना हसन रज़ा ख़ान का।
सवाल न. 58 : आप आलाहज़रत के मुआसिरीन शोअरा के नाम बताइये?
जवाब : मुनीर शिकोहाअबादी, सगीर बिलगिरामी, अमीर मीनाई 1900 ईसवीं और मुहसिन काकोरवी मुतवफ़्फ़ी 1905 ईसवीं।
सवाल न. 59 : बताइये सग़ीर बिलगिरामी (मुतवफ़्फ़ी 1894 ईसवीं) किस मशहूर ज़माना शाइर के शार्गिद थे?
जवाब : मिर्ज़ा ग़ालिब के।
सवाल न. 60 : बताइये मुनीर शिकोहाबादी (मुतवफ़्फ़ी 1879 इसवीं) किसके शार्गिद थे?
जवाब : इमाम नासिख़ के।
सवाल न. 61 : इमाम अहमद रज़ा का कोई ऐसा शेर सुनाईये जो ''हुसने तअ्लील'' के ज़िमन में आता हो?
जवाब :

हिलाल कैसे बनता कि माह कामिल को
सलाम अब रुए शहे में ख़मीदा होना था

सवाल न. 62: बताइये ''हुसने तअ्लील'' किसे कहते हैं?
जवाब : किसी अम्र की वह ज़ाहिरी और पसन्दीदा इल्लत बयान करना जो हक़ीक़ी इल्लत न हो।
सवाल न. 63 : इमाम अहमद रज़ा का कोई ऐसा शेर बताइये जो फ़न्ने शायरी में ''हुसने तलब'' के ज़िमन में आता हो?
जवाब :

दावा है सबको तेरी शफ़ाअत पे बेशतर
दफ़तर में आसियों के शहा इंतिख़ाब हूं

सवाल न. 64 : बताइये फ़न्ने शायरी में ''हुसने तलब'' किस चीज़ का नाम है?
जवाब : दिल पसन्द तरीक़े से किसी चीज़ को किसी से तलब करना।
सवाल न. 65 : आलाहज़रत का कोई ऐसा शेर सुनाइये जो ''लफ़ व नश्र मरत्तब'' के ज़ेल में आता हो?
जवाब :

दिल बस्ता बेक़रार जिगर चाक अशकबार
गुन्चा हूं गुल हूं बर्क़ तपा हूं सहाब हूं

सवाल न. 66 : ''लफ़ व नश्र मरत्तब'' का इस्तेलाही मअना बताइये?
जवाब : चन्द चीज़ों को पहले फ़िक़रों में बयान करना फिर उन चीज़ों के मुनासबात को दूसरे फ़िक़रों में तरतीबवार लाना।
सवाल न. 67 : आलाहज़रत का कोई ऐसा शेर सुनाइये जो फ़न्ने शायरी में ''तंसीकुल सिफ़ात'' के ज़ेल में आता हो?
जवाब :

फ़रिश्ते ख़िदम, रसूले हशम, तमामे उमम, ग़ुलामे करम,
वजूदो अदम, हुदूसो क़िमद, जहां में अयां तुम्हारे लिए।

सवाल न. 68 : इमाम अहमद रज़ा के कलाम में ''सिनअते तज़ाद'' बकसरत है कोई ऐसी बहर और ज़मीन नहीं जिसमें यह सिंअत न हो, आप कोई भी एक शेर सुना दीजिए?
जवाब :

रज़ा यह नाते नबी ने बलन्दियां बख़्शीं
लक़ब ज़मीने फ़लक का हुआ समोए फ़लक

सवाल न. 69 : ''तंसीकुल सिफ़ात'' किसे कहते हैं?
जवाब : किसी शख़्स का तज़किरा बहुत सी सिफ़तों से करना।
सवाल न. 70 : इमाम अहमद रज़ा का कोई ऐसा शेर सुनाइये जिसमें इस्तिआरऐ तसरीहीया पाया जाता हो?
जवाब :

सब करों फ़र सलाम को हाज़िर हैं अस्सलाम
टोपी यहीं तो ख़ाक पर हर करों फ़र की है

सवाल न. 71 : इमाम अहमद रज़ा के कलाम में मुहावरात का इस्तेमाल भी ख़ूब मिलता है, आप अपनी पसन्द का कोई शेर सुना दीजिए?
जवाब :

मोमिन वह है जो उनकी इज़्ज़त पर मरे दिल से
ताज़ीम भी करता है नजदी तो मरे दिल से

of a muslim whose words are interpretable as having a valid meaning, or about the unbelief of which there is a difference of scholarly opinion, even if weak".

Here, we should write the very phrase of Imam-e-Haskafi in his own words and after writing the translation of this, we are giving the summary explained by author.

Accordingly the phrase of Imam Haskafi in Durr-e-Mukhtar is as follows:

واعلم أنه لا يفتى بكفر مسلم أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان في كفره خلاف، ولو كان ذلك رواية ضعيفة)در مختار ص (4/ 229 - 230)

"You know (are aware) that the verdict about the infidelity charge of a Muslim won't be issued if it is possible to take his word in a good part (context), or if there is a difference to infidelity charge against him, even if it should be a weak version". (Durr-e-Mukhtar 229-230, Vol.4)

The author is explaining this phrase in this manner : "A fatwa may not be given of the unbelief of a Muslim whose words are interpretable as having a valid meaning, or about the unbelief of which there is a difference of scholarly opinion, even if weak." (Page: 30)

The question about the underlined statement is that, 'which word of Durr-e-Mukhtar is translated here?' Again how could it be right to bring this phrase as a proof in spite of his own strong admission and the summary of these repeated admissions, which is in his own words, 'indefensible, unacceptable to all Muslims' and it is proved through these admissions by him that it is not the point of disagreement but it is the unanimous point.

So, is this (admission by him) only by chance or is it a clear fallacy considering the unanimous as disagreed. Now this author is writing in this manner: "the Deobandis words are interpretable as "having a valid meaning." for they can be construed as making a distinction ·····." (Page: 30)

Firstly: Is it not a clear contrary (i.e. is he not clearly contradicting himself by this statement), as he himself said that such words are "indefensible". Now, how does he say that "the Deobandis' words are "interpretable"? Secondly: That which he has declared to be the sense of the phrase is clearly at the point of prevention.

Thirdly: Is the differentiation (the example used to show the difference) of ALLAH'S knowledge from the knowledge of the creation depending on this very impure comparison, which means clearly the nothingness of the specialty of Holy Prophet (i.e. is it not clearly rejecting the uniqueness of the Holy Prophet), (In other words) that (which) he declared in the beginning of his phrase, and (thereby) compared the knowledge of Holy Prophet صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم to the knowledge of every child, insane persons and animals and beasts.

Again, at the end by saying: that it is a must to explain the reason for showing distinction;

(Cont ....)

side (i.e. on one hand there is a doubt regarding the infidelity charge), (whereas) on the other side the clear word is negating this (i.e. the clear sense of the word is negating the doubt) and is demanding clearly the infidelity charge against him (be upheld), or at least in case the opposition (difference) should be admitted, both the suspicions are there: The first, is the powerful suspicion to the Iman and the other one is to that of the kufr of such a person. This demands action according to both the suspicions, otherwise, the act would be according to the probable and the clear word would be appointed as absurd and suspended.

Therefore, in sight of likelihood, the speaker (Qaa'il) won't be considered as Kaafir according to Scholastics (Mutakal'limeen). However, in the view of the Theologians (Fuqaha), he is indeed a Kaafir bearing the clear in mind and he is commanded to repent and renew Iman in the view of all, not that the clear word will be suspended and absorbed in sight of likelihood, but he will be at a preferable stage commanded here to repent and renew Iman as there is no difference by the Theologians (Fuqaha) and even in case of difference, Theologians (Fuqaha) have ordered (him) to repent and renew Iman, so here, in the first place, had the author not taken the cover of disagreement by the Ulama improperly, again he would have not made it absurd and ineffective and he would have commanded the Deobandis to renew Iman considering them kaafir any way.

It is not out of place in spite of this to certify his claim through the sense of this phrase which is beginning in this manner "were there any doubts about this" as he wants to bring the disagreement as a proof at the unanimous point where as he has negated the disagreement by saying "were there any doubt about this" and is it not a clear fallacy, remember his phrase on page 20, and remember what he has said about the refusal of (Essential) Islamic principles on page 8, and the standard he appointed on page 3 and here, he declared evidently through the tradition of Usama that action in accordance to clear is necessary and that there is no regard to willingness and unwillingness, and no need to this. And the difference that he negated by saying "were there any doubt about this"

In the manner of interrogation and in a style of denial, he declared the same point many times. The summary of that is, as he has said "muslims would have found his words repugnant and unacceptable".

At this place the author in order to support Deobandis is saying as follows: "His (Imam Ahmed Raza) fatwa of kufr against the Deobandis, however, was a mistake, it was not legally valid in the Hanafi school for the two reasons named by Imam Haskafi at the beginning of this essay, namely, a fatwa may not be given of the unbelief

مسلم وحمل المفتي الدين على الأخلاق الرديئته لنفي القتل عنه فلا ينفعه ذلك التأويل فيما بينه وبين ربه تعالى إلا إذا نواه 230 /4.
i.e. if the speaker has not intended the aspect forbidding the infidelity charge by intending the infidelity meaning or he never had any intention while speaking, (then) the interpretation by the Mufti (Jurist) to his word, and taking it in a meaning due to which he should not be considered to be Kaafir won't be useful to him e.g. should he abuse the religion of Muslims, and the jurist takes it in the meaning of misconduct (i.e. the Mufti takes it in the sense of him merely misbehaving), so that the sentence of death be kept away from him; then this interpretation won't help the speaker in the treatment between him and his Lord (i.e. this interpretation will not be of any benefit to him when he is held accountable before Allah). (Durr-e-Mukhtar)

Look how evident it is through these words, that clear never needs intention, although there should be likelihood in the clear, even then, this likelihood won't be forbidding to the infidelity charge. In case the speaker announced it absolutely without interpretation either should he intend it or not, and all Theologians (Fuqaha) of all the schools of thought; Hanafi, Shafi, Maliki, Hanbali, agreed to this. And the interpretation by the Jurist (Mufti) is only in order for the death sentence to be avoided, and not to avoid the infidelity charge in the absolute manner, as it is the clear meaning of the statement by Shaami "لنفي القتل".

Therefore in sight of likelihood of the speaker, he won't be considered as kaafir according to Scholastics (Mutakal'limeen). However in the view of Theologians (Fuqaha) he is indeed a kaafir bearing the clear in mind and he is commanded to repent and renew Iman in the view of all, not that the clear word will be suspended and absorbed in sight of likelihood. But he will be at a preferable stage commanded here to repent and renew Iman as there is no difference by the Theologians (Fuqaha); and even in the case of difference, the Theologians (Fuqaha) have ordered (him) to repent and renew Iman, so, here I wish, had the author not taken the cover of this agreement by Ulama improperly, later he would have not made it absurd and ineffective and would have commanded the Deobandis to renew Iman considering them kaafir in any way.

I should make it clearer فاقول وبالله التوفيق, as the probable causes the suspicion to the ordinance and ordinance becomes absent due to suspicion. Therefore, the suspicion to charge one with infidelity occurred due to the declaration of an interpretation forbidding the infidelity charge, which demands the nothingness of sentence to death (i.e. it causes the death sentence to be inexistent). But this suspicion is not at the stage, which makes it contrary to the clear word giving the obvious sense of infidelity, and his Iman should be definite without any doubt. So, as there is a suspicion to the infidelity charge against him in sight of likelihood at a

A JUST ANSWER TO THE BIASED AUTHOR

REFLECTING THE TRUE MEANING OF "IMAN, KUFR AND TAKFEER"

By: Taajush Shariah Allama Mufti Muhammad Akhtar Raza Khan Qadri Azhari (Allah Preserve him)

Part (15)

..........."We will act according to that which his word is pointing out" and Imam ibn Hajr Makki further declared this very sense in this manner: "we have no interest to willingness and unwillingness"

Again the saying of Imam Ibn Hajr Makki is being presented: "Since you have announced this word absolutely and never declared any interpretation (to it), (then) due to this, you became Kaafir."

There are a few scenarios (i.e. circumstances) in this rule, and the rule spreads over every condition (scenario):

1. That he didn't intend the infidelity meaning.
2. He intended the infidelity meaning.
3. He had no intention at the time of pronouncing.

It is a unanimous decision by all Theologians (Fuqaha) that the second condition, while the speaker intended the infidelity meaning is in the category of the fixed meaning, and the speaker will be considered as Kaafir according to the coalition of all Theologians (Fuqaha) and Scholastics (Mutakal'limeen). And the first and the third conditions are the category of clear (Sarih) and obvious (Mutabay'yan). In that case on condition that the speaker pronounces the absolute word without interpretation, he will be considered as Kaafir in the view of all Theologians (Fuqaha) of all the schools of thought, and it won't be advantageous to him (in any way), if should the Jurist (Mufti) test the word in the meaning against the obvious.

Peruse the testimonial to this from the Durar, Durr etc, and this is the word of Durr-e-Mukhtar:

وفی الدرر وغیرها :إذا کان فی المسألة وجوه توجب الکفر وواحد یمنعه فعلی المفتی المیل لما یمنعه. ثم لو نیته ذلك فمسلم وإلا لم ینفعه حمل المفتی علی خلافه (4. / 230)

It is stated in Durar and other books, "if should there be some probabilities in a word demanding the charge with infidelity and one (probability) should be forbidding this. So the jurist must tend (i.e. be inclined) to the meaning forbidding the infidelity charge." (Durr-e-Mukhtar, vol.4, pg 230)

Again the manner that, if should the speaker have intended the meaning which is forbidding the infidelity charge, then he is a Muslim, otherwise it won't be advantageous to him if the Jurist (Mufti) takes it in that sense, as against the clear meaning of word.

It is stated in the commentary under the words of Durr-e-Mukhtar by Ibn Aabidin:

(قوله وإلا) أی وإن لم تکن له نیة ذلك الوجه الذی یمنع الکفر بأن أراد الوجه المکفر أو لم تکن له نیته أصلا لم ینفعه تأویل المفتی لکلامه وحمله إیاه علی المعنی الذی لا یکفر. کما لو شتم دین

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82, SAUDAGRAN, DARGAH AALA HAZRAT, BAREILLY SHARIF (U.P.) PIN : 243003
EDITOR, PRINTER, PUBLISHER & PROPRIETOR : ASJAD RAZA KHAN
Printed at Faiza Printers, Hamidi Complex, Bada Bazar, Bareilly Sharif (U.P.) Mob.: 9368643470

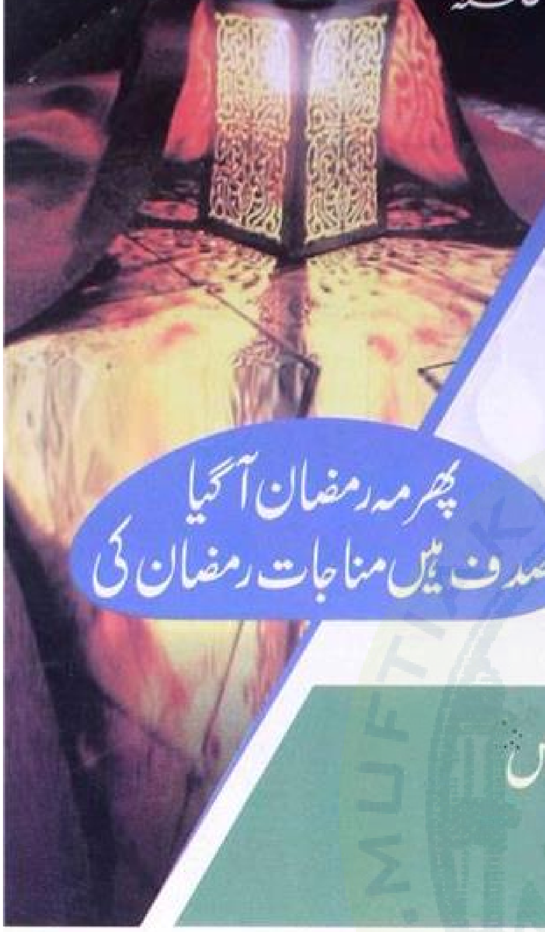
TITLE CODE : UPMUL00639
RNI REFERENCE NO.: 1279986
PER COPY : RS. 20:00
PER YEAR : RS. 250:00

HADEETH SHAREEF

Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said: I was told that Allah's Massenger (Sallallahu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer" engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said, "What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr?" I replied: "I have been told, Massenger, of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, Yet you yourself are praying while sitting. " He said, " Yes, but I am not like one of you." (Muslim Sharif)

June-2017 ₹ 20/-

رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ
مطابق جون ۲۰۱۷ء



مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

پھر مہ رمضان آگیا
صدف ہیں مناجات رمضان کی

روزہ! عبادات میں ریاکاری سے بالاتر

والدین کے ساتھ حسن سلوک! قرآن و حدیث کی روشنی میں

عروس البلاد ممبئی میں مفتی اعظم کا جلوۂ صد رنگ

- ماہ رمضان المبارک کے فضائل و معمولات
- اسلام میں زکوٰۃ کا نظام اور اس کی ضرورت
- اصلاح معاشرہ کے لئے ممکنہ طریقۂ کار

- اقسام علم اور ان کے احکام
- سادات کرام کو زکوٰۃ دینا جائز و حرام
- صدقۂ فطر! روزوں کا صدقہ
- ایک حیرت انگیز مخلوق! جنات

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

JUNE - 2017 رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ / مطابق جون ۲۰۱۷ء

زیرِ سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ:

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر:

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

Mobile : 9411090486

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

Vol. 2 جلد نمبر ۲
Issue 6 شمارہ نمبر ۶

نوٹ: رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک نیچے دیے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9936645125, 9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ: کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرسالانہ ختم ہو چکا ہے۔ براہ کرم آگے کے لئے اپنا زرسالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

فی شمارہ ۲۰؍روپے | زرسالانہ ۲۵۰؍روپے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش ۱۰۰۰؍روپے | دیگر ممالک ۳۵؍امریکی ڈالر

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲؍سوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82, SAUDAGRAN, BAREILLY SHARIF (U.P) Pin-243003
Contact no.: 0581-2458543, 2472166, 3291453
E-mail : sunniduniya@aalaahazrat.com, nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com,
Visit Us : www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲؍سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

پھر مہِ رمضان آگیا

از: مولانا علی احمد سیوانی، علی گڑھ

فضل خدا سے پھر مہِ رمضان آگیا
مومن کے گھر میں رب کا تو مہمان آگیا

روزوں کے صدقے اور تلاوت کے بھی طفیل
جنت ملے گی دل کو یہ ایقان آگیا

اس ماہِ جلوہ بار کی عظمت نہ پوچھئے
دامن میں جس کے دیکھئے قرآن آگیا

دن رات رحمتوں کی برستی ہیں بدلیاں
مومن کے دل میں جلوۂ رحمان آگیا

بہکے گا کیسے کوئی مسلمان ایک ماہ
زنجیر قید و بند میں شیطان آگیا

جملہ بشر کے رشد و ہدایت کے واسطے
اس ماہِ جلوہ بار میں قرآن آگیا

رمضانِ پُر بہار کے فیضانِ خاص سے
قبضے میں سب کے خلد کا ایوان آگیا

صوم و صلوٰۃ و ذکر کے صدقے ملی بہشت
محشر کے روز کام یہ رمضان آگیا

طاقت کے باوجود جو روزے نہ رکھ سکا
پھندے میں نفس کے تو وہ نادان آگیا

روزوں کے صدقے جملہ ملائک گواہ ہیں
جنت میں یہ علی سخن دان آگیا

صدف ہیں مناجات رمضان کی

از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط

کرم کی ہے برسات رمضان کی
ملی سب کو، خیرات رمضان کی

تلاوت کی خوشبو سے مہکی فضا
معطّر ہے سوغات رمضان کی

شیاطین قید اور دوزخ ہے بند
عجب ہیں کرامات رمضان کی

عبادت میں ڈھلتا ہے سب کا مزاج
انوکھی ہیں برکات رمضان کی

ندامت کے آنسو گہر بن گئے
صدف ہیں مناجات رمضان کی

جو قطرہ طلب ہو تو دریا ملے
سخی ہے بڑی ذات رمضان کی

خدا خود ہی اس کی جزا ہیں ملے
ارے واہ کیا بات رمضان کی

بدوں کو بھی جنّت کا مژدہ ملا
سند ہیں عبادات رمضان کی

ملیں سحر و افطار کی نعمتیں
یہ سب ہیں عنایات رمضان کی

یہ مہمان لایا شفاعت کے پھول
کرو تم مدارات رمضان کی

نرالا ہے منظر تراویح کا
کہ جیسے ہو بارات رمضان کی

نظر آتا ہے بس کرم ہی کرم
پڑھو جب حکایات رمضان کی

کلامِ خدا اس میں نازل ہوا
بتاتی ہیں آیات رمضان کی

اٹھے ہیں فریدؔی کے دستِ سوال
ملے بھیک دن رات رمضان کی

عبدالرحیم نشتر فاروقی

روزہ عبادات میں ریاکاری سے بالاتر

اسلامی مہینوں میں ماہ صیام یعنی ’’رمضان المبارک‘‘ جس طرح اپنی گوناگوں خصوصیات اور امتیازات کی بنا پر تمام مہینوں پر فضیلت و برتری کا حامل ہے، اسی طرح اسلام جن بنیادی ستونوں پر قائم ودائم ہے یعنی، توحید، نماز، روزہ، زکوۃ اور حج، ان میں روزہ ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے اور وہ اپنی روحانی بلندیوں اور سرمدی قدروں کی بنا پر تمام عبادات وریاضات میں اپنا نمایاں مقام رکھتا ہے۔

ماہ صیام میں حضرت داؤد علیہ السلام والصلوۃ کو رشد وہدایت کا نور ’’زبور‘‘ عطا ہوا جو رمضان کی ۱۲؍تاریخ، بروایت دیگر ۱۸؍تاریخ تھی، حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو ’’توریت‘‘ رمضان المبارک ہی کی ۶؍تاریخ کو ملی، حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو ’’انجیل مقدس‘‘ بھی اسی مہینے کی ۱۳؍تاریخ کو ملی، خود ہماری جان یعنی ’’قرآن‘‘ بھی ہمیں اسی عظیم الشان مہینے میں نصیب ہوا، جن کا اعتراف خود قرآن کو بھی ان الفاظ میں ہے:

’’شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن. یعنی
رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔‘‘

مذکورہ حقائق کی روشنی میں اس امر کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ رمضان المبارک کا درجہ کس قدر ارفع اور اعلیٰ ہے، اسی طرح انسانیت کو روحانیت کا عرفان بخشنے والا ’’روزہ‘‘ بھی انتہائی عظیم اور مہتم بالشان ہے جس کی عظمت ورفعت درجہ ذیل حقائق سے روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک سے بھی زیادہ محبوب ہے، روزہ دار کے لئے سمندر اور دریا کی مچھلیاں بھی دعا کرتی ہیں اور تاوقت افطار اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتی رہتی ہیں، روزہ دار کے لئے ہر روز جنت کی خصوصی آرائش وزیبائش کی جاتی ہے پھر اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے عنقریب میرے نیک بندے دنیا کے مصائب وآلام سے نجات پا کر تجھ تک پہنچنے ہی والے ہیں، بروز قیامت جنت میں روزہ داروں کے داخلے کے لئے ایک مخصوص دروازہ ہوگا، جس کا نام ’’ریان‘‘ ہے۔

جب روزے کی ادائیگی کا سوال آیا تو رب قدیر نے اس کے لئے ’’رمضان المبارک‘‘ جیسے عظیم الشان مہینے کا انتخاب فرمایا، جس سے روزے کے عظیم المرتبت ورفیع الدرجت ہونے کا پتہ چلتا ہے، قدرت نے ان دونوں اعاظم کو ایک دوسرے میں مدغم فرما کر ان کی عظمت ورفعت میں مزید چار چاند لگا دیئے ہیں۔

جس طرح کسی محفل میں آنے والا مہمان جس شان وعظمت کا حامل ہوتا ہے، محفل کو بھی اسی نہج پر سجانے اور سنوارنے کا اہتمام کیا جاتا ہے تاکہ ساکن ومسکن میں مطابقت برقرار رہے، مثلاً آنے والا ملک کا وزیراعظم ہے تو اس سے ملحق جتنے چھوٹے بڑے افسران ہوتے ہیں، سب کو اس کی آمد سے باخبر کردیا جاتا ہے، جگہ جگہ اس کے لئے حفاظتی دستے مامور کردیئے جاتے ہیں اور جس جگہ وہ آنے والا ہوتا ہے، وہاں آرائش وزیبائش، نفاست ونظافت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جاتا، ٹھیک اسی طرح ماہ صیام میں روزے کی آمد پر بھی قدرت کی طرف سے خصوصی زیب وزینت کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اس موسم بہار کی خوبصورتی ودلکشی، امن وسکون کو مسلسل ایک ماہ تک برقرار رکھنے کے لئے ضلالت وگمرہی کے علمبردار، فتنہ وفساد کے بانی، شرپسند عناصر کے بادشاہ ’’شیطان‘‘ اور اس کے مخلص شاگردوں کو زنجیروں میں جکڑ کر حوالات میں ڈال دیا جاتا ہے کہ مبادا کہیں انسان کو ضلالت و گمراہی کے غار عمیق میں نہ ڈھکیل دے، اس ماہ میں دوزخ کے دروازے بند اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، فرشتوں کو ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ وہ بندے کی طرف سے کی گئی ایک نیکی کو ۷۰ نیکیوں کے برابر شمار کریں، آرائش وزیبائش کا سامان اس قدر ہوتا ہے کہ مسجدیں دلہن بنا دی جاتی ہیں، راتیں تراویح، سنن ونوافل، تلاوت قرآن عظیم، ذکر واذکار، اوراد ووظائف کی بھینی بھینی خوشبو سے مہکا دی جاتی ہیں، دلوں کی گلیاں روحانی قمقموں سے سجادی جاتی ہیں اور جب روزہ اپنی تمام تر شادابیوں،

رعنائیوں اور عطر بیزیوں کے ساتھ جلوہ بار ہوتا ہے، پھر تو ہر سو رحمتوں اور برکتوں کی بہاریں شباب پر ہوتی ہیں، فضاؤں میں قرآن پاک کے پاکیزہ نغمے گونج اٹھتے ہیں اور ہر دل اللہ رب العزت کی شان کبریائی میں غزل خواں اور ہر زباں اس کی حمد وثنا میں رطب اللسان نظر آتی ہے۔

جہاں تک تمام عبادات وریاضات میں "روزے" کے ممتاز ہونے کا تعلق ہے تو یہ مختلف زاویئے سے امتیازی شان وعظمت کا حامل ہے، اگر اسے طبی اور سائنسی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ڈاکٹر "جوئل شویہ" کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ اس اصول پر تمام ڈاکٹروں کا اتفاق ہے کہ (کچھ دنوں کے لئے) کھانا پینا چھوڑ دیا جاتا ہے تو بدن بذات خود اپنے امراض کو نکال پھینکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وبائی امراض کے زمانے میں وہ لوگ وبا سے محفوظ رہتے ہیں جو عموماً اپنے معدے کو خالی رکھتے ہیں۔

روزے کے اور دیگر بے شمار دنیوی واخروی محاسن ہیں جو اسے تمام عبادتوں میں ممتاز کرتے ہیں، جسمانی اور مالی عبادات و ریاضات میں صرف "روزہ" ہی ایک ایسی عبادت ہے، جس میں ریاکاری ومکاری کا شائبہ تک نہیں، جو عبد کے لئے اپنے معبود حقیقی سے عشق والفت کی معراج ہے، بندہ صرف اور صرف اپنے معبود برحق کی رضا جوئی اور اس کی خوشنودی کے حصول کی خاطر تمام منہیات سے باز رہتے ہوئے بعض مامورات سے بھی مخصوص اوقات تک مجتنب رہتا ہے یعنی کھانا پینا، بیوی سے جماع کرنا جو اس کے لئے حلال اور ضروریات انسانی سے ہیں، انھیں بھی ترک کردیتا ہے اور ایسا وہ خالص لوجہ اللہ، حکم خداوندی کی بجا آوری میں ریاکاری سے بے نیاز ہو کر کرتا ہے، اگر وہ چھپ چھپا کر کھا پی لے یا بیوی سے جماع کرلے تو سوائے رب سمیع وبصیر کے، کوئی اس کے اس فعل سے باخبر اور مطلع نہیں ہوسکتا بلکہ لوگ اسے صائم ہی تصور کرکے اس کا احترام واکرام کریں گے، ایسا بھی نہیں کہ کوئی شئے اسے ایسا کرنے سے روک رہی ہو، بلکہ یہ رضا برضائے مولیٰ ہی تو ہے کہ بندہ ان چیزوں کی شدید خواہش اور تڑپ ہونے کے باوجود ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا، شدت کی پیاس تڑپا رہی ہے اور پانی سامنے موجود ہے، زوروں کی بھوک پیٹ پسلیوں میں گھسا جارہا ہے جبکہ کھانے پر کوئی پہرا نہیں ہے، شہوت دل میں ہیجان پیدا کر رہی ہے اور پری جمال بیوی پہلو میں موجود ہے، لیکن بندہ مسلسل ان خواہشات کا گلا گھونٹ رہا ہے، اس نے ان حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے، آخر کیوں؟ اس لئے نہیں کہ اگر کوئی شخص اسے ان افعال میں ملوث دیکھ لے گا تو اس کی شرافت وصداقت، تقویٰ شعاری ودینداری کا سارا بھرم کھل جائے گا، لوگ اس کی تعظیم کے بجائے تحقیر کریں گے، بلکہ محض اس لئے کہ اس رب نے ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے اور یہ اس کی مرضی ہے، معبود کی مرضی ہی عبد کی مرضی اور اس کی معراج بندگی ہے، بندے کی اپنی کوئی مرضی نہیں، دنیا نہیں دیکھتی، نہ دیکھے، مگر اللہ رب العزت تو دیکھ رہا ہے، وہ تو سمیع وبصیر، علیم وخبیر ہے، وہ تو دلوں کے وسوسوں سے بھی باخبر ہے، اس سے بندہ کا کوئی بھی ظاہری وباطنی فعل پوشیدہ نہیں۔

سطور بالا سے پتہ چلا کہ بندہ ان سب افعال پر قدرت رکھنے کے باوجود صرف اس لئے ان سے کترا رہا ہے کہ حکم خداوندی کی تکمیل میں اس کا سر تسلیم خم ہے، وہ چاہتا ہے کہ اپنے رب کا فرماں بردار اور اطاعت گزار بندہ بن جائے۔

مذکورہ حقائق کا بغور جائزہ لینے کے بعد یہ بات اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ "روزہ" میں کوئی دنیاوی غرض وغایت، حرص وہوس، لالچ وطمع اور ریاکاری ومکاری کی گنجائش نہیں، اس کے برعکس دیگر عبادات میں ہر موڑ پر ریاکاری ومکاری کا خطرہ موجود ہے، مثلاً نماز، تو یہ مسجد میں ایک ہجوم کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، جہاں بے شمار نظریں نمازی کا طواف کر رہی ہوتی ہیں، ممکن ہے کوئی شخص اس لئے نماز پڑھ رہا ہو کہ لوگوں کی نظروں میں محترم ومعظم بن جائے، دنیا سمجھے یہ شخص بڑا ہی متقی پرہیزگار، عنازی ونمازی ہے، یہ تو خدا کا کوئی خاص اور مقرب بندہ معلوم ہوتا ہے اور اس طرح دنیا اس کی مرید وگرویدہ ہوجائے۔

زکوٰۃ تو اس میں بھی ریاکاری ہوسکتی ہے بلکہ اب شدہ شدہ دیکھنے میں بھی آرہی ہے، عموماً مدرسوں میں زکوٰۃ دہندگان کے ناموں کے کتبے لگے نظر آتے ہیں "بتعاون ہمدرد قوم وملت جناب فلاں صاحب" کچھ ہمدرد قوم وملت کو دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی یہ ہمدرد قوم وملت اس مدرسہ کا دورہ کرتے ہیں تو بجائے اس کے کہ وہ مدرسے کے تعلیمی معیار اور طلبا واساتذہ کی صلاحیت وقابلیت کا جائزہ لیں، ان کی نگاہیں اپنے نام کا کتبہ تلاش کر رہی ہوتی ہیں اور اگر ان کے نام کا کتبہ نظر آگیا تو پھر کیا کہنے...... اس سے بہتر

اور فعال کوئی دوسرا تعلیمی ادارہ ہی نہیں اور اگر مدرسے کی کم نصیبی سے کتبہ مفقود! تو پھر........افوہ کہاں پھنس گیا؟ مدرسے کا کوئی تعلیمی معیار نہیں، افسوس زکوٰۃ کی رقم صحیح مصرف میں نہ آسکی...... گویا زکوٰۃ کا صحیح مصرف ان کے نام کا کتبہ ہی تھا۔

آج کل تو کچھ ایسے بھی زکوٰۃ وفطرات اور صدقات دینے والے نظر آتے ہیں کہ ان کی مٹھی محض اٹھنی چونی سے لبریز ہوتی ہے، اب وہ ادھر ادھر دیکھ رہے ہیں کہ سب سے زیادہ ہجوم میں کون مانگنے والا ہے، جیسے ہی اس مانگنے والے نے آواز لگائی ...مالک دے دو....اللہ کے نام کا....اللہ تجھے سلامت رکھے، جھٹ ناک سے دو چار اٹھنی چونی اس کے برتن میں ڈال دی، پھر تو وہاں مانگنے والوں کا ایک ہجوم سا لگ گیا، آس پاس کے لوگ کبھی انھیں اور کبھی مانگنے والوں کو دیکھ رہے ہیں، اب وہ صاحب کسی اونچی جگہ پر سینہ تان کر کھڑے ہو گئے اور اپنے گردو پیش کا جائزہ لینے کے بعد کہ لوگ انھیں دیکھ تو رہے ہیں نا، ان مانگنے والوں سے کہیں زیادہ بلند آواز میں انھیں یوں ڈانتے ہیں....افوہ کیا بدتمیزی ہے... شور نہیں، شور نہیں.... سب کو دوں گا، سب کو دوں گا....... تاکہ اب تک جو لوگ ان کی سخاوت وفیاضی کے مشاہدے سے محروم تھے، اب وہ بھی ان کی اس سخاوت وفیاضی کے مظاہرے کو مشاہدہ کر کے شاد کام ہو سکیں۔

یونہی کچھ لوگ محض اس لئے بھی حج کر سکتے ہیں کہ وہ حاجی صاحب کہلائیں "الحاج فلاں صاحب" الختصر ہر وہ عبادت جس کا عملی مظاہرہ ہوتا ہے، اس میں ریاکاری ومکاری کا امکان ہے، بلکہ دور حاضر میں ایسا لگتا ہے کہ ریاکاری نے باقاعدہ ہر میدان میں کچھ فیصد اپنا ریزرویشن کرا لیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ روزے کا ہر پہلو اور ہر زاویے سے جائزہ لینے کے بعد ہر ذی شعور اس نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ صرف روزہ ہی وہ روحانی عبادت ہے جس میں ریاکاری ومکاری کا شائبہ تک نہیں، روزہ تمام عبادات وریاضات میں ریاکاری ومکاری سے بالاتر ہے، واضح ہوا کہ دیگر عبادات کی ادائیگی وبجا آوری کے نتیجے میں دینا وآخرت کی بھلائی، جنت اور مالک جنت کی رضا جوئی وخوشنودی کا حصول ہوتا ہے جبکہ روزہ دار کو روزہ کے صلے میں خود اس کا خالق ومالک ہی مل جاتا ہے، یعنی روزہ دار کو خدا کی لقا نصیب ہوتی ہے، اللہ رب العزت خود بہ نفس نفیس اس کا اجر بن جاتا ہے، حدیث قدسی ہے:

"الصوم لی وانا اجزی بہ۔ یعنی روزہ میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کا اجر ہوں۔

[مسلم شریف جلد اول ص ۳۶۴]

روزہ دار اپنے رب کی خاطر اپنی آرزوؤں کا گلا گھونٹ دیتا ہے، شدت پیاس سے تڑپ رہا ہے، آنکھیں ابل رہی ہیں، غلبہ بھوک سے نڈھال ہے، ضعف ونقاہت سے نیم جان ہے، مگر مرضی مولیٰ پہ قانع ہے، رب العزت کے لئے صابر بارگاہ ایزدی میں شاکر نظر آ رہا ہے، عبد کے اسی صبر وشکر اور حکم مولیٰ پر ہمہ وقت آمادگی وخود سپردگی کے انعام میں بروز قیامت رب قدیر نے اس کے لئے جنت میں ایک دروازہ مخصوص کر رکھا ہے، اس دروازے سے صرف اور صرف روزہ دار جنت میں داخل ہوں گے، اس دروازے کا نام "ریان" ہے، علامہ علی بن سلطان محمد قاری مرقات شرح مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۹۳ پر فرماتے ہیں:

"اس دروازے کا نام "ریان" اس لئے ہے کہ اس کے اردگرد یا اس کے اندر کلیاں اور تروتازہ پھل ہوں گے یا اس لئے کہ جب روزہ دار اس دروازے کے اندر پہنچے گا تو قیامت کے دن کی ساری پیاس زائل ہو جائے گی، وہ اس کے لئے تراوٹ ونظافت اور ہمیشگی کا مقام ہے، یہ روزہ اور روزہ دار کی عظمت ورفعت کی بلندی کی بین دلیل ہیں۔"

روزہ عبد اور معبود کے درمیان اس روحانی رابطہ کا نام ہے جو رب سے محض عشق والفت اور اطاعت کی مضبوط بنیاد پر قائم ہوتا ہے اور جب بندہ اس منزل پر گامزن ہو جاتا ہے تو پھر دکھاوے اور ریاکاری ومکاری کے تمام تر امکانات ختم ہو جاتے ہیں، بندہ خالص لوجہ اللہ سراپا رب کی مرضی بن کر ترک خواہشات کے ذریعہ بندگی وخود سپردگی میں اتنا غرق ہو جاتا ہے کہ عبد ومعبود کے درمیان کے تمام تر فاصلے مٹ جاتے ہیں پھر بندہ خود کو فنافی اللہ کر کے کسی عظیم مرتبے پر فائز ہو جاتا ہے، جہاں سے اس کی زندگی کی ایک نئی شروعات ہوتی ہے، صوفیائے کرام کے معمولات کا بغور جائزہ لینے کے بعد یہ بات بھی اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ "روزہ" حقیقت ومعرفت اور عشق وعرفان کی وادی میں بھی ثابت قدمی کے لئے شرط اولیں کی حیثیت رکھتا ہے۔ ■■■

مفتی محمد شعیب رضا نعیمی قادری

والدین کے ساتھ حسن سلوک! قرآن وحدیث کی روشنی میں

گزشتہ سے پیوستہ

۳۱۔وعن عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رضا اللہ فی رضا الوالدِ و سخط اللہ فی سُخطِ الوالدِ۔رواہ الطبرانی من حدیث ابی ہریرۃ الا انہ قال:طاعۃ اللہ طاعۃ الوالد و معصیۃ اللہ معصیۃ الوالد۔

ورواہ البزاز من حدیث عبد اللہ بن عمر او ابن عمرو، ولفظہ قال:رضا الرّب تبارک و تعالیٰ فی رضا الوالدین، وسخط اللہ تبارک و تعالیٰ فی سُخطِ الوالدین۔(رواہ الترمذی و ابن حبان والحاکم)

یعنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے انہوں کہا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی رضا والد کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔

طبرانی نے اس کو ابو ہریرہ کی حدیث سے روایت کیا مگر یہ کہ انہوں نے کہا اللہ کی طاعت والد کی طاعت ہے اور اللہ کی محبت والد کی محبت ہے اور بزاز نے عبد اللہ بن عمر یا ابن عمرو سے روایت کیا ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں، رب تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی والدین کی خوشنودی میں ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔

۳۲۔عن بریدۃ قال:جاءتِ امرأۃٌ الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت:یا رسول اللہ انی تصدقتُ علی اُمی بجاریۃٍ وانہا ماتت۔فقال:آجرک اللہ وردَّ علیک المیراث۔(رواہ ابن ماجہ۔)

یعنی حضرت بریدہ سے ہے انہوں نے کہا ایک عورت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے اپنی ماں کو ایک باندی صدقہ میں دی اور ماں مرگئی تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے اجر عطا فرمائے اور تجھ پر میراث کو لوٹائے۔

۳۳۔عن عمرو بن شُعیب عن ابیہ عن جدہ قال:جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال:انی اَعْطَیْتُ امی حدیقۃ لی، وانہا ماتت،ولم تترُک وریثا غیری فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجبت صدقتک ورجعت الیک حدیقتک (رواہ ابن ماجہ)

یعنی عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: میں نے اپنا ایک باغ اپنی ماں کو دے دیا تھا اور ان کا انتقال ہو گیا اور میرے علاوہ کوئی وارث نہ چھوڑا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا صدقہ قبول ہو گیا اور تمہارا باغ بھی تمہاری طرف لوٹ گیا۔

۳۴۔وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال:رغمَ انفہٗ،ثم رَغِمَ انفہٗ،ثم رغمَ انفہٗ قیل من یا رسول اللہ؛قال:من ادرکَ والدیہ عند الکبر او احدھما ثم لم یدخل الجنۃ۔(رغم انفہ):ای لصق بالرغام،وھو التراب۔(رواہ مسلم)

یعنی ابو ہریرہ سے مروی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی ناک غبار آلود ہو پھر اس کی ناک غبار آلود ہو پھر اس کی ناک غبار آلود ہو،عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کس کی ناک غبار آلود ہو؟ ارشاد فرمایا جس نے بڑھاپے میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی کو پایا پھر بھی جنت میں داخل نہ ہوا۔

۳۵۔وعن جابر،یعنی ابن سمرۃ رضی اللہ عنہ قال: صعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم المنبر فقال:آمین،آمین، آمین،قال:أتانی جبریلُ علیہ الصلاۃ والسلام،فقال:یا محمد من ادرک احدَ ابویہ فمات............(بقیہ ص ۱۱ پر)

٭مفتی صاحب حضور تاج الشریعہ کے فرزند نسبتی اور مرکزی دارالافتا کے نائب صدر مفتی ہیں۔

مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری

اقسام علم اور ان کے احکام

گزشتہ سے پیوستہ

(۲) ورع نیک بختوں کا ہے یعنی ان شبہات سے بچنا جن میں احتمالات کی مساوات ہو علت اور حرمت دونوں پائے جاتے ہیں، حضور سرور عالم ﷺ کا فرمان اقدس ہے کہ ادع ما یریبک الی ما لا یریبک ۔یعنی چھوڑ جو تجھے شبہ میں ڈالے اور اختیار کر جو شبہ میں نہ ڈالے اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ الاثم جواز القلوب۔یعنی گناہ دلوں میں کھٹکنے والا ہوتا ہے۔

(۳) ورع متقیوں کا طریقہ ہے اور وہ خالص حلال کا ترک اس وجہ سے ہے کہ اس شبہ سے حرام تک پہنچنے کا خوف ہے چنانچہ حضور سرور عالم ﷺ کا ارشاد اقدس ہے: لا یکون الرجل من المتقین حتی یدع ما لا باس بہ مخا فۃمما بہ باس ۔یعنی انسان متقیوں میں سے نہیں ہوتا جب تک ایسا امر نہ چھوڑے جس میں کوئی حرج نہ ہو بخوف حرج میں وقوع کے، اس ورع کی مثال یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص لوگوں کے حالات بیان کرنے سے بچے اس خوف سے کہ کہیں غیبت نہ ہو جائے یا خواہش کی چیزوں کے کھانے سے پرہیز کرے اس وجہ سے کہیں سرور زیادہ ہو کر سرکشی نہ ہو جائے۔جس سے اور ممنوعات کا ارتکاب لازم آتا ہے۔

(۴) صدیقوں کے ورع کا طریقہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا سے منہ پھیرنا اس ڈر سے کہ کہیں کوئی ساعت زندگی کی ایسی نہ کٹ جائے کہ جس میں خداوند کریم کی نزدیکی زیادہ نہ ہوگی اگرچہ وہ یقیناً معلوم اور ثابت ہے کہ اس میں نوبت حرام تک نہ آئے گی پس سوائے درجہ اوّل کے تمام فقیہ کی نظر سے علیحدہ ہیں اس کا التفات صرف گواہوں اور قاضیوں (حاکموں) کے ورع پر اور ان امور پر ہے جو عادل ہونے کے مزاحم ہیں اور ایسے ورع پر قائم رہنا اس کے منافی نہیں کہ آخرت میں گناہ نہ ہو۔

حدیث شریف: حضور ﷺ نے وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ تو اپنے دل سے فتویٰ لے اگرچہ لوگ تجھ پر فتویٰ دیں اور پچھلے جملہ کو تین بار ارشاد فرمایا۔(فائدہ) فقیہ دل کے وساوس کا حال بیان نہیں کرتا نہ ان کے عمل کے ہوتے ہوئے عمل کی کیفیت بتاتا ہے بلکہ صرف وہ چیزیں ذکر کرتا ہے جن سے عدالت جاتی رہتی ہے (خلاصہ) حاصل اس کلام کا یہ ہوا کہ فقیہ کی تمام نظر اس دنیا سے وابستہ ہوتی ہے جس سے طریقہ آخرت کی بہتری ہے اگر دل کے صفات اور آخرت کے احکام کہتا ہے تو یہ ذکر اس کے کلام میں بہ طفیل دوسرے ذکر کے آجاتا ہے جس طرح کے طب حساب اور نجوم اور علم کلام کا ذکر کبھی آجاتا ہے اور جس طرح کہ حکمت علم نحو اور شعر میں حکمت کی باتیں کبھی آجاتی ہیں۔

اسی لئے حضرت سفیان ثوری (جو علم ظاہر کے امام ہیں) فرمایا کرتے تھے کہ اس علم کی طلب زاد آخرت میں سے نہیں ہے اور یہ درست ہے اس لئے کہ سب کا اتفاق ہے علم میں شرف اسی سے ہے کہ اس کے مطابق عمل کیا جائے تو کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ علم ظہار اور لعان اور سلم اور اجارہ اور صرف اور جو کوئی ان امور کو اس لئے سیکھے کہ ان کے لین دین سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوگا۔تو وہ مجنون ہے۔(لیکن ان سے نیت نیک ہو تو پھر یہ امور بھی قرب الٰہی کا سبب بن سکتے ہیں، طاعت میں عمل تو دل اور اعضا دونوں سے ہوتا ہے اور عمل کا شرف نیت پر منحصر ہے۔

سوال: تم نے فقہ اور طب کو برابر کیسے کر دیا کیونکہ طب متعلق بہ دنیا ہے یعنی بدن کی صحت سے ہے اور اس پر بھی دین کی درستی کا مدار ہے اس کی فقہ سے برابری اجماع کے خلاف ہے؟

جواب: ان دونوں میں برابری لازم نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے اس لئے کہ فقہ تین وجوہ کے باعث طب سے افضل ہے:

(۱) فقہ علم شرعی ہے یعنی نبوت سے حاصل ہوا ہے بخلاف طب کے کہ وہ علم شرعی نہیں۔

(۲) آخرت کے طریق پر چلنے والوں میں سے ایسا کوئی نہیں جس کو فقہ کی ضرورت نہ ہو بیمار اور تندرست دونوں کو اس کی ضرورت

ہے، بخلاف طب کے کہ اس کی ضرورت صرف بیماروں کو ہوتی ہے، اس اعتبار سے طب فقہ سے کمتر ہوئی۔

(۳) علم فقہ علم طریق آخرت کا ساتھی ہے اس لئے کہ اس کا حاصل اعضا کے اعمال میں نظر کرنا اور اعضا کے اعمال کا منشا دلوں کے صفات ہیں کہ اچھے اعمال اچھی عادتوں سے صادر ہوتے ہیں اور برے اعمال برے صفات سے اور اعضا کا دل سے متعلق رہنا صاف ظاہر ہے اور صحت اور بیماری کا منشا مزاج اور اخلاط کے صفات ہیں جو بدن کے اوصاف میں سے ہیں نہ کہ دل کے صفات سے تو جب فقہ کو طب کی طرف اس نسبت کو دیکھا جائے تو فقہ کا شرف ظاہر ہوگا اور جب اس کو علم طریق آخرت کی طرف نسبت کر کے دیکھا جائے گا تو طریق آخرت اس سے شریف معلوم ہوگا۔

یٰأیہا الذین امنوا اذا ضربتم [پ ۵ النساء ۹۴] کے شان نزول میں لکھا ہے، یہ آیت مرداس بن نہیک کے حق میں نازل ہوئی جو اہل فدک میں سے تھے اور ان کے سوا ان کی قوم کا کوئی شخص اسلام نہ لایا تھا، اس قوم کو خبر ملی کہ لشکر اسلام ان کی طرف آرہا ہے تو قوم کے سب لوگ بھاگ گئے مگر مرداس ٹھہرے رہے جب انھوں نے دور سے لشکر کو دیکھا تو بایں خیال کہ مبادا کوئی غیر مسلم جماعت ہو یہ پہاڑ کی چوٹی پر اپنی بکریاں لے کر چڑھ گئے جب لشکر آیا اور انھوں نے اللہ اکبر کے نعروں کی آوازیں سنیں تو خود بھی تکبیر پڑھتے ہوئے اتر آئے اور کہنے لگے، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، السلام علیکم مسلمانوں نے خیال کیا کہ اہل فدک تو سب کافر ہیں یہ شخص مغالطہ دینے کے لئے اظہار ایمان کرتا ہے، بایں خیال اسامہ بن زید نے ان کو قتل کر دیا اور بکریاں لے آئے جب سید عالم ﷺ کے حضور میں حاضر ہوئے تو تمام ماجرا عرض کیا حضور ﷺ کو نہایت رنج ہوا اور فرمایا تم نے اس کے سامان کے سبب اس کو قتل کر دیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ نے اسامہ کو حکم دیا کہ مقتول کی بکریاں اس کے اہل کو واپس کریں۔

اس واقعہ سے یہ بھی ثابت ہوا کہ حضور سرور عالم ﷺ کی نگاہ سے قلوب کے پوشیدہ اسرار بھی مخفی نہ تھے۔ ■■■

ص ۹ کا بقیہ

فدخل النار، فأبعده الله. فقل آمين. فقلت: آمين. فقال: يا محمد من ادرك شهر رمضان فمات فلم يغفر له فادخل النار، فأبعده الله. فقل: آمين. فقلت: آمين. قال: ومن ذكرت عنده فلم يصل عليك فمات فدخل النار، فأبعده الله فقل آمين، فقلت: آمين. (رواه الطبراني و ابن حبان)

یعنی جابر ابن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے انہوں نے فرمایا: نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منبر پر تشریف فرما ہو کر فرمایا: آمین، آمین، آمین، پھر ارشاد فرمایا جبرئیل نے میرے پاس آکر کہا یا محمد جس نے ماں باپ میں سے کسی ایک کو پایا پھر مر گیا تو وہ آگ میں داخل ہوا اللہ اس کو دور کر دے، کہئے آمین، تو میں نے آمین کہا پھر جبرئیل نے کہا اے محمد جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور مر گیا تو وہ بخشا نہ جائے گا جہنم میں داخل کر دیا جائے گا اللہ اس کو دور کر دے کہئے آمین تو میں نے کہا آمین۔

پھر جبرئیل نے کہا اور جس کے پاس آپ ذکر کیئے جاؤ اور اس نے آپ پر درود نہ پڑھا مر گیا تو وہ آگ میں داخل ہوا اللہ اس کو دور کر دے کہئے آمین تو میں نے کہا آمین۔ ■■■

ص ۳۴ کا بقیہ

اور چندہ کر کے اپنی روزی روٹی چلا رہے ہیں، بعض اہل مدرسہ نے حصول زکوٰۃ و صدقات ہی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا ہے۔

آج کے دور میں سب سے زیدہ کامیاب وہی عالم، حافظ، قاری ہیں جو سب سے بڑے محصل ہیں، جتنی لجاجت اور الحاح کے ساتھ دین، مذہب، شریعت اور مسلک کی بے بسی اور بے چارگی کا وہ رونا رو سکیں اتنا ہی وہ کامیاب ہیں، جبکہ ان میں اکثر کو دین و مذہب سے کوئی لینا دینا نہیں بلکہ مدرسہ، دار العلوم اور جامعہ اور نت نئی تنظیمیں بزنس سینٹر کی طرح استعمال ہو رہی ہیں، اللہ تعالیٰ اہل ثروت کو زکوٰۃ ادا کرنے نیز اہل اور ضرورت مند لوگوں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ■■■

ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی ٭

عروس البلاد ممبئی میں مفتی اعظم کا جلوہ صد رنگ

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کے فرزند اصغر تاجدار اہل سنت حضرت مولانا شاہ مصطفی رضا خان مفتی اعظم ہند ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۳ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء میں وصال فرمایا۔ کوئی اکانوے برس کی عمر پائی۔ اٹھارہ برس کی عمر میں تمام علوم وفنون میں کمال ومہارت حاصل کر لیا۔ عہد تحصیل کے بعد ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء سے عملی زندگی کا آغاز کیا۔ قریب ستر (۷۰) برسوں تک اسلامیان ہند کی وہ ہمہ گیر خدمت کی، قومی وملی، سیاسی و سماجی، دینی ومذہبی، نظریاتی و اعتقادی، شعری وادبی اور روحانی و عرفانی تاریخ ساز کارنامے سرانجام دیئے کہ غلام وآزاد ہندوستان کی تاریخ میں ایک روشن ریکارڈ قرار پایا۔

وزیر اعظم ہند سے شاہ حجاز تک، دینی وسیاسی اور شاہی و اقتداری، کون سا ایسا شہریار و کج کلاہ ہے، جو اس کی چھپر کھٹ وچوکھٹ کے سامنے سرنگوں نہ ہوا ہو، ان کی چٹائی شاہوں اور حکمرانوں کے تاج وتخت پر غالب نہ آئی ہو۔ واہ کیا دلق وگدڑی اور فقیری و درویشی کی شان تھی کہ جس کے آگے شاہانان زمن اور نوابان ایام کی آن بان بے نور ونشان ہو کر رہ گئی۔

ان کی مثال تو وہ ہے، اگر آپ نے سورج مکھی پھولوں کے کھیتوں اور باغیچوں کا وہ منظر دیکھا ہو، تو بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ صبح کی پہلی کرن نمودار ہوتے ہی سارے سورج مکھی پھول اس اولین شعاع سورج کو سلامی دیتی دِکھائی دیتی ہے اور پھر جیسے جیسے سورج کا سفر اور رفتار آگے بڑھتی ہے، تو تمام باغوں اور کھیتوں کے پھولوں کے رخ اور سر ابھی اسی رفتار سے ادھر ہی جھکتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ سورج افق مغرب میں اپنی جاں نواز شفق چھوڑ کر غروب ہو جاتا ہے، تو سارے سورج مکھی پھول دن بھر کے اگتے وابھرتے اور جھکتے وڈھلتے سورج کی حرارت اور سرمئی شام کی شفق سے سرشار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ بس لاریب مفتی اعظم ہند کی ستر سالہ دینی وقومی ہشت پہل ہیرے جیسی حیات ہستی وہی سورج تھی اور ان کا وہ سارا زمانہ وہی سورج مکھی پھول تھا۔

آیئے! آج ہم اس بطل جلیل، رجل عظیم، فرد فرید، مرد خلیق، زعیم جید وجلیل، زبدۂ روزگار، خلاصۂ لیل ونہار، عبقریٔ دہر، مقتدائے عصر، قندھاری نسل پٹھان کی کوہان، مرجع علمائے اعلام، مرکز فقہائے فخام، کروڑہا کروڑ آنکھوں کی ٹھنڈک، دلوں کی تسکین، بے قراروں کا قرار، بے چینوں کا چین، بے کسوں کا کس، بے بسوں کا بس، بے کلوں کا کل، بے بلوں کا بل، محتاجوں کا یارا، دکھیاروں کا سہارا، دردمندوں کا مداوا، غم زدوں کا غم خوار، پریشاں حالوں کا غم گسار، بچوں کا پیارا، جوانوں کا دلارا، بوڑھوں کا دل آرا، نصف بہتر عورتوں کا لاڈلا، غربا وامرا، شاہ وگدا اور کسان وکوچوان کی پگڑی کا لالہ ولولو کو اس شہر نگاراں میں دیکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

جہاں انسانی سروں کا ایک عظیم سیلاب بحر الکاہل کی طرح ہر ہر گھڑی رواں دواں رہتا ہے، یہ بمبئی ہے، شہر بہاراں ہے، مسکن دل فگاراں ہے، بلاد ہند کی نو بہار دلہن ہے، ہندوستانی معیشت کی راجدھانی ہے، لوکل ریلوں کا جال بچھا ہے، ہر طرف ریل پیل ہے، بسوں اور کاروں کی کثرت ایسی کہ ہر فرد بے بس وبے کار ہے، جگہ جگہ جام ایسا کہ دم گھٹنے لگتا ہے، رفتار زندگی ایسی تیز وصبا رفتار کہ کانوں پڑی آواز تک سنائی نہیں دیتی، کندھوں سے کندھا چھلتا ہے مگر کوئی نہیں پوچھتا کہ تیرے منہ میں کتنے دانت ہیں، دیوہیکل فلک نما بلڈنگوں میں ہزاروں افراد ایک ساتھ رہتے ہیں مگر کوئی نہیں جانتا کہ کون کس مذہب کا ہے اور کس کا نام کیا ہے۔ پھر بھی ہزاروں ہزار انسانوں کا قافلہ ہر صبح وشام چلا آتا ہے اور اس سیلابی وطوفانی زندگی کا حصہ بن جاتا ہے۔ ہاں! یہ شہر دیالو بھی ہے اور گنگالو بھی ہے، جب دیتا ہے، چھپر پھاڑ کر دے دیتا ہے اور جب لیتا ہے، جھولی جھاڑ کر لے لیتا ہے۔

ایسے شہر شور وشر میں جب اہل سنت وجماعت کے تاجدار

٭ مقالہ نگار ممبئی میں مقیم اہل سنت کے مشہور اسلامک اسکالر ہیں۔

سرکار مفتی اعظم ہند تشریف لاتے ہیں، تو محض بمبئی ہی نہیں، ہندوستان کے ہر کونے و گوشے سے ان کا قد قطب مینار کی طرح سروقد کھڑا دکھائی دیتا ہے، ان کی دستار کا شملہ وطرہ مانند پھریرا اُڑتا نظر آنے لگتا ہے، سویا شہر آنکھیں مل کر جاگ اٹھتا ہے اور دیدے پھاڑ کر ان کا دیدار کرتا ہے، ہوائیں تہنیت وترحیب کی نغمہ ریزی کرتی ہیں، فضائیں رقص کرتی ہیں، بہاریں اوج پر ہوتی ہیں، سمندری لہریں ساحل سے ٹکرا ٹکرا کر اپنی مسرت وشادمانی دوبالا کرتی ہیں، بحر وبر کا سارا کیف وکون اس وجود ناز و یکہ تاز کی عظمتوں اور برکتوں سے شاخ نہال کی طرح جھومنے لگتا ہے۔

کہیے! ایسا دلربا نظارہ کبھی بمبئی کی چشم فلک نے کیا ہو، تو بتاؤ۔

جی! وہ اہل سنت کے امام، مجدد اسلام کا بیٹا تھا جو اپنے وقت میں بذات خود امام اہل سنت تھا، اعلیٰ حضرت کا وہ نور نظر تھا، اسلامیان ہند کی نگاہوں کا سرمہ تھا، احمد رضا کا گوشۂ جگر تھا، سارے مسلمانوں کا دنیا وعقبیٰ کا توشہ تھا، ہاں جی! رخسار سنیت کا وہ تل تھا، چہرۂ اہل سنت کا غازہ تھا، ایوان علم کا جھومر اور پیشانی کا بندیا تھا، جماعت کے جسم نازنین کا سنگھار تھا۔ وہ ایسا حسین تھا کہ فتنے اٹھا کر نہیں، فتنے مٹا کر گیا۔ وہ کیا کیا تھا، اہل علم نے سمجھا، اہل دل نے جانا اور ہند سے حجاز تک مانا۔ کور چشموں کو کیا نظر آئے۔ کیا دیکھے۔ دیکھنے والی نظروں نے دیکھا، پرکھا اور پھر فدا کار و عاشق زار ہو کر نثار و نچھاور ہو کر تابندہ و پائندہ ہو کر رہ گئیں کہ وہ جسے نظر بھر دیکھ لیا، زمانے کا تاجور بنا اور جسے نظر سے گرادیا، ذلیل وخوار ہو کر رہ گیا۔

نگار خانۂ قدرت کا دلکش شاہکار رائے احمد رضا! تیرے کس کس احسان کا شکر ادا کیا جائے۔ تیری کس کس ادائے جاں نواز کا نام لیا جائے۔ کس کس خدمت اور کس کس عظمت ورفعت کا تذکرہ چھیڑا جائے۔ شاہ نقی علی خان کی قسمت کی بلندی وارجمندی پر اپنی جان قربان کہ انہوں نے قوم مسلم کو تجھ جیسا امام وعبقری دیا، جس کو شمس وقمر نے جھک کر سلام کیا اور نجوم وکواکب نے پہرہ داری کا فریضہ انجام دیا اور پھر تم نے امت مسلمہ کو حجۃ الاسلام دیا اور مفتی اعظم دیا۔ صدر الافاضل اور صدر الشریعہ دیا۔ محدث اعظم ہند دیا اور سارے عالموں کا سردار وسرتاج ملک العلما دیا۔ تمام عالم اسلام کے مبلغ شاہ عبد العلیم دیا۔ تیرے بعد یہ تیری اولاد، تلامذہ اور خلفائے ماذونین ومجازین اس جماعت کی سحر، سپر، سالار اور اس ڈگر کے سنگ میل بن گئے۔ ہاں! تو ائے احمد رضا!! صبح قیامت تک پاک پروردگار عالم تیرے اور تیری نسبی ونسبتی ذریت و جمیعت کے خاکی شبستانوں پر اپنی ورحمت نور کی جھڑن برساتا رہے، آمین یارب العالمین۔

مفتی اعظم ہند بمبئی کب کب آئے اور کتنی بار آئے۔ پہلا اور آخری سفر کون سا تھا، اس کا تعین میرے لیے سردست مشکل ہے۔ میرا خیال ہے۔ پہلی بار ۱۹۴۵ء میں تشریف لائے، جب آپ برطانوی دور میں پہلا حج (جو کراچی کے راستے شروع ہوا تھا) کر کے واپس بمبئی تشریف لائے۔ شاید یہی آپ کا اول سفر ہو۔ تب پھر ۱۹۴۸ء میں دوسرا حج کیا۔ آمد ورفت یہیں بمبئی سے ہوئی اور تیسرے حج کے لیے بھی ۱۹۷۱ء میں یہیں سے گئے اور یہاں ہی مراجعت فرمائی۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما بمبئی کے آپ تا حیات سرپرست اول رہے اور اسی کے زیر اہتمام نکلنے والے 'جلوس غوثیہ' کی قیادت وسرپرستی کے لیے ۱۹۵۶ء سے ۱۹۷۴ء تک مسلسل انیس (۱۹) برس بریلی سے بمبئی آتے جاتے رہے۔ ایک فوری سفر وہ، جس کا تذکرہ حضرت نظمی میاں مارہروی نے اپنی تحریر میں کیا ہے۔ بہر کیف مفتی اعظم ہند جتنا وقت بمبئی والوں کو دیا ہے اور جتنی بار یہاں آئے اور گئے، شاید کسی اور شہر کو اتنا وقت دیا ہو اور اتنی بار آئے، گئے ہوں۔ اس لحاظ سے بمبئی اور اہل بمبئی بہت ہی بانصیب وخوش قسمت ٹھہرتے ہیں۔ میری یہ تحریر نہ تمام دوروں کے احاطے کی نہ دعویدار ہے اور نہ تفاصیل کی متحمل۔ بس ایک اجمال ہے، جس سے آپ بھرپور لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ تو لیجیے۔ بسم اللہ کیجیے۔

مشہور مدحت نگار وثنا خوان سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راز الہ آبادی علیہ الرحمہ حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے چہیتے اور نہایت پیارے عزیز مرید صادق تھے۔ انہوں نے سرکار مفتی اعظم ہند کی صحبت کا کثیر فیض اٹھایا تھا۔ اپنے مکان شہر الہ آباد میں، خود بریلی شریف میں اور پورے ہندوستان کے متعدد اسفار میں ساتھ رہ کر ان کے روز وشب اور صبح وشام کو دیکھا تھا۔ انہوں نے اپنی چشم دید کثیر واقعات وحالات کو بہت قریب سے مشاہدہ کیا تھا۔

افادۂ عام کی خاطر انہوں نے ان واقعات ومشاہدات، جن کو انہوں نے 'کرامات' کا نام دیا ہے، مرتب کر کے 'حضور مفتی اعظم ہند کی کرامات' کے نام سے کتابی شکل میں سرکار مفتی اعظم ہند

کی حیات مبارکہ ہی پہلی بار مارچ ۱۹۸۱ء میں 'نظامی کتابستان،نمبر ۲۲۲ نخاس کہنہ الہ آباد سے شائع کرایا تھا۔مکتبہ نوریہ رضویہ وکٹوریہ مارکیٹ سکھر پاکستان نے بھی اسے کیا ہے۔ مجاہد ملت حضرت مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن قادری اڑیسوی، پاسبان ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی اور طوطی ہند حضرت علامہ کامل سہسرامی علیہم الرحمہ جو حضور مفتی اعظم ہند کے معتمد خاص تھے،کی تقریظات و تصدیقات سے کتاب مذکور مملوو مشحون ہے۔قریب پینتیس برس بعد اب پھر مکتبہ اہل سنت بھیونڈی مہاراشٹر نے ۲۰۱۴ء میں طبع کیا ہے۔اسی ثانی نسخہ سے بمبئی کے حوالے سے واقعات کو یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

بمبئی میں سب سے پہلے حضرت مفتی اعظم ہند کی زیارت:

حضرت رازؔ الہ آبادی لکھتے ہیں:

'اب سے تقریباً اٹھارہ یا انیس سال پہلے کی بات ہے کہ میں بمبئی میں تھا۔محرم شریف میں مجالس راتوں کو ہوتی ہیں۔ان مجلسوں میں ہفتوں سے علمائے کرام سے مسلسل سن رہا تھا کہ شہزادۂ اعلیٰ حضرت بریلی شریف سے تشریف لا رہے ہیں۔سنتے سنتے مجھے بھی اشتیاق ہوا کہ کون ایسی بزرگ ہستی ہے،جس کے بارے میں لوگ روز اعلان کرتے ہیں۔اخباروں میں خبریں آ رہی ہیں۔لوگ اس صبح کا بے قراری سے انتظار کر رہے تھے،جس صبح کو یہ آفتاب ولایت بمبئی میں نمودار ہونے والا تھا۔

آخر وہ صبح آ ہی گئی اور لوگ اسٹیشن کی طرف ہزاروں کی تعداد میں دیوانہ وار دوڑنے لگے۔اپنے وقت کے مشاہیر علما اسٹیشن پر موجود تھے کہ تقریباً دس ہزار کا مجمع اسٹیشن پر شہزادۂ اعلیٰ حضرت کی آمد کا منتظر تھا۔میں بھی حیران تھا کہ آخر کون ایسا اللہ کا بندہ ہے،جس کی زیارت کے لیے اتنا ہجوم ہے۔اس مجمع میں ہندو،پارسی،عیسائی،غرض کہ ہر مذہب کے لوگ تھے۔عجیب منظر تھا۔اچانک ٹرین پلیٹ فارم پر رکی۔مگر حضرت مفتی اعظم تک میری نظر بڑی مشکل سے جا سکی۔کیوں کہ اس قدر ہجوم تھا کہ میں آگے بڑھ نہیں سکتا تھا۔میں سوچنے لگا کہ ایک عالم کی زیارت کے لیے اس قدر بھیڑ بھاڑ،اس قدر اہتمام کہ لوگ گرے پڑتے ہیں۔اس کی کیا ضرورت تھی۔

میں یہ بات ابھی سوچ ہی رہا تھا اور اس لیے سوچ رہا تھا۔ میری آنکھوں نے اس ذات کی زیارت نہیں کی تھی۔میرے دل پر تنگ نظری اور تاریکی کے دبیز حجابات پڑے تھے کہ اچانک میں نے دیکھا کہ شیر بیشہ اہل سنت حضرت مولانا شاہ حشمت علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کو لیے ہوئے بڑھ رہے تھے اور مسلمانوں کا ہجوم دست بوسی و قدم بوسی کر رہا تھا۔بلکہ حضرت کے کپڑوں کو لوگ فرط عقیدت سے چوم رہے تھے اور حضرت مفتی اعظم ہند آنکھیں بند کیے ہوئے تھے۔اس طرح میں نے ایک ولی کامل،ایک خدا رسیدہ بزرگ کی زیارت کی۔اب یہ مجمع حضرت کو لے کر اسٹیشن سے باہر آ گیا اور کھلی کار میں بٹھایا گیا۔میں بھی ہزاروں کے ہجوم میں چلتا رہا۔نعرۂ تکبیر،نعرۂ رسالت سے بمبئی کی فضا گونج رہی تھی'۔

[مفتی اعظم ہند کی کرامات،از رازؔ الہ آبادی،طبع ثانی بھیونڈی،۲۰۱۴ء،ص:۲۰،۲۱]

سرکار مفتی اعظم ہند اور حضرت صدر الشریعہ مع دیگر ہمراہیان ۲۷ر شوال المکرم ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء کو بریلی سے بمبئی روانہ ہوئے۔۱۰ر ذی قعدہ کو جہاز جدہ پہنچا۔یہ مفتی اعظم ہند کا دوسرا حج تھا۔دوسرے دن بمبئی پہنچنے پر شایان شان استقبال ہوا۔ ۲ر ذی قعدہ کو مفتی اعظم ہند بحری جہاز سے روانہ ہو گئے اور حضرت صدر الشریعہ شدید علالت کی وجہ سے نہ جا سکے اور اسی شب وصال پر ملال کا جانکاہ واقعہ پیش آیا۔اس اجمال کا قدرے تفصیلی حال علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی زبانی سنیے:

'مفتی اعظم اور حضرت صدر الشریعہ کا سفر ایک ہی ساتھ بحری جہاز سے طے تھا۔بمبئی میں مفتی اعظم کا قیام کسی اور جگہ تھا۔حضرت کی عیادت کے لیے روزانہ تشریف لاتے تھے۔ان کی آمد پر عقیدت مندوں کا ہجوم اکٹھا ہو گیا۔اسی اثنا میں نعت خوانی شروع ہو گئی۔جیسے ہی پڑھنے والوں نے اعلیٰ حضرت کی نعت کا یہ مصرع پڑھا:

ع: بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے

حضرت صدر الشریعہ نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا: مجھے تکیہ کے سہارے بٹھا دو۔جب تک نعت خوانی ہوتی رہی،آنکھیں بند کیے ہوئے حضرت صدر الشریعہ اسی طرح بیٹھے رہے۔دوسرے دن ساڑھے بارہ بجے جہاز کھلنے کا وقت تھا سر شام ہی حضور مفتی اعظم بعد نماز مغرب آخری ملاقات کے تشریف لائے۔وہ کیفیت تعبیر و بیان کی گرفت میں نہیں آ سکتی،جو دم رخصت دونوں پر طاری تھی۔پرنم آنکھوں نے کیا کہا،لرزے ہوئے ہونٹ کیا کہنا

جاتے تھے، کوئی نہیں سمجھ سکا۔ بس اتنا یاد ہے کہ بھرائی ہوئی آواز میں ایک مریض عشق نے مفتی اعظم کو ان لفظوں میں رخصت کیا:

'جائیے، میں بھی پیچھے پیچھے آرہا ہوں'۔

بالیں سے جدا ہوتے وقت مفتی اعظم کا اضطراب شاید وہاں پہنچ گیا تھا، جہاں سے ایک ہجراں نصیب عاشق نے یہ شعر کہا تھا:

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

ہزار قوت ضبط و تحمل کے باوجود مفتی اعظم اپنی آنکھوں کے آبشار پر کوئی بند نہیں باندھ سکے۔ ان کے نورانی چہرے پر آنسوں کا تلاطم دیکھ کر سارا مجمع بے قابو ہو گیا۔ بہت سے لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور گھر کے اندر ایک کہرام برپا ہو گیا۔ مفتی اعظم کے رخصت ہوتے وقت ہی حضرت کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی۔ گھبراہٹ کے ساتھ سانس کی رفتار تیز ہو گئی۔ فوراً ڈاکٹر بلوائے گئے۔ انہوں نے کئی طرح کے انجکشن دیئے۔ لیکن سانس کی رفتار میں کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اچانک ڈاکٹروں نے ناخنوں اور آنکھ کے اندرونی حصوں کا معائنہ کیا اور انتہائی حسرت و یاس کے ساتھ کہا کہ اب حضرت کا آخری وقت آگیا ہے۔ جو کچھ جسے کہنا، سننا ہو کہہ سنائے۔

آثار و قرائن سے جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب حضرت گھڑی دو گھڑی کے مہمان ہیں، تو انہوں نے ہمشیرہ مخدومہ کے لیے کمرہ خالی کر دیا۔ اس کے چند منٹ بعد سانس کی رفتار مدھم ہو گئی اور دیکھتے دیکھتے دنیائے اسلام کا سب سے بڑا فقیہ، شریعت کا صدر شہیر اور طریقت کا بدر منیر اپنے لاکھوں شیدائیوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر اس سرائے فانی سے عالم جاودانی کی طرف ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔ عین آدھی رات کو سورج ڈوبا اور صبح ہوتے ہوتے ہر طرف تاریکی پھیل گئی۔ لوگوں نے بتایا کہ ایک عاشق صادق کی بے قرار روح کی پرواز کا وقت بالکل وہی تھا، جب سفینۂ حجاز نے بمبئی کے ساحل سے روانگی کا سائرن بجایا تھا۔ حجاز مقدس کی سر زمین پر حضور مفتی اعظم کا ورود مسعود ایک ہفتہ کے بعد ہوا۔ لیکن ان کا رفیق سفر ان سے پہلے پہنچ گیا۔

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی سفینے میں

[ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور، صدر الشریعہ نمبر، اکتوبر، نومبر ۱۹۹۵ء، ص:۱۰۰،۱۰۱]

حج و زیارت کی واپسی پر بمبئی میں تاریخی استقبال

سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے خوش قسمتی سے حج و زیارت کا تین تین بار شرف حاصل کیا۔ اس دفعہ حجاز مقدس سے واپسی پر بمبئی شاندار اور جاندار تاریخ ساز استقبال و خیر مقدم ہوا۔ ترحیب و تہنیت کے متعدد اجلاس منعقد کیے گئے۔ راز الہ آبادی صاحب علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

'جب حضرت مفتی اعظم ہند حرمین شریفین کی حاضری سے واپس تشریف لائے، تو بمبئی میں ہفتوں لگ گئے۔ حضرت کے استقبال کے لیے بمبئی میں پچاسوں جلسے ہوئے اور جلوس اس قدر شاندار نکلا کہ پچاس ہزار آدمی جلوس میں تھے۔ پریس والوں نے حضرت کی تصویر لینا چاہی، مگر ناکام رہے'۔

[مفتی اعظم ہند کی کرامات، از راز الہ آبادی، طبع ثانی بھیونڈی، ۲۰۱۴ء، ص:۹۱]

اس حسین اور روح پرور موقع پر حضرت راز الہ آبادی نے تہنیتی نظم لکھی اور پڑھی، تبرکاً افادۂ عام کے لیے یہاں درج کی جاتی ہے۔ عنوان یہ ہے:

عارف باللہ سیدی و مرشدی
حضرت مفتی اعظم ہند کی حج بیت اللہ کی واپسی پر

حرم کی شمع کا دل میں اجالا لے کے آئے ہیں
نظر میں گنبد خضرا کا نقشہ لے کے آئے ہیں

غریبو! بڑھ کے چومو مفتی اعظم کے ہاتھوں کو
رسول پاک کی عظمت کا سکہ لے کے آئے ہیں

وہ آنکھیں جو غلاف کعبہ سے مل مل کے روئی تھیں
انہیں آنکھوں میں دیکھو نور کعبہ لے کے آئے ہیں

غموں کی دھوپ میں اے جلنے والو چھاؤں میں آؤ
مدینے کے درختوں کا یہ سایہ لے کے آئے ہیں

فرشتوں کی طرف سے گنبد خضرا کی جھرمٹ میں
جو صبح و شام بٹتا تھا وہ صدقہ لے کے آئے ہیں

وہ اک ٹکڑا کہ جس کو تاج والے بھی ترستے ہیں
مرے مرشد مدینے سے وہ ٹکڑا لے کے آئے ہیں

جنہیں کہتے ہیں دنیا میں سبھی احمد رضا والے
رسول پاک کی عظمت کا سکہ لے کے آئے ہیں

بریلی میں چراغ عشق کی لو تیز کرنے کو
عرب کی چاندنی راتوں کا جلوہ لے کے آئے ہیں

ہمیں بھی اے ولی ابن ولی طیبہ میں پہنچا دو
مدینہ جانے کی ہم بھی تمنا لے کے آئے ہیں
مرید و پیر میں کیا فرق ہے یہ راز تو سمجھو
میں پیاسا بن کے آیا ہوں وہ دریا لے کے آئے ہیں

[مفتی اعظم ہند کی کرامات، از راز الہ آبادی، طبع ثانی بھیونڈی، ۲۰۱۴ء، ص:۴۱،۱۵]

ناسک میں زبردست کرامت

اب کی بار جلسہ وجلوس کے بعد یہ طے پایا کہ حضرت والا کو بمبئی سے بریلی شریف تک بذریعہ کار ریلی کی صورت میں پہنچایا جائے۔ تاکہ راستہ بھر میں جگہ جگہ مسلمانان اہل سنت اپنے آقا و مولی کی جی کھول کر زیارت بھی کریں اور استقبال بھی کر سکیں۔ اس کے لیے ایک عقیدت مند نے ایک نئی کار خریدی، ریلی نکالی گئی۔ بمبئی سے ناسک پہنچنے پر پرجوش خیر مقدم کا ہجوم واز دہام اور ایک کھلی کرامت کا اظہار۔ جناب راز علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

’جب ریلی نکالی گئی، ضلع ناسک میں حضرت کا بہت انتظار ہو رہا تھا۔ جس وقت حضرت وہاں پہنچے، بتاتے ہیں، اپنے روحانی پیشوا کو دیکھنے کے لیے اس قدر ہجوم امنڈ آیا تھا کہ پولیس کو مداخلت کرنی پڑی۔ جس وقت حضرت کار سے اترے، پچاسوں ہزار ہندو مسلمانوں کا مجمع عظیم تھا، اسی بھیڑ میں ایک یتیم بچہ نیچے گر گیا تھا۔ اب ہجوم میں سے کئی لوگوں نے چیخنا شروع کیا۔ ایک بچہ دس سال کا گر گیا ہے بس لوگوں نے دیکھا۔ حضرت نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کو اٹھا لیا اور ایک ہاتھ پر اس کو مجمع کے حوالہ کیا، دیکھنے والوں نے دیکھا، بچہ حضرت سے کافی دور پر گرا تھا۔ مگر حضرت کا ہاتھ وہاں اتنی دور زمین پر کیسے پہنچ گیا۔ پولیس والے اور عوام حیرت میں ڈوب گئے۔ اسی وقت اس کھلی کرامت کو دیکھ کر ہزاروں آدمی مرید ہو گئے۔ یہ سلسلہ رات گئے تک چلتا رہا۔ ایک نوجوان لڑکا، جو تھا تو مسلمان، مگر دین کی باتوں سے زیادہ دل چسپی نہیں رکھتا تھا، وہ تو اسی وقت داخل سلسلہ ہو گیا‘۔

[مفتی اعظم ہند کی کرامات، از راز الہ آبادی، طبع ثانی بھیونڈی، ۲۰۱۴ء، ص:۹۱]

سرکار مفتی اعظم ہند کی شان بے نیازی

بریلی شریف پہنچنے پر سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ کی شان بے نیازی ملاحظہ کیجیے۔ سعادت لوح و قلم پروفیسر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ اس کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

’حج بیت اللہ سے بمبئی واپسی ہے۔ ایک مرید باصفا نے ایک گراں قیمت کار اس نیت سے خریدی کہ بمبئی سے بریلی تک اس میں لے جائے۔ راستہ میں مریدوں اور معتقدوں کو ملاتا جائے اور جب بریلی پہنچے، تو یہ کار نذر کر دے۔ بمبئی سے روانہ ہوئے۔ جاں نثار وفدا کار راستے میں زیارت کرتے رہے۔ بریلی پہنچے۔ تکمیل آرزو کا وقت آ گیا ہے۔ مرید وفا شعار دست بستہ کھڑا ہے۔ اپنی کار خدمت اقدس میں نذر گزار کر رہا ہے۔ مگر ان کی نگاہ کی رفعت کا عالم نہ پوچھیے:

دو عالم سے کرتی ہے بے گانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

وہ حرماں نصیب اپنی کار لے کر واپس لوٹ رہا ہے۔ مگر حریم جاناں سے محبت لے کر لوٹ رہا ہے۔ جس کی نگاہ میں محبوب سما جائے، پھر کوئی اور سما نہیں سکتا۔ ساری آرزوؤں کا حاصل صرف ایک آرزو ہو جاتا ہے:

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو تو سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

[خلفائے اعلیٰ حضرت، مرتبہ: محمد عبدالستار طاہر، رضا اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۸ء، ص:۶۸]

تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفی رضا قادری بریلوی نے پہلا حج ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۵ء میں براہ کراچی کیا تھا۔ واپسی براہ بمبئی ہوئی تھی۔ اس دور میں سعودی حکومت نے ’حج و زیارت ٹیکس‘ کا قانون پاس کیا تھا۔ جواز روئے شرع ناجائز تھا اور فقیہ اعظم و مفتی اعظم ہند نے قرآن واحادیث کی روشنی میں یہی ثابت کر کے دکھایا اور پھر کمال یہ کہ سعودی حکومت نے یہ اندھا قانون واپس لے کر یہ ناجائز ٹیکس ختم کر دیا۔ حج سے کئی ماہ پہلے اس تعلق سے مفتی اعظم ہند سے سوال ہوا تھا۔ سوال کرنے والوں میں یہ نام قابل ذکر ہیں:

(۱) حضرۃ الشیخ الحافظ التیجانی المصری ماذون و مجاز سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہما۔

(۲) مبلغ عالم اسلام حضرت شاہ محمد عبدالعلیم قادری میرٹھی خلیفہ اعلیٰ حضرت قدس سرہما۔

(۳) حضرت مولانا سید غلام بھیک نیرنگ وکیل انبالہ خلیفہ حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی

(۴) جناب حکیم محمد عبدالمجید خان بجنوری۔

۲۷ رشوال ۱۳۶۴ھ/ ۵/۱ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو مفتی اعظم ہند

اور ان کے ہمراہی رضوانی جہاز مغل لائن کمپنی کراچی سے روانہ ہوئے۔ ۱۰ رذی قعدہ ۱۳۶۴ھ/ ۱۷ر اکتوبر ۱۹۴۵ء کو یہ قافلہ جدہ بندرگاہ پہنچا۔ شوال کے اواخر اور ذی قعدی کے اوائل میں حالت سفر میں مفتی اعظم ہند مذکورہ سوال و استفتا کا جواب قلم بند فرمایا۔ جو قدرتی طور پر رسالے کی صورت میں سامنے آیا جس کا نام 'عمدۃ البیان فی حرمۃ کوشان' تجویز کیا گیا، مکہ مکرمہ پہنچ کر اس پر پھر نظر ثانی کی گئی اور دلائل و براہین کا اضافہ ہوا۔ تب پھر اس وسیع و بسیط تحریر کو 'طرد الشیطان عن سبیل الرحمٰن' کے نام سے موسوم کیا گیا، جب کہ اس کا تاریخی نام 'الطف التبیان فی حرمۃ الکوشان' قرار پایا اور بعض علمائے شام نے 'القنابل الزریۃ علی الکوشانات والضرائب النجدیۃ' سے معنون کیا۔

حج و زیارت کے بعد واپسی براہ بمبئی ہوئی۔ حمیدیہ مسجد پائی دھونی بمبئی میں اس وقت مکہ مکرمہ کے ایک جید و جلیل القدر عالم حضرت شیخ مولانا سعد اللہ مکی قدس سرہ امام و خطیب تھے، مفتی اعظم ہند نے رسالے کی نقل تیار کرنے کے لیے انہی شیخ موصوف مکی کے حوالے کیا، یہاں مفتی اعظم ہند مکتوبات عالیہ کے دو طویل اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں، جن سے یہ پورا قضیہ اجالے میں آجاتا ہے، پہلا خط اپنے استاذ بھائی خلیفہ اعلیٰ حضرت ملک العلما حضرت مولانا شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی عظیم آبادی کو لکھتے ہیں:

'......رسالہ 'طرد الشیطان' مستفتی صاحب علامہ تیجانی مصری مجھے حج میں ملے تھے۔ وہ 'رسالہ طرد الشیطان' سن کر بہت خوش ہوئے اور بہت ہی شوق سے اس کی نقل جلد سے جلد لینا چاہتے تھے کہ واپسی پر طبع کرادیں گے۔ مگر اس کی نقل میں اتنی تاخیر ہوئی کہ مدینہ طیبہ میں بھی انہیں نقل نہ مل سکی کہ پوری نہ ہوئی تھی یہی جو آپ کے پاس ہے۔ آخر کار وہ رخصت کے وقت پھر ملنے آئے اور اس کے لیے کہہ گئے کہ مصر بھیج دیا جائے۔ میں نے ساجد میاں کے حوالے کی کہ ہینڈ بیگ میں رکھ لیں، یہاں سے بھیجنے کا موقع نہیں، جہاز سے بھیج دیں گے، ان کے ہینڈ بیگ میں وہ خراب ہو گئی، بھیجنے کے قابل نہ رہی، تو میں نے مدینہ طیبہ سے واپسی پر جب دوبارہ مکہ معظمہ حاضری دی، خود نقل کرنا شروع کی، جو جہاز میں بمبئی کے قریب پوری ہوئی، بمبئی سے بھیجنے کا خیال تھا، مگر وہاں مجھے مقابلہ کا موقع نہ مل سکا، نقل کرتے ہوئے کچھ کہیں کہیں اضافہ ہوتا گیا، میں نے بمبئی میں مولوی سعد ۶۶ مکی کو اصل و نقل مقابلہ کے لیے دیئے مگر انہوں نے خود تو دیکھ لیا، مقابلہ نہ کیا۔

بریلی آکر مجھے بھی موقع نہ ملا، ادھر یہ خیال رہا کہ آپ بھی دیکھ لیں گے، مجھے اپنی کمزوری معلوم ہے اور عربی لکھنے پڑھنے کی مہارت بھی نہیں، زبان والوں کے سامنے جائے، تو کوئی ایسی بات نہ ہو کہ وہ مضحکہ کریں، تیجانی صاحب کو عجلت یوں بھی ہوگی کہ وہ اس حج سے جواب ہوا، بہت پہلے اسے چھاپ دینا اور شائع کردینا چاہتے تھے، ان کا خیال تھا کہ شام بھیج کر شامیوں کے دستخط بھی لیں گے اور مصر میں دکھا کر مصریوں کے بھی مگر یہ یہیں رکھا رہا، مجھے تیجانی صاحب سے کس قدر ندامت ہے، فقط مصطفی رضا قادری غفرلہ،

میں ان صاحب کا نام تو نہیں جانتا، شاید یہی ہو، جو آپ نے لکھا ہے، ایک صاحب جدہ میں بعد واپسی از مدینہ طیبہ ملے تھے، پھلواری کا نواسہ بتاتے تھے اور شاہ محی الدین صاحب سے بھی رشتہ غالباً داماد کا بتاتے تھے، یاد نہیں کہ رشتہ کیا بتایا تھا، انہوں نے اس رسالے کی خبر مکہ معظمہ کے کسی حاجی سے سنی تھی، جو میرے پاس آتے جاتے تھے، میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ یہاں تو نہیں، جہاز میں ان شاء اللہ تعالیٰ دیکھنے کو دوں گا مگر اس جہاز سے ٹکٹ نہ ملا اس لیے میں پھر مکہ معظمہ حاضر ہو گیا اور وہ روانہ ہو گئے۔

فقط مصطفی رضا قادری غفرلہ'۔

[مکتوبات مفتی اعظم ہند، مخذونہ و مرتبہ مفتی سید شاہد علی رضوی رام پوری، بحوالہ 'مفتی اعظم کا سفر حج و زیارت، طبع رام پور، ۲۰۱۳ء، ص: ۹۳ تا ۹۵]

دوسرے مکتوب گرامی کا اقتباس، جو مفتی اعظم ہند اپنے شاگرد عزیز اور خلیفہ رشید حضرت مولانا شاہ محمد سردار احمد قادری گرداس پوری ثم لائل پوری کو تحریر فرماتے ہیں:

'رسالہ 'عمدۃ البیان فی حرمۃ کوشان' جو عربی میں، میں نے بہت عرصہ ہوا، لکھا تھا، وہ بھی خوشتر صاحب لا رہے ہیں، مولانا حافظ التیجانی مصری جنہوں نے مدینہ میں مجھ سے 'مصطفی منزل' میں جب کہ مجلس میلاد شریف ہو رہی تھی اور وہ بوڑھے شامی، جن کا نام نامی غالباً مولانا عبد الوہاب صلاحی تھا، پڑھ رہے تھے، اجازت دی تھی، یہ فرماتے ہوئے 'ولوشفاہا'۔ پھر میں نے انہیں زبانی اجازت دی تھی کہ تیار کردہ سوال پر جو مولوی عبد العلیم صاحب اور غلام بھیک نیرنگ اور بجنور سے کسی صاحب نے بھیجا تھا، جس پر اس زمانۂ شر و فساد و فتن میں بعونہ تعالیٰ و بعون رسولہ یہ رسالہ 'عمدۃ البیان' تیار ہوا تھا، جسے آپ دیکھ چکے تھے۔

مولانا حافظ التیجانی دوسرے حج میں ملے۔ اسی کا خطبہ منضم لغوی نوصوص قرآن وحدیث سن کر بے ساختہ فرمایا: واللہ ہذا الہام اور فوراً ہی رسالے کی نقل کی درخواست فرمائی، اس وقت مولانا عبد الرشید میاں صاحب ناگ پوری موجود تھے، میں نے ان سے کہا: وعدہ لیا، زمانہ قیام مکہ میں مولانا حافظ التیجانی اس کے نقل کے تقاضے مجھ پر کر رہے ہیں، مولوی عبد الرشید میاں پر کرتا رہا یہاں تک کہ مدینہ طیبہ حاضری کا وقت آ گیا، مولانا تیجانی صاحب تشریف لائے اور ان کے سامنے مولوی عبد الرشید میاں صاحب نے وعدہ کیا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر ضرور نقل کر دوں گا، وہاں حاضری کے بعد بھی وہ نقل نہ کر سکے تو مولانا ضیاء الدین صاحب کی معرفت جاورہ کے محمد نور صاحب سے نقل کرایا، اس میں اتنی تاخیر ہوگئی کہ مولانا حافظ التیجانی کی واپسی کا وقت آ گیا، مدینہ طیبہ میں کئی بار وہ تشریف لائے، چلتے وقت بہت تاکید کر گئے، جب نقل کامل ہوگئی، تو میں نے بغرض حفاظت ساجد میاں کے پاس رکھوا دی، اس خیال سے کہ اگر یہاں سے مصر بھیجا گیا، سنسر ہوگا اور رسالہ وہاں کے بجائے.........خیال یہ تھا کہ جہاز سے بھیج دوں گا مگر بمبئی پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ نقل ساجد میاں کے ہینڈ بیگ میں تھی اور اس میں ان کا سامان تھا، جس میں کوئی مرہم تھی، جس کی وجہ سے نقل خراب ہوگئی۔

پھر مکہ معظمہ حاضر ہو کر میں نے اپنے ہاتھ سے شروع کی، جو جہاز میں بمبئی کے قریب پہنچتے پر ختم ہوئی، بمبئی پہنچ کر میں نے مقابلہ کے لیے مولانا سعد اللہ صاحب مکی کو دونوں اصل ونقل دے دی، بمبئی میں مجھے موقع ان کے دیکھنے کا نہ ملا، اب جب تیار ہو گیا، وہ رسالہ نقل ہو کر ملا، تو مجھے مولانا حافظ التیجانی صاحب کا پتا یاد نہ رہا اور وظیفہ کی کتاب میں وہ خود لکھ گئے تھے، وہ بھی بھول گیا، بریلی پہنچنے کے بعد وہ کتاب بھی عرصہ دراز تک گمی رہی، اب کوئی سال بھر ہوا ملی، تو اس میں ان کا پتا پایا مگر اتنے عرصہ کے بعد اب مجھے وہ انہیں بھیجتے، خط لکھتے شرم آتی ہے اور اب 'کو شان' ختم سا ہو گیا، اس رسالے کا اس کے لیے چھپنے کا تو اب کوئی وقت نہیں معلوم ہوتا، ہاں! اس میں اور باتیں ایسی لکھنا کہ اس رسالے پر اگر علمائے مصر وشام وعرب کے دستخط ہو جائیں، جیسا کہ

'حافظ التیجانی نے سوال تیار کرتے وقت ہی فرمایا تھا اور چھپے تو وہابیہ ملاعنہ کے لیے ایک نئی چیز اور بہت گھبرا گھاؤ کرنے والی ہو گی، اگر آپ مناسب سمجھیں تو مولانا حافظ التیجانی صاحب کو خط لکھیں جس میں میرا بہت بہت سلام اور یہ معذرت لکھ دیں اور اس کے طبع کی طرف توجہ دلائیں، بعد استحصال دستخط مصریین وشامیین اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حاشیہ شامی، جد الممتار کی نسبت بھی لکھیں کہ وہاں طبع کرا دیں اور یہ صورت ہو تو بہت بہتر ہو کہ خود حاشیہ شامی چھپ رہا ہو، اس پر چھپ جائے، علامہ تیجانی کا پتا یہ ہے: مصر شارع المغربین عقفہ الدالی حسین نمبر ۹، علامہ محمد الحافظ التیجانی'۔

[مکتوبات مفتی اعظم ہند، مخذونہ ومرتبہ مفتی سید شاہد علی رضوی رام پوری، بحوالہ 'مفتی اعظم کا سفر حج وزیارت، طبع رام پور، ۲۰۱۳ء، ص: ۹۵ تا ۹۷]

مفتی اعظم ہند قدس سرہ نے تیسرا حج ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء میں ادا فرمایا، اب اس دور میں سعودی حکومت اور حکومت ہند نے فوٹو لازم کر دیا تھا، فتوی اور تقوی دونوں کی آپ کی شخصیت جامع تھی، تصویر کشی یعنی فوٹو کھینچانا از روئے شرع حرام ہے، اس حکم شروعی پر سختی سے عمل پیرا تھے آپ، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ نے بڑے ہی دل نشین انداز میں اس کی منظر کشی کی ہے، آپ بھی پڑھیں، لکھتے ہیں:

'تصویر کشی آپ کے نزدیک حرام تھی، وہ حرام کو حرام ہی سمجھتے تھے، زمانے کے کسی انقلاب نے ان کے فکر متاثر نہیں کیا، مگر آج عالم ہی کچھ اور ہے، اقبال نے سچ کہا ہے:

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
کس درجہ ہوئے فقیہان حرم بے توفیق

آپ نے ساری عمر تصویر نہ کھینچوائی مگر حج بیت اللہ کے لیے تصویر لازمی تھی، کریں تو کیا کریں، مولیٰ کے دربار میں مولیٰ کا نافرمان بندہ بن کر حاضر ہونا بھی، کوئی حاجر ہونا ہے، اللہ! اللہ!! ان کی استقامت نے دنیا کے قانون بدل دیئے، تصویر سے مستثنیٰ قرار دیا گیا اور اسی شان سے حاضری ہوئی کہ دامن عصمت پر نافرمانی کا ایک دھبہ تک نہ تھا، آج جس کو دیکھو، فوٹو کھینچوا رہا ہے، شوق وذوق سے، بڑھ چڑھ کر، پوز بنا بنا کر، بہت سے دامن اس سے داغ دار ہیں'۔

[ماہنامہ 'استقامت' کان پور کا 'مفتی اعظم نمبر' ۱۹۸۳ء، ص: ۱۵۰]

چناچہ مفتی اعظم ہند کی درخواست پر نظر ثانی کر کے حکومت ہند نے مفتی اعظم ہند کو اس منحوس وملعون اور غیر منصوص قانون سے مستثنیٰ قرار دے دیا اور بمبئی حج کمیٹی اور جہاز کمپنی مغل لائن لمیٹڈ بمبئی کو آرڈر کر دیا کہ حضرت مفتی اعظم ہند کو بغیر فوٹو کے ہی جانے دیا جائے

،وزیر اعظم ہند کے انگریزی آرڈر کا ضروری اردو حصہ یہ ہے:

'جہاں تک اس درخواست کا تعلق ہے کہ حضرت مفتی اعظم ہند کو فارم پر فوٹو چسپاں کرنے سے مستثنیٰ رکھا جائے، اس سلسلے میں حکومت خصوصی مراعات کے ساتھ ان کی درخواست منظور کرتی ہے اور حج کمیٹی بمبئی اور مغل لائن لمٹیڈ بمبئی کو یہ تاکید کردی گئی ہے کہ اس درخواست کو بغیر فوٹو ہی قبول کیا جائے'۔

[تجلیات حضور مفتی اعظم، از قاری امانت رسول قادری، طبع پیلی بھیت، ص:۱۷]

مؤرخ بریلی اور محقق رضویات ڈاکٹر محمد عبد النعیم عزیزی مرحوم نے اس سفر موج ظفر کی دو روداد یں لکھی ہیں۔ مفہوم و ماجرا تو وہی ہے۔ البتہ پیرایہ بیان قدرے بدلا ہوا ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

'ذی قعدہ ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء کا وہ دن بڑا ہی مبارک اور وہ لمحہ نہایت سعید تھا جس وقت حضرت مفتی اعظم ہند اپنے در دولت سے سفر حج کے لیے روانہ ہوئے، غلاموں، شیدائیوں اور عقیدتمندوں کے ایک بڑے جلوس کے ساتھ نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت و نعرۂ غوثیت و رضویت اور حضور مفتی اعظم ہند زندہ باد کی گونج میں حضرت بریلی جنکشن پہنچے، جنکشن سے نوری مسجد تک کثیر انسانوں کا مجمع ایک لہریں مارتا ہوا سمندر نظر آ رہا تھا، ہر فرد دست بوسی اور قدم بوسی میں مصروف تھا، الہ آباد پسنجر پلیٹ فارم پر لگ چکی تھی، حضور کمپارٹ منٹ میں تشریف فرما تھے۔

غلاموں کا دل دھڑک رہا تھا، بس چند منٹ بعد ٹرین ان کے آقا کو تمام آقاؤں کے آقا و مولیٰ کے دربار کی طرف لے جائے گی، آنکھیں اشکبار تھیں مگر دل ہنس رہے تھے کہ ان کے سرکار خدا کے گھر اور محبوب خدا کے شہر میں حاضر ہونے جا رہے تھے، غلاموں کے لیے دعائے مغفرت اور ان کے لیے فیض و برکات کی سوغات لینے جا رہے تھے، آخر وقت آ گیا اور ٹرین اتراتی ہوئی اپنی انوکھی چال سے سنیوں کے البیلے اور نرالے سرکار کو منزل کی سمت لے گئی۔

دوسرے دن گیارہ بجے دوپہر کو حضور الہ آباد پہنچے اور وہاں سے شام کے وقت کاشی ایکسپریس سے بمبئی کے لیے روانہ ہو گئے، الہ آباد و بمبئی کے درمیان حضرت ٹرین میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ٹرین نے سیٹی دے دی۔ لیکن ایک ریلوے ملازم نے ڈرائیور کو اشارہ کیا تو ریل اس وقت تک ٹھہری رہی، جتنی دیر تک حضرت نے نماز ادا نہ کرلی، تیسرے روز حضرت بمبئی پہنچ گئے، حضرت کے ساتھ حج کے لیے ان کی اہلیہ محترمہ، مادر اہل سنت ایک عزیزہ، ان کے نواسے جناب خالد علی خان صاحب اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کے ایک نو عمر افریقی طالب علم جناب عبد الہادی صاحب بھی گئے تھے۔

خالد علی صاحب کے پاسپورٹ اور ویزا کی منظوری کا سلسلہ دو سال سے التوا میں پڑا تھا، لیکن جس وقت حضرت بمبئی پہنچے تو خالد علی صاحب کا پاسپورٹ ہاتھوں ہاتھ بن گیا، جو حضرت کی کرامت کا ایک ادنی سا نمونہ تھا اور اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات تھی جناب عبد الہادی صاحب کو ویزا مل جانا کیونکہ وہ بریلی شریف سے بغیر کسی تیاری کے حضرت کے ساتھ عازم حج ہو گئے تھے اور بمبئی پہنچ کر ویزا کے لیے کوشش کر رہے تھے، ہر کوئی اس نو عمر طالب علم کی دیوانگی پر ہنس رہا تھا کہ جہاز کی روانگی سے ڈیڑھ دو روز پہلے اسے ویزا کیسے مل سکے گا۔

لیکن حضرت کے اس فدائی اور عقیدت مند کو یقین کامل تھا کہ اس کا ویزا ضرور بنے گا اور وہ اپنے مرشد کے ساتھ حج و زیارت دربار شہ دوسرا سے ضرور مشرف ہوگا، کیوں کہ بریلی سے چلتے وقت جب انہوں نے اپنے مرشد برحق ولی کامل حضرت مفتی اعظم ہند سے اجازت لی تھی تو انہوں نے فرمادیا تھا چلو، اللہ تمہاری آرزو ضرور پوری کرے گا، آخر وہی ہوا جو حضرت مفتی اعظم ہند کے اس غلام کی خواہش تھی، ویزا مل گیا اور سب حیرت زدہ تھے۔

حضرت اپنی بمبئی کی قیام گاہ سے ایک شاندار جلوس کے ساتھ بندرگاہ پہنچے، پورا بندرگاہ تاجدار اہل سنت کے عقیدتمندوں اور غلاموں سے بھرا ہوا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پانی کے سمندر کی دوسری طرف انسانوں کا ایک دوسرا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے، پوری گودی نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت اور مفتی اعظم زندہ باد کے نعروں سے گونج رہی تھی، حضور مفتی اعظم ہند آخری جہاز محمدی سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے، جہاز کے تمام عملے نے حضرت کا استقبال نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ کیا، جہاز کے کپتان نے حضرت اور ان کے ساتھیوں کے لیے ہر طرح کی سہولت مہیا کردی تھی، جہاز میں یہ لوگ باقاعدہ پانچوں وقت کی نماز پابندی سے ادا کرتے تھے، جہاز کا انجینئر جو کہ مسلمان تھا، حضرت سے اس قدر متاثر ہوا کہ ان کی حج سے واپسی پر بمبئی میں ان سے مرید ہو گیا۔

[مفتی اعظم ہند، از ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، اختر بک ڈپو بریلی، طبع ششم ۱۹۸۱ء، ص:۱۲۴ تا ۱۲۶]

(جاری)

مفتی محمد صابر القادری فیضی*

ماہ رمضان المبارک کے فضائل ومعمولات

رمضان المبارک کے چند مشہور واقعات:

رمضان المبارک اسلامی سال کا نواں مہینہ ہے، رمضان شریف میں وقوع پذیر ہونے والے واقعات میں ایک یہ کہ یکم رمضان شریف سے جنت کے دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دئے جاتے ہیں اور شرکش شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔

رمضان المباک کی ۳رتاریخ کو حضرت سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والتسلیم پر صحائف نازل ہوئے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والتسلیم پر رمضان المبارک کی چھ تاریخ کو توریت شریف نازل ہوئی، رمضان المبارک کی اٹھارہ تاریخ کو سیدنا حضرت داؤدعلی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام پر زبور شریف نازل ہوئی، رمضان شریف کی ۱۳رتاریخ کو سیدنا حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوۃ والتسلیم پر انجیل شریف نازل ہوئی، رمضان المباک کی ستائسویں تاریخ میں حضرت امام الانبیاء والمرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن پاک نازل ہوا۔

رمضان شریف ہی کا وہ مقدس اور پاکیزہ مہینہ ہے جس میں، ۸ھ کو مکہ مکرمہ فتح ہوا رمضان شریف کی ستائسویں تاریخ کو جنگ بدر واقع ہوئی جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کیلئے فرشتے نازل ہوئے۔

رمضان شریف کے آخری دن میں اتنے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کیا جاتا ہے جتنا کہ پہلی رمضان سے آخری رمضان تک آزاد ہوتے ہیں (عجاب المخلوقات ص ۴۲) مشارق الانوار میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رمضان کا ایک دن شروع ہونے کو باقی رہ جاتا تو آپ لوگوں کو جمع فرما کر خطبہ دیتے کہ اے لوگوں رمضان آگیا اس کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اپنے کپڑے اچھے رکھو اس کی تعظیم اور حرمت کرو کیونکہ اس مہینہ میں ایک نیکی کی دو نیکیاں لکھی جاتی ہیں نماز روزہ تلاوت قرآن پاک کی کثرت کرو کیونکہ جس شخص نے اس مہینے میں قرآن عظیم بصدق پڑھا اس کو اللہ تعالیٰ ہر حرف کے عوض میں ایک باغ جنت میں عطا فرمائے گا اس کے درخت اس قدر عظیم الشان اور بلند وبالا ہونگے کہ دنیا میں اس کی مثال نہیں دیکھی جاسکتی، پتوں سے ڈھکے ہوں گے ہر پیڑ اللہ تبارک وتعالیٰ کلام مقدس میں ارشاد فرماتا ہے:

یا ایھا الذین امنو اکتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔

[پ ۲ ع ۷ رآیت ۱۸۳ سورہ بقرہ]

ترجمہ: اے ایمان والوں تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے اگلوں پر فرض ہوئے تھے کہ کہیں تمہیں پرہیز گاری ملے۔

[کنزالایمان ص ۴۲]

اور حدیث پاک میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہیکہ قال رسول اللہ ﷺ من صام رمضان من اولہ الی اٰخرہ خرج من ذنوبہ کیوم ولدتہ امہ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان المبارک کے روزے شروع سے آخر تک رکھا وہ گناہوں سے پاک ہو گیا گو یا کہ اس کی ماں نے اس کو ابھی پیدا کیا ہو رمضان المبارک بہت ہی فضیلت اور عظمت والا مہینہ ہے۔ (فضائل؛ شہور الصیام)

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مناجات کیا الٰہی کونسا مہینہ امت محمدیہ کو عطا ہوگا؟ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو رمضان المبارک کا مہینہ عطا کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب ذوالجلال کی بارگاہ میں عرض کیا، اس مہینے کی کیا فضیلت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہوا: اے موسیٰ! (علیہ السلام) رمضان المبارک کے مہینے کی فضیلت تمام مہینوں پر ایسی ہی ہے جیسا کہ میری فضیلت تمام بندوں پر ہے۔

اس ماہ مبارک کا جو روزہ رکھے اس ماہ مبارک کی عبادت

*مضمون نگار مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمٰن گنج بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

تمام آدمیوں کی اور تمام پریوں کی اور تمام مخلوق کی اس کے نامۂ اعمال کے بیچ لکھوں گا، حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلاۃ والتسلیم نے عرض کیا کہ الٰہی مجھکو بھی امت محمدیہ میں شامل کر کہ میں بھی اس ثواب سے محروم نہ رہوں۔

صاحب فضائل الشہور والصیام باب فضائل رمضان المبارک میں تحریر فرتے ہیں کہ جو رمضان المبارک میں روزے رکھے تو تمام فرشتے، پرندگان وحوش وطیور اور جو زمین کے اوپر ہیں اس روزے دار کے بخشش کی دعا مانگتے ہیں یہاں تک کہ درخت، پتھر، کلوخ یعنی ڈھیلا اور گھاس وغیرہ سب کے سب اس کے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں (ایضا)

حضور سرکار دوعالم علیہ التحیۃ والثناء کا فرمان عالی شان ہے کہ جس نے رمضان المبارک کا روزہ رکھا اس کو قیامت کے دن ایک ایسا زمرد کا مکان عطا فرئے گا جس مکان کے ایک ہزار دروازے ہونگے اور ہر ایک دروازے کے سامنے ایک ایسا درخت ہوگا کہ اگر سو برس تک سواری پر سوار ہوکر اس درخت کے سائے سے باہر نہیں نکل سکتے (مسند احمد بن حاکم) بقول حضرت خواجہ مظفر کہستانی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے:

"جاننا چاہے کہ روزے چند وجوہ پر ہیں۔(۱) روح اور دل کا یقینی ان دونوں کو یاد الٰہی میں مشغول رکھے (۲) روزہ عقل کا ہے یعنی خلاف عقل کوئی برا کام نہ کرے۔ اور تیسرا روزہ نفس امارہ کا ہے یعنی کھانے پینے کی چیزوں سے اسے روک رکھے شہوتوں کی چیزوں سے روکے"

آقائے کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ الصوم نصف الصبر والصبر نصف الایمان۔ یعنی روزہ آدھا صبر ہے اور صبر آدھا ایمان ہے۔

اور حضرت جنید رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں الصوم نصف الطریقۃ یعنی روزہ بھی آدھا طریقت ہے۔

اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ آنکھے کا روزہ یہ ہے کہ ان سے بری چیزیں نہ دیکھے۔ یعنی اپنی انکھوں کو بھلائی کی طرف رجوع کرے، یعنی ان سے قرآن شریف اور حدیث شریف دیکھ کر پڑھے نیز بدنگاہی سے بچے۔

آقائے کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے رمضان المبارک کے جمعہ کے دن عبادت کیا یا قرآن عظیم کی تلاوت کی تو اسے ایک ہزار سال کی عبادت سے زیادہ ثواب ملے گا۔

نبی کریم خاتم النبین ﷺ نے فرمایا کی جو رمضان المبارک میں روزے رکھے اور اہل وعیال کے ساتھ افطار کرے تو اللہ تعالیٰ مکہ شریف مدینہ شریف اور بیت المقدس میں روزہ رکھنے کا ثواب عطا فرمائے گا اور جو مکہ معظمہ میں روزے رکھے تو ستر ہزار حج، ستر ہزار عمرہ اور ستر ہزار رمضان المبارک کا ثواب پاتا ہے۔ اور جس نے مدینہ منورہ میں روزے رکھے اس کو اللہ تعالیٰ ہر ایک ایماندار آدمی کی تعداد کے مطابق ثواب عطا فرمائے گا اور اس سے اتنی ہی برائی کو دور فرمائے گا اتنے ہی اس کے درجے بلند فرمائے گا اور جو شخص بیت القدس میں روزے رکھے تو ساتوں آسمان کے فرشتے اور زمین کے فرشتے اس کے بخشش چاہتے ہیں۔

اور کانوں کا روزہ یہ ہے کہ ان سے فحش کلام اور بری باتوں کو نہ سنے بلکہ اللہ تعالیٰ ورسول اعظم ﷺ کی باتوں کو سنے، اپنی زبان کا روزہ یہ ہے کوئی بیہودہ بات نہ کہے چنانچہ حضرت علامہ نظام محمد الغزالی علیہ الرحمہ اپنی تصنیفات میں فرماتے ہیں کہ "ہر کہ سخن بسیار گوید در غیبت افتد" ہاتھوں کا روزہ یہ ہے کہ کوئی خلاف شرع کام نہ کرے، پیروں کا روزہ یہ ہے کہ غلط روی کے لئے قدم نہ اٹھیں، اچھے اور عمدہ کاموں کے لئے ہی قدم اٹھیں تاکہ خدا کی رضا اور خوشنودی حاصل ہو۔۔ (فضائل الشہور والصیام)

روزے کی فرضیت کا سبب:

روزے کی فرضیت کا سبب یوں ہوا کہ بادشاہ طہمورث کے زمانہ میں سخت قحط پڑ گیا اس نے دولتمندوں کو حکم فرمایا کہ غروب شمس کے بعد ایک ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اور دن کو سارا دن روکے رہیں تاکہ فقراء کے حال پر شفقت کا موقع ملے اور دولتمندوں کے دن کا طعام فقراء کو نصیب ہو اور پھر اس سے عبادت الٰہی کا بدلہ کہ اس کے سامنے تواضع، انکساری کا اظہار کریں۔

[تفسیر روح البیان ج ۱ص ۱۰۲]

فائدۂ روحانیہ:

روزہ رکھنے سے انسان جسمانیت کے تاریک وتنگ گوشہ (جسے نشاۃ ثانیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے) سے خارج ہو کر ملکوت السمٰوات میں داخل ہو جاتا ہے، حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ کوئی بھی ملکوت السمٰوات میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتا جب تک اس کی ولادت نہ ہو بلکہ مجاہدہ صوم ومشاہدہ

ربانی کا بہترین رابطہ ہے اسی کی طرف (حدیث قدسی کا بھی اشارہ ہے) روزہ میرے لئے اور میں ہی اسے جزا دونگا یعنی میں ہی اس کی جزا ہوں نہ اس میں زیادتی ہوگی نہ کمی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے زیارت کی روایت کو بھوک سے متعلق فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جب عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام نے خطاب فرمایا کہ تجوع ترانی بھوکے رہو تب مجھے دیکھو گے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ندارند تن پروراں آگہی
کہ برمعدہ باشکر زحمت تہی

ترجمہ: تن پرور شہوت پرستوں کو کسی قسم کی آگاہی نصیب نہ ہوگی اس لئے کہ جو پیٹ بھر کر کھائے گا۔ وہ حکمت سے محروم رہے گا۔

سوال: روزے کو حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کیا گیا؟

جواب: روزہ دار ریا سے پاک ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ایک مخفی معل ہے سوائے خدا تعالیٰ کے اسے کوئی نہیں جانتا لیکن شرط یہ ہے کہ بندہ روزہ کے وقت اپنے قلب اور سر اور روح کو ماسوا اللہ سے پاک رکھے اور خواص کے ہاں حقیقی روزہ بھی یہی ہے۔

حضرت مولانا روم قدس سرہ نے فرمایا:

ہر کرا دارد ہوسہا جان پاک
زود بیند حضرت والوان پاک

ترجمہ: جو اپنی روح کو خواہشات سے پاک رکھتا ہے وہ بہت جلد ذات حق کا مشاہدہ کرے گا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ اس کا مطلب حقیقتہ یہ ہے کہ رویت سے مراد مشاہدۂ حق ہے یعنی روزہ رکھو تو صرف مشاہدۂ حق کی آرزو کے لئے اور افطار کرو تو مشاہدۂ حق کی تمنا میں، روزہ دار کو چاہئے کہ وہ ظاہراً و باطناً ہر طرح کا روزہ رکھے مثال کے طور پر زبان کا روزہ جھوٹ اور فواحش اور غیبت سے اور آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ غفلت اور شک و شبہ سے بچے اور کان کا روزہ یہ ہے کہ مناہی و ملامی کے سننے سے محفوظ رہے، اسی طرح بقیہ اعضاء کا قیاس کرو۔

مثلاً نفس کا روزہ یہ ہے کہ وہ غلط تمنا اور حرص و شہوات سے بچے اور قلب کا روزہ یہ ہے کہ حب دنیا اور اس کے نقش و نگار میں نہ پھنسے اور روح کا روزہ یہ ہے کہ وہ آخرت اور اس کے لذات کے نشہ میں رہے اور سر کا روزہ یہ ہے کہ غیر اللہ کے وجود و اثبات کو معلوم کرے۔ [تفسیر روح البیان ج ۲ صفحہ ۱۰۳]

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں کل آٹھ رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ ان میں پانچ روزے انتیس دنوں کے ہوئے اور تین تیس دنوں کے۔

توضیح: رمضان کے روزے کا حکم نبوت کے پندرہ سال اور ہجرت کے تین سال بعد ہوا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اظہار نبوت کے بعد کلمۂ شہادت کا اعلان فرمایا جب اس کی مکمل تصدیق ہوگئی تو پھر نماز کا حکم فرمایا جب اس کی تصدیق ہوگئی پھر زکوٰۃ کا اعلان فرمایا اور جب اس کی تصدیق ہوگئی پھر روزے کا اعلان فرمایا جب اس کی تصدیق ہوگئی پھر حج کا اعلان فرمایا، جب اس کی تصدیق ہوگئی پھر جہاد کا اعلان فرمایا، اس کے بعد دین مکمل ہوگیا۔

فائدہ: فقرا کی وجہ سے دولتمندوں پر سب سے پہلے روزے کا حکم طہمورث بادشاہ کے زمانے میں فرض ہوا جو بنی آدم کے بادشاہوں میں تیسرا بادشاہ گزرا ہے۔

توضیح: حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ یاایھا الذین کا ارشاد سنائی دے تو غفلت کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس لئے اس کے بعد یا تو کسی امر کے لئے مامور فرمائے گا یا کسی برے عمل سے روکے گا حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حرف ندا کی لذت عبادت کی تکلیف کو دور کر دیتی ہے۔ اور اسی میں ایک لطیف اشارہ بھی ہے کہ محب کو چاہئے کہ اپنے محبوب کا ہر حکم مانے خواہ وہ فرمائے کہ اپنے آپ کو آگ میں ڈال دے تو محب کو چاہئے کی فوراً آگ میں چلا جائے۔ [غنیۃ الطالبین]

روزہ کے اصطلاحی معنی:

(۱) اہل شرع کے نزدیک دن کو کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کا نام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں نیت بھی روزہ کی ہو اور روزہ میں ان روکاوٹوں میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان اشیاء کو نفس خوب چاہتا ہے اس کی مخالفت کی بنا پر ان اشیاء سے روکا گیا یہ عوام کا روزہ ہے۔ (۲) خواص کے نزدیک تمام منہیات سے رکنے کا نام روزہ ہے (۳) اخص الخواص کا روزہ ترک ماسوی اللہ کا

نام ہے۔[تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۹۸]

کما کتب علی الذین من قبلکم

یعنی دوسرے انبیاء اوران کی امتوں پر جیسے روزہ فرض ہوا یعنی حضور سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اس میں حکم کی تاکید اوراس کی ترغیب اورنفوس کوخوش کرنا ہے،اس لئے کہ روزہ ایک مشقت بھری عبادت ہے اورضابطہ ہے کہ جب مشقت بھری عبادت عام ہوجائے تووہ آسان معلوم ہوتی ہے پھر اس کی ادائیگی میں ہرایک کورغبت ہوتی ہے۔

توضیح: یہ تشبیہ اصل روزہ میں ہے نہ کہ اس کی مقدار میں اور نہ ہی وقت کی تعین میں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں ایام بیض کے روزے فرض تھے۔اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں عاشورہ کے روزے فرض تھے۔اور یہ بھی ہے کہ تشبیہ میں من کل الوجوہ برابری نہیں ہوتی ہے مثلاہم دعاء میں کہتے ہیں:اللھم صلی علی محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم و علی آل ابراھیم اسی طرح انکم سترون ربکم کاالقمر لیلۃ البدر

ایام بیض کی فضیلت:

حضرت عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے والدہارون بن غترسے بالا ستادحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاقول نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایاایک روزٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حجرہ مبارکہ میں تشریف فرما تھے میں حاضر خدمت ہوااور سلام عرض کیا آپ نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا کہ یہ جبریل ہیں ـــ تم کو سلام کررہے ہیں،میں نے کہا:وعلیک وعلیہ السلام یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم حضور نے فرمایا:مجھ سے قریب ہوجاؤ(میرے نزدیک آجاؤ)میں حضور کے قریب پہنچ گیا،آپ نے فرمایا:علی!جبریل تم سے کہہ رہے ہیں کہ ہرمہینے میں تین روزے رکھا کرو پہلے دن کے روزے کے عوض دس ہزار سال کے روزے دوسرے روزے کے عوض تیس ہزار سال کے اورتیسرے دن کے روزے کے عوض ایک لاکھ برس کے روزے تمہارے لئے لکھے جائیں گے(یعنی ان کا ثواب ملے گا) میں نے عرض کیا:یارسول اللہ!اس ثواب کی تخصیص میرے ہی ساتھ ہے یاسب لوگوں کے لئے یہ عام ہے؟آپ نے فرمایا:علی! تم کواس کا بھی ثواب ملے گااورتمہارے بعدجواس پرعمل کرے گا اس کوبھی یہی ثواب ملے گا،میں نے عرض کیا:یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وہ کون سے دنوں کے روزے ہیں؟حضور نے فرمایا:ایام بیض کے یعنی ہرمہینہ کی تیرہ،چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے ہیں۔

[غنیۃ الطالبین ص ۳۵]

ان دنوں کوایام بیض کیوں کہتے ہیں:

راویٔ حدیث غترہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ان دنوں کو ایام بیض کیوں کہتے ہیں؟حضرت علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کوجنت سے زمین پراتاراتو آپ کا جسم اقدس تمازت آفتاب سے جل گیااورساراجسم سیاہ پڑگیااس وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اورحضرت آدم سے دریافت کیا:کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا جسم پھرگورا ہوجائے؟توحضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا:ہاں!تب آپ سے کہا گیا کہ آپ تیرہ،چودہ اور پندرہ تاریخ کوروزہ رکھا کریں،حضرت آدم علیہ السلام نے پہلا روزہ رکھا تو آپ کاایک بٹےتین جسم سفید ہوگیا دوسراروزہ رکھا تو دوبٹےتین اورتیسرے روزے پرکل جسم کی کھال گوری ہوگئی اس وجہ سے ان دنوں کوایام بیض کہتے ہیں پس حضرت آدم علیہ السلام ہی وہ پہلے شخص ہیں جن پرتین روزے فرض ہوئے تھے۔

[غنیۃ الطالبین]

نصاریٰ اورمسلمانوں کے روزں کامہینہ:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر علمائے مفسرین کا قول ہے الذین من قبلکم سے مرادنصاریٰ ہیں ہمارے روزے نصاریٰ کے روزوں سے اس لئے مشابہ ہیں کہ نصاریٰ اورمسلمانوں کے روزوں کامہینہ اوران کی تعداد یکساں تھی، ان پربھی ماہ رمضان کے روزے فرض تھےمگرسخت گرمی اورسخت سردی میں روزے رکھنا ان پر بہت دشوار تھا پھرروزے سفر کی حالت میں اورکسب معاش میں بھی خلل انداز ہوتے تھے اس لئے ان کے علماء(قیسین)اورسرداروں نے باتفاق رائے یہ طے کرلیا کہ ہرسال سردی اورگرمی کے موسموں کے درمیان(موسم بہار) روزں کاوقت مقررکرلیاجائے،چنانچہ انہوں نے موسم بہارکوموسم قرارٹھرالیاانھوں نے جویہ تبدیلی کی تھی اس کے کفارے میں دس روزے زیادہ کرلئے اس طرح ان کے چالیس روزے ہوگئے، کچھ مدت کے بعدعیسائیوں کا بادشاہ دردذہن کی بیماری میں مبتلا

ربانی کا بہترین رابطہ ہے اسی کی طرف (حدیث قدسی کا بھی اشارہ ہے) روزہ میرے لئے اور میں ہی اسے جزا دونگا یعنی میں ہی اس کی جزا ہوں نہ اس میں زیادتی ہوگی نہ کمی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے زیارت کی روایت کو بھوک سے متعلق فرمایا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جب عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام نے خطاب فرمایا کہ تجوع ترانی بھوکے رہو تب مجھے دیکھوگے۔

حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ندارند تن پروراں آگہی
کہ پرمعدہ باشکر زحمت تہی

ترجمہ: تن پرور شہوت پرستوں کو کسی قسم کی آگاہی نصیب نہ ہوگی اس لئے کہ جو پیٹ بھر کر کھائے گا۔ وہ حکمت سے محروم رہے گا۔

سوال: روزے کو حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں منسوب کیا گیا؟

جواب: روزہ دار ریا سے پاک ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ایک مخفی معل ہے سوائے خدا تعالیٰ کے اسے کوئی نہیں جانتا لیکن شرط یہ ہے کہ بندہ روزہ کے وقت اپنے قلب اور سر اور روح کو ماسوا اللہ سے پاک رکھے اور خواص کے ہاں حقیقی روزہ بھی یہی ہے۔

حضرت مولانا روم قدس سرہ نے فرمایا:

ہر کرا دارد ہوسہا جان پاک
زود بیند حضرت والوان پاک

ترجمہ: جو اپنی روح کو خواہشات سے پاک رکھتا ہے وہ بہت جلد ذات حق کا مشاہدہ کرے گا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته اس کا مطلب حقیقۃ یہ ہے کہ رویت سے مراد مشاہدۂ حق ہے یعنی روزہ رکھو تو صرف مشاہدۂ حق کی آرزو کے لئے اور افطار کرو تو مشاہدۂ حق کی تمنا میں، روزہ دار کو چاہئے کہ وہ ظاہراً و باطناً ہر طرح کا روزہ رکھے مثال کے طور پر زبان کا روزہ جھوٹ اور فواحش اور غیبت سے اور آنکھ کا روزہ یہ ہے کہ غفلت اور شک و شبہ سے بچے اور کان کا روزہ یہ ہے کہ مناہی وملاہی کے سننے سے محفوظ رہے، اسی طرح بقیہ اعضاء کا قیاس کرو۔

مثلاً نفس کا روزہ یہ ہے کہ وہ غلط تمنا اور حرص وشہوات سے بچے اور قلب کا روزہ یہ ہے کہ حب دنیا اور اس کے نقش ونگار میں نہ پھنسے اور روح کا روزہ یہ ہے کہ وہ آخرت اور اس کے لذات کے نشہ میں رہے اور سر کا روزہ یہ ہے کہ غیر اللہ کے وجود واثبات کو معلوم کرے۔ [تفسیر روح البیان ج ۲ صفحہ ۱۰۳]

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں کل آٹھ رمضان المبارک کے روزے رکھے۔ ان میں پانچ روزے انتیس دنوں کے ہوئے اور تین تیس دنوں کے۔

توضیح: رمضان کے روزے کا حکم نبوت کے پندرہ سال اور ہجرت کے تین سال بعد ہوا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اظہار نبوت کے بعد کلمۂ شہادت کا اعلان فرمایا جب اس کی مکمل تصدیق ہوگئی تو پھر نماز کا حکم فرمایا جب اس کی تصدیق ہوگئی پھر زکوۃ کا اعلان فرمایا اور جب اس کی تصدیق ہوگئی پھر روزے کا اعلان فرمایا جب اس کی تصدیق ہوگئی پھر حج کا اعلان فرمایا، جب اس کی تصدیق ہوگئی پھر جہاد کا اعلان فرمایا، اس کے بعد دین مکمل ہوگیا۔

فائدہ: فقرا کی وجہ سے دولتمندوں پر سب سے پہلے روزے کا حکم طمہورث بادشاہ کے زمانے میں فرض ہوا جو بنی آدم کے بادشاہوں میں تیسرا بادشاہ گزرا ہے۔

توضیح: حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ یاایہا الذین کا ارشاد سنائی دے تو غفلت کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس لئے اس کے بعد یا تو کسی امر کے لئے مامور فرمائے گا یا کسی برے عمل سے روکے گا حضرت جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حرف ندا کی لذت عبادت کی تکلیف کو دور کر دیتی ہے۔ اور اسی میں ایک لطیف اشارہ بھی ہے کہ محب کو چاہئے کہ اپنے محبوب کا ہر حکم مانے خواہ وہ فرمائے کہ اپنے آپ کو آگ میں ڈال دے تو محب کو چاہئے کہ فوراً آگ میں چلا جائے۔ [غنیۃ الطالبین]

روزہ کے اصطلاحی معنی:

(۱) اہل شرع کے نزدیک دن کو کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کا نام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں نیت بھی روزہ کی ہو اور روزہ میں ان روکاوٹوں میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان اشیاء کو نفس خوب چاہتا ہے اس کی مخالفت کی بنا پر ان اشیاء سے روکا گیا یہ عوام کا روزہ ہے۔ (۲) خواص کے نزدیک تمام منہیات سے رکنے کا نام روزہ ہے (۳) اخص الخواص کا روزہ ترک ماسویٰ اللہ کا

نام ہے۔ [تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۹۸]

كما كتب على الذين من قبلكم

یعنی دوسرے انبیاء اور ان کی امتوں پر جیسے روزہ فرض ہوا یعنی حضور سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اس میں حکم کی تاکید اور اس کی ترغیب اور نفوس کو خوش کرنا ہے، اس لئے کہ روزہ ایک مشقت بھری عبادت ہے اور ضابطہ ہے کہ جب مشقت بھری عبادت عام ہو جائے تو وہ آسان معلوم ہوتی ہے پھر اس کی ادائیگی میں ہر ایک کو رغبت ہوتی ہے۔

توضیح: یہ تشبیہ اصل روزہ میں ہے نہ کہ اس کی مقدار میں اور نہ ہی وقت کی تعیین میں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے میں ایام بیض کے روزے فرض تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں عاشورہ کے روزے فرض تھے۔ اور یہ بھی ہے کہ تشبیہ میں من کل الوجوہ برابری نہیں ہوتی ہے مثلاً ہم دعاء میں کہتے ہیں: اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما صليت على ابراهيم و على آل ابراهيم اسی طرح انكم سترون ربكم كالقمر ليلة البدر

ایام بیض کی فضیلت:

حضرت عبد الملک رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے والد ہارون بن عنترہ سے بالا ستاد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک روز ٹھیک دوپہر کے وقت جبکہ حضور سرور عالم ﷺ حجرہ مبارکہ میں تشریف فرما تھے میں حاضر خدمت ہوا اور سلام عرض کیا آپ نے سلام کا جواب دینے کے بعد فرمایا کہ یہ جبریل ہیں ۔۔۔ تم کو سلام کر رہے ہیں، میں نے کہا: وعلیک وعلیہ السلام یارسول اللہ ﷺ حضور نے فرمایا: مجھ سے قریب ہو جاؤ (میرے نزدیک آجاؤ) میں حضور کے قریب پہنچ گیا، آپ نے فرمایا: علی! جبریل تم سے کہہ رہے ہیں کہ ہر مہینے میں تین روزے رکھا کرو پہلے دن کے روزے کے عوض دس ہزار سال کے روزے دوسرے روزے کے عوض تیس ہزار سال کے اور تیسرے دن کے روزے کے عوض ایک لاکھ برس کے روزے تمہارے لئے لکھے جائیں گے (یعنی ان کا ثواب ملے گا) میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس ثواب کی تخصیص میرے ہی ساتھ ہے یا سب لوگوں کے لئے یہ عام ہے؟ آپ نے فرمایا: علی! تم کو اس کا بھی ثواب ملے گا اور تمہارے بعد جو اس پر عمل کرے گا اس کو بھی یہی ثواب ملے گا، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ وہ کون سے دنوں کے روزے ہیں؟ حضور نے فرمایا: ایام بیض کے یعنی ہر مہینہ کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے ہیں۔

[غنیۃ الطالبین ص ۳۵]

ان دنوں کو ایام بیض کیوں کہتے ہیں:

راوئ حدیث عنترہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ ان دنوں کو ایام بیض کیوں کہتے ہیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جنت سے زمین پر اتارا تو آپ کا جسم اقدس تمازت آفتاب سے جل گیا اور سارا جسم سیاہ پڑ گیا اس وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور حضرت آدم سے دریافت کیا: کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا جسم پھر گورا ہو جائے؟ تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا: ہاں! تب آپ سے کہا گیا کہ آپ تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھا کریں، حضرت آدم علیہ السلام نے پہلا روزہ رکھا تو آپ کا ایک بٹے تین جسم سفید ہو گیا دوسرا روزہ رکھا تو دو بٹے تین اور تیسرے روزے پر کل جسم کی کھال گوری ہو گئی اس وجہ سے ان دنوں کو ایام بیض کہتے ہیں پس حضرت آدم علیہ السلام ہی وہ پہلے شخص ہیں جن پر تین روزے فرض ہوئے تھے۔

[غنیۃ الطالبین]

نصاریٰ اور مسلمانوں کے روزں کا مہینہ:

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر علمائے مفسرین کا قول ہے الذین من قبلکم سے مراد نصاریٰ ہیں ہمارے روزے نصاریٰ کے روزوں سے اس لئے مشابہ ہیں کہ نصاریٰ اور مسلمانوں کے روزوں کا مہینہ اور ان کی تعداد یکساں تھی، ان پر بھی ماہ رمضان کے روزے فرض تھے مگر سخت گرمی اور سخت سردی میں روزے رکھنا ان پر بہت دشوار تھا پھر روزے سفر کی حالت میں اور کسب معاش میں بھی خلل انداز ہوتے تھے اس لئے ان کے علماء (قیسین) اور سرداروں نے باتفاق رائے یہ طے کر لیا کہ ہر سال سردی اور گرمی کے موسموں کے درمیان (موسم بہار) روزں کا وقت مقرر کر لیا جائے، چنانچہ انہوں نے موسم بہار کو موسم قرار ٹھرالیا انھوں نے جو یہ تبدیلی کی تھی اس کے کفارے میں دس روزے زیادہ کر لئے اس طرح ان کے چالیس روزے ہو گئے، کچھ مدت کے بعد عیسائیوں کا بادشاہ درد دہن کی بیماری میں مبتلا

ہوا، اس نے اللہ تعالیٰ سے منت مانی کہ اگر اسے شفاء ہوجائے تو وہ اس تعداد میں سات دن کا اضافہ کردے گا چنانچہ اس کے حکم سے ایک ہفتے کا اضافہ کردیا گیا اس کے بعد کے بادشاہ نے سیتالیس کے بجائے پورے پچاس دن کے روزے کردئے، حضرت مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ان میں وبا پھیلی اور بہت سے لوگ مرگئے تو بادشاہ نے کہا کہ روزوں کی تعداد بڑھادو اس طرح لوگوں نے دس اور بڑھادئے، پھر اس کے بعد دس اور بڑھا لئے حضرت شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اگر تمام سال روزے رکھوں تو یوم شک میں نہیں رکھوں گا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری طرح نصاریٰ پر بھی ماہ رمضان کے روزے فرض کئے گئے تھے تو انھوں نے ان روزوں کو موسم بہار میں کردیا۔

یوم شک سے مراد ہے شعبان کی ۳۰ تاریخ ایسی صورت میں کہ مطلع ابر آلود تھا، چاند نظر نہیں آیا تھا تو کوئی اس کو شعبان کی ۳۰ تاریخ کہے گا اور کوئی اس کو رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کہے گا یعنی رمضان کو دوسرے موسم سے تبدیل کرلیا کیونکہ گرمی کے زمانے کو نہ شمار کرکے ۳۰ روزے رکھ لیا کرتے تھے ان کے بعد جب دوسرے لوگ آئے (دوسری نسل) تو ان کو اپنی طاقت پر بڑا اعتماد تھا اس لئے انھوں نے رمضان شریف سے پہلے ایک یا دو دن کے روزے رکھنا شروع کردئے ان کے بعد آنے والوں نے بھی اگلے لوگوں کی پیروی میں ایک ایک دو دو روزں کا اضافہ شروع کیا یہاں تک کہ پورے پچاس دن کرلئے آیت: کما کتب علی الذین من قبلکم کا مطلب یہی ہے اور لعلکم تتقون کے معنی ہیں کہ تم کھانے پینے اور ہمبستری سے ان ایام میں باز رہو۔ مفسرین کرام کا ارشاد ہے کہ جب سرور عالم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور سرور عالم ﷺ اور عام مسلمانوں پر عاشورہ کے دن کا اور ہر مہینہ میں تین دن کے روزے فرض کئے جبکہ بدر سے ایک ماہ اور چند روز قبل رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم نازل ہوا جس سے مذکورہ روزے منسوخ ہو گئے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ایاماً معدودات (گنتی کے دن ہیں) سے یہی ماہ رمضان کے ۲۹، ۳۰ دن مراد ہیں حضرت ابن عمر بن سعد العاص رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین سے مروی ہے کہ انھوں نے ابن عمر سے مرفوعاً بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اور میری امت امی ہے ہم نہ حساب کر سکتے ہیں اور نہ حساب لکھ سکتے ہیں کہ مہینہ اتنا اتنا یا اتنا ہے حضور نے دست مبارک کی تمام انگلیاں کھولکر سامنے بتایا کہ مہینہ اتنا اتنا اور اتنا ہوتا ہے (یعنی تیس دن کا) شہر کے معنی مہینے کے ہیں یہ لفظ شہرت سے بنا ہے اور اس کے معنی ہیں مشہور ہونا اور سفیدی، طلوع اور اونچا کرنا چنانچہ کہتے ہیں شہرت السیف میں نے تلوار نیام سے نکال لی اور اونچی کی شہر الہلال پہلی تاریخ کا چاند نکل آیا۔ ■■■

ص ۳۸/ کا بقیہ

رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر اس لئے مقرر فرمایا تاکہ لغو اور بیہودہ کلام سے روزہ کی طہارت ہوجائے اور دوسری طرف مساکین کے لئے خوراک ہوجائے۔[ابوداؤد جلد اول صفحہ ۲۲۷] ہم سب کو چاہئے کہ صدقہ فطر عید سے پہلے ادا کریں، عید کے دن گویا مزدوری ملنے کا دن ہے، عید کے دن معاشرے کے پسماندہ اور محروم لوگوں کو اپنی خوشی میں شامل کرنا چاہئے تاکہ ان کی بھی عید ہوجائے، اللہ ہم تمام مسلمانوں کو صدقہ فطر وزکوٰۃ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین اور روزوں کے فوائد سے مالا مال فرمائے آمین! ثم آمین! ■■■

مولانا محمد انیس عالم سیوانی*

اسلام میں زکوٰۃ کا نظام اور اس کی ضرورت

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا، اور زکوٰۃ دینا، اور بیت اللہ شریف کا حج کرنا، اور رمضان کا روزہ رکھنا۔

[المنتقیٰ من حدیث المصطفی، بحوالہ احمد، مسلم، ابن خزیمہ]

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے، قرآن پاک میں اکثر مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ زکوٰۃ کا حکم اسلام میں کتنی اہمیت رکھتا ہے اس کا اندازہ درج ذیل حدیث مبارکہ سے لگایا جاسکتا ہے، حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر خلیفہ بنائے گئے اور اہل عرب میں سے کچھ لوگ مرتد ہو گئے تو حضرت عمر بن خطاب نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ کیسے آپ لوگوں کے ساتھ قتال کریں گے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں تو جس نے لا الہ الا اللہ کہا تو اس کا مال اور اس کی جان مجھ سے محفوظ ہے مگر اس کے حق کے ساتھ اور اس کا حساب اللہ پر ہے تو فرمایا ابو بکر نے قسم خدا کی ضرور ضرور میں قتال کروں گا اس سے جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا۔

بے شک زکوٰۃ مال کا حق ہے قسم خدا کی جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ باندھنے کی رسی دیتے تھے اور اگر آج مجھے دینے سے منع کریں تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ (المنتقیٰ من حدیث المصطفی) حضرت ابو بکر کے اس طرز عمل سے سمجھ میں آتا ہے کہ زکوٰۃ کی اسلام میں کتنی اہمیت ہے۔ کسی بھی نظام کو برقرار رکھنے کیلئے اور اسے اپنی منزل تک پہنچانے کیلئے مال کی ضرورت پڑتی ہے، بغیر مال کے کوئی حکومت نہیں چل سکتی اور نہ کوئی نظام قائم رہ سکتا ہے۔ حتی کہ انسانی زندگی کی بقا اور نشو نما میں بھی مال کا کردار اہم ہے۔ زکوٰۃ کا حکم مجمل طور پر سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۳/ میں دیا گیا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کو متقیوں کے اوصاف میں شمار کرایا گیا، اللہ رب العزت کا ارشاد پاک ہے، وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں اس میں ہدایت ہے ڈر والوں کو جو بے دیکھے ایمان لائیں اور نماز قائم رکھیں اور ہماری دی ہوئی روزی میں سے ہماری راہ میں اٹھائیں (کنز الایمان، بقرہ، آیت نمبر ۲/۳/) ومما رزقنہم ینفقون کی تفسیر میں صاحب جلالین نے لکھا ہے "فی طاعۃ اللہ" یعنی اللہ کی بندگی میں خرچ کریں گویا کہ صرف خرچ کرنا کافی نہیں ہے بلکہ جو کچھ خرچ کیا جائے اس سے مقصود حکم الٰہی کو بجالانا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کرنا ہو، تفسیر بیضاوی میں رزقنہم کے تحت لکھا ہے رزق لغت میں حصہ کو کہتے ہیں اور عرف میں مخصوص ہے ان تمام چیزوں کے ساتھ جن سے جاندار فائدہ حاصل کرتا ہے، یہی چیز تفسیر نعیمی میں بھی مذکور ہے، زکوٰۃ کا بالتصریح حکم نماز کے ساتھ دیا گیا، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو"

[کنز الایمان، البقرۃ، آیت نمبر ۴۳]

زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم مدینہ منورہ میں ۲/ ہجری میں نازل ہوا، اُسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت عید الفطر کی نماز ادا فرمائی، نیز اسی سال صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم ہوا، اور اُسی سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۰/ ذی الحجہ کو عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد دو مینڈھوں کی قربانی ادا فرمائی، دو ہجری ہی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ کا نکاح حضرت علی سے فرمایا۔ (سیرۃ المصطفی ص۔ ۱۹۰/۱۹۱)

زکوٰۃ کے لفظی معنی ہیں بڑھنا اور پاک ہونا، زکوٰۃ ادا کرنے سے مال پاک وصاف ہوجاتا ہے اور اس سے مال اور عمر میں

*مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن لکھنؤ کے ڈائریکٹر ہیں۔

برکت ہوتی ہے۔ تفسیر کبیر نے اس جگہ فرمایا صدقہ وخیرات میں چھ فائدے ہیں۔ تین دنیا میں اور تین آخرت میں۔ دنیا میں۔ رزق میں برکت، مال میں زیادتی اور گھر میں آبادی ہوتی ہے اور آخرت میں صدقہ عیبوں کو چھپائے گا، قیامت کی دھوپ سے بچائے گا اور آگ سے آڑ بنے گا (تفسیر نعیمی) تفسیر بیضاوی میں آیا ہے الزکوۃ من زکاۃ الزرع اذا نما یعنی زکوۃ یا تو زکا سے بنا ہے کہ جب بڑھ جائے تو چھانٹنا اور اس کا فائدہ ذکر کیا کہ زکوۃ نکالی جاتی ہے مال میں برکت حاصل کرنے اور نفس کو احسان کی زیادتی سے مستفید ہونے کے لئے اور یا تو یہ لفظ الزکاء سے بنا ہے جس سے مراد طہارت ہے۔

بے شک زکوۃ مال کو خباثت اور پلیدگی سے اور نفس کو بخالت کی برائی سے پاک کرتا ہے (تفسیر بیضاوی) بعض ظاہر پرست اور ماڈرن لوگوں کو خیال ہے کہ زکوۃ ادا کرنے سے مال کم ہوجاتا ہے یا یہ کہ اس کے ادا کرنے سے ادا کرنے والوں کو دنیا میں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ حالانکہ واقعہ اس کے برخلاف ہے جس طرح ناخن کو آدمی کاٹ دیتا ہے، سر اور مونچھ کے بال کتروا دیتا ہے پھر تھوڑے دنوں بعد ناخن بھی بڑھ جاتا ہے اور بال بھی بڑے ہوجاتے ہیں۔ درختوں کو جھاڑتے ہیں، بے ترتیب شاخوں کو چھانٹتے ہیں اس کی حکمت بھی یہی ہے کہ اس سے درخت مزید تناور ہوتے ہیں، یہی مثال ہے زکوۃ ادا کرنے والوں کی جس قدر وہ اللہ کی راہ میں زکوۃ، صدقات اور خیرات کی شکل میں خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے کئی گنا زائد انہیں عطا فرماتا ہے جس کی مثال قرآن حکیم میں یوں مذکور ہے "جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی کہاوت اس دانہ کی ہے جس سے سات بالیں نکلیں، ہر بال میں سو دانے اور اللہ جسے چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے اور اللہ وسعت والا بڑا علم والا ہے" [البقرہ آیت نمبر ۲۶۱] حکومتیں اپنی رعایا سے ٹیکس وصول کرتی ہیں اس کے بدلے میں اپنی عوام کو شہری سہولیات فراہم کراتی ہیں، ان کی جان ومال اور عزت کی حفاظت کرتی ہیں اسلام نے بھی نظام حکومت کو چلانے نیز معاشرے میں یکسانیت قائم رکھنے، غریب، پسماندہ اور مفلوک الحال لوگوں کی ضروریات کو پوری کرنے کے لیے صاحب حیثیت (مالک نصاب) لوگوں کو زکوۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ مصارف زکوۃ کو بیان کرتے ہوئے قرآن کریم میں فرمایا گیا "صدقات فقرا اور مساکین کے لیے ہیں اور ان کے لئے جو اس کے وصولنے پر مامور ہیں اور وہ جن کے قلوب کی تالیف مقصود ہے (ابتدائے اسلام میں ان لوگوں کو بھی زکوۃ کا مال دیا جاتا تھا جن کے بارے میں یہ امید ہوتی کہ یہ مال کے سبب ایمان لا سکتے ہیں بعد میں یہ حکم منسوخ ہوگیا) اور گردن چھڑانے میں اور تاوان والوں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور مسافر کے لیے یہ اللہ کی طرف سے مقرر کرنا ہے اور اللہ علم وحکمت والا ہے" [التوبہ آیت نمبر ۶۰]

اردو زبان میں فقہ ومسائل کی مشہور کتاب بہار شریعت میں زکوۃ کے مصارف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے، زکوۃ کے مصارف سات ہیں (۱) فقیر (۲) مسکین (۳) عامل یعنی جسے بادشاہ اسلام نے زکوۃ اور عشر وصولنے کے لیے مقرر کیا ہو (۴) مکاتب غلام تاکہ وہ بدل کتابت ادا کرکے آزادی حاصل کرسکے۔ (۵) غارم یعنی مدیون جو مقروض ہوا اتنا کہ قرض ادا کرنے کے بعد مالک نصاب نہ رہے۔ (۶) فی سبیل اللہ جیسے جہاد اور علم دین حاصل کرنے والوں کی مدد کرنا (۷) مسافر یعنی جس کا زاد سفر راستے میں ختم ہوگیا ہو۔

زکوۃ ادا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ زکوۃ دینے والا فقیر کو اپنے مال کے اس حصے کا مالک بنائے جسے وہ ادا کرنا چاہتا ہے، اس لیے اگر کسی نے کسی فقیر کو کھانا کھلا دیا تو اس سے زکوۃ ادا نہیں ہوئی ہاں اگر اسے کھانا دیدے تو ادا ہوجائے گی۔ زکوۃ کی رقم اپنے اصول یعنی ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی اور فروع یعنی بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی اور اسی طرح شوہر اور بیوی کو دینے سے زکوۃ ادا نہیں ہوتی۔

عام طور پر لوگ رمضان کے مہینے میں زکوۃ نکالتے ہیں، اس لیے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے رمضان میں اعمال کا ثواب بڑھا دیا جاتا ہے، لیکن رمضان کا مہینہ بناوٹی فقیروں، سائلوں اور زکوۃ خوروں کے لیے سال بھر عیاشی کے لیے دولت جمع کرنے کا مہینہ بن گیا ہے، وہ لوگ جنہیں قطعاً زکوۃ کا مال نہیں لینا چاہیے وہ بھی نت نئے حربوں سے زکوۃ کی رقم وصول کر عیش کرتے ہیں۔

ممبئی جیسے بڑے شہر چندہ کرنے والوں سے اس طرح مہک اٹھتے ہیں جس طرح بازار مچھلیوں سے، لوگ انہیں دیکھ کر آنکھیں چراتے ہیں، ہر ہر گاؤں اور محلے میں ضرورت وبلا ضرورت لوگوں نے مدرسے سے مکتب قائم کرلیے ہیں۔۔۔۔۔۔ (بقیہ ص ۱۱ پر)

مفتی ڈاکٹر ساحل سہسرامی *

سادات کرام کو زکوٰۃ دینا ناجائز و حرام

زکوٰۃ کی فرضیت کا مقصد یہ ہے کہ مالی سطح پر جو آلودگیاں در آتی ہیں، اس سے مسلمانوں کے سرمائے کی طہارت ہو جائے اور مال ایک ہاتھ میں ہی نہ رہے بلکہ وہ امت مسلمہ کے درمیان گردش کرتا رہے تاکہ افراط زر کی صورت نہ پیدا ہونے پائے جو معاشرے میں مختلف قسم کی خرابیوں کا باعث ہوتی ہے۔ زکوٰۃ اور صدقات کے ذریعہ جہاں اپنے مال کی طہارت ہوتی ہے، وہیں دل بھی مال کی محبت سے آزاد ہوتا جاتا ہے اور یوں انسان کی قلبی اور روحانی طہارت بھی ہوتی ہے۔ اس کی تائید اس آیت کریمہ سے ہوتی ہے: ان کے مال سے صدقہ لو، اس کی وجہ سے انہیں پاک اور ستھرا بنا دو [سورۂ توبہ:۱۰۳] اس آیت کریمہ میں لفظ صدقہ سے مراد زکوٰۃ ہے۔ تفسیر خازن اور احکام القرآن میں حضرت امام ابوبکر جصاص رازی علیہ الرحمہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ اس کی تائید حضرت امام مسلم علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی کہ آپ نے حضرات سادات کرام پر زکوٰۃ کی حرمت کے لئے مسلم شریف میں جو باب قائم کیا ہے، اس میں درج ساری احادیث مبارکہ میں لفظ صدقہ ہی وارد ہوا ہے۔

مسلم شریف کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں: ''باب تحریم الزکوٰۃ علی رسول اللہ ﷺ وعلیٰ آلہ وھم بنو ہاشم الخ۔ (رسول اللہ ﷺ اور آپ کی آل پر زکوٰۃ کا حرام ہونے کی تفصیل پر یہ باب مشتمل ہے)

اس کے بعد حضرت امام مسلم نے دس احادیث مبارکہ ذکر فرمائیں اور ان سب میں لفظ صدقہ وارد ہوا ہے۔ اسکا صاف مطلب ہے کہ مفسرین اور محدثین لفظ صدقہ سے یہاں زکوٰۃ مراد لیتے ہیں۔ مسلم شریف کی انہیں احادیث مبارکہ میں دو جگہ ارشاد رسالت مآب ﷺ ہے:

[۱] ان الصدقۃ لا تنبغی لآل محمد، انما ہی اوساخ الناس۔ یعنی حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: آل محمد کو صدقہ استعمال نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ یہ لوگوں کا میل ہوتا ہے۔

[مسلم شریف، حدیث نمبر: ۲۳۷۷، باب الزکوٰۃ]

دوسری جگہ ارشاد حضور ہے:

(۲) ان ہٰذہ الصدقات انما ہی اوساخ الناس وانھا لا تحل لمحمد ﷺ ولا لآل محمد ﷺ۔ یعنی یہ صدقات لوگوں کے میل ہیں اور یہ محمد ﷺ اور ان کی آل کے لئے جائز نہیں ہیں۔

[مسلم شریف، حدیث نمبر: ۲۳۷۸، باب الزکوٰۃ]

اس لئے زکوٰۃ بھی صدقات واجبہ کے مثل بلکہ اس سے بڑھ کر میل اور گندگی ہے کہ جب اسے مال سے نکال دیا جاتا ہے تو پورا مال آلودگیوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس لئے زکوٰۃ کی رقم خود میل، فضلہ اور غسالہ کی مانند ہے کہ جب یہ اپنی جگہ سے نکل جاتے تو وہ فرد یا مقام پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اہل لسان کہتے ہیں کہ مال زکوٰۃ کو زکوٰۃ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ باقی مال کو پاک صاف بنا دیتا ہے۔ اس طرح لفظ زکوٰۃ یہاں مزکی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس لئے کسی کا یہ سمجھنا کہ صرف صدقہ میل اور گندگی ہے، زکوٰۃ کا مال میل اور گندگی نہیں ہے، درست نہیں۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ زکوٰۃ کا مال، طاہر اور پاکیزہ نہیں تو بھلا اسے آل رسول کو دینا کیوں کر روا ہوگا؟ جب کہ ان کی طہارت پر خود قرآن حکیم شاہد ہے، آیت تطہیر میں ارشاد ربانی ہے: ''اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

[الاحزاب:۳۳]

اس آیت تطہیر کے وسیلے سے جو طہارت حضرات اہل بیت کو حاصل ہے، اس کے تناظر میں دیگر غیر طاہر چیزوں کی طرح زکوٰۃ کی چیزوں کے استعمال کی بھی ممانعت ہے، کیونکہ زکوٰۃ مال سے میل کو دور کر کے پاک کر دیتی ہے۔ حضرت امام ابوداؤد علیہ الرحمہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک طویل

* مضمون نگار ممبئی میں مقیم اہل سنت کے معروف اور محتاط اہل قلم ہیں۔

حدیث روایت فرماتے ہیں جس ایک حصہ یہ بھی ہے:
''اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ تو اس لئے فرض کی کہ تمہارے باقی مال کو پاک کردے الخ''

[سنن ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، حدیث نمبر ۱۶۶۴، جلد ۲، ص ۱۸۶]

اسی لئے پوری جمہور امت کا اس پر اتفاق ہے کہ زکوٰۃ کا مال سادات کرام پر حرام ہے۔ فقہ کے چاروں امام اس بات پر متفق ہیں کہ بنو ہاشم پر زکوٰۃ اور صدقات کا لینا حرام ہے۔ جلیل الشان حنفی فقیہ امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابو بکر فرغانی مرغینانی علیہ الرحمہ مصنف ہدایہ (م ۵۹۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''ولا ترفع الی بنی ھاشم لقوله علیه السلام یابنی ھاشم ان الله تعالیٰ حرم علیکم غسالة الناس واوساخھم''یعنی اور زکوٰۃ بنی ہاشم کو نہ دی جائے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی وجہ سے کہ''اے بنی ہاشم بیشک اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کردیا ہے لوگوں کا غسالہ اوران کا میل''۔ [ہدایہ اولین، ج ۱، ص ۲۰۶]

ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں ہے:''لا ترفع الی بنی ھاشم ھذا ظاھر الروایة۔ یعنی زکوٰۃ بنی ہاشم کو نہیں دی جاسکتی۔

[فتح القدیر ج ۲، ص ۲۱۱]

صاحب ہدایہ دوسری جگہ رقم طراز ہیں:

''فلا یاخذھا العامل الھاشمی تنزیھا لقرابة الرسول علیه السلام عن شبھة الوسخ والغنی لایوازیه فی استحقاق الکرامة فلم تعتبر الشبھة فی حقه''۔ [ہدایہ اولین۔ ص ۱۸۵]

یعنی ہاشمی عامل زکوٰۃ کا مال نہیں لے سکتا، کیونکہ اس سے قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گندگی کے شائبہ سے بچانا مقصود ہے، دوسرے مالدار عزت وکرامت میں آل رسول کے برابر نہیں، اس لئے ان کے حق میں مال زکوٰۃ وصدقات کی گندگی کے شبہے کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

اسی لئے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہل سنت مجدد دین و ملت اپنے رسالہ:''الزھر الباسم فی منع الزکوٰۃ عن بنی ہاشم'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''بنی ہاشم کو زکوٰۃ وصدقات واجبات دینا زنہار جائز نہیں، نہ انہیں لینا حلال، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس کی تحریم میں آئیں اور علت تحریم ان کی عزت وکرامت ہے کہ زکوٰۃ کا مال میل ہے اور مثل سائر صدقات واجبہ غاسل ذنوب (گناہوں کو دھونے والا) تو ان کا حال مثل ماء مستعمل کے ہے جو گناہوں کی نجاسات اور حدث کے قاذورات دھوکر لایا، اُن پاک لطیف ستھرے لطیف اہل بیت طیب وطاہر کی شان اس سے بس ارفع واعلیٰ ہے کہ ایسی چیزوں سے آلودگی کریں''۔ [فتاویٰ رضویہ جدید ایڈیشن، ۱۰/ ۲۷۲]

رہ گیا مدارس میں سادات کرام کا تعلیم حاصل کرنا اور وہاں کی جملہ رہائشی اور طعامی سہولیات کا استعمال کرنا کیوں کر روا ہوگا، جبکہ مدارس زکوٰۃ کی رقم کا استعمال کرنا معمول اور رائج ہے، تو اس کی وضاحت یہ ہے کہ مدارس میں براہ راست زکوٰۃ کی رقم کا استعمال کرنا جائز ہی نہیں، وہاں جو رقم استعمال ہوتی ہے وہ حیلۂ شرعی کے بعد استعمال ہوتی ہے اور حیلۂ شرعی کے بعد وہ رقم زکوٰۃ کی رقم نہیں رہتی بلکہ عام سی رقم ہوجاتی ہے جس کا استعمال ہر ایک بندۂ مومن کے لئے روا اور درست ہے، اس لئے سادات کرام بھی اسے استعمال کرسکتے ہیں، اس کی دلیل بھی ایک حدیث پاک ہے جس میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں جانے کے بعد ارشاد فرمایا: لکم صدقة ولی ھدیة۔ یعنی یہ مال تمہارے لئے صدقہ تھا لیکن جب تم نے مجھے ہبہ کردیا تو تو اس کی حیثیت بدل گئی اور اب وہ ہدیہ ہوگیا جس کا استعمال میرے لئے بھی روا ہوگیا، اس لئے مدارس کے معاملے سے یہ استدلال نادانی ہے کہ سیدوں کے لئے زکوٰۃ کا مال جائز ہے۔

اب رہ گئی بات کہ پھر غربائے سادات کی کفالت کی کیا صورت ہو؟ تو اس کا صاف اور واضح جواب یہ ہے کہ زکوٰۃ تو صرف ڈھائی پرسینٹ ہوتی ہے، ساڑھے ستانوے فیصد مال تو اب بھی صاحب نصاب مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے، مسلمانوں کی ملی غیرت کو کیا ہوگیا ہے کہ وہ اپنی اس کمائی سے اپنے مقدس رسول کی پاکیزہ آل کی خدمت کی سعادت بھی نہیں حاصل کرسکتے؟ وہ خوب بڑھ چڑھ کر سادات کرام کی خدمت کریں اور اعزاز واکرام کے ساتھ کریں اور اگر کوئی صورت نہ بنتی ہو حالانکہ اب ایسا مشکل سے ہی کوئی معاشرہ ملے گا جہاں مسلمانوں کی مالی حیثیت اتنی کمتر ہو کہ وہ آل رسول کی الگ سے خدمت نہ کرسکیں، تو زکوٰۃ کا مال حیلۂ شرعی کے بعد ہی سادات کو دیا جاسکتا ہے، لیکن پھر بھی اس سے بچنا مسلمانوں کے لئے بھی بہتر ہے اور سادات کے لئے بھی، اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت محمدیہ کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

حافظ محمد ہاشم قادری *

صدقۂ فطر! روزوں کا صدقہ

ماہ رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں، روزہ رکھنے سے بندوں کے اندر جذبۂ غم خواری پیدا ہوتی ہے، انسان بھوک اور پیاس کی حالت میں ان لوگوں کا تصور کر کے لرز اٹھتا ہے جو ایک ٹکڑا روٹی کے لئے ترستے رہتے ہیں، اپنے اور اپنے بچوں کے پیٹ کی آگ بجھانے کی کوشش میں پریشان رہتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: رمضان کا مہینہ غم خواری کا مہینہ ہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپ ﷺ پہلے سے زیادہ سخی ہو جاتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا تو پیارے آقا ﷺ ہر قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر سائل کو کچھ نہ کچھ ضرور دیتے (بیہقی) رحمت عالم ﷺ اس مقدس مہینہ میں صدقہ وخیرات کثرت سے کیا کرتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے: نبی کریم لوگوں میں سب سے زیادہ سخی ہوتے تھے اور آپ ﷺ سب سے زیادہ صدقہ وخیرات رمضان المبارک میں کیا کرتے تھے، جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ سے رمضان المبارک کی ہر رات میں ملتے اور دوران ملاقات نبی کریم ﷺ انھیں قرآن مجید سناتے اور آپ ﷺ تیز ہوا سے بھی سبقت کے ساتھ صدقہ وخیرات کرتے۔[شعب الایمان]

فوائدِ صدقات: ارشاد باری تعالیٰ ہے: یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ۔ یعنی اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے صدقہ و خیرات کو۔[سورۃ البقرہ، آیت ۲۷۵]

احادیث میں صدقات کی بہت سی فضیلتیں آئی ہیں، چند ملاحظہ فرمائیں: (۱) ابوبکر صدیق ص فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: دوزخ سے بچو اگرچہ آدھا چھوارہ دے کر کہ وہ کجی کو سیدھا اور بری موت کو دور کرتا ہے۔ (۲) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک مسلمان کا صدقہ عمر کو بڑھاتا ہے اور بری موت کو منع کرتا ہے۔ (۳) بے شک اللہ عزوجل صدقہ کے سبب سے ۷۰ دروازے بری موت کے دفع فرماتا ہے۔ (۴) صبح کے صدقے آفتوں کو دفع کر دیتے ہیں۔ (طبرانی، ابو یعلی، والبزار، رواہ الدیلمی حضرت انس ص) جو مسلمان اپنے مال حلال سے صدقہ دیتا ہے، اسے حق تعالیٰ اپنے دست شفقت ولطف سے اس طرح پرورش فرماتا ہے، جیسے تم اپنے چوپایوں کی پرورش کرتے ہو یہاں تک کہ چند خرمے (چھوارہ) اُحد پہاڑ کے برابر ہو جاتے ہیں اور فرمایا کہ قیامت کے دن ہر ایک اپنے صدقے کے سایہ میں ہوگا جب تک حساب ہو کر حکم صادر ہوگا لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ صدقہ کون سا افضل ہے فرمایا: جو تندرستی میں دیا جائے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے دروازے سے سائل کو محروم پھیر دیتا ہے (یعنی کچھ نہیں دیتا) سات دن تک اس کے گھر میں رحمت کے فرشتے نہیں جاتے۔

[کشف القلوب جلد اول صفحہ ۴۶۹، باب صدقہ کی فضیلت]

رسول کریم ﷺ دو کام اوروں پر نہیں چھوڑتے تھے بلکہ اپنے ہی ہاتھوں سے کرتے تھے، فقیر کو صدقہ اپنے ہی دست مبارک سے دیتے اور رات کو وضو کے لئے پانی برتن میں خود رکھتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص مسلمان کو کپڑا پہنائے گا جب تک وہ کپڑا اس کے بدن پر رہے گا کپڑا دینے والا خدا کی حفاظت میں رہے گا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک آدمی نے ستر (۷۰) برس عبادت کی پھر اس سے اتنا بڑا گناہ سرزد ہوا کہ وہ سب عبادت برباد اور رائگاں ہو گئی اس کا گزر ایک فقیر کی طرف سے ہوا اور اس نے فقیر کو ایک روٹی دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا وہ گناہ عظیم بخش دیا اور ستر برس کی عبادت اسے واپس کر دی، حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی کہ بیٹا! تجھ سے جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو صدقہ دینا اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ یعنی تم لوگ ہرگز نیکی کے مقام کو نہ پا سکو گے جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تمہیں

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ اسلام نگر، کپالی، جمشید پور، جھارکھنڈ کے خطیب وامام ہیں۔

محبوب ہے۔ [القرآن، سورۂ آل عمران، آیت نمبر ۹۲]

صدقہ فطر کا حکم:

روزہ دار اگرچہ مجسم نیکی میں ہوتا ہے اس کے مادی جسم میں ملکوتی (فرشتوں جیسی) روح پیدا ہوتی رہتی ہے، وہ جھوٹ سے، بدگوئی سے، بدکلامی سے، ایذارسانی سے، حق تلفی سے، غرض کہ ہر طرح کی برائیوں سے دور رہتا ہے یا کم از کم دور رہنے کی کوشش کرتا ہے، پھر بھی وہ بہرحال انسان ہی ہوتا ہے فرشتہ نہیں ہوتا، اس لئے ہزار کوششوں کے باوجود اس سے لغزشیں ہو ہی جاتی ہیں، زبان سے بے ہودہ باتیں نکل ہی جاتی ہیں اس لئے قدرتی طور پر روزوں کا بالکل بے داغ اور ہر نقص سے پاک رہنا ممکن نہیں، اللہ کے حبیب رسول اللہ ﷺ نے روزوں کو اس طرح کے داغ دھبوں سے پاک صاف اور مقبول رب العالمین بنانے کے لئے ایک خاص قسم کا صدقہ دینے کا حکم فرمایا جس کو اصطلاح شریعت میں ''صدقہ فطر'' کہتے ہیں، احادیث میں ہے کہ عمرو بن شعیب ص سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا کہ مکہ کے کوچوں میں اعلان کردے کہ صدقہ فطر واجب ہے۔

[ترمذی جلد اول، صفحہ ۱۴۶، باب ماجاء فی صدقۃ الفطر]

ابوداؤد، ابن ماجہ وحاکم ابن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ فطر مقرر فرمائی کہ لغو اور بیہودہ کلام سے روزہ کی طہارت ہوجائے اور مساکین کی خوردونوش (کھانے پینے) کا انتظام ہوجائے۔ [بہار شریعت جلد ۵، صفحہ ۵۵]

ایک حدیث میں ہے: صَوْمُ شَهْرِ رَمَضَانَ مُعَلَّقٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَا يُرْفَعُ إِلَّا بِزَكٰوةِ الْفِطْرِ ۔یعنی رمضان کے روزے آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتے ہیں جب تلک صدقہ فطر ادا نہ کر دیا جائے آگے (بارگاہِ خداوندی) تک نہیں جاتے (ترغیب) فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِّلصَّائِمِيْنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ ۔یعنی رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کو فرض کیا ہے تاکہ روزہ دار (کا روزہ) لغو اور فحش گوئی وغیرہ کے داغ دھبوں سے پاک وصاف ہوجائے۔ [ابوداؤد، ابن ماجہ]

(زکوٰۃ بمعنی ضروری واجب) ان احادیث سے صدقہ فطر کی اہمیت اور غایت (مطلب) دونوں چیزیں واضح ہوجاتی ہیں، اس کو نگاہ میں رکھنے کے بعد صدقہ فطر کی ادائیگی ہر روزہ دار مسلمان کی ایک ناگزیر فطری چیز بن جاتی ہے، مسئلہ: صدقہ فطر ادا کرنے کے لئے مال کا باقی رہنا شرط نہیں مال ہلاک ہونے کے بعد بھی صدقہ فطر واجب رہے گا ساقط نہیں ہوگا بخلاف زکوٰۃ وعشر کہ یہ دونوں مال ہلاک ہوجانے سے ساقط ہوجاتے ہیں۔

[درمختار جلد ۲ /صفحہ ۱۱۰ / بہار شریعت جلد ۵ /صفحہ ۵۶ / باب صدقہ فطر کا بیان]

صدقہ فطر بہت ضروری ہے:

صدقہ فطر کے واجب ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ آدمی کے پاس زکوٰۃ کا نصاب ہو بلکہ جس طرح ایک مالدار کے لئے اس کا دینا ضروری ہے اسی طرح اس غریب کے لئے بھی ضروری ہے جس کے پاس عید کے دن اپنے اہل وعیال کی خوراک سے زائد اس قدر موجود ہو کہ ہر ایک کی طرف سے صدقہ فطر دے سکے، مسئلہ: صدقہ فطر واجب ہونے کے لئے روزہ رکھنا شرط نہیں اگر کسی عذر شرعی، سفر، مرض، بوڑھاپے کی وجہ سے یا معاذ اللہ بلا عذر روزہ نہ رکھا جب بھی واجب ہے۔

[ردالمختار جلد ۲ /صفحہ ۱۰۱ / بہار شریعت جلد ۵ /صفحہ ۵۶ / باب صدقہ فطر کا بیان]

ان احادیث اور مسئلہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صدقہ فطر صرف ان ہی لوگوں پر فرض نہیں ہے جنھوں نے روزہ رکھا ہو یا نہیں، نبی کریم نے صدقہ فطر کو طعمۃ للمساکین (مساکین کی خوراک) بھی فرمایا ہے، یعنی جس طرح صدقہ فطر کا ایک مقصد روزے دار کے روزوں کو پاک کرنا اور مقبول بنا دینا ہے، اسی طرح عید کے دن غریبوں، مساکین کے لئے کھانے پینے کا بندوبست ہوجانا بھی ایک مصلحت اور مقصد ہے جس کا تقاضہ یہی ہے کہ صدقہ فطر دینے والوں کا دائرہ وسیع سے وسیع ہو صرف روزہ داروں تک ہی صدقہ فطر محدود نہ رہے، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا یہ امتیازی وصف ہے کہ وہ مساکین وفقرا سے محبت رکھتے ہیں اور ان کے لئے تواضع کرتے ہیں اور یوں حضور ﷺ کے اس قول پر عمل پیرا ہوتے ہیں، اے اللہ مجھے مسکین کی حالت میں رکھ اور مجھے مسکینی پر موت دے اور قیامت کے دن مساکین کے زمرے میں اٹھا۔ [امع ترمذی جلد ۲ /صفحہ ۵۸ /کتاب الزہد حدیث نمبر ۲۳۵۲]

اللہ کے رسول سب سے زیادہ فقرا ومساکین کی تواضع کرتے اور جب ان کے ساتھ بیٹھتے تو گھٹنے پر گھٹنا رکھ کر بیٹھتے اور محبت سے پیش آتے لہٰذا ہم کو آپ کو چاہئے کہ فقرا ومساکین کی خوراک کا انتظام کریں، صدقہ فطر ضرور ادا کریں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: (بقیہ ص ۲۴ پر)

مولانا محمد رضا مرکزی ٭

ایک حیرت انگیز مخلوق! جنات (دوسری قسط)

گزشتہ سے پیوستہ

...اور خطیب نے حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے اور آپ کھجور کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک بہت بڑا اژدہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے مار دیں۔ آپ نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو یہاں تک کہ وہ آپ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے اپنا سر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک کے ساتھ لگایا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا منہ مبارک اس کے کان پر رکھ کے کچھ ارشاد فرمایا اس کے بعد اژدہا غائب ہو گیا اور نظر نہیں آیا۔ گویا اسے زمین نگل گئی۔ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ نے اسے اپنے کان مبارک تک پہنچنے دیا، ہمیں خطرہ غالب ہوا کہ یہ بے عقل جانور ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو کوئی تکلیف دے یا ڈنگ مارے۔ آپ نے فرمایا یہ جونور نہ تھا، جنوں کا ایلچی تھا انہیں فلاں سورۃ کی بعض آیات بھول گئی تھیں۔ ان آیات کی تحقیق کے لئے اسے میرے پاس بھیجا تھا۔ جب اس نے تمھیں دیکھا تو اپنے آپ کو سانپ کی شکل میں کر کے پوچھ کر چلا گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور راستے میں ایک بستی میں پہنچے۔ اس بستی والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کا سن کر بستی کے باہر انتظار میں تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! یہ ایک جوان عورت ہے اس پر ایک جن عاشق ہو گیا ہے اور اس کے بدن میں آ کر اسے بے ہوش کر دیتا ہے نہ کچھ کھاتی ہے نہ بات کرتی ہے۔ ہلاک ہونے کے قریب ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے سامنے بلا کر فرمایا او جن! تجھے کچھ پتہ ہے کہ میں کون ہوں؟ رسول خدا ہوں۔ اس عورت کو چھوڑ دے اور دفع ہو جا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف یہ فرمانے سے اس عورت کو ہوش آ گیا اور اس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیا اور مردوں سے علیحدہ ہو گئی اور صحیح ہو گئی۔

اور اسی طرح ایک اور جن صحابی کی حکایت تفسیر روح البیان، ج ۱۵، ص ۲۸۰، سورۃ الجن کی تفسیر میں ذکر ہے کہ: حضرت عبید ار ابن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک صاحب آئے اور وہ اپنا ایک عجیب وغریب قصہ بیان کرنے لگے۔ انہوں نے بتایا کہ ہم چند احباب کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے کہ راستے میں ہم نے ایک زخمی سانپ کو دیکھا جو تڑپ رہا تھا اور مر گیا۔ ہمیں اس پر رحم آیا اور ہم میں سے ایک صاحب نے اپنا عمامہ پھاڑ کر اس میں اسے لپیٹا۔ اور ایک گڑھا کھود کر اس میں اسے دفن کر دیا۔ فرماتے ہیں دوسرے روز ہم اپنی منزل میں بیٹھے تھے کہ دو عورتیں آئیں جو بالکل اجنبی اور بہت خوبصورت تھیں۔ انہوں نے ہم سے پوچھا کہ تم میں سے "عمرو ابن خابر" کو کس نے دفن کیا ہے؟ ہم اس سوال سے حیران رہ گئے اور ہم نے پوچھا یہ کون ہے؟ اور دفن کا مطلب کیا ہے؟ وہ بولیں آپ میں سے کسی نے راستے میں کسی سانپ کو دفن کیا ہے کہ نہیں؟ ہم نے کہا، ہاں۔ ہمارے اس ساتھی نے اپنا عمامہ پھاڑ کر ایک سانپ کو دفن کیا ہے۔ وہ بولیں وہ آخری "جن" تھا جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سنا تھا یہ کافر اور مسلمان جنوں کے درمیان لڑائی میں شامل ہو کر زخمی ہونے کے بعد شہید ہوا۔ پھر کہا کہ تم نے یہ کام اگر دنیا کے لئے کیا ہے تو ہم تم کو اس کا بدلہ دیں گے۔ ہم نے کہا ہم نے اللہ کی رضا پر انہیں دفنایا۔ عورتوں نے کہا: تم نے اچھا کیا اور یہ کہہ کر چلی گئیں۔ (جنھوں نے سانپ کو عمامہ پھاڑ کر لپیٹا وہ "صفوان ابن معطل مرادی صاحب افک رضی اللہ تعالیٰ عنہ" اور جن کا نام "عمرو ابن خابر" تھا۔) اور یہی واقعہ "حیاۃ الحیوان" ج ۱، ص ۴۷۱ پر بھی ہے۔

اور جنات میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے حضرت

٭مضمون نگار الجامعۃ القادریہ نجم العلوم، مالیگاؤں، مہاراشٹر کے استاذ ہیں۔

عمرو رضی اللہ عنہ ہیں جنھیں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے دفن کیا۔ اور ان میں سے حضرت سرق رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ صحرا میں فوت ہوئے اور انہیں حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے دفن کیا۔ اور یہ اس گروہ میں سے تھے کہ جنھوں نے حضور ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی۔ اور ان میں ایک جن خاتون حضرت خرقا رضی اللہ عنہا تھیں کہ انہیں مکہ شریف کی راہ میں حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی نے دفن کیا اور اس مذکورہ جماعت کے واقعات بیہقی نے اپنی کتاب ”دلائل النبوۃ“ میں صحیح سندوں کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

حضرت سرق جو ایک جن صحابی ہیں ان کا واقعہ اس طرح ہے کہ: ایک روز حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک چٹیل میدان میں سے گزر رہے تھے کہ آپ نے راستہ میں ایک بہت بڑا اژدہا مرا ہوا دیکھا۔ آپ نے اپنی چادر پھاڑی اور اس میں اسے رکھ کر دفن کر دیا۔ دفن کر دینے کے بعد ایک آپ نے ایک آواز سنی ”اے سرق! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ انہوں نے تم سے فرمایا تھا۔ کہ اے سرق! تم ایک چٹیل میدان میں مرو گے اور تمہاری تجہیز و تکفین ایک مرد صالح کرے گا“۔

حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آواز سنی تو آہ نے فرمایا اللہ تم پر رحم فرمائے، تم کون ہو؟ اور میں یہ کس کی آواز سن رہا ہوں، جواب ملا: ”میں ان جنوں میں سے ہوں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان انور سے قرآن سنا تھا، ان جنوں میں سے میرے اور سرق کے سوا کوئی باقی نہ تھا اور اب سرق بھی چل بسا اور اب صرف میں ہی رہ گیا“۔ [حیاۃ الحیوان، ج۱، ص۱۷۴]

یہ حالات ہیں ان لوگوں کے جو کہ جنات میں سے پیغمبر زماں ﷺ اور قرآن مجید کے مطیع اور تابع ہوئے اور جس خدمت سے معزول ہوئے تھے اس سے دست بردار ہو کر لوگوں کی ارشاد و ہدایت پر قائم رہے۔

حضور ﷺ اور ہامہ پسر ابلیس:

عقیلی، بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن ہم حضور ﷺ کے ہمراہ تہامہ کے پہاڑ پر بیٹھے تھے کہ اچانک ایک بوڑھا ہاتھ میں عصا لیے حضور ﷺ کی خدمت میں آ پہنچا اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا۔ حضور ﷺ نے جواب عطا فرمایا۔ اس کی آواز جنوں کی سی تھی اس کے بعد اس بوڑھے سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے عرض کی میں ہامہ ابن ہیم ابن لاقیس ابن ابلیس ہوں۔ فرمایا کہ تیرے اور ابلیس کے درمیان دو پشت سے زیادہ نہیں ہیں، یہ بتا کہ تو نے کتنی عمر گزاری ہے؟ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! دنیا کی پوری عمر تھوڑی سی مدت کے سوا میری عمر کے برابر ہے جن دنوں قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، میں چند سالہ طفل تھا۔ بات سمجھتا تھا اور پہاڑوں پر دوڑتا پھرتا تھا اور آدمیوں کا کھانا چرا لیتا تھا اور ان کے دلوں میں وسوسے کے طریقے سے ان کے قریبوں کی بدسلوکی ڈالتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیرے بڑھاپے کا عمل یہ ہے اور یہ جوانی اور بچپنا یہ۔ تو تو بہت برا شخص تھا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ اب مجھے ملامت کر رہے ہیں اب تو میں توبہ کے لئے حاضر آیا ہوں اور میں نے حضرت نوح علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور میں ان کے ساتھ ان کی مسجد میں رہا ہوں اور ان کے دست مبارک پر توبہ کی اور ایک سال تک ان کی مسجد میں رہا اور حضرت ہود، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر رہا ہوں اور میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے اور تورات بھی پڑھی ہے اور ان کا سلام عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچایا ہے اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی ہے۔ اور انہوں نے مجھے فرمایا تھا کہ اگر تجھے حضرت محمد ﷺ سے ملاقات ہو یا ان کی زیارت نصیب ہو تو میرا سلام ان کی خدمت میں عرض کرنا اب میں اس کی ادائیگی کے لیے حاضر آیا ہوں۔ نیز میں امیدوار ہوں کہ آپ مجھے قرآن مقدس کی کچھ تعلیم فرمائیں۔ حضور ﷺ نے اسے سورہ واقعہ، سورہ مرسلات، معوذتین کی تعلیم فرمائی اور فرمایا کہ اے ہامہ! جب تجھے کوئی ضرورت ہو ہماری خدمت میں آ جانا اور ہماری ملاقات ترک نہ کرنا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ کا وصال ہو گیا اور آپ نے ہمیں اس کے فوت ہونے کی خبر نہ دی اب ہمیں نہیں معلوم کہ وہ زندہ ہے یا فوت ہو گیا۔

گمراہ جنات کے چار گروہ:

پہلا گروہ کافر جنات کا ہے جنہوں نے کھلم کھلا مخالفت کی راہ اختیار کی اور آدمیوں کو گمراہ کیا اور انہوں نے کہا کہ ہم اپنی ڈیوٹی سے معزول نہیں ہیں، غیب کی خبریں، حاجت روائی، مشکل کشائی

ہم سے طلب کی جائے جیسا کی کفار کے معبودان باطلہ خصوصاً ہندوؤں، حبشیوں، زنگیوں اور بت پرستوں کے دوسرے گروہ کہ آسمان پر آنے جانے سے روکنے، شعلے پھینکنے، بنی آدم کو گمراہ کرنے اور انہیں اپنی طرف مائل کرنے سے معزول ہونے کے باوجود اہل کفر کی امداد واعانت کرنے بلکہ شرک کی دعوت اور اسلام سے باز رہنے سے دست بردار نہیں ہوتے۔

دوسرا گروہ منافق جنات کا ہے جنہوں نے خود کو اہل اسلام کے زمرہ میں داخل کر کے مکر وفریب شروع کر دیا اور آدمیوں کے نزدیک خود کو پاک بزرگوں کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

تیسرا گروہ فاسق جنات کا ہے جو کہ ڈاکوؤں کی طرح آدمیوں کو مختلف تکالیف پہنچاتے ہیں اور ان سے اپنے لیے نذریں، ہدیے اور شراب وغیرہ لیتے ہیں۔

چوتھا گروہ ان تینوں کے علاوہ کا ہے جو کہ چوروں کی طرح ان بعض آدمیوں کی ارواح کو کہ جنہوں نے برے اخلاق میں جیسے غرور، تکبر، کینہ اور نجاستوں سے ملوث جنات کے ساتھ ایک قسم کی مناسبت حاصل کر لی ہے، کھینچ کر لے جاتے ہیں اور اپنے رنگ میں رنگ دیتے ہیں اور ان ارواح کے جسموں کے مسامات میں داخل ہونے، مزاج تبدیل کرنے اور شکلیں بدلنے کی تعلیم دیتے ہیں تا کہ اس کے ذریعے سے آدمیوں کو کوئی تکلیف اور رنج پہنچائیں اور آدمیوں کے گروہ کو خراب کریں۔

المختصر یہ چاروں گروہ، فرقے قاسط ہیں۔ (یعنی اسلام سے خارج ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہیں یہ صرف نام کے مسلمان ہیں ان کا اصل کام منافقت، ادھر کی ادھر کرنا ہے) مسلمان نہیں ہیں انہوں نے اسلام اور قرآن کی اتباع نہ کی اگرچہ بظاہر کلمہ پڑھا ہو۔

جنات کا انسانی جسم میں حلول ودخول:

مفکرین، مفسرین، محدثین اور علماء میں اس بات میں کثیر اختلاف پایا جاتا ہے کہ ”جنات انسانی جسم میں داخل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟“ جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ طرح طرح کے اعتراضات وارد کرتے ہیں۔ جن میں سے بعض واقعی وزنی بھی ہیں۔ اور جو لوگ اس کے قائل ہیں انکے پاس واقعاتی شواہد اور دلائل بہت زیادہ موجود ہیں۔ سابقہ آسمانی کتابوں میں بھی اس پر (جنوں) بات کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ان کے زمانے میں لوگوں سے جنوں کو نکالا اور ان سے کلام بھی کیا۔ تفصیل کے لئے تفسیر عزیزی کا مطالعہ کریں۔

”امام احمد ابن حنبل کے بیٹے عبد اللہ نے امام احمد سے کہا: بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ”جن انسان کے جسم میں داخل نہیں ہوتا“ انھوں نے کہا اے بیٹے وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ جن انسان کی زبان پر کلام کرتا ہے۔ امام ابوداؤد نے حضرت ام ابان سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ایک جن زدہ شخص سے) اے خدا کے دشمن نکل جا میں اللہ کا رسول ہوں“۔ قاضی عبد الجبار نے کہا کہ: ”جنات کے اجسام ہوا کی طرح ہیں اس لئے ان کا انسان کے اجسام میں داخل ہونا ممتنع نہیں ہے جیسا کہ ہوا اور سانس کا انسان کے جسم میں دخول ہوتا ہے“۔ [عمدۃ القاری شرح بخاری۔ ج۲۱ص۲۱۴]

دارمی کی ایک حدیث اور ہے اس عنوان کے تحت ”حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک عورت حضور کے پاس اپنے بیٹے کے ساتھ آئی اور کہنے لگی۔ یا رسول اللہ! میرے بیٹے کو جنون ہے۔ صبح اور شام کے وقت اس کو جنون عارض ہوتا ہے اور یہ ہم لوگ کو بہت تنگ کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا اور اس کے لئے دعا کی: اس نے قے کی اور اس کے پیٹ سے سیاہ کتے کے پلے کی طرح کوئی چیز نکلی“۔

[مسند دارمی، ج۱ص۱۹]

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

[مسند احمد، ج۱ص۲۷۸]

اب یہاں سے جنات کے ثبوت پر الگ الگ واقعات قرآن وحدیث اور دیگر کتب کے حوالے سے ذکر کئے جاتے ہیں اور ہر ایک ضمنی عنوان کے ساتھ آپ کی بارگاہ میں پیش ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

جنوں نے سورۃ الرحمٰن سنی:

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے سورۃ الرحمٰن تلاوت فرمائی یا حضور ﷺ کے سامنے کسی نے تلاوت کی۔ تو آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: ”کیا وجہ ہے کہ میں تم سے ایسا جواب نہیں سن رہا ہوں جیسا جواب سورۃ الرحمٰن سن کو جنوں نے اپنے رب کو دیا تھا“۔

لوگوں نے عرض کی: حضور! وہ کیا جواب تھا جو جنوں نے دیا

تھا؟ حضور ﷺ نے فرمایا: "جن یہ سن کر کہ "تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے" جواب دیتے تھے کہ: "ہم اپنے رب کی کسی نعمت کو نہیں جھٹلاتے"۔

سورہ احقاف میں جنوں کو ذکر:

مشرکین مکہ کے رویہ سے دل برداشتہ ہو کر اللہ کے رسول ﷺ مختلف قبائل کو تبلیغ کرتے ہوئے طائف تشریف لے گئے۔ طائف والوں کا بھی حال ایسا ہی تھا۔ طائف سے واپسی پر آپ ﷺ بہت پریشان اور تھکے ہوئے تھے حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ راستہ میں وادئ نخلہ میں آپ ﷺ نے قیام فرمایا۔ صبح کی نماز کر دوران آپ ﷺ قرآن مقدس کی تلاوت کر رہے تھے کہ قریب سے گزرتے ہوئے نو جنوں نے قرآن سنا، قرآن کی حقانیت ان کے دلوں میں اتر گئی۔ وہ پہچان گئے کہ یہ اللہ کا کلام ہے کیونکہ وہ اہل کتاب تھے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام (تورات) سنا تھا اس لئے فوراً ایمان لے آئے لیکن حضور ﷺ پر ظاہر نہیں ہوئے بلکہ واپس اپنے شہر نصیبین چلے گئے۔ اور وہاں جا کر خوب دین اسلام کی تبلیغ کی۔

سورہ احقاف میں اس کا ذکر اس طرح ہے کہ:

"اور جب ہم جنوں کے ایک گروہ کو تمہاری طرف لے آئے تھے تاکہ قرآن سنیں جب وہ اس جگہ پہنچے (نخلہ) تو انہوں نے آپس میں کہا: خاموش ہو جاؤ۔ پھر جب وہ پڑھا جا چکا تو خبردار کرنے والے بن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے۔ انہوں نے جا کے کہا: اے ہماری قوم کے لوگو! ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے۔ تصدیق کرنے والی ہے اپنے سے پہلے آنے والی کتابوں کی۔ رہنمائی کرتی ہے حق اور راہ راست کی طرف۔ اے ہماری قوم کے لوگو! اللہ کی طرف بلانے والے کی دعوت قبول کر لو اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمہارے گناہوں سے در گذر فرمائے گا اور تمہیں عذاب الیم سے بچائے گا"۔

[سورہ احقاف، آیات ۱۳ تا ۲۹]

سورہ جن میں جنوں کا ذکر:

سورہ جن میں ارشاد گرامی ہے:

"فرما دیجئے! میری طرف وحی ہوئی ہے کہ بڑے غور سے سنا ہے، قرآن کو جنوں کی ایک جماعت نے۔ پس انہوں نے جا کر دوسرے جنات کو بتایا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے، راہ دکھاتا ہے ہدایت کی۔ پس ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز شریک نہیں بنائیں گے کسی کو اپنے رب کا۔ اور بے شک اعلیٰ وارفع ہے ہمارے رب کی شان۔ نہ اس نے کسی کو اپنی بیوی بنایا نہ اپنا بیٹا اور ہمارے احمق، اللہ کے بارے میں ناروا باتیں کرتے ہیں اور ہم تو یہ خیال کئے تھے کی انسان اور جن اللہ کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے اور یہ کہ انسانوں میں سے چند مرد پناہ لینے لگے جنات میں سے چند مردوں کی۔ پس انہوں نے بڑھا دیا جنوں کے غرور کو"۔ [سورہ جن، آیات ۱ تا ۶]

مفسرین کے مطابق جنات کے وفود نے چھ مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضری دی۔ سورہ جن میں جس حاضری کا ذکر کیا گیا ہے یہ پہلی حاضری ہے۔ صحیح رویات کے مطابق یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضور ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ "عکاظ" کے بازار کی طرف جا رہے تھے۔ یہ جگہ مکہ سے دو رات کی مسافت پر ہے۔ اس جگہ پر میلہ لگا کرتا تھا۔ بازار سجائے جاتے تھے۔ خوب خرید و فروخت ہوتی ہے۔ اس کے بعد جب آپ مقام نخلہ پہنچے اور جو واقعہ وہاں پیش آیا اس کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں ذکر ہوا۔

ان جنات کی تعداد تین سے زیادہ اور دس سے کم تھی کیونکہ ان کے لئے قرآن میں "نفر" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ جو تین سے دس تک کی تعداد کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہ جنات پہلے کافر تھے۔ مشرک انسانوں کی طرح انکے عقائد باطلہ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے بیوی اور بیٹا بنا رکھے تھے۔ یہ آیت سن کر ایسے تمام عقائد باطلہ کو دل سے نکال کر سچے مومن بن گئے۔

قرآن مقدس کی پاکیزہ آیات اور روایات سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جنات کا ایک علیحدہ وجود ہے، اور وہ کسی جنگل یا جابر و ظالم انسانی طبقہ سے تعلق نہیں رکھتے۔ ■■■

مفتی محمد عیسیٰ رضوی قادری*

اصلاح معاشرہ کے لئے ممکنہ طریقۂ کار

اقوام عالم کی تاریخ میں انسان کے عروج وزوال کی داستان بکھری ہوئی ہے جس میں انسان کے کمالات وکارنامے بھی مخفی و پوشیدہ ہیں اور اس کے بردباروپستی کے راز ورموز بھی پنہاں ہیں، تاریخ کی سرخیوں میں یہ سچائی بھی موجود ہے، جریدۂ عالم پر وہ شخص نقش کالحجر ہوگیا جس نے فطرت اور اس کے تقاضوں کو مقصودِ حیات بنایا اور جس نے فطرت سے بغاوت کی اور فطری عوامل سے انحراف کیا، وہ تاریخ کے اوراق سے معدوم وفنا ہوگیا دنیا کے پردے پر نہ اس کا کوئی نام ونشان باقی رہا نہ کوئی اس کا نام لینے والا رہا بلکہ پانی کے حباب کی طرح وہ پردۂ خیال سے بھی غائب ونابود ہوگیا، ان حقائق کے باوجود اللہ عزوجل جیسے دوام وثبات عطا کرتا ہے، اسے اپنی راہ کا مسافر اور اپنے دربار کا سائل وگدا بنادیتا ہے۔

رب کائنات نے انسان اوّل حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی تخلیق کے بعد انھیں علم وفضل سے ممتاز کیا اور ان کے سر اقدس پر ہدایت وارشاد کا تاج باکمال رکھا، ان کی نسل وذریت کے لئے ان کو ہادی ورہنما بھی بنایا، یعنی انسانی دنیا کے آغاز وابتدا کے ساتھ انسان کی اصلاح ورہنمائی کے لئے نبوت ورسالت کا سلسلہ بھی قائم ورائج فرمایا، نسل انسانی کی افزائش وترقی کے ساتھ انبیا ورسل کی بھی بعثت وآمد ہوئی، تاجدار عرب وعجم شہنشاہ کونین نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ مبارک ومسعود سلسلہ چلتا رہا، ان کے بعد جب باب نبوت ورسالت بند ہوگیا تو اصلاح وتربیت کی قیادت و ذمہ داری وارثین انبیا کو سپرد کی گئی اور امت کو ان کی تقلید واطاعت کا حکم ودرس دیا گیا۔

خیر امت کے لئے ہادی برحق حضور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو دین وشریعت لے کر آئے وہ باقی رہنے والا اور لازوال ہے، اس کے پیغام آفاقی اور فطری ہیں اس میں افرط وتفریط نہیں، اعتدال ومیانہ روی ہے، سختی وتنگی نہیں سہولت وآسانی ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام وشریعت اور قرآنی احکام وہدایات کی اشاعت وتشہیر کے لئے کتنی قربانیاں دیں، کیسی جدوجہد فرمائی، کس قدر اذیتیں برداشت کیں، کتنے ستم سہے، کتنی محنت وجانفشانی فرمائی اور اس راہ میں جن صعوبتوں اور تکلیفوں کا سامنا کیا وہ ہر صاحب علم ووفا پر روشن وعیاں ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کے بعد جب منصب نبوت کا فریضہ انجام دینا شروع کیا تو ان کے راستے مسدود کئے گئے، رکاوٹیں پیدا کی گئیں، مخالفوں کا سامنا کیا گیا اور یہ لاحاصل سعی وکوشش کی گئی کہ ان کی آواز کو محدود ومسدود کردیا جائے، ان کے لئے صعوبت وسختی اور مشکلات پیدا کئے جائیں تاکہ وہ اسلام کی اشاعت وتبلیغ نہ کرسکیں، انھیں اس طرح بے یارومددگار کردیا جائے کہ وہ اپنے عزم وارادے میں کامیاب نہ ہوں، مگر اللہ کے رسول محبوب رب اکبر نے نامساعد وناموافق حالات کی بنیاد پر اپنے وطن عزیز کو جھوڑنا گوارا کیا، لیکن دعوت الی الحق کو بند نہ کیا، ہزار رکاوٹوں اور صدہا مخالفتوں کے باوجود ان کی تحریک وسعی جاری رہی اور دین کا پیغام عام ہوتا رہا، ایک دن وہ آیا کہ صدائے توحید ورسالت کی گونج سے ریگزار عرب کا ذرہ ذرہ چمک اٹھا اور ذہن وفکر میں ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ جو لوگ ان کے دشمن جان تھے وہی ان کے نام پر جان ومال قربان کرنے کو تیار ہوگئے۔

معاشرہ کو نیک اور پرامن بنانے کے لئے نبی کی اطاعت و پیروی لازم ہے کیونکہ اس تناظر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ انھوں نے دنیا کے سامنے جو داعیانہ کردار پیش کیا، اس میں حقانیت وسچائی تھی اس لئے بہت ہی قلیل وکم مدت میں ان کی شہرت ومقبولیت ہوگئی اور لوگ فوج درفوج ان کے قریب ہوکر ان کے حامی وگرویدہ ہو گئے، خدائی حکم وہدایت کے مطابق انھوں نے جو دستور حیات اور نظام زندگی عطا کیا، وہ جب سے ابتک نافذ وباقی ہے، قیامت قائم ہونے تک ان شاء اللہ تعالیٰ جاری رہے گا، ان کے عطا کردہ نظام اسلام پر جب تک کامل ومکمل طور پر عمل ہوا مسلمانوں کا ماحول ومعاشرہ

*مضمون نگار الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج، قنوج یوپی کے شیخ الحدیث اور مفتی ہیں۔

صالح اسلامی اور نیک رہا، لیکن اب مسلمانوں میں جو عملی کوتاہی پیدا ہوئی اور بدعقیدگی کا بلاخیز طوفان برپا ہوا، اس کے خاتمہ وانسداد کی صورت یہی ہے کہ ان کے نقوش قدم کو نشان منزل بنالیں، ان کے عطا کردہ دستور حیات کو سینے سے لگالیں تاکہ ہمارا معاشرہ صالح ونیک اور اسلامی ہوجائے، ہر مسلمان کے اندر اگر عمل نیک کا جذبہ وحوصلہ پیدا ہوجائے تو ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکتا ہے، ایک نیک معاشرے کی تشکیل ہوسکتی ہے، نبی کا نقش قدم امت کے لئے مشعل راہ اور نمونہ عمل ہے بلکہ امت کے لئے نبی کی ایک ایک ادا اور ہر کردار لائق عمل اور قابل تقلید واطاعت ہے بلکہ اسی میں دنیا کی خیر وبھلائی اور دارین کی سعادت وترقی ہے، خدا کی کتاب نے امت کو جابجا اس کی طرف راغب اور متوجہ کیا اور ان کی عظمت وتکریم کی تاکید فرمائی ہے۔

رب کائنات نے اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو داعی ومبلغ، شاہد، گواہ اور بشیر ونذیر بنا کر بھیجا قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے: یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ [الاحزاب، ۴۵]

یعنی اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر وناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اسکے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔ [کنزالایمان]

حضور سرور کونین ﷺ مخلوق کی ہدایت وارشاد کے لئے رب تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ لے کر آئے انھیں بندوں تک پہنچا دیا کچھ باقی ومخفی نہ رکھا، رب تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے: یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک۔ [المائدۃ، ۶۷]

یعنی اے رسول پہنچادو جو کچھ اترا تمہارے رب کی طرف سے۔ [کنزالایمان]

قرآن بھی ہادی ورہنما اور ذریعہ ہدایت ہے، رب تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم۔ [الاسراء، ۹]

یعنی بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔ [کنزالایمان]

حضور سرور عالم ﷺ نے اپنے داعیانہ کردار وعمل سے اپنے فرائض منصبی کو اس شان سے ادا فرمایا کہ ۲۳؍سال کی قلیل مدت میں اپنا پیغام اور صدائے توحید کو شرق سے غرب تک پہنچا دیا پھر حجۃ الوداع کے موقع پر تکمیل دین کا خدائی اعلان بھی اس طرح ہوگیا: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ [المائدۃ، ۳]

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

یاد رکھو دنیا کا کوئی داعی ومبلغ اتنے قلیل عرصہ میں نہ اپنے کو منوا سکا، نہ اپنے پیغام ومنشور کو عام کرسکا، یہ بات اگر کسی کی زندگی میں نظر آتی ہے تو وہ صرف آمنہ کے لال محبوب رب ذی الجلال جناب محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

خلق خدا کو خدا کی طرف بلانے اور فرض رسالت ادا کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے رب کائنات نے اپنے محبوب سے ارشاد فرمایا: ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔ [النحل، ۱۲۵]

اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔ [کنزالایمان]

مبلغین ومصلحین کے لئے یہ آیت مبارکہ سرچشمہ ہدایت اور راہ حق کی طرف بلانے والوں کے لئے دلیل وبرہان ہے، اس میں اگرچہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کو خاص طور پر حکم دیا گیا مگر حضور کے واسطے سے یہ حکم جملہ وارثین انبیا اور تمام داعیان حق وہدایت کو شامل ہے، حکم قرآنی اور خدائی ہدایت کے مطابق حضور سرور عالم ﷺ نے امت مرحومہ کو پیغام جانفزا اور مژدۂ مسرت وشادمانی عطا فرمایا اور انھیں راہ راست پر قائم وگامزن رکھنے کے لئے عملی تربیت فرما کے لئے، عبرت ونصیحت، کے لئے مؤثر ودلنشیں طریقہ اختیار فرمایا۔

ایک شخص بارگاہ رسالت میں اس طرح حاضر ہوئے کہ ان کے کپڑے میلے کچیلے اور پراگندہ تھے، حضور نے ان کی اصلاح وتربیت کے لئے فرمایا، کیا ہم میں سے کسی کو ایسی چیز نہیں ملتی جس سے وہ اپنے کپڑے صاف کرلے۔ [ابوداؤد]

حضور اقدس ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی کو کچھ پند ونصیحت کرنا چاہتے تو براہ راست اس کو مخاطب نہ کرتے تاکہ ان کو برا نہ لگے یا اسے تکلیف وایذا نہ ہو بلکہ غائب کے صیغہ سے تعبیر کرکے اپنی بات ارشاد فرماتے جس کا اثر یہ ہوتا کہ ہمیشہ کے لئے اس کو ہدایت ونصیحت مل جاتی پھر دوبارہ وہ اس کام کو نہ کرتا، اس کی

حالت بدل جاتی، بارگاہ نبوت میں ایک صاحب اس حال میں حاضر ہوئے کہ ان کے بال الجھے ہوئے گردوغبار آلود اور پراگندہ تھے، حضور نے فرمایا: کیا ہم میں سے کسی کو وہ چیز نہیں ملتی جس سے وہ اپنے بالوں کو صاف اور پاکیزہ کرلے پھر فرمایا: من کان له شعر فلیکرمه۔ [ابوداؤد] جس کے بال ہوں، اسے چاہئے کہ وہ بالوں کا اکرام کرے، یعنی بالوں کو صاف ستھرا رکھے، کنگھی کرے اور تیل ڈالے، کنگھا کرنا اور تیل ڈالنا بالوں کی عزت وتکریم ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جب جہاد وغزوے یا کسی قوم کی ہدایت واصلاح کے لئے جاتے تو حضور سید کونین معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ارشاد فرماتے: یسر والا تعسر وابشر واولا تنفر وا۔ [بخاری شریف] آسانی لاؤ، دشواریوں میں نہ ڈالو، بشارت وخوشخبری دو، نفرت نہ دلاؤ۔

یہ دین چونکہ آسان وسہل ہے، اس کے احکام ومسائل میں رفق ونرمی ہے، اسی لئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام اصلاحی امور اور دعوتی کاموں میں آسانیاں لانے کا حکم فرماتے اور دین کے معاملات میں سہل انگیزی کی ہدایت فرماتے، سختیوں اور مشکلات سے اجتناب واحتراز کا حکم فرماتے، دین کی باتیں اس انداز میں بتانے کا حکم دیتے، جس سے لوگوں میں ایک طرح کی شادمانی و خوشی ہو نفرو بیزاری نہ ہوتا کہ لوگ دین سے قریب ہوں اور اس کی صداقت وسچائی تسلیم وقبول کریں کیونکہ دین سراسر خیر خواہی اور اچھائی کا نام ہے اور یہ کہ دین میں آسانیاں ہیں دشواریاں نہیں، خوشیاں ہیں، نفرتیں نہیں۔

یادرکھو جہاں نفرتوں کی دیوار ہوتی ہے، وہاں انسان سچائیوں کا گلا گھونٹ دیتا ہے اور صداقتوں کا بے دریغ خون کردیتا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو جو آداب زندگی اور دین وشریعت کے جو اصول وقوانین عطا کئے وہ دائمی اور لازوال ہیں ان پر کاربند وقائم رہنا مسلمان کا دینی فریضہ اور اپنے نبی سے وفاداری کا روشن وواضح ثبوت ہے، وفادارامتی کی یہی پہچان ہے وشناخت ہے کہ وہ اپنے نبی کے بتائے طریقے پر چلے اور ان کے اسوۂ حسنہ کو دستور حیات قراردے، اپنے نبی سے نسبت غلامی اسوقت کامل ومکمل ہوگی جبکہ وہ شریعت کے حکم وہدایت پر عمل کرے اس سے سرسو انحراف وخلاف ورزی نہ کرے۔

اصلاح فکر واعتقاد اور معاشرتی فوز وفلاح کی راہ میں جن عوامل ومقتضیات کی ضرورت ہے انھیں پورا کرنا وارثین انبیا اور علمائے امت کی ذمہ داری ہے، معاشرے کو نیک واسلامی بنانے اور مفاسد وخرافات سے پاک وصاف رکھنے کے لئے جن چیزوں حاجت ہے اگر ان سب کا حصول ہوجائے اور بڑے چھوٹے سب ان پر کاربند وعامل ہوجائیں تو یقین جانئے کہ ماضی کی یاد تازہ ہوسکتی ہے، مسلمانوں کی عظمت رفعت اور ان کا کھویا ہوا وقار بحال ہوسکتا ہے، جب تک مسلمان اسلامی تہذیب وتمدن کے عادی وخوگر رہے، ان کا معاشرہ نیک اور اسلامی رہا دنیا کی نگاہ میں ان کی عزت وتمکین بھی رہی مگر جب سے مسلمانوں کا اسلامیات پر عمل کم ہوگیا، غیروں کے طریقے پر چلنے کو فخر سمجھا گیا، غیروں کی تہذیب کو حرزجاں بنایا گیا اور ماضی کی دیرینہ عبرت آموز رواجات وحکایات کو فرسودہ سمجھ کر ٹھکرادیا گیا تو ان کا وقار مجروح ومتاثر ہوگیا اور وہ کاسۂ گدائی لے کر دوسروں کے دست نگر ومحتاج ہوگئے۔

اس سبب کے باوجود عہد حاضر میں مسلم معاشرے کی جو حالت وکیفیت ہے وہ افسوسناک نے کے ساتھ حیرت انگیز بھی ہے جبکہ علم دین اور اسلام وشریعت کا اجالا شرق وغرب تک پھیل چکا ہے مگر معاشرے میں آج تک وہ باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں جو زمانہ جاہلیت میں ہوا کرتی تھیں، ایک طرف تہذیب وتمدن کی روشنی ہے مگر معاشرہ جہالت ولاعلمی کی تاریکیوں میں غرق ہے ایک طرف علم وترقی کا آوازہ ہے لیکن معاشرہ علمی پسماندگی اور فکری آوارگی کا شکار ہے، ایک طرف علمی بیداری کی شہرت ہے مگر معاشرہ میں جو بدعملیاں اور خرافات ہیں ان کے تذکرے سے بھی حیادامن گیر ہوتی ہے۔

ایسی صورت میں اصلاح معاشرہ کے لئے کون سا طریقہ مؤثر وکارگر ہوگا؟ کس نہج سے کام کیا جائے کہ لوگ پابند شریعت و اسلام ہوجائیں؟ اور معاشرے سے بدعملی وبدعقیدگی کا تعفن وتکدر ختم ہوجائے جو ایک بڑا مسئلہ اور ایک اہم چیلنج ہے، مگر اسلام و شریعت بفضلہ تعالیٰ کسی بات سے عاجز وحیران نہیں، اس لئے اس کا تدارک یوں ممکن ہے کہ اسوۂ رسول اور منہاج نبوت کے مطابق اصلاح وتربیت کا نظام قائم کیا جائے اور معاشرے کی صلاح و فلاح سے متعلق حضور کے عطا کردہ آداب واصول کو لائحہ عمل قراردے کر ان دستور کو نشان منزل بنایا جائے جو دنیا وعقبیٰ میں انسان کی نجات وسلامتی کے ضامن ہیں۔

معاشرے کو جن عوامل نے بگاڑا ہے ان کے تباہ کن و خوفناک نتائج و انجام سے ہر علم و عقل والا باخبر و آگاہ ہے، کچھ تو شعور ادراک کی بنیاد پر اور کچھ لاشعوری و غیر ارادی طور پر ایسی چیزیں اپنائی گئیں جن سے چھٹکارا اور ستگاری بآسانی ممکن نہیں ان مخرب اخلاق و عمل چیزوں کے استعمال سے معاشرے میں جو بدعملی و برائی کا ناسور پھیلا ہے اسکا اندمال سہل و آسان نظر نہیں آتا، ویسے تو معاشرے کے بگڑنے کی وجوہ اور اس کی اصلاح و تربیت پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، محققین و اہل قلم نے لکھا بھی ہے مگر مجھے سردست ان عوامل و مقتضیات کا مختصر سا جائزہ پیش کرنا ہے جن سے معاشرے کی کسی حد تک اصلاح ہوسکتی ہے اور معاشرے میں اسلامیات پر عمل کا رجحان پیدا ہوسکتا ہے، لہٰذا اصلاح معاشرہ کے لئے جو ممکنہ طریقہ کار ہیں ان پر غور و خوض کے بعد یہ امور و معادی سامنے آتے ہیں۔

(۱) معاشرے میں جہالت و بدعملی کی جو تاریکیاں پھیلی ہوئی ہیں انھیں علم دین کے اجالوں سے دور کیا جائے علم دین کو گھر گھر پہنچانے کے لئے مکاتب و مدارس کے فروغ و قیام کے ساتھ شہروں، گاؤں اور دیہاتوں میں تعلیم بالغان کا پروگرام منایا جائے، نوجوانوں بچوں اور عمر دراز لوگوں میں اگر علم دین سے الفت و محبت ہوگی تو وہ اس کے حصول کی طرف راغب و متوجہ ہوں گے جس سے معاشرے کی جہالت و نادانی دور ہوگی ورنہ ہر شہر ہر گاؤں ہر دیہات ہر قریہ سے طلب علم دین کے لئے نکلتے یا اپنے ہی مقام پر علم حاصل کرتے اور علم نبوی سے خود کو مزین و آراستہ کرتے ہیں مگر ان کے گھروں میں جہالت و بے اعتدالی جوں کی توں باقی رہتی ہے، بسا اوقات خود ان کی بھی حالت وہی رہتی ہے جو حصول علم دین سے قبل تھی کم از کم اگر اتنا ہوتا کہ ہر عالم دین اپنے گھر والوں کی اصلاح کر لیتے تو ملک بھر میں آج کوئی گھر بگڑا ہوا نہ ہوتا، یہ بات ماضی کی چند صدیوں اور اعہد حاضر کے طلبہ و علما میں زیادہ ہے پائی جاتی ہے مگر جنھیں توفیق یزدانی حاصل رہی، انھوں نے حتی الوسع علم دین کو فروغ بخشا اسلامیات کی تشہیر و ترویج کی اور اصلاح معاشرہ کے حسین و خوشگوار فرائض انجام دیئے، ایسے ہی لوگوں کے تذکرہ جمیل سے تاریخ کی زلف و ہم سنواری گئی اور ان کی نکہت و تبسم سے تاریخ کا ایک ایک ورق مہک اٹھا۔

(۲) جو لوگ دین اور دینی باتوں سے غافل و دور ہیں انھیں دین سے حسن سلوک و حسن تدبیر سے قریب کیا جائے تاکہ وہ دین پر عامل و کاربند ہو جائیں، ان کے سامنے دینی مسائل و احکام کو آسان و سہل انداز میں پیش کیا جائے، انھیں دین کی طرف ایسا مائل و متوجہ کیا جائے کہ خود ان کے اندر عمل نیک کا جذبہ و احساس پیدا ہو جائے، اس کام کو مخلص و تنخواہ دار مبلغین انجام دے سکتے ہیں جو کسی ادارے یا تنظیم سے متعلق ہوں ورنہ تنخواہ کے بغیر اصلاح و کوششوں کا نتیجہ آج سب کے سامنے ہے۔

(۳) جو لوگ نماز نہیں پڑھتے یا نماز کے عادی نہیں انھیں نماز پڑھنے کی تلقین و تاکید کی جائے، نماز پڑھنے کی ترغیب دی جائے، جو لوگ اپنی غفلت و کوتاہی کی بنیاد پر نماز و دین اور دینی تقاضوں سے دور ہیں ان کی ردائے غفلت جمود کو اتار دیا جائے اور جو لوگ نماز کا طریقہ نہ جاننے کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے انھیں مسجد کا امام یا دیگر پڑھے لکھے لوگ نماز سکھائیں، دین کی باتیں بتائیں، اس طرح ایک دوسرے کے تعاون و مدد سے جب اصلاح معاشرہ کی سعی و کوشش کی جائے گی تو ممکنہ حد تک کامیابی ملنے کی امید کی جا سکتی ہے۔

(۴) دینی بے راہ روی اور عملی بے اعتدالی میں جن چیزوں کا سب سے زیادہ دخل ہے، ان پر قدغن و پابندی اور ان کا سد باب ضروری ہے مثلاً ٹی وی جو آج ہر گھر کی زینت ہے اور اس کا عفریت جو آج ہر انسان پر سوار ہے، اس نے جس تیزی و برق رفتاری سے مسلمانوں اور ان کی نسل و خاندان کو بگاڑا اور تباہ کیا ہے، وہ محتاج بیان نہیں، ٹی وی وغیرہ مخرب اخلاق و عمل چیزوں کو گھر گھر پہنچا کر ہمارے دشمنوں نے جن مکروہ و نازیبا جرائم و منصوبے کا گھناؤنا کھیل کھیلا تھا، اس میں وہ پورے پورے کامیاب و کامران نظر آتے ہیں بلکہ وہ اپنی کامیابیوں پر فرحت و خوشی سے مسکراتے اور اپنے حمایتی افراد و لابی کو داد و آفرین سے نوازتے ہیں، مسلمانان عالم اس بلائے عظیم کو لاشعوری طور سے اپنا کر جس زوال و پستی اور بدعملی و خرافات کے شکار ہوئے، ان کے لئے تازیانہ عبرت ہونے کے ساتھ افسوسناک امر بھی ہے، اب ان کا حال اس کہاوت کے مثل ہے کہ

خود کردہ را علاج نیست

ہماری جماعت اہلسنت میں کیا ایسا کوئی مبلغ و مصلح ہے جو مسلمانوں کے گھروں سے ٹی وی نکال کر باہر کر دے؟ ورنہ اس

کے بغیر اصلاح معاشرہ کی کوئی عمل مشکل متصور نہیں، ستم یہ ہے کہ پہلے ٹی وی وغیرہ کے ذریعہ گھروں کا وقار و تقدس پامال و مجروح کیا گیا اور اب تو اس کی بلا و ناسور سے مساجد بھی محفوظ و سلامت نہیں ہیں، اس کام کے لئے پائیدار و مضبوط تحریک کی ضرورت ہے، تحریک اگر کسی ادارے یا تنظیم کی طرف سے ہوگی تو زیادہ کامیابی ملنے کا امکان ہے۔

(۵) مسلمانوں میں عصیاں و گناہ اور بدعملی کا جو تعفن ہے اس سے پورا معاشرہ مکدر و تباہ ہے، اس کا علاج و معالجہ یہ ہے کی مسلمانوں میں خوف و خشیت الٰہی ہید کی جائے، عذاب جہنم کی ہولنا کی سے ڈریا جائے، حسن تدبیر اور حکمت و موعظت سے مسلمانوں گناہوں اور خرافات سے روکا جائے، اس کے لئے اگر کوئی خدا رسیدہ شخص خلوص و للّٰہیت کے ساتھ کھڑا ہو اور اس کا تدارک و علاج کرے تو معاشرے سے اس تباہ کن ناسور کا اندمال و خاتمہ ہو سکتا ہے ورنہ آج کل اکثر لوگ گناہ کو فیشن و ناموری سمجھ کر کرتے اور ستم یہ ہے اسے گناہ بھی نہیں سمجھتے ہیں جیسے شادیوں اور دیگر تقاریب کے مواقع پر بینڈ باجہ بجوانا، ڈی جے، لگانا، آتشبازی کرانا وغیرہ امور ایسے ہیں جنھیں لوگ رسم و رواج کی تکمیل کے لئے کرتے اور انھیں گناہ یا برا نہیں سمجھتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ معاشرے سے ان چیزوں کو روکنے کے لئے دوۂ فاروقی اور سیف حسینی کی ضرورت ہے کیونکہ گناہوں کے تعفن و سیاہی سے دلوں کا حال یہ ہو گیا ہے کہ ان پر باتوں اور نصیحتوں کا اثر نہیں ہوتا۔

(۶) سب سے سچی اور راست بات یہ ہے کہ ہماری جماعت اہلسنت میں آج کوئی ایسی تنظیم نہیں وا انجمن اور ایسا کوئی ادارہ نہیں جس کی آواز پر سارے مسلمان بیک وقت لبیک کہیں اور اس کے ایک اشارے پر متحد ہو کر سب جمع ہو جائیں جبکہ معاشرے کی کامل اصلاح و درستی کے لئے تنظیمی قیادت و رہنمائی کا ہونا لازم ہے ورنہ صدہا پروگرام و مشورے ہزارہا تدابیر و تجاویز کے باوجود ملت میں انتشار و افتراق باقی رہے گا اور ہم بدنظمی و اختلاف کے شکار رہیں گے، شیخ الاسلام والمسلمین عظیم البرکت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے آج سے تقریباً سو سال قبل فروغ اہلسنت اور اشاعت علم دین کے لئے جو دس نکاتی تجاویز پیش کی تھیں ان پر کتنا عمل ہوا، کتنے لوگوں کتنی تنظیم وا انجمن اور کتنے اداروں نے ان خطوط و نہج پر کام کیا؟ کاش اپنے امام کے فرمودات ہی پر ہم (بقیہ ص ۵۱ ر پر)

محمد ساجد اشرفی *

ڈاکٹر طاہر القادری گمراہی کی آخری حدوں کے پار

ڈاکٹر طاہر القادری نے ۱۹۸۵ء میں محض مغرب زدہ عورتوں میں مقبولیت حاصل کرنے کی غرض سے (جیسا کہ انہوں نے ایک مجلس میں اعتراف بھی کیا تھا) احادیث صریحہ اور اجماع ائمہ اربعہ کے خلاف ''عورت کی دیت (خون بہا) کو مرد کے برابر قرار دیا'' تو ڈاکٹر موصوف کے استاذ غزالی زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے ''اسلام میں عورت کی دیت'' میں ڈاکٹر موصوف کے اس نظریہ کو صراط مستقیم سے انحراف اور قرآنی احکام کو مسخ کرنے کی سعی مذموم قرار دیا، جبکہ ڈاکٹر موصوف کے دوسرے استاذ، استاذ العلماء حضرت مولانا عطاء محمد بندیالوی گولڑوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے دیت کے موضوع پر مطبوعہ رسالے میں ڈاکٹر موصوف کی تکفیر کی۔

پھر ڈاکٹر موصوف نے (نوائے وقت ۸ جون ۱۹۸۹ء کے مطابق) اثناء عشری شیعہ کے مسلمہ پیشوا خمینی ایران کے ماتمی اجلاس میں سیاہ چوغہ پہن کر شرکت کی اور کہا ''امام خمینی تاریخ اسلام کے شجاع اور جری مردان حق میں سے تھے، جن کا جینا علی رضی اللہ عنہ اور مرنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرح ہے، خمینی سے محبت کا تقاضا ہے، ہر بچہ خمینی بن جائے'' حالانکہ اہل علم سے مخفی نہیں کہ خمینی عقائد میں اثناء عشری ملا باقر مجلسی کا پیروکار تھا اور ملا باقر مجلسی نے اپنی کتب میں ام المومنین حضرت عائشہ اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کی شان اقدس میں انتہائی غلیظ تبرے بکے ہیں اور تین چار صحابہ کرام کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سمیت تمام صحابہ کو کافر و مرتد قرار دیا ہے، اسی طرح قرآن پاک کو گھڑا ہوا قرار دے کر اسلام کی بنیاد ختم کرنے کی ناپاک کوشش کی بھی ہے۔

پھر ڈاکٹر موصوف نے برطانیہ میں دیوبندی فرقہ کے ایک عالم کے پیچھے نماز پڑھی اور علمائے دیوبند کی اقتدا میں نماز پڑھنے کے جواز کا فتویٰ دیا جبکہ حرمین شریفین کے تین درجن اور پاک و ہند کے تین سو اکابر علمانے حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ میں انتہائی گستاخانہ عقائد کی بنا پر اکابر علمائے دیوبند اور ان عقائد میں ان کے متبعین کو کافر و مرتد قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر موصوف نے اپنے خطابات میں یہودی و نصاریٰ کو بھی Believers یعنی مومنین قرار دیا اور منہاج القرآن کی مسجد میں انھیں عبادت کرنے کی کھلی اجازت بخشی اور اپنی کتب ''اسلام اور تصور اعتدال و توازن'' اور ''فرقہ واریت کا خاتمہ کیونکر ممکن ہے'' میں شیعہ سنی اور سنی وہابی اختلاف کو فروعی قرار دے کر سب فرقوں کو اصول میں مسلمان قرار دیا تو مرکز اہلسنت بریلی شریف کے چشم و چراغ فقیہ اسلام تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ نے ڈاکٹر موصوف کے کافر و مرتد ہونے کا فتویٰ جاری کیا۔

ڈاکٹر موصوف یک مشت داڑھی سنت رسول جو کہ واجب شرعی کا درجہ رکھتی ہے، کے بارے میں بھی الحاد کے شکار ہو چکے ہیں، اپنی یک مشت داڑھی بھی صحیح بخاری میں موجود حدیث نبوی ''وفروا اللحیٰ۔ یعنی تم داڑھیاں بڑھاؤ'' کی مخالفت کرتے ہوئے منڈوا کر چھوٹی کرادی ہے اور منہاج سینٹروں کے اندر بھی داڑھی کترے امام و خطیب مقرر کئے ہوئے ہیں جو مسلمانوں کی نمازوں کو برباد کر رہے ہیں، کیونکہ یک مشت داڑھی سے کم داڑھی والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جس کا لوٹانا واجب ہے۔ [فتاویٰ رضویہ]

اور اب یکم اکتوبر ۲۰۱۱ء کو اڈیالہ جیل راولپنڈی میں پرویز علی شاہ نامی جج کی طرف سے محافظ قانون ناموس رسالت اور دور حاضر کے غازی حضرت ملک محمد ممتاز قادری علیہ الرحمہ کو دوہری سزائے موت کے فیصلے سے صرف ۶ روز قبل ۲۵ ستمبر ۲۰۱۱ء کو ARY پر ایک پرویز جاوید میر نامی قادیانی کو انٹرویو دیتے ہوئے امت مسلمہ اور بالخصوص پاکستان کے علما و مشائخ کے نظریات کے

علی الرغم درج ذیل تین شیطانی نکات پر زور دے کر کفر نوازی کی انتہا کر دی اور پاکستان میں جاری تحریک تحفظ ناموس رسالت کے خلاف کھلی جارحیت کا ارتکاب کیا۔

ڈاکٹر موصوف کے تین شیطانی نکات:

(۱) اگر کوئی فی الواقعہ گستاخ رسول ہو تو اسے قتل کرنے والا مجرم ہے اور اس کی سزا "سزائے موت" ہے۔

(۲) سابق گورنر سلمان تاثیر گستاخ رسول نہیں تھا۔

(۳) ممتاز قادری قاتل ہے اور اس جرم کی سزا "سزائے موت" ہے۔

ڈاکٹر موصوف کا پہلا شیطانی نکتہ:

ڈاکٹر موصوف کا پہلا شیطانی نکتہ کہ گستاخ رسول کو قتل کرنے والے کی سزا "سزائے موت" ہے، ویسے تو یہ تینوں نکات شیطانی ہیں لیکن پہلا نکتہ انتہائی خوفناک ہے کیونکہ اس کی رو سے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر وہ صحابہ کرام جنہوں نے گستاخان رسول کو ماورائے عدالت محض جذبات ایمانی کی بنیاد پر قتل کر دیا تھا، مجرم اور سزائے موت کے حق دار ٹھہرتے ہیں (العیاذ باللہ من ذلک) جبکہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام مواقع پر ان خونوں کو رائیگاں قرار دیا اور ان غازیان اسلام کو نہ مجرم قرار دیا اور نہ قصاص و دیت کا حکم صادر فرمایا، دیکھئے چند درج ذیل احادیث نبویہ:

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ ہمیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ ایک نابینا کی ام ولد (ایسی لونڈی جس سے اولاد پیدا ہو جائے) تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں توہین آمیز باتیں کرتی تھیں، وہ (نابینا صحابی) اسے منع کرتے تو باز نہ آتی، اسے ڈانٹتے تو وہ ڈانٹ کو قبول نہ کرتی، چنانچہ ایک رات وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنے لگی تو انھوں نے چھرا لے کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بتایا گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس شخص نے بھی یہ کام کیا ہے، میرا اس پر جو حق ہے وہ کھڑا ہو جائے تو نابینا صحابی کھڑے ہو گئے، لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے، گرتے پڑتے (آگے آئے) حتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور عرض کیا، میں اس کا قاتل ہوں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیاں کرتی تھیں، میں اسے منع کرتا تھا تو باز نہیں آتی تھی اور میں اسے ڈانٹتا تھا، یہ ڈانٹ ڈپٹ کی پرواہ نہیں کرتی تھی اور میرے اس سے دو بیٹے ہیں جو موتیوں کی مانند ہیں اور وہ میری رفیقہ حیات تھی، گزشتہ رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخیاں اور توہین آمیز باتیں کرنے لگی تو میں نے چھرا لے کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور میں نے چھرے کو خوب زور سے دبایا حتی کہ میں نے اسے قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار! گواہ بن جاؤ کہ اس عورت کا خون رائیگاں ہے، یعنی اس کا قتل جرم نہیں اور اس میں قصاص و دیت بھی نہیں۔

[سنن ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرقم ۴۳۶۱]

هكذا اقضى لمن لم يرض بقضاء الله و رسوله۔ یعنی جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہیں مانتا میں اس طرح اس کا فیصلہ کرتا ہوں۔

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قتل کو بھی رائیگاں قرار دیا، اس واقعہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر کوئی مسلمان غیرت اسلامی کی بنیاد پر قتل کر دے تو یہ جرم نہیں بلکہ سنت صحابہ عظام ہے جس کی تائید و توثیق اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔

نیز ڈاکٹر موصوف نے اپنی کتاب "تحفظ ناموس رسالت" کے صفحہ ۲۶۴ر تا ۲۷۰ر پر انتہائی تائیدی انداز میں اس واقعہ کو بڑی شرح و بسط سے بیان کیا ہے، جس سے بڑی آسانی سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ڈاکٹر موصوف اپنی کتاب میں بیان کردہ نظریات کو بری طرح ذبح کر کے اعدائے اسلام کا مشن پورا کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر موصوف کا دوسرا شیطانی نکتہ!

سلمان تاثیر گستاخ رسول نہیں تھا۔ اس سلسلہ میں حقائق یہ ہیں:

(۱) سلمان تاثیر قادیانی تھا یا کم از کم قادیانیوں کو مسلمان قرار دیتا تھا جیسا کہ جنگ ۱۱ر جنوری ۲۰۱۱ء کے مطابق سلمان تاثیر کی بیٹی شہر بانو نے بیان دیا کہ ان کے والد احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے سخت خلاف تھے، لہٰذا اس گھر کی گواہی کی بنیاد پر سلمان تاثیر کافر و مرتد اور گستاخ رسول تھا، کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو کافر و مرتد قرار دینے کی وجوہ میں ایک یہ بھی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت ہونے کے ساتھ ساتھ بدترین گستاخ انبیا بھی تھا۔

(۲) ۷/ستمبر ۲۰۰۹ء کو اکثر قومی اخبارات میں سابق گورنر پنجاب سلمان تاثیر کا یہ بیان شائع ہوا کہ وہ قانون توہین رسالت 295/C کو نہیں مانتا اور یہ کہ وہ اس قانون کو ختم کر دینا چاہتے ہیں وغیرہ وغیرہ، ظاہر ہے کہ قانون توہین رسالت قرآن وحدیث کے صریح دلائل پر مبنی ہے، لہٰذا سلمان تاثیر اس بیان اور اس بیان پر اصرار کرنے کی بنا پر کافر و مرتد ٹھہرا۔

(۳) ۷/اکتوبر ۲۰۰۹ء کو عالمی تنظیم اہلسنت کے نائب امیر صاحبزادہ سید مختار اشرف رضوی سرپرست اعلیٰ جامعہ حزب الاحناف لاہور نے درجنوں علما کی معیت میں تھانہ رسول لائن لاہور میں سلمان تاثیر کے اس کافرانہ بیان کے خلاف FIR درج کرنے کی درخواست جمع کرائی اور چند دن بعد عالمی تنظیم اہلسنت کے زیر اہتمام داتا دربار لاہور سے وزیر اعلیٰ ہاؤس تک احتجاجی جلوس نکالا گیا اور روز وزیر اعلیٰ ہاؤس کے سامنے دھرنا دے کر سلمان تاثیر کے خلاف قانونی کارروائی کا مطالبہ کیا گیا لیکن افسوس کہ مرکزی اور صوبائی حکومت نے کوئی کارروائی نہ کی۔

(۴) آسیہ نامی عیسائی خاتون کو گستاخ رسول ثابت ہونے پر سیشن جج ننکانہ صاحب نے سزائے موت کا حکم دیا تو سلمان تاثیر شیخوپورہ جیل میں پہنچ گیا، گستاخ رسول آسیہ سے اظہار ہمدردی کی، صدر کے نام معافی کی درخواست پر دستخط کرائے اور وعدہ کیا کہ وہ صدر پاکستان سے سزا ضرور معاف کرائے گا اور گستاخ رسول آسیہ جس کا جرم ثابت ہو چکا تھا اور عدالت سے سزا کا حکم ہو چکا تھا، کو مظلوم قرار دیا وغیرہ وغیرہ۔

(۵) یکم نومبر ۲۰۰۹ء کو سلمان تاثیر نے ٹی وی پر کہا کہ قانون ناموس رسالت ''کالا قانون'' ہے، یہ ظالمانہ قانون ہے، ہم اس کالے قوانین کو نہیں مانتے۔ (العیاذ باللہ من ذالک)

(۶) ۳/نومبر کو پریس کلب لاہور کے سامنے عالمی تنظیم اہلسنت کے زیر اہتمام زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، اس موقع پر اکابر مفتیان کرام نے فتویٰ دیا کہ سلمان تاثیر نے قانون توہین رسالت 295/C کو جو کہ کتاب وسنت سے ماخوذ ہے، کالا اور ظالمانہ کہا ہے، لہٰذا یہ شرعاً کافر و مرتد ہے اور واجب القتل ہے اور چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری صاحب سے بھی اپیل کی کہ وہ از خود نوٹس لیں، لیکن افسوس کہ عدالت عظمیٰ نے کوئی اقدام نہ اٹھایا۔

(۷) چند روز بعد نیشنل پریس کلب اسلام آباد سے پارلیمنٹ ہاؤس تک احتجاجی جلوس نکالا گیا اور صدر پاکستان اور وزیر اعظم پاکستان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ کافر و مرتد سلمان تاثیر کو گورنر پنجاب کے عہدے سے ہٹا کر اس کے خلاف قانونی کارروائی کے احکام کریں لیکن افسوس کہ ایک نہ سنی گئی۔

(۸) چنانچہ ۴/جنوری ۲۰۱۱ء کو سلمان تاثیر کو اپنے سیکورٹی گارڈ ملک محمد ممتاز قادری نے اپنے خالص دینی جذبات کی بنیاد پر کافر و مرتد و گستاخ رسول اور امت مسلمہ کے دینی جذبات کو بار بار شدید مجروح کرنے والے اور شریعت مصطفےٰ کا کھلا مذاق اڑانے والے سلمان تاثیر کو واصل جہنم کر کے سنت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو زندہ کر دیا، فجزاہ اللہ تعالیٰ عن حبیبہ ورسولہ ﷺ احسن الجزاء۔

ڈاکٹر موصوف کا تیسرا شیطانی نکتہ:

ممتاز قادری قاتل ہے اور اس کے جرم کی سزا ''سزائے موت'' ہے۔

پاکستان کی مختلف ایجنسیوں نے محافظ قانون ناموس رسالت غازی ملک ممتاز قادری پر بدترین تشدد کیا لیکن غازی ملک ممتاز قادری کا ایک ہی موقف رہا ''میں نے ایک مرتد و گستاخ رسول کو مار کر اللہ تعالیٰ اور اس کی رسول اکرم ﷺ کی رضا حاصل کی ہے اور میں نے کسی بے گناہ کو قتل نہیں کیا بلکہ سنت فاروق اعظم کے مطابق ایک مرتد کو مارا ہے'' نیز نوائے وقت ۲/اکتوبر ۲۰۱۱ء کے مطابق کورٹ نے حضرت غازی ملک محمد ممتاز قادری کے خلاف فیصلہ ان الفاظ میں سنایا ''آپ نے جو کام کیا ہے، وہ اسلام کی رو سے ٹھیک ہے، مگر ملکی قانون میں آپ کو دفعہ (302 ت پ) کے تحت سزائے موت اور دو لاکھ جرمانہ کی سزا دی جاتی ہے'' جس سے واضح ہے کہ غازی صاحب کے اقدام کو پاکستان کی کورٹ نے بھی اسلامی قرار دیا ہے۔

لہٰذا الحمدللہ! درج بالا وضاحتوں کے بعد روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ ڈاکٹر طاہر القادری نے دور حاضر کے غازی اعظم، غازی اسلام، محافظ قانون ناموس رسالت کو محض مردار دنیا کے حصول کے لئے قاتل کہا ہے اور غازی اسلام کے لئے سزائے موت تجویز کر کے قرآن وسنت کی صریح مخالفت کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے سابقہ مذہب کو بھی بری طرح ذبح کیا ہے۔ ■■■

یا خدا سنی دنیا سلامت رہے
نام اس کا یوں ہی تا قیامت رہے

مفتی رضوان احمد نوری شریفی*

”معین فقیہ اور صوفی سے متعلق بدگمانی جائز نہیں“ کارد بلیغ

مارچ ۲۰۱۷ء کے ماہنامہ ”کنزالایمان“ میں مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مضطر کا مضمون بعنوان ”معین فقیہ اور صوفی سے متعلق بدگمانی جائز نہیں“ نظر سے گزرا، مفتی صاحب کا سارا زورِ قلم اس پر صرف ہوا ہے کہ حدیث شریف میں لفظ ”امتی“ سے امت اجابت مراد ہے اور امت اجابت کے لئے جہنم میں ہمیشہ رہنا نہیں ہے اور فرقے امت اجابت ہی کے ہوں گے، لہٰذا وہ بھی جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے، حدیث شریف میں امت سے مراد امت اجابت ہے اس سلسلے میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، حدیقۂ ندیہ، شرح عقائد عضدیہ، سنن کبریٰ، شرح سفر السعادۃ اور مجموعہ فتاویٰ کی عبارتیں پیش کی ہیں، جن سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ فرقے جب امت اجابت ہی میں شامل ہوں گے تو جہنم میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔

ہمیں بھی تسلیم ہے کہ حدیث شریف میں امت سے مراد امت اجابت ہی ہے لیکن حدیث شریف میں لفظ (امتی) کو اس بات کی دلیل بنانا کہ امت اجابت سے پیدا ہونے والے فرقے مومن ہی رہیں گے، کافر ہوکر امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں داخل نہیں ہوں گے درست نہیں اور یہ درست کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

من یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فاولئك حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرۃ واولئك اصحاب النار ھم فیھا خالدون۔ [پارہ ۲]

”اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے پھر کافر ہوکر مرے تو ان لوگوں کا کیا اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں ”منکم“ میں ”کم“ سے مراد مومنین (امت اجابت) ہی ہیں اور انہیں میں سے کفر وارتداد پر مرنے والے کا حکم بیان فرمایا گیا اور خود حضور اقدس ﷺ نے مرجیہ اور قدریہ فرقوں کے بارے میں فرمایا: ”عن ابن عباس قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صنفان من امتی لیس لھما فی الاسلام نصیب المرجیۃ والقدریۃ رواہ الترمذی وقال ھٰذا حدیث غریب۔ [مشکوٰۃ ص ۲۲] یعنی میری امت میں سے دو قسم (فرقوں) کے لیے اسلام میں کوئی حصہ نہیں اور وہ دونوں مرجیہ اور قدریہ ہیں۔ دیکھئے یہاں حضور اقدس ﷺ نے صنفان من امتی فرمانے کے باوجود ان کو دین سے خارج بتایا جبکہ یہاں بھی ”امتی“ سے مراد امت اجابت ہی ہے۔

قرآن اور حدیث سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں، قرآن کی آیت بتا رہی ہے کہ اہلِ امت اجابت سے کافر و مرتد ہو سکتے ہیں اور حدیث اعلان کر رہی ہے کہ امت اجابت میں سے اسلام سے خارج ہو سکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ جن شارحین کی عبارتیں امت اجابت کے سلسلے میں پیش کی گئی ہیں، انہیں شارحین میں سے ملا جلال الدین محقق دوانی، شیخ محقق دہلوی اور ملا علی قاری وغیرہم علیہم الرحمہ والرضوان نے اجابت ہی میں سے نکلنے والے فرقوں کے لئے خلود فی النار کا حکم لگایا ہے۔ ہم ترتیب سے ہر ایک کی عبارت اور ان کا قول نقل کرتے ہیں اس کے بعد مجدد اعظم سیدنا اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان قدس سرہٗ کا اس سلسلے میں نظریہ اور موقف بھی بیان کریں گے۔

(۱) ملا جلال الدین محقق دوانی علیہ الرحمہ کی عبارت یہ ہے:

”کلھا فی النار من حیث الاعتقاد فلا یرد انہ لو ارید الخلود فیھا ۔ فھو خلاف الاجماع فان المؤمنین لا یخلدون فی النار وان ارید بہ مجر الدخول فیھا فھو مشترك بین الفرق اذ ما من فرقۃ الا وبعضھم عصاۃ۔ ترجمہ: عقیدہ کے اعتبار سے وہ سب دوزخی ہیں پس یہ اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ اگر یہاں خلود فی النار مراد لیا جائے تو یہ خلاف اجماع ہے اس لئے کہ مومنین ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہیں گے اور اگر اس سے صرف دخول

*مضمون نگار الجامعۃ البرکاتیہ گھوسی ضلع مئو کے استاذ ہیں۔

مراد لیا جائے تو یہ تمام فرقوں میں مشترک ہے اس لئے کہ ہر فرقہ میں کچھ نہ کچھ گنہ گار ضرور ہوں گے۔

محقق دوانی کی اس عبارت میں کوئی ایسا لفظ یا قرینہ نہیں ہے جس سے دخول فی النار مراد لینا راجح ہو بلکہ یہاں عبارت سے خلود فی النار مراد لینا ہی متعین ہے، اس لئے کہ یہاں دو قرینہ ہے، پہلا قرینہ یہ ہے کہ مصنفین کا طریقہ عام طور سے یہی ہے کہ جو بات ان کے نزدیک پسندیدہ اور قوی ہوتی ہے اس کو پہلے بیان کرتے ہیں، محقق موصوف نے پہلے جو بات کہی ہے وہ خلود فی النار ہی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''کلها فی النار من حیث الاعتقاد فلا یرد انه لو ارید الخلود فیها فهو خلاف الاجماع فان المومنین لا یخلدون فی النار'' اس عبارت کی تھوڑی تشریح ضروری معلوم ہوتی ہے تاکہ بات واضح ہو جائے۔

امت کا اجماع اس بات پر ہے کہ مومنین ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے، اب اگر کوئی کہے کہ مومنین ہمیشہ جہنم میں رہیں گے تو یہ اجماع کے خلاف ہوگا اور قابل اعتراض بات ہوگی اور اگر کوئی مومن کافر و مرتد ہو جائے اور اس کے بارے میں کہا جائے کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا تو اجماع کے خلاف نہیں ہوگا اور جب اجماع کے خلاف نہیں ہوگا تو اعتراض بھی وارد نہیں ہوگا، اب حضرت محقق موصوف کی عبارت سمجھئے، ان کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ فرقے باطل اعتقاد کی وجہ سے کافر و مرتد ہوں گے، اس لئے خلود فی النار مراد لیا جائے تو یہ اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ اجماع کے خلاف ہے اس لئے کہ اجماع اس بات پر ہے کہ مومنین ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے اور یہ فرقے ایمان و اسلام سے خارج ہو کر کافر و مرتد ہو گئے، اس لئے ان کے لئے خلود فی النار مراد لینے میں نہ اجماع کا خلاف ہوگا اور نہ اعتراض ہوگا اور دوسرا قرینہ یہ ہے کہ مذکورہ عبارت کے دوسرے ٹکڑے ''وان ارید به مجرد الدخول فهو مشترك بين الفرق اذما من فرقة الا وبعضهم عصاة'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر صرف دخول فی النار مراد لیا جائے تو یہ فرقۂ ناجیہ سمیت تمام فرقوں میں مشترک ہوگا، اس لئے کہ ہر فرقہ میں بعض نافرمان اور گنہ گار ہوتے ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ صرف دخول مراد لینے سے فرقۂ ناجیہ بھی ان میں شامل ہو جائے گا حالانکہ حدیث شریف میں اس کا استثنا کیا گیا ہے، اس لئے لامحالہ یہاں خلود فی النار ہی مراد لیا جائے گا تاکہ فرقۂ ناجیہ کا مستثنیٰ ہونا باقی رہے۔

اگر کوئی کہے کہ دخول فی النار مراد لینے میں فرقوں کے درمیان اشتراک نہیں ہوگا اس لئے کہ ہلاک ہونے والے فرقے بدعقیدگی کی وجہ سے جہنم میں جائیں اور فرقۂ ناجیہ کے بعض بدعملی کی وجہ سے اس لئے اشتراک نہیں ہوگا تو یہ عقل سے بالاتر بات ہے کیونکہ ایسی صورت میں دخول تو سب کیلئے ہوگا خواہ بدعقیدگی کی وجہ ہو یا بدعملی کی وجہ سے جب دخول میں سب مشترک ہونگے تو سبب کے مختلف ہونے کی وجہ سے فرقۂ ناجیہ کو خارج کرنا کیسے درست ہوگا؟ اس کی مثال یہ ہیکہ زید کے پاس قوم کے لوگ مختلف ضرورتوں کے تحت مختلف ذرائع سے آئے یعنی کوئی سواری سے اور کوئی پیدل تو ان میں سے کسی کو بھی آنے کے حکم سے خارج کرنا درست نہیں ہوگا لہٰذا استثناء صحیح اور درست ہونے کی صرف یہی صورت ہیکہ ''کلها فی النار'' سے خلود فی النار مراد لیا جائے۔

محقق دوانی علیہ الرحمہ کے نزدیک ''امتی'' سے امت اجابت مراد ہے اس کے باوجود امت اجابت سے پیدا ہونے والے باطل فرقوں کو دین اسلام سے خارج مان کر یہ بیان فرمایا کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

(۲) حضرت شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی ''امتی'' میں امت سے مراد، امت اجابت ہی ہے اس کے باوجود اصول عقائد میں اختلاف کی وجہ سے اس امت سے پیدا ہونے والے فرقے دین سے خارج ہو جائیں گے، چنانچہ ''وتفترق امتی علی ثلاث وسبعین ملة'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وجدا میشوند امت من از آنہا کہ ایمان آوردہ اند وروئے بقبلہ دارند بر ہفتاد و سہ مذہب در اصول عقائد'' یعنی ایمان لانے اور قبلہ کی طرف رخ کرنے کے باوجود میری امت اصول عقائد میں تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔

حضرت شیخ کی عبارت سے یہ واضح ہے کہ امت میں افتراق اصول عقائد میں مخالفت کی وجہ سے ہوگا، لہٰذا پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ اصول عقائد کیا ہیں؟ تو اس سلسلے میں قرآن مجید، احادیث کریمہ اور کتب عقائد سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید، رسالت اور مرنے کے بعد دوبارہ جلایا جانا اصول عقائد ہیں، چنانچہ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ ''التفرقة بين الاسلام والزندقة'' میں

فرماتے ہیں:

''اما القانون فهو ان تعلم النظريات قسمان قسم يتعلق باصول العقائد وقسم يتعلق بالفروع واصول الايمان ثلثة الايمان بالله ورسوله وباليوم الأخر وما عداه فروع واعلم انه لاتكفير في الفروع اصلاً الا في مسئلة واحدة وهي ان ينكر اصلاً دينياً علم من الرسول صلى الله عليه وسلم بالتواتر لكن في بعضها تخطئة كما في الفقهيات وفي بعضها تبديع كالخطاء بالامامة واحوال الصحابة''یعنی رہا قانون تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ نظریات کی دو قسم ہے ایک قسم کا تعلق اصول عقائد سے اور دوسری قسم کا تعلق فروع سے ہے اور اصول ایمان تین ہیں (۱) اللہ پر ایمان لانا (۲) اس کے رسول پر ایمان لانا (۳) اور قیامت کے دن پر ایمان لانا اور جو کچھ ان تین کے علاوہ ہیں، وہ فروع ہیں اور جان لو کہ فروع میں سرے سے تکفیر ہی نہیں، سوائے ایک مسئلہ کے اور وہ یہ ہے کہ کسی ایسے اصول دین کا انکار کرے جس کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ہو، لیکن باقی فروعی مسائل میں سے بعض میں خطا کار کہا جائے گا جیسے مسائل فقہیہ میں اور بعض میں بدعتی جیسے مسئلہ امامت اور احوال صحابہ میں خطا۔

اصول عقائد میں اہل حق کی مخالفت کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی ان اصول میں سے کسی ایک یا دو یا تینوں پر ایمان نہ لائے اور دوسری صورت یہ ہے کہ ایمان تو لائے مگر کما حقہ ایمان نہ لائے ان دونوں صورتوں میں ایمان نہ لانے والا اسلام و ایمان سے قطعاً یقیناً اجماعاً خارج ہو جاتا ہے اور ایمان سے خارج ہونا کفر و ارتداد ہے اور کفر ایسا گناہ ہے جو معاف نہیں ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر مادون ذٰلك لمن يشاء'' [پ ۵ ع ۴] اس آیت کریمہ میں شرک سے مراد مطلق کفر ہے، چنانچہ جلالین شریف کے حاشیہ میں اسی آیت کے تحت ہے: ''المراد بالشرك مطلق الكفر''یعنی شرک سے مراد مطلق کفر ہے، اسی لئے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ترجمہ یہ کیا ہے: ''بیشک اللہ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے، جسے چاہے معاف فرما دیتا ہے''معنی یہ ہے کہ جو کفر پر مرے اس کی بخشش نہیں، اس کے لئے ہمیشگی کا عذاب ہے اور جس نے کفر نہ کیا وہ خواہ کتنا ہی گنہگار مرتکب کبائر ہو اور بے توبہ بھی مرجائے تو اس کے لئے خلود نہیں، اس کی مغفرت اللہ کی مشیت میں ہے، چاہے معاف فرمائے یا اس کے گناہوں پر عذاب کرے پھر اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے چنانچہ شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ''کلھم فی النار'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہمہ ایشاں مستحق درآمدن دوزخ باشند بجہت سوء اعتقاد والا بجہت عمل شاید کہ فرقۂ ناجیہ نیز درآیند قول بآنکہ ذنوب فرقۂ ناجیہ مطلق مغفور است سخن بے دلیل است''یعنی بدعقیدگی کی وجہ سے جہنم میں جانے کے مستحق ہوں گے ورنہ بدعملی کی وجہ سے فرقۂ ناجیہ کے لوگ بھی جہنم میں جاسکتے ہیں اور یہ کہنا کہ فرقۂ ناجیہ کے گناہ مطلق بخش دیئے گئے ہیں یہ ایسی بات ہے جس کی کوئی دلیل نہیں۔

یہاں سوء اعتقاد سے مراد وہ بدعقیدگی ہے جو حد کفر کو پہنچی ہو، اس لئے کہ اصول عقائد کی مخالفت یقیناً کفر ہے اور کفر جہنم میں ہمیشہ رہنے کا سبب ہے، اس کی تائید خود حضرت شیخ کے اخیر والے جملے سے ہوتی ہے، اخیر کا جملہ یہ ''اور یہ کہنا کہ فرقۂ ناجیہ کے گناہ مطلق بخش دیئے گئے ہیں یہ ایسی بات ہے جس کی کوئی دلیل نہیں اور دلیل اسی صورت میں نہیں ہوگی جبکہ خلود فی النار مراد ہو اور اگر خلود فی النار مراد نہ ہو تو الملۃ واحدۃ کا لفظ یقیناً فرقۂ ناجیہ کے گناہ مطلقاً بخش دیئے جانے کی دلیل ہوگی، کیونکہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کے حکم سے خارج ہوتا ہے، اس سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ شیخ کے نزدیک بھی وہی فرقے مراد ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

شیخ کی یہ دونوں عبارتیں حدیث شریف کے الفاظ اور سیاق وسباق کے موافق ہیں اور جو شرح سفر السعادہ کی عبارت ہے، ان دونوں عبارتوں سے مختلف ہے، ان دونوں میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟ یہاں پر ہمارے مرشد اجازت آبروئے سنیت حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی ''تحقیق انیق'' میں فرماتے ہیں ''تصحیح کلام ہر عاقل وبالغ پر ضروری ہے اور الغا سے بچانا لازم ہے، شیخ کی عبارت بدرجۂ اولیٰ اس کی مستحق ہے۔'' پھر صفحہ ۲۷ پر تصحیح کلام کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''شیخ کی عبارت میں اتنی بات کا افادہ زیادہ ہے کہ ''تکفیر آنہا'' مگر یہ خلاف واقعہ ہے کہ کفر فقہی پر تکفیر کرنے والے فقہا ہیں جو یقیناً اہل سنت وجماعت ہیں، اس کے پیش نظر یہ بہت مستبعد ہے کہ اہل سنت کے مسلم الثبوت امام شیخ محقق علام سے ایسی عبارت صادر ہو، لہٰذا یہ عبارت جوں کی توں

قابل تسلیم نہیں، تصحیح کلام کے لئے ضرور ماننا پڑے گا کہ اہلسنت سے پہلے کوئی لفظ چھوٹ گیا ہے اور حق عبارت یہ ہے ''تکفیر آنہا مذہب متکلمین اہلسنت و جماعت نہ'' اور اہل سنت و جماعت کی قید اتفاقی ہے، اب دونوں عبارتوں کو ملا کر یہ مفہوم حاصل ہوا کہ فقہا ظاہر لفظ پر نظر رکھتے ہیں اور تکفیر فرماتے ہیں اور احتمالات سے انھیں سروکار نہیں اور متکلمین جب احتمال منتفی ہو اور لفظ کفری معنیٰ میں متعین ہو تو تکفیر کرتے ہیں، پہلی قسم مختلف فیہ ہے، دوسری متفق علیہ اور متکلمین، فقہا کے طور پر تکفیر نہیں فرماتے اگرچہ کفر لازم آئے، اسی معنیٰ کو شیخ نے ''اگرچہ کفر لازم آئے'' کہہ کر ادا کیا، اس طرح مذہب متکلمین کی طرف اشارہ فرمایا اور وہ یہ ہے کہ متکلمین جب احتمال قائم ہو تو تکفیر نہیں کرتے بلکہ اس وقت تکفیر کرتے ہیں جب کلام بعینہٖ کفر ہو یعنی معنیٰ کفری متعین ہو، ہماری تقریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شیخ کی عبارت واقع کے مطابق ہے بشرطیکہ عبارت یوں قرار دی جائے کہ متکلمین مذہب اہل سنت، الخ''

حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے شیخ کی عبارت کی جو توجیہ اور تصحیح کی ہے یقیناً قابل ستائش ہے، ایسی تصحیح سب کے بس کی بات نہیں، یہ حضور تاج الشریعہ ہی جیسی علمی شخصیت کا کام ہے۔

(۳) حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ والرضوان ''کلھم فی النار'' کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ''لانھم یتعرضون لما یدخلھم النار فکفارھم مرتکبون ماھو سبب فی دخولھا المؤبدۃ علیھم ومبتدعتھم مستحقۃ لدخولھا الا ان یعفو اللہ عنھم ''۔ اس لئے کہ وہ اس کے درپے ہوں گے جو انھیں جہنم میں داخل کرے گی تو ان میں کے کفار ایسے گناہ کے مرتکب ہوں گے، جس کی وجہ سے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے اور ان میں کے بدعتی جہنم میں جانے کے مستحق ہوں گے مگر یہ کہ اللہ انھیں معاف فرمادے تو جہنم میں نہیں جائیں گے۔

علامہ موصوف کی عبارت سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ جانا جائے کہ بدعت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک بدعت وہ ہوتی ہے جس کے ارتکاب سے مومن کافر ہو جاتا ہے اور دوسری وہ بدعت ہوتی ہے جس کے ارتکاب سے مومن صرف گمراہ ہوتا ہے کافر نہیں ہوتا، علامہ موصوف کی عبارت میں ''فکفارھم'' میں کفار سے مراد ایسے ہی لوگ ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی ضروری کے منکر ہو کر قطعاً اور یقیناً کافر ہوں گے، ایسوں کے لئے یقیناً خلود فی النار ہے اور عبارت میں مبتدعتھم سے مراد ایسے لوگ ہیں، جن کا عقیدہ یا قول عین کفر تو نہ ہوگا لیکن اس سے کفر لازم آتا ہوگا یا اس سے کم درجہ کی بدعقیدگی ان کے اندر پائی جائے گی تو ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف فرمادے اور عذاب نہ کرے، یا جہنم میں داخل کرے اور سزا کے بعد اپنے فضل و کرم سے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے، یہی اہل سنت و جماعت کا مذہب ہے۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ والرضوان کے نزدیک بھی ''امتی'' میں امت سے مراد امت اجابت ہے پھر بھی آپ نے اسی امت سے پیدا ہونے والے باطل فرقوں کو کافر فرمایا اور ان کے لئے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی صراحت فرمائی۔

سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے نزدیک بھی ''امتی'' میں امت سے مراد، امت اجابت ہے اور اسی امت اجابت سے پیدا ہونے والے باطل فرقوں کو کافر و مرتد فرمایا ہے، چنانچہ فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد صفحہ ۳۷۶ پر فرماتے ہیں ''اور کلمہ گو فرقوں میں جو مرتد ہیں وہ تو نبی و قرآن سبھی جانتے قال اللہ وقال الرسول سے سند لاتے نمازیں پڑھتے روزے رکھتے ہیں، جیسے قادیانی، نیچری، چکڑالوی، وہابی، رافضی، دیوبندی غیر مقلد خذلھم اللہ تعالیٰ اجمعین''

اور فرماتے ہیں'' یہ روافض نہ اہل قبلہ ہیں اور نہ مسلمان بلکہ بالیقین کفار مرتدین ہیں'' [فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۵۲۶] اور رسالہ رد الرفضہ میں حدیقہ ندیہ اور شرح نقایہ وغیرہ کے حوالہ سے یہ عبارت نقل فرمائی ہے:

''یجب اکفار الروافض فی قولھم برجعۃ الاموات الی الدنیا (الی قولہ) وھؤلاء القوم خارجون عن ملۃ الاسلام واحکامھم احکام المرتدین کذا فی الظھیریۃ'' یعنی رافضیوں کو ان کے عقائد کفریہ کے باعث کافر کہنا واجب ہے یہ لوگ دین اسلام سے خارج ہیں ان کے احکام بعینہٖ مرتدین کے احکام ہیں، ایسا ہی فتاویٰ ظہیریہ میں ہے۔

اور وہیں پر ۵ سطر کے بعد فرماتے ہیں: ''اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ جو انھیں کافر نہ جانے خود کافر ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۵۲۱/۵۲۲]

اور مرتد کے بارے میں فرماتے ہیں: ''معاذ اللہ مرتد ہونا سب سے بدتر جرم ہے اسکا کیا کفارہ ہوسکتا ہے مگر توبہ واسلام اور اگر توبہ نہ کرے اور اسلام نہ لائے تو دنیا میں سلطان اسلام کے یہاں اسکی سزا قتل ہے اور آخرت میں ابدالآباد کے لئے جہنم والعیاذ باللہ، واللہ اعلم۔ [فتاویٰ رضویہ ج ۶ ص ۴۳]

ان فرقوں کا کلمہ گو ہونا، نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ سب امت اجابت میں تھے مگر کفر کے مرتکب ہونے کی وجہ سے امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں شامل ہو گئے اسی لئے انہیں مرتد فرمایا۔

ابھی جن فرقوں کا ذکر ہوا ہے سبحٰن السبوح کے تازیانہ والی عبارت میں اہل بدعت کے جن بہتر فرقوں کو گنانے کے لئے فرمایا ہے، انھیں فرقوں میں رافضی اور وہابی کا بھی ذکر ہے اور ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت نے قادیانی، چکڑالوی، نیچری، وہابی، رافضی، دیوبندی، غیر مقلد وغیرہ کو مرتد کہا ہے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ سیدنا اعلیٰ حضرت کے نزدیک بھی بہتر فرقے مرتد ہوں گے اور ہمیشہ جہنم میں رہیں، تاکہ استثنا کا معنیٰ باقی رہے اور استثنا کا الغا لازم نہ آئے، اس کی تائید اس مکالمہ سے بھی ہو رہی ہے، جس کو میرے مرشد برحق سیدی وسندی حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے الملفوظ جلد اوّل میں رقم فرمایا ہے، چنانچہ تحریر فرماتے ہیں: ''ارشاد: خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب بدمذہبوں کو جہنمی بتایا: کلھم فی النار الا واحدۃ۔ اب کیا نہ کہا جائے گا کہ رافضی گمراہ جہنمی ہیں، میاں صاحب، رافضی جہنمی نہیں، ارشاد: حدیث کا کیا جواب؟

ناظرین غور فرمائیں کہ رافضی کو جہنمی فرمایا اور جب کسی مرتد کو جہنمی کہا جاتا ہے تو اس سے مراد ہمیشہ جہنم میں رہنے والا ہی ہوتا ہے اور جب میاں صاحب نے جہنمی کا انکار کیا تو ارشاد ہوا ''حدیث کا کیا جواب؟'' اس کا صاف اور واضح مطلب یہی ہوا کہ حدیث شریف میں جن فرقوں کے جہنم میں جانے کا ذکر ہے، وہ سب کے سب ایسے جہنمی ہیں جو جہنم سے کبھی نہیں نکالے جائیں گے۔

حضرت محقق دوانی، حضرت ملا علی قاری، حضرت شیخ محقق دہلوی اور حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا علیہم الرحمۃ والرضوان نے حدیث شریف کا جو معنیٰ اور مطلب بیان فرمایا ہے، وہی حق اور درست ہے حدیث شریف کے الفاظ وکلمات اسی معنیٰ کو متعین کر رہے ہیں، میں نے اپنے قسط وار مضامین کی پہلی قسط میں کلمات حدیث پر بھرپور روشنی ڈالی ہے جس سے واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، یہاں میں صرف حدیث شریف ذکر کر کے ان الفاظ وکلمات کی نشاندہی کردوں جو اسی معنیٰ کو متعین کر رہے ہیں، تفصیل معلوم کرنے کے لئے ناظرین میری کتاب ''بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں'' اور حضور تاج الشریعہ کی تصنیف ''تحقیق انیق'' کا مطالعہ کریں، حدیث شریف یہ ہے:

''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیاتین علیٰ امتی ما اتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتیٰ ان کان منھم من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع ذٰلک وان بنی اسرائیل تفرقت علیٰ ثنتین وسبعین ملۃ وتفترق امتی علیٰ ثلاث وسبعین ملۃ کلھم فی النار الا ملۃ واحدۃ قالو امن ھی یارسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی''

[جامع الترمذی ج ۲ ص ۸۸، ۸۹]

یعنی میری امت پر ضرور ایسا ہی (مہلک) زمانہ آئے گا جیسا بنی اسرائیل پر (مہلک) زمانہ آیا، یا میری امت پر میری مخالفت ضرور غالب اور مسلط ہوگی، جس طرح بنی اسرائیل پر (نبی) کی مخالفت غالب اور مسلط ہوئی، دونوں ایک دوسرے کے بالکل مطابق اور برابر ہوں گے، جس طرح دونوں پاؤں کے جوتے بالکل برابر ہوتے ہیں، یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اگر اپنی ماں سے اعلانیہ زنا کیا تو میری امت میں بھی وہ ہوگا جو ایسا کرے گا اور بیشک بنی اسرائیل بہتر ملت (فرقے) میں بٹ گئے اور میری امت تہتر ملت (فرقوں) میں بٹ جائے گی، سوائے ایک (اہل ملت (فرقہ) کے سب جہنم میں جائیں گے (صحابہ) نے عرض کی یارسول اللہ! وہ کون ملت والے ہیں جو جہنم میں نہیں جائیں گے اس پر ارشاد ہوا کہ جو میرے اور میرے صحابہ کے عقائد پر ہوں گے، وہ جہنم میں نہیں جائیں گے۔

اس حدیث شریف میں لیاتین اور اتی دونوں کا صلہ علیٰ آیا ہے جو ہلاکت کے معنیٰ کو بتا رہا ہے، حذو النعل بالنعل، ما اتی میں جو مماثلت کا معنیٰ ہے اس کے اندر غایت درجہ کی مطابقت اور موافقت کو بتا رہا ہے ''حتیٰ ان کان منھم من اتی امہ علانیۃ لکان فی امتی من یصنع ذٰلک'' ظاہری برابری اور یکسانیت کو بتا رہا ہے ''ان بنی اسرائیل تفرقت اور تفترق امتی'' باطنی

یکسانیت اور برابری کو بتا رہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ امت کے بہتر فرقے اعمال و عقائد میں بنو اسرائیل کے بہتر فرقوں کے بالکل موافق و مطابق ہوں گے، لہٰذا جس طرح بنو اسرائیل کے بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اسی طرح امت کے بہتر فرقے بھی جہنم میں ہمیشہ رہیں گے اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کلھم فی النار الا واحدۃ روشن اور واضح دلیل ہے، جس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

کسی بھی عبارت کی تشریح و توضیح اس کے الفاظ اور کلمات کی روشنی ہی میں کی جاتی ہے، حضرت مفتی صاحب سے گزارش ہے کہ نشاندہی فرمائیں کہ حدیث مذکور میں کون سا لفظ یا کون سا جملہ ہے جو یہ بتا رہا ہے کہ امت محمدیہ کے بہتر فرقے جو جہنم میں جائیں گے سزا بھگتنے کے بعد نکال دیئے جائیں اور یہ بھی بتائیں کہ نکالے جائیں گے تو ایمان ہی کی وجہ سے نکالے جائیں گے، ایسی صورت میں بنی اسرائیل کے فرقوں سے غایت درجہ کی مماثلت پائی جائے گی یا نہیں؟ اور نکالے جانے کی صورت میں فرقۂ ناجیہ اور بہتر فرقوں کے درمیان کلھم فی النار الا واحدۃ میں الا رافع اشتراک کیسے ہوگا؟۔

مفتی صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں میری کرم فرمائی کا اتنا زیادہ ذکر کیا ہے کہ میں کما حقہ اس کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں لیکن اگر کچھ بھی شکریہ ادا نہ کروں تو بد خلقی ہوگی، لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کرم فرمائی کا ذکر بھی کر دوں، ساتھ ہی شکریہ بھی ادا کر دوں، لہٰذا ناظرین سنجیدگی سے کرم فرمائی کا ذکر بھی دیکھیں اور شکریہ بھی اور خود فیصلہ کریں کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے؟

(۱) مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں ''میرے مقالے میں ہے: اکثر شارحین حدیث نے اس حدیث کے تحت الخ''

[دیکھئے عالم ربانی نمبر]

مگر کرم فرما کی نقل میں لفظ ''نے'' بدل کر ''میں'' ہو گیا تو میں اسے تحریف نہیں کہتا، کمپوزنگ کی غلطی سمجھتا ہوں، اسی طرح میں نے جن حضرات کے نزدیک یہاں جہنمی سے مراد ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم میں رہنا ہے، ان کے نزدیک جو حضرات دعوئ ایمان کے ساتھ کفر کے مرتکب ہیں، جیسے شیعوں کا وہ طبقہ جو قرآن کو ناقص مانتا ہے، وہابیوں کا وہ طبقہ جو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کے پیدا ہونے کو شرعاً ممکن بتاتا ہے (وغیرہ وغیرہ) وہ بظاہر امت اجابت میں ہونے کے باوجود ''ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے'' لکھا تھا اور کمپوزنگ میں لفظ ''بہ ظاہر'' چھوٹ گیا اس پر یہ کرم فرمائی ہوئی ہے۔

مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ ''امت اجابت میں ہونے کے باوجود ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہیں گے'' صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ جو اسلام سے خارج ہوکر مرتد ہوگا وہی ہمیشہ جہنم میں رہے گا، وہ امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں داخل ہو جاتا ہے۔''

یہ ہے کرم فرمائی کا ذکر، اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض ہے کہ اکثر شارحین میں اس حدیث کے تحت الخ'' یہاں شارحین حدیث کے بعد ''نے'' کی جگہ ''میں'' لکھ گیا، اس کو ہر دیکھنے والا سمجھ سکتا ہے، لیکن وہ امت اجابت میں ہونے کے باوجود میں کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ امت اجابت سے پہلے ''بہ ظاہر'' کا لفظ کمپوزنگ میں چھوٹ گیا۔

اسی نمبر ۱ر میں مفتی صاحب آگے تحریر فرماتے ہیں ''اس پر چاہوں تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ چونکہ'' یہ اہل قبلہ ہی میں سے نکلے ہیں اسی اعتبار سے یہ لکھا کہ امت اجابت میں ہونے کے باوجود الخ'' جیسا کہ کرم فرمانے امام احمد رضا کے جملہ ''جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں'' کو اپنی تائید کے لئے بنانے کی خاطر فرمایا ہے'' چونکہ یہ فرقے اہل قبلہ ہی میں سے نکلے ہیں، اسی اعتبار سے فرمایا'' جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں'' مگر میں نہیں کہوں گا۔''

اور آگے اسی کے متعلق یہ بھی تحریر فرماتے ہیں ''زمانے تین ہیں ماضی، حال اور مستقبل، امام احمد رضا کی یہ عبارت ''جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں'' زمانۂ حال کو بتاتی ہے جو موصوف کے نظریہ کی تردید کرتا ہے، تو موصوف فرماتے ہیں کہ ''ضرور سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فرمانے کا مطلب یہی ہے کہ بہتر کلمہ گو فرقے اہل قبلہ ہی تھے مگر کفر قطعی کے مرتکب ہونے کی وجہ سے اسلام سے خارج ہو گئے اور اب اہل قبلہ نہ رہے، چونکہ یہ فرقے اہل قبلہ ہی میں سے نکلے ہیں اس اعتبار سے فرمایا کہ ''یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں'' امام احمد رضا کے اس جملہ کا یہ مطلب کوئی اہل زبان و ادب سمجھے تو سمجھے، مجھ جیسا غیر اہل زبان تو ہرگز نہیں سمجھ سکتا۔''

یہ ہے کرم فرمائی کا ذکر! اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض ہے کہ سچ فرمایا مفتی صاحب نے کہ امام احمد رضا کے اس جملہ کا یہ مطلب کوئی اہل زبان و ادب ہی سمجھ سکتا ہے، اس لئے کہ اہل

زبان وادب پہلے یہ دیکھتا ہے کہ کلام کس موقع پر بولا گیا ہے؟ کس کے لئے بولا گیا ہے؟ اور بولنے والا کون ہے؟ اس کے بعد اس کا صحیح معنیٰ ومطلب سمجھتا اور بیان کرتا ہے۔

''یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں'' یہ کلام اعلیٰ حضرت کا ہے اور رافضی، وہابی، خارجی، معتزلی، جبری، قدری، ناصبی وغیرہ کے لئے بولا گیا ہے اور یہ تمام فرقے اعلیٰ حضرت کے نزدیک کافر ومرتد ہیں اور جو مرتد ہوجاتا ہے وہ اہل قبلہ نہیں رہتا، چنانچہ خود روافض کے بارے میں فرماتے ہیں ''یہ روافض نہ اہل قبلہ ہیں نہ مسلمان بلکہ بالیقین کفار مرتدین ہیں۔ [فتاویٰ رضویہ ج۶ ص۵۲۶]

لہٰذا اس کا معنیٰ متعین ہوگیا کہ چونکہ یہ فرقے اہل قبلہ ہی میں سے نکلے ہیں اس اعتبار فرمایا کہ ''یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں'' یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی قادیانی، نیچری، وہابی، رافضی وغیرہ کو کہے کہ یہ فرقے اسلام کے ہیں تو کیا ان کا مسلمان ہونا سمجھا جائے گا؟ ہرگز نہیں اس لئے کہ وہ اسلام سے خارج ہوچکے ہیں، اب ان کو اسلام کے فرقے کہنا اسی اعتبار سے ہوگا کہ پہلے اسلام میں داخل تھے۔

کیا مفتی صاحب کو معلوم نہیں کہ کوئی جملہ ماضی کو بتاتا ہے مگر قرینہ سے مستقبل کا زمانہ مراد ہوتا ہے اور کوئی جملہ حال کو بتاتا ہے مگر قرینہ سے ماضی کا زمانہ مراد ہوتا ہے اگر میں کہوں کہ مفتی صاحب اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں تو کیا کوئی یہ سمجھے گا کہ اس وقت تحریر فرما رہے ہیں؟ اس طرح کی سیکڑوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔

البتہ مفتی صاحب کے قول ''امت اجابت میں ہونے کے باوجود'' میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ چونکہ یہ اہل قبلہ ہی میں نکلے ہیں، اسی اعتبار سے کہا کہ ''امت اجابت میں ہونے کے باوجود'' اس لئے کہ باوجود کا لفظ بتا رہا ہے کہ جہنم میں داخل ہونے کے وقت بھی امت اجابت ہی رہیں گے۔

اسی نمبر ار میں تحریر فرماتے ہیں ''پھر میں نے لکھا تھا'' اور جن حضرات کے نزدیک یہاں جہنمی سے مراد ''جہنم میں اپنے کئے کی سزا پاکر اس سے نکل آئیں گے'' ہے، ان کے نزدیک دعویٔ ایمان کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرنے والے امت اجابت میں داخل ہی نہیں رہتے ہیں، امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں داخل ہوجاتے ہیں'' اس پر ارشاد فرمایا۔

اس عبارت میں تضاد ہے اس لئے کہ جہنم سے نکلنے والے وہ لوگ ہوں گے جن کی بدعت وگمراہی حد کفر تک نہیں پہنچی ہے اور ایسے لوگ امت اجابت ہی میں رہتے ہیں ''امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں داخ نہیں ہوتے اور جو دعویٔ ایمان کے ساتھ کفر کا مرتکب ہوگا وہ جہنم سے نکلے گا ہی نہیں۔''

میں سمجھ نہیں پارہا ہوں کہ تضاد کیلئے مناطقہ نے جو آٹھ شرطیں رکھی ہیں، ان کا تحقق یہاں کیسے ہے؟ کاش: وضاحت ہو جاتی تو ہم بھی مستفید ہوتے۔'' یہ ہے کرم فرمائی کا ذکر۔

اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض ہے کہ اس میں کھلا ہوا تضاد ہے، اس لئے کہ جو جہنم میں اپنے کئے کی سزا پاکر نکل آئیں گے، انھیں کے بارے مفتی صاحب نے فرمایا کہ امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں داخل ہوجاتے ہیں اور یہ سب کو مسلم ہے کہ امت دعوت جہنم سے کبھی نہیں نکلے گی، اب مفتی صاحب فرمائیں کہ جہنم سے نکلنا اور نہ نکلنا یا جہنم میں ہمیشہ رہنا اور ہمیشہ نہ رہنا ایجاب وسلب ہیں یا نہیں؟ اور ایجاب وسلب میں تضاد ہی تو ہوتا ہے، مناطقہ کی آٹھ شرطوں میں سے یہاں، وحدت موضوع، وحدت محمول، وحدت زمان اور وحدت مکان کا تحقق ہو رہا ہے کہ نہیں؟

اسی نمبر میں مفتی صاحب فرماتے ''حضرت کرم فرما، فتاویٰ رضویہ کی منقولہ بالا عبارت سے متعلق فرماتے ہیں: اس عبارت کے پیش نظر یہ کہنا کہ سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ کا بھی یہی موقف ہے، یہ مفتی (مطیع الرحمٰن) صاحب کی غلط فہمی ہے یا بہتان تراشی بلکہ اس عبارت سے سیدنا اعلیٰ حضرت کا یہ موقف ثابت ہو رہا ہے کہ یہ بہتر مسلمان نہیں جبھی تو ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو اہل بدعت کے بہتر فرقے پورے گنا کر کہئے: رافضی، وہابی الخ اور اس کے بعد یہ فرمانا کہ ''بلکہ تفرقہ وہی ہے کہ جب یہ فرقے اہل قبلہ کے ہیں تو مسلمان کے حق میں ان بہتر کی نفی سنی ہونے کا اثبات کرے گی'' اس عبارت سے بہتر فرقوں کا کافر ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے؟ یہ صرف کرم فرما مولانا رضوان صاحب ہی سمجھ سکتے ہیں کوئی اور نہیں۔

بتایا جائے کہ بہتر کے بہتر کافر ہیں، تو کافر کی نفی سے مسلمان ہونے کا اثبات ہوگا یا سنی ہونے کا؟ کیا جو سنی نہیں وہ سب کے سب کافر ہیں خواہ ان کی بد مذہبی حد کفر تک نہ پہنچی ہو؟ یہ ہے کرم فرمائی کا ذکر، اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض ہے کہ حدیث شریف میں ''کلھم فی النار'' سے مراد یا تو امت اجابت ہے یا امت

دعوت ایسا کوئی تیسرا نظر یہ نظر سے نہیں گذرا کہ کلھم سے مراد دونوں ہیں تو جن کے نزدیک امت اجابت مراد ہے ان کے نزدیک امت دعوت اس میں شامل نہیں اور جن کے نزدیک امت دعوت مراد ہے ان کے نزدیک امت اجابت اس میں شامل نہیں اور گزشتہ صفحات میں یہ دلائل سے ثابت ہو چکا ہے کہ بہتر فرقے امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں شامل ہو جائیں گے، اس لئے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے کیونکہ امت دعوت میں شامل ہونے والا مسلمان رہتا ہی نہیں بلکہ کافر ہو جاتا ہے اور سیدنا اعلیٰ حضرت کے نزدیک اہل بدعت کے بہتر فرقے امت اجابت سے نکل کر کافر و مرتد ہو گئے اور امت دعوت میں شامل ہو گئے، ان میں کوئی مسلمان نہیں اسی لئے تو فرمایا ''یہ روافض نہ اہل قبلہ ہیں اور نہ مسلمان'' اس کی روشنی میں سیدنا اعلیٰ حضرت کی مندرجہ بالا عبارت سے یقیناً یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جو مسلمان ہوگا وہی سنی ہوگا اور جو سنی ہوگا وہی مسلمان ہوگا اور جو سنی نہیں وہ مسلمان نہیں، یہ معنیٰ صرف کرم فرمانے نہیں سمجھا بلکہ ہر عقل سلیم والا یہی معنیٰ سمجھے گا۔

مفتی صاحب کا یہ کہنا کہ ''بتایا جائے کہ بہتر کے بہتر فرقے کافر ہیں تو کافر کی نفی سے مسلمان ہونے کا اثبات ہوگا یا سنی ہونے کا؟ مقام حیرت ہے کہ مفتی صاحب جیسی علمی شخصیت کی طرف سے اس طرح کا سوال ہو رہا ہے، معلوم ہونا چاہئے کہ ''لفظ'' کافر سے جب مسلمان سے نفی کی جائے گی یعنی مسلمان کو کہا جائے گا کہ کافر نہیں تو مسلمان ہونے کا اثبات ہوگا اور اہل بدعت کے بہتر فرقوں کا نام لے کر مسلمان کے حق کہا جائے کہ رافضی، وہابی وغیرہ نہیں تو سنی ہونے کا ہی اثبات ہوگا۔ اگر چہ سنی مسلمان ہی ہوتا ہے سیدنا اعلیٰ حضرت کی عبارت میں اہل بدعت کے فرقوں کا نام لیکر ہی نفی کرنے پر مسلمان کے سنی ہونے کا اثبات ہو رہا ہے اور بہتر فرقوں کے غیر سنی ہونے کا اثبات ہو رہا ہے جو بالیقین کفار مرتدین ہیں ان میں کوئی ایسا فرقہ مراد نہیں جس کی بد مذہبی اور بد عقیدگی حد کفر تک نہ پہنچی ہو۔

اور مفتی صاحب فرماتے ہیں ''میرے مقالے کے اندر سبحٰن السبوح مندرجہ فتاویٰ رضویہ کی منقولہ عبارت میں امام احمد رضا کا ارشاد ہے ''مسلمان، کو اہل بدعت کے بہتر فرقے پورے گنا کر کہئے ''رافضی، وہابی، خارجی، معتزلی، الخ'' اس لئے مولانا نے فتاویٰ رضویہ کے ایک فتویٰ سے یہ عبارت ''یہ روافض نہ اہل قبلہ ہیں اور نہ مسلمان بلکہ بالیقین کفار مرتدین ہیں'' نیز یہ عبارت'' بلکہ رافضی خواہ وہابی خواہ کوئی کلمہ گو جو باوصف ادعائے اسلام عقیدۂ کفر رکھے وہ بتصریح ائمہ دین سب کافروں سے بدتر کافر یعنی مرتد کے حکم میں ہے،'' نقل کر کے ثابت کرنا چاہا ہے کہ امام احمد رضا نے چونکہ یہاں رافضی کو مرتد لکھا ہے، جس کا حکم ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا، اس لئے باقی فرقے بھی ان کے نزدیک مرتد اور اور ہمیشہ کے جہنمی ہیں، یہی امام احمد رضا کا موقف ہے۔

مگر حیرت ہو رہی ہے کہ جس فتوے سے یہ عبارتیں نقل کی ہیں، اسی فتوے کے آخر میں امام احمد رضا نے خود اپنا موقف جو بتایا ہے، اسے کیوں جان بوجھ کر چھوڑ دیا گیا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اسی فتوے کے آخر میں اپنے موقف کا اظہار ان لفظوں میں فرماتے ہیں:

'' والا حوط فیه قول المتكلفين انهم ضلال من كلاب النار لا كفار وبه ناخذ۔ [فتاوی رضویہ مترجم ج ۱۴ ص ۲۵۹]

(ترجمہ) اس بارے میں زیادہ محتاط متکلمین کا قول ہے کہ وہ گمراہ جہنمی کتے ہیں، مگر کافر نہیں، یہی ہمارا موقف ہے۔

اس کے بعد مفتی صاحب موصوف نے اسمٰعیل دہلوی اور اس کے متبعین کے بارے میں الکوکبۃ الشہابیۃ کی عبارت نقل کی جس کے اخیر میں سیدنا اعلیٰ حضرت نے سب کو جمہور فقہا کے نزدیک کافر و مرتد بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار سے کف لسان ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب، اگر چہ ائمہ محققین و علمائے محتاطین انھیں کافر نہ کہیں اور یہی صواب ہے اور جواب یہی ہے، اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے، یہی مذہب ہے اور اسی پر اعتماد ہے و سلامتی ہے اور یہی درست ہے۔

یہ ہے کرم فرمائی کا ذکر کرتے ہوئے مفتی صاحب کا ارشاد، اس پر شکر یہ ادا کرتے ہوئے عرض ہے، یہ تو ''ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ'' والی بات ہوگئی، کہاں کفر لزومی اور کہاں کفر التزامی؟ کہاں کافر فقہی اور کہاں کافر کلامی؟ ان دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے اعلیٰ حضرت نے والاحوط فیہ الخ کن لوگوں کے بارے میں فرمایا؟ کیا رافضی، دیوبندی، وہابی، خارجی، معتزلی، جبری، قدری وغیرہ کے بارے میں فرمایا؟ ہر گز نہیں اس لئے کہ والاحوط والی عبارت کفر فقہی کے بارے میں پیش کی جاتی ہے، چنانچہ تبرائی رافضیوں کا حکم فقہی بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں ''یہ حکم فقہی

مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے اگر چہ تبرا و انکار خلافت شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں والاحوط فیہ قول المتکلمین الخ،،
[فتاویٰ رضویہ ج ۱۰ ص ۵۲۲]

اس لئے کہ متکلمین کفر لزومی پر قائل کی تکفیر نہیں کرتے، چنانچہ مفتی صاحب کے سوال نمبر ۵ رکی عبارت ''وہابیہ اسمٰعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر جزماً قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کفر لازم'' سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے متکلمین اور علمائے محتاطین کفر لزومی پر کافر نہیں کہتے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ موقف کافر فقہی کے بارے میں بیان فرمایا کافر قطعی کلامی کے بارے میں ان کا یہ موقف ہر گز نہیں ہے اور حدیث شریف میں وہ بہتر فرقے مراد ہیں جو امت اجابت سے نکل کر امت دعوت میں شامل ہو جاتے ہیں اور فقہا و متکلمین دونوں کے نزدیک کافر ہوتے ہیں جیسے قادیانی، نیچری، چکڑالوی، دیوبندی، وہابی، رافضی وغیرہ وغیرہ جس کو ہم شارحین حدیث کے اقوال سے ثابت کر چکے ہیں۔

یہی موقف مرجع العلماء والفقہاء سیدی، سندی و مرشدی حضور مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خان قادری علیہ الرحمۃ والرضوان کا بھی ہے، چنانچہ نیچریوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں ان کے (نیچریوں کے خیال میں بھی تو مذہب کوئی شئے نہیں، ان کے نزدیک بھی تو سارے باطل فرقے کھرے پختہ مسلمان ہی ہیں، اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنھیں ضال مضل کافر جانتے ہیں، جنہیں حدیث میں کلھم فی النار فرمایا ان، اری جہنمی بتایا، اللہ و رسول کے نزدیک صرف ایک گروہ اہل حق ناجی ہے، حدیث میں الا واحدۃ فرما کر جس کا استثنا فرمایا، جس کی نشانی صحابہ کی عرض پر ما انا علیہ واصحابی، ارشاد ہوئے یعنی وہ فرقہ (اہلسنت) جو اس راہ حق کا متبع ہے، جس پر میں ہوں اور میرے صحابہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ورضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان نیاچرہ خذلہم اللہ تعالیٰ فی الدنیا والاٰخرہ کے نزدیک وہ سارے باطل فرقے بھی پکے مسلمان ہیں، کوئی کافر نہیں، سب با ایمان ہیں، ناری نہیں، ناجی از نیران ہیں کہ عباد الرحمٰن ہیں، دیوبندی ہوں، وہابی ہوں، قادیانی ہوں، بابی ہوں، رافضی ہوں، خارجی ہوں، خود یہ نیچری ہوں، ندوی ہوں، چکڑالوی ہوں، گاندھوی ہوں، غرض بدنام کنندگان اسلام سے جو بھی ہوں جتنے متبعین شیطان ہیں، ان کے نزدیک سب مسلمان ہیں، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

دیکھئے حضور مفتی اعظم نے صاف لفظوں میں ضال مضل کافر فرمایا اور یہ بتایا کہ باطل فرقوں کا جہنم سے نکالا جانا نیچریوں کا خیال ہے، یہ موقف انہوں نے بیان فرمایا، جن سے بڑا آپ کے زمانے میں کوئی فقیہ اور محدث نہیں تھا اور نہ آپ کے بعد آپ جیسا کوئی فقیہ اور محدث پیدا ہوا۔

مفتی صاحب نے کچھ لایعنی سوالات بھی کئے ہیں تاکہ بحث کا رخ پھیر دیا جائے اس لئے میں عرض کر رہا ہوں کہ یہ میدان مناظرہ نہیں بلکہ میدان تحقیق ہے لہٰذا آپ دلائل سے ثابت کریں کہ امت اجابت سے کوئی فرقہ کافر نہیں ہو سکتا، حدیث مذکور میں کون سا لفظ یا کون سا جملہ ہے جو یہ بتا رہا ہے کہ امت محمدیہ کے بہتر فرقے جو جہنم میں جائیں گے، سزا بھگتنے کے بعد نکال دیئے جائیں گے اور یہ بھی بتائیں کہ ایسی صورت میں بنی اسرائیل کے فرقوں سے غایت درجہ کی مماثلت پائی جائے گی یا نہیں؟ اور نکالے جانے کی صورت میں فرقۂ ناجیہ اور بہتر فرقوں کے درمیان کلھم فی النار الا واحدۃ میں لفظ ''الا'' رافع اشتراک کیسے ہوگا؟ نیز بتائیں کہ جن شارحین کے نزدیک بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ان پر بھی معین فقیہ اور صوفی سے متعلق بدگمانی کا الزام عائد ہوگا؟ ■ ■ ■

گامزن و قائم رہتے تو آج ہمارے وجود و تشخص کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا، فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ میں ان تجاویز کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

اخیر میں یہ کہہ کر ہم اپنی بات سمیٹ لیں گے کہ الفاظ کے نشیب و فراز اور جملوں کے اتار چڑھاؤ سے اگر اصلاح معاشرہ کا کام ہو جائے تو صفحات کے صفحات تدابیر و تجاویز سے داغدار و سیاہ کئے جا سکتے ہیں، ورنہ سچائی یہ ہے کہ عملی میدان میں اصلاح و تربیت کا فریضہ انجام دینے کے لئے وقت، سرمایہ، وسائل، ذرائع، افراد و رجال، مذہبی نظم و انتظام، تنظیم و انجمن، مدارس و ادارے کا ہونا لازم ہے اور مبلغین و مصلحین میں صلاحیت و استعداد، خلوص، للٰہیت، ایثار و قربانی، امانت و دیانت، متانت و سنجیدگی حلم و بردباری، صداقت و راست بازی، حکمت و تدبیر، بصیرت و دانائی، علم و آگہی، شعور و ادراک، صحت و تندرستی، اخلاق و مروت، خوش کلامی و نرم گوئی، حسن کردار و عمل عفت و پاکدامنی، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، طاعت و بندگی، ایفائے عہد و وفاداری، ہمت و خودداری اور جذبات و حوصلے کی ضرورت ہے ان چیزوں کے بغیر اصلاح معاشرہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے گا۔ اگر کوئی صرف الفاظ و خیالات سے میدان سر کرنے کی سعی و کوشش کرے اور عملی شکل میں اس کے ہاتھ خالی اور دامن تہی ہو تو یہ ہوا و پانی پر تحریر اور خیالی پلاؤ پکانے کے مترادف و مساوی ہوگا۔

موج خیال سے کہیں ٹوٹ سکی ہیں بیڑیاں ● فکر چمن کے ہمرکاب جوش جنوں بھی چاہئے

مفتی محمد حسن علی میلسی *

عرفیت اہل سنت کا سرقہ! ایک تحقیقی جائزہ

انھیں کے مطلب کی کہہ رہا ہوں
زبان میری ہے بات ان کی

ایک عام سوال ہے جو بار بار دہرایا جارہا ہے اور مختلف مقامات سے استفسار کیا جارہا ہے کہ ایک کالعدم وہابی جماعت نے اپنا نام ''اہل سنت والجماعت'' کیوں رکھ لیا؟ جبکہ ان کے عقائد و معمولات بدستور وہابیانہ ہیں اور بانی وہابیت ابن عبد الوہاب نجدی اور بابائے وہابیت مولوی اسماعیل دہلوی کے وہابیانہ عقائد کے عامل وقائل ہیں، بکثرت مقامات پر یہ سوال سامنے آیا، خطوط اور موبائل پر بار بار دریافت کیا گیا کہ وہابی اہلسنت والجماعت کیوں کر کہلانے لگے؟ فقیر اپنے اندر فکر اور مستقبل نصب العین کے مطابق دیوبندی وہابی مکتب فکر کی وہابیت کا ثبوت اپنی طرف سے کچھ کہنے لکھنے کی بجائے انھی کی اپنی مستند و معتبر کتابوں سے پیش کرے گا مگر پہلے یہ واضح کردوں کہ بیشتر کتب لغت میں وہابی کا معنی ابن عبد الوہاب نجدی کا پیروکار لکھا ہے، ملاحظہ ہو: فیروز اللغات، امیر اللغات، حسن اللغات وغیرہ وغیرہ۔

یہی کچھ اہلسنت وجماعت کے مسلمہ ومقتدر و مؤقر امام وفقہ زبدۃ المحققین علامہ امین الدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی نے رد المختار حاشیہ در مختار، جلد ثالث، کتاب الجہاد باب البغاۃ میں رقم فرمایا:

کما وقع فی زماننا فی اتباع ابن عبد الوھاب الذین خرجوا من نجد و تغلبوا علی الحرمین و کانوا ینخلون مذھب الحنابلہ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستحوا بذالك قتل اھل سنۃ وقتل علمائھم حتی اکسر اللہ تعالیٰ شوکتھم و خرب بلادھم وظفر بھم عساکر المسلمین عام ثلث و ثلثین وماتین والف۔

یعنی علامہ ابن عابدین شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں ابن عبد الوہاب کی اتباع کرنے والوں سے واقع ہوا جنہوں نے نجد سے خروج کرکے حرمین محرمین پر تغلب کیا (چڑھائی کی) اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر ان کا یہ عقیدہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے مذہب پر نہیں وہ سب مشرک ہیں، اس لئے انہوں نے اہلسنت وعلمائے اہلسنت کا قتل مباح ٹھہرالیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی اور ان کے شہروں کو ویران کردیا اور لشکر مسلمین کو ان پر فتح دی ۱۲۳۳ھ میں۔''

احناف کے مسلمہ امام فقہ کے غیر مبہم واضح ارشاد سے ثابت ہو کہ وہابی محمد بن عبد الوہاب کو مشرک قرار دیا اور حرمین طیبین پر چڑھائی کی۔

اب آیئے اور دیکھئے: محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اس کے متبعین کو اچھا اور عامل بالحدیث کہنے والا کون ہے اور اس کی قصیدہ خوانی کرنے والا کون ہے مدرسہ دیوبند کے بانی ثانی اور ان کے اپنے مقبول ان کے خودساختہ قطب عالم وغوث اعظم مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں:

''محمد بن عبد الوہاب نجدی کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے وہ عامل بالحدیث تھا شرک وبدعت سے روکتا تھا وہ اور اس کے مقتدی اچھے ہیں۔'' [فتاوی رشیدیہ جلد اول ص۱۱۱]

اب خود وہابی ہو کر اہل سنت والجماعت کہلانے اور اپنا نیا نام اہلسنت والجماعت رکھنے والے بتائیں کہ بقول علامہ امام ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت اور علمائے اہلسنت کو قتل کرنے والے اہلسنت کو قتل کرنے والے، مسلمانان اہلسنت کو مشرک قرار دینے والے، حرمین شریفین پر چڑھائی کرنے والے کے عقائد کو اچھا کہنے والا، اس عامل بالحدیث کہنے والا، شرک وبدعت سے روکنے والا کہنے والا، ان کے عقائد کو عمدہ کہنے والا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور گنگوہی کو ماننے والے کس طرح اہلسنت والجماعت ہوسکتے ہیں؟ اور کون مان سکتا ہے؟

* مضمون نگار میلسی پاکستان اہل سنت کے معروف اہل قلم ہیں۔

سنئے اور دیکھئے یہ ہے منہ بولتا ثبوت: دیوبندی وہابی مکتب فکر کے حکیم الامت مولوی اشرفعلی صاحب تھانوی ڈنکے کی چوٹ پر اپنے وہابی ہونے کا بخندہ پیشانی اقرار واعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”بھائی یہاں (ہماری مسجد ومدرسہ میں) وہابی رہتے ہیں، یہاں (ہمارے پاس) فاتحہ نیاز کے لئے کچھ مت لایا کرو۔“ [اشرف السوانح جلد اول ص ۴۵]

ایک اور جگہ یہی تھانوی صاحب فانی فی الوہابیت سینہ تان کر کہتے اور اقرار کرتے ہیں: ”اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو تو سب کی تنخواہ کر دوں پھر لوگ خود ہی وہابی بن جائیں گے۔“

[الافاضۃ الیومیہ ملفوظات تھانویہ جلد ۵ ص ۶۷۔ وجلد ۲ ص ۲۲۱]

لوگوں کو پیسے دے کر اپنے ہم عقیدہ وہابی بنانے کی کتنی تڑپ اور کتنی فکر وآرزو ہے؟ تھانوی صاحب مزید فراخدلانہ اقرار کرتے ہیں: ”ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ اہل نجد محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اس کے متبعین اہل نجد کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا رائے یہ ہے کہ وہ نجدی ہیں وجدی نہیں، صرف یہ ایک کسر ہے فرمایا کہ ابن مسعود اپنی ذات سے بہت غنیمت ہے...... یہ شکایت کرنے والے یہ کون سے پاک صاف ہیں یہ بھی وہاں جا کر گڑبڑ کرتے ہیں، وہ ان کی حرکات کو تشدد سے روکتے ہیں۔“ [ملفوظات حکیم الامت جلد اوّل ص ۱۷۹ ملخصاً]

تھانوی صاحب نے جھٹ سے یہ تو کہہ دیا کہ بہت غنیمت ہے، مگر ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و دیگر ازواج مطہرات کے مزارات مقدسہ کہاں ہیں؟ سیدنا امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی ذو النورین، سیدنا امام حسن مجتبیٰ، سیدنا ابو ہریرہ، سیدنا ابوذر، سیدنا عباس، سیدنا مجاہد، سیدنا قتادہ، سیدنا عثمان ابن مظعون، سیدنا عبدالرحمن بن عوف، سیدنا ابن وقاص، شہزادۂ رسول اکرم، سیدنا ابراہیم، سیدنا طیب مطاہر، سیدنا قاسم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایسے صحابہ کرام کے مزارات مقدسہ کہاں ہیں؟ بنت رسول خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بنت رسول سیدہ حضرت ام کلثوم، بنت رسول سیدہ حضرت رقیہ، بنت رسول حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات کو مقدسہ و دیگر صحابہ کرام اہل بیت اطہار کے مزارات مقدسہ کو کس جرم میں توڑا گیا کیوں شہید کیا گیا یہ مزارات مقدسہ مشرکین مکہ و مدینہ ابوجہل ابولہب وغیرہ کفار بنا کر گئے تھے تھانوی وہابی صاحب جو بہت غنیمت ہونیکی ڈگری اور سند دے رہے ہیں کیا یہ کھلی وہابیت نہیں اور پھر وہابی ہو کر اہل سنت والجماعت کہلاتا اور یہ نام رکھتا یہاں تک مناسب اور مبنی بر حقیقت ہے؟ جلیل القدر صحابہ کرام عظیم المرتبت اہل بیت اطہار رضوان اللہ تعالیٰ عنہم کے مزارات کی پامالی و بے حرمتی والیدام کی مفصل جامع رپوٹ مولانا محمد علی جوہر مولوی سلیمان ندوی، مولانا عبدالماجد۔ ظفر علی خان، مولانا محمد عرفان، ۔ سید خورشید حسن، مسٹر شعیب قریشی۔ عینی مشاہدوں پر مشتمل رپورٹ خلافت کمیٹی صفحہ ۲۳، ۳۰ صفحات ۸۰، ۸۵، ۸۸، ۸۹ پر دیکھی جا سکتی ہے، مقالات مولانا محمد علی جوہر میں بھی واضح شواہد ملیں گے۔

وہابی کے معنی پر تھانوی صاحب جھوم گئے۔ تھانوی صاحب نے اپنے ملفوظات ۸ ۱۳ ۶ کے تحت ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری بڑے ظریف تھے، کسی نے ان سے بدعتی اور وہابی کے معنی پوچھے تو عجیب تفسیر کی فرمایا کہ بدعتی کے معنی ہیں باادب بے ایمان اور وہابی کے معنی ہیں بے ادب با ایمان...... [الاضافۃ الیومیہ جلد ۲۔ص ۳۲۶] یہاں بھی وہابی سے حسن عقیدت و محبت ظاہر ہے مگر تھانوی صاحب نے مولوی فیض الحسن صاحب کے من گھڑت خلاف واقع اور خلاف تحقیق معنی اس لیے ظرافت کے معنی ومفہوم میں ڈھال دیے کہ اس میں وہابی کو باایمان کہا تھا حالانکہ یہ معنی کہ کسی اردو کتب لغت میں نہ عربی وفارسی کتب لغت میں مگر چونکہ دل ودماغ میں وہابیت مچل رہی تھی اس لیے جھٹ سے مولوی فیض الحسن کے لایعنی بے ہودہ قول کو ظرافت قرار دیکر بے ادب وہابی کو باایمان معنی ومفہوم میں قبول کرلیا۔

مولوی منظور سنبھلی بڑے سخت وہابی: بخدا ہم بخلف شرعی کہتے ہیں واللہ العظیم یہ ہمارا الزام نہیں جناب نانوتوی صاحب گنگوہی صاحب، انبیٹھوی صاحب، تھانوی کی تنقیص آمیز۔ قابل اعتراض خلاف شرع عبارت کی بنوع تاویلیں کر کے تقویۃ ایمان، صراط مستقیم، تحذیر الناس، براہین قاطعہ، فتوی گنگوہی، حفظ الایمان کی عبارت نت نئی تاویلات زلفیں سنوارنے والے اکابر دیوبند مسلمہ ومعتمد ترجمان ومناظر مولوی منظور سنبھلی بھی صمیم قلب سے صاف صاف اقرار کرتے ہیں ”ہم خود اپنے بارے میں بھی بڑی صفائی عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں۔“

[بعینہ وبلفظہ سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی صفحہ ۱۹۲]

سنبھلی صاحب کے اس فراخ دلانہ اقرار و اعتراض کے بعد نہلے پر دہلا مارتے ہوئے بڑے فخریہ انداز مین جواباً دیوبندی شیخ الحدیث مولوی ذکریا صاحب کہتے ہیں ''مولوی صاحب! میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں''

[سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلوی ص ۱۹۳ بلفظہ]

مذکورہ بالا دلائل و حقائق اور روشن شواہد اور ان کے خود اپنے معمہ و معتمد اکابر کی شہادتوں کے بعد کہ یہ وہابی ہیں بڑے مضبوط وہابی ہیں دھرم ہم کس طرح تسلیم کرلیں کہ یہ سب سنت و جماعت ہیں اور کوئی بھی حقیقت پسند ذی فہم و شعور کس طرح ان کو اہلسنت تسلیم کرسکتا ہے؟ ہم اپنی قبر و آخرت و میزان کو سامنے رکھ کر دیانتداری سے عرض کرتے ہیں یہ ہمارا الزام برائے الزام نہیں ان کی کتانو سے ان کے اکابر کے اقوال پیش کئے گئے ہیں ہمیں اگر کوئی عدالت اور کورٹ مین طلب کرلے ہم وہابی بھی ثابت کر سکتے ہیں پھر زورا زوری اہلسنت کہلاتا خلاف واقع اور حقیقت کے برعکس ہے۔

یاد رہے: کہ دیوبندی وہابی ناک کے بال مناظر مولوی منظور سنبھلی مدیر الفرقان لکھنو۔نے محمد بن عبد الوہاب نجدی بانی وہابیت کے فضائل و کمالات پر ایک کتاب بنام ریزی اور جانفشانی سے لکھی ہے جس میں وہابیت نجدیت پر جانثاری کا حق ادا کردیا اور اپنے اصلی اندرونی وہابیانہ رنگ توپ میں کھل کر سامنے آگئے اب بھی ان کی وہابیت مین کوئی شک کرسکتا ہے؟

اور دیکھئے: ہمارا اپنا کوئی الزام نہیں ان کی اپنی کتابوں کے بلفظہ و بعینہ حوالہ جات پیش کررہے ہیں ایک اور کتاب ان حضرت کے بلند پایہ مصنف و خود محقق مولوی مسعود عالم ندوی وہابی جو کہ تھانوی وہابی حکیم الامت۔ کے معتمد خلیفہ و نیازمند مولوی سلیمان ندوی وہابی جو کہ تھانوی کے غلام و دریوزہ گر ہیں نے بنام ''محمد بن عبد الوہاب۔ ایک مظلوم اور بدنام مصلح''۔ بڑی دھونس دوری کے ساتھ ارقام فرمائی ہے جس کی رد میں اپنی اور اپنے رفقاء و معاونین کی تمام تر توانائیاں جھونک، دیں اور جان کی بازی لگادی۔ اس کتاب وہابی المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور نے شائع کیا ہے جو ان کے ہم عقیدہ و ہم مسلک، ہونے کی دلیل اور سند ہے۔

{۱} اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اس کتاب کا انتساب مشہور وہابی دیوبندی مولوی سلیمان ندوی کے نام کیا ہے جن کو مصنف مسعود عالم نجدی ندوی نے اپنا استاد مربی اور مخدوم تسلیم کیا ہے جو دیوبندی، نجدی، ندوی مسلک ہم آہنگی اور وہابی اتحاد و یکجہتی کی ناقابل تردید دلیل ہے۔

{۲} اور یہ بھی واضح کرتا چلوں کہ حقائق و شواہد بتاتے ہیں کہ نجدی وہابی، غیر مقلد وہابی، ۔ دیوبندی وہابی ندوی وہابی ایک ہی چیز کے چار نام ہے۔ بہرحال وہابیت قدر مشترک ہے وہابی ہونا سب کے لیے سعادت ہے اس کا ایک زناٹے ثبوت یہ بھی ہے کہ مولف کتاب ''محمد بن عبد الوہاب نجدی ایک مظلوم اور بدنام مصلح'' نے اس کتاب کی تالیف میں متعدد غیر مقلدین وہابیہ کو بھی شامل رکھا اور جنہوں نے اس باب میں مدد معاونت کی وہ یہ ہیں، ڈاکٹر عظیم الدین پٹنہ، پروفیسر عسکری، مولوی عبد الرحمن کاشغری ندوی کلکتہ مولوی داود غزنوی غیر مقلد وہابی لاہور شیخ عنایت اللہ ڈاکٹر حمید اللہ حیدرآباد، شرف الدین بمبئی، مولوی عبد المجید حیریری بنارس، پروفیسر محمد اکبر ندوی کلکتہ حافظ یوسف حسن بہار شریف، نجدی وہابی عالم شیخ محمد عمران بن محمد بن عمران ساکن نجد ریاض سے خصوصی مدد لی گئی، ان مستند و معتبر حوالہ جات نے ثابت کردیا کہ دیوبندی نجدی ندوی سب کے سب وہابی ہیں تو پھر وہابیوں کو اہلسنت والجماعت نام رکھنے کی کیا ضرور ہے کم از کم اپنے مذہب و مسلک سے تو دغا اور بے وفائی نہ کریں۔

{۳} ہم اس حقیقت کی نقاب کشائی بھی کردیں کہ محمد بن عبد الوہاب نجدی وہابی اور مولوی اسماعیل دہلوی میں اعتقادی و مسلکی ہم آہنگی تھی ابن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید او اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان لیکر بیٹھ جائیں کوئی بھی شخص مصنف مزاج اس حقیقت واقعی کو جان سکتا ہے کہ عربی اور اردو میں دونوں کتب کے مندرجات ایک ہی ہیں دونوں مین وہابیت کی روح کار فرما ہے، ۔مختلف النوع چکر چلانے لفاظی و مغالطہ آمیزی کے جال بچھانے کے باوجود مولوی مسعود عالم ندوی کو یہ تسلیم کرنا پڑا اور اس کے سوا چارہ ہی نہیں خود لکھتا ہے ہندوستان کی (اسماعیلی) تحریک وہابیت یعنی حضرت سیدنا صاحب (اسماعیل دہلوی) کی تحریک تجدید و امامت نجد کی وہابی تحریک ہی کی ایک شاخ ہے اس میں شک نہیں دونوں تحریکوں کا ماخذ ایک، مقصد ایک، اور دونوں کے چلانے والے کتاب و سنت کے علمبردار یکسان سرگرم مجاہد تھے۔

[کتاب محمد بن عبد الوہاب نجدی ص ۸۰،۷]

{۴} اسی کتاب کے صفحہ ۷۷ ابن عبد الوہاب نجدی وہابی کی کتاب التوحید مولوی اسماعیل دہلوی وہابی کی کتاب تقویۃ الایمان کی وکالت، اور نجدی ودہلوی، کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان کی اعتقادی موافقت کا جگہ جگہ تذکرہ کر کے دونوں کی یکسانیت ثابت کی گئی ہے مولوی رشید احمد گنگوہی تقویۃ الایمان کمال درجہ حسن عقیدت وموافقیت کے طور پر رقم طراز ہیں۔ کتاب تقویۃ الایمان نہایت عمدہ اور سچی کتاب ہے موجب قوت واصلاح ایمان کی ہے ...... بندہ کے نزدیک سب مسائل اس کے صحیح ہے'

[فتوی رشیدیہ کامل مبوب صفحہ ۳۵۶،۳۵۷]

اندریں خالد سے ان اہلسنت کا لیبل لگانے والوں کے مسلمہ اکابر جب وہابیت کو اپنا رہے ہیں وہابیوں کو کون اہلسنت تسلیم کرسکتا ہے؟

{۵} ابن عبد الوہاب نجدی وہابی کے سوانح نگاروں میں ایک نام شیخ احمد عبد الغفور عطار کا بھی جد نے کمال درجہ ذبہ سرفروشی سے بنام ''شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب'' ارقام فرمائی جس کا ترجمہ کسی مولوی محمد صادق خلیل نے اردو میں کیا ہے اس میں واضح طور پر غیر مبہم انداز میں لکھا ہے جس طرح نجد وحجاز میں شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب کا ظہور ہوا بعینہ اس طرح ہندوستان میں حضرت الامام شاہ محمد اسماعیل منظر عام پر آئے۔ (صفحہ ۶)۔ ''نجد کے شیخ محمد بن عبد الوہاب'' نے چونکہ عباد قبور کے خلاف جہاد کر کے شرکیہ مقامات مزارات مقدسہ جنت المعلیٰ شریف اور جنت البقیع شریف میں حضرات صحابہ کرام واہل بیت اطہار وازواج مطہرات کے مزارات طیبہ گرا دیئے اور شہید کر دیئے منہدم کر دیئے تھے اسی طرح ہند کے قبر پرستوں کو بھی شاہ اسماعیل کی کامیابی مقابر کے انہدام پر ہوتی نظر آتی ہے...... شاہ اسماعیل صاحب نے دہلی میں فرمایا تھا کہ اس مہم (بالاکوٹ) سے فارغ ہو کر جاؤں تو خواجہ نظام اولیاء کی خانقاہ بھی گراؤں گا۔'' [صفحہ ۹]

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ...... انہوں نے سید احمد اور اسماعیل دہلوی نے قیام حجاز کے دوران شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی تحریک کا مطالعہ بھی کیا...... اور وہابی علماء کارکنوں سے ملاقات کے امکان بھی رد نہیں کیا جا سکتا''۔

[محمد بن عبد الوہاب تالیف احمد عبد الغفور عطار]

الحمد للہ ہم نے بفضلہ تعالیٰ محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی کی وہابیت میں اشتراک وہم آہنگی کو ان کے اپنے اکابر کی مستند تصانیف سے ثابت کر دیا۔ اب لمحہ فکریہ ہے کہ یہ لوگ وہابی ہو کر اہلسنت کا لیبل کیوں اختیار کر رہے ہیں؟ اب چند سال پہلے اہلسنت کا لیبل استعمال کرنے سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ پہلے سے ابتداء سے اہلسنت نہیں تھے۔

{۶} علاوہ ازیں ریکارڈ کنگالا جائے تو پتہ چلے گا کہ مشہور دیوبندی وہابی شیخ التفسیر مولوی احمد علی صاحب لاہوری نے اپنی بیٹی کی شادی بھی غیر مقلد وہابی مولوی سے کی تھی اور مولوی عبد المجید خادم سوہدروی (تلمیذ مولوی ابرہیم میر سیالکوٹی وہابی کا تلمیذ مولوی احمد علی لاہور دیوبندی کا داماد تھا)۔ (کتاب کرامات اہلحدیث ص ۲)

{۷} اور یہ بھی ثابت ہے کہ مولوی احمد علی صاحب لاہوری دیوبندی وہابی اپنے وہابی مولوی داؤد غزنوی کی اقتداء میں نماز عیدین ادا کرتے تھے۔ (ہفت روز خدام الدین لاہور) ہر طرف ان کا وہابی ہونا ثابت ہو رہا ہے۔

{۸} بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی ان کے اپنے اکابر کے اعتراضات کہاں تک پیش کئے جائیں امام اعظم سے بڑا عالم ومحدث: لکھتے ہیں ''میں شام سے بلکہ ہند تک اس (دیوبند وہابی مولوی انور کشمیری) کی شان کا کوئی محدث اور عالم نہیں پایا اگر قسم کھاؤں کہ یہ مولوی انور کاشمیری) امام اعظم ابوحنیفہ سے بھی بڑے عالم ہیں تو میں اپنے دعوی میں کاذب نہیں ہوں گا۔

[خادم الدین لاہور ۱۸ دسمبر ۱۹۶۴ء]

کیا کوئی حقیقی واقعی اصلی اہلسنت ایسا دعویٰ کرسکتا ہے؟

سب سے بڑی اور اہم بات یہ ہے۔ کہ اگر یہ عنا صرفی الواقع حقیقی اہلسنت بننا چاہتے ہیں تو صمیم قلب اور خلوص نیت سے سچی پکی دائمی توبہ اور رجوع کر کے خلوص بیت سے عقائد و معمولات اہلسنت کو اپنائیں اور عملی واعتقادی طور مذہب اہلسنت کو اختیار کریں اہلسنت کہلانا ہے تو حضور اقدس نبی اکرم رسول محترم ﷺ کو نور مجسم اور بے مثل بشر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خداداد علم غیب وحاضر وناظر اور مختار کل قاسم ہر نعمت بعطا الٰہی ماننا پڑے گا عید میلاد صلوٰۃ والسلام وقیام وسلام نعرۂ رسالت ختم فاتحہ ایصال ثواب الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ وغیرہم جملہ عقائد ومعمولات اہلسنت کو اپنانا اور اختیار کرنا پڑے گا اور شرک وبدعت کے جملہ فتاوی سے رجوع کر کے عملی طور پر مذہب

اہلسنت کو اختیار کرنا ہوگا اگر نیت صاف ہو تو یہ سب کچھ مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ عوام وخواص ہر کس و ناکس اسی کو اہلسنت مانتے اور جانتے ہیں جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور مجسم نورانی بشر مانتا ہو علم غیب حاضر و ناظر اختیارات نبوی کا قائل ہو عید میلاد جلسہ و جلوس قیام و سلام کرتا ہو صلوۃ و سلام ختم فاتحہ وغیرہم کا قائل و عامل ہو ورنہ کوئی ہزار مرتبہ شب و روز شکر قندیوں کو شکر قند پڑا کہا رہے امرودوں الہ آباد یا لاڑکانہ کا پیڑا کہا رہے۔ جو اصلی حقیقی خالص کھوئے کے بادام پستہ، الائچی لگے ہوئے اور چاندی کے ورق لگے پیڑے ہوتے ہیں وہ حلوائیوں کی دوکان پر شیشوں کی الماریوں میں رکھے ہوئے ہوتے ہیں امردوں کی طرح چھابڑیوں اور ٹوکریوں میں گلی گلی نہیں بکتے پھرتے اصلی خالص پیڑوں کی آوازیں نہیں لگانی پڑتیں جس طرح یہ عناصر ہمارے اعتقادی نام اہلسنت کا سرقہ کر رہے ہیں ہم اہل حق اہلسنت نے کسی بھی مکتب فکر کے علامتی نام کا سرقہ نہیں کیا۔ ع

نہیں زیبا بتائے کوئی بلبل اپنے الو کو

آج سے کم و بیش ایک سو بیس سال پہلے سیدنا اعلیٰ حضرت امام اہلسنت قدس سرہ العزیز نے اپنے کرامات افروز اشعار میں خوب ہی تو فرمایا تھا۔ ؎

سنی اور حنفی اور چشتی
بن بن کے بہکاتے یہ ہیں
سب سے مضرتر ہے یہ وہابی
سنی بن کے بہکاتے یہ ہیں

وہابی اپنی ابتدائے آفرینش سے آج تک مختلف النوع متعدد رنگ دھارن کر چکی ہے اور مختلف شکلوں میں سامنے آتی مثلاً اوائل میں نجدیت وہابیت کی شکل میں نمودار ہوئی پھر وہابیت غیر مقلدیت کی صورت میں آئی وہابیت نجدیت کی صورت میں نکلی وہابیت ندویت کی صورت میں سامنے آئی وہابیت دیوبندیت کا روپ دھار کر ظاہر ہوئی وہابیت حنبلیت کا لبادہ اوڑھ کر نمودار ہوئی وہابیت مودودیت کا میک اپ کر کے سامنے آئی نوع بیت تنظیم اہلسنت کا بٹنا مل پر مغالطوں کا باعث بنی وہابیت نے سواد اعظم کا لیبل لگا کر چکر چلایا وہابیت نے تبلیغی جماعت کے نام سے مکر و فریب کے جوہر دیکھائے اور سادہ لوح مسلمانوں کو الو بنانے کی مذموم سعی کی اور اب کھلم کھلا علی الاعلان اپنا نام ''اہلسنت والجماعت'' نام رکھ کر عیاری و مکاری اور دھوکہ دہی کے ریکارڈ توڑ دیئے اور سرکاری طور پر اہلسنت والجماعت کے نام کو رجسٹر کرا لیا جس کے خلاف سنی علماء نے وہابی کورٹ میں رپٹ دائر کی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ لدھیانوی وہابیوں کا ٹولہ قدیمی اور پیدائشی طور پر اہلسنت تھا اب ان کو اہلسنت والجماعت نام رجسٹرڈ ائر کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی؟ نجدیوں وہابیوں سعودیوں کے گیت گانے والے اور وہابیت کے نام پر رقص کرنے والے یہ اندرونی دلی حقیقی وہابی پیدائشی دور قدیمی اہلسنت تھے تو ان کے بڑے بوڑھوں نے وہابیت کے بابائے آدم محمد بن عبد الوہاب نجدی کو علامہ ابن عابد بن شامی نے وہابی اور علماء اہلسنت کا قاتل کیوں لکھا برصغیر ہندو پاک و بنگلہ دیش میں وہابیت کی پنیری لگانے والے قتیل بالاکوٹ دہلوی انگریزی کٹھ پتلی مجدد و حکیم الامت تھانوی گنگوہی جنگلی نے خود کو ڈنکے کی چوٹ پر بار بار وہابی کیوں کہا بھگوڑے مناظر منظور سنبھلی چاند پوری در بھنگی یا در پردہ بھنگی اور مودودی اور زکریا سہارن پوری اور مولوی کاندھلوی نے خود کو بار بار وہابی کہتا کیوں مشتہر کیا اور اب اہلسنت والجماعت کا اعلان کر دیا اور رجسٹرڈ ائر کرا لیا، کیا گدھے پر شیر کی کھال ڈالنے سے گدھا شیر بن سکتا ہے، اس سے بڑھ کر حیرت کا باعث یہ کہ اب شیعہ رافضی اور غیر مقلد وہابی بھی خود کو اہلسنت کہلانے لگے ہیں ایسے سنگین ترین حالات میں حقیقی واقعی سچے اہلسنت کی صحیح اور واقعی پہچان مسلک اعلیٰ حضرت ہے جس کو بحمدہ تعالیٰ جلیل القدر مسلمہ و معتمد اکابر و اعاظم علماء و مشائخ طریقت اور مقتدر اساطین علم نے تسلیم اور اختیار کیا مگر اب صرف ہندوستان کے چند ننھے شیر خوار بزعم خود محققین مسائل جدیدہ جدت پسندی میں بہہ کر مسلک اعلیحضرت کی صلاح کو اپنی خام خیالی سے اہلسنت کے لیے مضرو نامسلک قرار دیکر اپنے پاؤں پر خود آپ کلہاڑی چلانے کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور مختلف النوع مفروضے چھوڑ کر سنی قوم کو مغالطہ میں ڈال دینے کی مذموم کوشش کر رہے ہیں ان لوگوں کے ان مفروضوں اور ڈھکوسلوں کو یہاں کے سنی رسائل میں جواب دیا گیا ہے اس طرح مذکورہ بالا تحقیقی مقالہ و تجزیہ کہ اہلسنت والجماعت کے نام سرقہ کرنے والے مصنوعی و جعلی اہلسنت جواب سے عاجز و بے بس ہیں اور لب باندھے دم سادھے بیٹھے ہیں اور اپنے اکابر کے وہابی ہونے کے اقرار و اعتراف کا کوئی معقول جواب نہیں دے سکے۔

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے یہ وار وار سے پار ہے

سیرت مصطفیٰ جان رحمت! ایک تعارف

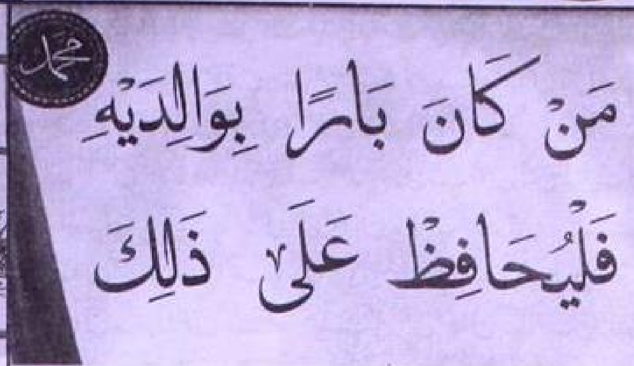
نام کتاب	:	سیرت مصطفیٰ جان رحمت ﷺ
افادات	:	شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ
مرتب ومؤلف	:	حضرت علامہ مفتی محمد عیسیٰ صاحب رضوی قادری خلیفہ حضور تاج الشریعہ وشیخ الحدیث والافتاء الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج قنوج (یوپی)
ضخامت	:	چار جلدیں، تقریباً چار ہزار صفحات
ناشر	:	مرکز اہل سنت برکات رضا پور بندر، گجرات
مبصر	:	مولانا غلام مختار قادری بانی ومہتمم جامعہ مدینۃ العلوم بنگلور

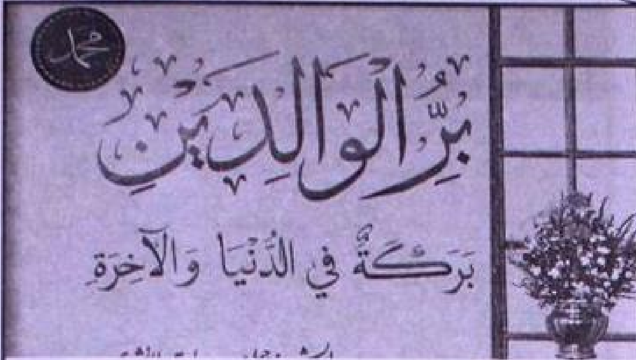
غالباً ہندستان میں سنی عالم دین کے قلم سے اردو میں سیرت کی ایسی ضخیم وعظیم کتاب پہلی بار منظر عام پر آئی، یوں تو سیرت الرسول پر چھوٹی اور مختصر کتابیں کئی ہیں مگر جس تفصیل اور شرح وبسط کے ساتھ "سیرت مصطفیٰ جان رحمت" لکھی گئی ہے وہ یقیناً سراہنے کے قابل اور لائق ستائش ہے اور یہ کہ اس کی نسبت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے ہے اس لحاظ سے یہ کتاب اور قابل تحسین وگراں مایہ ہے، یعنی امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف وفتاویٰ میں سیرت الرسول کے جو مضامین ومباحث جا بجا منتشر اور پھیلے ہوئے ہیں، ان سب کو عنوانات کے ضمن میں یکجا کر کے کتابی شکل دے دیا گیا ہے، اس طرح یہ ایک جامع وضخیم کتاب ہوگئی ہے، اس کے اندر سیرت کے تمام مقتضیات ومبادیات موجود ہیں اور اس کے تمام متعلقات سے علمی وتحقیقی انداز میں بحث کی گئی ہے بلکہ اس میں بعض ایسے بھی مضامین ومواد ہیں، جو سیرت کی دوسری کتابوں میں موجود نہیں جبکہ براہ راست ان کا تعلق بھی سیرت ہی سے ہے، مثلاً اختیارات مصطفیٰ، حضور کا دافع البلا ہونا، حضور کو شہنشاہ کون ومکاں کہنا، ندائے یا رسول اللہ، نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا وغیرہ یہ سب ایسے عناوین ومباحث ہیں جن پر سیرت نگاروں نے بالکل نہیں لکھا، یا اگر لکھا تو بہت ہی کم لکھا ہے، جبکہ ان موضوعات پر امام احمد رضا بریلوی نے دل کھول کر لکھا ہے، اس اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کی سیرت نگاری میں امام احمد رضا بریلوی کا واقعی یہ تفرد وامتیاز ہے۔

کتاب، سیرت مصطفیٰ جان رحمت ﷺ اگرچہ تصانیف اعلیٰ حضرت سے ماخوذ سیرت الرسول کا مجموعہ ہے مگر اس میں ایسی سلیقہ مندی اور حسن صوری ومعنوی کا ایسا خیال رکھا گیا ہے کہ یہ ایک مستقل اور باضابطہ تصنیف معلوم ہوتی ہے، اس میں ترتیب کا انداز یہ اپنایا گیا ہے کہ کسی بھی عنوان یا باب تحت میں سب سے پہلے اس عنوان کا خلاصہ کیا، مدارج النبوہ اور دیگر سیرت کی معتبر کتابوں کے حوالوں سے لکھا گیا ہے پھر اس عنوان کے تحت سیرت سے متعلق امام احمد رضا بریلوی کی تحریر وتحقیق کو شامل کیا گیا ہے اس کا فائدہ یہ ہوا ہے کہ وہ باب دونوں طرح کی تحریروں سے مزین وآراستہ ہوکر جامع ومکمل ہوگیا ہے، اس میں کسی طرح کی کوئی تشنگی یا کمی باقی نہیں ہے، میرے خیال سے ایسا اس لئے کیا گیا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے مستقل طور پر سیرت کی کتاب نہیں لکھی بلکہ بیان مسائل کے ضمن میں ان کے عشق بار قلم سے محبوب پروردگار کی جو دلنواز ودلکش ادائیں پیکر تحریر میں ڈھل گئیں، وہ سیرت الرسول کے مختلف ابواب ہوگئے۔

کہاں ہیں وہ لوگ جنھیں امام احمد رضا بریلوی کی سیرت نگاری پر یہ اعتراض ہے کہ انھوں نے تقریباً ایک ہزار تصانیف یادگار چھوڑیں مگر سیرت الرسول کے عنوان پر کچھ نہیں لکھا، وہ آئیں اور چشم ہوش وبصیرت سے اس مجموعہ سیرت کو دیکھیں، اس کے اندر انھیں اس بات کا واضح ومکمل اور کافی وشافی جواب مل جائے گا اور سمجھ میں آجائے گا کہ ان کا اعتراض امام احمد رضا کی تحقیقات اور ان کی ہمہ گیریت وآفاقیت کے سامنے ھباءً منثورا کے مثل تھا، وہ لایعنی اور مہمل تھا، جبکہ کرم یہ ہے کہ امام احمد رضا کا قلم چلا تو اس نے حیات رسول کی ایک ایک ادا لکھی، حضور کا ایک ایک وصف وکمال لکھا، حضور کا حسن وبانکپن لکھا، حضور کا جلال وجمال لکھا، حضور کی خلوت وجلوت لکھی، امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی اکثر تصانیف میں حضور اقدس ﷺ کا تذکرۂ جمیل جا بجا موجود ہے، ان کی ایک ایک سطر عشق رسول سے لبریز ہے، حب رسول کی نکہت وشمیم سے ان کی تحریر مالا مال ہیں۔

میں آخر میں "سیرت مصطفیٰ جان رحمت" کے ناشر وطابع کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے اس عظیم کتاب کی طباعت واشاعت کے ذریعہ سیرت کے عنوان سے رضویات کے باب میں ایک اہم اور خوشگوار کردار ادا فرمایا، مجھے امید ہے کہ اس کے مرتب کے ساتھ اس کے ناشر کو بھی تاریخ یاد رکھے گی۔ ■■■





جھوٹ کی نحوست

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ کی بدبو کی وجہ (رحمت کا) فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔"

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

82, SAUDAGRAN, DARGAH AALA HAZRAT, BAREILLY SHARIF (U.P.) PIN : 243003
EDITOR, PRINTER, PUBLISHER & PROPRIETOR : ASJAD RAZA KHAN
Printed at Faiza Printers, Hamidi Complex, Bada Bazar, Bareilly Sharif (U.P.) Mob.: 9368643470

TITLE CODE : UPMUL00639
RNI REFERENCE NO.: 1279986
PER COPY : RS. 20:00
PER YEAR : RS. 250:00

جامعۃ الرضا آپ کی توجہ کا خصوصی مستحق

جامعۃ الرضا اپنی نوع بنوع خصوصیات و امتیازات کی بنا پر دنیائے سنیت میں اپنی ایک منفرد شناخت رکھتا ہے، عصر حاضر سے ہم آہنگ اس کے فعال اور متحرک شعبہ جات آپ کی خصوصی توجہ کے طالب ہیں، آپ اپنے تعاون کی رقم درج ذیل اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرکے جامعہ کے کاروان تعلیم و تعمیر میں شامل ہو سکتے ہیں ☐

Huzoor Nabi e Kareem Sallallahu Alaihi Wasallam Ne Irshad Farmaya Ke Bande Ka Roza Zameen-O-Aasman Ke Darmiyan Moallaq Rehta Hai Jab Tak Sadqa e Fitr Ada Na Karde.

Hadees Shareef : Fitre ki Miqdaar......

Tirmizi Shareef



Gheun Ya Aata	Chuara	Munakka	Jau
1/2 Sa'a (Taqriban 2 kg 50 gms.)	1 Sa'a (Taqriban 4 kg 100 gms.)	1 Sa'a (Taqriban 4 kg 100 gms.)	1 Sa'a (Taqriban 4 kg 100 gms.)

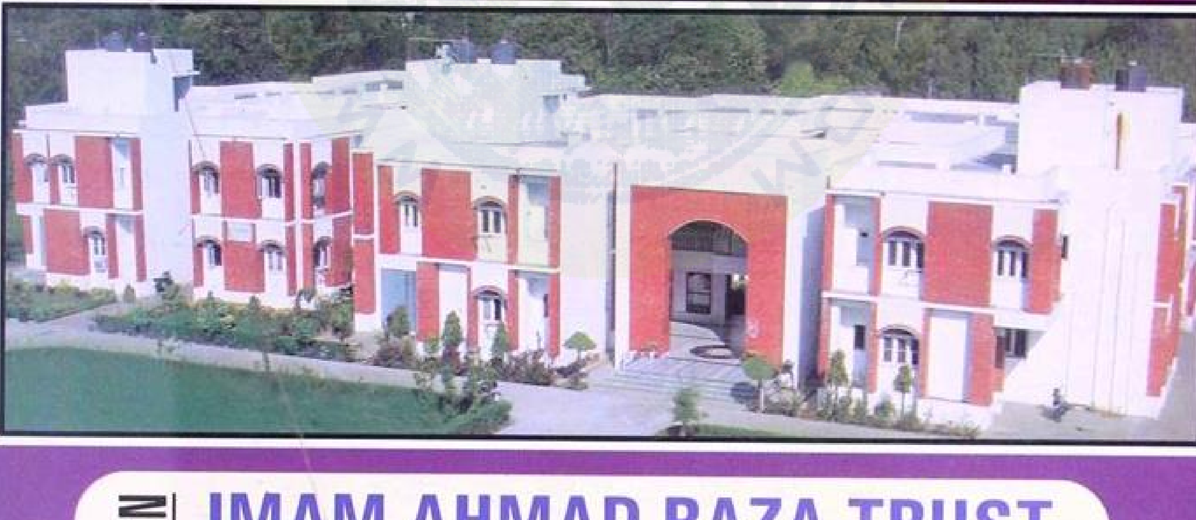
(Durre Mukhtar, Bahare Shariat)

فطرہ
FITRAH

IMAM AHMAD RAZA TRUST PAN NO. AAATI4095D HDFC Bank, Bareilly. A/C No. 50200004721350 IFSC Code : HDFC0000304

FOR ONLINE DONATION PLEASE VISIT: www.jamiaturraza.com/donations

فطرہ
FITRAH



FOR DONATION

IMAM AHMAD RAZA TRUST

(REGISTERED UNDER SECTION-80 G)

SBI A/C NO. 30078123009 - IFSC CODE : SBIN 0000597
HDFC BLY. A/c No. 50200004721350 - IFSC CODE : HDFC0000304

PHONE NO. 0581-2548543, 09897007120

E-mail : jamiaturraza@gmail.com, jamiaturraza@aalaahazrat.com
web site : www. aalaahazrat.com, www.jamiaturraza.in, www.hazrat.org

July-2017 ₹ 20/-

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دنیا

بریلی شریف

عید کا چاند

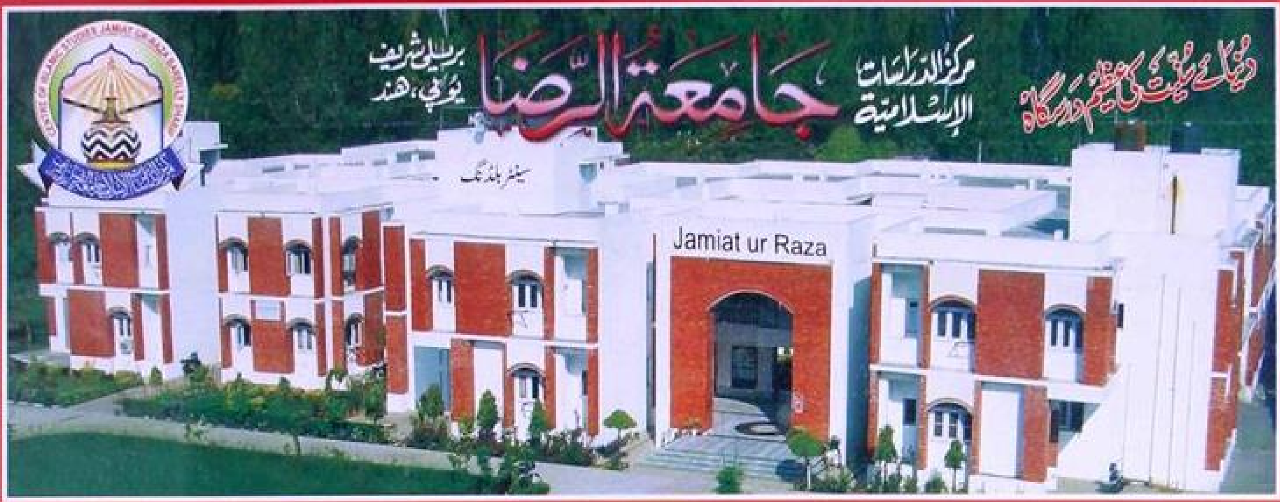
عالم اسلام کو عید الفطر کی دلی مبارکباد

اقسام علم اور ان کے احکام

- خطا پر ندامت میری عید ہے، بنجر زمین کو فخر گلستاں بنادیا
- شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا چودھواں فقہی سیمینار
- والدین کے ساتھ حسن سلوک! قرآن وحدیث کی روشنی میں
- ماہ شوال المکرم کے فضائل و معمولات
- طلاق، اسلام اور مسلمان
- کیا آپ کی بہن یا بیٹی بھی کسی کالج میں پڑھتی ہے؟
- عروس البلاد ممبئی میں مفتی اعظم کا جلوہ صد رنگ
- حسن اخلاق کامیابی کا بہترین ذریعہ
- اہل سنت وجماعت حنفی بریلوی کون؟
- ایک حیرت انگیز مخلوق! جنات

چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی





Managed by باهتمام

IMAM AHMAD RAZA TRUST

امام احمد رضا ٹرسٹ

82, Saudagaran,
Bareilly Shareef (U.P.)

۸۲ رسوداگران، بریلی شریف (یوپی)



جماعت رضائے مصطفیٰ

JAMAA'AT RAZA-E-MUSTAFA Head Office BAREILLY

وقت کی اہم ضرورت

احیاءِ سنت کی اس عظیم تحریک گھر گھر پہونچا یئے

سُنّیوں کا سرمایۂ افتخار

اتحاد بین المسلمین کی داعی

سسکتی اور بلکتی انسانیت کی صدا

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

JULY - 2017 شوال المکرم ۱۴۳۸ھ مطابق جولائی ۲۰۱۷ء

زیرِ سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مُدیرِ اعلیٰ:

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مُدیر:

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

Mobile : 9411090486

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

فی شمارہ ۲۰ روپے | زرِ سالانہ ۲۵۰ روپے

پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے | دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنّی دُنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

82, SAUDAGRAN, BAREILLY SHARIF (U.P) Pin-243003

Contact no.: 0581-2458543, 2472166, 3291453

E-mail : sunniduniya@aalaahazrat.com, nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com,

Visit Us : www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

مجلس ادارت

مفتی محمود اختر رضوی، ممبئی
مفتی اختر حسین، جمداشاہی
مفتی محمد شمشاد حسین، بدایوں
مولانا کوثر امام قادری، مہاراج گنج
مولانا انیس عالم سیوانی لکھنؤ
مولانا راحت خاں، شاہجہاں پور
مفتی اشرف رضا، ممبئی
مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، ممبئی
مولانا رحمت اللہ صدیقی، ممبئی
مولانا ڈاکٹر نجم القادری، اڈیشہ
مولانا ڈاکٹر امجد رضا، پٹنہ
مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل، سہسرام
مولانا قمر الزماں مصباحی، پٹنہ
مولانا شہزاد رضا جامعۃ الرضا
مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط
مفتی اختر مصباحی، ممبئی
مفتی محبوب رضا، بھیونڈی
مفتی حنیف قادری، بریلی شریف
ڈاکٹر شفیق اجمل، بنارس
مولانا سید عبد الجلیل، ممبئی

جلد نمبر ۲ Vol. 2

مجلس مشاورت

مفتی سید شاہد علی، رامپور
مولانا سید اولادِ رسول قدسی، امریکہ
مفتی محمد صالح صاحب، جامعۃ الرضا
مولانا سلمان رضا خاں، بریلی شریف
مفتی شعیب رضا نعیمی، بریلی شریف
مفتی عاشق حسین کشمیری، بریلی شریف
مفتی افضال احمد رضوی، بریلی شریف
مفتی شمیم احمد نوری، کانپور
مولانا اشرف رضا، بریلی شریف
مولانا ابو یوسف ازہری، گھوسی
مولانا سید اکرام، ممبئی
مولانا محمد عابد حسین، جمشید پور
مفتی بشیر حشمتی، ممبئی
مفتی انور نظامی، ہزاری باغ
مولانا امین القادری، بریلی شریف
مفتی مطیع الرحمٰن نظامی، جامعۃ الرضا
مولانا شکیل احمد، جامعۃ الرضا
مفتی عاصم رضا قادری، جامعۃ الرضا
مفتی شاہد رضا مرکزی، جامعۃ الرضا
قاری جمال علیمی، ممبئی
مفتی ولی محمد رضوی، باسنی

شمارہ نمبر ۷ Issue 7

نوٹ: رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ا بجے تک نیچے دیے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9936645125, 9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنّی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنّی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ: کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آراء سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زرِ سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ براہِ کرم آگے کے لئے اپنا زرِ سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنّی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

عید الفطر کے موقعے پر خصوصی پیشکش

خطا پر ندامت، میری عید ہے

از: محمد سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی، بارہ بنکوی، مسقط عمان

غریبوں کی نصرت، مری عید ہے
یتیموں پہ شفقت، مری عید ہے

مرا کام ہے بس خوشی بانٹنا
خلائق سے الفت، مری عید ہے

چلو آؤ! مل کر عبادت کریں
کہ نیکی کی دعوت، مری عید ہے

رہے مومنوں میں سدا اتحاد
پیام اخوت، مری عید ہے

عدو پر ہوں "بُنیانِ مَرصوص" سب
کہ ربط جماعت مری عید ہے

نہ ہو اہل حق میں کوئی انتشار
یہ کوشش یہ محنت، مری عید ہے

ہمیشہ بڑوں کا ادب چاہیے
کہ حسن عقیدت، مری عید ہے

سبھی اہل سنت کا میں خیر خواہ
سبھی سے عقیدت، مری عید ہے

رضائے الٰہی کی ہر دم تلاش
عبادت ریاضت، میری عید ہے

اگر رد ہوئے ہیں تو مجھ کو وعید
عمل کی اجابت، میری عید ہے

نہ ہو کوئی احساس تو میں ہلاک
خطا پر ندامت، میری عید ہے

میرے دل میں ہر دم ہے مولیٰ کا ڈر
کہ خوف و خشیت، میری عید ہے

نہ ہو خواہش نفس بد کامیاب
گناہوں سے نفرت، میری عید ہے

بتانے سے پہلے عمل بھی تو کر
کہ خود کو نصیحت، میری عید ہے

میرے باغ فطرت میں نرمی کے پھول
معافی مروت، میری عید ہے

فریدیؔ خلوص جگر یونہی رکھ
یہ رنگ طبیعت، میری عید ہے

بنجر زمین کو فخر گلستاں بنا گئے

از: عرفان رضا قادری، چھپرہ بہار

عبد العزیز خان تو جو دل میں سما گئے
بنجر زمین کو فخر گلستاں بنا گئے

عشق نبی کا جام پلا کر کے کیا گئے
سب کے دلوں پہ نقش وہ اپنا جما گئے

پیغام سنیت کا دیا ہے جہاں کو
تاریکیوں میں حق کی وہ شمع جلا گئے

خدمات سنیت کی بدولت ہی دوستو!
عبدالعزیز سب کے دلوں میں سما گئے

ڈھونڈھیں گے ان کو اہل جہاں حشر تک مگر
سوئے جناں وہ عاشق احمد رضا گئے

لرزاں ہے ان کے نام سے ایوان نجدیت
خنجر رضا کا جب سے وہ لے کر کے آ گئے

طاری ہے خوف دیو کے بندوں پہ اب تلک
ایسا نبی کے نام کا نعرہ لگا گئے

کرتا رہے گا یاد زمانہ سدا انھیں
دین نبی کا ڈنکا ہی ایسا بجا گئے

ان کی تو سادگی پہ ہے قربان دل مرا
دل نے کہا یہی کہ مرے دلربا گئے

ذکرِ رضا علاج ہے ہر درد و مرض کا
عرفان تیرے دل کی وہ دے کر دوا گئے

عرفانِ قادری کے بھی اشعار ہوں قبول
صدقے میں ان کے جو سوئے خیر الوریٰ گئے



✍ عبد الرحیم نشتر فاروقی

شرعی کونسل بریلی شریف کا چودہواں فقہی سیمینار

جامعۃ الرضا میں سہ روزہ فقہی سیمینار اپنی روایتی شان انفرادیت کے ساتھ اختتام پذیر

امت مسلمہ کو درپیش نت نئے مسائل کا حل پیش کرنے کے لئے شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف ہر سال ایک فقہی سیمینار کا انعقاد کرتی ہے، جس میں ملک وملت کے جید مفتیان کرام نہایت ہی خلوص وللّٰہیت کے ساتھ بحث وتمحیص کے بعد درپیش مسائل کا حل پیش کرتے ہیں۔

شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف نے اب تک مسلسل ۱۰؍فقہی سیمینار اہل سنت کی عظیم دینی درس گاہ مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا، مرکز نگر، سی بی گنج بریلی شریف کے علامہ حسن رضا کانفرنس میں منعقد کرچکی ہے، جبکہ بعد کے ۳؍سیمینار ملک کے دیگر مختلف اداروں میں انعقاد پذیر ہوئے اور اس سال ۱۴؍رواں فقہی سیمینار ایک بار پھر جامعۃ الرضا بریلی شریف میں مورخہ ۲۳؍۲۴؍۲۵؍رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۱؍۲۲؍۲۳؍اپریل ۲۰۱۷ء بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار منعقد ہوا، جس کی سرپرستی آبروئے سنیت قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ العالی نے فرمائی۔

اس سیمینار میں ملک کے نامور علمائے کرام ومفتیان عظام نے شرکت فرمائی اور اپنی قیمتی تحقیقی آرا سے درپیش مسائل کا حل پیش کیا، سیمینار کے موضوعات مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) سفرحج کے دوران عورت مطلقہ یا بیوہ ہوجائے تو کیا کرے؟

(۲) ایکسیڈنٹ پر معاوضہ اور اس کی بیع وشرا نیز ٹھیکے اور کمیشن کا شرعی حکم۔

(۳) فصل کاٹنے کی اجرت کٹی ہوئی پیداوار سے دینے کا شرعی حکم۔

سیمینار کی کل ۵؍نشستیں منعقد ہوئیں، پہلی نشست کا آغاز بروز جمعہ بعد نماز مغرب ہوا جس کی صدارت حضور تاج الشریعہ نے فرمائی اور نظامت کے فرائض حضرت مفتی اختر حسین صاحب علیمی نے انجام دیئے، نشست کا آغاز حضرت قاری شرف الدین صاحب کی تلاوت قرآن کریم ونعت رسول مقبول سے ہوا، اس کے بعد شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی نے خطبہ استقبالیہ پیش کرتے ہوئے تمام مندوبین کرام کی آمد کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی ساتھ حضور تاج الشریعہ کی طرف سے خطبۂ صدارت بھی پیش کیا، اس کے بعد پہلی نشست کے لئے منتخب موضوع ''سفرحج کے دوران عورت مطلقہ یا بیوہ ہوجائے تو کیا کرے؟'' پر بحث ومباحثہ کا آغاز ہوا، الحمد للہ تمام مندوبین نے سنجیدگی سے مسئلے کے ہر ہر پہلو پر سیر حاصل گفتگو فرمائی اور موضوع کے تحت مندرج سوالات واشکالات کا تشفی بخش حل باتفاق رائے پیش کیا اور اخیر میں حضور تاج الشریعہ کی دعاؤں کے ساتھ سیمینار کی پہلی نشست کا اختتام ہوا۔

نشست اوّل کے فیصلے

اس نشست کے لئے منتخب موضوع ''سفرحج کے دوران عورت مطلقہ یا بیوہ ہوجائے تو کیا کرے؟'' میں زیر بحث سوالات اور ان کا حل مندرجہ ذیل ہے:

سوال اوّل: عدت اصل خروج سے مانع ہے یا سفر شرعی سے؟ بے محرم جانے سے مانع ہے یا محرم کے ساتھ بھی؟

جواب: باتفاق رائے یہ طے ہوا کہ عدت اصل خروج سے مانع ہے خواہ محرم کے ساتھ ہو یا نہ ہو، تنویر الابصار ودرمختار جلد ۵؍صفحہ ۲۲۵؍باب العدۃ میں ہے:

''(وتعتدان) ای معتدۃ طلاق و موت (فی بیت وجبت فیہ) ولا تخرجان منہ (الا ان تخرج او ینھدم المنزل او تخاف) انھدامہ او (تلف مالھا او لا تجد کراء البیت) و نحو ذلک من الضرورات فتخرج لاقرب موضع منہ۔''

واللہ تعالیٰ اعلم

سوال دوم: جو عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نکلی اور اپنے وطن ہی میں ساڑھے ستاون میل یعنی ساڑھے بانوے کلومیٹر طے کرنے

کے بعد مطلقہ بائنہ یا بیوہ ہوگئی تو اب کیا کرے گی؟

جواب: باتفاق رائے طے ہوا کہ جو عورت حج یا عمرہ کا احرام باندھ کر نکلی اور اپنے ملک میں ہی مسافت سفر طے کرنے کے بعد بیوہ یا مطلقہ بائنہ ہوگئی اور وہاں سے مکہ مکرمہ کی دوری مدت سفر ہے اور وہ جگہ صالح اقامت نہیں ہے تو وہ محصرہ نہیں ہے، بہار شریعت حصہ ۸/ص ۷۴۴/ میں ہے:

"اگر دونوں طرف مسافت سفر ہے اور وہاں آبادی نہ ہو تو اختیار ہے، جائے یا واپس آئے، ساتھ میں محرم ہو یا نہ ہو اور بہتر گھر واپس آنا ہے۔"

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ عورت اگر ایسی جگہ بیوہ یا مطلقہ ہوئی جو صالح اقامت نہیں تو اس کو مقصد یعنی مکہ مکرمہ جانے کی اجازت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

سوال سوم: جو عورت جدہ یا مکہ مکرمہ پہنچ گئی اور قبل حج بیوہ یا مطلقہ بائنہ ہوگئی، وہ محصرہ ہے یا نہیں؟ مکہ جانے کی اجازت ہے یا نہیں؟ عدت کب، کہاں اور کیسے گزارے گی؟

جواب: تمام مندوبین کا اس امر پر اتفاق تھا کہ وہ محصرہ نہیں، وہ مکہ مکرمہ جائے گی اور حج و عمرہ ادا کرے گی اور بعد حج وہاں عدت کے ایام گزارنے کی اجازت نہ ملنے کی صورت میں محرم ہو تو محرم کے ساتھ، ورنہ متدین عورتوں کے ساتھ اپنے ملک واپس آکر عدت پوری کرے گی اور اگر یہ ممکن ہو کہ واپسی میں جہاں پہلے پہنچی ہے، وہاں عدت گزار سکتی ہے یا اس سے قریب تر کسی جگہ رہ کر عدت گزار سکتی ہے تو وہیں عدت گزارے اور اگر اس میں بھی مشقت و حرج ہو تو بوجہ مجبوری شوہر کے گھر پہنچ کر عدت پوری کرے، جوہرہ نیرہ میں ہے:

"ولو خرج الرجل بامراته فسافر للحج فطلقها فی بعض الطریق او مات عنها..... و اما اذا کان بینها وبین مصر ثلاثة ایام فصاعدا وبینها وبین مقصدها اقل من ذلک فانها تمضی لمقصدها لانها تحتاج فی عودها الی انشاء سفر و هی ممنوعة من السفر و لا تحتاج الیه فی المضی"

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اور اگر شوہر و محرم نہیں رکھتی تو اگر اتنی دور پہنچ گئی کہ مکہ معظمہ تک مدت سفر نہیں، مثلاً جدہ پہنچ گئی، تو اب چلی جائے اور واپس نہ ہو کہ واپسی میں سفر بلا محرم ہے اور وہ حرام ہے، و کانت کمن ابانها زوجها او مات عنها ولو فی مصر و لیس بینها و بین مصرها مدة سفر رجعت ولو بین مصرها و لو بین مصرها مدته و بین مقصدها اقل مضت، پھر بعد حج مکہ مکرمہ میں اقامت کرے۔"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے زمانے میں وہاں اقامت کرنے کی گنجائش تھی لیکن اس زمانے میں حکومت کی طرف سے وہاں رہ کر عدت گزارنے کی اجازت نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم

سوال چہارم: جو عورت مدینہ منورہ پہنچ کر قبل حج بیوہ یا مطلقہ بائنہ ہوگئی، وہ محصرہ ہے یا نہیں؟ جبکہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کی دوری مدت سفر سے زائد ہے اور مدینہ منورہ میں قانوناً ایک ہفتے سے زائد ٹھہرنے کی اجازت نہیں، تو وہ مکہ معظمہ جا کر حج کرے گی یا نہیں؟ عدت کب کہاں اور کیسے گزارے گی؟ کیا ایسی عورت کو دفع حرج یا اسقاط حج فرض کی ضرورت کی بنا پر بے محرم مکہ مکرمہ جانے کی اجازت ہوگی؟ جبکہ بقدر کفایت مال نہ ہونے کی صورت میں روزی کمانے کے لئے اور کھیت کھلیان دیکھنے والا کوئی دوسرا نہ ہو تو اس کی دیکھ بھال کے لئے معتدہ کو عدت وفات میں نکلنے کی اجازت دی گئی ہے، تو کیا صورت مذکورہ میں اسباب ستہ میں سے کسی سبب کا سہارا لیا جا سکتا ہے؟ اگر عورت کے ساتھ محرم ہو تو کیا مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ تک بحالت عدت سفر کرنے میں قول امام سے عدول کر کے قول صاحبین پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے؟

جواب: باتفاق رائے طے پایا کہ اگر عورت مدینہ منورہ پہنچ کر حالت احرام میں ہو چکی تھی پھر مطلقہ بائنہ یا بیوہ ہوگئی تو اگر مدینہ منورہ میں زمانہ عدت ٹھہرنے کی کسی طور پر کوئی صورت نہ ہو تو وہ محصرہ نہیں، اسے مکہ جانے اور حج کرنے کی اجازت ہے، یونہی وہ عورت جس نے اب تک احرام نہ باندھا تھا کہ مطلقہ بائنہ یا بیوہ ہوگئی تو اسے بھی سعودیہ کے سخت قانون کے پیش نظر مدینہ منورہ میں زمانہ عدت تک ٹھہرنے کی اجازت نہ ملنے کے سبب مکہ مکرمہ جانے اور حج کرنے کی اجازت ہے، واللہ تعالیٰ

سوال پنجم: سوال ۳/ و ۴/ کے تحت ذکر کردہ صورت میں اگر شرعاً حج کرنے کی گنجائش نکل آئے تو کیا بعد حج وطن واپسی کے لئے محرم بلانا ضروری ہے؟ یا اسباب ستہ میں سے کسی سبب کی بنا پر بے محرم ہی جانے کی اجازت ہے؟ اگر بدرجہ مجبوری مذکورہ

عورت ایسے قافلے کے ساتھ وطن واپس آئے، جس میں ثقہ اور متدین مرد اور عورتیں شامل ہوں تو کیا عدم محرم کی کمی پوری ہو جائے گی اور عورت گناہ سے بچ جائے گی؟

جواب: عورت اگر محرم بلا کر اس کے ساتھ سفر کرنے پر قادر ہو تو بلا محرم سفر کرنا حرام ہے مگر اس وقت سعودی گورنمنٹ کے سخت قانون کی بنا پر وطن سے محرم بلا کر اس کے ساتھ لوٹنا نہایت دشوار ہے، اس لئے دفع حرج کی بنا پر سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ کے قول پر عمل کرتے ہوئے ثقہ اور متدین عورتوں کے ساتھ بلا محرم وطن آنے کی اجازت ہے، اس صورت میں گناہگار نہیں ہوگی، فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اگر ثقہ معتمدہ عورتیں واپسی کے لئے ملیں تو مذہب امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عمل کرکے ان کے ساتھ واپس آئے اور جانے کے لئے ملیں تو ان کے ساتھ جائے اور انہیں کے ساتھ واپس آئے کہ تقلید غیر عند الضرورۃ بلا شبہ جائز ہے۔"

البتہ موجودہ نظام آمد ورفت کے مطابق ایئر پورٹ سے گھر تک اگر مسافت سفر شرعی کی ہو تو محرم کے ساتھ ہی جانا لازم ہے کہ ایئر پورٹ پر محرم بلا کر اس کے ساتھ واپس آنا دشوار نہیں ہے فقہ کا اصول ہے ما ابیح للضرورۃ یتقدر بقدرھا [الاشباہ والنظائر، ج ۱، ص ۲۵۲] واللہ تعالیٰ اعلم۔

سمینار کی دوسری نشست کا آغاز مورخہ ۲۴ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۲ اپریل ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ بوقت صبح ۸ بجے حضرت قاری فیض النبی صاحب کی تلاوت اور نعت پاک رسول مقبول سے ہوا، اس نشست کی صدارت محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفےٰ صاحب امجدی نے فرمائی اور نظامت کے فرائض حضرت مفتی شمشاد احمد صاحب نے انجام دیئے۔

سب سے پہلے اس نشست میں نشست اوّل کے موضوع سے متعلق کچھ سوالات پر بحث ہوئی، اس کے بعد دوسری نشست کے لئے مقرر موضوع پر بحث شروع ہوئی، اس نشست میں زیر بحث عنوان "ایکسیڈنٹ پر معاوضہ، اس کی بیع وشرا اور ٹھیکے و کمیشن کا شرعی حکم کے تعلق سے مندرجہ ذیل سوالات تھے:

نشست دوم کے فیصلے

سوال اول: ایکسیڈنٹ سے ہونے والی موت کیا شرعاً قتل ہے؟ اگر وہ قتل ہے تو کون سی قسم میں داخل ہے؟ اور اس کا حکم کیا ہے؟ اس میں کبھی غلطی ڈرائیور کی ہوتی ہے اور کبھی حادثہ کی زد میں آنے والے شخص کی، کیا دونوں صورتوں میں حکم یکساں ہوگا؟

جواب: ایکسیڈینٹ سے ہونے والی موت شرعاً قتل ہے اور ایکسیڈینٹ کی مختلف صورتیں ہیں:

[۱] ڈرائیور نے جان بوجھ کر ایکسیڈنٹ کیا، جس سے دوسرے شخص کی موت واقع ہوگئی، تو یہ شبہ عمد ہے، اس میں کفارہ و دیت دونوں لازم ہیں۔

[۲] چلتی ہوئی دو گاڑیاں ڈرائیوروں کی بے احتیاطی سے ٹکرا گئیں اور آدمیوں کی موت ہوگئی، تو یہ قائم مقام خطا ہے، یہاں بھی کفارہ و دیت دونوں لازم ہیں۔

[۳] کوئی شخص اچانک گاڑی کی زد میں آ گیا جبکہ ڈرائیور ضابطہ کے مطابق گاڑی چلا رہا تھا، تو یہ قائم مقام خطا ہے، اس میں بھی کفارہ و دیت دونوں لازم ہیں۔

[۴] گاڑی پارکنگ یا سروس روڈ پر کھڑی تھی اور دوسری گاڑی اس سے ٹکرا گئی، جس سے کھڑی گاڑی میں سوار شخص کی موت ہوگئی تو یہ قائم مقام خطا ہے، اس میں کفارہ و دیت لازم ہے۔

[۵] ایک گاڑی آگے جا رہی تھی، دوسری گاڑی اس کے پیچھے چل رہی تھی، پیچھے والے نے آگے والے کو مار دیا، جس سے آگے والی گاڑی کے افراد کی موت ہوگئی، تو یہ قائم مقام خطا ہے، ٹکر مارنے والے پر کفارہ و دیت لازم ہے۔

[۶] درج بالا دونوں صورتوں میں ٹکر مارنے والے کی موت ہو گئی تو ٹکر مارنے والا خود ذمہ دار ہے، آگے والے یا کھڑی گاڑی والے پر ضمان نہیں۔

[۷] گاڑی ایسی جگہ کھڑی کی جہاں کھڑی کرنا قانوناً منع ہے اور اس سے ٹکرا کر کسی کی موت ہوگئی تو یہ قتل بالسبب ہے، دیت لازم ہے، کفارہ نہیں اور میراث سے محروم نہ ہوگا۔

سوال دوم: اس سے موت واقع ہونے یا کسی عضو کے معطل و مجروح ہونے کی صورت میں معاوضہ لینا، اس کے حصول کے لئے مقدمہ لڑنا کیسا ہے؟ نیز یہ معاوضہ شرعاً دیت وارش ہے؟

جواب: اس سوال کے جواب میں باتفاق رائے طے پایا کہ موت واقع ہونے یا کسی عضو کے معطل ہونے کی صورت میں معاوضہ لینا اور اس کے حصول کے لئے مقدمہ لڑنا درست ہے، البتہ سوال نمبر ایک کے جوابات کی تفصیل میں گزرا کہ ایکسیڈنٹ کے ذریعہ

موت بعض صورتوں میں قتل شبہ عمد ہے اور بعض صورتوں میں قتل قائم مقام خطا اور بعض میں قتل بالسبب اور بعض میں مقتول ہی ذمہ دار ہوتا ہے، دوسرا نہ تو اس ہلاکت کا مباشر ہوتا ہے نہ سبب، ایسی صورت میں معاوضہ لینا شرعاً درست نہیں، اس کے علاوہ باقی تمام صورتوں میں یعنی قتل شبہ عمد، قتل قائم مقام خطا اور قتل بالسبب میں معاوضہ لینا درست ہے اور جب معاوضہ لینا جائز ہے تو اس کی تحصیل کے لئے مقدمہ لڑنا بھی جائز ہے، سوال کا ایک جز یہ ہے کہ شرعاً یہ معاوضہ دیت ہے یا ارش؟ نفس کے بدلے جو مال واجب ہو، وہ دیت ہے اور عضو کے بدلے جو مال واجب ہو، وہ ارش ہے اور ان کے عوض جو مال مقتول کے وارثین کو حاصل ہوتا ہے وہ معاوضہ وضمان ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

سوال سوم: یہ معاوضہ حق ثابت ہے یا حق مجرد؟ جو بھی ہو، اس کی بیع وشرا کیا شرعاً جائز ہے؟

جواب: باتفاق رائے طے ہوا کہ جن صورتوں میں معاوضہ لینا جائز ہے، ان میں وہ معاوضہ حق ثابت ہے اور چونکہ یہ بالذات مال نہیں ہے، اس لئے اس کی بیع وشرا جائز نہیں کہ بیع مبادلۃ المال بالمال علیٰ سبیل التراضی کا نام ہے، البتہ حق دیت وارش کے عوض مال لے کر صلح جائز ودرست ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

سوال چہارم: معاوضہ کی تحصیل کے لئے کسی کو کمیشن پر مقرر کرنا یا اس کا ٹھیکہ لینا دینا کیسا ہے؟

جواب: جن صورتوں میں معاوضہ لینا جائز ہے، ان صورتوں میں معاوضہ کی تحصیل کے لئے کام کرنا قابل اجرت عمل ہے، لیکن اس کے لئے کسی کو کمیشن پر اس طرح مقرر کرنا کہ جتنا معاوضہ حاصل ہوگا، اس کا جز حصہ مثلاً ۲۵ رفیصد تم کو دیا جائے گا تو یہ مثل قفیز طحان ناجائز ہے اور ٹھیکہ اس طور پر کرنا کہ اس پورے مقدمہ میں مثلاً پانچ ہزار یا دس ہزار روپئے اجرت دی جائے گی تو یہ جائز ہے، واللہ تعالیٰ اعلم

سوال پنجم: ٹرین وہوائی جہاز، زلزلے، بم دھماکے یا کسی بھی حادثے میں مرنے والوں کے گھر والوں کو گورنمنٹ کی جانب سے جو رقم ملتی ہے، اس کا مالک کون ہوگا؟ کیا اس میں وراثت کے احکام جاری ہوں گے؟ یا جس کو نامزد کر کے گورنمنٹ رقم ادا کرتی ہے، وہی اس رقم کا مالک ہوگا؟

جواب: تمام مندوبین کرام کے اتفاق رائے سے یہ طے ہوا کہ ٹرین، ہوائی جہاز یا بم دھماکے کے حادثہ میں مرنے کی صورت میں جو معاوضہ ملتا ہے، اس کا حکم مثل دیت ہے، یعنی مہلوک کے وارثین کے درمیان بطریقہ وراثت تقسیم ہوگا اور زمینی یا آسمانی آفت مثلاً زلزلہ، طوفان، سیلاب وغیرہ سے ہونے والی موت کی صورت میں حکومت کی طرف سے جو رقم ملتی ہے تو چونکہ یہ رقم بطریق تعاون دی جاتی ہے، اس لئے وہ حکم دیت میں نہیں ہے، لہٰذا وہ بطریق وراثت تقسیم نہیں ہوگی، بلکہ حکومت جن لوگوں کے تعاون کے لئے دیتی ہے، وہی افراد مالک ہوں گے، واللہ تعالیٰ اعلم

سمینار کی تیسری نشست کا انعقاد بروز ہفتہ بعد نماز مغرب ہوا، جس کا آغاز حضرت قاری شرف الدین صاحب کی تلاوت اور نعت رسول مقبول سے ہوا، اس نشست کی صدارت حضرت مفتی شبیر حسن صاحب رکن فیصل بورڈ نے کی اور نظامت حضرت مفتی رفیق عالم صاحب نے کی، اس نشست میں بھی اولاً دوسری نشست کے بقیہ سوالات پر بحث ہوئی، اس کے بعد اس نشست کے لئے مقرر موضوع کے تحت مندرج سوالات پر بحث کا آغاز ہوا، اس نشست کے لئے موضوع ''فصل کاٹنے کی اجرت کٹی ہوئی فصل سے دینے کا شرعی حکم'' تھا، اس موضوع کے تحت زیر بحث سوالات مندرجہ ذیل ہیں:

نشست سوم کے فیصلے

سوال اوّل: اسی کھیت کی پیداوار کے عوض فصل کٹوانا کس عقد میں آتا ہے؟

جواب (۱) باتفاق رائے یہ طے پایا کہ یہ عقد اجارہ ہے کہ یہ عمل کے بالمقابل عوض کا مالک بنانا ہے، ہدایہ، جلد ۴ نمبر صفحہ نمبر ۴۱۱ رمیں ہے:

''ربما یقال الاجارۃ قد تکون عقدا علیٰ العمل کاستیجار القصار والخیاط۔''

سوال دوم: اگر اس میں قفیز طحان کی صورت پائی جاتی ہے تو کیا لوگوں کا عرف وتعامل اس کے لئے راہ جواز پیدا کر پائے گا؟ یا نہیں؟

جواب: مسئلہ دائرہ میں قفیز طحان کی صورت پائی جاتی ہے لیکن بلاد کثیرہ میں بکثرت رائج ہونے کی وجہ سے عرف عام ہے، اس لئے یہ اجارہ جائز ودرست ہے، مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"علمائے کرام جس عرف عام کو فرماتے ہیں کہ قیاس پر قاضی ہے اور نص اس سے متروک نہ ہوگا مخصوص ہوسکتا ہے، وہ یہی عرف حادث شائع ہے کہ بلاد کثیرہ میں بکثرت رائج ہو۔"

نیز امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"بٹائی پر زمین اٹھانے سے احادیث صحیحہ معتبرہ میں منع وارد یہاں تک کہ حدیث جابر ابن عبد اللہ میں ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: من لم یذر المخابرۃ فلیوذن بحرب من اللہ و رسولہ اور قیاس بھی بوجوہ کثیرہ اسی کا مساعد ولہذا ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ باتباع جماعت صحابہ وتابعین محرمین مانعین حرام وفاسد جانتے ہیں، بایں ہمہ صاحبین نے بوجہ تعامل اجازت دی اور اسی پر فتویٰ قرار پایا۔"

سوال سوم: یہاں عرف عام ہے یا خاص اور بہر تقدیر مسئلہ دائرہ میں وہ مؤثر ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کس حد تک؟

جواب: یہاں عرف عام متحقق اور مسئلہ دائرہ میں مؤثر ہے جیسا کہ جواب نمبر۲ رمیں منقول فتاویٰ رضویہ کی عبارت سے ظاہر ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال چہارم: اگر یہاں عرف مؤثر نہ ہو تو اس عقد و معاملہ کے جواز کی صورت کیا کیا ہوسکتی ہے؟

جواب: اوّلاً یہاں عرف عام مؤثر ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، البتہ جن بلاد میں عرف عام متحقق نہیں، ان بلاد میں جواز کی درج ذیل صورت ہے جس کو فقہائے کرام نے خود اپنی کتابوں میں درج فرمایا ہے، اگر اسی کھیت کی پیداوار سے اجرت دینے کی شرط نہ لگائے مثلاً یہ کہے کہ اتنا گیہوں اس کام کے بدلے دیں گے تو یہ جائز و درست ہے، اگرچہ کٹائی کے بعد اسی سے دیدے، درمختار میں ہے:

"الحیلۃ ان یسمی قفیزا بلا تعیین ثم یعطیہ قفیزا منہ یجوز۔"

سمینار کی چوتھی نشست کا آغاز مورخہ ۲۵؍رجب المرجب ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۳؍اپریل ۲۰۱۷ء بروز اتوار صبح ۸؍بجے ہوا، یہ نشست حضرت قاری فیض النبی صاحب کی تلاوت اور نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوئی، اس نشست کی صدارت حضور تاج الشریعہ دام ظلہ نے فرمائی اور نظامت کے فرائض حضرت مفتی قاضی فضل احمد صاحب نے انجام دیئے، تیسری نشست میں جو سوالات تشنۂ بحث رہ گئے تھے، چوتھی نشست ان پر بحث سے شروع ہوئی اور اسی نشست میں سارے سوالات حل کر لئے گئے اور بحمد اللہ تعالیٰ سیمینار کے لئے مقررہ تینوں موضوعات کے تحت مندرج تمام سوالات واشکالات کے کافی وشافی جوابات اور ان کا حل مندوبین کرام نے پیش فرمامائے۔

سمینار کی پانچویں اور آخری نشست کا انعقاد بروز اتوار بعد نماز مغرب ہوا، حسب روایت اس کا بھی آغاز قاری محمد وسیم احمد صاحب رضوی کی تلاوت اور نعت رسول سے ہوا، اس نشست کی صدارت مولانا بہاء المصطفیٰ قادری کے سپرد تھی اور نظامت کے فرائض حضرت مفتی قاضی شہید عالم صاحب نے انجام دیئے، چونکہ سوالات پر بحث وتمحیص اور ان کا حل چوتھی نشست میں ہی پیش کیا جا چکا تھا، اس لئے اس نشست میں تینوں موضوعات سے متعلق چار نشستوں میں باتفاق رائے قلم بند کئے گئے فیصلے سنائے گئے اور مندوبین کرام سے ان پر دستخط اور ان کے گراں قدر تاثرات لئے گئے، شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کی مزید کامیابی کے لئے مندوبین کرام سے مفید مشورے بھی لئے گئے، اس سے فراغت کے بعد حضور تاج الشریعہ کے حکم پر ملک کے مسلمانوں کے امن و سکون کو غارت کردینے والے موضوع "تین طلاق" سے متعلق یہ قرارداد پیش کیا گیا کہ:

"شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا یہ فقہی اجلاس اس طے شدہ امر پر اتفاق کرتا ہے کہ ایک نشست میں "تین طلاق" تین ہی واقع ہوں گی، حدیث صحیح مرفوع سے یہی ثابت ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں اس پر صحابۂ کرام کا اجماع بھی منعقد ہو چکا ہے اور اس وقت سے لے کر آج تک تمام امت اجابت کا اسی پر اجماع وعمل ہے، لہٰذا کسی کو بلکہ خود مسلمانوں کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس اجماعی مسئلے میں کوئی تبدیلی کرسکیں، نہ ہی کسی حکومت یا کسی کورٹ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس میں کوئی ترمیم وتحریف کرسکے اور اگر بالفرض کسی حکومت یا کسی کورٹ کی جانب سے ایسی کوئی جرأت وجسارت کی جاتی ہے تو اسے مسلمان ہرگز ہرگز قبول نہیں کریں گے، ہندوستانی مسلمانوں کی نمائندہ تنظیم "شرعی کونسل آف انڈیا ایسے کسی بھی فیصلے کی شدید مخالفت کرے گی جو قرآن وحدیث اور شریعت اسلامیہ کے خلاف

ہو، خواہ وہ تین طلاق سے متعلق کوئی فیصلہ ہو یا کسی اور معاملے سے متعلق۔ البتہ مسلمانوں کو یہ سخت تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ طلاق دینے میں عجلت اور جلد بازی سے کام نہ لیں اور بوقت ضرورت ایک طہر میں ایک سے زائد طلاق ہرگز نہ دیں۔"

آخر میں سیمینار کی سرپرستی فرمارہے حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی پر اثر دعاؤں کے ساتھ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کا یہ چودھواں فقہی سیمینار کامیابیوں سے ہمکنار ہوتے ہوئے اختتام پذیر ہوا۔

شرعی کونسل آف انڈیا کے چودھویں فقہی سیمینار کو کامیابیوں سے ہمکنار کرنے میں جہاں شرعی کونسل کے تمام ارکان کی کاوشیں شامل رہیں وہیں پر مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا بریلی شریف کے فعال اساتذۂ کرام اور چند محنتی طلبہ کارگزاریاں بھی قابل ذکر ہیں، انھوں نے بھی مہمانوں کی بےلوث خدمت کا فریضہ انجام دے مندوبین کے ساتھ ساتھ انتظامیہ کا بھی دل جیت لیا۔

سیمینار میں شرکت کرنے والے چند مشاہیر مشائخ کرام و مفتیان عظام کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

☆ حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی
☆ محدث کبیر حضرت علامہ مفتی ضیاء المصطفیٰ صاحب امجدی
☆ حضرت علامہ مفتی شبیر حسن صاحب روناہی
☆ شہزادۂ تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا خاں صاحب
☆ قاضی شہر ضلع رامپور حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی صاحب
☆ حضرت علامہ مفتی صالح صاحب بریلوی
☆ حضرت علامہ مفتی بہاء المصطفیٰ قادری صاحب
☆ حضرت علامہ مفتی ولی محمد صاحب راجستھان
☆ حضرت علامہ مفتی عزیر عالم صاحب بسڈیلہ
☆ حضرت علامہ مفتی اختر حسین صاحب جمداشاہی
☆ حضرت علامہ مفتی شمشاد حسین صاحب بدایوں
☆ حضرت علامہ مفتی قاضی شہید عالم صاحب بریلی شریف
☆ حضرت علامہ مفتی شمشاد احمد صاحب گھوسی
☆ حضرت علامہ مفتی حبیب اللہ صاحب بچپڑوا
☆ حضرت علامہ مفتی قاضی فضل احمد صاحب بنارس
☆ حضرت علامہ مفتی شہاب الدین صاحب براؤں شریف
☆ حضرت علامہ مفتی رفیق عالم صاحب بریلی شریف
☆ حضرت علامہ مفتی عالم گیر صاحب راجستھان
☆ حضرت علامہ مفتی انور نظامی صاحب جھارکھنڈ
☆ حضرت علامہ مفتی انوار احمد صاحب دہلی

ص ۱۲ / کا بقیہ ......

قال: اُمُّكَ حَيَّةٌ قُلْتُ نَعَمْ. قال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: الزَم رجلها فثم الجنة. (الطبرانی) یعنی طلحہ بن معاویہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے انہوں نے کہا میں نے نبی ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا یارسول اللہ میں اللہ کی راہ میں جہاد کا ارادہ کر چکا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تمہاری ماں زندہ ہے؟ میں نے عرض کر دیا: ہاں! نبی ﷺ نے فرمایا: اس کے پیر کو پکڑ لو وہیں جنت ہے۔

۴۱۔ وعن عبد الله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: جاء رجل الى نبی الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فاستاذنه فی الجهادِ. فقال: أحَيٌّ والداك؟ قال نعم قال: فيهما فجاهدْ. (البخاری ومسلم وابو داود والترمذی والنسائی.) یعنی عبد اللہ ابن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے انہوں نے کہا: ایک شخص نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آ کر جہاد کرنے کی اجازت چاہی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرے والدین زندہ ہیں اس نے کہا ہاں (زندہ ہیں) نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں میں ہی جہاد کرو۔

۴۲۔ وفی روایة لمسلم قال: اقبل رجلٌ الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: أُبايعكَ على الهجرةِ والجهادِ أبتغِي الأجرَ مِنَ اللهِ. قال فهل من والديك أحَدٌ حَيٌّ؟ قال نعم. بل كِلاهُمَا حَيٌّ. قال: فتبتغي الاجر من الله؟ قال: نعم قال: فارجع الى والديك فأحسِنْ صُحْبَتَهُما (متفق علیه وهذا لفظ مسلم) یعنی مسلم کی ایک روایت میں ہے کہا ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کروں گا، اللہ سے اجر چاہوں گا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے اس شخص نے عرض کیا: دونوں زندہ ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو تم اللہ سے اجر چاہتے ہو اس شخص نے عرض کیا: ہاں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے والدین کے پاس واپس چلے جاؤ، ان کی خوب اچھے سے خدمت کرو۔ (جاری)

قرآن وحدیث کی روشنی میں

والدین کے ساتھ حسن سلوک

از: مفتی محمد شعیب رضا نعیمی قادری

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

مذکورہ حدیث کی شرح درج ذیل حدیث میں آرہی ہے:

۳۶۔وفی روایة من حدیث ابی هریرة قال فیه:ومن ادرك ابویه او احدهما ،فلم یبرهما فمات،فدخل النار فأبعده الله قل:آمین۔فَقُلْتُ آمِیْنَ ۔(الطبرانی وابن حبان فی صحیحه) یعنی ابوہریرہ کی ایک دوسری حدیث میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں اور جس نے اپنے والدین میں یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور ان کے ساتھ بھلائی نہ کی اور مر گیا تو وہ جہنم میں داخل ہوا، اللہ اس کو دور کردے (جبرئیل نے کہا) کہئے آمین میں نے آمین کہا۔

۳۷۔وفی روایة من حدیثِ کعب بن عجرة قال فی آخره: فلما رقیت الثالثة قال:بعدَ مَنْ ادركَ أبویهِ الکبرَ عنده او احدهما ،فلم یدخلاه الجنة ۔قُلْتُ:آمینَ۔(رواه الحاکم) یعنی کعب بن عجرہ کی حدیث سے ایک روایت میں ہے جس کے آخری الفاظ ہیں، جب میں تیسری سیڑھی چڑھا جبرئیل نے کہا: دور ہو وہ شخص جس نے اپنے بوڑھے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو اپنے پاس پایا اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہ کیا میں نے کہا آمین۔

۳۸۔وفی روایة من حدیث ابن عباس،وفیه،ومن ادرك والدیه او احدهما فلم یبرَّهما دخل النار، فأبعده الله وأسحقه قُلْتُ:آمینَ۔(الطبرانی) یعنی اور ابن عباس کی حدیث سے ایک روایت میں ہے جس کی الفاظ ہیں۔

جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پایا اور ان کے ساتھ بھلائی نہ کی تو وہ جہنم میں داخل ہوا اللہ اس کو دور کرے اور اس کو رگڑے میں نے کہا آمین۔

۳۹۔وعن مالك بن عمرو القشیری رضی الله تعالیٰ عنه قال:سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول :من اعتق رقبة مسلمة فهی فداؤُهُ من النار ،ومن ادرك احد والدیه ثم لم یُغفرُ له فأبعده الله۔زاد فی روایة:وأسحقهُ۔ یعنی مالک بن عمرو القشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جس نے مسلمان باندھی کو آزاد کیا یہ اس کے لیے جہنم سے فدیہ ہے اور جس نے اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پایا پھر اس کو بخشا تو اللہ اس کو دور کرے، ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کو رگڑے۔

نوٹ: حدیث نمبر ۳۵؍ میں تین جگہ یا محمد آیا ہے چونکہ علمائے اہل سنت یا محمد کہنے کو منع فرماتے ہیں تو اس کے مندرجہ ذیل جوابات ہیں:

(۱) حدیث چونکہ وحی خفی ہے تو گویا نفس کلام اللہ کی جانب سے ہے اور زبان جبرئیل امین کی اور الفاظ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے۔

(۲) لفظ محمد کے اطلاقات دو طرح پر ہیں ایک بطور علم دوم بطور وصف بطور علم یا محمد کہنا جائز نہیں اور بطور وصف کہنا ممنوع نہیں، اب جواب نمبر دو پر نظر کرتے ہوئے یہ کہا جائے گا کہ اللہ کا حکم ہے، اسی طرح پکارو تو اس میں علمیت کے تیقن کے ساتھ وصفیت کا احتمال وامکان بھی ہے یعنی جبرئیل امین نے بطور علم یا محمد کہا تب بھی جائز اور بطور وصف کہا تب بھی جائز اور امت کے لیے بطور علم کہنا ممنوع اور بطور وصف وصفت کہنا جائز مگر چونکہ ہمارے عرف میں لفظ محمد بطور علم ہی کثرت کے ساتھ بولا جاتا ہے بطور وصف اہل علم ، صاحبان فقہ دانش استعمال کرتے ہیں مگر عوام کا خیال رکھتے ہوئے وہ بھی استعمال سے پرہیز کرتے ہیں، نفس مسئلہ کی مزید بھی تحقیق فتاوی رضویہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

والدین کے ساتھ بھلائی جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے

۴۰۔وروی عن طلحة بن معاویة السلمی رضی الله عنه قال:أتَیْتُ النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقلت:یا رسول الله انی أُرِیْدُ الجهاد فی سبیل الله؟ (بقیہ ص ۱۱ پر)

پیشکش: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ ابو حسام محمد عسجد رضا خان قادری بریلوی

اقسام علم اور ان کے احکام

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

علم طریق آخرت کا اجمالی بیان

اس بحث کا مقصد یہ ہے کہ طریق آخرت کے تمام عنوانات پر اشارہ ہو جائے، اگر چہ تمام تفاصیل کا ذکر ممکن نہیں کچھ تو معلوم ہو جائے، واضح ہو کہ علم آخرت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) علم مکاشفہ (۲) علم معاملہ

قسم اوّل کا نام علم باطن ہے اور وہ تمام علوم کی انتہا اور علت غائی ہے، بعض عارفین نے فرمایا کہ جسے اس علم سے بہرہ نہ ہو، مجھے اس کا خاتمہ سوء (برا) ہونے کا خوف ہے اور ادنیٰ بہرہ اس علم کا یہ ہے کہ اس کی تصدیق کی جائے اور جو لوگ اس کے اہل ہیں اس کے لئے اس علم کا ہونا تسلیم کیا جائے۔

ایک اور عارف نے کہا ہے کہ جس میں دو خصلتیں ہوں، اس کے لئے اس علم میں سے کوئی بات معلوم نہ ہوگی، وہ دونوں خصلتیں بدعت اور غرور ہیں، بعض عرفا کا قول ہے کہ جو دنیا سے محبت رکھتا ہو یا خواہش نفس پر اصرار کرتا ہو، اس کو یہ علم حاصل نہ ہوگا، اگر چہ تمام کا محقق ہو، دور حاضرہ میں علم مکاشفہ کے منکر کا یہی حال ہے اور ادنیٰ عذاب اس علم کے منکر کا یہ ہے کہ اس علم میں سے اسے کچھ نہیں ملتا حالانکہ یہ علم مکاشفہ صدیقین اور مقربین کا ہے۔

ثابت ہوا کہ علم مکاشفہ کے منکرین ہی اہل بدعت ہیں لیکن ان کی انوکھی چال کو دیکھئے کہ وہ خود اہل سنت کو بدعتی کہتے ہیں۔

قسم دوم وہ ایک نور ہوتا ہے کہ جب کسی کا دل اعلیٰ صفات سے صاف اور پاک ہوتا ہے تو اس میں ظاہر ہوتا ہے اور اس نور سے بہت سی باتیں منکشف ہوتی ہیں، جن کا وہ پہلے صرف نام ہی سنا کرتا تھا اور ان کے لئے کچھ معنی مجمل وہم کر لیتا تھا لیکن واضح معنی معلوم نہ ہوتا تھا (اب اس کے لئے وہ اجمال تفصیلاً منکشف ہوگا) اس نور کے باعث ان سب امور کے معانی واضح ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ اس وقت اللہ رب العزت کی ذات کی معرفت حقیقی حاصل ہوتی ہے اور اس کی صفات کاملہ دائمی اور اس کے افعال اور دنیا و آخرت کے پیدا کرنے کی حکمت اور وجہ آخرت کو دنیا پر مرتب کرنے کی معرفت کی وجہ حقیقۃً حاصل ہو جاتی ہے اور نبوت اور نبی کا معنی اور وحی اور ملائکہ اور شیاطین کا معنی اور انسانوں سے شیطانوں کی عداوت کی کیفیت اور نبیوں کو فرشتوں کے معلوم ہونے کی صورت اور ان کے پاس وحی پہنچنے کی حقیقت اور آسمانوں و زمین کی حکومت کی حالت اور دل کی معرفت اور اس کے اندر فرشتوں اور شیطانوں کے لشکروں کے مقابلہ کی کیفیت اور فرشتوں کے اشارے اور شیطان کے خطرہ میں فرق کی شناخت اور آخرت اور جنت اور دوزخ اور عذاب قبر اور پل صراط اور میزان اور حساب کی پہچان اور آیت کریمہ کے معنی:

"اقرا کتابک کفی بنفسک الیوم علیک حسبا۔
[پ ۱۵/ بنی اسرئیل، آیت نمبر ۱۴] یعنی فرمایا جائے گا کہ اپنا نامہ (اعمال) پڑھ، آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو بہت ہے۔" [کنز الایمان]

اس آیت کریمہ کا معنی:

"وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون۔
[پ ۲۱/ عنکبوت، آیت نمبر ۶۴] یعنی بے شک آخرت کا گھر ضرور وہی سچی زندگی ہے، کیا اچھا تھا اگر جانتے۔" [کنز الایمان]

اللہ تعالیٰ کی بقا اور اس کی ذات اقدس کو دیکھنے کا معنی، اس کے قریب ہونے اور اس کے جواب میں اترنے کی غرض اور ملاء اعلیٰ کی رفاقت اور ملائکہ کی نزدیکی سے سعادت حاصل ہونے کی مراد اور بہشت والوں کے درجات میں فرق۔

وہ ایک دوسرے کو ایسے دیکھیں گے، جیسے چمکتا ستارہ آسمان میں ہوتا ہے، اس فرق سے مقصود اور اس کے سوا دیگر امور جن کی تفصیل طویل ہے، اس نور کے سبب معلوم ہو جاتی ہے، اس سے قبل لوگ اس کے معانی میں مختلف الخیال ہوتے ہیں۔ (جاری)

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

ماہ شوال المکرم کے فضائل و معمولات

ماہ شوال المکرم نہایت ہی مبارک و مسعود اور اسلامی سال کا دسواں مہینہ ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ شول بالفتح سے ماخوذ ہے جس کا معنی اونٹنی کا دم اٹھانا ہے، اس مہینہ میں بھی عرب لوگ سیر و سیاحت اور شکار کھیلنے کے لئے اپنے گھروں سے باہر چلے جاتے تھے، اس لئے اس کا نام شوال رکھا گیا، اس کی پہلی تاریخ کو عید الفطر ہوتی ہے جس کو یوم الرحمہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اسی روز اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو شہد بنانے کا الہام کیا تھا، اسی دن اللہ تعالیٰ نے جنت پیدا فرمائی اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے درخت طوبیٰ کو پیدا فرمایا۔ (غنیۃ الطالبین)

اسی ماہ کی سترہویں تاریخ کو جنگ احد شروع ہوئی، جس میں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے، اسی ماہ کی پچیس تاریخ سے آخر ماہ تک جتنے دن ہیں وہ قوم عاد کے لئے منحوس دن تھے، جن میں اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو ہلاک فرمایا تھا۔ (عجائب المخلوقات ص ۴۶)

اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو وحی کے لیے منتخب فرمایا اور اسی دن فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی۔ (غنیۃ الطالبین)

حدیث شریف: عن انس مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی ﷺ انہ قال من صام ستا من الشوال امنہ اللہ تعالیٰ من السلاسل والاغلال۔ یعنی حضرت انس مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص شوال المکرم کے چھ روزے رکھے گا، اللہ تعالیٰ اسے زنجیروں اور بیڑیوں سے محفوظ فرمادے گا۔ (فضائل الشہور والصیام)

ماہ شوال اور پہلی قوموں کی ہلاکت

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یکم شوال کو بہت سی قومیں تباہ و برباد ہوئیں، البتہ اس کے دن مختلف تھے، شنبہ کے دن قوم لوط، اتوار کے دن اصحاب اخدود، دوشنبہ کے دن قوم نوح، منگل کے دن فرعون اور اس کے ہمنوا، بدھ کے دن حضرت عاد علیہ السلام کی قوم اور جمعرات کے دن حضرت صالح علیہ السلام کی قوم، مگر ان کے برعکس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت پر کتنا بڑا انعام ہوا کہ یکم شوال کو ہر سال "عید الفطر" منائی جاتی ہے اور یہ سلسلہ تا قیام قیامت جاری رہے گا۔ (فضائل الشہور والصیام)

امت محمدیہ کی تعداد کے مطابق ثواب

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان، عرش و کرسی، لوح و قلم، جنت و دوزخ، شوال کے انہی چھ ابتدائی دنوں میں تخلیق فرمائی اور جب ان کی تکمیل ہوگئی تو جمعۃ المبارکہ کا دن تھا، اسی لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا: جو مسلمان شوال کے ان چھ دنوں کے روزے رکھے گا، اسے تمام امت محمدیہ کی تعداد کے مطابق ثواب عطا کیا جائے گا۔

مقام جنت دیکھنا

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اہل ایمان یکم شوال کی رات چار رکعت نفل ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا اور دوزخ کے ساتوں دروازے بند کردے گا اور وہ شخص اس وقت تک فوت نہ ہوگا جب تک کہ جنت میں اپنا مقام نہ دیکھ لے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب عید الفطر کی رات آتی ہے، فرشتے خوشی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل اپنے نور کی خاص تجلی فرماتا ہے، فرشتوں سے فرماتا ہے: اے گروہ ملائکہ! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جس نے کام پورا کرلیا، فرشتے عرض کرتے ہیں اس کو پورا اجر دیا جائے، اللہ عزوجل فرماتا ہے میں تمہیں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ (اصبہانی)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو عیدین کی راتوں میں قیام

*مضمون نگار، مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمان گنج، بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

کرے اس کا دل نہ مرے گا جس دن لوگوں کے دل مریں گے۔ (ابن ماجہ)

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو پانچ راتوں میں شب بیداری کرے، اس کے لئے جنت واجب ہے، ذی الحجہ کی آٹھویں، نویں، دسویں راتیں، عید الفطر کی رات اور شعبان کی پندرہویں رات یعنی شب برأت۔

شب عید الفطر کی نماز

منقول ہے کہ چار رکعات اپنے گھر میں پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص اکیس اکیس بار پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کے آٹھوں دروازے کھول دے گا اور دوزخ کے ساتوں دروازے بند کردے گا اور یہ شخص موت سے پہلے جنت میں اپنا مکان دیکھ لے گا۔

نیز جو شخص عید کی شب میں بعد نماز عشاء چار رکعات دو سلام سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص، سورۂ فلق، سورۂ ناس تین تین بار پڑھے اور بعد نماز ستر بار کلمہ تمجید پڑھ کر اپنے گناہوں سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس نماز کی برکت سے اس کے گناہ معاف فرما کر اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔

یکم شوال: عید کا دن گناہوں کی مغفرت کا دن ہے، اس دن روزہ رکھنا حرام ہے، حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ ایک روایت میں ہے کہ چند کھجوریں ہی تناول فرمالیتے اور وہ تعداد میں طاق ہوتیں۔

یوم عید کے مستحبات

عید کے دن یہ امور مستحب ہیں: حجامت بنانا، ناخن تراشنا، مسواک کرنا، غسل کرنا، اچھے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، صبح کی نماز محلہ کی مسجد میں پڑھنا، عیدگاہ جلد جانا، نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا، عیدگاہ کو پیدل جانا، دوسرے راستے سے واپس آنا، نماز کو جانے سے پیشتر طاق عدد کھجوریں کھانا، کھجوریں نہ ہوں تو کوئی میٹھی چیز کھانا۔

نماز عید: دو رکعات نماز عید الفطر جو کہ واجب ہے، امام کے ساتھ ادا کریں، بعد نماز امام خطبہ پڑھے، سب لوگ خاموشی سے اپنی اپنی جگہ بیٹھے خطبہ سنیں اگرچہ خطیب کی آواز سنائی نہ دے، بعد خطبہ اجتماعی دعا کریں، آپس میں عید کریں اور مصافحہ و معانقہ کریں۔

شوال کے روزے

شوال کے مہینے میں چھ دن کے روزے جنہیں لوگ شش عید کے روزے کہتے ہیں، اس کا بڑا ثواب ہے، بہتر یہ ہے کہ روزے متفرق رکھے جائیں اور عید کے بعد لگاتار چھ دن میں ایک ساتھ رکھ لئے جائیں تب بھی حرج نہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر ان کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو وہ ایسا ہے جیسے اس نے دہر کا روزہ رکھا۔ (مسلم وابوداؤد وترمذی)

حضرت جابر ابن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے تو اس نے پورے سال کا روزہ رکھا کہ جو ایک نیکی لائے گا اسے دس ملیں گی تو ماہِ رمضان کا دس مہینہ کے برابر اور ان چھ دِنوں کے بدلے میں دو مہینے تو پورے سال کے روزہ ہو گئے۔ (نسائی وابن ماجہ وطبرانی)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد چھ دن شوال میں رکھے تو گناہوں سے ایسا نکل گیا جیسے آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ (طبرانی)

حدیث شریف: حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر کو چند ہزار فرشتے نازل ہو کر ندا کرتے ہیں۔ کہ اے اللہ تعالیٰ کے بندو تمہیں خوشخبری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کیوجہ سے تم کو بخش دیا۔ (فضائل الشہور والصیام) اور اگر شوال المکرم کے چھ روزے تم رکھو تو تمہیں اللہ تعالیٰ جنت میں بلند مکان عطا فرمائے گا جو کسی کو نہیں دے گا، مگر جس نے تمہاری طرح کیا ہو یعنی شوال المکرم کے چھ روزے رکھے ہوں۔ (ایضا)

حدیث شریف: نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس نے شوال المکرم کے چھ روزے رکھے اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں تمام امت محمدیہ کی تعداد کے مطابق ثواب عطا فرماتا ہے۔ امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جنت میں جگہ عطا فرمائے گا۔

اور فرمایا کہ جو پھر شوال المکرم کے چھ روزے رکھے اسے

جنگ بدر کے چالیس شہیدوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔ (ایضا)

معلوم ہونا چاہئے کہ بعض علما فرماتے ہیں کہ شوال المکرم کے چھ روزے متفرق طور پر رکھے۔ بعض علما کا قول ہے کہ پے در پے رکھے مگر متفرق طور پر رکھنا افضل ہے۔ کیوں کہ پے در پے اس مہینے میں قوم نصاریٰ روزہ رکھتی ہے۔ اس سے متفرق روزے رکھنے سے قوم نصاریٰ سے مشابہت نہیں ہوگی۔

یاد رہے یکم شوال المکرم (عیدالفطر) کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ عیدالفطر کی دوسری یا تیسری شوال المکرم سے روزہ رکھے۔

حضرت مولائے کائنات علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جو شوال کے چھ روزے رکھے۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں ایک شہر عظیم الشان عطا فرمائے گا۔ اس میں سرخ یاقوت کے مکان ہوں گے اور ہر مکان میں دودھ اور شہد کی نہریں ہوں گی اس کو فرشتہ ندا کرے گا کہ تجھے خوش خبری ہو تجھ کو اے بندۂ خدا اللہ تعالیٰ نے بخشدیا۔ شوال کے مہینے میں روزہ رکھنے والا اگر مر گیا تو شہید مرا۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص رمضان شریف کے روزے رکھے اور پھر شوال میں چھ روزے رکھے اس نے گویا پورے سال بھر کے روزے رکھے۔ حضرت عبد اللہ اس حدیث کی توضیح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ سال بھر کے روزے اس حساب سے ہوتے ہیں کہ رمضان شریف کے تیس روزے تین سو روزوں کے برابر ہوئے۔ اور شوال کے چھ روزے ساٹھ کے برابر اور سال کے تین سو ساٹھ دن ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مقدس میں فرماتا ہے۔ من جاء بالحسنة فله عشر امثالها۔ یعنی جو شخص ایک نیکی کرے گا وہ دس گنا پائے گا۔

شوال کے پہلے روزے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ اس کے چالیس برس کے گناہ بخش دے گا اور چالیس نبیوں کا ثواب اس کو عطا فرمائے گا اور بہشت کی چالیس حوریں اس کی زوجیت میں دے گا۔

دوسرے روزے کے بدلے میں ستر غزوات کا ثواب پائے گا اور عذاب قبر سے نجات ملے گی۔

تیسرے روزے کے بدلے میں ایک لاکھ شہیدوں کا مرتبہ حاصل ہوگا اور قیامت کی سختی سے محفوظ رہے گا۔ چوتھے روزے کے بدلے میں دنیا و آخرت کی ستر حاجتیں بر آئیں گی اور نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

پانچویں روزے کے بدلے میں بہشت کے ستر حلے (جوڑے) پہنائے جائیں گے اور دعا قبول ہوگی۔

چھٹے روزے کے بدلے میں اس کو قیامت کے دن ایک لاکھ گناہگاروں کی شفاعت کا حق ملے گا۔ اور ساٹھ ہزار برس کی عبادت اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائے گی۔ اور ہر روز ایک لاکھ فرشتے اس کی قبر کی زیارت کے لئے آئیں گے، اور قیامت تک اس کے لئے نیکیاں لکھتے رہیں گے۔ پھر اگر وہ شخص اسی سال مر جائے گا۔ تو شہید ہوگا۔ اور دیدار خدا اس کو حاصل ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص شوال کے شروع ماہ کے چھ روزے پے در پے ماہ رمضان سے ملا کر رکھے اس کے لئے چھ لاکھ برس کی عبادت اور چھ لاکھ اونٹ کی قربانی اور چھ لاکھ غلام آزاد کرنے سے بھی افضل ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اے مسلمانوں شوال کے مہینے میں چھ روزے رکھ کر ضرور اپنے جسموں کو پاک و صاف کرلیا کرو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ رمضان میں روزہ رکھنے والوں کے اجسام دیکھتا ہے۔ پس جو شخص حرام اور معاصی سے پرہیز کرے گا وہ بہشت کا مستحق ہے۔

فسق وفجور سے بچنا

آقائے کریم ﷺ نے فرمایا چونکہ شوال المکرم کے مہینے میں فسق و فجور زیادہ ہوتا ہے تو جس نے شوال المکرم میں اپنے آپ کو گناہوں سے بچایا تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت حلال فرمادے گا یعنی جنت عطا فرمادے گا۔

توضیح

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ شوال المکرم بہت ہی پر عظمت اور بابرکت مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک میں جہاں چھ روزوں کی بڑی اہمیت وافضلیت کے باعث حصول نعمت دارین ہے وہیں تمام منہیات شرع نیز تمام فسق و فجور لہو لعب اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنا ضروری ہے دعاء ہے رب قدیر اپنے حبیب لبیب ﷺ کے صدقہ وطفیل میں ہم سب کو منہیات شرع اور لہولعب سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

از: مفتی اسلم رضا قادری*

حسن اخلاق کامیابی کا بہترین ذریعہ

یقیناً اچھے اَخلاق انبیائے کرام وصدّیقین اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی صفات میں سے ایک عمدہ خوبی اور انبیائے کرام کی تشریف آوری کا ایک عظیم مقصد بھی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے» :إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ« "میں اسی لیے بھیجا گیا ہوں کہ اَخلاقی اچھائیوں کو کامل و مکمل کردوں"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق جنابِ محمد رسول اللہ ﷺ کے اَخلاق کریمہ کو قرآنِ کریم میں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وَإِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ "یقیناً آپ کا اخلاق بڑی شان وعظمت والا ہے"۔ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے حسنِ اَخلاق کو اپنانے کی ترغیب دی، تقویٰ و پرہیزگاری اور حُسنِ اَخلاق کو جمع فرمایا، جب رسولِ کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسی باتیں اکثر لوگوں کے جنّت میں جانے کا سبب بنتی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا» :تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ« "خوفِ خدا اور اچھے اَخلاق"۔

ایک اور مقام پر مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: »أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلٰى خَيْرِ أَخْلَاقِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ :أَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَكَ، وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ، وَتَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَكَ« "کیا میں تمہیں دنیا وآخرت والوں میں سے سب سے اچھے اَخلاق نہ بتا دُوں؟! جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے جوڑو، جو تمہیں محروم کرے تم اُسے عطا کرو، اور جو تم پر ظلم کرے تم اُسے بھی مُعاف کردو"۔

حُسنِ اَخلاق کے فوائد

حُسنِ اَخلاق کے فوائد کثیر ہیں، اچھے اَخلاق پر کاربند شخص سے لوگ محبت کرتے ہیں، اور ایسا شخص روزہ داروں کا مقام حاصل کرلیتا ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا» :إِنَّ الرَّجُلَ لَيُدْرِكُ بِحُسْنِ خُلُقِهِ دَرَجَةَ الصَّائِمِ الْقَائِمِ« "یقیناً آدمی اپنے اچھے اَخلاق کی بدَولت عبادت گزار روزہ دار کا مقام حاصل کرلیتا ہے"۔

کل بروزِ قیامت میزانِ عمل میں سب سے زیادہ وزن دار عمل اچھے اَخلاق ہوں گے، حضرت سیّدنا ابو دَرداء سے روایت ہے: آقائے دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا» :مَا مِنْ شَيْءٍ أَثْقَلُ فِي مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ خُلُقٍ حَسَنٍ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالٰى لَيُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيءَ« "قیامت کے دن مؤمن کے ترازوئے اعمال میں اچھے اَخلاق سے زیادہ وزن دار کوئی چیز نہیں ہوگی؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ بے حیائی و بدگوئی کرنے والے سے نفرت کرتا ہے"۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا» :أَوْحَى اللهُ إِلٰى إِبْرَاهِيمَ :يَا خَلِيلِي! حَسِّنْ خُلُقَكَ وَلَوْ مَعَ الْكُفَّارِ ,تَدْخُلْ مَدْخَلَ الْأَبْرَارِ، فَإِنَّ كَلِمَتِي سَبَقَتْ لِمَنْ حَسَّنَ خُلُقَهُ أَنْ أُظِلَّهُ تَحْتَ عَرْشِي ,وَأَنْ أُسْقِيَهُ مِنْ حَظِيرَةِ قُدْسِي ,وَأَنْ أُدْنِيَهُ مِنْ جِوَارِي« "اللہ تعالیٰ نے حضرت سیّدنا ابراہیم کی طرف وحی فرمائی کہ اے میرے خلیل! اگرچہ مُعاملہ کفّار کے ساتھ ہو، تم پھر بھی اپنے اَخلاق اچھے ہی رکھو؛ یہ چیز تم کو اَبرار کے زُمرے میں داخل کردے گی؛ کیونکہ جس کے اَخلاق اچھے ہوں، میں اس کے لیے پہلے ہی فرما چکا ہوں کہ اُسے اپنے عرش کے سائے میں جگہ دوں گا، اسے اپنی جنّت میں سَیراب کروں گا، اور اسے اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دوں گا"۔

جس کے اَخلاق اچھے نہیں باوجود نیک ہونے کے اُسے اچھا نہیں سمجھا جاتا، حضرت سیّدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ کسی نے عرض کی: یا رسول اللہ! فُلانی عورت نماز، روزے اور صدقہ وخیرات کی کثرت کرتی ہے، لیکن وہ زبان سے اپنے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا» :هِيَ فِي النَّارِ« "وہ جہنمی ہے"۔ اُس شخص نے دوبارہ عرض کی: یا رسول اللہ! فُلانی عورت کے روزے، صدقات اور نفل نمازوں میں تو کمی ہے، مگر وہ اپنی زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف نہیں دیتی، اور پنیر

*مضمون نگار ابوظہبی میں مقیم اہل سنت کے ایک متحرک اور فعال اہل علم وقلم ہیں۔

کے ٹکڑے صدقہ کرتی ہے، سرکارِ مدینہ ﷺ نے فرمایا» ہِیَ فِی الْجَنَّۃِ «"وہ جنّتی ہے"۔

ایک اور مقام پر رحمتِ عالمیان ﷺ نے فرمایا» اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقاً «" یقیناً تم میں سے میرا زیادہ پسندیدہ وہ ہے جو اَخلاق میں سب سے اچھا ہے"، ایک اور مقام پر رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا» اِنَّ مِنْ اَحَبِّکُمْ اِلَیَّ وَاَقْرَبِکُمْ مِنِّیْ مَجْلِساً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقاً «" یقیناً تم میں سے میرا زیادہ پسندیدہ اور قیامت کے دن میرے زیادہ قریب وہ ہوگا جس کے اَخلاق سب سے اچھے ہوں"۔

ہم سب پر لازم ہے کہ اپنے پیارے نبی اکرم ﷺ کی اس جامع ترین وصیت کو ذہن نشین کرلیں، کہ آپ ﷺ نے فرمایا: »اِتَّقِ اللہَ حَیْثُمَا کُنْتَ، وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا، وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ «" تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، اور گناہ کے بعد فوراً کوئی نیکی کرلیا کرو؛ کہ وہ اُس گناہ کو مٹا دے گی، اور لوگوں سے اچھے اَخلاق سے پیش آیا کرو!"۔

مصطفیٰ کریم ﷺ نے حُسنِ اَخلاق کو کمالِ ایمان میں سے شمار فرمایا، حضرت سیّدنا ابوہریرہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا» اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَاناً اَحْسَنُھُمْ خُلُقاً، وَخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَائِھِمْ «" تمام مسلمانوں میں سے ایمان کے اعتبار سے کامل وہ ہے جو اَخلاق میں سب سے اچھا ہے، اور تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے ہیں"۔

اگر ہم بھی چاہتے ہیں کہ تمام اَخلاقی کمالات وفضائل کو حاصل کرلیں، تو چاہیے کہ اپنے پیارے آقا ومولا ﷺ کی تواضع وانکساری، آپ ﷺ کی بُردباری اور اُمہات المومنین کے ساتھ آپ ﷺ کے مُعاملات کا مُطالعہ کریں، سیرتِ طیبہ کے اِن روشن پہلوؤں سے سبق حاصل کریں، اور اپنی عملی زندگی میں اس کو نافذ کرنے کی بھرپور کوشش کریں؛ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُو اللہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللہَ کَثِیْراً﴾ " یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ کی پیروی سب سے بہتر ہے، یہ اُس کے لیے جو اللہ اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہو، اور اللہ کو بہت یاد کرے"۔

حُسنِ اَخلاق اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا ایک اہم ذریعہ ہے

حُسنِ اَخلاق لوگوں اور سرکارِ دوعالم ﷺ کی محبت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت کا بھی ذریعہ ہے، سرکارِ اَبد قرار ﷺ سے جب صحابۂ کرام نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اُس کا پسندیدہ ترین کون ہے؟ فرمایا» اَحْسَنُھُمْ خُلُقاً «" جو اُن میں سب سے زیادہ اچھے اَخلاق والا ہے"۔

بندوں کے اچھے اَعمال میں سے حُسنِ اَخلاق بھی ہے

حُسنِ اَخلاق اَعمالِ صالحہ میں سے ایک اعلیٰ ترین صفت ہے، حضرت سیّدنا اُسامہ بن شریک سے روایت ہے: صحابہ کرام نے عرض کی: یارسول اللہ! بندے کو کونسی چیز سب سے اچھی عطا کی گئی؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا» خُلُقٌ حَسَنٌ «" اچھے اَخلاق"۔

اچھے اَخلاق والا اچھا ہی سمجھا جاتا ہے

جس کے اَخلاق اچھے ہوتے ہیں لوگ اس سے محبت کرتے اور اسے اچھا سمجھتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا» اِنَّ مِنْ خِیَارِکُمْ اَحْسَنَکُمْ اَخْلَاقاً «" یقیناً تم میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے اَخلاق سب سے اچھے ہیں"۔

حُسنِ اَخلاق گھروں کی آبادی اور عمر میں برکت کا بھی ایک بہترین سبب ہے۔

حُسنِ اَخلاق کی برکت سے گھروں میں سکون رہتا ہے، اور عمر میں بھی برکت ہوتی ہے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا» صِلَۃُ الرَّحِمِ، وَحُسْنُ الْخُلُقِ، وَحُسْنُ الْجِوَارِ، یَعْمُرَانِ الدِّیَارَ، وَیَزِیْدَانِ فِی الْاَعْمَارِ «" صلہ رحمی، اچھے اَخلاق اور اچھے پڑوس، اچھی آبادی اور عمر میں برکت کا سبب ہیں"۔

اچھے اَخلاق کی بدولت دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں۔

اچھے اَخلاق کی بدولت دشمن بھی دوست بن جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ﴾ " نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتے، اے سننے والے! بُرائی کو بھلائی سے ٹال، جبھی تجھ میں اور دشمن میں جو عداوت تھی، وہ ایسا ہوجائے گا جیسے گہرا دوست"۔ یعنی اپنے ذاتی مُعاملات میں بُرائی کو بھلائی سے ٹال دو، غصہ کو صبر سے، جہالت

کو علم ہے، کسی کی بدسلوکی کو معاف کر کے، بداخلاقی کو خوش اخلاقی کے ذریعے دور کردو، لہٰذا ہم میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے ہر گوشہ سے اپنی سیرت وکردار کو سنوارے، اور ہر ایک یہ جان لے کہ مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ لوگوں کے ساتھ کس طرح پیش آیا کرتے تھے، آپ ﷺ نے اپنے اہل وعیال کے ساتھ کس طرح کا سلوک فرمایا، اپنے صحابہ کے ساتھ آپ ﷺ کا برتاؤ کیسا تھا، اور غیر مسلموں کے ساتھ آپ ﷺ کیسے پیش آتے تھے۔

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ نے نبی کریم ﷺ کے عظیم اخلاق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: »كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ« "اُن کے اخلاق کریمہ تو گویا قرآن مجید کا سراپا ہیں" یعنی قرآنِ مجید ہی کے بتائے ہوئے آداب کو آپ ﷺ نے اختیار فرمایا، قرآن مجید کے احکام پر مکمل عمل پیرا رہے، قرآن مجید کی منع کردہ چیزوں سے ہمیشہ دور رہے۔

اچھے اخلاق میں سے یہ بھی ہے کہ والدین سے بھلائی اور رشتہ داروں سے اچھا برتاؤ کیا جائے؛ کیونکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو اپنے ساتھ ہونے والے اچھے سلوک کے بدلے میں دوسروں سے اچھا برتاؤ کرے، بلکہ حقیقت میں حسن سلوک کرنے والا وہ ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تب بھی وہ اس رشتے کو قائم رکھے، پڑوسیوں سے بھلائی کرنا اور انہیں فائدہ پہنچانا بھی حسن اخلاق میں سے ہے، ہر خاص وعام کو سلام اور اچھی گفتگو کرنا، کھانا کھلانا اور رات میں اس وقت بھی عبادت کرنا جب لوگ آرام کررہے ہوں، یہ سب باتیں حسن اخلاق میں سے ہے؛ کہ نبی کریم ﷺ نے ایسے کام کرنے والے کو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخلے کی بشارت دی ہے، اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت گھر والوں کو سلام کرنا بھی حسن اخلاق اور مشہور ومعروف سنتِ مبارکہ ہے، لیکن آج بہت سے لوگ اس سنت کو بھی ترک کیے ہوئے ہیں، حالانکہ اس سے مسلمان اور اس کے گھر والوں پر برکتوں کا نزول ہوتا ہے، حسن اخلاق یہ بھی ہے کہ اپنی بیوی سے احترام واکرام کے ساتھ، مسکراتے چہرے اور اچھی گفتگو کے ساتھ پیش آیا جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: »خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي« "تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے اچھا ہے، اور میں اپنے اہل وعیال کے لیے تم سب سے اچھا سلوک کرنے والا ہوں"۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسنِ اخلاق کی توفیق عطا فرمائے۔

اے اللہ! ہم تجھ سے معافی وعافیت اور تیری دائمی رضا مندی کا سوال کرتے ہیں، ہمارے اخلاق اچھے اور ہمارے کام عمدہ کردے، اے اللہ! ہمارے ظاہر وباطن کو تمام گندگیوں سے پاک وصاف فرما، اپنے حبیب کریم ﷺ کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن وسنت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے اور سرکار دوعالم ﷺ اور صحابہ کرام کی سچی محبت اور اخلاص سے بھرپور اطاعت کی توفیق عطا فرما، ہم پر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور ان میں دوام عطا فرما، ان کی حفاظت وشکر کی توفیق عطا فرما، ہمیں دنیا وآخرت میں بھلائیاں عطا فرما، پیارے مصطفیٰ کریم ﷺ کی پیاری دعاؤں سے وافر حصہ عطا فرما، ہمیں اپنا اور اپنے حبیب کریم ﷺ کا پسندیدہ بنا، اے اللہ! متحدہ عرب امارات کے بانی شیخ زاید اور دیگر حکام کی مغفرت اور ان پر اپنی رحمت فرما، شیخ خلیفہ اور دیگر حکام امارات کی حفاظت فرما اور ان سے وہ کام لے جس میں تیری رضا شامل حال ہو، تمام عالم اسلام کی خیر فرما، آمین یارب العالمین!۔

() پ۲۹، القلم: ٤.
() "جامع الترمذي" أبواب البر والصلة، ر۲۰۰٤: ص.٤٦۳.
() "شعب الإيمان" باب في حسن الخلق، ر۸۳۰۰: ٦/.۲۸۱۱.
() "المعجم الأوسط" باب الميم، ر6506: ٥/.۳۷.
() "مسند أحمد" مسند السيدة عائشة □، ر۲٥٥۹٤: ۹/.٥٥٥.
() "جامع الترمذي" أبواب البر والصلة، ر2۰۰2: ص.٤٦2.
() "مسند الإمام أحمد" مسند أبي هريرة، ر۹٦۸۱: ۳/.٤٤۲.
() "صحيح البخاري" كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، ر: 3759، ص.٦۳۲.
() "جامع الترمذي" أبواب البر والصلة، ر۲۰۱۸: ص.٤٦٥.
() "المعجم الأوسط" باب الميم، ر6506: ٥/.۳۷.
() "جامع الترمذي" أبواب البر والصلة، ر۱۹۸۷: ص.٤٦۰.
() "جامع الترمذي" أبواب الرضاع، ر۱۱٦۲: ص.۲۸۲.
() "مسند الإمام أحمد" مسند أبي هريرة، ر۹٦۸۱: ۳/.٤٤۲.
() "صحيح البخاري" كتاب فضائل أصحاب النبي ﷺ، ر: 3759، ص.٦۳۲.

()" جامع الترمذی" أبواب البر والصلة، ر ۲۰۱۸ :ص.٤٦٥

() پ ۲۹ ،القلم.٤ :

()" جامع الترمذی" أبواب البر والصلة، ر ۱۹۸۷ :ص.٤٦٠

()" جامع الترمذی" أبواب الرضاع، ر ۱۱۶۲ :ص.۲۸۲

() "المعجم الأوسط" باب المیم ،من اسمه محمد، ر 6380 :، ٤/ ۳۹۹.

()"سنن ابن ماجة" کتاب الطب، ر ۳٤۳٦ :ص.٥٨٥

()" صحیح البخاری" کتاب المناقب ،باب صفة النبی ﷺ،ر: ۳۵۵۹،ص.۵۹۷

() پ ۲۹ ،القلم.٤ :

()" مسند الإمام أحمد" مسند السیّدة عائشة □ ،ر ۲۵۳۱٤: ۹، /۵۰٤.

() پ ۲٤ ،حم السجدة.۳٤ :

()" المعجم الأوسط" باب المیم ،من اسمه محمد ،ر 6380: ٤، /۳۹۹.

()"سنن ابن ماجة" کتاب الطب، ر ۳٤۳٦ :ص.٥٨٥

()" صحیح البخاری" کتاب المناقب ،باب صفة النبی ﷺ،ر: ۳۵۵۹،ص.۵۹۷

()"مسند الإمام أحمد" مسند السیّدة عائشة □ ،ر ۲٤٦۵۵: ۹، /۳۸۰.

()" مسند الإمام أحمد" مسند السیّدة عائشة □ ،ر ۲۵۳۱٤: ۹، /۵۰٤.

() پ ۲٤ ،حم السجدة.۳٤ :

()" جامع الترمذی" أبواب المناقب،ر ۳۸۹۵ :ص.۸۷۸

()" مسند الإمام أحمد" مسند السیّدة عائشة □ ،ر ۲٤٦۵۵: ۹، /۳۸۰.

()" جامع الترمذی" أبواب المناقب،ر ۳۸۹۵ :ص ۸۷۸

***

بقیہ ص ۲٦/ کا

اس وقت کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ ماجرا کیا ہے۔ ابا نے عمامہ اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ حضور مفتی اعظم نے فرمایا: سید میاں! سنیت کی لاج آپ کے ہاتھ ہے۔ جماعت سے آپ علاحدہ ہو گئے، تو شیرازہ بکھر جاے گا۔ دشمن پہلے سے ہی ہمارے اتحاد پر نظر جمائے ہوئے ہیں۔ انہیں ہم پر ہنسنے اور گل کھلانے کا موقع مل جائے گا۔

آپ کو اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ! اپنا استعفا واپس لے لیجیے۔ یہ کہہ کر مفتی اعظم نے ابا کا استعفا نکال کر پیش کیا۔ میں نے ابا کو دیکھا۔ مفتی اعظم کا عمامہ اپنے سر پر رکھے روتے جارہے تھے۔ ادھر مفتی اعظم کی آنکھوں میں بھی آنسو رواں تھے۔ میں نے ابا کو روتے دیکھا، تو خوب زور زور سے رونے لگا۔ ابا کے خادم صوفی نظام الدین صاحب مجھے گود میں اٹھا کر نیچے صحن مسجد میں لے آئے۔ اس دن حضور مفتی اعظم تبھی واپس گئے، جب ابا نے استعفا واپس لے لیا‘۔

[جہان مفتی اعظم ہند، طبع بمبئی، ۲۰۰۷، ص ۲۲۳: ۲۲٤]

پیر طریقت حضرت سید شاہ کمیل اشرف صاحب قبلہ اپنے دور طالب علمی کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں: ’مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے طالب علمی کا آخری دور تھا۔ میں رمضان المبارک کی تعطیل کلاں میں کچھوچھہ شریف آیا تھا۔ پھر کچھ ایام گزار کر بمبئی آیا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ مرحوم احمد میاں احمد مرچنٹ حضور مفتی اعظم کو اپنے مکان ’چٹائی بلڈنگ‘ میں خصوصی دعوت دے لے گئے ہیں۔ وہاں میرے برادر خورد سید حسین اشرف موجود تھے۔ مغرب کا وقت ہوا، تو نماز کے لیے صفیں قائم ہو گئیں۔ ظاہر ہے کہ سب لوگوں کو یہی اشتیاق تھا کہ آج ہم سب حضور مفتی اعظم کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔ لوگ ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے کہ حضور مفتی اعظم کب مصلی امامت پر تشریف لاتے ہیں اور سب کی تمناؤں کو پوری کرتے ہیں۔

لیکن حیرت انگیز کلمات طیبات آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آج ہم سب سید حسین اشرف کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔ ہمارا اشرفی شہزادہ موجود ہے۔ وہ نماز پڑھائے گا۔ نمازیوں کے ازدہام میں کتنے عالم و فاضل رہے ہوں گے اور کتنے سن رسیدہ بزرگ اور کتنے دیندار و پرہیزگار لوگ امامت کے لائق پائے جارہے تھے۔ لیکن نظر انتخاب حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جواں سال اشرفی شہزادہ پر پڑی۔ اس نے اگرچہ پیہم انکار کیا، تاہم وہ اصرار کے باعث حضور مفتی اعظم کے حکم پر نماز پڑھانے کے لیے راضی ہو گئے۔ یعنی اشرف میاں نے فریضۂ امامت ادا کیا۔ حضور مفتی اعظم کے اس کردار و عمل نے نہ صرف یہ واضح کیا کہ آپ سادات کرام کا کتنا احترام کر رہے تھے، بلکہ اس سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوئی کہ آپ خاکساری اور فروتنی کے پیکر مجسم تھے‘۔

[جہان مفتی اعظم ہند، طبع بمبئی، ۲۰۰۷، ص ۲۳۳:]

(جاری)

از: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی، بمبئی

عروس البلاد بمبئی میں

تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند کا جلوۂ صد رنگ

دوسری قسط

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

یہ ایک اجمالی روداد تھی جو بریلی سے بمبئی تک روانگی سے متعلق ہے، اب ذرا اسی تاریخ ساز سفر مبارک بریلی سے بمبئی تک کی قدرے تفصیلی روداد نگاری کرتے ہوئے ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی مرحوم لکھتے ہیں: "۸ر جنوری ۷۱ء، کو اچانک بمبئی سے یہ اطلاع آئی کہ حضور مفتی اعظم ہند کو بغیر فوٹو کے حج بیت اللہ کو جانے کے لیے منظوری دے دی گئی ہے اور جہاز کی روانگی ۱۶ر جنوری ۷۱ء، کو ہے۔ حضور اس وقت بنارس تشریف فرما تھے۔ بریلی سے تار دیا گیا۔ اطلاع پا کر آقائے سنیت ۱۰ر جنوری ۷۱ء، کی شام کو بریلی تشریف لائے۔ حضور ہی کے ارشاد کے مطابق اس بات کو شہرت نہیں دی گئی تھی کہ حضرت مفتی اعظم ۱۱ر جنوری ۷۱ء، کو حج کے لیے تشریف لیے جا رہے ہیں۔

لیکن بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ شمع موجود ہو اور پروانے اس کے گرد نہ جھومیں۔ صبح ہی سے جاں نثاروں کا تانتا لگ گیا۔ بغیر کسی اطلاع کے دولت کدۂ مفتی اعظم سے ہزاروں کا مجمع حضور کو اپنے گھیرے میں لیے بریلی جنکشن پہنچا۔ فضا میں ہر طرف صلوٰۃ وسلام کے گوہر بول بکھر رہے تھے۔ نعرۂ تکبیر کی آواز سے ماحول پر ہیبت وجلال طاری تھا۔ نعرۂ غوثیہ ورضویہ سے شہر گونج رہا تھا اور دیوانے مفتی اعظم زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے اپنے آقا کو گھیرے میں لیے ہوئے تھے۔ پلی فارم کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ قدم بوسی کے لیے غلام ٹوٹے پڑ رہے تھے۔ آنکھیں اشک بار تھیں۔ لیکن دل مسرور وشاداں تھے۔

آخر پلیٹ فارم پر الہ آباد پسینجر آ کر رک گئی۔ دل دھڑک اٹھے۔ چند منٹوں کے بعد یہ ہم سے دور بہت دور ہمارے آقا کو لے جائے گی۔ کلیجہ کانپ اٹھا۔ لیکن اسی لمحہ روح میں ایک مسرت کی لہر دوڑ گئی کہ لے بھی جائے گی، تو کہاں؟۔ جہاں جانے کی تمنا ہر مومن کو ہے۔ جو دور نہیں، ہم سے بہت قریب ہے۔ جو آنکھوں میں نور اور دل میں سرور بن کر رہتا ہے۔ آخر جدائی کا لمحہ آ ہی گیا۔ غلاموں نے آقا کو الوداع کہا اور سلامی پیش کی۔ مخدوم نے خادموں کو دعائیں دیں۔ گاڑی پلیٹ فارم چھوڑ چکی تھی۔ گاڑی دوڑ رہی اور لوگ بھی ساتھ ساتھ دوڑ رہے تھے۔ آخر قدم تھک گئے اور وہ چلی گئی۔ لیکن ہم سب کے محبوب کو اپنا محبوب بنا کر آج اسے بھی فخر تھا، اس بات پر کہ نوری نے اس آگ وبھاپ سے چلنے والی ٹرین کو اپنا لمس بخش کر تیز گام بنا دیا تھا۔

۱۴ر جنوری ۱۹۷۱ء، کو اطلاع ملی کہ حضرت واپس آیا کاشی اور بمبئی پہنچ گئے۔ اب صرف دو روز رہ گئے تھے کہ وہ بمبئی کا ساحل چھوڑ یں گے۔ لیکن ابھی کہاں؟۔ عروس ہند بمبئی کو پیارا دولہا بھا گیا تھا۔ بلا اسے اس کی جدائی کب برداشت ہوتی اور اتنی جلدی وہ کیسے چھوڑ دیتی۔ دوسری اطلاع پھر آئی کہ حضرت کی روانگی ۲۳ر جنوری کے جہاز سے ہے۔ شہریار، شمع دل اب شہر نگاراں بمبئی میں رونق افروز تھا۔ ہر روز ہمارے سرکار کے اعزاز میں تقاریب منعقد ہوتی ہیں۔ آخر وہ دن بھی آ پہنچا کہ اب آقائے سنیت کو سارے دنیا وجہان کے آقا کے در دولت پر حاضری دینے کے لیے سامان سفر تیار کرنا ہے۔

۲۲ر جنوری کی خوب صورت ورنگین رات آ پہنچی۔ بیگ محمد پارک، محمد علی روڈ کو سجا سنوار کر دولہن بنایا گیا۔ آج یہاں تاجدار اہل سنت کے اعزاز میں 'آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما' کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان اجلاس منعقد کیا گیا تھا۔ چرخ علم وفضیلت کے ماہ ونجوم جلوہ افروز تھے۔ ابھی ان کے سیاراتی نظام کا آفتاب جلوہ فگن نہیں ہوا تھا۔ کرنیں بکھر گئیں۔ ماحول... گیا۔ فضا میں نوری کرنیں کوند گئیں۔ دنیائے سنیت کا آب وتاب اپنی مسند پر جلوہ فگن ہو گیا۔ سرزمین بمبئی حضور مفتی اعظم زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ حضرت مولانا

قاری معین الدین دانش امام وخطیب منارہ مسجد نے اپنے پیارے انداز سے قرأت سنائی۔اس کے بعد شعرا حضرات نے بارگاہ رسالت میں نعت شریف پیش کی۔

[مولانا] محمد منصور علی خان رضوی محبوبی امام وخطیب سنی بڑی مسجد مدن پورہ [بمبئی] نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا اور بعدہٗ اس کے منقبت شہزادۂ اعلیٰ حضرت تاجدار اہل سنت پیش کی۔جس کو ان کے ساتھ ساتھ مجمع بھی جھوم جھوم کر دہراتا رہا۔ ایک استغاثہ مجاہد عبدالرحمٰن صاحب قادری نے پڑھا۔جو حضور مفتی اعظم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جسے وہ مدینہ منورہ بارگاہ بے کس پناہ میں پیش کریں گے۔بمبئی کے معززین نے تاجدار سنیت کی گل پوشی کی۔

۲۳ر جنوری اپنی قسمت پر رقصاں و نازاں تھی۔شب کی سیاہی میں رات بھر نور گھلتا رہا۔وہ شب،شب کب تھی،وہ تو نوری تڑکا تھا۔جس پر سیکڑوں، ہزاروں صبحیں اور دن کے اجالے قربان ہو جائیں۔رات بھر صلوٰۃ وسلام کی بارش ہوتی رہی۔

۲۳ر جنوری کی صبح بڑی دل افروز، دل خوش کن،مگر دل دھڑکانے والی تھی۔چار گھوڑوں کی سنہری بگھی پر تاجور ملت جلوہ افروز تھے۔چاروں طرف غلاموں کی فوج تھی۔جھولا میدان سے صبح گیارہ بجے یہ شاہی سواری چلی۔انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ساحل سمندر پر الوداع کہنے کے لیے اپنے آقا کو لیے چلا جارہا تھا۔جلوس جھولا میدان مدن پورہ بمبئی ۱۸ ایم آزاد روڈ،ڈمٹمکر روڈ، جے جے اسپتال ناکہ، ابراہیم رحمۃ اللہ روڈ، بھنڈی بازار ناکہ، محمد علی روڈ، کرافورٹ مارکیٹ، بوری بندر، فورٹ مارکیٹ اور بلارڈ پیئر ہوتا ہوا بندرگاہ پہنچا۔

جہاز کے چھوٹنے کا وقت شام ساڑھے چار بجے تھا۔لیکن کہاں؟۔ابھی کہاں؟۔ابھی تو اس کشتی کا ناخدا ہی نہیں آیا تھا۔کس کے بھروسے اس کا لنگر پڑتا۔شام ڈھل گئی۔شفق نے انگڑائی لی۔افق کا ایک سورج ڈوب رہا تھا،تو دنیائے سنیت کے افق کا تابناک سورج آگیا تھا۔ساحل سمندر پر انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک دوسرا سمندر لہریں لے رہا تھا اور ان لہروں کے بیچ علم وحکمت کا سمندر تھا۔علم وہنر کے لعل وجواہر عطا فرمانے والا ہم سب کا آقا و مولیٰ ہند و پاک کا مفتی اعظم،ہم سب کا شہنشاہ اور آج وہ اپنے آقا،ہم سب کے آقا،دنیا وعقبیٰ کے مالک شہنشاہ کونین کے دربار میں حاضری دینے جارہا تھا۔

حکومت ہند اور بمبئی پولیس کی طرف سے بہترین انتظام کیا گیا تھا۔سرکاری حکام،پولس کا دستہ اور معززین شہر جلوس کے ساتھ ساتھ تھے۔بندرگاہ پر کسٹم اور جہاز کا پورا عملہ اس نرالے اور انوکھے انسان کے استقبال کے لیے موجود تھا۔

بندرگاہ ہی پر ہزاروں مسلمانوں نے نماز عصر اس عالی مرتبت امام کی امامت میں ادا کی۔وقت مغرب سے چند منٹ پہلے سرکار نے جہاز میں اپنا قدم مبارک رکھا اور ساتھ ہی ساتھ معتقدین کی پوری فوج بھی جہاز پر پہنچ گئی۔جب کہ کسی بھی باہری آدمی کو جہاز پر قدم رکھنے کی اجازت نہیں،لیکن آج کسے کون روکتا اور کون ٹوکتا۔اپنا ہوش ہی کسے تھا اور پھر کس کی مجال تھی،جو سب سے بڑے حاکم کے سامنے اپنے شفیق آقا کے سامنے کسی ٹوکتا اور جواب طلب کرتا۔عرشۂ جہاز پر ہی ہزاروں مسلمانوں نے نماز مغرب ادا کی جس کی امامت امام اہل سنت نے فرمائی۔

اب وداعی کی آخری گھڑی تھی۔ہر سر قدم آقا پر جھک جانے کو بے قرار تھا۔دیوانے قدم بوسی میں مصروف تھے۔ہمارے آقا ایک شاندار اور اونچی کرسی پر تشریف فرما تھے اور چاروں طرف جانثاروں کا ہجوم تھا۔سرکاری حکام اور کسٹمز کے عملہ نے ہاتھ چومے اور قدم بوسی کی اور اخیر میں جہاز کے کپتان اور چیف انجینئر اور عملہ کے دوسرے افراد نے قدم بوسی اور سلامی پیش کی۔آخر وہ وقت آہی گیا۔جب محمدی جہاز نے اپنا لنگر چھوڑ دیا اور محمدی جہاز خادم محمد، مصطفی رضا خان مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ کو لے کر بڑھ چلا سرزمین حرم پاک کی طرف،دیار محبوب کی طرف۔

جہاز اپنے متعینہ وقت سے ۳ر گھنٹے بعد چھوٹا،یعنی ساڑھے سات بجے شب کو اس کی روانگی ہوئی۔دیکھنے والی آنکھیں کہتی ہیں کہ آزادی کے بعد کے بھارت کی عروس البلاد بمبئی نے اپنی آنکھوں نے نہ اس قدر شاندار جلوس دیکھا اور نہ اس قدر ہجوم،جو کسی شاندار انسان کے استقبال کے لیے اکٹھا ہوا ہو۔حضرت مفتی اعظم ہند کا یہ تیسرا حج ہے اور یہ ہندوستان کے دوسرے انسان ہیں،جو بغیر فوٹو کے پاسپورٹ پانے میں کامیاب ہوئے ہیں اور ہند کے پہلے وہ انسان ہیں،جو اس طرح آن وبا اور شان و

شوکت کے ساتھ ہند سے بطحا تشریف لے گئے ہیں۔

یہ بھی اس عظیم انسان کی عظیم کرامت ہے کہ عمر کے آخری حصے میں یہ حج نصیب ہوا، تو 'حج اکبر' ملا۔ کتنے خوش نصیب ہیں، ہمارے آقا، جس کا دل ایک لمحہ بھی ذکر عظمت خدا اور ذکر حبیب خدا سے خالی نہیں رہتا اور جب بے کلی اس قدر بڑھی کہ ایک پل چین نہ آیا، تو انہیں اذکار کے ساتھ خود بنفس نفیس خانۂ خدا اور شہر محبوب کی طرف بڑھ چلے۔ اب ہمیں انتظار ہے اس مبارک گھڑی کا، ہمارے آقا دربار آقا سے لوٹیں گے ظفریاب و سرفراز ہو کر، ہمارے لیے، تمام سنی مسلمانوں کے لیے لائیں گے نوری تحفہ وسوغات، خاکدان گیتی کی راجدھانی کے فیوض و برکات، ہمارے دکھوں کا مداوا، دلوں کا سکون، وہاں سے لے کر آئیں گے ہماری مغفرت و بخشش کا سامان، دربار نور سے نوری آئیں گے اور ہم مسلمانوں کو بھی نہائیں گے اس نور کی برکھا سے، تاکہ ہمارے گناہ دھل جائیں اور ہمیں حاصل ہو پاکیزگی نفس وقلب۔

یوں تو ہر مومن کی آرزو یہی ہوتی ہے کہ کوچہ محبوب ہی میں پڑا رہے اور عمر عزیز گزار کر وہیں جان عزیز نچھاور کردے اور بے شک ہمارے سرکار کی بھی یہی تمنا ہے۔ مگر ہم سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ وہ اپنے غلاموں کے لیے ہمارے آقا کو ہمارے پاس بھیج دیں۔ تاکہ وہ ہمیں اس سرکار کی باتیں بتائیں اور اس کی محبت وعظمت ہمارے دلوں میں بھر دیں۔ اس سرکار کے دربار سے پائے ہوئے برکات کے طفیل ہم مسلمان بھی نیاز حاصل کرسکیں۔ ہم گنہگار اس لائق کہاں کہ اس نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جھلک کی کوندتی ہوئی کرن کا ایک ذرہ ہی دیکھ سکیں۔ ہاں! وہ اپنے نور کے صدقہ و طفیل میں ہمارے نوری کو نور عطا فرما کر بھیجیں۔ تاکہ ہم کم نصیب بھی اس نور سے فیض یاب ہولیں اور اپنی آنکھوں کو نور اور دلوں کو سرور بخش سکیں اور دل میں تڑپ پیدا ہو کہ نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بھی اپنی نوری بارگاہ میں حاضری کا موقع عطا فرما دیں'۔ [الف: مضمون ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، ماہنامہ نوری کرن بریلی، مارچ ۱۹۷۱ء، ص ۱۴ تا ۱۶، ب: مفتی اعظم ہند کا سفر حج وزیارت، از مفتی سید شاہد علی رضوی، طبع رام پور، ۲۰۱۳ء، ص ۱۷۷ تا ۱۸۳]

اس بار بھی تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند سفر حجاز سے واپسی براہ بمبئی ہوئی اور ناسک، جبل پور اور الہ آباد ہوتے ہوئے بریلی شریف تشریف لے گئے۔ مگر اس کی تفصیل فی الوقت سامنے نہیں۔ صرف اتنا ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی صاحب لکھ گئے ہیں:

'حضرت نے مدینہ منورہ میں ۲۲؍ روز قیام کیا۔ جب کہ وہاں قیام کی صرف دس روز کی اجازت تھی۔ واپسی بھی حضرت مفتی اعظم ہند بمبئی سے ناسک، جبل پور، الہ آباد ہوتے ہوئے بریلی تشریف لائے'۔ [مفتی اعظم ہند، از ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی، طبع بریلی، ص ۱۳۲]

آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی تنظیمی کانفرنس

تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت سیدی الکریم مفتی اعظم ہند فی الحقیقت تاجدار اہل سنت تھے۔ آپ نے کبھی دھواں دھار تقریر نہیں کی۔ گرما گرم مناظرے نہیں کیے۔ لیکن اپنے فرائض منصبی سے کبھی غفلت بھی نہیں برتی۔ آپ کی خموشی ہی صدہا گویائی پر بھاری تھی۔ جب ضرورت پڑی۔ زبان کھولی۔ آپ کے الفاظ وحروف جماعت کے لیے بھی اور حکومت وقت کے لیے بھی قول فیصل اور حرف آخر ٹھہرے۔ اجتماعی زندگی کی نبض پر ایسی انگلی رکھتے کہ جماعتی و مذہبی ہیولی وصورت کا کوئی بھی تار بکھرنے نہیں پاتا۔ جماعتی ڈھانچہ کی کڑی کمان اور تنظیمی شعور کی جس منزل پر آپ دکھائی دیتے ہیں، یہ صرف اور صرف آپ ہی کا خاصہ تھا۔

سنی جمعیۃ العلماء بمبئی کی آپ تاحیات سرپرستی فرماتے رہے۔ آپ ہی سرپرستی میں سنی جمعیۃ العلماء کی تنظیمی کانفرنس بمبئی کی سرزمین پر منعقد ہوئی اور سارے ہندوستان کے اکابر علما و مشائخ محض ایک آواز پر ایک پلیٹ فارم پر اور ایک پرچم تلے جمع ہو گئے۔ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ اپنی مشاہداتی رپورٹ میں لکھتے ہیں:

'اس نعمت کبریٰ کو ہم جماعت کی خوش بختی سے ہی تعبیر کریں گے کہ صف اوّل کے اکابر کی اب گراں قدر توجہ ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے چھ کروڑ اہل سنت کی تنظیم کی طرف منعطف ہوگئی ہے۔ بمبئی کی تنظیمی کانفرنس نے نئے حوصلوں کا جو چراغ جلایا ہے، خدا کرے طوفانوں کی زد پر بھی وہ جلتا رہے۔ اس مبارک اجتماع میں ملت طاہرہ کے تقریباً سارے عمائدین جلوہ فرما ہو گئے تھے اور ان کے انفاس طیبات کی برکتوں سے بہت سارے اہم مسائل حل ہو گئے۔ ان میں سے مخصوص حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

* تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند حضرت مصطفی رضا خان دامت برکاتہم بریلی شریف
* برہان ملت حضرت الحاج الشاہ مفتی برہان الحق صاحب رضوی جبل پوری صدر کل ہند جماعت رضائے مصطفی۔
* سید العلما حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ صاحب برکاتی قادری
* استاذ العلما حضرت علامہ الحاج حافظ عبد العزیز صاحب قبلہ اشرفیہ مبارک پور
* مجاہد ملت حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ صدر کل ہند تبلیغ سیرت دھام نگر اڑیسہ
* سلطان المتکلمین حضرت علامہ الحاج مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ صدر ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ
* خطیب مشرق حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی الہ آباد
* نقیب قادریت حضرت مولانا الحاج خواجہ نظام الدین صاحب بدایونی
* محبوب العلما حضرت مولانا محمد محبوب صاحب اشرفی
* حضرت مولانا حکیم یونس صاحب نظامی
* فاضل محترم حضرت مولانا قاری محمد یحیٰ صاحب ناظم اعلیٰ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور
* جامع الفضائل حضرت مولانا حامد اشرف صاحب خطیب زکریا مسجد بمبئی
* طوطی حق حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب
* مجاہد اہل سنت حضرت مولانا الحاج علی احمد صاحب شیر گجرات
* حضرت محترم حضرت مولانا قاری معین الدین صاحب دانش خطیب منارہ مسجد اور حضرت علامہ عبد الشکور صاحب اعظمی خطیب بھیونڈی وغیرہم۔

قیصر باغ میں کھلا اجلاس

تنظیمی ہفتے کی آخری دو راتوں میں قیصر باغ بال میں کھلے اجلاس منعقد ہوئے۔ جن میں اہل سنت کے عمائدین نے تنظیمی زندگی کے مسائل پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی۔ سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ صاحب صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے خطبۂ صدارت کے مندرجہ ذیل اقتباسات خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں:

:۱ حضرات! سنی جمعیۃ العلماء کی تنظیمی کانفرنس کی دعوت پر جماعت کے اکثر بالغ نظر و صاحب الرائے حضرات کا اتنی بڑی تعداد میں اکٹھا ہو جانا، اس امر کی روشن دلیل ہے کہ ایثار و قربانی کا ہمہ گیر جذبہ سب کے دلوں کا ایک ایسا قدر مشترک ہے، جو وقت کی ایک معمولی سی آہٹ سے بیدار ہوتا ہے۔ خدائے قدیر اس جذبے کو سلامت رکھے اور ہماری تنظیم کو حیات سرمدی عطا فرمائے۔

:۲ حضرات! گیارہ برس کی خدمات میں ہم نے کس حد تک کامیابی حاصل کی اور کہاں تک ناکام رہے، اس کا فیصلہ ہمارے ہاتھ نہیں، یہ آپ حضرات کا اپنا حق ہے۔ ہاں! ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ جو ہمارا فریضہ تھا، اس کی انجام دہی میں دیدہ و دانستہ ہم نے کوئی کوتاہی نہیں برتی۔ مسلم پرسنل لاء، تعدد ازواج، اوقاف اور زبان اردو سے متعلق سنی جمعیۃ العلماء کا ریکارڈ انتہائی درخشاں اور تابناک ہے۔ وقت میں گنجائش نہیں کہ ہم اس کی تفصیلات میں آپ کو لے جائیں۔ لیکن اتنا بتا دینا ضروری جانتے ہیں کہ جب جب مسائل نے ہمیں پکارا ہے، کسی خوف و ہراس کا خدشہ لائے بغیر ہم بے تحاشہ میدان عمل کی طرف دوڑ پڑے ہیں۔

:۳ دوستو! جماعتیں فقط نعروں کے سہارے زندہ نہیں رہتیں، بلکہ نعروں کے پیچھے کچھ بنیادی اور ٹھوس حقائق ہوتے ہیں۔ اگر آپ ایک زندہ قوم کی حیثیت سے جینا چاہتے ہیں، تو وہ اسلوب زندگی اختیار کیجیے، جو ایک زندہ قوم کی نشانی ہے۔ اسباب و وسائل سے منہ موڑ کر جینے کی آرزو کرنا ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے مترادف ہے۔

حضرت برہان ملت دامت برکاتہم نے تنظیم کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:

’اس دور میں عددی اکثریت ہی طاقت کا اصل معیار ہے۔ لیکن یہ بھی وقت کا سب سے بڑا سانحہ ہے کہ ہم ہندوستان میں سب سے بڑی اقلیت ہوتے ہوئے بھی سب سے کمزور طبقے میں شمار کیے جاتے ہیں۔ میں پورے وثوق کے ساتھ یہ اعلان کر رہا ہوں کہ تنہا اہل سنت ہی اگر منظم ہو جائیں، تو ساری مسلم اقلیت کا مسئلہ آن واحد میں حل ہو سکتا ہے۔ بلکہ تنہا اپنے بل پر ہم دستور ساز ایوانوں میں اپنے قابل اعتماد نمائندے بھی بھیج سکتے ہیں اور سن لیا جائے کہ جب تک ایسا نہیں ہوگا، حالات

کارخ ہر گز نہیں موڑا جا سکتا‘‘۔

حضرت استاذ العلماء، شیخ الحدیث اشرفیہ مبارک پور نے تنظیم واتحاد کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

’’یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے۔ یہاں زندگی کی نعمت سے جو بھی سرفراز ہوتا ہے، اسے ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ بھی چکھنا ہے۔ لیکن بہت کم لوگ ہیں، جنہیں موت کی حقیقت پر غور کرنے کا موقع ملا ہو۔ در اصل موت نام ہے جسم وروح کے درمیان رشتۂ اتحاد کے ٹوٹ جانے کا۔ پس جب جسم وروح کے باہمی رشتے کا انتشار فرد کی موت کا سبب بن سکتا ہے، تو جماعت کا انتشار، جماعت کو کیوں کر زندہ رہنے دے گا۔ اس لیے کہ جب تک قلب وروح کی طرح ہم آپس میں متحد نہیں ہو جاتے، اجتماعی زندگی کے فیضان سے ہم کبھی بہرہ یاب نہیں ہوں گے‘‘۔

حضرت سلطان المتکلمین مفتی اعظم کان پور نے تحفظ اوقاف اور مساجد کی بازیابی سے متعلق ایک تجویز پر تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

’’تقسیم ہند کے بعد سے اب تک بیسوں کانفرنسوں اور اجتماعات میں یہ تجویز اتنی بار دہرائی گئی ہے کہ اب اس کے الفاظ تک زبانی یاد ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ ہماری سیکولر اسٹیٹ ہے کہ آج تک اس نے یہ بتانے کی بھی زحمت نہیں فرمائی کہ جن مساجد اور مقابر کی بازیابی کے لیے ہم بائیس سالوں سے تحریک چلا رہے ہیں، حکومت اس کے لیے کیا کر رہی ہے۔ بڑا ماتم اب اس بدنصیب کا ہے کہ شریفوں کی زبان میں اب کوئی بات ہی سمجھنے کے لیے تیار نہیں اور اپنا حال یہ ہے کہ سوائے زبان کے ہم اور کوئی زبان ہی نہیں جانتے۔ سخت حیرانی کا عالم ہے کہ ہم اپنے بنیادی حقوق کس طرح حاصل کریں۔ ایک طرف تو یہ کہا جا ہے کہ اس ملک میں ہر فرقے کا حق محفوظ ہے اور دوسری طرف دن دہاڑے دستور ہند کی ضمانت کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور اس کے پاسبانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی‘‘۔

جاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ نے فرقہ وارانہ فسادات سے متعلق ایک تجویز پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ:

’’علم تمدن میں حکومت کا پہلا کام امن وامان کا قیام بتایا گیا ہے۔ لیکن ہمارے یہاں پہلا کام فساد اور اس کے بعد ریلیف کا روزگار ہے۔ ایک خوددار اور جمہوری حکومت کے لیے اس سے زیادہ شرم ناک بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے ہر اجتماع میں فسادات کے انسداد کی تجویز پیش کر کے حکومت سے ایک ایسے فرض کی ادائے گی کا مطالبہ کرتے ہیں، جس کے لیے ہی اس کی تشکیل عمل میں آئی ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ جو حکومت اپنا بنیادی مقصد تک پورا نہیں کر سکتی، وہ کس دلیل سے اپنے آپ کو عوام کا محافظ کہتی ہے۔

یقین کے اس موقف سے ہمیں کوئی ہٹا نہیں سکتا کہ جس دن حکومت نیک نیتی کے ساتھ یہ طے کر لے گی کہ ملک میں فساد نہیں ہونے دیا جائے گا، وہی دن فساد کے خاتمے کا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ ہماری اس رائے سے کسی کو اتفاق نہ ہو۔ لیکن ہماری وزیر اعظم اندرا گاندھی اس سے اختلاف نہین کر سکیں گی۔ کیوں کہ اسی بنیاد پر انہوں نے سابق وزیر داخلہ سے استعفا کا مطالبہ کیا تھا۔ جب کہ انسداد گاؤ کشی کے مسئلے میں نئی دہلی کا تاریخی فساد پھوٹ پڑا تھا۔ اس لیے مجھے ذرہ برابر اس میں شبہ نہیں کہ حکومت خود نہیں چاہتی کہ فساد کا سلسلہ بند ہو‘‘۔

کانفرنس میں مختلف مسائل پر اثر انگیز تقریر کرنے والوں میں حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی، حضرت خواجہ مولانا الحاج خواجہ نظام الدین صاحب بدایونی، مولانا مفتی رجب علی صاحب نانپارہ اور مولانا حکیم یونس نظامی کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں‘‘۔ [سفرنامہ، بنام ’عینی مشاہدات‘ از ڈاکٹر غلام زرقانی، طبع اول دہلی، ۲۰۰۵ء، ص۷۲:تا۷۸]

حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی علیہ الرحمہ اپنے بچپن، جب کہ صرف سات سال کے تھے، کا واقعہ بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

’’حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کو میں نے پہلی بار اس وقت دیکھا تھا، جب میں سات سال کا تھا اور بمبئی کے ہاشمیہ اسکول میں ابتدائی جماعت میں تھا۔ کھڑک مسجد میں ابا حضرت حضور سید العلما علیہ الرحمہ کے ساتھ رہتا تھا۔ حضور مفتی اعظم کی پہلی ملاقات مجھے ہمیشہ یاد رہے گی۔ ہوا یوں کہ ایک دن میں ابا حضرت کے حجرے میں بیٹھا ہوا اسکول کا ہوم ورک کر رہا تھا۔ اتنے میں شور اٹھا کہ مفتی اعظم تشریف لا رہے ہیں۔ ابا حضرت اٹھ کر حجرے کی سیڑھیوں تک گئے اور حضور مفتی اعظم کا شایان شان

استقبال کرتے ہوئے حجرے میں لے آئے۔ میں اپنے کام میں اتنا منہمک تھا کہ کسی طرف دھیان نہیں دیا۔ ابا پر جلال آ گیا۔ مفتی اعظم کو اپنی مسند پر بیٹھا کر ابا میرے قریب آئے اور ایک زوردار طمانچہ میرے رخسار پر مار کر بولے۔ نا ہنجار بے ادب! معلوم نہیں کون آیا ہے؟۔ نہ سلام، نہ کلام، اٹھ! قدم بوسی کر۔ طمانچہ اتنا زبردست تھا کہ میرا دماغ جھنجھنا گیا۔ میں فوراً اٹھا اور حضور مفتی اعظم کی قدم بوسی کو آگے بڑھا۔ مگر اس سے پہلے کہ میں ان کے قدموں پر گرتا، وہ میرے پیروں پر گر پڑے۔ اللہ اکبر! میرا بدن سن ہو گیا۔ کہیں ابا یہ نہ سمجھیں کہ میں نے جان بوجھ کر سرکار مفتی اعظم ہند کی قدم بوسی میں تاخیر کی ہے۔ ایک طمانچہ تو پہلے ہی پڑ چکا ہے۔ دوسرا شاید اب پڑے، تب پڑے۔

مگر اتنے میں اس مجسم شفیق ہستی نے مجھے اپنی گود میں سمیٹ لیا اور بڑی اپنائیت سے اپنے سینے سے لگا لیا۔ سبحان اللہ! وہ خوشبو، جو اس مبارک بدن سے نکل رہی تھی، آج بھی مجھے مہکا رہی ہے۔ ابا نے حکم دیا۔ اپنی کتابیں، کاپیاں لے کر اندر جا کر کام کرو۔ مگر مفتی اعظم نے مجھے اپنی گود میں اور اندر سمیٹ لیا۔ فرمایا: تھوڑی دیر میرے پاس رہنے دیجیے۔ پھر مجھ سے فرمایا: آپ کا نام کیا ہے؟۔ میں نے ابا کی طرف ڈرتے ڈرتے دیکھا۔ ابا بولے: بتاؤ۔ حضرت کیا پوچھ رہے ہیں۔ تب میں نے اپنی عادت کے مطابق اپنا تعارف کرایا۔ میرا نام سید آل رسول حسنین میاں قادری برکاتی نوری قاسمی مارہروی ہے۔ حضور مفتی اعظم میرے اس لمبے چوڑے تعارف پر مسکرا پڑے۔ ابا بھی مسند کے ایک کنارے بیٹھ چکے تھے۔ حجرہ کھچا کھچ بھر گیا تھا۔ میں چپ چاپ مفتی اعظم کی گود سے اترا اور اپنی کتابیں سمیٹ کر حجرے کے اندر، جو راہداری تھی، وہاں کام کرنے لگا۔

پھر تو حضور مفتی اعظم سے میری پہچان ہو گئی۔ سرکار اکثر و بیشتر ابا حضرت کے پاس آیا کرتے تھے۔ اس ان کے استقبال و خیر مقدم کی ذمہ داری میں نے اپنے سر لے لی۔ سیڑھیوں سے حجرے تک حضور مفتی اعظم کا ہاتھ پکڑے رہنا میں اپنی عین سعادت سمجھتا تھا۔ کبھی کبھی حضور مفتی اعظم تنہا تشریف لاتے تھے۔ خدام مسجد کے دروازے تک چھوڑ جاتے تھے اور وہاں سے میری ڈیوٹی شروع ہو جاتی تھی۔ حضور مفتی اعظم کو میں نے ابا کے سامنے ہمیشہ دو زانو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میں اکثر سوچا کرتا کہ جس شخص کا میرے ابا اتنا ادب و احترام کرتے ہیں، وہ شخص ابا کے سامنے اتنے ادب سے کیوں بیٹھا رہتا ہے۔ کھڑک مسجد کے ایک مؤذن تھے، قاسم جان مرحوم، میرے استاذ بھی تھے۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھ ہی لیا۔ بانگی صاحب! مفتی اعظم صاحب ابا کے پاس آتے ہیں، تو ابا بڑی عزت سے بٹھاتے ہیں۔ ان کے ہاتھ بھی چومتے ہیں۔ مگر مفتی اعظم جب تک حجرے میں رہتے ہیں، دو زانو بڑے ادب کے ساتھ بیٹھے رہتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟۔ قاسم جان مرحوم نے بتایا: بات یہ ہے کہ سید میاں ان کا احترام اس لیے کرتے ہیں کہ وہ اپنی جماعت کے ایک بڑے عالم، ایک بڑے مفتی ہیں اور اعلیٰ حضرت کے شہزادے ہیں اور مفتی اعظم، جو اتنا ادب دکھاتے ہیں، وہ اس لیے کہ جس گدی سے مفتی اعظم کو بیعت و خلافت حاصل ہے، اس گدی کے وارث اور سجادہ نشین آپ کے ابا ہیں۔

اسی دوران سنی جمعیۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا۔ اس جماعت کی بنیاد رکھنے میں جن لوگوں نے مرکزی کردار ادا کیا، ان میں نمایاں نام محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ، حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور میرے والد ماجد حضور سید العلماء کے تھے۔ جمعت کے رجسٹریشن کا مسئلہ آیا، تو اس کے تحریری دستور کی ترتیب کی بات چلی۔ اس وقت حضور محدث اعظم ہند اور مفتی اعظم دونوں ہی نے بالاتفاق یہ کام ابا حضرت کے سپرد کیا۔ انہیں دونوں حضرات نے جماعت کی صدارت کی ذمہ داری ابا کے کاندھوں پر ڈالی۔ آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے صدر الصدور کی حیثیت سے ابا کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جماعت کے قیام کے کچھ برسوں کے بعد ایک مرحلہ ایسا آیا، جب ابا جماعت کے کچھ عہدیداروں کی بد چلنی سے ناراض ہو گئے اور صدارت سے استعفا لکھ کر بریلی شریف بھیج دیا۔ حضور مفتی اعظم ہند کو جیسے ہی استعفا ملا، ویسے ہی بمبئی روانہ ہو گئے۔

ان دنوں مسجد کھڑک میں واقع ابا کے حجرے کی مرمت چل رہی تھی اور ابا مسجد کی دوسری منزل کے ایک کونے میں معتکف تھے۔ ایک شام مفتی اعظم بہت تیز تیز سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دوسری منزل تک پہنچے اور اس سے پہلے کہ ابا تعظیم کے لیے اٹھیں، مفتی اعظم نے اپنا عمامہ اتار کر ابا کے قدموں پر رکھ دیا۔ میرے چھوٹے سے ذہن میں (بقیہ ص ۲۰ پر)

تیسری اور آخری قسط

ایک حیرت انگیز مخلوق - جنات

محمد رضا مرکزی

جنات کا وجود

"امام غزالی قدس سرہٗ نے ایک دن جنات سے دنیا کے کارناموں کے متعلق پوچھا، انھوں نے عرض کی کہ زمخشری ایک کتاب لکھ رہا ہے جو اب تک نصف حصہ تحریر کر چکا ہے۔ آپ نے فرمایا! وہی کتاب لے آؤ۔ جب جنات تفسیر لے آئے آپ نے اس کو نقل کر کے واپس کر دیا۔ ایک روز زمخشری کو علامہ امام غزالی قدس سرہ کے حضور میں حاضری کا شرف ملا تو آپ نے وہی تفسیر دکھائی، زمخشری کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوا اور عرض کی اگر کہوں کہ یہ میری تفسیر کی نقل ہے تو بھی بے جا ہے کیونکہ وہ تو میں نے ایسی جگہ چھپائی ہوئی ہے کہ بجز میرے کسی اور کو علم نہیں۔ اگر یہ کہوں کہ یہ وہی تفسیر ہے تو پھر یہاں آئی کیسے؟ اور اگر کہوں کسی دوسرے کی ہے تو بھی عقل نہیں مانتی، کیونکہ اس کے الفاظ و معانی اور وضع و ترتیب بعینہٖ میری کتاب جیسی ہے تو دو مصنفوں کا ایک ہی طرح کے الفاظ و معنی، وضع و ترتیب پر متفق ہو جانا محال ہے۔ امام غزالی نے فرمایا! یہ تیری کتاب کی نقل ہے۔ ہم کو جنات کے ذریعے پہنچی ہے۔ زمخشری جنات کے وجود کے قائل نہیں تھے۔ اس حیرت انگیز کرشمہ کو دیکھ کر اسی وقت جنات کے وجود کے قائل ہو گئے"۔ (تفسیر روح البیان، ص ۱۷)

جنات

"حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ایک باغ میں تشریف لے گئے تو اس میں سے کسی شئی کے بانکنے کی آواز سنی۔ آپ نے فرمایا یہ کیا؟ جواب ملا کہ ہم جنات ہیں ہمارے یہاں قحط پڑ گیا ہے اس لئے ہم آپ کے باغات سے ثمرات توڑنے آئے ہیں۔ کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ آپ کے باغ سے ہم پھل توڑ کر لے جائیں۔ آپ نے اجازت دے کر فرمایا: اے جنات! یہ بتاؤ کہ ہم کونسا عمل کریں کہ تمہارے شر سے بچ جائیں۔ تو انھوں نے جواب دیا کہ آیۃ الکرسی ہمارے شر سے محفوظ رکھنے کے لئے سب سے بہترین علاج ہے"۔ (تفسیر روح البیان، ج ۳، ص ۲۳)

جنات کو دعوت

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز بعد نماز عشاء حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ ایک مقام پر پہنچ کر آپ ﷺ نے مجھے بٹھایا اور ایک خط کھینچ کر مجھے محصور کر دیا اور مجھے ہدایت فرما دی کہ میں حصار سے باہر ہرگز نہ نکلوں۔ میں نے حضور ﷺ کی ہدایات اور ارشادات پر پورا پورا عمل کیا۔ حضور ﷺ کچھ دور تشریف لے گئے۔ تھوڑی ہی دیر میں محسوس ہوا کہ لاتعداد لوگ میرے قریب سے گذر رہے ہیں لیکن مجھے نظر نہ آتا تھا بس طرح طرح کی آوازیں آتی تھیں۔ رات بھر اسی طرح گذر گئی۔ اور حضور ﷺ تشریف نہیں لائے۔ سحر کے وقت حضور ﷺ تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کی: "آقا رات بھر آپ ﷺ کہاں تشریف فرما رہے؟"۔

فرمایا: مجھے جنات کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔

میں نے عرض کی: حضور یہ آوازیں کیسی تھیں؟

فرمایا: جنوں کی تھیں جو مجھے سلام کر رہے تھے اور الوداع کہہ رہے تھے۔

حضرت براء ابن عازب کا ایمان لانا

یہ واقعہ "تفسیر ابن کثیر" میں ذکر ہے کہ: حضرت براء ابن عازب کا قول ہے کہ ایک دن امیر المومنین حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفسار فرمایا کہ سواد ابن قارب کون ہے؟ وہاں ایسا کوئی آدمی موجود نہیں تھا جو سواد ابن قارب ہونے کا دعویٰ کرتا۔ ایک سال گزر گیا۔ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبارہ یہی سوال کیا تو میں نے پوچھا: "سواد ابن قارب کون ہیں؟"۔

امیر المومنین نے فرمایا: "سواد ابن قارب کے ایمان لانے کا واقعہ بڑا عجیب ہے"۔

یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ سواد ابن قارب بھی وہاں پہنچ گئے۔

امیر المومنین نے سواد کو دیکھ کر کہا: اے سواد! اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرو۔

سواد ابن قارب: اے امیر المومنین! ہند میں ایک جن میرا تابع تھا۔ ایک رات اس نے مجھے بیدار کیا اور کہنے لگا میری بات غور سے اور توجہ سے سنو۔ قبیلہ لوی ابن غالب میں اللہ تعالیٰ نے ایک نبی مبعوث فرمایا ہے۔ جلدی وہاں پہنچو اور ان کا دین قبول کر لو۔ تین رات مسلسل یہی واقعہ ہوتا رہا۔ واقعہ کی تکرار سے میرے دل میں اس دین کی محبت پیدا ہو گئی اور میں مکہ مکرمہ چلا گیا۔ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ لوگوں کے حلقہ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا مرحبا؟ اے سواد ابن قارب! میں اس کو بھی جانتا ہوں جو تجھے یہاں لایا ہے۔ میں حضور ﷺ پر ایمان لے آیا اور آپ کی اجازت سے کچھ اشعار بھی پڑھے۔

جنات کے ذریعے حضور ﷺ کی بعثت کی خبر

بنو تمیم کے رافع ابن عمیر کے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ سفر کر رہے تھے کہ ان کو عالج کے ریگستان میں سے گذرنا پڑا۔ جب وہ تھک گئے اور نیند غالب آ گئی تو مزید سفر ممکن نہ رہا۔ اس لئے کچھ دیر سو جانے کے ارادے سے سفر موقوف کر دیا۔ اونٹنی کو بٹھا کر اترے اور سونے سے پہلے جہالت کے دستور کے مطابق وادی کے سردار کی پناہ طلب کی۔ اس طرح خود کو جنوں کے شر سے محفوظ سمجھ کر سو گئے۔ خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص ان کی اونٹنی کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ گھبرا کر نیند سے بیدار ہو گئے۔ ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر سو گئے۔ پھر یہی واقعہ پیش ہوا اس طرح تین مرتبہ ہوا۔ تیسری مرتبہ اٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ واقعی ایک آدمی ان کی اونٹنی کو ذبح کرنا چاہتا ہے جبکہ ایک بوڑھا آدمی اس پیر پکڑے کھڑا ہے اور اس کو اس فعل سے روک رہا ہے۔ اسی دوران وہاں تین موٹے تازے بیل بھاگتے ہوئے نمودار ہوئے۔ بوڑھے نے کہا! اس شخص کی اونٹنی چھوڑ دو اور اس کے بدلے ان میں سے ایک بیل پکڑ کو۔ پھر اس بوڑھے نے مجھ سے کہا!" آئندہ جب کبھی اس قسم کے خوفناک مقام پر گذر ہو تو کسی دوسرے کی پناہ لینے کے بجائے محمد ﷺ کے رب کی پناہ طلب کیا کرو"۔

رافع نے پوچھا: یہ محمد (ﷺ) کون ہیں؟

بوڑھے نے کہا: نبی عربی ہیں۔ نہ ان کا شرق سے تعلق ہے نہ غرب سے۔

رافع نے پوچھا: وہ کہاں رہتے ہیں؟

بوڑھے نے کہا: وہ یثرب (مدینہ کا پرانا نام) رہتے ہیں۔ جہاں کھجوروں کے نخلستان کثرت سے ہیں۔

صبح ہوئی تو رافع سوار ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں جا پہنچے۔ جب آپ کے سامنے پہنچے تو حضور ﷺ نے ان پر گذرنے والے تمام حالات بیان کر دیئے اور وہ صدق دل سے ایمان لے آئے۔

رات بھر غائب

ترمذی شریف اور ابو داؤد میں ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ قیام مکہ کے دوران حضرت محمد ﷺ رات بھر غائب رہے۔ اہل بیت اور صحابہ رات بھر بے حد پریشان رہے۔ بار بار یہ خیال آتا کہ کفار نے کوئی زیادتی نہ کر دی ہو۔ رات اسی پریشانی میں گذر گئی۔ صبح ہوئی تو اللہ کے رسول ﷺ غار حرا کی طرف سے تشریف لاتے ہوئے دکھائی دیئے۔ غلامان مصطفےٰ ﷺ نے جن رات بھر نہ رہنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: "ایک جن مجھے بلانے آیا تھا میں اسی کے ساتھ گیا اور جنوں کے ایک گروہ کو قرآن سنایا"۔

مبلغ جن

حضرت خریم ابن فاتک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایمان لانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے کچھ اونٹ گم ہو گئے۔ اور میں ان کی تلاش میں باہر نکلا تو انہیں ایک وادی میں پایا۔ چونکہ میں تھک گیا تھا۔ اس لئے تھوڑی دیر سونے کے لئے وہیں لیٹ گیا اور روادت کے مطابق" وادی کے جنوں سے پناہ مانگی"۔ اتنے میں میں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا تھا۔ اے جون! اللہ کی پناہ مانگ جو عظمت و بزرگی والا ہے اور اللہ کے توحید کا اقرار کر کہ جنوں کا طلسم تو اب پستی میں جا پڑا ہے۔

میں نے یہ آواز سن کر کہا اے ہاتف! صاف صاف بتاؤ کہ تمہارا کیا مطلب ہے؟ اور میری ہدایت کے لئے کیا طریق ہے؟ تو پھر وہی آواز آئی کہ۔" اللہ کے رسول تشریف لائے

ہیں جو یثرب میں ہیں۔ اور نجات کی طرف بلا رہے ہیں"۔

میں نے کہا! اور تم کون ہو؟ تو آواز آئی میں جن ہوں میرا نام عمرو ابن اثال ہے۔ اور نجد کے مسلمان جنوں پر حضور ﷺ کی طرف سے عامل مقرر ہوں۔

میں نے کہا کہ اگر میرے یہ اونٹ کوئی شخص میرے گھر تک پہنچا دے۔ تو میں ابھی مدینہ منورہ حاضر ہو کر ایمان لے آؤ۔ آواز آئی جاؤ تم مدینہ منورہ اور حضور ﷺ پر ایمان لاؤ تمہارے یہ اونٹ تمہارے گھر پہنچا دوگا۔

چنانچہ میں اسی وقت ان اونٹوں میں سے ایک پر سوار ہو کر مدینہ منورہ پہنچ گیا۔ یہ دن جمعہ کا تھا اور میں جس وقت پہنچا ہوں۔ اس وقت جمعہ کی نماز ہو چکی تھی۔ اور صحابہ کرام مسجد سے نکل رہے تھے۔ میں اپنا اونٹ بٹھا رہا تھا۔ اتنے میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور مجھ سے فرمانے لگے۔ اندر چلو۔ حضور ﷺ تمہیں بلا رہے ہیں۔ چنانچہ میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ تو حضور نے فرمایا۔ کیوں بھئی جس نے تمہارے اونٹ تمہارے گھر پہنچانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس نے تم سے کیا کچھ کہا تھا؟ اور پھر فرمایا، سنو! اس نے تمہارے اونٹ صحیح سالم تمہارے گھر تک پہنچا دئیے ہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، ص ۱۸۵)

جنوں میں وعظ

حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ میں ایک روز صبح اٹھا تا کہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھوں۔ میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسجد میں آیا۔ دروازہ بند تھا۔ میں بہت پہلے ہی آ گیا تھا۔ اور حضرت حسن دعا مانگ رہے تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ شاید حضرت حسن کے احباب یہاں موجود ہیں۔ میں تھوڑی دیر ٹھہرا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی میں نے دروازے پر ہاتھ رکھا۔ دروازہ کھل گیا۔ میں اندر گیا تو حسن کو اکیلا پایا۔ میں حیرت میں رہا اور جب نماز سے فارغ ہوا تو وہ قصہ ان سے بیان کیا۔ اور میں نے کہا خدا کے واسطے مجھے اس حال سے خبردار کیجیے کہ آمین کہنے والے کون تھے؟۔ آپ نے فرمایا کہ کسی سے مت کہنا۔ میں نے ہر جمعہ کی رات جنوں میں وعظ کہنے کے لئے مقرر کر رکھی ہے۔ وہ ہر جمعہ کی رات کو یہاں آتے ہیں اور میں ان کے سامنے وعظ کہتا ہوں اور پھر دعا مانگتا ہوں اور وہ آمین کہتے ہیں۔

ایک جن

حضرت ابو الفضل جوہری مصری علیہ الرحمہ کی ایک شخص نے بڑی تعریف سنی۔ اور وہ ان کی زیارت کی نیت سے مصر کو روانہ ہوا۔ جب حضرت کی مجلس میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضرت نے بہت ہی شاندار لباس پہن رکھا ہے۔ اور بڑے امیر نظر آ رہے ہیں۔ اس نے دل میں سوچا کہ اس قدر دنیاوی شان وشوکت رکھنے والا خدا کا بندہ نہیں ہو سکتا۔ یہ سوچ کر واپس چلا آیا۔ واپسی میں ایک گلی سے گزرتے ہوئے ایک عورت کو دیکھا جو رو رہی تھی۔ اور بڑی پریشان تھی۔ وجہ دریافت کرنے پر بولی کہ میری ایک ہی نوجوان لڑکی ہے۔ اس کی شادی کا دن قریب ہے۔ اور آج اچانک اس پر کسی جن کا سایہ ہو گیا ہے۔ اور وہ سخت بیمار ہے۔ میں غریب ہوں اور سخت پریشان ہوں۔ اس نے کہا۔ تم گھبراؤ نہیں۔ اس کا علاج میرے ذمہ رہنے دو۔ اور چلو مجھے اپنی لڑکی کے پاس لے چلو۔ لڑکی عجیب وغریب حرکات کر رہی تھی۔ جب قرآن پاک کی چند آیات پڑھ کر اس پر دم کیا تو جن نے بزبان فصیح کہا:

"سن لو میں ان سات جنوں میں سے ہوں جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست حق پرست پر ایمان لائے تھے۔ ہم ساتوں آج حضرت ابو الفضل کے پیچھے نماز پڑھ کر آ رہے ہیں۔ جن کے متعلق تم اپنے دل میں بدگمانی پیدا کر کے واپس آ گئے۔ ہم ان کے اقتداء میں نماز کے لئے جا رہے تھے کہ اس لڑکی نے ہم پر نجاست ڈالی میرے ساتھی تو بچ گئے لیکن میں رہ گیا تھا اس لئے میں نے غصہ میں آ کر اس کو پکڑ لیا۔ اور تم نے جو حضرت فضل کے بارے میں بدگمانی کی ہے اس سے توبہ کر لو اور ان کی خدمت میں حاضری دو"۔

اس شخص نے کہا: اچھا میں سچے دل سے توبہ کرتا ہوں اوت ابھی ان کی بارگاہ میں جاتا ہوں۔ مگر تم بھی اس لڑکی کو معاف کر دو۔

جن نے کہا: لو میں جاتا ہوں یہ کہ کر جن چلا گیا اور لڑکی اچھی ہو گئی۔

پھر یہ شخص بھی واپس ہوا۔ اور حضرت ابو الفضل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابو الفضل نے اسے آتا ہوا دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا۔

"جب تک جن نے نہیں کہا تھا۔ تم نے ہماری بزرگی تسلیم نہیں کی"۔ (روض الریاحین، ص ۲۱۵)

جنات اور نوجوان

حضرت ابراہیم الخواص کا واقعہ ہے کہ وہ ایک سال حج کے لئے قافلہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ کسی نے ان کو کہا کہ علیحدگی میں میری بات سنیں۔ وہ قافلہ سے الگ ہو کر اس کے ساتھ چل دیئے۔ تین شب و روز چلتے رہے اور آخر ایک سرسبز وشاداب گھنے جنگل میں جا نکلے۔ وہاں انہوں نے ایک جماعت دیکھی جو بہترین لباس میں ملبوس تھی۔ جماعت کے لوگوں کے ساتھ ان کی ملاقات ہوئی۔ انہیں بتایا گیا کہ وہ "جن" ہیں۔ ان جنوں میں سے ایک نے ان کو بتایا کہ ہم وہ جن ہیں جنہوں نے حضور ﷺ کا کلام سنا تھا۔ اس پاکیزہ کلام کا یہ اثر ہے کہ اب ہم تمام دنیاوی بکھیڑوں سے آزاد اس جزیرہ میں امن وسکون سے رہ رہے ہیں۔ اس جزیرہ میں قدم رکھنے والے آپ دوسرے انسان ہیں۔ آپ سے پہلے یہاں ایک حسین وجمیل نوجوان آیا تھا۔ ہم بیٹھے باتیں کر ہی رہے تھے کہ وہ نوجوان بھی آ گیا۔ ہم نے پوچھا:

جنات: وہاں سے کب چلے تھے؟۔

نوجوان: ایک ہفتہ قبل۔

جنات: وطن سے کس بات نے نکلنے پر مجبور کر دیا؟

نوجوان: میں نے جب یہ آیت سنی کہ: "اور رجوع ہو جاؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو پہلے اس سے کہ تم پر عذاب آئے۔ پھر تمہاری مدد کو کوئی نہ آئے"

جنات: ہمیں انابت اور اسلام کے معنی سمجھاؤ۔

نوجوان: انابت کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خودی کو مٹا کر خدا کا بن جانا۔ اسلام کا مطلب ہے خود کو خدا کے حوالے کو دینا اور عذاب سے مراد جدائی ہے۔

اس کے بعد نوجوان نے ایک سرد آہ بھری اور جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ہم نے اسے دفن کر دیا۔۔ انہوں نے حضرت ابراہیم الخواص کو اس نوجوان کی قبر دکھائی۔ قبر کے سرہانے نرگس کا ایک گلدستہ تھا جس کی جسامت چکی کے پاٹ کے برابر تھی اور اس پر لکھا ہوا تھا کہ "یہ اللہ کا محبوب ہے اور قتیل غیرت ہے"۔

جنات نے ان سے بھی قرآن کی تفسیر سنی اور سن کر ان کو وجد آ گیا۔ اس کے بعد حضرت ابراہیم الخواص کو نیند آ گئی اور جب بیدار ہوئے تو مسجد عائشہ میں تھے، جنات ان کو حالت نیند میں یہاں چھوڑ گئے اور دیکھا کہ وہ گلدستہ ان کے سامان میں موجود تھا اور ایک سال تک ان کے پاس رہا پھر اچانک غائب ہو گیا، اس کے بعد اس کا پتہ نہ چلا۔

اس کے علاوہ اور بھی بے شمار واقعات جنوں کے بارے میں کتب معتبرہ میں ملتے ہیں، اختصاراً یہاں پر کچھ ذکر کئے گئے۔

***

بقیہ ص ۳۷/ کا

سے اسلامی قانون پر عمل کرنے لگے تو اسلامی معاشرہ میں طلاق کی جو شرح ہے۔ اس میں ۹۰ رفیصد کمی واقع ہو جائے گی۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھ کر یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ ع

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مسلمان اگر اب بھی ہوش کے ناخن لینے لگیں اور نوجوان اگر اسلامی اصول پر عمل کرنے لگیں تو وہ دن دور نہیں کہ دنیا بجائے اسلام پر انگشت نمائی کرنے کے اسلام کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوگی۔

***

(از رشحات قلم: ابو المعانی حضرت علامہ ابرار حسن صدیقی تلہری علیہ الرحمہ*



عید کا چاند

قند مکرر کے عنوان سے ایک نئے کالم کا آغاز کیا جارہا ہے، جس کے تحت حالات کے موافق اور افادیت سے بھرپور اکابرین اہل سنت کی قدیم تحریریں دوبارہ شائع کی جائیں گی، اس شمارے میں ماہنامہ ''یادگار رضا'' بریلی شریف کے ایڈیٹر ابو المعالی حضرت علامہ مفتی ابرار حسن تلہری علیہ الرحمہ کی تحریر پرتنویر شامل اشاعت کی جاری ہے جو ''عید سعید'' کے عنوان سے ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۴۵ھ کے صفحات پر آج بھی اپنی اہمیت وافادیت کی خوشبو بکھیر رہی ہے، تحریر پڑھ کر بے اختیار زبان سے نکلتا ہے ع ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی {فاروقی}

اے آسمان سرور کے تاباں اور نوزائیدہ ہلال! اے حجاب عدم سے فلک شہود پر دلفریب اداؤں کے ساتھ جلوہ گر ہو کر فضائے کائنات کو حقیقی مسرتوں سے لبریز کر دینے والے درخشاں چاند! اے افق مغرب سے جلوہ ریز ہو کر موجودات عالم کو کیف ونشاط سے مست وسرشار کر دینے والے ہلال! اور اے دل مغموم اور پژمردہ غنچوں کو رشحۂ مسرت چھڑک چھڑک کر کنول کے پھول کی طرح کھلا دینے والے روشن چاند! کیا تو نوید عید لایا ہے؟ اے شاہد فلک کے پرخم ابرو! اور شفاف نیلگوں سطح سما پر باریک خط قدرت! کیا تو ہلال عید ہے؟

اے زاویۂ عزلت سے منظر عام پر نکل کر کائنات کے مضطرب اور بے قرار نظروں کے جھرمٹ میں بلاکشان انتظار کو خطبۂ مسرت سنا سنا کر سکون مطلق اور نشاط وانبساط کی گراں بہا ودیعت تفویض فرمانے والے! کیا تیرا ہی مدت سے انتظار تھا؟ اور کیا تیرے ہی لئے باصرہ شوق بے تاب تھی؟ تو اے تراشیدۂ ید قدرت اور اے عشرت بیز نازک اندام ہلال! تیرے حسن کی لمعانیاں کس درجہ دیدہ زیب ہیں، کائنات سرور شوق بھری نگاہوں سے سکتہ میں آکر تجھے دیکھ رہی ہے، عالم کی بے قرار نظروں کا فضائے آسمان پر تیرے گرد والہانہ ہجوم ہے مگر وہ وارفتۂ جمال ہیں اور ان کا ہر تحرک اور ہر جنبش تیری محراب ابرو کے طواف نیاز کرنے کے لئے بے قرار ہے۔

میں بھی ایک جانب محو نظارہ ہوں لیکن خانۂ دل سے لاتمناہی جوشیلے جذبات نکل نکل کر میرے تار نظر پر کمند آسا چڑھ کر تجھ تک پہنچتے ہیں اور مستانہ وار تیری پابوسی کرتے ہیں لیکن اے مجسمۂ نور! اور اے روشن چاند! تیرا نظارہ کس قدر خمار آلود ہے، اس وقت عالم امکان کی ہر ہر شئے بادۂ سرور سے مخمور ہے اور کائنات عالم کے ذرہ ذرہ پر ایک مسرت سی چھائی ہوئی ہے، تو اے صفحۂ دل پر ''نوری کرنوں'' سے بخط زریں ''تبصرۂ عید'' لکھنے والے چاند! اور اے تیغ نشاط سے کرب وغم کا استیصال کرنے والے ہلال! کیا تو ہی عید کا چاند ہے؟ اور کیا تیری ہی دید کا نام عید ہے؟

اے صبح عید کی نشاط آگیں اور پرکیف بیاض! اور اے سحر پر انوار کی مسرت ریز مسکراہٹ! کیا واقعی آج عید ہے؟ اے اوراق گل پر موتی کی طرح درخشاں اور سیماب کی طرح شبنم کے مرتعش قطرو! کیا تم بھی آج مسرور ہو؟ اے پھول کی نرم اور نازک شاخ پر تبسم ریز غنچوں اور اے عید کی مسرت آموز کیفیات میں جھولا جھولنے والی دوشیزہ کلیو! کیا کہیں تم نے بھی مژدۂ عید سن لیا ہے؟

اے سطحۂ آب پر موجوں کی نغمہ ریزی سے رقص کرنے والے حباب! کیا تو بھی مئے نشاط سے سرشار ہے؟ اے فضائے چمن میں گونجنے والی بلبل کی نیم مترنم اور کیف وسرور میں ڈوبی ہوئی آواز! کیا میں بھی ترانۂ عندلیب سے مست ہو جاؤں؟ اور کیا میں بھی یقین کر لوں کہ آج عید سعید ہے؟

اے صائم النہار اور قائم اللیل بزرگو! اور اے عطر بیز اور زریں لباس پہن کر دوگانہ پڑھنے والے نوجوانو! کیا سچ مچ تم آج مسرور ہو؟ اور کیا واقعی تمہارے دلوں میں جذبات مسرت کا تلاطم ہے؟ آج جب کہ شاداب اور مسرور چہروں سے رنگ بشاشت ٹپک رہا ہے، آج جب کہ گلے مل مل کر اظہار مسرت کیا جارہا ہے، آج جب کہ عید مبارک عید مبارک کی پیاری اور دل کش صداؤں سے فضا گونج رہی ہے، تمہارا روحانی دوست ''یادگار رضا'' بھی عین اسی وقت عید کی مسرور کیفیات سے مست ہو کر ہدیۂ مبارک باد پیش کرتا ہے اور فروانیٔ سرور سے بے خود ہو کر مبارک مبارک ناظرین یادگار رضا کو ''عید مبارک'' کہتا ہے۔

* مضمون نگار ماہنامہ یادگار رضا، بریلی شریف کے ایڈیٹر اور مرکز اہل سنت کے ایک معتبر مفتی تھے۔

از: مفتی عبدالمالک مصباحی*

طلاق، اسلام اور مسلمان

آج اسلام اور مسلمان جن دردناک حالات سے دوچار ہیں وہ کسی حساس اور دردمند انسان سے پوشیدہ نہیں ایک منظم پلان کے تحت اسلامی قانون اور مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے کی پرزور سازش چل رہی ہے، بالخصوص ہندوستان میں مودی حکومت کے برسراقتدار آنے کے بعد سے مذہبی جنونیوں کی بہار آ گئی ہے جس کی وجہ سے وہ موقع نکال نکال کر اس ”خونی عمل“ کو ہوا دیتے رہتے ہیں۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی ”تین طلاق“ کا مسئلہ ہے جس کے در پردہ یہ لوگ اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کی ناپاک جسارت کررہے ہیں۔ اس پورے حادثے کا ایک المناک پہلو یہ بھی ہے کہ آج کچھ نام نہاد کلمہ پڑھنے والے ہی آگ میں گھی ڈالنے کا کام کررہے ہیں۔ جنھوں نے نہ کبھی مدرسہ کا رخ دیکھا، نہ کبھی اسلامی تعلیم سے کان آشنا کیا، نہ کسی عالم کی صحبت اختیار کی بلکہ جن کی پوری زندگی مشنری اسکول کی تعلیم اور ہاف پینٹیوں کی صحبت میں گزری وہ اسلامی تعلیمات واحکامات پر زبان درازی کررہے ہیں اور اسلام کے مقدس اصولوں کو اپنی حماقت سے داغدار کررہے ہیں۔

طلاق کا لغوی معنیٰ:

طلاق عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا معنیٰ اردو میں:

(۱) نکاح کا فسخ ہونا، عورت کا نکاح سے آزاد ہونا (۲) آزادگی، روانی، کشادگی۔ (فیروز اللغات ص ۸۷۹)

طلاق کا اصطلاحی مفہوم:

نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہوجاتی ہے اس پابندی کے اٹھا دینے کو طلاق کہتے ہیں۔ (بہار شریعت حصہ ۸ ص ۱۱۰)

طلاق اسلام سے پہلے:

طلاق اسلام کا کوئی جبری اور نیا قانون نہیں بلکہ پیغمبر اسلام ﷺ کی جلوہ گری سے پہلے بھی طلاق کا رواج عام تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ طلاق کے ظالمانہ طریقہ کی اسلام نے اصلاح کی ہے اس کے بے جا استعمال کی ممانعت کی ہے۔ طلاق جو عورتوں کے لیے سراسر زحمت ہوا کرتی تھی اسلام نے اس میں اصلاح کرکے عورتوں کے لیے رحمت کا ذریعہ بنایا۔ آئیے ایک نظر اسلام سے پہلے طلاق کے طریقہ استعمال پر ڈال لیں تاکہ اسلام کا طریقہ طلاق لوگوں کے رحمت کا ذریعہ بن کر سامنے آئے اور اس تعلق سے ہونے والی غلط فہمی دور ہو۔

جس زمانہ میں یونانیوں نے شہرت حاصل کی اور ان کی تہذیب کا ڈنکا بج رہا تھا اس وقت ان میں بھی طلاق بغیر شرط اور قید کے رائج تھی۔ رومانیوں کے قدیم قبائل کے نزدیک مذہبی نکاح کی صورت میں طلاق حرام ہوجاتی تھی البتہ شوہر کو اپنی بیوی پر لامحدود اختیارات حاصل ہوجاتے تھے یہاں تک کہ بعض حالات میں بیوی کو قتل کرنا بھی اس کے لیے جائز ہوجاتا تھا۔

یہودی مذہب میں طلاق:

جہاں تک یہودی مذہب کا تعلق ہے تو اس نے بیوی کی حالت کو بہتر بنانے کا سامان کیا لیکن طلاق کو جائز قرار دے کر اس کے جواز میں بڑی وسعت پیدا کردی۔ شوہر، عورت پر فسق کا جرم ثابت ہوجانے کی صورت میں شرعاً طلاق دینے کے لیے مجبور تھا یہاں تک کہ اگر شوہر اس کے جرم کو معاف کردیتا تب بھی اس کے لیے طلاق دینا ضروری تھا نیز قانون کی رو سے بھی اگر دس سال گزر جانے کے باوجود عورت کو اولاد نہیں ہوئی ہے تو طلاق دینا ضروری تھا۔

عیسائی مذہب میں طلاق:

مسیحی مذہب طلاق کے معاملے میں بالکل منفرد ہے۔ اس نے یہودی مذہب کی مخالفت کی اور انجیل نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب کرکے طلاق کو حرام قرار دیا نیز طلاق دینے والے مرد اور مطلقہ عورت کا نکاح حرام ٹھہرایا۔

طلاق، زمانہ جاہلیت میں:

*مضمون نگار دوماہی رضائے مدینہ، جمشید پور کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

عرب میں یہ رواج تھا کہ خاوند اپنی بیوی کو ان گنت بار طلاق دے سکتا تھا۔ چناں چہ مفسر کبیر ابن جریر لکھتے ہیں:

ایک مرد جتنی بار چاہتا اپنی بیوی کو طلاق دیتا کوئی پابندی نہ تھی اور ہر بار عدت گزرنے سے پہلے رجوع کرسکتا تھا۔ ایک دفعہ ایک انصاری نے اپنی بیوی کو دھمکی دی لااقربک و لاتحلین منی، نہ تو میں تمہارے نزدیک جاؤں گا اور نہ تو مجھ سے آزاد ہو سکے گی۔ اس کی بیوی نے اس سے پوچھا یہ کیسے؟ تو وہ بولا کہ میں تمہیں طلاق دیا کروں گا اور عدت گزرنے سے پہلے رجوع کرلیا کروں گا۔ وہ اپنے تاریک مستقبل کا تصور کرکے لرز گئی اور شکوہ کناں بارگاہ رسالتمآب رحمۃ للعالمین ﷺ میں حاضر ہوئی اور اپنی مظلومیت کی داستان عرض کی۔ پروردگار عالم نے اپنے حبیب مکرم ﷺ پر قرآن میں تفصیلی احکام بیان فرمادیا۔

طلاق کا بیان قرآن میں:

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور قرآن اس کا دستور اساسی ہے اس میں تمام بنیادی احکام بہت ٹھوس اور مدلل انداز میں بیان کیے گئے ہیں۔ طلاق کے تعلق سے بھی اس میں واضح آیات اور تفصیلی احکام موجود ہیں۔

چند ضروری اور اہم آیات یہاں پیش کی جارہی ہیں:

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف ولا تمسكوهن ضرارا لتعتدوا ومن يفعل ذالك فقد ظلم نفسه ولا تتخذوا آيات الله هزوا واذكروا نعمت الله عليكم وما انزل عليكم من الكتب والحكمة يعظكم به واتقوا الله واعلموا ان الله بكل شيء عليم۔ (البقرہ ۲۳۱)

یعنی جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد آلگے تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو اور انھیں ضرر دینے کے لیے روکنا نہ ہو کہ حد سے بڑھو، اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور اللہ کی آیتوں کا ٹھٹھا نہ بناؤ اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہیں نصیحت دینے کو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنكح زوجا غيره، فان طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا ان ظنا ان يقيما حدود الله وتلك حدود الله يبينها لقوم يعلمون۔ (البقرہ۔ ۲۳۰)

یعنی پھر اگر تیسری طلاق اسے دے دی تو وہ عورت اب اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ دوسرا اگر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں، اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نبھائیں گے اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنھیں بیان کرتا ہے دانشمندوں کے لیے۔

الطلاق مرتٰن فامساك بمعروف او تسريح باحسان۔ (البقرہ۔ ۲۲۹)

یعنی یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف ذلك يوعظ به من كان منكم يؤمن بالله واليوم الاخر ذلكم ازكى لكم واطهر والله يعلم وانتم لا تعلمون۔ (البقرہ۔ ۲۳۱)

یعنی اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد پوری ہوجائے تو اے عورتوں کے والیو! انھیں نہ روکو اس سے وہ اپنے شوہروں سے نکاح کرلیں جب کہ آپس میں موافق شرع رضامند ہوجائیں۔ یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو یہ تمہارے لیے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

طلاق احادیث کی روشنی میں:

و عن ثوبان قال قال رسول ﷺ ايما امراة سالت زوجها طلاقا في غير ما باس فحرام عليها رائحة الجنة (رواہ احمد و الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ والدارمی)

یعنی ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو عورت سخت ضرورت کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

وعن ابی عمر ان النبی ﷺ قال ابغض الحلال الی الله الطلاق۔ (رواہ ابوداؤد)

یعنی حضرت عمر سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرام چیزوں میں ناپسندیدہ ترین چیز طلاق ہے۔

و عن ابی هريرة ان النبی ﷺ قال المنتزعات و المختلعات هن المنافقات۔ (رواہ النسائی)

یعنی حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے

فرمایا: شوہر سے اپنی جان چھڑانے والیاں اور خلع طلب کرنے والیاں منافق ہیں۔

وعن مالك بلغه ان رجلا قال لعبدالله بن عباس انی طلقت امراتی ماۃ تطلیقة فماذا ترئ علی فقال ابن عباس طلقت منك بثلاث و سبع و تسعون اتخذت بها اٰیات الله هزوا۔ (رواہ فی المؤطا)

امام مالک سے روایت ہے کہ انہیں یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس کو کہہ رہا ہے میں نے اپنی بیوی کو سوطلاقیں دی ہیں تو آپ مجھ پر کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ حضرت عباس نے فرمایا وہ تجھ سے تین طلاقوں سے جدا ہو گئی اور ستانوے سے تونے اللہ کی آیتوں کا مذاق اڑایا ہے۔

وعن معاذ بن جبل قال قال رسول ﷺ یا معاذ ما خلق الله شیئا علی وجه الارض احب الیه من العتاق ولا خلق الله شیئا علی وجه الارض ابغض الیه من الطلاق۔ (رواہ الدار قطنی)

یعنی حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا: اے معاذ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر کوئی ایسی چیز پیدا نہیں فرمائی جو اسے غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہو اور اللہ نے روئے زمین پر طلاق سے زیادہ ناپسندیدہ چیز پیدا نہیں فرمائی۔

طلاق کی حکمت:

اسلام دین فطرت ہے اور ہر دور اور ہر زمانے کے لیے ہے ہر قبیلہ اور ہر فرد کے لیے ہے اس لیے اس میں جو وسعت اور جامعت ہے اس کی مثال دوسرے مذاہب میں نہیں۔ طلاق کے سلسلے میں اسلام میں جو وسیع النظری ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ قرآن وحدیث کے مطالعہ سے جو بات نکھر کے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ طلاق نہ تو فرض یا واجب ہے اور نہ ہی لازم اور ضروری ہے بلکہ یہ پرسکون زندگی کا ایک بہترین نسخہ ہے۔ جس طرح سے اگر دوا ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق استعمال کی جائے تو مفید اور صحت بخش ہوتی ہے لیکن اگر ڈاکٹر کی ہدایت کے خلاف اپنی مرضی سے استعمال کی جائے تو نقصان دہ اور جان لیوا بن جاتی ہے اسی طرح سے طلاق کا معاملہ ہے اگر میاں اور بیوی کے درمیان اختلاف اور جھگڑا ہونے لگے، بیوی اگر ضد اور سرکشی پر آمادہ، اطاعت و فرمانبرداری میں کوتاہی، خانگی ذمہ داری کی ادائے گی میں لاپرواہی اور دین وشریعت کی دھجیاں اڑانے لگے تو ایسی صورت میں شوہر کی ذمہ داری بنتی ہے کہ بیوی کو نرمی سے سمجھائے، اگر نہ مانے تو سختی سے فہمائش کرے، اگر یہ تدبیر کارگر نہ ہو تو ہلکے پھلکے انداز میں مارے۔ (جانوروں کی طرح پٹائی کرنے کی اسلام میں اجازت نہیں)۔ اس سلسلے میں حدیث پاک میں اسلام کی رہنمائی اس انداز سے بیان کی گئی ہے۔

ان ترکته لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء۔ (بخاری، مسلم)

یعنی حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عورتوں کو نیکی کی وصیت کرو کیوں کہ وہ پسلی سے پیدا کی گئیں ہیں اور بیشک سب سے زیادہ ٹیڑھی اوپر والی پسلی ہے اگر تو اسے سیدھا کرنا چاہے تو اسے توڑ دے گا اور اگر چھوڑ دے تو وہ ٹیڑھی رہے گی، لہٰذا عورتوں کو نیکی کی وصیت کرو۔

وعنه قال قال رسول الله ﷺ ان المراۃ خلقت من ضلع تستقیم لك علی طریقةفان استمتعت بها استمتعت بها وبهاعوج و ان ذهبت تقیمها کسرتهاو کسرها طلاقها (رواہ مسلم)

یعنی ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بیشک عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے وہ تیرے لیے راہ راست پر ہرگز سیدھی نہیں ہوگی، اگر تو اس سے نفع حاصل کرنا چاہے تو اس کی کجی کے باوجود نفع حاصل کر اور تو اسے سیدھی کرنا چاہے گا تو اسے توڑ دے گا اور اس کے توڑنے سے مراد اس کی طلاق ہے۔

درمختار میں ہے: لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ (ہاں ایسی بدچلن کو ہر ممکن ذریعہ سے بدچلنی سے روکنا شوہر پر ضروری ہے۔

قرآن عظیم میں ہے: (والاتی تخافون نشوزهن فعظوهن فی المضاجع واضربهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا) (النساء، ۳۴)

یعنی اگر عورتیں نافرمانی کریں تو انہیں سمجھاؤ۔ خواب گاہ میں انھیں اپنے سے الگ کردو اور مارو۔

اگر یہ ساری تدبیریں بے کار ہو جائیں تو اب طلاق کی شروعات کی اجازت ہے۔ مطلب یہ کہ زندگی جب اجیرن

ہو جائے تو طلاق کا نسخہ استعمال کیا جائے۔ ان حالات کے تناظر میں ہر حساس، دردمند اور سمجھدار انسان یہی کہے گا کہ اگر دونوں کا ساتھ مشکل ہو جائے تو جدائی کرا دی جائے تا کہ دونوں اپنے اپنے طور پر پرسکون زندگی کی سبیل تلاش کر سکیں۔

جہاں طلاق کا رواج نہیں:

جن مذاہب میں طلاق پر طنز کیا جاتا ہے یا طلاق کی مخالفت کی جاتی ہے ان کے پیروکار عملی طور پر اپنے مذاہب سے بغاوت کی راہ اختیار کر چکے ہیں جو لوگ اپنے آپ کو ماڈرن کہلواتے ہیں وہ اسے کوئی دوسرا خوشنما نام دے کر اپنا کام چلا لیتے ہیں اور جو ایسا نہیں کر سکتے وہ یا تو گھٹ گھٹ کر جینے پر مجبور ہوتے ہیں یا تو خودکشی کی راہ اختیار کر کے ہمیشہ کے لیے دنیاوی عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میڈیا کی سرخیوں اور قرب و جوار کے حالات و معاملات نے اتنے واقعات دکھا دیئے ہیں کہ اس سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں، ان ہوشربا حالات کے تناظر میں جب اسلام کے روح پرور نسخہ ،، طلاق ،، کو دیکھا جاتا ہے تو اسلام کی وسعت نظری پر دل عش عش کرنے لگتا ہے۔

طلاق کا اختیار مرد ہی کو کیوں؟

مخالفین طلاق ”کھسیانی بلی کھبا نوچے“ کے طور پر جب طلاق معقولیت کا اعتراف کر لیتے ہیں تو یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ چلو یہ ہم مان لیتے ہیں کہ طلاق کا طریقہ ٹھیک ہے مگر طلاق دینے کا اختیار اسلام نے جو صرف مردوں کو دیا ہے یہ طریقہ درست نہیں ہے اس سے تو عورتوں پر زیادتی کی بو آتی ہے۔ اس لیے ہونا یہ چاہیے کہ مرد اور عورت دونوں کو حسب ضرورت طلاق کا اختیار رہنا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا قانون یہ کوئی انسانی دماغ کی اپج یا ایمامینٹ کی تجویز نہیں جو انجام سے بے خبر جذبات میں مرتب کر دی گئی ہو۔ بلکہ یہ الہامی اور خدائی قانون کا مجموعہ اور خدائے تعالی ہر شخص کی اصلیت سے باخبر ہے اور ہر چیز کے انجام سے واقف ہے۔ اس پر پروردگار عالم کا ارشاد ہے۔

الرجال قوامون علی النساء۔ (سورہ النسا) یعنی مرد عورتوں پر حاکم ہے۔

بیدہ عقدۃ النکاح۔ (سورہ النسا) یعنی مردوں کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔

نیز تجربات شاہد ہیں کہ عورتیں مردوں کے مقابل میں کم عقل ہوتی ہیں لیکن غصے اور جذبات مردوں سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ اب اگر ایسی صورت میں بھی عورتوں کو عام طور پر طلاق کا اختیار دے دیا جائے تو یہ ایسا ہوگا جیسے پاگل کے ہاتوں میں A. K 47 تھمانا ہے۔ جس کا استعمال وہ نہ جانے کب اور کہاں کر بیٹھے؟ کہ معمولی سی بات پر غصہ میں آ کر نہ جانے کتنے لوگوں کا خون بہا دے، ٹھیک اسی طرح سے پرسکون زندگی اور عزت و ناموس کی حفاظت کے درپے عورتوں کو طلاق دینے کا اختیار دینا ٹھیک نہیں ہے۔ جن ممالک میں لوگ عقل کی پیروی اور جھوٹی مساوات کی نمائش کرتے ہوئے عورتوں کو اس بات کی اجازت دے چکے ہیں وہاں کی معاشرتی زندگی سے امن و چین اٹھ چکا ہے ایک ایک عورتیں کئی کئی مردوں کی آغوش گرم کر چکی ہوتی ہیں۔ حسن و جمال کی بہاروں تک تو ہر کوئی ان سے لطف اندوز ہونے کے لیے لپکتا ہے مگر عمر ڈھلنے کے بعد ان کی حیثیت بالکل ایسی ہو جاتی ہے جیسے گنے کی مشین کے ذریعے پورا جوس نکال لیا ہو کہ اب اس پر مکھی بھی بیٹھنے کو تیار نہیں۔

طلاق کا دوسرا رخ خلع

اسلام کے طریقہ طلاق پر انگشت نمائی کرنے والے، اسلام کے اصول طلاق کا ایک رخ دیکھ کر چراغ پا ہوتے نظر آتے ہیں انہیں طلاق کے دوسرے رخ خلع کی یا تو خبر نہیں اور اگر خبر ہے تو دانستہ طور پر اس سے دامن بچاتے نظر آتے ہیں۔ اس لیے ٹھنڈے دل سے اس اہم پہلو پر بھی نظر کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام نے اگر ایک طرف مرد کو طلاق کا اختیار دیا تو دوسری طرف عورت کو ناچاقی اور اختلاف کی صورت میں خلع کی بھی اجازت دی ہے عورت اگر محسوس کرے کہ مرد کسی طور اس کے لائق نہیں اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا پرسکون زندگی کے لیے ضروری ہے تو وہ خلع لے کر پرامن اور سکون کی زندگی گزارے۔ نیچے اسلامی قانون کے مطابق خلع حاصل کرنے کا طریقہ بیان کیا جا رہا ہے۔

خلع کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ولا یحل لکم ان تاخذوا مما آتیتموھن شیئاً الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم

الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا و من یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون۔ (البقرہ)

یعنی تمہیں حلال نہیں کہ جو کچھ عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو، مگر جب دونوں کو اندیشہ ہو کہ اللہ عزوجل کی حدیں قائم نہ رکھیں گے پھر تمہیں اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ عزوجل کی حدیں قائم نہ رکھیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں، اس میں کہ بدلا دیکر عورت چھٹی لے، یہ اللہ عزوجل کی حدیں ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو اور جو اللہ عزوجل کی حدوں سے تجاوز کریں تو وہ لوگ ظالم ہیں۔

حدیث: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہما کی زوجہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی، کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت بن قیس رضی اللہ عنہما کے اخلاق و دین کی نسبت مجھے کچھ کلام نہیں (یعنی ان کے اخلاق بھی اچھے اور دیندار بھی ہیں) مگر اسلام میں کفران نعمت کو میں پسند نہیں کرتی (یعنی بوجہ خوبصورت نہ ہونے کے میری طبیعت ان کی طرف مائل نہیں) ارشاد فرمایا اس کا باغ (جو مہر میں تجھ کو دیا) تو واپس کردے گی؟ عرض کی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس سے فرمایا، باغ لے لو طلاق دیدو۔

مسئلہ ۱: مال کے بدلے میں نکاح زائل کرنے کو "خلع" کہتے ہیں عورت کا قبول کرنا شرط ہے بغیر اس کے قبول کیے خلع نہیں ہوسکتا، اور اس کے الفاظ معین ہیں ان کے علاوہ اور لفظوں سے نہ ہوگا۔

مسئلہ ۲: اگر زوج اور زوجہ کے درمیان نا اتفاقی رہتی ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ احکام شرعیہ پر عمل نہ کرسکیں گے تو خلع میں مضایقہ نہیں اور جب خلع کرلیں تو طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور جو مال ٹھہرا ہے عورت پر اس کا دینا لازم ہے۔ (ہدایہ)

طلاق سنت اور طلاق بدعت

طلاق سنت: طلاق سنت کے لیے دو شرطیں ہیں، پہلی شرط یہ کہ طلاق مدخولہ بیوی کو حالت حیض میں نہ دی جائے، بلکہ ایسے طہر کی حالت میں دی جائے جس میں شوہر نے بیوی کے ساتھ جماع نہ کیا ہو۔

اور دوسری شرط یہ ہے کہ مدخولہ کو ایک طہر میں ایک ہی طلاق رجعی دی جائے، اگر ایک طہر میں ایک طلاق رجعی دے کر چھوڑ دیا، یہاں تک کہ اس کی عدت گزر گئی تو یہ طلاق احسن ہے اور اگر ایسے طہر میں جس میں وطی نہ ہوئی ہو ایک طلاق رجعی دی یہاں تک کہ تین طلاقیں پوری ہوگئیں تو یہ طلاق حسن ہے، اسی طرح غیر مدخولہ کو ایک طلاق دینا چاہے وہ حالت حیض میں ہو طلاق حسن ہے اور نابالغہ یا آئسہ (ایسی عورت جس کو حیض آنا بند ہوگیا ہو) کو تین مہینوں میں تین طلاقیں دینا بھی طلاق حسن ہے۔

مدخولہ کو حالت حیض میں طلاق دینا یا ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں اس کے ساتھ صحبت کرچکا ہو، یا طلاق بائن دینا یا ایک سے زائد طلاق۔

طلاق بدعت: طلاق بدعت ایک طہر میں دینا، اسی طرح غیر مدخولہ کو بیک وقت ایک سے زائد طلاق دینا، یا نابالغہ یا آئسہ کو ایک مہینہ میں ایک سے زائد طلاق دینا طلاق بدعت ہے۔

مسئلہ: طلاق بدعت ممنوع ہے لیکن اگر کسی نے ایسی طلاق دے دی تو واقع ہوجائے گی اور طلاق دینے والا سخت گنہ گار ہوگا۔

طلاق صریح: طلاق صریح وہ طلاق جو ایسے الفاظ سے دی گئی ہو جو صرف طلاق ہی کے معنی میں استعمال ہوتے ہوں، اور اگر اس کے علاوہ کوئی معنی ہو تو وہ متروک ہوچکے ہوں۔

طلاق صریح کا حکم:

طلاق صریح کا حکم یہ ہے کہ نیت کے بغیر بھی اس سے طلاق واقع ہوجائے گی۔

لفظ صریح سے طلاق رجعی واقع ہو جاتی ہے مگر درج ذیل صورتوں میں طلاق بائن ہوگی:

لفظ صریح کے ذریعے ایسی زوجہ کو طلاق دی گئی ہو جس کے ساتھ نکاح کے بعد صحبت نہیں کی گئی ہو چاہے خلوت ہوچکی ہو۔

لفظ صریح کے ساتھ ایسی صفت کا اضافہ کیا گیا ہو جس سے طلاق کی کیفیت میں شدت اور فوراً رشتہ نکاح کا منقطع کیا جانا سمجھ میں آتا ہو۔

تشریح:

مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے کہا: میں نے تم کو قطعی طلاق دی، بائن طلاق دی، پہاڑ جیسی طلاق دی، بدترین طلاق دی، سخت ترین طلاق دی، وغیرہ۔

کسی عوض کے بدلہ طلاق دی گئی ہو، دو طلاق کے بعد لفظ

صریح سے تیسری طلاق دی ہو یا بیک وقت صراحۃ یا اشارۃ تین طلاق دی گئی ہو۔

طلاق رجعی کا حکم:

طلاق رجعی میں عدت کے اندر شوہر بیوی کو اس کی رضا اور تجدید نکاح کے بغیر لوٹا سکتا ہے۔لیکن عدت ختم ہوجانے کے بعد بائنہ ہوجائے گی اور تجدید نکاح کے بغیر حلال نہیں ہو سکے گی۔

رجعت کا طریقہ:

رجعت عملاً بھی ہوسکتی ہے، مثلاً یہ کہ شوہر مطلقہ سے وطی یا بوس و کنار کر لے اور رجعت قولاً بھی ہوسکتی ہے مثلا شوہر کہے کہ میں نے اپنی بیوی کو لوٹا لیا اور اس کی اطلاع بیوی کو کردے، قولی رجعت گواہوں کے سامنے بہتر ہے۔

طلاق بائن کا حکم:

طلاق بائن خواہ صریح لفظ سے ہو یا کنائی سے اس کی دو قسمیں ہیں:

بینونت خفیفہ، بینونت غلیظہ

تین سے کم طلاق دی گئی ہو تو بینونت خفیفہ ورنہ بینونت غلیظہ۔

بینونت خفیفہ میں بیوی گرچہ زوجیت سے نکل جاتی ہے لیکن پھر دونوں باہمی رضامندی کے ساتھ عدت کے اندر یا عدت کے بعد دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور بینونت غلیظہ میں دوبارہ نکاح ہونے کی صورت میں صرف یہ ہے کہ عورت عدت گزرنے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کر لے اور دوسرا مرد اس کے ساتھ جنسی تعلق قائم کرنے کے بعد مر جائے یا اسے طلاق دے دے پھر عدت وفات یا عدت طلاق گزر جائے، تو باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔

متفرق مسائل طلاق:

وطی یا خلوت صحیحہ سے پہلے اگر یکے بعد دیگر تین طلاقیں دے دی جائیں خواہ صریح ہوں یا بائن تو پہلی طلاق سے ہی بیوی بائنہ ہوجائے گی اور بقیہ طلاقیں لغو قرار پائیں گی، اس لیے کہ وہ عورت محل طلاق نہیں رہی البتہ اگر اس نے یہ کہا: میں نے تین طلاقیں دیں، تو تینوں طلاقیں واقع ہوجائیں گی۔

شوہر نے بیوی کو مطلقہ کے لفظ سے خطاب کیا اور کہا اے مطلقہ! اے طالقن! اے طلاق یافتہ! اس صورت میں اگر وہ اپنے پہلے شوہر یا اسی شوہر سے پہلے طلاق پا چکی ہے اور شوہر کی نیت طلاق دینے کی نہیں تو طلاق واقع نہیں ہوگی، سمجھا جائے گا کہ طلاق سابق کی وجہ سے اس کو مطلقہ کہا اور اگر پہلے طلاق پائی ہوئی نہیں ہے تو اس پر ایک طلاق رجعی واقع ہوجائے گی۔

اگر کسی شخص نے طلاق کے جملے میں عدد طلاق کی صراحت کر دی یعنی ایک یا دو یا تین کی صراحت کی تو عدد کے مطابق واقع ہوگی۔

اگر کسی شخص نے طلاق کے جملے میں عدد طلاق کی صراحت نہیں کی مگر بار بار طلاق دینے کا جملہ دہرایا۔ مثلا تجھے طلاق دی، تجھے طلاق دی یا یوں کہا: تجھے طلاق طلاق طلاق تو ایسی صورت میں اگر طلاق دینے والا یہ اقرار کرے کہ اس نے دو یا تین بار لفظ طلاق دہرا کر دو یا تین طلاق دینا چاہا ہے تو ایسی صورت میں دو یا تین طلاق واقع ہوگی۔

اور اگر طلاق دینے والا یہ کہتا ہے کہ اس کی نیت ایک ہی طلاق کی تھی اور اس نے محض زور پیدا کرنے کے لیے الفاظ طلاق دہرائے ہیں۔ اس کا مقصد ایک سے زائد طلاق دینا نہیں تھا۔ تو اس کا یہ بیان حلف کے ساتھ تسلیم کیا جائے گا اور ایک ہی طلاق واقع ہوگی، اور اگر طلاق دینے والا یہ کہتا ہے کہ اس کی کچھ بھی نیت نہیں تھی، نہ ایک کی اور نہ دو یا تین کی، تو دیکھا جائے گا کہ عرف میں ایسے مواقع پر تاکید الفاظ دہرانے کا رواج ہے یا نہیں اگر عرف غالب یہ ہو کہ ایسے مواقع پر لوگ محض کلام میں زور پیدا کرنے کے لیے بار بار اسی لفظ کو دہراتے ہیں تو عرف کے تقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے الفاظ کی تکرار کو تاکید پر محمول کر کے ایک ہی طلاق واقع کی جائے گی لیکن اگر عرف ایسا نہ ہو بلکہ الفاظ کی تکرار نیا معنی پیدا کرنے کے لیے معروف ومروج ہو تو ایسی صورت میں لفظ طلاق کو مستقل طلاق پر محمول کیا جائے گا۔

بیوی نے شوہر سے کہا مجھے طلاق دیجیے مجھے طلاق دیجیے، مجھے طلاق دیجیے، شوہر نے صرف ایک مرتبہ کہا میں نے تجھ کو طلاق دی، تو صرف ایک طلاق واقع ہوجائے گی۔

طلاق اور مسلمان:

اسلام نے طلاق کے حوالے سے جتنا بہتر اور قابل عمل دستور اور قانون دیا ہے اس سے بہتر طریقہ اور قانون پیش ہی نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس کے باوجود بھی آج طلاق کے حوالے سے اسلام اور مسلمان کو بدنام کیا جارہا ہے اس کی بہت بڑی وجہ صرف مسلمانوں کی اسلامی قانون سے بے خبری اور اسلامی قانون پر عمل نہ کرنا ہے ورنہ اگر مسلمان صحیح طریقے (بقیہ ص ۳۰ر پر)

از: محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

کیا آپ کی بہن یا بیٹی بھی کسی کالج میں پڑھتی ہے؟ اگر ہاں تو اسکی مصروفیات پر لازمی طور پر نظر رکھیں

کچھ دنوں قبل دہلی سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ ''انڈین ایکسپریس'' میں ایک تفصیلی رپورٹ شائع ہوئی ہے، پوری رپورٹ کا ترجمہ سہیل انجم نے اردو میں کیا ہے، ہم اس پر کوئی تبصرہ کئے بغیر من وعن قارئین کی خدمت پیش کرتے ہیں اور یہ التماس بھی کرتے ہیں اس تحریر کو پوری سنجیدگی ساتھ پڑھیں اور اپنے گھر، محلے اور شہر وقصبات کا جائزہ لیں کہ کہیں ہماری اطراف میں تو ایسا نہیں ہو رہا ہے؟

ہندستان میں مسلم خاتون کی عزت پر حملے کی مہم اتنی تیزی سے پھیل رہی ہے، اگر یہ سلسلہ بند نہ ہوا تو اس کے انتہائی خطرناک نتائج برامد ہو سکتے ہیں اور ملک میں بھیانک فسادات کا سلسلہ شروع ہو سکتا ہے، اس مہم کے پس پردہ بھی وہی عناصر کارفرما ہیں جو لو جہاد کی مہم میں سرگرم تھے، البتہ اب انھوں نے اپنا طریقہ کار بدل دیا ہے اور وہ جارحانہ انداز میں بزعم خود لو جہاد کا انتقام لے رہے ہیں، حالانکہ لو جہاد ایک بے بنیاد مہم تھی جو سنگھی ذہنیت کی پیدا کردہ تھی، جس کا مقصد ہندؤوں اور مسلمانوں کے درمیان تفریق کے بیج بونا تھا، لیکن جب اس پر زبردست ہنگامہ ہوا تو اس محاذ کو سردست چھوڑ دیا گیا اور ایک نیا محاذ شروع کر دیا گیا، اس محاذ یا اس مہم کا نام ''بہولاؤ، بیٹی بچاؤ'' ہے اور اس کے تحت مغربی بنگال میں اب تک تقریباً پانچ سو مسلم اور عیسائی لڑکیوں کو ہندو بنایا جا چکا ہے، اب ''لو جہاد'' کی مانند ہندو مسلم جوڑے کو نشانہ نہیں بنایا جاتا بلکہ اس کی حوصلہ افزائی اور عزت افزائی کی جاتی ہے بشرطیکہ لڑکی مسلمان ہو اور وہ ہندو ہو جائے۔

اس بارے میں ایک تفصیلی اور تحقیقی رپورٹ دہلی سے شائع ہونے والے انگریزی روزنامہ انڈین ایکسپریس میں شائع ہوئی ہے، اس میں تصویروں کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ کس طرح ہندو لڑکے مسلم لڑکیوں کو اپنے پیار کے جال میں پھانستے ہیں اور پھر ان لڑکیوں کا شدھی کرن کیا جاتا ہے، ان کو ہندو بنایا جاتا ہے، ہندو نام رکھے جاتے ہیں اور پھر ہندو مذہب کے مطابق ان کی شادی کی جاتی ہے، تقریباً ایک سال سے یہ سلسلہ جاری ہے، صرف اتنا ہی نہیں بلکہ جو مسلم لڑکیاں ہندو ہو جاتی ہیں ان کے والدین سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے تحفظ کے لیے بی جے پی میں شامل ہو جائیں، لڑکوں کے والدین کو بھی اسی بہانے سے بی جے پی میں شامل کیا جاتا ہے، یہ مہم دودھاری تلوار کی مانند ہے، اس کے دو مقاصد ہیں، پہلا مسلم اور عیسائی لڑکیوں کو ہندو بنانا اور دوسرے بی جے پی کی طاقت میں اضافہ کرنا، مغربی بنگال کے ان اضلاع میں جہاں ترنمول، کانگریس اور بائیں بازو کی پارٹیاں کمزور ہیں اور جہاں بی جے پی اپنے قدم جمانے کی کوشش کر رہی ہے، انہی اضلاع میں یہ سلسلہ تیزی سے چلایا جا رہا ہے۔

رپورٹ کے مطابق اس مہم میں وشو ہندو پریشد، ہندو سمہتی، ہندو جاگرن منچ اور بھارت سیوا آشرم سنگھ شامل ہیں، انڈین ایکسپریس کے نمائندوں نے گزشتہ دو ماہ میں ساؤتھ ۲۴ ر پرگنہ، نارتھ ۲۴ ر پرگنہ، مرشدآباد، ہاؤڑہ اور بیر بھومی کے دورے کیے اور اس سلسلے میں تفصیلات یکجا کیں، وشو ہندو پریشد کے لیڈر بادل داس جو کہ پریشد میں اس مہم کے انچارج ہیں بتاتے ہیں کہ گزشتہ ایک سال میں کم از کم پانچ سو مسلم اور عیسائی لڑکیاں ہندو لڑکوں سے شادی کر کے ہندو بن گئی ہیں، ان تمام خواتین نے اپنے ہندو نام رکھ لیے ہیں اور ان کے گھر والوں کو بی جے پی میں شامل کیا جا رہا ہے، ہندو سمہتی کے سربراہ تپن گھوش کے مطابق ''لو جہاد'' کے تحت مسلم لڑکے ہندو لڑکیوں کو اپنے پیار کے جال میں پھانستے تھے اور ان سے شادی کر لیتے تھے، مگر

اب ہماری کوشش متاثرین کو بچانا اور مسلم لڑکیوں کو ہندو بنانا ہے، جادو پور یونیورسٹی میں پروفیسر اچنتیا وشواس نے جو کہ وشو ہندو پریشد کی گولڈن جوبلی تقریبات میں مہمان خصوصی تھے، کہتے ہیں کہ اگر کوئی ہندو لڑکا کسی مسلم لڑکی کو ہندو بناتا ہے تو یہ بہت اچھی اور اہم بات ہے، ہم ہندو لڑکیوں کے مسلم لڑکوں سے شادی کے رجحان کو توڑنا اور مسلم لڑکیوں کے ہندو لڑکوں سے شادی کے رجحان کی حوصلہ افزائی کررہے ہیں۔

۲۱ رسالہ مسلم لڑکی ربیکہ خاتون اب میناکشی ہوگئی ہے اور ساؤتھ ۲۴ پرگنہ میں رہتی ہے، بقول اس کے وہ ہندو بن کر اور ہندو لڑکے کے ساتھ اس کے گھر میں رہ کر بہت خوش ہے، شروع میں وہ کچھ بتانے سے انکار کرتی ہے لیکن بعد میں اپنی شدھی کرن کی کہانی بتاتی ہے، اس کے سسرال والوں نے اس کا نام میناکشی رکھا ہے، ہندو سمہتی نے اس کی شادی کا انتظام کیا، انھوں نے ایک سال قبل کورٹ میں شادی کرلی تھی، اس کے شوہر کا نام مدھو منگل نسکر ہے، اس کے باپ ہردھن چندر نسکر نے اس شادی کی مخالفت نہیں کی، اب یہ پورا خاندان بی جے پی میں شامل ہوگیا ہے، لڑکی کے باپ مشرف شیخ سے بھی کہا جارہا ہے کہ اگر وہ اپنا تحفظ چاہتے ہیں تو وہ بھی بی جے پی میں شامل ہو جائیں، ربیکہ عرف میناکشی کا کہنا ہے کہ ہندو سمہتی نے ہمیں کولکاتہ میں ایک شیلٹر میں رکھا تھا، چند ماہ کے بعد یہاں ان کے گھر آگئی، میں نے خود کو ایک ہندو ہونے کا اعلان کیا اور اس بارے میں ایک حلف نامہ عدالت میں داخل کیا، لڑکے کے والدین نے میرے شدھی کرن کے لیے ایک ہون کا انتظام کیا، اس کے بعد میں نے ہندو مذہب کے مطابق ان سے شادی کر لی، اس کے سسر کا کہنا ہے کہ میں نے لڑکی کے باپ سے کہا ہے کہ وہ بھی بی جے پی سے اچھے تعلقات رکھے، میں بھی اب بی جے پی ہی میں ہوں پہلے نہیں تھا، پہلے میں SUCI کا رکن تھا، لڑکی کے والد مسرت شیخ کے مطابق شروع میں ہم نے اس شادی پر مزاحمت کی لیکن جب میری لڑکی لڑکے کے ساتھ بھاگ گئی اور اس سے شادی کرلی تو میں کیا کرسکتا تھا، لڑکی خوش ہے۔

اخبار نے اس ابتدائی رپورٹ کے علاوہ ایک مکمل صفحہ پر بھی ایک اسٹوری شائع کی ہے جس میں ان لڑکیوں اور لڑکوں میں سے بعض کی تصاویر ہیں جنھوں نے اس مہم کے تحت شادی کی ہے، ایک لڑکی کو گھر میں بنے مندر میں پوجا کرتے ہوئے بھی دکھایا گیا ہے، ۲۲ رسالہ ام کلثوم خاتون اب انترا بچار ہوگئی ہے، اس نے راج شیکھر بچار سے شادی کی ہے، راج شیکھر کا کہنا ہے کہ میں نیم پیٹھ رام کرنا آشرم میں ایک اسٹوڈنٹ ہوں، میری ایک بہن نے ایک مسلم نوجوان سے شادی کی ہے، لیکن جب وہ مسلمان ہوگئی تو اسے گھر تک محدود کردیا گیا، اسے گھر سے نکلنے کی اجازت نہیں، اب میں نے اس کے شوہر کی رشتے کی بہن سے شادی کرلی، حساب برابر ہوگیا، ۲۷ رسالہ شبینہ یاسمین اب نندنی مکہل ہوگئی، اس نے تلسیر ہاٹ کے ببلو مکہل سے شادی کر لی، مکہل ایم اے کا اسٹوڈنٹ ہے، اس نے بتایا کہ شبینہ نے عدالت میں حلف نامہ داخل کرکے خود کو ہندو اعلان کیا، اس کے بعد ہم نے ہندو مذہب کے مطابق شادی کی، ۲۳ رسالہ نروپا سلطانہ اب روپا کونرا ہوگئی ہے، اس نے سکنڈ ائیر کے اسٹوڈنٹ گوپال کونرا سے شادی کی ہے، اس کا کہنا ہے کہ مجھے گوپال کونرا سے پیار ہوگیا تھا، مگر میں اپنا مذہب بدلنے کی ہمت نہیں کر پارہی تھی، مجھے تپن گھوش کے پاس لے جایا گیا، انھوں نے کہا میرا اصل مذہب ہندوازم ہی ہے اور مجھے اس مذہب میں واپس آجانا چاہیے، میں اپنے گھر سے بھاگ گئی اور میں نے ایک شیلٹر میں پناہ لی، اب میں نے ان سے شادی کرلی ہے، میں خوش ہوں، میں روزانہ کالج جاتی ہوں، میرے گھر والوں نے مجھ سے رشتہ توڑلیا ہے، میں نے بھی ان سے رشتہ توڑلیا۔

۲۰ رسالہ رقیہ خاتون اب رومپا چٹرجی ہوگئی، اس نے ایک ہندو پنڈت ہری داس چٹرجی کے بیٹے کارتک چٹرجی سے شادی کرلی، اس نے بتایا کہ ہندو سمہتی نے اسے شیلٹر میں لے جا کر رکھا، جہاں مزید تین جوڑے پہلے سے تھے، وہاں ہم تقریباً چھ ماہ رہے، تپن گھوش نے مجھ سے کہا کہ اب اسے اس معاملے کو سلجھا لینا چاہیے، اس کے بعد سے میں ان کو بابا پکارنے لگی، ستمبر میں ہم نے شادی کرلی، شادی کے بعد اس کے سسر نے بی جے پی جوائن کرلی، اس کے سسر کے مطابق وہ پہلے SUCI میں تھے، اس نے بتایا کہ میں نے ایک یگیہ کا اہتمام کیا، میں نے اپنی بہو سے کہا کہ وہ اب اپنے گھر والوں سے تعلق توڑ لے، ۲۰ رسالہ روشنا اب جیوتی ہوگئی ہے، اس نے تیس سالہ بسوجیت سرکار سے شادی کی ہے، اس کا بھی شدھی کرن کیا گیا، بسوجیت

پہلے ترنمول کانگریس میں تھا مگر اب وہ بی جے پی میں شامل ہو گیا ہے، روشنا نے بھی شیلٹر میں رکھے جانے کی کہانی بتائی، اس کا کہنا ہے کہ اس کا نام اب بدل گیا ہے، لوگوں کے مطابق روشنا اور جیوتسنا کا ایک ہی مطلب ہے، ۱۹ رسالہ کشمیرا اب کویتا منڈل ہو گئی ہے، اس نے پریودوت منڈل سے شادی کی ہے، اس کا بھی معاملہ سابقہ لڑکیوں کی مانند ہے، یعنی شیلٹر میں رکھنا اور پھر حلف نامہ داخل کر کے شدھی کرن کروانا، مذہب بدلنا اور ہندو مذہب کے مطابق ہندو لڑکے سے شادی کرنا۔

اس اسٹوری میں بعض عیسائی لڑکیوں کی کہانی بھی درج ہے لیکن بیشتر مسلم لڑکیوں کے واقعات ہیں، یہ سلسلہ ابھی مغربی بنگال کے بعض ان اضلاع میں چل رہا ہے جہاں ترنمول کانگریس، سی پی ایم، سی پی آئی اور کانگریس کی جڑیں کمزور ہیں، وہاں اس مہم کے تحت بی جے پی کی جڑیں بھی مضبوط کی جارہی ہیں، مسلم اور عیسائی لڑکیوں کی ہندو لڑکوں سے شادی کے بعد ان خاندانوں کو بی جے پی میں شامل کیا جارہا ہے، ابھی اس پر کوئی ہنگامہ نہیں ہوا ہے، دراصل اس مہم سے پورا ملک ابھی بے خبر ہے، لیکن اب جبکہ ایک قومی اخبار میں اس کی خبریں شائع ہوئی ہیں تو امکان اس بات کا ہے کہ اس پر ہنگامہ ہوگا اور ہونا بھی چاہیے، کیونکہ لوجہاد ایک فرضی معاملہ تھا جو کہ خود بی جے پی، وشو ہندو پریشد اور آر ایس ایس کی ذہنی اختراع تھی، اس فرضی معاملے کی آڑ میں حقیقتاً مسلم لڑکیوں کو ہندو بنایا جارہا ہے، اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا کہ یہ ایک بارود کا ڈھیر ہے جو رفتہ رفتہ سلگ رہا ہے، اگر یہ پھٹ گیا تو اس کے انتہائی سنگین اور خطرناک نتائج برآمد ہوں گے، اس سلسلے کو کسی نہ کسی طرح بہر حال روکنا ہوگا۔

مذکورہ حادثات کی صداقت پر پٹنہ بہار کے کامران غنی صبا کا بیان کردہ یہ واقعہ چیخ چیخ کر گواہی دے رہا کہ گزشتہ روز بس سے اسکول جاتے ہوئے میری ملاقات ایک نوجوان سے ہوئی، اس ملاقات نے مجھے اندر تک جھنجھوڑ کر رکھ دیا، میرے ہاتھ میں اردو کا اخبار تھا، نوجوان نے مسکراتے ہوئے مجھ سے اخبار طلب کیا ”معاف کیجیے گا، میرے پاس اردو کا اخبار ہے“ میرے جواب پر اس نے مسکراتے ہوئے کہا کہ ”کوئی بات نہیں میں تھوڑی بہت اردو پڑھ لیتا ہوں“ مجھے لگا شاید یہ نوجوان مسلمان ہے، کیوں کہ بہت سارے مسلم نوجوان بھی اچھی طرح اردو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے، اس سے پہلے کہ مزید میں اس سے کچھ دریافت کرتا، اُس نے خود ہی کہنا شروع کیا ”میری گرل فرنڈ مسلمان ہے اور اُس نے ہی مجھے اردو لکھنا پڑھنا سکھایا ہے“ مجھے اس کی بات پر زیادہ حیرانی نہیں ہوئی البتہ میں نے مزید وضاحت کے لیے براہ راست بات کرنا زیادہ مناسب سمجھا ”آپ ہندو ہیں؟“ میرے اس سوال پر وہ تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر کہنے لگا کہ میں خاندانی طور پر ہندو اور نظریاتی طور پر ”ناستک“ (ملحد) ہوں، البتہ اب مسلمان ہونا چاہتا ہوں ”آپ اپنی مرضی سے مسلمان ہونا چاہتے ہیں یا آپ کی گرل فرنڈ کا حکم ہے؟“ ”نہیں، نہیں، اُس نے ایسا کبھی نہیں کہا، ہاں مجھے اسلام کے بارے میں بتاتی ضرور ہے، لیکن شاید وہ خود بھی اپنے مذہب کے بارے میں بہت کم ہی جانتی ہے۔

اب وہ نوجوان خود ہی اپنے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا، اس نے بتایا کہ وہ ”کانپور“ کا رہنے والا ہے اور اپنے کسی دوست کی شادی میں بہار آیا ہوا ہے، نوجوان بہت زیادہ پڑھا لکھا نہیں لگ رہا تھا لیکن اس کی باتوں میں سنجیدگی اور ٹھہراؤ تھا، اس نے بتایا کہ وہ اسلام کے متعلق جاننا چاہتا ہے لیکن اس خوف سے اپنی خواہش کا برملا اظہار نہیں کرتا کہ اس کے گھر والے اور سماج کے لوگ اسے جینے نہیں دیں گے، اس نے بتایا کہ اتر پردیش کا ماحول بہت تیزی سے بدل رہا ہے، ہندو تنظیموں کا اثر ورسوخ دن بدن بڑھتا جارہا ہے، نئی حکومت بننے کے قبل سے ہی ہندو تنظیموں خاص طور سے ”بجرنگ دل“ اور ”ہندو یووا واہنی“ کے کام کرنے کے طریقوں میں بھی تبدیلی آئی ہے، اُس نوجوان نے بتایا کہ ہندو تنظیموں کی پوری کوشش مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کو ان کے دین سے بدظن کرنا ہے، اس کے لیے ان تنظیموں نے بہت ہی مضبوط لائحۂ عمل بنایا ہے، شادی شدہ عورتوں کو ”طلاق، گھریلو مظالم اور آزادی“ کے نام پر ورغلانے کی کوشش کی جارہی ہے، مسلمان عورتوں سے پیسے دے کر، نقاب پہنا کر اسلام مخالف بیانات رکارڈ کروائے جارہے ہیں اور انہیں سوشل میڈیا پر وائرل کیا جارہا ہے، مسلم لڑکیوں کو ورغلانے

کے لیے بہت ہی خطرناک منصوبے کے تحت کام ہو رہا ہے، اس کے لیے باضابطہ نوجوان لڑکوں کو ٹریننگ دی جاتی ہے، انہیں خاص طور سے اردو زبان سکھائی جاتی ہے، لڑکیوں کے اندر جلد متاثر ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے، لہٰذا جب وہ غیر مسلم لڑکوں کی زبان سے اردو زبان کے الفاظ اور اشعار سنتی ہیں تو فطری طور پر متاثر ہوتی ہیں اور یہیں سے ان کی بربادی کی داستان شروع ہو جاتی ہے، نوجوان نے بتایا کہ ہندو تنظیموں کی جانب سے ایک مسلمان لڑکی کو گمراہ کرنے کے عوض دو لاکھ روپے کی پیش کش کی جاتی ہے، ساتھ ہی یہ شرط بھی عائد کی جاتی ہے کہ چھ مہینے سے سال بھر کے اندر اندر لڑکی کو اس حالت میں لا کھڑا کرنا ہے کہ وہ یا تو خودکشی کر لے یا سماج میں منھ دکھانے کے لائق بھی نہ رہے۔

نوجوان کی باتوں نے مجھے اندر تک ہلا کر رکھ دیا، میں نے اپنے حوصلے کو جمع کرتے ہوئے مصنوعی مسکراہٹ کے ساتھ اُس سے سوال کیا کہ ”آپ کے پاس ایک اچھا موقع ہے، آپ دو لاکھ روپے کی پیش کش کیوں ٹھکرا رہے ہیں؟ میرے اس سوال پر وہ انتہائی سنجیدہ ہو گیا، کہنے لگا ”بھائی جان! ظلم ہندو کرے یا مسلمان، ظلم ظلم ہی ہوتا ہے، اوپر والا ظلم کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کرتا۔“

نوجوان کی منزل آ چکی تھی، وہ آداب، سلام اور مصافحہ کر کے بس سے اتر چکا تھا، اس کے جانے کے بعد میں سوچتا رہا کہ کیا اِن منصوبوں کو ناکام بنانے کے لیے ہمارے پاس بھی کوئی منصوبہ ہے؟ کیا ہماری بہنوں کے اندر وہ قوت ایمانی ہے کہ وہ ان ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں؟ کیا مسلم لڑکیوں کی تربیت کا ہمارے پاس ایسا کوئی انتظام ہے کہ کوئی انہیں گمراہ نہ کر سکے؟ مجھے نہیں معلوم کہ جس نوجوان سے میری ملاقات ہوئی اس کی باتوں میں کتنی سچائی تھی، ممکن ہے وہ خود بھی ”کسی منصوبہ“ کے تحت کام کرتا ہو، لیکن اس کی باتوں نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ کیا گھر سے باہر اسکول، کالجز اور یونیورسٹیز میں ہماری بہنیں محفوظ ہیں؟ ہمیں سنجیدگی کے ساتھ یہ سوچنا ہوگا کہ ہم کس طرح اپنے دین و ایمان کے ساتھ ساتھ اپنی بہن بیٹیوں کی عزت و آبرو اور ان کے مستقبل کو محفوظ بنائیں۔

***

از: ڈاکٹر فیض احمد چشتی*

اہل سُنّت و جماعت حنفی بریلوی کون؟

ایک تحقیقی تحریر

ایشیاء میں عقیدے کے لحاظ سے ابتدائی اہل سنت وجماعت سنی مسلمانوں کو جدید دور میں بریلوی کہا جاتا ہے۔ انگریزی وکیپیڈیا کے مطابق ان کی 200 ملین سے زائد ہے۔ انگریزی وکیپیڈیا کے جمع کردہ اعداد و شمار کے مطابق انڈیا ٹائم کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ بھارت میں مسلمانوں کی اکثریت بریلوی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتی ہے اسی طرح ہیریٹیج فاؤنڈیشن، ٹائم اور واشنگٹن پوسٹ کے اندازے کے مطابق اسی طرح کی اکثریت پاکستان میں ہے۔ سیاسیات کے ماہر روہن بیدی کے تخمینہ کے مطابق پاکستان کے مسلمانوں میں سے 60 فیصد بریلوی ہیں۔ برطانیہ میں پاکستانی اور کشمیری تارکین وطن (مسلمانوں) کی اکثریت بریلوی ہے، جو دیہات سے آئے ہیں۔ لفظ بریلوی اہل سنت و جماعت کے راسخ العقیدہ مسلمانوں کے لیے ایک اصطلاح (پہچان) ہے۔ اس کی وجہ 1856ء، مطابق 1272 ہجری میں پیدا ہونے والے ایک عالم دین کا علمی کام ہے ان کا نام مولانا احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ تھا وہ بھارت (برطانوی ہند) کے شمالی علاقہ جات میں واقع ایک شہر بریلی کے رہنے والے تھے 1921ء، مطابق 1340 ہجری میں ان کا انتقال ہوا بریلی ان کا آبائی شہر تھا۔ انہیں امام اہل سنت اور اعلیٰ حضرت کے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر کے اکثریتی مسلم علماء کی نظر میں وہ چودھویں صدی کے ابتدائی دور کے مجدد تھے انہیں مجدد دین وملت کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آج کے دور میں میڈیا اور تعلیمی ادارے مسلمانوں کی بین الاقوامی اکثریت اہل سنت و جماعت کو بریلوی کے عنوان سے جانتے ہیں۔ یہ وہی جماعت ہے جو پرانے اسلامی عقائد پر سختی سے قائم ہے اور مغربی مستشرقین کے بنائے ہوئے جدید شر پسند اور فتنہ پرور فرقوں کے خلاف برسر پیکار رہتی ہے۔ اہل سنت بریلوی جماعت پرانے دور کے بزرگ صوفیاء اور اولیاء کے طور طریقے اپنائے ہوئے ہے اور جنوبی ایشیا میں صدیوں پہلے سے موجود سنی اکثریت کی نمائندہ ہے البتہ پچھلے چند برسوں سے چند جدید فرقوں کے پروپیگنڈے سے اہل سنت و جماعت کو بریلوی جماعت یا بریلوی مسلک کہا جاتا ہے حالانکہ اپنے عقائد اور طرز عمل میں یہ قدیم اہل سنت و جماعت کی نمائندہ ہے۔ ان کے عقائد قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح (ثابت) ہیں۔ ان کے عقائد کی بنیاد توحید باری تعالیٰ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی نبوت پر کامل ایمان، تمام نبیوں اور رسولوں پر یقین، فرشتوں پر، عالم برزخ پر، آخرت پر، جنت اور دوزخ پر، حیات بعد از موت پر، تقدیر من جانب اللہ پر اور عالم امر اور عالم خلق پر ہے۔ وہ ان تمام ضروریات دین اور بنیادی عقائد پر ایمان رکھتے ہیں جن پر شروع سے اہل اسلام، اہل سنت و جماعت کا اجماع چلا آرہا ہے۔ فقہی لحاظ سے وہ چاروں اماموں کے ماننے والوں کو اہل سنت و جماعت ہی سمجھتے ہیں۔ وہ ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے باہمی علمی تحقیقی اجتہادی اختلاف کو باعث برکت اور رحمت سمجھتے ہیں اور چاروں مذاہب حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کے ماننے والے راسخ العقیدہ لوگوں کو اہل سنت و جماعت سمجھتے ہیں چاہے، ان میں سے کوئی اشعری ہو یا ماتریدی مسلک کا قائل ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ تصوف کے چاروں سلسلوں کے تمام بزرگوں کا احترام کرتے ہیں اور ان کے معتقد ہیں۔ صدیوں سے اہل سنت و جماعت لوگ قادری، چشتی، سہروردی یا نقشبندی سلسلوں سے وابستہ رہے ہیں اور ان سلسلوں میں اپنے پیروں کے ہاتھ پر بیعت کرتے رہے ہیں اب بیسویں صدی کے اختتام سے منہ زور میڈیا کے بل بوتے پر ان سب سلاسل کو بریلوی مکتبہ فکر کی شاخیں بتایا جا رہا ہے۔ شاید مغربی میڈیا اور اس کے

*مضمون نگار لاہور، پاکستان کے مشہور اہل قلم ہیں۔

پروردہ لوگ پاک و ہند سے باہر دنیائے اسلام کو کوئی غلط تاثر دینا چاہتے ہیں اور اہلسنت والجماعت کے نام پر چھوٹی چھوٹی فرقہ ورانہ دہشت گرد جماعتیں بنا کر فتنہ پھیلانا چاہتے ہیں افریقہ کے مسلم ممالک بھی اس قسم کی سازشوں کی زد میں ہیں جیسا کہ صومالیہ وغیرہ۔ مسلمان ہمیشہ سے اپنے نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے بے پناہ محبت کرتے آئے ہیں اور آج اکیسویں صدی کی دوسری دہائی تک یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے، سن 2012ء میں جب عالم مغرب خصوصاً امریکی انتظامیہ کی درپردہ حمایت میں ایک گستاخانہ فلم منظر عام پر آئی تو ملک مصر سے شروع ہونے والا احتجاج پوری دنیا میں پھیل گیا خصوصاً مسلم ممالک نے اس کا شدت سے رد کیا۔ پاکستان چالیس سے زائد اہل سنت و جماعت بریلوی تحریکوں کے ایک اتحاد نے ایک ہی وقت میں فلم کے خلاف احتجاج کیا اور اس فلم کی شدید مذمت کی۔ اسی جذبہ حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت اہل سنت بریلوی کثرت سے درود پاک پڑھتے ہیں، ان کی ایک پہچان الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ پڑھنا ہے اپنے محبوب نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وہ کسی قسم کے نازیبا الفاظ سننے یا کہنے کے قائل نہیں ہیں اس معاملے میں وہ انتہائی حساس پائے گئے ہیں ان کے عقیدہ کے مطابق اللہ عزوجل نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے اپنے نور سے پیدا فرمایا اس کے لیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک مستند حدیث کا علمی حوالہ بھی دیتے ہیں۔ وہ اپنے نبی پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر لحاظ سے آخری نبی اور آخری رسول مانتے ہیں وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ایک امتی کے طور پر لوٹ آنے پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح ظاہری موت کے بعد پہلے سے برتر مقام پر ہیں اور وہ ان کو عام لوگوں سے افضل مانتے ہوئے زندہ سمجھتے ہیں ان کے نزدیک ان مقدس ہستیوں کو اللہ تعالیٰ نے غیب کا علم عطا فرمایا ہوا ہے اور وہ نزدیک و دور سے دیکھنے کی طاقت رکھتے ہیں اہل سنت و جماعت بریلوی کے نزدیک اللہ عزوجل نے انبیاء کرام علیہم السلام کو بہت سے اختیارات دے رکھے ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کر دینا وغیرہ۔ اہل سنت و جماعت بریلوی اپنے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی سالگرہ بارہ ربیع الاول کے دن کو عید میلاد النبی کے عوامی جشن کے طور پر مناتے ہیں۔ وہ اللہ کے نیک بندوں کی تعظیم کرتے ہیں اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دیتے ہیں ان کے لیے ایصال ثواب کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور ان کے اعلیٰ مرتبے کے قائل ہیں ان کے نزدیک اللہ عزوجل جسے اپنا محبوب بنا لے اسے دین اسلام کا خادم بنا دیتا ہے۔ وہ لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہیں اللہ کے لیے قربانی کرتے ہیں اللہ کے لیے جیتے ہیں اور اللہ کے لیے ہی مرتے ہیں ایسے لوگ جب یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے تو پھر اس پر قائم بھی رہے ہیں ان پر اللہ کی طرف سے فرشتے اترتے ہیں ان کے لیے نہ دنیا میں کوئی ڈر ہے اور نہ آخرت میں وہ غمگین ہوں گے۔ اور ان کے لیے اللہ کے ہاں ایک بہترین مقام جنت ہے جس کا ان کے لیے وعدہ ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اللہ عزوجل ان کا دوست ہے۔ اور ان کے لیے آخرت میں جو مانگیں اس کا ان کے رب کی طرف سے وعدہ ہے۔ چونکہ وہ اللہ کے دوست اور اللہ ان کا دوست ہے لہذا ان کے نیک کاموں کا صلہ انہیں ظاہری زندگی ختم ہو جانے کے بعد ملتا ہے۔ کیونکہ اللہ نے ان کے ساتھ اپنی دوستی کا وعدہ دونوں جہانوں میں فرمایا ہے۔ انہیں انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین، شہیدوں اور صالحین کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا اور یہ اللہ کا فضل ہی تو ہے کہ نیک لوگ دنیا و آخرت دونوں میں کامیاب اور کامران ہیں۔ جب ایسے لوگوں کے لیے اللہ کے انعامات اس قدر ہیں تو وہ بخشش و مغفرت کے بھی ضرور حق دار ہیں۔ اہل سنت و جماعت ان بزرگوں سے دعا کرانے کے قائل ہیں اور ظاہری زندگی ختم ہو جانے کے بعد ان کی عظمت کے قائل ہیں اور ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے مانگنے کو جائز سمجھتے ہیں بلکہ ان کے نزدیک اگر اللہ چاہے تو یہ مقدس ہستیاں مدد بھی فرما سکتی ہیں — ان کے نزدیک اپنے آقا کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب، اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور نیک مسلمانوں کے مزارات پر حاضری دینا کتاب و سنت کی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ لیکن وہ ان میں سے کسی بھی مزار، دربار یا قبر کی عبادت کفر سمجھتے ہیں اور ان کو تعظیمی سجدہ کرنا حرام جانتے ہیں۔ اہل سنت بریلوی جماعت کے نزدیک مرد حضرات کا ایک مٹھی تک داڑھی رکھنا ضروری ہے اس کا تارک گنہگار

ہے۔ امام اہل سنت مولانا احمد رضا خان قادری محدث بریلوی علیہ الرحمۃ الرحمان نے 1904 میں جامعہ منظر اسلام بریلی شریف قائم کیا ان کے علمی کام کا پاکستان میں بہت چرچا ہے۔ ان کی تحریک پاکستان کے قیام عمل میں آنے سے قبل کام کر رہی تھی بنیادی طور پر یہ تحریک جنوبی ایشیا میں مسلمانوں کے بنیادی عقائد کے دفاع کے لئے قائم کی گئی تھی عقائد کے دفاع کے لئے اہل سنت بریلوی جماعت نے مختلف باطل مکاتب فکر اور تحریکوں کا تعاقب کیا اور ان کے ڈھول کا پول کھول دیا۔ دیگر تحریکوں کے برعکس خطے میں سب سے زیادہ اہل سنت بریلوی جماعت نے موہن داس کرم چند گاندھی کا ساتھ نہ دیا اور اس ہندو لیڈر کی سربراہی میں تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت کا مقاطعہ (بائیکاٹ) کیا وہ ہر قسم کے کافر و مشرک کو مسلمانوں کا دشمن سمجھتے رہے۔

※※※

بقیہ ص ۵۴ / کا

وقت کے مایۂ ناز عالم دین حضرت مفتی جلال الدین صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے تصحیح کردہ ایک فتوے سے بھی ہوتی ہے، جس میں تحریر ہے "مذہب حق اہل سنت و جماعت کو ظاہر کرنے کے لیے ایسے لفظ کا ہونا ضروری ہے جو تمام بدمذہبوں سے ممتاز کردے، اسی لیے ضرورت کے لحاظ سے ہر زمانہ میں مذہب حق کو امتیاز کے لیے الگ الگ الفاظ سے یاد کیا گیا ہے جو اہل علم پر پوشیدہ نہیں، مثلاً صحابہ و تابعین کے دور میں جب معتزلہ ظاہر ہوئے تو اس وقت کے تمام صحابہ و تابعین جن میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ جیسے جلیل القدر صحابی و تابعی بھی تھے، سب نے مل کر معتزلہ کے باطل عقائد کا رد کیا، لیکن حضرت ابوالحسن اشعری علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے اصحاب نے بڑی سختی سے رد کرتے ہوئے ان کے خلاف کتابیں تحریر کیں، جس کی وجہ سے اہل سنت کو معتزلہ سے ممتاز کرنے کے لیے "اشعری" کہا گیا"۔ (فتاوی فقیہ ملت جلد دوم ص ۴۲۹، کتاب الشتی)

یہاں بھی نام تبدیل ہوا مگر حقیقت نہیں بدلی، اشاعرہ سے بھی وہی مسلمان مراد ہیں جو "ما انا علیہ واصحابی" کے مصداق ہیں۔

(بقیہ ص ۵۰ پر)

بقیہ ص ۴۸ / کا

باعزت و مکرم بنایا تھا آج کے "سرسید" کہلانے والے نام نہاد اساتذہ نے انھیں اسٹیج کی زینت بنا دیا؟ کیا یہی لوگ اپنی بیٹیوں کو اسٹیج پر نیم عریاں لباس میں رقص کرنے کی اجازت دیں گے؟ حضرت عبدالرحمن بن ثابت فرماتے ہیں کہ رسول گرامی وقار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ میری امت کے کچھ لوگ زمین میں دب جائیں گے، شکلیں بدل جائیں گی اور آسمان سے پتھروں کی بارش کا نزول ہوگا، عرض کیا، کیا وہ کلمہ گو ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! جب گانے باجے اور شراب عام ہو جائے گی اور ریشم پہنا جائے گا۔ (ترمذی) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم تو بانسری کی آواز سن کر کانوں میں انگلیاں رکھ لیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر اونٹوں کی گردنوں سے گھنٹیاں علاحدہ کردینے کا حکم فرمایا کہ گھنٹیاں شیطانی ساز ہیں۔ (مسلم) جس گھر میں جھانجھن یا گھنٹی ہو اس میں فرشتے نہیں آتے (نسائی) حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی گلوکارہ کی مجلس میں بیٹھا اور اس نے گانا سنا، قیامت کے دن اس کے کان میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ جو شخص اس حالت میں فوت ہوا کہ اس کے پاس گلوکارہ ہے، اس کا جنازہ مت پڑھو۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کو گھر میں دیکھا جو گا رہی تھی اور خوشی میں اپنے سر کو گھما رہی تھی، آپ نے فرمایا: اُف! یہ تو شیطان ہے، اس کو نکالو، اس کو نکالو، اس کو نکالو (بخاری) حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ راگ (گانا) دل میں نفاق پیدا کرتا ہے۔ اگر واقعی تعلیمی بورڈ ایسے پروگرامات کا تقاضا کرتا ہے تو ایسا شیڈول بنایا جائے جس میں اسلامی احکام کی خلاف ورزی نہ ہو، اور والدین کو بھی چاہیے کہ اپنے بچوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دیں، اگر وہ ایسی محافل میں شرکت کی اجازت طلب کریں جو شریعت کے مخالف ہو تو انھیں منع کریں اگر چہ وہ محفل ان کی کالج میں ہی کیوں کر نہ منعقد کی گئی ہو۔ اہلیان شہر فضول خرچیوں سے پرہیز کریں کریں فلم بینی سے پرہیز کریں اور خرافات سے بچیں۔ اللہ پاک عقل سلیم عطا فرمائے۔

※※※

(از: محمد شہنواز حسین نظامی)*

بگڑتے معاشرہ کی اصلاح

ایک مفتی صاحب سے کچھ سادہ لوح افراد نے مسئلہ معلوم کیا کہ ایک کنویں میں بلی گر کر مرگئی ہے ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

مفتی صاحب نے مسئلہ بتایا کہ کنویں کا تمام پانی نکال دیا جائے، عوام نے کنویں کا تمام پانی نکال کر مفتی صاحب سے کہا کہ پانی تو نکال دیا گیا لیکن بدبو اب بھی باقی ہے، وجہ معلوم کی گئی تو پتہ چلا کہ پانی تو نکال دیا گیا لیکن بلی اب بھی کنویں میں موجود ہے۔ آج ہمارے معاشرہ میں یہی ہورہا ہے، ہم دنیا کی بدبو ختم کرنے کے فراق میں ہے لیکن اپنے اندر کی بدبو دور کرنے پر ہماری کوئی توجہ نہیں ہے جب تک اپنے گرد وپیش کے سدھار اور اصلاح سے پہلے ہم خود کو سدھارنے اور سنوارنے کی کوشش نہیں کریں گے معاشرہ نہیں سدھر سکتا۔ اصلاح معاشرہ کے لئے وجود میں آنے والی مختلف تنظیمیں اور تحریکات، مختلف دینی اجتماعات اور مجلسوں میں معاشرہ کیلئے فکرمندی اور اظہار ہمدردی کی آوازیں عموماً سنائی دیتی ہیں، مقررین ومفکرین، علماء وصلحائ، دانشوران قوم وملت، زعماء امت اور دینی، اصلاحی اور سماجی خدمات پر مامور شخصیات کی تقریروں اور تحریروں کا خلاصہ یہی ہوتا ہے کہ ملت کا سدھار کس طرح ممکن ہے؟ معاشرہ کی صالحیت اور قوم کی اصلاح کس طرح ہوسکتی ہے؟ ہماری قومی اور مذہبی شناخت اور پہچان کو کس طرح محفوظ رکھا جاسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں منبر ومحراب سے لے کر اسٹیج تک، قرطاس وقلم سے لے کر اخبارات اور تصنیفات وتالیفات تک ہر جگہ اصلاح معاشرہ کا رونا رویا جارہا ہے، علماء کی کوئی مجلس، دانشوروں کی کوئی نشست، مقررین کا کوئی اجتماع اس موضوع سے محروم نہیں ہوتا۔ لیکن معاشرہ نہ تو سدھرنے کا نام لیتا ہے، نہ ہی اس کی اصلاح کی آوازیں مسلم گھروں تک پہنچتی ہیں، نہ ہی مسلمانوں کی کوئی جماعت خصوصیت کے ساتھ اس سلسلہ میں قدم اٹھاتی ہے؟ نہ ہی زعمائے قوم تقریروں سے آگے کوئی قدم بڑھاتے ہیں، مقررین نے صرف تقریر کردینے کو اپنے فرض منصبی سے سبکدوش ہونا تصور کرلیا، اصلاحی تنظیموں نے کسی قابل قدر کارنامے کو شائع کرکے اپنے نفس کو خوش کرلیا اور نتیجہ وہی ''ڈھاک کے تین پات'' پر منحصر رہا۔ یہ بدنظمی اور بے ترتیبی اور کام میں بے برکتی اس وقت تک قائم رہے گی جب تک ہم اللہ تعالیٰ کے بتائے اور بنائے ہوئے اصولوں پر کاربند نہیں ہوں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا فرمانے کے بعد سب سے پہلا حکم یہ دیا کہ "وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ" آپ اپنے عزیز واقارب اور گھر والوں کو ڈرائیے، گھر سے تبلیغ کی شروعات کیجئے، ماں باپ، بھائی بہنوں، بیوی بچوں اور قریبی عزیزوں کو دین کی طرف بلائیے۔ تمام انبیاء کرام کی یہی سنت ہے کہ دعوت تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کا آغاز اپنے گھروں سے کیا، حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے انتقال کے وقت اپنے فرزندوں سے پوچھا کہ ماتعبدون من بعدی اور اولاد کا یہ جواب کہ نعبدالهك واله آبائك ابراهيم واسمعيل واسحق الهاواحداونحن له مسلمون۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے الحاح وزاری اور گریہ وبکا کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ رب اجعلني مقيم الصلوٰة ومن ذريتي ربنا وتقبل دعاء۔ خود باری تعالیٰ نے حکم دیا کہ یاایھاالذین آمنوا قوا انفسکم اھلیکم نارا نیز ارشاد فرمایا وأمر أهلك باالصلوٰة واصطبر عليها۔ ان واضح ہدایات اور فرمودات سے صاف ظاہر ہے کہ داعی کو سب سے پہلے اپنے سدھار کے لئے فکرمند ہونا چاہئے پھر اپنے گھر والوں کی اصلاح کرنی چاہئے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کے اس اصول کے مطابق ہم عمل پیرا نہیں ہوں گے، ہماری دعوتیں بیکار، ہماری تبلیغ بے روح، ہماری تصنیفات بے اثر اور ہماری اصلاحی کوششیں رائیگاں جائیں گی۔ دنیا کے طول وعرض پر اسلام کی صداقت وحقانیت کا اعلان کرنے کے بجائے ہم اپنی اصلاح کی کوشش کریں،

*مضمون نگار تحریک اصلاح معاشرہ کے رکن ہیں۔

اپنے کردار کو درست، اپنے افکار کو پاک اور اپنی خودی کو بلند کرلیں تو ان شاء اللہ آدھی دنیا خود بخود اسلام کی طرف راغب ہوجائے گی۔

ایک زمانہ تھا کہ یہودی وعیسائی اور مشرکین ومنکرین، مسلمانوں کی نشست وبرخاست، کردار وعمل اور فکر وجذبہ کو دیکھ کر مسلمان ہوجاتے تھے اور آج ہم ہیں کہ ہمارا کوئی عمل اسلام کی تعلیمات کے موافق نہیں ہے، ہمارا ہر قدم اسلام کی تعلیم کے خلاف اٹھتا ہے، ہماری دعوتی گفتگو تضادات سے بھری ہوتی ہے، ٹھیک اس وقت جب ہم مسلمانوں کو اسلام کی روح اور تعلیم کا خوگر بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہمارا ضمیر ہمیں ملامت کرتا ہے کہ تمہاری زبان اور تمہارے عمل میں تباین ہے، تضاد ہے، دورنگی ہے، تم بدعت کو ختم کرنے کی بات کرتے ہو اور حال یہ ہے کہ تمہارے گھروں میں بدعت نے اڈے قائم کرکر رکھے ہیں، تم اسلام کی شاندار تعلیم کا قوم کو خوگر بنانا چاہتے ہو اور خود تمہاری اولاد انگریزی اسکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم ہے۔ تم معاشرہ کی اصلاح کی بات کرتے ہو جبکہ خود تمہارا گھرانہ ہی اصلاح طلب ہے، تم اتحاد اتفاق کا درس دیتے ہو اور حال یہ ہے کہ تمہارے بھائی تم سے جدا ہیں، تمہارے والدین تم سے نالاں ہیں اور تمہارے اپنے تم سے خفا ہیں۔ اتحاد ہو یا اتفاق، صلح ہو یا مصالحت، معاشرہ کی درستگی ہو یا تعلیم کا عموم ہر میدان میں کردار کے غازی معدوم ہوتے جارہے ہیں، ریاکاری نے ہمارے ضمیر پر پڑاؤ ڈال رکھا ہے، نفاق کے جراثیم ہمیں کھوکھلا کررہے ہیں، ہمارا کام تلقین وہدایت کے بجائے طعن وتشنیع رہ گیا ہے، دوسروں کی خوبیوں کو بنظر استحسان دیکھنے کے بجائے رقابت اور حسد کے خوگر ہوگئے ہیں، اتحاد کی بات کرتے ہیں اور برادری عصبیت کے کیڑے ہمارے ذہنوں میں کلبلا رہے ہوتے ہیں، دعوت کے لئے ہم فکرمند ہیں لیکن کبھی اس کی توفیق نہیں ملی کہ اپنے گھر والوں، بچوں اور عزیز واقارب کو دین کا خوگر بنائیں۔

غور کیجئے! جب برائیاں ہمارے اندر موجود ہیں تو اچھائیاں کیونکر نظر آسکتی ہیں، بیماریاں ہمارے وجود کو کھوکھلا کررہی ہیں اور ہم ظاہری وباہری علاج پر تکیہ کئے بیٹھے ہیں، دین اور شریعت کی نظروں میں ہم بے وقعت ہوتے جارہے ہیں اور خود کو مصلح ومفکر سمجھنے کا مرض ہمارے نفس کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے۔ بقول ایک داعی اور مفکر کے کہ ”آپ کیلئے فکر کی بات یہ نہیں ہے سماج بگڑ رہا ہے، فکر کی بات یہ ہے کہ آپ بگڑ رہے ہیں، آپ سدھر جائیں تو سماج سدھر جائے، خرابی سماج میں نہیں خرابی آپ میں ہے، حیرت ہے کہ آپ باہر کی خرابیوں کے تذکرے کررہے ہیں حالانکہ خرابی جو کچھ ہے آپ کے اندر ہے، تعجب ہے کہ آپ دوسروں کی اصلاح کے لئے بے چین وبے قرار ہیں حالانکہ اصلاح کی ضرورت آپ کو ہے، آپ کو دوسرے لوگ مریض نظر آرہے ہیں، حالانکہ سب سے بڑے مریض آپ ہیں، آپکی اپنی کشتی بھنور میں ڈانواڈول ہے لیکن آپ کو دوسروں کی کشتیاں ساحل سے لگانے کی بیتابی وبے قراری ہے؟ آپ کے گھر کا کل اثاثہ راکھ کا ڈھیر بنتا جارہا ہے لیکن آپ دوسروں کے یہاں لگی آگ تلاش کرنے میں مصروف ہیں کہ اسے بجھادیں، اس طرز فکر وعمل میں آپ تنہا نہیں ہیں ہر ایک آپ ہی کی طرح سوچ رہا ہے، ہر ایک چاہتا ہے کہ اصلاح ہو لیکن دوسرے کی، ہر ایک چاہتا ہے کہ برائیاں ختم ہوں لیکن دوسروں کی زندگی سے، ہر ایک کی تمنا ہے کہ نیکی اور بھلائی کا چلن عام ہو لیکن یہ سب کچھ دوسرے کریں، ہر ایک سارے جہاں کا جائزہ لینے کے لئے نہایت چاق وچوبند ہے لیکن اپنے جہاں سے بے خبر ہے اور اس بشر کی پستی کا یہی اصل سبب ہے“ ہائے رے پستی بشر! سارے جہاں کا جائزہ اور اپنے جہاں سے بے خبری؟ یاد رکھئے! جب کفر کعبہ سے اٹھے گا تو مسلمانی باقی نہیں رہ سکے گی اور جب داعی اور مصلح ہی بیمار ہوں گے تو قوم ومعاشرہ شفا نہیں پاسکتے۔

اپنے من میں ڈوب کر پاجا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

***

قارئین کرام

سنی دنیا کا یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں ضرور بتائیں اور اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازیں تاکہ اسے مزید بہتر سے بہتر بنایا جاسکے، نیز جامعۃ الرضا، حضور تاج الشریعہ اور مرکز اہل سنت بریلی شریف کی دینی، علمی اور اصلاحی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لئے ماہنامہ سنی دنیا کا مطالعہ کرتے رہیں اور دوسروں کو بھی اس کے ممبر بنائیں۔

مسلمانوں کی زبوں حالی اور اس کا سدباب

از: غلام آسی مونس*

آج اس جہان فانی کے اندر ہر چہار سو ہائے ہائے کی صدائے دلسوز سنائی دیتی ہے، دنیا کی ساری قومیں بڑی آن بان کے ساتھ ترقیوں کی منزلوں کی جانب رواں دواں ہیں، مگر قوم مسلم اپنے آپسی معاملات میں اس قدر الجھ کر رہ گئی ہے، کہ اسے اب سوائے ناکامیوں کے کچھ نظر نہیں آتا، آخر کیوں؟

وہ اس لئے کہ ایک مسلمان کے دل میں دوسرے مسلمان کے لئے بغض و کینہ، حسد وجلن کا ایک آتش فشاں دہک رہا ہے، ایک بھائی کی سیف بے نیام دوسرے بھائی کے خون سے اپنی تشنگی دور کرنے کے لئے بے چین وبیقرار ہے، کیا ہم نے کبھی یہ سوچنے کی زحمت کی کہ آخر مسلمان ان حالات میں مبتلا کیسے ہوا؟

ہمارا حال تو یہ تھا کہ ہم ہر جگہ اور ہر خطے میں سبھی قوموں پر حاکم تھے اور سبھی قومیں ہماری محکوم تھی، آخر ہم سے کون سی ایسی لغزش سرزد ہوئی کہ ہم حاکم سے محکوم بنا دیئے گئے؟ تخت وتاج ہم سے چھین لیا گیا، ہم پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، ہماری دکانیں لوٹی جا رہی ہیں، ہمارے مکانوں کو جلایا جا رہا ہے، سر بازار ہمارے سینوں کو گولیوں سے چھلنی کیا جا رہا ہے، ہماری ماں اور بہنوں کی عزتیں لوٹی جا رہی ہیں۔

آج ہم اسی ہندوستان کے اندر جس ہندوستان کو ہمارے آباو اجداد نے اپنے خون جگر سے سینچ کر آپسی محبت واخوت کا گلستان بنایا تھا، ہم اسی ہندوستان کے اندر جانوروں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، جب ہم ان حالات کو تفکر وتدبر کی نظر عمیق سے دیکھتے ہیں، تو نتائج خود بخود سامنے آجاتے ہیں کہ آج قوم مسلم کی تباہی کے اسباب تعلیم سے دوری ہے، آج قوم مسلم تعلیم سے اپنا رخ موڑ چکی ہے، آج قوم مسلم تعلیمی ساحل سے کوسوں دور ہے اور علم جیسی لازوال نعمت عظمی کو مسلمانوں نے اپنے ہاتھوں گنوا دیا ہے، اسی وجہ سے آج قوم مسلم کے لئے ہر جانب ترقیوں کے راستے بند ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

مسلمانوں ہوش میں آؤ اور اپنی عظمت و رفعت کو پہچانو، اب بھی تمہارے پاس وقت ہے، اگر تم اپنی پہلی والی عظمت وشوکت، جاہ وحشمت کو واپس لینا چاہتے ہو تو صرف ایک شرط ہے، کہ تم اپنے آپ کو تعلیمی زیور سے آراستہ کر لو، انشاء اللہ، تخت و تاج، عزت وعظمت، سیم و گہر، تمہارے قدموں کو بوسہ دیتے ہوئے نظر آئے گی، آج ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنے لاڈلوں کے ہاتھوں میں قلم و قرطاس کے بجائے، رنچ ومارتول، تھماتے ہوئے نظر آتے ہیں، جن کی عمریں ابھی مدارس واسکولز کو زینت بخشنے کی ہیں، ہم انھیں کارخانوں کے راستے دکھلاتے ہوئے نظر آتے ہیں، جن کی عمریں ابھی پڑھنے اور لکھنے کی ہیں، ان کے کمزور اور نازک سروں پر بھاری بھرکم گٹھر، سیمنٹ ومورنگ کا تسلہ رکھا جا رہا ہے، مختصر یہ کہ ہم اپنے ہی نونہالوں کی زندگی سے کھلواڑ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، کیا یہ سچ نہیں؟

جب ہمارا حال یہ ہوگا تو ہم صبح قیامت تک ترقیوں کی منازل کا خواب اپنی آنکھوں میں نہیں سجا سکتے اور اسی طرح ہمارا نام ونشان سطح عالم سے مٹتا چلا جائے گا اور اس وقت ہم چاہ کر بھی کچھ نہیں پائیں گے، مسلمانو! اپنے مقام ومنصب کو پہچانو، تم اس لئے پیدا کئے گئے ہو کہ تم دوسروں پر سرداری کرو، نہ کہ اس لئے کہ کوئی دوسرا تم پر سرداری کرے، جب ہماری قوم تعلیم سے دور ہوگی تو ہمارے لئے سرداری مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے، آج ضرورت ہے قوم مسلم کو اچھے، مفکر، مدبر، محقق، کی، اچھے، پروفیسر، ڈاکٹر، لکچرر، سائنسداں، سیاسی رہنما کی، جو ہر موڑ پر قوم مسلم کی رہنمائی کرے اور قوم مسلم کے علم کو سنبھالے اور یہ سب تعلیم کے بغیر ناممکن ہے، یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب ہم اپنے بچوں کو تعلیم کے ملبوسات اوڑھانے اور پہنانے کا عزم مصمم کریں گے تو آئیے دیر کس بات کی آج ہی ہم اور آپ مل کر عہد کرتے ہیں کہ ہم کھائیں گے یا نہیں کھائیں گے، آدھی روٹی کھائیں گے یا بھوکے رہیں گے مگر اپنے بچوں کو زیور تعلیم سے ہر حال میں آراستہ کریں گے۔

❊ ❊ ❊

*مضمون نگار دار العلوم انوار مصطفی رمضان نگر تیلی باغ لکھنؤ کے پرنسپل ہیں۔

از: عطاء الرحمن نوری*

معاشرے میں فلموں، گانوں اور عشقیہ کہانیوں کا بڑھتا رجحان!

ایک لمحہ فکریہ

آج دنیا میں گانے باجے کا شور وغل ہے۔ شہر، بازار، گلی، کوچے اس فتنۂ عظیم سے دوچار ہے۔ ناچنے، گانے والے اب گلوکار، اداکار، موسیقار، فنکار اور فلمی اسٹار جیسے دل فریب ناموں سے یاد کیے جاتے ہیں۔ مرد وزن کی مخلوط محفلوں کا انعقاد عروج پر ہے۔ بڑے بڑے شادی ہال، کلب، بازار، نیشنل وانٹرنیشنل ہوٹل اور دیگر مقامات ان بے ہودہ کاموں کے لیے بک کردیے جاتے ہیں جس کے لیے بھاری معاوضے ادا کیے جاتے اور شو کے لیے خصوصی ٹکٹ جاری ہوتے ہیں۔ چست وباریک لباس، میک اَپ سے آراستہ لڑکیاں مجرے کرتی ہیں، جسے ثقافت وکلچر کا نام دیا جاتا ہے۔ عاشقانہ اشعار، ڈانس میں مہارت، جسم کی تھرتھراہٹ، آواز کی گڑگڑاہٹ، ڈھول باجوں اور موسیقی کی دھن میں کمال دکھانے والوں اور جنسی جذبات کو اُبھارنے والوں کو خصوصی ایوارڈ سے نوازا جاتا ہے۔ غیر مسلم آبادی سے اٹھ کر یہ مرض مسلم سماج میں اپنی جڑیں مضبوط کرچکا ہے۔ سفر ہو یا حضر، جلوت ہو یا خلوت، گھر ہو یا دفتر ہر جگہ فلمی نغموں کی رسائی ہے حتیٰ کہ اب کھانا بھی بغیر گانا سنے نہیں بنتا۔ ہماری قوم تباہی کے دہانے پر خوشی خوشی آرہی ہے اور اسے اس کے نقصانات کا احساس تک نہیں ہے۔ ایک کم عمر لڑکا باپ کے موبائل پر جب خود سے ویڈیو دیکھتا اور گانے سنتا ہے تو باپ کی مسرت کی انتہا نہیں ہوتی ہے اور وہ یارانِ محفل میں اس بات کا ذکر فخریہ انداز میں کرتا ہے کہ "میرا بیٹا خود سے موبائل آپریٹ کرلیتا ہے۔" تُف ہے ایسے باپ پر جو بچے کو گناہ کے راستے پر جاتا ہوا دیکھ کر روکنے کی بجائے خوشی وانبساط محسوس کرتا ہے۔ اب ہماری اسکول وکالج کا یہ حال ہوچکا ہے کہ اللہ کی پناہ۔ جو جگہ قوم کے نونہالوں کی تربیت گاہ تھی اب وہ ناچ گانوں کی پریکٹس کا اڈا بنتی جارہی ہے۔ یوم آزادی ہو یا اسکول وکالج کی سالانہ گیدرنگ۔ اسلامی تعلیمات اور شریعت مطہرہ کے احکام کو کس طرح پیروں تلے روندا جاتا ہے یہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ان مجلسوں کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوتا ہے؟ حمد ونعت کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے، پھر اس کے بعد جو ہوتا ہے اسے جان بوجھ کر شریعت سے کھلواڑ کہہ لیجیے یا دین سے دوری۔ ہفتے دو ہفتے بلکہ مہینے بھر پہلے سے ان محفلوں میں جو ناچ گانے اور رقص وسرور کے نمونے پیش کیے جانے والے ہوتے ہیں باضابطہ اساتذہ طلباء وطالبات کو اس کی پریکٹس کرواتے ہیں۔ جو اساتذہ قوم کے رہبر ورہنما ہیں، ترقی کے ضامن ہیں، وہی حضرات تعلیم وتربیت پر ناچ گانوں کو ترجیح دیتے ہوئے ایسے پروگراموں کی تیاری میں مصروف نظر آتے ہیں۔ پھر یہ گلہ وشکوہ کیا معنی رکھتا ہے کہ آخر معیار تعلیم کیوں گھٹ رہا ہے؟ اساتذہ کی عزت واہمیت موجودہ دور میں کیوں کم ہوتی جارہی ہیں؟ ہماری قوم کے نونہال کیوں اونچی پوسٹ پر نہیں پہنچ پاتے؟ جب قوم کے رہبر ورہنما ہی اپنے شاگردوں کو اخلاقی گراوٹ کی تعلیم دیں گے، سرمحفل ان سے ڈانس کروائیں گے، پھر یہ امید کیوں کی جارہی ہے کہ وقارِ مسلم بحال ہوگا؟

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اساتذہ کرام کو دینی احکام نہیں معلوم؟ کیا مینجمینٹ باڈی کو شریعت کا پاس وخیال نہیں؟ کیا بطور مہمان خصوصی ایسے پروگرامات میں شرکت کرنے والوں کو فرمان خدا اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذرہ برابر احساس نہیں؟ گانوں باجوں کے متعلق قرآن وحدیث کی کیا تعلیم ہے؟ صحابۂ کرام واکابرین امت کی کیا رائے ہے؟ کیا ایسی محافل ومجالس میں شرکت جائز ہے؟ گانا باجا کن لوگوں کا مشغلہ ہے؟ کیا مسلمانوں کی روحانی غذا ہے یہ؟ اسلام تو ہم سے یہ کہتا ہے کہ مخلوط مجالس کا انعقاد ناجائز ہے، ان مجالس میں عورت نہ ہی گا سکتی ہے اور نہ ہی اپنے بناؤ سنگھار کا اظہار کرسکتی ہے، جنھیں اسلام نے پردہ کی تعلیم دے کر (بقیہ ص ۴۴ پر)

*مضمون نگار مالیگاؤں، ضلع ناسک، مہاراشٹر کے ایک جرنلسٹ ہیں۔

از: وسیم احمد رضوی*

امام احمد رضا اور قصیدۂ معراجیہ

1856ء میں روہیل کھنڈ بریلی کی علمی وادبی فضا میں ایک پھول کھلا جس سے مشام علم وادب معطر ومعنبر ہوگئی — امام احمد رضا محدث بریلوی اُفقِ علم وادب پر مہرِ درخشاں بن کر جلوہ بار ہوئے۔ ابرِ کرم بن کر گلستانِ ادب پر برسے اور اس کشتِ لالہ زار کو مزید حسن وزینت بخشی۔ وہ عالم فاضل، مفتی، محقق سائنس داں، ریاضی داں، ماہر نجوم وفلکیات وہیئت تھے اور ساتھ ساتھ صاحب طرز ادیب وباکمال شاعر بھی۔ اس بات پر اُن کے نثری جواہر پارے نیز نعتیہ دیوان ''حدائقِ بخشش'' شاہد عدل ہیں۔ اُن کی حیات کے ہر ہر گوشے پر محققین تحقیق میں مصروف ہیں۔ کئی تحقیقاتی ادارے اکیڈمک طرز پر فروغ رضویات کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ یہاں ہم رضا بریلوی کے دیوان سے ایک قصیدہ ''قصیدۂ معراجیہ'' پر مختصر تبصرہ کریں گے۔

دبستان لکھنو کے عظیم نعت گو شاعر سیّد محمد محسن کاکوروی مرحوم (م ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء) امام احمد رضا سے ملنے بریلی گئے۔ محسن کاکوروی اپنا لکھا ہوا ایک قصیدۂ معراج سنانا چاہتے تھے جو دُنیائے شعروادب میں ''قصیدۂ لامیہ سے معروف ومشہور ہے۔ ظہر کے وقت چند اشعار سنائے، طے ہوا کہ نماز عصر کے بعد محسن کا قصیدہ سنا جائے گا۔ رضا بریلوی نے نماز عصر سے قبل ہی ایک عظیم الشان قصیدۂ معراجیہ تحریر فرمایا۔ عصر بعد محسن سے فرمایا پہلے میرا قصیدہ سن لو۔ جب محسن کاکوروی نے رضا بریلوی کا 67ر اشعار پر مشتمل قصیدہ سنا تو اپنا قصیدہ لپیٹ کر جیب میں ڈال لیا اور کہا کہ ''مولانا آپ کے قصیدے کے بعد میں اپنا قصیدہ نہیں سنا سکتا۔'' قصیدہ کیا ہے، ایک برستا جھرنا ہے جو اپنی پوری آب وتاب اور نغمگی کے ساتھ برس رہا ہے۔ ایک کیف آور اور وجد آفریں نغمہ، تشبیہات وتلمیحات اور نادر تراکیب وبندش کا مرقع ہے۔ برجستگی، شگفتگی، سلیقہ مندی وخوش اسلوبی اور سلاست وروانی کا عظیم شاہکار ہے۔ عارفانہ وعالمانہ نکات کا حامل اور کمالات شعروسخن سے لبریز اس قصیدے کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

وہ سرورِ کشورِ رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کیلئے تھے
بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے
وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
اُدھر سے انوار ہنستے آتے اِدھر سے نفحات اُٹھ رہے تھے

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی علیہ الرحمہ نے لکھنو کے استاذ شعراء کی مجلس میں جب اس قصیدہ کو سنایا تو سب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی اور یہ قصیدہ ختم ہوتے ہی سب نے بیک زبان ہوکر کہا کہ ''اس کی زبان تو کوثر وتسنیم سے دُھلی معلوم ہوتی ہے۔'' ماہر رضویات ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی رقمطراز ہیں: ''یہ نظم موسیقیت اور شاعرانہ نکتہ سنجی کا مرقع ہے۔ باوجود متبحر عالم دین ہونے کے رضا نے کمال کرب کے ذکر میں قرآن وحدیث کے الفاظ کے استعمال یا اقتباسات کے ساتھ ریاضی کی اصطلاحات پر مبنی شعر کہے ہیں۔ تاکہ اس نازک مضمون کو نبھا بھی سکیں اور شرعی پاس ووقار بھی برقرار رہے اور قارئین کو معانی کی بھول بھلیوں میں گم نہ کرکے اُن کے اذہان میں مضمون کو بآسانی اُتار بھی سکیں۔

محیط ومرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے
کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اوّل آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

(امام احمد رضا اور محسن وامیر، از: ڈاکٹر عزیزی ص ۱۳)

اس قصیدہ میں جہاں عصری علوم کی تراکیب واصطلاحات کا استعمال کیا گیا ہے وہیں دینی عقائد اور اصطلاحات کی ترجمانی بھی کی گئی ہے، کہیں عقیدۂ ختم نبوت کا بیان ہے تو کہیں حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اولیت کا ذکر، کہیں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت اور نورانیت کا ذکر ہے تو کہیں خدائے بزرگ وبرتر کی قدرت اور شان بے نیازی کا بیان ہے۔

*مضمون نگار نوری مشن مالیگاؤں کے رکن ہیں۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنیِ اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اُسی کے جلوے اسی سے ملنے اُسی سے اُسکی طرف گئے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

رضا بریلوی کے اس قصیدہ میں منظر کشی بھی عجیب کیف وسرور کا عالم پیدا کردیتی ہے اور علم نجوم وفلکیات کی اصطلاحات اس قصیدہ کو چار چاند لگادیتی ہیں۔ اس نوع کے چند اشعار دیکھیں ؎

یہ چھوٹ پڑتی تھی اُنکے رُخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے

یہ جھوما میزابِ زر کا جھومر کہ آرہا کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے

خدا ہی دے صبر جان پرغم دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم
جب اُنکو جھرمٹ میں لے کے قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے

ضیائیں کچھ عرش پر یہ آئیں کہ ساری قندیلیں جھلملائیں
حضورِ خورشید کیا چمکتے چراغ منہ اپنا دیکھتے تھے

اسی طرح درج ذیل اشعار میں علم نجوم وفلکیات کی اصطلاحات کو استعمال کیا گیا ہے ؎

وہ برج بطحا کا ماہ پارہ بہشت کی سیر کو سدھارا
چمک پہ تھا خلد کا ستارہ کہ اس قمر کے قدم گئے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق کے کروروں منزل میں جلوہ کرکے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلئے تھے

الغرض اگر باریک بینی سے کوئی ادب شناس اس علمی و ادبی شہ پارے کا فنی و ادبی جائزہ لے تو نئے گوشے اور نئے جلوے سامنے آئیں گے۔ بقول احسن العلماء علامہ سیّد محمد حسن میاں برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ:

''محدث بریلوی کے ایک ایک شعر پر ڈاکٹریٹ کیا جاسکتا ہے۔''

(فکر رضا کے جلوے، از: توفیق احسن برکاتی، ص ۳۳، ممبئی)

اس بے مثال و بے نظیر قصیدے کے اختتام پر رضا بریلوی کس شان عاجزی وغلامی سے سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں رحمت سے حصہ طلب کررہے ہیں۔ اس عدیم المثال قصیدہ کے تعلق سے وضاحت بھی کرتے ہیں کہ نہ مجھے شاعری کی ہوس وشوق ہے نہ اس بات کی پرواہ کہ اس میں کس شان وکمال علمی سے ردیف و قافیے اور تراکیب واستعارات ومحاورات کا استعمال کیا گیا ہے کہ پوری دُنیائے ادب اس کی مثال لانے سے قاصر ہے۔ یہ سب کچھ شہرت کے لئے نہیں بلکہ ہمارا مقصود ومدعا صرف اور صرف بارگاہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم میں مقبولیت حاصل کرنا ہے اور یہ اشعار وظیفہ کے طور پر رقم ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہو ؎

نبی رحمت شفیع اُمت رضا پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پروا روی تھی کیا کیسے قافیے تھے

* * *

بقیہ ص ۴۴ کا

یوں ہی ہندوستان میں جب اکبر بادشاہ کے دور سلطنت میں دین الٰہی کا فتنہ ظاہر ہوا جو انتہائی خطرناک فتنہ تھا، اس فتنہ کا بنیادی مقصد دین اسلام کی صورت کو مسخ کرکے اکبری دین الٰہی کو فروغ دینا تھا، دنیوی طاقت وقوت کے بل بوتے پر اس فتنہ کی نشر و اشاعت بڑے زور وشور سے کی جارہی تھی جس کا اثر مسلمانوں کی زندگی میں ظاہر ہونے لگا، عزیز گرامی قدر حضرت مولانا حافظ و قاری ڈاکٹر شفیق احمد صاحب قادری زید مجدہ نے اپنے تحقیقی مقالہ ''امام احمد رضا اور دیگر علمائے اہل سنت کی علمی و ادبی خدمات'' میں دین الٰہی کے جو نظریات پیش کیے ہیں اور حضور مجدد الف ثانی نے جو تجدیدی اور جہادی کارنامہ انجام دیا اس پر پروفیسر مسعود صاحب نقشبندی علیہ الرحمہ نے جن الفاظ میں اپنے تاثر کا اظہار کیا ہے ان سب کو من وعن یہاں پیش کردوں تاکہ اس فتنہ کی ہولناکی اور قباحت اور حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ کے جہادی اور تجدیدی کارنامہ سے ناظرین بخوبی واقف ہوجائیں، عزیزم موصوف لکھتے ہیں: ''حضرت مجدد الف ثانی نے اپنی اصلاحی کوششوں کا آغاز بادشاہ اکبر کے عہد سے کیا، اکبر نے ''دین الٰہی'' کی بنیاد ۹۹۰ھ ۱۵۵۲ء میں رکھی تھی، اکبری سلطنت لادینیت میں ڈوبی ہوئی تھی اور ہندو مذہب کے ساتھ صلح وآشتی کا معاملہ تھا، جو کچھ عناد یا مخالفت تھی تو وہ دین اسلام کے ساتھ تھی، ہر وہ کام کیا جانے لگا جو اسلام کے سراسر منافی ہے۔ ذیل میں دربار اکبری کی غیر شرعی حرکات کا مختصر جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

* * *

از: مفتی رضوان احمد نوری شریفی*

مسلک اعلیٰ حضرت پر ایک تحقیقی اور سنجیدہ تحریر

"مسلک اعلیٰ حضرت" مذہب اہل سنت وجماعت کا دوسرا نام ہے، نام تبدیل کرنے سے مسمیٰ کی حقیقت نہیں بدلتی، نام کی تبدیلی مختلف اسباب ووجوہ سے ہوتی ہے، نام کبھی ناپسند ہوتا ہے اس لیے بدل دیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت سیدہ زینب بنت جحش، حضرت سیدہ جویرہ اور حضرت سیدہ میمونہ امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا نام پہلے بَرّہ تھا مگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس نام کو پسند نہیں فرمایا اس لیے اس کو تبدیل کر کے زینب، جویرہ اور میمونہ نام رکھا لیکن مسمیات کی حقیقت نہیں بدلی، جو ذاتیں برہ سے مراد تھی وہی زینب، جویرہ اور میمونہ سے مراد ہیں۔

برہ نام کی ناپسندیدگی کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق محقق دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: "یا تو تزکیہ نفس کے ایہام کی بنیاد پر یا کراہت کی بنیاد پر کہ کوئی کہے کہ برہ کے پاس سے آئے ہیں یا کوئی یہ کہے کہ اس گھر میں برہ نہیں ہے، برہ کے معنی نیکی واحسان کے ہیں"۔

(مدارج النبوۃ اردو جلد دوم ص ۸۱۷)

اور کبھی نام تو صحیح ہوتا ہے مگر بہتر نہیں ہوتا اس لیے پہلے نام کو چھوڑ کر اس سے بہتر نام کے ساتھ موسوم کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں:

"حدیث میں ہے سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا "ارونی ابنی ماذا سمیتموہ" مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا؟ مولیٰ علی نے عرض کی "حرب" فرمایا: نہیں بلکہ وہ حسن ہے، پھر سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے میرا بیٹا دکھاؤ تم نے اس کا کیا نام رکھا؟ مولیٰ علی نے عرض کی "حرب" فرمایا نہیں بلکہ وہ حسین ہے، پھر امام محسن کی ولادت پر وہی فرمایا، مولیٰ علی نے وہی عرض کی، فرمایا نہیں بلکہ وہ محسن ہے، پھر فرمایا میں نے اپنے ان بیٹوں کے نام داؤد علیہ السلام کے بیٹوں پر رکھے شبر، شبیر، مشبر۔ حسن، حسین، محسن ان سے ہم وزن وہم معنی ہیں۔ اس سے مولیٰ علی کو تنبیہ ہوئی کہ اولاد کے نام اخیار کے ناموں پر رکھنا چاہیے، لہٰذا ان کے بعد اپنے صاحبزادوں کے نام ابوبکر، عمر، عثمان، عباس وغیر بار کھے"۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم ص ۲۷۱)

یہاں بھی ناموں کی تبدیلی سے مسمیٰ کی حقیقت نہیں بدلی، جو ذاتیں حرب کے نام سے مراد تھیں وہی حسن حسین اور محسن سے مراد ہیں اور کبھی پہلے نام کو باقی رکھتے ہوئے حق وباطل کی آمیزش کے خوف سے ان کے درمیان امتیاز کے لیے دوسرا نام دے دیا جاتا ہے۔ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں حق وباطل کے التباس سے بچنے اور ان کے درمیان امتیاز کے لیے جو حقیقی مسلمان تھے ان کو مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت اجابت کا نام اللہ تعالیٰ نے مسلمین رکھا، ارشاد ربانی ہے: "ھو سمٰکم المسلمین من قبل و فی ھذا"۔ (اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا اگلی کتابوں میں اور اس قرآن میں)

(سورۃ الحج، ترجمہ کنزالایمان)

لیکن جب اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے منافقین پیدا ہوئے جن کے دلوں میں کفر تھا اور زبان سے مسلمان اور مومن ہونے کا اقرار کرتے تھے جن کے بارے میں ارشاد ربانی ہے: "ومن الناس من یقول اٰمنا باللہ وبالیوم الاٰخر وماھم بمؤمنین، یخدعون اللہ والذین اٰمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون، فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا ولھم عذاب الیم بما کانوا یکذبون"۔

(پ ۱، ع ۱، ترجمہ کنزالایمان)

(اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور وہ ایمان والے نہیں، فریب دیا چاہتے ہیں اللہ اور ایمان والوں کو اور حقیقت میں فریب نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو

*مضمون نگار الجامعۃ البرکاتیہ گھوسی ضلع مئو یوپی کے استاذ ہیں۔

اور انھیں شعور نہیں، ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری اور بڑھائی اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے بدلا ان کے جھوٹ کا)

اس کے علاوہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ان کے مکر و فریب اور کذب بیانی کا ذکر ہے اور یہ مسلمانوں کے مقابلے میں تھوڑے تھے، جیسا کہ آیت مذکورہ میں "من الناس" سے ظاہر ہے، اس لیے کہ یہاں من تبعیضیہ ہے اور منافقین کے عقائد و خیالات مسلمانوں کے عقائد و خیالات سے بالکل مختلف تھے پھر بھی اپنے آپ کو مومن اور مسلمان کہتے تھے، اس لیے حق و باطل کے التباس سے بچنے اور ان کے درمیان امتیاز کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حقیقی مسلمانوں کو السواد الاعظم اور الجماعۃ کے نام سے موسوم فرما کر ان کے اتباع کا حکم دیا، چنانچہ ارشاد ہے: "اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار"۔ (مشکوۃ ص:۳۰)

(بڑی جماعت کا اتباع کرو اس لیے کہ جو ان سے الگ ہوا وہ جہنم میں گیا)

اور ارشاد فرمایا: "ثنتان و سبعون فی النار و واحدة فی الجنة و ھی الجماعة"۔ (بہتر فرقے جہنم میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہ جماعت ہے)

اور ارشاد نبوی ہے: "ان اللہ لا یجمع امتی او قال امة محمد علی ضلالة و ید اللہ علی الجماعة و من شذ شذ فی النار"۔ (بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا فرمایا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت کو کسی طرح کی گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا اور اللہ کی مدد جماعت پر اور جو اس سے الگ ہوا الگ جہنم میں گیا)

سچے مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی اور منافقین کی تعداد کم جیسا کہ معلوم ہوا، اس لیے مسلمانوں کو "السواد الاعظم" اور "الجماعة" کے نام سے موسوم فرمایا، چنانچہ حضرت ملا علی قاری قدس سرہ مرقاۃ میں السواد الاعظم کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یعبر به عن الجماعة الکثیرة والمراد ما علیه اکثر المسلمین"۔ اس کی تعبیر جماعت کثیرہ (بڑی جماعت) سے کی جاتی ہے اور مراد وہ عقائد ہیں جن پر اکثر مسلمان ہیں۔

ظاہر ہے کہ حقیقی مسلمانوں کو سواد اعظم اور جماعت کے نام سے موسوم کرنے سے مسمی کی حقیقت نہیں بدلی، اس لیے کہ انھیں مسلمانوں کو موسوم فرمایا جن کے عقائد و خیالات اسلامی عقائد و خیالات ہیں اور سواد اعظم اور جماعت سے منافقین خارج ہو گئے اور ہر وہ گروہ خارج ہو گیا جس کے عقائد و خیالات سواد اعظم کے عقائد و خیالات سے مختلف ہیں، اس طرح حق و باطل کی آمیزش کا خوف دور ہو گیا اور حق و باطل کے درمیان امتیاز پیدا ہو گیا۔

یو ہیں شیر خدا، خلیفۂ برحق، مہر چرخ ولایت، مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے دور خلافت میں خارجیوں کی جماعت پیدا ہوئی، جن کے عقائد و خیالات اتنے بدل گئے کہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو گئے، لیکن ان کے ظاہری اعمال و افعال اسلامی تھے، ان کے درمیان اور سچے مسلمانوں کے درمیان ظاہراً کوئی امتیازی نشان نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین نے جب انھیں قتل کرنے کا حکم دیا تو حضرت امام حسن و امام حسین اور دیگر اکابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کے قتل میں تامل ہوا کہ یہ قوم رات بھر تہجد اور دن بھر تلاوت میں بسر کرتی ہے ہم کیوں کر ان پر تلوار اٹھائیں؟

خارجیوں کے بارے میں سیدنا اعلیٰ حضرت نے الملفوظ میں قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ناظرین کے اطمینان کے لیے اس کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے، وہ فرماتے ہیں: "ہاں یہی وہ فرقہ ہے جسے عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے فہمائش کی اجازت چاہی تھی اور بحکم امیر المومنین تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا، کیا بات امیر المومنین کی تم کو ناپسند آئی؟ انھوں نے کہا، واقعہ صفین میں ابوموسیٰ اشعری کو حکم بنایا یہ شرک ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "ان الحکم الا للہ" حکم نہیں مگر اللہ کے لیے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: اسی قرآن میں یہ آیت بھی تو ہے: "فابعثوا حکما من اھله و حکما من اھلھا" زن و شوہر میں خصومت ہو ایک حکم اس کی طرف سے بھیجو ایک حکم اس کی طرف سے، اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو اللہ ان میں میل کر دے گا۔ دیکھو وہی طریقۂ استدلال ہے جو وہابیہ کا ہوتا ہے کہ علم غیب و امداد وغیرہما میں ذاتی و عطائی کے فرق سے آنکھ بند اور نفی کی آیتوں پر دعویٰ ایمان اور اثبات کی آیتوں سے کفر۔ اس جواب کو سن کر ان میں سے پانچ ہزار تائب ہوئے اور پانچ ہزار کے سر پر

موت سوار تھی، وہ اپنی شیطنت پر قائم رہے، امیر المومنین نے ان کے قتل کا حکم فرمایا، امام حسن و امام حسین و دیگر اکابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ان کے قتل میں تامل ہوا کہ یہ قوم رات بھر تہجد اور دن بھر تلاوت میں بسر کرتی ہے ہم کیوں کر ان پر تلوار اٹھائیں، مگر امیر المومنین کو تو حضور عالم ما کان وما یکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خبر دے دی تھی کہ نماز روزہ وغیرہ ظاہری اعمال کے بشدت پابند ہوں گے، بایں ہمہ دین سے ایسا نکل جائیں گے جیسا تیر نشانہ سے، قرآن پڑھیں گے مگر ان کے گلوں سے نیچے نہیں اترے گا، امیر المومنین کے حکم سے لشکر ان کے قتل پر مجبور ہوا، عین معرکہ میں خبر آئی کہ وہ نہر کے اس پار اتر گئے، امیر المومنین نے فرمایا: واللہ! ان میں سے دس اس پار نہ جانے پائیں گے، سب اسی طرف قتل ہوں گے، جب سب قتل ہو چکے امیر المومنین نے لوگوں کے دلوں سے ان کے تقویٰ وطہارت وتہجد وتلاوت کا وہ خدشہ دفع کرنے کے لیے فرمایا: تلاش کرو، اگر ان میں ذوالثدیہ پایا جائے تو تم نے بدترین اہل زمین کو قتل کیا، تلاش کیا گیا لاشوں کے نیچے نکلا جس کا ایک ہاتھ پستان زن کے مشابہ تھا، امیر المومنین نے تکبیر کہی اور حمد الٰہی بجالائے اور لشکر کے دل کا شبہ اس غیب کی خبر بتانے اور مطابق آنے سے زائل ہو گیا، کسی نے کہا حمد ہے اسے جس نے ان کی نجاست سے زمین کو پاک کیا۔ امیر المومنین نے فرمایا: کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ختم ہو گئے؟ ہرگز نہیں، ان میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں کچھ باپ کی پیٹھ میں، جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہوگا دوسرا سر اٹھائے گا" **حتی یخرج آخرھم مع الدجال**" یہاں تک کہ ان کا پچھلا گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا، یہی وہ فرقہ ہے کہ ہر زمانہ میں نئے رنگ نئے نام سے ظاہر ہوتا رہا اور اب اخیر وقت میں وہابیہ کے نام سے پیدا ہوا"۔ (الملفوظ اول ص ۶۳ / ۶۴ / ۶۵)

مذکورہ عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بظاہر خارجیوں اور عام مسلمانوں (سواد اعظم) کے درمیان کوئی امتیازی نشان نہیں تھا، اس لیے حق و باطل کے درمیان امتیاز کے لیے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے متبعین (سواد اعظم) کو شیعۂ علی کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ یہاں بھی شیعۂ علی کے نام سے مسمّی کی حقیقت نہیں بدلی، اس لیے کہ اس سے بھی وہی مسلمان مراد ہیں جن کے عقائد وخیالات اسلامی ہیں۔ یہی نام سواد اعظم کی پہچان بن گیا۔ لیکن بعد میں جب اہل باطل غلاۃ، روافض، زیدیوں اور اسماعیلیوں نے بھی اپنے آپ کو شیعہ کہنا شروع کیا تو اہل حق نے اپنے لیے اس نام کو پسند نہیں کیا اور اس کی جگہ اہل سنت وجماعت کا نام اختیار کیا۔ چنانچہ اپنے وقت کے جلیل القدر عالم ربانی حضرت محدث عبد العزیز دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی تصنیف "تحفۂ اثنا عشریہ" میں فرماتے ہیں:

"یہ بھی جاننا چاہیے کہ شیعۂ اولیٰ، فرقہ سنیہ وتفضیلیہ ہر دو کو شامل ہے، پہلے شیعہ کے لقب سے مشہور تھا اور جب غلاۃ، روافض، زیدیوں اور اسماعیلیوں نے یہ لقب اپنے لیے استعمال کیا اور عقائد و اعمال میں ان سے شر وقبائح سرزد ہونے لگے تو حق اور باطل کے مل جانے کے خطرہ سے فرقہ سنیہ اور تفضیلیہ نے اس لقب کو اپنے لیے ناپسند کیا اور اس کی جگہ اہل سنت وجماعت کا لقب اختیار کیا۔

اب بات واضح ہوگئی کہ تاریخ کی قدیم کتب میں جہاں یہ الفاظ آئے ہیں کہ "**فلان من الشیعۃ او من شیعۃ علی**" یعنی وہ شیعہ ہے یا شیعۂ علی میں سے ہے۔ حالاں کہ یہ لوگ رؤسائے اہل سنت وجماعت سے ہوتے ہیں تو یہ الفاظ اپنی جگہ صحیح ہیں۔ تاریخ واقدی اور استیعاب میں اس قسم کے الفاظ بہت آتے ہیں، لہٰذا باخبر رہنا چاہیے"۔ (تحفۂ اثنا عشریہ اردو ص ۱۶)

حضور محدث دہلوی قدس سرہ کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ حق و باطل کے التباس کے خوف سے نام تبدیل کر دینا چاہیے تاکہ حق و باطل میں امتیاز باقی رہے، اسی لیے شیعۂ علی کی جگہ اہل سنت وجماعت کا نام اختیار کیا گیا، یہاں بھی مسمّی کی حقیقت وہی ہے، اس سے وہی مسلمان مراد ہیں جن کے عقائد و خیالات اسلامی ہیں اور "**ما انا علیہ واصحابی**" کے مصداق ہیں۔

سواد اعظم کے لیے اہل سنت وجماعت کا نام ایک زمانے تک بولا جاتا رہا، حتی کہ امام اہل سنت حضرت شیخ ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی یہی نام اہل حق کے لیے استعمال ہو رہا تھا، لیکن جب معتزلہ فرقہ پیدا ہوا، جس کا رئیس اور بانی واصل بن عطا ہے، جس کی پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور اس کی موت ۱۳۱ھ میں ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فرقہ ۱۰۰ھ کے آس پاس پیدا ہوا، اس کے کچھ عقائد و خیالات غیر اسلامی تھے، جو "**ما انا علیہ واصحابی**" کے مصداق نہیں

تھے، اس لیے جلیل القدر تابعی شیخ المحدثین والفقہاء والمتورعین امام الصوفیہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اس وقت جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے انھوں نے بھی اس فرقہ کا رد فرمایا، لیکن اس کا زور بڑھتا گیا، یہاں تک کہ حضرت ابوالحسن اشعری قدس سرہ کے دور تک خود معتزلہ کے بہت سے گروہ اور فرقے ہو گئے۔ تقریباً دو سو سال میں معتزلہ نے اپنے دام تزویر میں بہت سے لوگوں کو پھنسا لیا اور اس دو سو سال کی مدت میں بہت سے نئے فرقے بھی پیدا ہوئے، علمائے اسلام معتزلہ کا اور دوسرے باطل فرقوں کا رد کرتے رہے مگر باضابطہ کتابی اور تحریری شکل میں رد نہیں ہو رہا تھا۔

چنانچہ شرح عقائد نسفی کی عبارت "**وشاع مذهبهم فيما بين الناس**" کے بعد صاحب نبراس فرماتے ہیں: "**من غير ان يتصدى احد من علماء الاسلام لتدوين الكتب فى ابطال مذهبهم**"۔ (نبراس ص ۲۰) یعنی معتزلہ کا مذہب لوگوں میں پھیل رہا تھا مگر علمائے اسلام میں سے کسی نے ان کے مذہب کے ابطال میں کوئی کتاب نہیں تصنیف کی۔

پہلی مرتبہ باضابطہ کتابی اور تحریری شکل میں امام اہل سنت حضرت ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب مثلاً ابوالحسن باہلی، قاضی ابوبکر باقلانی، امام الحرمین اور امام رازی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بڑی شد و مد سے ان کا رد فرمایا۔

رئیس المتکلمین امام اہل سنت حضرت علی بن اسماعیل شیخ ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے معتزلہ کے رد میں کتاب تصنیف فرمائی اور صرف معتزلہ کا رد نہیں کیا بلکہ اس وقت جتنے باطل فرقے معرض وجود میں آچکے تھے ان سارے فرقوں کا بھرپور انداز میں رد فرمایا، مثلاً معتزلہ اور اس کے تمام فرقوں، غلاۃ اور اس کے تمام فرقوں، امامیہ اور اس کے تمام فرقوں اور خوارج اور اس کے تمام فرقوں کے باطل عقائد و خیالات کا ذکر فرما کر ہر پہلو سے ان کا رد فرمایا ہے۔

چنانچہ آپ کی کتاب "**مقالات الاسلامیین**" اس پر شاہد عدل ہے، آپ نے یہ کتاب تصنیف فرما کر باطل فرقوں کے پرخچے اڑا دیئے اور سواد اعظم (مذہب اہل سنت وجماعت) کی حقانیت کو ثابت فرمایا، آپ کے اس جلیل القدر کارنامے کی وجہ سے آپ کی طرف نسبت اہل حق ہونے کی علامت بن گئی۔ چنانچہ آپ کے متبعین کو اشاعرہ اور اشعریہ کے نام سے موسوم کیا گیا، حتی کہ "ماتریدیہ" جو بعض مسائل میں آپ سے اختلاف کرتے تھے انھوں نے بھی آپ کی طرف نسبت کو پسند فرمایا۔ حضرت ابوالحسن اشعری قدس سرہ کے زمانے میں بھی اہل حق اپنے آپ کو اہل سنت وجماعت ہی کہتے تھے، مگر بعد کے لوگوں نے اہل سنت وجماعت کو اشاعرہ اور اشعریہ کے نام سے موسوم لیا۔ چنانچہ صاحب نبراس فرماتے ہیں: "**واصطلح المتأخرون على تسمية الفريقين بالاشاعرة تغليبا**"۔ (نبراس ص ۲۲) یعنی بعد کے لوگوں نے دونوں فریق اشعریہ اور ماتریدیہ کو اشاعرہ کی اصطلاح کے ساتھ موسوم کیا۔ چوں کہ ماتریدیہ چند مسائل کے علاوہ تمام مسائل وعقائد میں اشعریہ کے موافق تھے اور اشاعرہ زیادہ تھے یعنی بہت سے ممالک عرب، شام، عراق اور خراسان میں اشاعرہ زیادہ تھے اس لیے ماتریدیہ کو بھی اس نام سے موسوم کیا گیا۔

علامہ اشعری سے پہلے جن صحابہ اور تابعین یا تبع تابعین نے باطل فرقوں کا جو رد کیا وہ جزوی طور پر بعض فرقوں کا رد تھا، لہٰذا علامہ موصوف کے زمانے میں یا ان کے بعد مذکورین میں سے کسی کے نام کی طرف اہل سنت وجماعت کو منسوب کیا جاتا تو حق و باطل کے التباس سے بچا نہیں جا سکتا تھا، اس لیے کہ اہل سنت وجماعت کو ظاہر کرنے کے لیے ایسا لفظ ضروری ہے جو تمام بدمذہبوں سے ممتاز کر دے اور اس کے لیے اشعری، اشاعرہ اور اشعریہ سے مناسب کوئی لفظ نہیں تھا، اس لیے کہ علامہ موصوف نے تمام باطل فرقوں کا بڑی شد و مد سے رد فرمایا ہے، لہٰذا اشعری ہونا اہل حق ہونے کی علامت بن گیا۔ چنانچہ ابن تیمیہ کو اس کی بدعقیدگی اور شان الوہیت ورسالت میں گستاخی کرنے کی وجہ سے سلطان وقت نے جیل خانہ بھیج دیا، لیکن اس نے جب بدعقیدگی سے توبہ کی اور امام اہل سنت حضرت ابوالحسن اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتاب سر پر رکھ کر کہا کہ میں اشعری ہوں تو رہا کر دیا اور ابن تیمیہ کی پیدائش ۶۶۱ھ میں ہوئی اور موت ۷۲۸ھ میں ہوئی، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اشعری کے بعد بدمذہبوں سے امتیاز کے لیے اہل سنت وجماعت نہیں کہا جاتا تھا بلکہ اشعری، اشاعرہ یا اشعریہ کہا جاتا تھا۔

میرے اس قول کی تائید اپنے (بقیہ ص ۴۴ پر)

सवाल न. 109: बताइये यह जवाब किस ज़बान में दिया गया था?
जवाब : उर्दू ज़बान में।
सवाल न. 110: बताइये इब्तिदाए क़सीदा कब लिखा गया था नीज़ यह भी बताइये कि क़सीदा पर ऐतराज़ात का जवाब कब लिखा गया?
जवाब :अल्ल तरतीब 1315 हिजरी/1316 हिजरी।
सवाल न. 111: बताइये यह क़सीदा किसकी मदह में नज़्म किया गया था?
जवाब : हज़रत नूरी मियाँ की मदह में।
सवाल न. 112: इमाम अहमद रज़ा के नातिया दीवान ''हदाइक़े बख़्शिश'' में एक मनक़बत हज़रत शाह आले रसूल की शान में भी मौजूद है, बताइये इसका मतला क्या है?
जवाब : ख़ुशादे ले के दहिन्दश दिलाए आले रसूल
ख़ुशा सरे के कुनिन्दश फ़दाए आले रसूल
सवाल न. 113: इमाम अहमद रज़ा ने दूसरे सफ़र हज के मौक़े पर एक नात कही थी क्या आप इसका मतला बता सकते है?
जवाब : शुक्रे ख़ुदा कि आज घड़ी इस सफ़र की है
जिस पर निसार जान फ़ला हो ज़फ़र की है
सवाल न. 114: क्या आप इमाम अहमद रज़ा की इस मक़बूल तरीन नात का मतला बता सकते हैं जिसे आपने आँ हज़रत के रौज़ाए अनवर के मुवाजहे में पढ़ी थी तो ज़्यारते नबवी सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम से आलमे बेदारी में मुर्शरफ़ हुए थे?
जवाब : वह सूए लाला ज़ार फिरते हैं
तेरे दिन ऐ बहार फिरते हैं
सवाल न. 115: इमाम अहमद रज़ा के उस क़सीदे का नाम बताइये जिसे एक महफ़िल में सुनकर मिस्र के तमाम उलमा बयक ज़बान पुकार उठे कि यह किसी अरबी युल नस्ल आलिम का लिखा हुआ है?
जवाब : क़सीदा अरबिया।
सवाल न. 116: इमाम अहमद रज़ा की वह कौन सी नात है जिसका मतला सुनकर मिर्ज़ा दाग़ देहलवी ने कहा था कि ''मौलवी होकर ऐसे अच्छे शेर कहता है।
जवाब : वह सूए लाला ज़ार फिरते हैं
तेरे दिन ऐ बहार फिरते हैं।
सवाल न. 117: इमाम अहमद रज़ा का वह कौन सा क़सीदा है जिसके बारे में लखनऊ के शायरों का कहना है कि ''इसकी ज़बान तो कौसर में धुली हुई है''?
जवाब : क़सीदाए मेराजिया।
सवाल न. 118: यही क़सीदा जब हज़रत मुहद्दिस कछौछवी ने देहली में पढ़ा तो बताइये सर आमद देहली के शायरों ने क्या कहा था?
जवाब : आप उमर भर पढ़ते रहें और हम उमर भर सुनते रहें।
सवाल न. 119: हज़रत अतहर हापुड़ी ने इमाम अहमद रज़ा के सामने अपनी एक नात का मतला पढ़ा था जिसे सुनकर इमाम अहमद रज़ा ने कहा था कि मतला का मिसराए सानी शाने नबुव्वत के ख़िलाफ़ है बताइये वह मतला क्या था?
जवाब : कब हैं दरख़्त हज़रते वाला के सामने
मजनू खड़े हैं ख़ेमाए लैला के सामने।
सवाल न. 120: बताइये मिसरआ सानी की बर वक़्त इस्लाह इमाम अहमद रज़ा ने अपने किस मिसरे से फ़रमाई थी?
जवाब : क़ुदसी खड़े हैं अर्शे मुअल्ला के सामने।
सवाल न. 121: बताइये वह कौन से शायर थे जो अपना ''क़सीदा मेराजिया'' इमाम अहमद रज़ा को सुनाने की गरज़ से आये थे लेकिन उन्होंने जब आपका क़सीदा मेराजिया ख़ुद आपकी ज़बानी सुना तो शरमा कर अपना क़सीदा तह करके जेब में डाल लिया?
जवाब : मोहसिन काकोरवी।
सवाल न. 122: क्या आप मोहसिन काकोरवी के इस क़सीदे मेराजिया का मतला बता सकते हैं जिसे उन्होंने जेब में डाल लिया था?
जवाब : समते काशी से चला जानिबे मथरा बादल
बर्क़ के कांधे पर लायी है सबा गंगा जल।
सवाल न. 123: इमाम अहमद रज़ा की उस मशहूर नात का मतला बताइये जो चार ज़बानों में कही गयी है?
जवाब :
लमयाति नज़िरू कफ़ी नज़रिन मिस्ले तो न शुद पैदा जाना
जग राज को ताज तोरे सर सू है तुझको शहे दूसरा जाना
सवाल न. 124: बताइये यह नात किन चार ज़बानों में कही गयी है?
जवाब : अरबी, फ़ारसी, उर्दू और पूरबी।
सवाल न. 125: इमाम अहमद रज़ा ने अपनी नातगोई के मुतअल्लिक़ एक रुबाई कही है बताइये कौन सी?
जवाब : हूँ अपने कलाम से निहायत महज़ूज़
बेजा से है अलमिन्नतु लिल्लाह महफ़ूज़
क़ुर्आन से मैने नात गोई सीखी।
यानी रहे आदाबे शरीअत मलहूज़।

(जारी है---)

किस्त–14

आला हज़रत इमाम अहमद रज़ा कुइज़

मुरत्तिबः प्रो० हाफ़िज़ मोहम्मद शकील औज, कराची यूनिवर्सिटी, कराची - पेशकशः मोहम्मद आमिल हुसैन, बाजार संदल खाँ बरेली शरीफ

सवाल न. 89: क़सीदए नूर का मतला बताइये?
जवाब :

सुबह तैबा में हुई बटता है बाड़ा नूर का
सदक़ा लेने नूर का आया है तारा नूर का

सवाल न. 90: इस क़सीदे का मक़ता भी सुना दीजिए?
जवाब :

ऐ रज़ा यह अहमदे नूरी का फ़ैज़े नूर है
हो गई मेरी ग़ज़ल बढ़कर क़सीदा नूर का

सवाल न. 91: इमाम अहमद रज़ा की शायरी के बारे में मौलाना वारिस जमाल बस्तवी ने एक इंतेहाई मालूमाती मक़ाला तसनीफ़ फ़रमाया है नाम बताइये?
जवाब : इमामे शेरो सुख़न।
सवाल न. 92: बताइये इमाम अहमद रज़ा की नातिया शायरी के मजमूए का नाम क्या है?
जवाब : हदाइक़े बख़्शिश।
सवाल न. 93: बताइये "हदाइक़े बख़्शिश" कितने हिस्सों में मुनक़सिम है?
जवाब : दो हिस्सों में।
सवाल न. 94: बताइये यह दोनों हिस्से किस सन् हिजरी में इशाअत पज़ीर हुए?
जवाब : 1325 हिजरी में।
सवाल न. 95: 1366 हिजरी में हदाइक़े बख़्शिश का तीसरा हिस्सा इशाअत पज़ीर हुआ था, बताइये इसके मुदव्विन वन और मुरत्तिब कौन थे?
जवाब : मौलाना महबूब अली खाँन।
सवाल न. 96: हदाइक़े बख़्शिश का तीसरा हिस्सा, क्या वाक़ियतन इमाम अहमद रज़ा का तहरीर करदा है?
जवाब : कुछ है और कुछ नहीं।
सवाल न. 97: हदाइक़े बख़्शिश के पहले दो हिस्से इमाम अहमद रज़ा की जिन्दगी में छप चुके थे, बताइये हदाइक़े बख़्शिश का तीसरा हिस्सा इमाम अहमद रज़ा की वफ़ात के कितने अर्से बाद शाय हुआ?
जवाब : चौबीस साल बाद।
सवाल न. 98: इमाम अहमद रज़ा की शेर गोई पर मलिक शेर मुहम्मद ऐवान के तहरीर करदा रिसालों का नाम बताइये?
जवाब : मौलाना अहमद रज़ा ख़ान की नातिया शायरी।
सवाल न. 99: इमाम अहमद रज़ा की शेर गोई पर सय्यद शेर मुहम्मद क़ादिरी ने एक रिसाला तहरीर किया है क्या आप उसका नाम बता सकते हैं?
जवाब : आला हज़रत की शायरी पर एक नज़र।
सवाल न. 100: मौलाना अहमद रज़ा का क़सीदाए नूर बनाम सरापा नूर कितने मतलओं पर मुशतमिल हैं?
जवाब : छियालिस मतलओं पर।
सवाल न. 101: यह क़सीदा आपने किस हिजरी में लिखा?
जवाब : 1324 हिजरी में।
सवाल न. 102: इमाम अहमद रज़ा ने मौलाना फ़ज़्ले रसूल की तारीफ़ में बज़ुबाने अरबी दो मंज़ूम रिसाले तहरीर फ़रमाए आप उन रिसालों का नाम बता सकते हैं?
जवाब : "हमाइदे फ़ज़्ले रसूल" और "मद्दाहे फ़ज़्ले रसूल"।
सवाल न. 103: बताइये दोनों रिसाले किस सन् हिजरी में लिखे गये?
जवाब : 1300 हिजरी में।
सवाल न. 104: मिराजुन्नबी का मन्ज़ूम बयान बज़ुबान उर्दू इमाम अहमद रज़ा ने किस नाम से किया?
जवाब : नज़्रे गदा दर तहनियते शादिये असरा।
सवाल न. 105: आप इस मंज़ूम बयान का सने तसनीफ़ बताइये?
जवाब : 1300 हिजरी में।
सवाल न. 106 : इमाम अहमद रज़ा के फ़ारसी क़सीदे अकसीरे आज़म पर कई ऐतराज़ किये गये थे जिसका जवाब आपने एक उर्दू रिसाले में तहरीर फ़रमाया था नाम बताइये?
जवाब :
सवाल न. 107: बताइये यह क़सीदा किस अज़ीम रूहानी शख़्सियत की याद में तहरीर किया गया था?
जवाब : शेख़ अब्दुल क़ादिर जीलानी।
सवाल न. 108: इमाम अहमद रज़ा के एक उर्दू क़सीदे मशरिक़िस्ताने पर भी ऐतराज़ किये गये बताइये आपने उन ऐतराज़ का जवाब किस उनवान से दिया था?
जवाब : इसी क़सीदे के उनवान से।

A JUST ANSWER TO THE BIASED AUTHOR

REFLECTING THE TRUE MEANING OF "IMAN, KUFR AND TAKFEER"

By: Taajush Shariah Allama Mufti Muhammad Akhtar Raza Khan Qadri Azhari (Allah Preserve him)

Part (16)

.... (he) announced clearly the nothingness of that specialty and (furthermore) announced the equality and indiscrimination. Is this not a clear swearing (i.e. is it not clearly using offensive language)? Indeed it is, the author himself admitted that even then, as being against (contrary to) the coalition of leaders (A'immah). So does the clear still need intention?

Fourthly: Regarding this question by Ashraf Ali, it is necessary to declare the reason of differentiation. If the differentiation was clear in heart and mind, why must he say now that it is necessary to declare the reason of differentiation? Is it not open evidence to his belief to indifferenciation? Again as the author has said "because the intention behind them was not to insult the Prophet (ALLAH bless him and give him peace)", so according this, even then too, it will not be regarded as not having the intention of insult?

Fifthly: he himself refuses the interpretation he declares as saying "however crudely".

Sixthly: since he admitted it as "crudely" so how then, was it a disagreement by Ulama? And it is clear through his admission that this style and this thought never comes up to the mentioned conditions in the standard which he himself appointed. For the same thought, he is presenting this phrase of Durr-e-Mukhtar and making the unanimous (ijmai) issue disputed. If this is not deception then what is this?

Seventhly: Why must he combine both the contrary statements after he has declared it to be refuted saying: "saharanpuri and thanwi both late explicitly mentioned this in their defense of themselves and other Deobandi figures".

Eighthly: he has forgotten what he has said just here. He has said before: "crudely". Now what does he mean to deny the same and to declare it to be "scholarly". Now what authority does he have to say that: there is a valid "difference of scholarly opinion" about the unbelief of such words, for "even if weak in the above Hanafi text means, according to the commentator Ibn 'Abidin, even if the difference of opinion is found only in another school (Madhab) of jurisprudence". (Page: 30)

Here the statement by Ibn Abidin is as follows:

قوله ولو رواية ضعيفة] قال الخير الزملي :أقول ولو كانت الرواية لغير أهل مذهبنا. ويدل على ذلك اشتراط كون ما يوجب الكفر مجمعا عليه 1ه

i.e. Khair al Ramli has stated: "I have to say even if the weak narration should be the view of other than our school of thought (Cont ....)

محمد ﷺ

مَنْ کَانَ بَارًا بِوَالِدَیْہِ فَلْیُحَافِظْ عَلٰی ذٰلِکَ

برائے ایصال ثواب

مرحوم عبدالغفار دین محمد انصاری

منجانب

صاحبزادگان عبدالغفار دین محمد انصاری مرحوم

ممبئی

محمد ﷺ



بِرُّ الْوَالِدَیْنِ

بَرَکَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

برائے ایصال ثواب

مرحوم بشیر احمد خواجہ احمد انصاری

منجانب

صاحبزادگان بشیر احمد خواجہ احمد انصاری مرحوم

ممبئی

جھوٹ کی نحوست

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب کوئی جھوٹ بولتا ہے تو جھوٹ کی بدبو کی وجہ (رحمت کا) فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔"

برائے ایصال ثواب

مرحوم سید صغیر حسن و مرحومہ حلیمہ بانو

منجانب: صاحبزادگان مرحوم سید صغیر حسن و مرحومہ حلیمہ بانو، ممبئی

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82, SAUDAGRAN, DARGAH AALA HAZRAT, BAREILLY SHARIF (U.P.) PIN : 243003
EDITOR, PRINTER, PUBLISHER & PROPRIETOR : ASJAD RAZA KHAN
Printed at Faiza Printers, Hamidi Complex, Bada Bazar, Bareilly Sharif (U.P.) Mob.: 9368643470

RNI No. : UPMUL\2017\71926
PER COPY : RS. 20:00
PER YEAR : RS. 250:00

HADEETH SHAREEF

Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said: I was told that Allah's Massenger (Sallallahu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer" engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said, "What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr?" I replied: "I have been told, Massenger, of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, Yet you yourself are praying while sitting." He said, "Yes, but I am not like one of you."

(Muslim Sharif)

مفتی شعیب رضا نعیمی کی حیات و خدمات پر

20/-

خصوصی شمارہ

ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ / اگست ۲۰۱۷ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

August - 2017

چھوڑ کر تم یکا یک جہاں چل بسے
اے شعیب نعیمی کہاں چل بسے
تم نہیں ہو تو سونی ہے بزمِ سخن
تم سے شاداب تھے آگہی کے چمن
(تاج الشریعہ)

- ایک تھا میرا رفیق
- مفتی محمد شعیب رضا نعیمی ایک نظر میں
- مفتی محمد شعیب رضا نعیمی کی کچھ علمی یادیں
- ایک بالغ نظر اسلامی اسکالر تھے مفتی شعیب رضا نعیمی
- مفتی محمد شعیب رضا نعیمی کے وصال پر علما و مشائخ کی اشکبار تحریریں
- مفتی محمد شعیب رضا نعیمی کیلئے منعقد محافل ایصال ثواب کی ایک مختصر روداد
- تحریک آزادی، انگریز نوازی اور مشرکین کی ریشہ دوانیاں

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

August-2017 ذی قعدہ ۱۴۳۸ھ / اگست ۲۰۱۷ء

زیر سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

معین اختر رضوی، کمپیوٹر سیکشن جے آر ایم ہیڈ آفس

فی شمارہ ۲۰؍ روپے | زر سالانہ ۲۵۰؍ روپے

پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰؍ روپے | دیگر ممالک ۳۵؍ امریکی ڈالر

Issue 8 شمارہ نمبر ۸

Vol. 2 جلد نمبر ۲

نوٹ: رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ھدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں۔ آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ: کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

جماعت رضائے مصطفےٰ، شاخ کانپور، رضا اکیڈمی ممبئی، دار العلوم مخدومیہ ردولی شریف، غلام مصطفےٰ نوری مشن مالیگاؤں، جماعت رضائے مصطفےٰ، شاخ بوکارو۔

تاج الشریعہ کے غم زدہ قلم سے...

چھوڑ کر تم یکا یک جہاں چل بسے تم نہیں ہو تو سونی ہے بزم سخن
اے شعیب نعیمی کہاں چل بسے تم سے شاداب تھے آگہی کے چمن

داماد حضور تاج الشریعہ، نازش علم وفن، پیکر اخلاص، حضرت علامہ مفتی شعیب رضا نعیمی کی رحلت پر

اشکہائے فرقت

از: محمد سلمان رضا فریدی صدیقی مصباحی، بارہ بنکوی، مسقط عمان

توڑ کر وصل کے دائرے، چل دیے قلب تاج الشریعہ ہوا غم زدہ
بزم دنیا سے وہ بس اٹھے، چل دیے حسرتیں آپ ان کی لئے، چل دیے

کہنے سننے کی حسرت جگر میں رہی سُونا سُونا ہے گلزار مسجد میاں
آہ! وہ بے کہے، بے سنے، چل دیے آہ! تم اس کی رونق بنے، چل دیے

اہل سنت سپہ سن کے بجلی گری غم سے مولانا عاشق ہوئے اشکبار
اب شعیب نعیمی گئے، چل دیے تم نگاہ کرم ڈال کے، چل دیے

ان کی یادیں رلاتی رہیں گی ہمیں مسکراتی جبیں، زندہ دل، خوش ادا
وہ ہمیں بس ذرا سا ملے، چل دیے آپ سب کے دلوں کو لئے، چل دیے

ان کے سینے میں تھا ایک بے باک دل سر جھکائے ہیں رب کی مشیت سے ہم
مشکلوں میں سنت سے پیچھے ہٹے، چل دیے جتنا لکھا تھا، اتنا جیے، چل دیے

عظمت مصطفےٰ کے محافظ تھے وہ خوش نصیبی سے موت آئی رمضان میں
وہ نہ باطل سے ہرگز دبے، چل دیے خلد وہ مسکراتے ہوئے، چل دیے

موجزن ان کے اندر تھا عشق نبی قبر میں ان پہ ہوگا نبی کا کرم
رات دن عشق میں وہ جلے، چل دیے ذکر آقا، وہ کرتے ہوئے، چل دیے

بے رکے بے تھکے راہ اخلاص پہ ان کو حاصل رہیں، قبر کی راحتیں
عمر بھر کام حق کے کیے، چل دیے رب انھیں تا ابد خوش رکھے، چل دیے

جس سے چمکے گی راہ ہنر اے شعیب بارش ابر رحمت ہو ان پہ سدا
کر کے روشن تم ایسے "دیے" چل دیے نور سے قبر ان کی بھرے، چل دیے

خاندان رضا، سارا غمگین ہے اب کبھی دید ان کی نہ ہو پائے گی
مختصر اس چمن میں رہے، چل دیے اُف! فریدی سے کیسے لکھے، چل دیے

محمد عبدالرحیم نشتر فاروقی

ایک تھا میرا رفیق

۱۹۹۹ء کی ایک خوشگوار شام تھی جب مکتبہ نعیمیہ دہلی میں میری پہلی ملاقات رفیق گرامی حضرت علامہ مفتی شعیب رضا نعیمی صاحب سے ہوئی، علیک سلیک کے بعد گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا، دوران گفتگو جب آپ کو معلوم ہوا کہ میں خادم حضور تاج الشریعہ ہوں تو بے حد مسرور ہوئے اور رشک آمیز لہجہ میں فرمانے لگے کہ آپ قسمت والے ہیں جو صبح و شام تاج الشریعہ کی خدمت میں حضوری کا شرف حاصل ہے، پھر دریافت فرمایا کہ دہلی میں کب تک رُکنا ہے؟ عرض کیا: دو تین دنوں تک ہوں، ارشاد فرمایا: آج سے آپ کا قیام میرے غریب خانے پر رہے گا اور باصرار مجھے اپنی کار سے بھجن پورہ اپنے دولت کدے پر لے آئے، رات کو پر تکلف کھانے کا اہتمام کیا، صبح اپنا قائم کردہ تعلیمی ادارہ اسلامی مرکز دکھایا، دارالافتا میں بیٹھ کر تعلیمی اور انتظامی امور سے متعلق گفتگو ہو رہی تھی کہ ایک مستفتی آ گیا، فرمانے لگے: ماشاء اللہ بہت اچھے موقع پر تشریف لائے، آپ کے سوال کا جواب بریلی شریف کے مفتی صاحب تحریر فرمائیں گے اور استفتا میری طرف بڑھا دیا، اب حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہ تھا، لہٰذا راقم نے جواب لکھ کر مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا کہ ملاحظہ فرمالیں اگر کوئی کمی ہو تو اصلاح فرمادیں، مفتی صاحب مسکراتے ہوئے ''صح الجواب والمجیب مصیب ومثاب'' تحریر فرما کر کسی اسٹاف کو مزید آگے کی کارروائی کے لئے دے دیا، پھر ناشتہ کے بعد قریب گیارہ بجے میں مفتی صاحب سے رخصت ہو کر بریلی شریف آ گیا، اس طرح حضرت مفتی صاحب سے میرے رسم وراہ کا آغاز ہوا۔

اس کے بعد گاہ گاہ دہلی میں اور بریلی شریف عرس رضوی میں ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا، ان ملاقاتوں میں ملکی وملی حالات پہ تبادلۂ خیال ہوتا، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کی تدبیریں زیر غور ہوتیں، باد مخالف سے نپٹنے کی صورتیں سوچی جاتیں اور قومی ومذہبی ضرورتوں کا احساس کیا جاتا، لیکن اس سلسلے میں کچھ عملی اقدام نہ کر پانے کی کسک صاف جھلکتی، ان باتوں سے آپ کی بالغ نظری اور ملی ہمدردی کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

پھر قسمت نے یاوری کی اور آپ کو دنیائے سنیت کی عظیم شخصیت حضور تاج الشریعہ سے شرف فرزندی حاصل ہوا، جو سونے پہ سہاگہ ثابت ہوا، ستارہ آفتاب وماہتاب بن گیا، لوگ پلکوں پہ بٹھانے لگے، دلوں میں بسانے لگے، اپنے جلسوں کی زینت بنانے لگے، کانفرنسیں آپ کی شرکت کی بدولت کامیابیوں سے ہمکنار ہونے لگیں، خلق خدا آپ کے ہاتھوں کو تھام کر تاج الشریعہ کی غلامی میں شامل ہونے لگی، کتنے پژمردہ علاقے آپ کی کاوشوں کے صدقے تاج الشریعہ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے جگمگا اٹھے۔

تبلیغی اسفار سے جو اوقات بچتے انھیں مرکزی دارالافتا میں صرف فرماتے، فتاوی لکھتے اور انھیں تاج الشریعہ اور قاضی ملت علامہ قاضی عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمہ کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کرتے، میں نے دیکھا کہ بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ ان میں حذف واضافے کی ضرورت پیش آئی۔

ذہنی ہم آہنگی کے سبب مفتی صاحب قبلہ سے میری دوستانہ قربت تھی، ہمارے درمیان مختلف امور میں مشوروں کا تبادلہ ہوتا، جزئیات کی تخریج اور مسائل میں بحث وتمحیص ہوتی، دلائل کی تردید وتوثیق ہوتی، قوم وملت کے لئے کچھ کر گزرنے کا عزم بنتا، منصوبے تیار ہوتے اور انھیں عملی جامہ پہنانے کے ممکنہ طریقے بروئے کار لانے کی سعی بلیغ ہوتی۔

راقم جب بحکم تاج الشریعہ شہزادۂ گرامی حضرت علامہ مفتی عسجد رضا خاں قادری مدظلہ العالی کی نگرانی میں جامعۃ الرضا کا تعلیمی اور انتظامی خاکہ تیار کر رہا تھا، اس وقت بھی مفتی صاحب نے ہر ممکن رہنمائی فرمائی، چونکہ مفتی صاحب دینی اداروں کے ساتھ ساتھ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بھی زیر تعلیم رہ چکے تھے، اس لئے دونوں کی خوبیوں اور خرابیوں پر بھی آپ کی گہری نظر تھی، چنانچہ آپ نے فرمایا کہ نصاب تعلیم اور نظام تعلیم ایسا ہونا چاہئے جو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے، اگر کوئی جدید شئے دین کے لئے نفع بخش ہے تو اس کا حصول ہونا چاہئے، اسی طرح اگر کوئی قدیم شئے دور حاضر میں دین کے لئے سودمند نہیں تو اسے ترک کر دینا چاہئے، الغرض ہر اس علم کو شامل نصاب ہونا چاہئے جو کسی نہ کسی طور پر دین کو فائدہ پہنچا سکتا ہو، جسے طلبہ اپنی ذاتی دلچسپی کے پیش نظر حاصل کر سکیں اور کم از کم اپنے اندر ایسی صلاحیت لازمی طور پر پیدا کر لیں کہ دنیا میں کسی بھی موڑ پر خود کو کمتر نہ محسوس کریں۔

اس سلسلے میں کئی تعلیمی اداروں کے نصاب تعلیم اور تعلیمی مناہج کے خاکے از خود منگوائے اور ان میں سے کن کن چیزوں کو جامعہ کے نصاب میں شامل کیا جا سکتا ہے، کون کون سے شعبوں کے قیام کی ضرورت ہے، ان شعبوں میں کتنی قسمیں ممکن ہیں، ان سب کی نشاندہی بھی فرمائی۔

انھیں کے مشوروں کے پیش نظر راقم نے کچھ اہم دینی اور عصری اداروں کے ماہرین کے ساتھ میٹنگ کی اور ان سے مدارس اسلامیہ کے موجودہ نصاب تعلیم پر رائے لی، مدارس کا تشخص برقرار رکھتے ہوئے ہم کون کون سی تبدیلیاں کر سکتے ہیں، ان کے امکانات پر غور و خوض کیا، اس طرح جامعۃ الرضا کے نصاب تعلیم کو آخری شکل دی گئی۔

انھیں دنوں جدید مسائل کا فقہی حل تلاش کرنے کے لئے ہم سنیوں کے یہاں سیمیناروں کا آغاز ہوا تھا، مفتی صاحب نے کہا کہ نئے مسائل کی تحقیق و تنقیح کا کام اگر مرکز سے ہو تو زیادہ بہتر ہوتا، کیوں نہ ہم بھی ایک فقہی تنظیم قائم کریں جو مرکز سے قوم و ملت کو درپیش مسائل کا حل پیش کرے، میں نے عرض کیا، بالکل! وقت کا بھی تقاضہ ہے، اس سلسلے میں ہمیں بھی میدان عمل میں آنا چاہئے، آپ نے فرمایا: آپ کوئی نام تجویز فرمائیے، راقم نے غور و خوض کے بعد "شرعی کونسل" تجویز کیا، جسے آپ نے پسند فرمایا، پھر طے ہوا کہ کل صبح حضور تاج الشریعہ کی بارگاہ میں یہ عریضہ اور نام پیش کیا جائے گا، اگر منظوری مل گئی تو مزید اس پر کام کیا جائے گا ورنہ نہیں۔

دوسرے دن ہم تاج الشریعہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت مفتی صاحب نے حضور تاج الشریعہ کی خدمت یوں عریضہ پیش کیا: ابا مولانا نشتر فاروقی صاحب کہہ رہے ہیں جدید مسائل حل کرنے کے لئے ہمارے یہاں بھی کوئی کمیٹی ہونی چاہئے، اگر اجازت ہو تو اس کے لئے "شرعی کونسل" کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دے دی جائے، تاج الشریعہ نے تھوڑی دیر توقف کیا پھر ارشاد فرمایا: بہتر ہے، مزید علامہ (محدث کبیر) سے بھی مشورہ کر لو۔

پھر علامہ صاحب اور شہزادۂ گرامی کے مشورے سے شرعی کونسل کا باضابطہ دستور العمل بنایا گیا، دستور العمل میں کسی بھی مسئلے کے حل کے لئے امام اہل سنت کی تحقیق کو "حرف آخر" کا درجہ دے کر اس سے انحراف کی ساری راہیں مسدود کر دی گئیں۔

مسائل کی تعیین اور سیمیناروں کے انعقاد کو بہتر ڈھنگ سے انجام دینے کے لئے شرعی کونسل میں مینجنگ بورڈ، فیصل بورڈ، علما بورڈ اور فائیننس بورڈ کی تشکیل ہوئی، اس طرح حضرت مفتی صاحب کی سرگرمی کے سبب ایک اور دینی شعبہ معرض وجود میں آ گیا۔

مذکورہ تفصیل حضرت مفتی صاحب کے الفاظ میں بھی ملاحظہ فرمائیں جو انھوں نے شرعی کونسل کے دستور العمل کے ابتدائیہ میں رقم فرمائی ہے:

"عرصۂ دراز سے شدت کے ساتھ یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ مرکز اہلسنّت بریلی شریف میں ایک ایسی مجلس کا قیام عمل میں لایا جائے جس میں قرآن و حدیث اور فقہائے احناف کے اقوال و اعمال، تحقیقات و ترجیحات کی روشنی میں امت کو درپیش جدید مسائل کا حل پیش کیا جا سکے، اگرچہ اس کام کو امام اہل سنت اعلیٰ حضرت

کے حقیقی وارث وجانشین، حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دام ظلہ القوی تنہا ہی انجام دے رہے تھے مگر اب ضعف قوی وبصر اس کام میں ایک حد تک مانع ہیں۔

کچھ عرصہ قبل شہزادہ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی کے مشورہ سے میں نے اور محب گرامی مولانا عبدالرحیم نشتر فاروقی (اور چند دیگر احباب) نے اس سلسلے میں ایک خاکہ تیار کیا تھا اور اس کا نام "شرعی کونسل آف انڈیا" تجویز کیا تھا، جس کا تذکرہ ضمنی طور پر قبلہ گاہی حضور تاج الشریعہ سے کیا تو ایسا لگا گو حضور تاج الشریعہ اس احساس کو نہ جانے کب سے محسوس کر رہے تھے لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ کچھ کام ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے لئے اکابر ہی زیادہ موزوں ہوتے ہیں اور ان کے کرنے میں برکتیں زیادہ ہوتی ہیں۔

(اسی دوران) ایک دن محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ صاحب رضوی امجدی تشریف لائے اور انہوں نے (بھی) یہ تجویز رکھی کہ حضور اب مسائل جدیدہ پر کام کرنے کے لئے کسی مجلس کا قیام نہایت ضروری ہے، جسے حضور تاج الشریعہ نے بڑی خندہ پیشانی سے قبول فرمایا اور گو کہ حضور تاج الشریعہ کے لبہائے مبارک کو دیکھنے سے لگ رہا تھا کہ محدث کبیر کو حضور تاج الشریعہ دعائیں دے رہے ہیں۔

محدث کبیر علامہ صاحب نے ایک خاکہ تیار کرایا جو ہمارے خاکہ سے تھوڑا مختلف ہے مگر اس کی جامعیت کا مجھے مکمل احساس ہوا اور یہ احساس بھی کہ جو پختہ کاری بزرگوں کے کاموں اور فیصلوں میں ہوتی ہے وہ ماوشما کے نہیں۔

حضور تاج الشریعہ نے اس بورڈ کا نام "شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف" منظور فرمایا، اس بورڈ کے سات قواعد وضوابط اور سات کمیٹیاں بنائی گئیں!

(۱) مجلس سرپرستان۔ (۲) مجلس شوریٰ۔ (۳) فیصل بورڈ۔
(۴) مرتبین سوالات۔ (۵) مباحثین۔ (۶) انتظامیہ کمیٹی۔
(۷) فائینینس کمیٹی۔" [فیصلہ جات شرعی کونسل، ص ۱۸]

مفتی صاحب بہت کم عرصے میں اہل سنت کے درمیان مقبول ومشہور ہو گئے تھے اور آپ کے کام کا دائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا جا رہا تھا، سورت میں بھی ایک تعلیمی ادارہ قائم فرمایا تھا، کئی چھوٹے بڑے اداروں کی سرپرستی بھی فرما رہے تھے۔

سب کچھ معمول کے مطابق خوب سے خوب تر ہو رہا تھا کہ اچانک موت نے آپ سے پنجہ آرائی شروع کر دی، آپ نہایت ہی جوانمردی سے اس کا مقابلہ کرتے رہے، لیکن موت نے قیامت کی چال چلی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس ظالم نے انھیں ہم سے چھین لیا، مورخہ ۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱؍جون ۲۰۱۷ء بروز اتوار صبح گیارہ بج کر ۳۰؍منٹ پر مفتی صاحب نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پھول تو دو چار دن اپنی چمک دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

ابھی تو آپ نے کام کا آغاز فرمایا تھا، قوم وملت کے لئے ابھی بہت کچھ کرنا تھا، مسائل کی بکھری ہوئی زلفیں سنوارنی تھیں، کتنے معاملات کی الجھی ہوئی گتھیاں سلجھانی تھیں، اسلامی مرکز کو ترقیوں کے بام عروج تک پہنچانا تھا، امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر ناسک کو مزید معیاری بنانا تھا، اب یہ سارے اہم کام آخر کون کرے گا؟ اتنی جلدی کیا تھی جانے کی؟

کل تو کہتے تھے کہ بستر سے اٹھا جاتا نہیں
آج دنیا سے چلے جانے کی طاقت آ گئی؟

آپ کو روبہ صحت دیکھ کر ایسا لگا تھا کہ بہت جلد آپ شفا خانے سے دولت کدے پر تشریف لائیں گے اور اپنے مستقبل کے منصوبوں پر عمل درآمد شروع کر دیں گے، مگر افسوس قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، آپ کا جانا ہمارے حوصلوں کو پرواز کی طاقت سے محروم کر گیا، ذہن وفکر کی جولانیاں سلب ہو گیں، صاحبان علم وفن کی انجمنیں سونی ہو گئی ہیں، عجب ہُو کا عالم ہے بلکہ تاج الشریعہ کی زبانی کہوں۔

تم نہیں ہو تو سونی ہے بزم سخن
تم سے شاداب تھے آگہی کے چمن

■■■

قرآن وحدیث کی روشنی میں
والدین کے ساتھ حسن سلوک

از مفتی محمد شعیب رضا نعیمی قادری ٭

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

۴۲۔وفی روایۃ لمسلم قال: اقبل رجلٌ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: أبایعک علی الھجرۃِ والجھادِ أبتغِی الأجْرَ مِنَ اللہِ۔ قال: فھل من والدیک أحَدٌ حَیٌّ؟ قال: نعم۔ بل کِلاھُمَا حَیٌّ۔ قَال: فتبتغی الاجر من اللہ؟ قال: نعم۔ قال: فارجع الی والدیک فأحسن صُحْبَتَھُما۔ (متفق علیہ وھذا لفظ مسلم) یعنی مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ راوی نے کہا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی، میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کروں گا، اللہ سے اجر چاہوں گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس شخص نے عرض کی، دونوں زندہ ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: تو تم اللہ سے اجر چاہتے ہو؟ اس شخص نے عرض کی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے والدین کے پاس واپس چلے جاؤ ان کی خوب اچھے سے خدمت کرو۔

۴۳۔وعن عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنھما قال: جَاءَ رجل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ فقال: جِئْتُ ابایعُکَ علی الھجرۃِ۔ وترکت ابوای یبکیان؟ فقال: ارجع الیھما فَأَضْحِکْھُمَا کما ابکیتھُما۔ (ابوداود) یعنی عبد اللہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کی، میں آپ کے پاس ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے آیا ہوں اور اپنے والدین کو روتے چھوڑ آیا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے پاس واپس چلے جاؤ، ان کو ہنساؤ جس طرح رُلا کر آئے ہو۔

۴۴۔وعن ابی سعید رضی اللہ عنہ ان رجلا من اھل الیمن ھاجر الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال: ھل لک احدٌ بالیمنِ؟ قال: ابوای۔ قال: أذنا لک قال: لا۔ قال: فارجع الیھما۔ فاستاذنھما۔ فان اذنا لک فجاھد والا فبرّھما۔ یعنی ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، اہل یمن میں سے ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ہجرت کر کے آگیا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تیرا یمن میں کوئی ہے؟ اس مہاجر نے کہا: میرے والدین ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے معلوم کیا، کیا ان دونوں نے تجھے اجازت دی ہے؟ اس نے کہا نہیں، اجازت نہیں دی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے پاس واپس چلے جاؤ، ان سے اجازت طلب کرو، اگر تجھے اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ ان کی خدمت کرو۔

۴۵۔وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: اتی رجل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یَسْتأذِنُہُ فی الجھاد۔ فقال: أحَیٌّ والداک؟ قال: نعم۔ قال: ففیھما فجاھد۔ (مسلم و ابوداود وغیرہ) یعنی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا: ایک شخص نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آکر جہاد کی اجازت چاہی، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس شخص نے عرض کیا ہاں زندہ ہیں، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان (کی خدمت) میں لگے رہو، جہاد کرتے رہو۔

(جاری ہے...◄)

٭ مفتی صاحب حضور تاج الشریعہ کے فرزند نسبتی اور مرکزی دارالافتاء کے نائب صدر مفتی تھے۔ ٭

پیشکش: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ ابوحسام محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

اقسامِ علم اور ان کے احکام

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

بعض کا اعتقاد ہے کہ یہ ساری چیزیں مثالیں ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو چیزیں اپنے نیک بندوں کے لئے تیار کی ہیں وہ ایسی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں، نہ کسی آدمی کے دل میں گزریں اور یہ خلق خدا کے لئے جنت میں سے بجز صفات اور اسما کے کچھ نہیں۔

بعض کا اعتقاد ہے کہ ان میں سے بعض باتیں تو مثالیں ہیں اور بعض امور ایسے ہیں کہ ان کے الفاظ سے حقیقت سمجھ میں آتی ہے، اسی کے موافق بعض کی رائے ہے کہ انجام اور کمال معرفت اللہ تعالیٰ سے عاجزی کا اقرار کرنا چاہئے، بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں بڑی بڑی باتوں کا دعویٰ کرتے ہیں۔

بعض لوگ یوں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی انتہا عوام کے اعتقاد کی حد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ موجود ہے، جاننے والا قدرت والا، سننے والا، دیکھنے والا، کلام کرنے والا ہے، پس ہماری غرض علم مکاشفہ سے یہ ہے کہ ان امور سے پردۂ شک ہٹ جائے اور حق واضح اور صاف ہو جائے، اس طرح کہ گویا آنکھ سے دیکھ لے اور شک کی گنجائش بالکل نہ رہے اور یہ امر انسان کے جوہر میں ہو سکتا ہے، بشرطیکہ آئینۂ دل پر دنیا کی خباثتوں کی زنگ کی تہیں نہ جم گئی ہوں اور علم طریق آخرت سے ہماری غرض یہ ہے کہ آئینۂ دل کی جلا کی کیفیت کا علم ان خباثتوں سے جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کی صفات اور افعال کی معرفت سے روکتی ہیں۔

تصفیہ قلب: دل کی صفائی اور جلا کی تدبیر بجز اس کے نہیں کہ انسان شہوت نفسانی سے باز رہے اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا ان کی تمام حالتوں میں کرے، اس تدبیر سے جس قدر دل صاف ہوتا جائے گا اور اس کے مقابل امر حق کا حصہ واضح ہوگا، اسی قدر اس میں اس کی حقیقتوں کی جھلک صاف واضح ہوگی اور اس جلا کی سبیل بجز ریاضت کے اور بغیر سیکھنے کے اور کچھ نہیں، اسی لئے علوم مکاشفہ کے لئے صوفیا کرام نے مرشد کی رہبری کی شرط لگائی ہے۔

علم مکاشفہ کی علامت: یہ علوم کتابوں سے نہیں، نگاہوں سے حاصل ہوتے ہیں اور نہ ہی یہ علوم کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں کہ ان کا مطالعہ کر کے انھیں حاصل کیا جا سکے، جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ علم کچھ بھی عنایت کرتا ہے، تو وہ اس کا ذکر عام لوگوں سے نہیں کرتا، صرف انھیں سے بیان کرتا ہے جو اس کے اہل ہیں، وہی اس کے شریک مذاکرہ اور محرم اسرار ہوتے ہیں اور یہ وہی علم پوشیدہ ہے، جسے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مراد لیا ہے کہ بعض علم مثل ہیئت مکنون کے ہیں کہ ان کو سوائے عارفین باللہ کے اور کوئی نہیں جانتا، جب وہ اسے بولتے ہیں تو بجز اللہ تبارک وتعالیٰ پر مغالطہ کھانے والوں کے اور کوئی اس سے جاہل نہیں رہتا، پس جس عالم دین کو اللہ تعالیٰ نے اس میں سے علم دیا ہو، اسے حقیر مت جانو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے تو حقیر نہیں بلکہ بلند قدر بنایا ہے۔

اس لئے کہ اسے علم مکاشفہ عنایت فرما کر اپنا خاص مقرب فرما لیا، جیسے سیدنا منصور اور سیدنا شبلی اور سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان جیسے اور اولیائے کاملین ہیں جنھیں ایسے اشرف علم (مکاشفہ) سے وافر حصہ نصیب ہوا، یاد رہے اس علم مکاشفہ کے امام سیدنا ابن عربی قدس سرہ ہیں۔

قسم دوم علم معاملہ یعنی دل کے حالات کا معلوم کرنا (۱) اچھے حالات ہوں جیسے صبر وشکر، خوف ورضا، زہد وتقویٰ (بقیہ ص ۱۴ پر)

از: ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی، بمبئی

عروس البلاد بمبئی میں

تاجدار اہل سنت مفتی اعظم ہند کا جلوۂ صد رنگ

تیسری اور آخری قسط

حضرت سید والا گوہر آگے تحریر فرماتے ہیں:

"یہ اس وقت کی بات ہے، جب میں دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھا، اس وقت میری خطابت کا ابتدائی دور تھا، ماہ محرم الحرام میں بمبئی آیا، کئی سال سے آستانہ ماہم شریف پر عشرۂ محرم میں میری تقریر ہوری تھی، حضور والد محترم کا قیام قاضی محلہ میں تھا، آپ کی طبیعت ناساز تھی اور ایک رات السر کا درد پیٹ میں ایسا اٹھا کہ رات بھر سونہ سکے اور اسی حالت میں آپ نے نماز تہجد ادا کی، پھر نماز فجر کے بعد اپنے وظائف میں مشغول ہو گئے، وظیفہ کے بعد ان کی طبیعت ہم کو کچھ پر سکون معلوم ہوئی، جب دل کو کسی حد تک اطمینان حاصل ہوا تو میں مدن پورہ غازی ملت حضرت مولانا محبوب علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لیے آیا۔"

اور یکھئے یہ بات بھی ذہن نشین کر لیں کہ اس سے ایک سال پہلے سفر حجاز میں خانوادۂ اشرفیہ کا ایک نورانی قافلہ حج بیت اللہ کی غرض سے کچھوچھہ مقدسہ سے روانہ ہوا اور اس قافلہ میں مریدین و معتقدین بھی شامل تھے اور خصوصیت سے لائق ذکر جو مبارک ہستیاں تھیں، اس میں حضور محدث اعظم مع اپنی اہلیہ یعنی میری خالہ مرحومہ کے ساتھ اور میرے ماموں سرکار کلاں اپنی اہلیہ یعنی میری ممانی کے ساتھ اور خود میرے والد محترم و والدہ محترمہ کے ساتھ اور سید امجد حسین مرحوم میرے عزیز خاص اور بچوں میں صبیح حسین، میرے چھوٹے بھائی سید اشرف حسین اور ہاشمی میاں بھی شامل تھے۔

اس نورانی قافلہ کو بمبئی پہنچانے کے لیے مجاہد دوراں مولانا سید محمد مظفر حسین رحمۃ اللہ علیہ بمبئی آئے، لیکن یہاں ان کے ٹکٹ کا انتظام ہو گیا اور وہ بھی حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہو گئے، یہ اس وقت کی بات ہے، جب بمبئی بندرگاہ سے اسلامی و محمدی جہاز روانہ ہوتے تھے، یہ قافلہ بحری جہاز محمدی سے ساحل جدہ کی طرف روانہ ہوا، اور اس سفر میں حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، اثنائے سفر حجاز میں حضور والد محترم مخدوم ثانی سے حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی قربت رہی اور اس قربت کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب میں مدن پورہ غازی ملت حضرت مولانا محبوب علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے آیا اور ان سے گفتگو کا سلسلہ کافی دراز رہا۔

پھر جب سلام کر کے مسجد سے باہر نکلا، تو کچھ لوگوں نے بتایا کہ حضور مفتی اعظم اپنے کسی مرید کے یہاں تشریف فرما ہیں، ایک شخص کی رہنمائی میں حضرت کی قیام گاہ تک پہنچا، اس وقت اپنے ارادت مندوں کے مجمع سے گھرے ہوئے تھے اور تعویذ لکھنے میں مشغول تھے، میں نے نیاز مندانہ اور عقیدت مندانہ سلام عرض کیا، حضرت نے نگاہ اوپر اٹھائی، مجھے دیکھا، تو فوراً اپنے بازو میں بیٹھا لیا، تعویذ کے مکمل کرنے کے بعد سامنے بیٹھے ہوئے اپنے کسی ایک مرید کو دیا۔

پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ کے والد محترم کا مزاج کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ رات بھر پیٹ میں السر کا شدید درد تھا، بڑی بے چینی رہی، اسی اضطرابی کیفیت کے ساتھ رات گزری، نماز فجر کے بعد تھوڑا سا سکون حاصل ہوا، حضرت والد صاحب کو پر سکون دیکھ کر میں مدن پورہ چلا آیا اور آپ کی تشریف آوری کی خبر مجھے یہاں ملی، آپ سے شرف ملاقات کے لیے حاضر ہو گیا، اتنا سننے کے بعد حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ پھر تعویذ لکھنے میں مشغول ہو گئے، میرا ذہن اس بات کی طرف گیا کہ کسی مرید کے لیے لکھ رہے ہیں، قلم آہستہ آہستہ چل رہا تھا، کافی دیر کے بعد

ایک تعویذ لکھ کر بڑی خوب صورتی کے ساتھ موڑا، پھر کھلا ہوا تین تعویذ اپنے ہاتھ میں لیا اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ بریلی شریف میں ایک مثل مشہور ہے: ''الٹے بانس بریلی کو۔''

میں حیرت سے حضرت کا چہرہ دیکھ رہا تھا کہ اس جملے کا آخر کیا مطلب ہوسکتا ہے، حضرت کے چہرۂ مبارک پر مسکراہٹ تھی اور اس مسکراہٹ کے عالم میں فرمایا کہ سید کمیل میاں اس کا مطلب کیا سمجھے؟ میں نے عرض کیا کہ حضور ہی اس کی وضاحت فرمائیں، اس پر آپ نے فرمایا کہ جب باہر سے بریلی میں بانس آتا ہے، تو لوگ کہتے ہیں ''الٹے بانس بریلی کو'' یہ تو خود ہی بانس بریلی ہے، یہاں بانس کی کثرت ہے، یہ کیسے باہر سے آ گیا، یہ فرما کر اشارتاً ارشاد فرمایا کہ کچھوچھہ مقدسہ خود ہی روحانیت کا مرکز ہے، وہاں کے بزرگوں کے روحانی فیض کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا ہے، وہاں کی دعا وتعویذ سے لوگ مستفید ہوتے رہتے ہیں۔

ان حضرات میں سے آپ کے والد محترم بھی ہیں، آج میں ان کی علالت طبع کی بنا پر ان کو تعویذ دے رہا ہوں، حالاں کہ خود ان کی روحانیت کا فیض ہمہ وقت جاری رہتا ہے، اس لیے میری طرف سے ان کو تعویذ دینے کی کوئی خاص ضرورت نہیں تھی، تاہم جس طرح سے ضرورت کے تقاضے کے مطابق بریلی میں بانس کی کثرت ہوتے ہوئے کبھی بانس باہر سے آجاتا ہے، اسی طرح میں آپ کے والد صاحب کے لیے تعویذ بھیج رہا ہوں، پھر فرمایا: یہ تعویذ آپ کے والد محترم کے لیے لکھا ہے، اس میں تین تعویذ پینے کے ہیں اور ایک تعویذ گلے میں باندھنے کے لیے ہے، میرا اسلام عرض کرنا اور یہ تعویذ دے دینا، اب سمجھے ''الٹے بانس بریلی کو۔''

جو کچھ حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، میں نے بڑے ادب کے ساتھ حضور مخدوم ثانی کی بارگاہ میں عرض کیا اور ساتھ ہی تعویذ بھی پیش کیا اور جب حضور مفتی اعظم کے جملے کو دہرایا، تو اس وقت حضور مخدوم ثانی علیہ الرحمہ کے چہرے پر مسکراہٹ کے آثار تھے، حضور مفتی اعظم کو دعائیں دیں اور بڑی دیر تک ان کا تذکرۂ جمیل کرتے رہے، پھر ارشاد فرمایا کہ اس تعویذ سے محبت کی بو آتی ہے، اس تعویذ کو حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے خلوص ومحبت نے اور زیادہ پر تاثیر بنا دیا ہے، میں حضرت مفتی صاحب کے ارشاد و حکم پر ضرور عمل کروں گا۔

لیکن کسی شخص کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ جب حضور مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اس مثل کے ذریعہ یہ ثابت کرنا تھا کہ جس طرح بانس، بریلی میں نہیں جانا چاہیے، اسی طرح کچھوچھہ مقدسہ کے کسی بزرگ کے لیے تعویذ کی کیا ضرورت؟ لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ایک طبیب جسمانی کبھی دوسرے طبیب جسمانی کی مدد کرتا ہے، ٹھیک اسی طرح ایک بزرگ ہستی دوسرے بزرگ کی اپنی دعا وتعویذ سے جسمانی علاج میں مدد کرنے کے علاوہ اپنے خلوص ومحبت کا اظہار فرماتا ہے، جس سے باہمی خوش گوار روابط کا ثبوت ملتا ہے، اسی لیے اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے جو کسی بزرگ ہستی کے خلاف شان ہو، البتہ حضرت مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس عمل سے یہ احساس ضرور اجاگر ہوا کہ حضرت مخدوم ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ان کے فرزند یعنی میرے توسط سے تعویذ کا ارسال کرنا [جب کہ وہ دعا وتعویذ میں خود ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے] ان کی کشادہ دلی اور اور خلوص ومحبت کا بین ثبوت ہے، بلکہ روشن ثبوت ہے۔ [جہان مفتی اعظم ہند، ص ۲۳۸/۲۳۷]

گھڑی عطا کردی

مفتی اعظم ہند علما سے بہت ہی شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے، ایک دفعہ بمبئی تشریف لائے، ایک عالم صاحب بھی ہمراہ تھے، ایک مرید نے سرکار کی خدمت میں ایک قیمتی گھڑی نذر پیش کی، سرکار نے قبول فرما کر اس عالم صاحب کو عنایت کردی، ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی لکھتے ہیں:

''حضرت کے سفر میں ساتھ میں ایک عالم صاحب تھے، بمبئی میں حضرت نے ایک مرید کے یہاں قیام فرمایا، ایک دن اس مرید نے بہت ہی قیمتی جیبی گھڑی نذر کی، حضرت نے وہ گھڑی ان عالم صاحب کو عطا کردی۔'' [مفتی اعظم ہند ص ۹۰]

تصورِ شیخ نے بدعقیدوں کے چھکے چھڑا دیئے

تصورِ شیخ کے اس واقعہ کو ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی یوں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"مولانا محمد یونس صاحب نوری، جو کہ حضرت [مفتی اعظم] کے مرید ہیں اور بمبئی کی ایک مسجد کے امام اور مدرسے کے مہتمم بھی ہیں، ان سے اس علاقہ کے بدعقیدہ و بدمذہب بہت پر خاش رکھتے ہیں، ایک رات ان لوگوں نے علاقہ کے لوگوں کو لے کر محمد یونس صاحب پر چڑھائی کردی، رات میں آواز دے کر حجرہ کھلوایا، انہوں نے دیکھا، پچاسیوں آدمی ڈنڈے، لاٹھی اور دوسرے اسلحوں سے لیس گھیر کر کھڑے ہوگئے، جس میں علاقے کا غیر مسلم نامی بد معاش بھی تھا، یہ بہت ہراساں اور خوف زدہ ہوگئے، محلہ کے لوگوں نے یہ رنگ دیکھا تو کوئی اپنے گھر سے نہ نکلا، سوائے ایک عیدن صاحب کے جو کہ علامہ اختر رضا خان صاحب ازہری کے مرید ہیں۔

بدمذہبوں نے یونس صاحب سے بحث و مباحثہ شروع کردیا اور بولے آج تم کو چھوڑیں گے نہیں، اب یونس صاحب نے حضور مفتی اعظم ہند کا تصور کیا اور تصور جم گیا، تو بے خوف ہو کر بدمعاشوں سے بولے کہ میرا اور ان لوگوں کا مذہبی جھگڑا ہے اور انہوں نے ان بدمعاشوں کو سمجھایا، مفتی اعظم کا کرم کہ وہ بدمعاش یہ کہہ کر چلے گئے کہ یہ مولوی سچا معلوم ہوتا ہے اور تم لوگ جھوٹے، آئندہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا، اب وہ بدمذہب بہت گھبرائے اور ان میں سے کچھ تو چپلیں اور لاٹھیاں تک چھوڑ کر بھاگ گئے، یہ تھا تصورِ شیخ اور شیخ کا کرم۔" [مفتی اعظم ہند، ص ۱۸۴، ۱۸۵]

بدعقیدوں کے بچوں نے عمامہ پکڑا اور سچے مسلمان ہوگئے

انجانے میں کمسن بچوں نے بیعت کراتے وقت سرکار کا عمامہ پکڑلیا اور تاحیات سنی صحیح العقیدہ مسلمان ہوگئے، بدعقیدہ والدین کے سمجھانے پر بھی ٹس سے مس نہ ہوئے، یہ تھی عمامہ چھو لینے کی برکت اور کرامت، ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی لکھتے ہیں:

"بمبئی وکرولی میں ۱۷/۱۸ سال بعد حضرت تشریف لے گئے تھے، تو کچھ لوگ بیعت ہو رہے تھے، انہیں میں دو بچے بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی حضرت کا عمامہ پکڑلیا، ان لڑکوں کے والدین اور دوسرے گھر والے بدعقیدہ ہیں، اب وہ لڑکے جوان ہوگئے ہیں، ان کے گھر والوں نے بڑی کوشش کی کہ وہ بھی ان کے ہم عقیدہ ہوجائیں، مگر وہ خود کو سنی بریلوی کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو بریلی والے مفتی صاحب کے مرید ہیں، ہمارا عقیدہ و مسلک وہی ہے، جو ان کا ہے، یہاں تک کہ ان لڑکوں نے سنی دیوبندی جھگڑوں میں سنیوں کی حمایت کی اور دیوبندیوں کو نیچا دکھایا، یہ ہے صرف مفتی اعظم ہند کے عمامہ پکڑ لینے کا فیض، ان کے دامن سے وابستہ ہو جانے کمال کہ الحمدللہ! ان کا عقیدہ محفوظ ہے، حضور مفتی اعظم اپنے مریدوں کی ہر طرح حفاظت فرماتے ہیں۔" [مفتی اعظم ہند ص ۱۸۵]

ممبئی کے مزارات پر مفتی اعظم ہند کی حاضری

رضا اکیڈمی بمبئی کے روحِ رواں جناب محمد سعید نوری اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں:

"میں حضرت کے ساتھ بمبئی اور بمبئی کے باہر بہت سے مزارات پر حاضر ہوا ہوں، بمبئی میں حضرت بابا بہاء الدین شاہ اصفہانی اور حضرت مخدوم علی مہائمی رحمۃ اللہ علیہما کے مزارات پر بھی حضرت کے ساتھ حاضری دی ہے، ماہم شریف میں حوض ہے، حوض کے بعد مسجد ہے اور پھر مزار شریف ہے، وضو فرمانے کے بعد مسجد میں قدم رکھنے سے پہلے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: حضور یہ مسجد ہے، فرمایا: مسجد کو راستہ بنانا حرام ہے، دوسرے راستے سے مزار شریف پہ حاضری دی، حاضری کا طریقہ یہ ہوا کرتا تھا کہ فاتحہ کے بعد مزار شریف پر پھول پیش کیا کرتے تھے، پھول پیش کرنے کے بعد کچھ دیر کھڑے رہا کرتے تھے، جیسے واپسی کی اجازت لے رہے ہوں، اس کے بعد مزار شریف سے واپس ہوتے تھے۔" [جہان مفتی اعظم، ص ۸۴۹]

مسجد کا ڈھیلا استعمال کرنے سے پرہیز

جناب سعید نوری آگے لکھتے ہیں:

"حضرت گھر میں تشریف فرما تھے، استنجا کے لیے ڈھیلا طلب فرمایا، والد صاحب اور ان کے دوستوں نے ڈھیلا تلاش کرنا

شروع کیا، میں دوڑ کر مسجد گیا اور وہاں سے ڈھیلا لے کر آ گیا، ابھی یہ لوگ ڈھیلا ڈھونڈ ہی رہے تھے کہ میں اپنے دونوں ہاتھوں میں جوڑ ڈھیلے تھے، وہ دیئے، تو حضرت نے فرمایا: کہاں سے لے آئے؟ میں نے خوشی خوشی بتایا کہ مسجد سے، حضرت نے فرمایا کہ مسجد کا ڈھیلا مسجد سے باہر نہ لانا چاہیے، جاؤ، اسے مسجد میں رکھ آؤ، میں واپس وہ ڈھیلا مسجد میں رکھ آیا۔" [جہان مفتی اعظم، ص ۸۵۰]

جناب سعید نوری صاحب کے برادر منا بھائی لکھتے ہیں:

"حضور مفتی اعظم جب بمبئی تشریف لاتے، تو اکثر ہمارے غریب خانہ پر کرم فرماتے، حضرت کی آمد کی خبر لوگوں میں بہت جلد عام ہو جاتی اور حاجت مندوں کا تانتا بندھ جاتا، صبح سے لے کر رات کے آخری حصے تک لوگوں کو بیعت ہونے، تعویذ لینے، علماو مشائخ ملاقات کے لیے آتے، جس کی وجہ سے حضرت کو آرام نہیں ملتا، میرے والد صاحب نے دروازے پر ایک تختی لگا دی، جس پر حضرت سے ملاقات کے اوقات لکھ دیئے، صبح حضرت کی نظر مبارک اس تختی پر پڑ گئی، آپ نے دست مبارک سے تختی پلٹ دی اور فرمایا کہ یہ تختی کس نے لگائی؟ کسی نے کہا: شفیع بھائی نے، فرمایا: بلائیے، فوراً میرے والد صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت نے فرمایا: یہ تختی نکال دو، خدا کی مخلوق کہاں کہاں سے اپنی پریشانیاں لے کر میرے پاس آتی ہے اور میں نہ ملوں تو انہیں تکلیف ہوگی، آپ میری تکلیف کا خیال نہ کیجیے، یہ ہے شان! میرے شیخ کی۔" [جہان مفتی اعظم، ص ۸۷۳]

■■■

ص ۱۱ / کا بقیہ

اور قناعت وسخاوت اور تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے احسان کو پہچاننا اور لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آنا اور اللہ تعالیٰ پر حسن ظن، حسن خلق ومعاشرت صدق اور اخلاق وغیرہ کا عقیدہ رکھنا کہ پس ان کی حقیقتوں اور تعریفوں اور ان اسباب کو جاننا جن سے یہ امور حاصل ہوتے ہیں اور ان کے ثمرات اور ان کی علامات کو پہچاننا اور جو ان سے ضعیف ہو اس کے قوی ہو جانے کا علاج اور جو حال جاتا رہا ہو اس کے پیدا کرنے کا طریقہ معلوم کرنا۔ (جاری...◄)

جماعت رضائے مصطفیٰ کے نئے
مرکزی دفتر کا افتتاح

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کی قائم کردہ عالمی تحریک جماعت رضائے مصطفیٰ کے جدید ہیڈ آفس کا افتتاح وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ نے مورخہ ۱۵ شوال المکرم ۱۴۳۸ھ مطابق ۹ رجولائی ۲۰۱۷ء بروز اتوار بعد نماز مغرب فرمایا، حضرت نے اس مبارک موقع پر جماعت رضائے مصطفیٰ کی کامیابی کے لئے خصوصی دعا فرمائی اور سے منسلک ہو کر اس کے لئے ہر ممکن تعاون کی تلقین فرمائی، جماعت کے مرکزی دفتر کے افتتاح کی اس مبارک تقریب کو شہزادہ حضور تاج الشریعہ علامہ مولانا عسجد رضا خان قادری صاحب قومی صدر جماعت رضائے مصطفیٰ نے خطاب کیا اور جماعت کی تاریخ پر مختصراً روشنی ڈالی۔

اس اہم موقع پر عالی جناب سلمان حسن خاں صاحب قومی نائب صدر نے بتایا کہ ملکی سطح پر ملی اور مذہبی خدمات کی انجام دہی کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے جماعت میں متعدد شعبے قائم کئے گئے ہیں اور ہر شعبہ کا ایک صدر متعین کیا گیا ہے، جس کے لئے چند نہایت ہی مخلص اور ذی استعداد علمائے کرام کا انتخاب عمل میں آ گیا ہے اور مزید کوشش جاری ہے، نیز تنظیم کو ملکی پیمانے پر مستحکم کرنے کے لئے ہندوستان کے ہر صوبہ میں ایک صوبائی صدر کی تعیین کی جارہی ہے جو اپنے اپنے صوبہ میں جماعت کی ضلعی شاخوں کا قیام یقینی بنائیں گے، اس ہدف کو پانے کے لئے کچھ صوبوں کے صدور متعین بھی کئے جاچکے ہیں۔

اس تقریب سعید میں حضرت علامہ مفتی عاشق حسین کشمیری صاحب نائب ناظم اعلیٰ جامعۃ الرضا، مولانا سید محمد عظیم الدین ازہری صاحب صدر شعبۂ دعوت وتبلیغ، مولانا محمد شاکر قادری ازہری صاحب صدر شعبہ ترجمہ وتحقیق، جمیع اسٹاف JRM کے علاوہ دیگر علمائے کرام وعوام اہل سنت نے شرکت کی۔

رپورٹ: قمر غنی عثمانی قادری
خادم جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی شریف

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

ماہِ ذوالقعدہ کے فضائل ومعمولات

ذوالقعدہ شریف، اسلامی سال کا گیارہواں مہینہ ہے، یہ اسلامی سال کا وہ مقدس مہینہ ہے جس میں جنگ وقتال حرام ہے۔

ماہ ذوالقعدہ کی وجہ تسمیہ: ذوالقعدہ کو اس نام سے موسوم کیا گیا، اس لیے کہ یہ قعود سے ماخوذ ہے، جس کے معنی بیٹھنے کے ہیں، اس ماہ کے احترام کے پیش نظر اس ماہ میں اہل عرب ایک دوسرے کی جنگ وقتال سے بیٹھ جاتے ہیں یعنی جنگ کرنے سے باز رہتے ہیں، اس لیے اس کا نام ذوالقعدہ رکھا گیا۔ [روح البیان، ص ۷۵۵]

اس ماہ کے چند مشہور واقعات: ذوالقعدہ کا مہینہ وہ بزرگ ترین مہینہ ہے، جس کو حرمت کا مہینہ فرمایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: منھا اربعۃ حرم۔ یعنی بارہ مہینوں میں چار مہینے حرمت والے ہیں، پہلا حرمت والا مہینہ ذوالقعدہ شریف ہے۔

اشھر الحرام کے فضائل: ذوالقعدہ وذوالحجہ دونوں ماہ اشہر الحرام سے ہیں، ان کی فضیلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان دونوں مہینوں میں روزہ رکھنے کا حکم فرمایا، پھر انھیں مہینوں کو ان کی حاجات کی قبولیت اور مناجات کا مرکز بنایا۔ [تفسیر روح البیان، ج ۵، ص ۷۵]

احادیث مبارکہ: حدیث شریف میں ہے کہ اشہر الحرام کا ایک روزہ ایک ماہ کے روزوں کے برابر ہے، غیر اشہر الحرام کا ایک روزہ دس روزوں کے برابر ہے۔

جو شخص اشہر الحرام کے جمعرات اور جمعہ، سنیچر کا روزہ رکھتا ہے تو اسے دو سو سال کی عبادت کا ثواب نصیب ہوگا۔

حضرت کعب الاحبار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تمام زمانوں میں اشہر الحرام کے ایام محبوب ہیں۔

نکتہ: عارفین ارشاد فرماتے ہیں کہ چار کے عدد میں بڑا روں حکمتیں پوشیدہ ہیں، مثلاً عرش کے چار پائے ہیں، تو عناصر بھی چار ہیں، اسی طرح ارکان چار اور موسیٰ علیہ السلام کے اعتکاف بھی چار ہیں، یہی راز ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق اور نفخ روح کا فاصلہ چار جمعات تھا، شکلوں میں بھی سورۃ تربیع اثر انداز ہوتی ہے وہ اعداد ہوں یا اعشار، وہ مات ہوں یا مالوف یعنی سو عدد والے یا ہزار والے، چنانچہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین سرایا کے عدد چار سو ہیں۔ [ایضاً ج ۵، ص ۵۷۶]

کعبہ معظمہ کی بنیاد: ذوالقعدہ کی پانچویں تاریخ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کعبہ معظمہ کی بنیاد رکھی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا: واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ یعنی جب اٹھاتا تھا ابراہیم اس گھر کی نیویں اور اسماعیل یہ کہتے ہوئے کہ اے رب ہمارے ہم سے قبول کر بے شک تو ہی ہے سنتا جانتا، اے رب ہمارے اور کر ہمیں تیرے حضور گردن رکھنے والا اور ہماری اولاد میں، بے شک تو ہی ہے بہت تو بہ قبول کرنے والا مہربان۔ [کنزالایمان، ص ۵، ۳۴]

کیونکہ پہلی مرتبہ کعبہ معظمہ کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام نے رکھی اور بعد طوفان نوح پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی بنیاد پر تعمیر فرمائی، یہ تعمیر خاص آپ کے دست مبارک سے ہوئی، اس کے لیے پتھر اٹھا کر لانے کی خدمت وسعادت حضرت اسماعیل علیہ السلام کو میسر ہوئی، دونوں حضرات نے اس وقت یہ دعا کی کہ یارب ہماری یہ طاعت وخدمت قبول فرما۔ [تفسیر خزائن العرفان]

حضرت یونس علیہ السلام کا مچھلی کے پیٹ سے نکلنا: حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ماہ ذوالقعدہ کی چودھویں تاریخ کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا تھا، ارشاد ربانی ہے: ان یونس لمن

* مضمون نگار مدرسہ عربیہ حمایہ ملن گنج بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

المرسلین. اذابق الی الفلک المشحون. فساھم فکان من المدحضین فالتقمہ الحوت وھو ملیم. فلولا انہ من المسبحین. للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون. فنبذنٰہ بالعراء وھو سقیم. یعنی بے شک یونس علیہ السلام پیغمبروں سے ہیں، جبکہ بھری کشتی کی طرف نکل گیا تو قرعہ ڈالا تو دھکیلے ہوؤں میں ہوا، پھر اسے مچھلی نے نگل لیا اور وہ اپنے کو ملامت کرتا تھا تو اگر وہ تسبیح کرنے والا نہ ہوتا تو ضرور اس کے پیٹ میں رہتا، جس دن تک اٹھائے جائیں گے پھر ہم نے اسے میدان پر ڈال دیا اور وہ بیمار تھا۔ [کنزالایمان، ص۸۱۱]

تشریح: حضرت ابن عباس اور ابن وہب کا قول ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم سے عذاب کا وعدہ کیا تھا، اس میں اخیر ہوئی تو آپ ان سے چھپ کر نکل گئے اور آپ نے دریائی سفر کا قصد کیا، کشتی پر سوار ہوئے، دریا کے درمیان میں کشتی ٹھہر گئی اور اس کے ٹھہرنے کا کوئی سبب ظاہر موجود نہ تھا، ملاحوں نے کہا، اس کشتی میں اپنے مولا سے بھاگا ہوا کوئی غلام ہے، قرعہ ڈالنے سے ظاہر ہو جائے گا، قرعہ ڈالا گیا تو آپ کا نام ہی نکلا، تو آپ نے فرمایا کہ میں ہی وہ غلام ہوں اور آپ پانی میں ڈال دیئے گئے، کیونکہ دستور یہی تھا کہ جب تک بھاگا ہوا غلام دریا میں غرق نہ کر دیا جاتا، اس وقت تک کشتی چلتی نہ تھی، کیونکہ نکلنے میں جلدی کی اور قوم سے جدا ہونے میں امر الٰہی کا انتظار نہیں کیا، ذکر الٰہی کی کثرت کرنے والا اور مچھلی کے پیٹ میں لا الہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظٰلمین پڑھنے والا، اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے پیٹ سے نکال کر اسی روز یا تین روز یا سات روز یا چالیس روز کے بعد مچھلی کے پیٹ میں رہنے کے باعث آپ ایسے ضعیف اور نحیف اور نازک ہو گئے تھے، جیسا بچہ پیدائش کے وقت ہوتا ہے، جسم کی کھال نرم ہو گئی تھی اور بدن پر کوئی بال باقی نہ تھا۔ [ایضاً]

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وانبتنا علیہ شجرۃ من یقطین. ہم نے اس پر کدو کا درخت اگایا۔ [کنزالایمان ص۸۱۱]

یہ کدو کا درخت ماہ ذوالقعدہ کی سترہ تاریخ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اُگایا گیا تھا۔ [عجائب المخلوقات، ص۴۰۶]

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: وذالنون اذ ذھب مغاضبا فظن ان لن نقدر علیہ فنادیٰ فی الظلمٰت ان لا الہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظٰلمین فاستجبنا لہ ونجینٰہ من الغم وکذٰلک ننجی المؤمنین. یعنی ذوالنون کو (یاد کرو) جب چلا غصہ میں بھرا تو گمان کیا کہ ہم اس پر تنگی نہ کریں گے، تو اندھیریوں میں پکارا، کوئی معبود نہیں سوا تیرے، پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا، تو ہم نے اس کی پکار سن لی اور اسے غم سے نجات بخشی اور ایسی ہی نجات دیں گے مسلمانوں کو۔ [کنزالایمان، ص۴۷۷]

ترجمہ وتشریح: حضرت یونس ابن متی اپنی قوم سے جس نے ان کی دعوت نہ قبول کی تھی اور نصیحت نہ مانی تھی اور کفر پر قائم رہی تھی، آپ نے گمان کیا کہ یہ ہجرت آپ کے لیے جائز ہے کیونکہ اس کا سبب صرف کفر اور اہل کفر کے ساتھ بغض اور اللہ کے لیے غضب کرنا ہے، لیکن آپ نے اس ہجرت میں حکم الٰہی کا انتظار نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مچھلی کے پیٹ میں ڈالا، کس قسم کی اندھیریاں تھیں، دریا کی اندھیری، رات کی اندھیری، مچھلی کے پیٹ کی اندھیری، ان اندھیریوں میں حضرت یونس علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے اس طرح دعا کی کہ میں اپنی قوم سے قبل تیرا اذن پا کے جدا ہوا۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی مصیبت زدہ بارگاہ الٰہی میں ان کلمات سے دعا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے اور مچھلی کو حکم دیا تو اس نے حضرت یونس علیہ السلام کو دریا کے کنارے پر پہنچا دیا، مصیبتوں اور تکلیفوں سے جب وہ ہم کو یاد کریں اور دعا کریں۔ [تفسیر خزائن العرفان، ص۴۷۷]

ذوالقعدہ شریف کے روزے: حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص ذوالقعدہ کے مہینے میں ایک دن روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے ہر ساعت میں ایک حج مقبول اور ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھنے کا حکم دیتا ہے۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ ذوالقعدہ کے مہینہ کو بزرگ اور محترم جانو کیونکہ حرمت والے مہینوں میں یہ پہلا مہینہ ہے، نیز

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ اس مہینہ میں ایک ساعت کی عبادت ہزار سال کی عبادت سے افضل ہے اور فرمایا کہ اس مہینے میں پیر کے دن روزہ رکھنا، ہزار برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ خطبہ میں حضور ﷺ نے فرمایا اے لوگو: نفلی روزہ میں سب سے افضل واشرف اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماہ ذوالقعدہ کے روزے ہیں، جو شخص اس مہینے میں ایک دن روزہ رکھے گا، ہر ساعت میں اللہ تعالیٰ اس کو ایک حج مقبول کا ثواب عطا فرمائے گا اور جس قدر سانسیں دن بھر میں لے گا، اتنے ہی غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا، جو شخص اس مہینے میں ہفتہ کے دن روزہ رکھے گا، اس نے گویا چار لاکھ برس کی عبادت کی، جس نے اتوار کو روزہ رکھا، اس نے گویا چار لاکھ غلام آزاد کئے، جس نے پیر کے دن تروزہ رکھا، اس نے گویا چار لاکھ درہم راہ خدا میں خرچ کئے، جس نے منگل کو روزہ رکھا اس نے گویا چار لاکھ حج مقبول ادا کئے، جس نے بدھ کے روز روزہ رکھا، اس نے گویا بنی اسرائیل کے چار لاکھ انبیا کو کھانا کھلایا، جس نے جمعرات کو روزہ رکھا اس نے گویا چار لاکھ نہریں اور کنویں خدا کے واسطے کھدوائے، جس نے جمعہ کو روزہ رکھا، اس نے چار لاکھ فرشتوں کا ثواب پایا۔ [علم الیقین]

ذوالقعدہ کے نوافل: حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص ذوالقعدہ کی پہلی رات میں چار رکعت نماز نفل پڑھے اور اس کی ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد ۳۳؍مرتبہ سورۂ اخلاص یعنی **قل هو الله احد** پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک ہزار مکان سرخ یاقوت کے بنائے گا اور ہر مکان میں جوہر کے تخت ہوں گے اور ہر تخت کے اوپر ایک حور بیٹھی ہوگی، جس کی پیشانی سورج سے زیادہ روشن اور تابناک ہوگی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص اس مہینہ کی ہر رات میں دو رکعت نماز نفل پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ اخلاص تین مرتبہ پڑھے تو اس کو ہر رات میں ایک شہید اور ایک حج کا ثواب ملتا ہے، نیز جو شخص اس مہینے میں ہر جمعہ کو چار رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد اکیس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے واسطے حج اور عمرہ کا ثواب لکھتا ہے اور فرمایا کہ جو شخص پنجشنبہ کے دن ذوالقعدہ کے مہینہ میں سو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد دس مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھے تو اس نے بے انتہا ثواب پایا۔

جو شخص اس مہینے میں کسی روز نماز نفل پڑھے گا یا ذکر الٰہی کرے گا، وہ اس کے لیے ہزار سال کی عبادت سے افضل ہوگا اور گویا اس نے خدا کی راہ میں ستر غلام آزاد ئے اور ستر درہم خیرات کئے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے ذوالقعدہ کی پچیسویں تاریخ کا روزہ رکھا، اس نے گویا ہزار برس تک عبادت الٰہی کی، کیونکہ اسی تاریخ میں خانہ کعبہ کی بنیاد پڑی ہے۔

جو شخص ۲۵؍ذوالقعدہ کو چار رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورۂ اخلاص تین بار پڑھے، اس کے لیے اللہ تعالیٰ بہشت میں سرخ یاقوت کا ایک محل بنائے گا، جس میں ایک سو چوراسی تخت ہوں گے، ہر تخت پر ایک نہایت حسین وجمیل حور جلوہ گر ہوگی، اگر اس کے ناخن کا ایک ٹکڑا زمین پر گرے تو اس کی چمک دمک کے سامنے چاند وسورج مثل کنکر و پتھر کے دکھائی دیں۔

جو شخص پچیسویں ذوالقعدہ کی رات کو سو رکعت نماز نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ بار پڑھے، اگر وہ شخص اسی رات کو وفات پاجائے تو دنیا سے شہید اٹھے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے تمام چھوٹے بڑے ظاہر وباطن گناہ بخش دے گا اور اس کے لیے بہشت میں پانچ سو برس کی راہ کے عرض وطول میں ایک عالی شان محل تیار فرمائے گا، جس میں ہزار دروازے ہوں گے اور ایک دروازے سے دوسرے دروازے تک ستر برس کی راہ کا فاصلہ ہوگا شراب طہور اس کو پینے کے لیے ملے گا، قال اللہ تعالیٰ **وسقاهم ربهم شرابا طهورا**۔ [علم الیقین]

علمائے کرام کا ایک قول ہے کہ ساقی کی خدمت انجام دینے والے دس حضرات ہیں:

(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام جنہوں نے پتھر سے پانی نکال کر اپنی قوم کو پلایا۔ (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کی ذات سے

سرزمین مکہ سیراب ہوئی۔(۳) مالک دوزخ جو دوزخیوں کو زرد آب اور پیپ پلائیں گے۔(۴) حضور ﷺ جو قیامت میں حوض کوثر کے پانی سے اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے۔(۵) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرہیزگاروں کو حوض کوثر پلائیں گے۔(۶) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل محبت کو سیراب کریں گے۔(۷) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ زاہدوں کی پیاس بجھائیں گے۔(۸) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ علما کے ساقی ہوں گے۔(۹) حوران جنت عارفوں کو سیراب کریں گے۔(۱۰) اللہ تعالیٰ عزاسمہ اپنے گنہگار بندوں کا ساقی ہوگا۔

یہ وہ گنہگار ہیں جو مرنے سے پہلے توبہ کرلیتے ہیں، کسی عالم سے پوچھا گیا کہ قیامت کے روز خود حق تعالیٰ جو گنہگاروں کا ساقی ہو گا، اس میں کیا حکمت ہے؟ جواب دیا کہ ہر ایک جماعت کو اپنے اعمال نیک پر فخر ہوگا، چنانچہ زاہد اپنے زہد پر، عارف اپنی معرفت پر، علما اپنے علم پر، ناز کریں گے، جب ان کو اللہ تعالیٰ خود اپنی عنایت ورحمت کی شراب کا مزا چکھائے گا تو وہ مست وبےخود ہو جائیں گے، مستی میں طرب بڑھے گی، طرب سے طلب پیدا ہوگی، طلب کی وجہ سے شوق ہوگا اور جب شوق کا غلبہ ہوگا تو پردہ اٹھ جائے گا اور ان کی آنکھوں کے سامنے جلوۂ الٰہی نمودار ہوگا، یہ مرتبے ان لوگوں کے لیے ہیں جو ماہ ذوالقعدہ کی پچیسویں تاریخ میں صدق ویقین سے چار رکعت نماز نفل پڑھیں۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا جو شخص بعد نماز جمعہ چار رکعت نماز نفل پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورۂ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھے، اس کو حج کا ثواب ملے گا اور جو شخص ہر روز رات میں یہ نماز پڑھے، وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف رہتا ہے کہ گویا آج ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جس نے ذوالقعدہ کی پچیسویں شب کو دو رکعت نماز نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ شریف کے بعد سورۂ اخلاص سات بار پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کو درجہ شہادت عطا فرمائے گا اور بے شمار نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں درج ہوں گی۔[علم الیقین] ■■■

دوحہ قطر میں محفل ایصال ثواب

مورخہ ۲۰ رجولائی ۲۰۱۷ء بروز جمعرات بموقع عرس چہلم فخر ملت فاؤنڈیشن نیپال کی جانب سے سرزمین جزیرۃ العرب دوحہ قطر میں ایصال ثواب محفل منعقد کی، تلاوت قرآن پاک حضرت مولانا محمد رحمت علی رضوی صاحب نے کی اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا گلدستہ حضرت مولانا علاء الدین امن رضوی نے پیش کی پھر حضرت مفتی شعیب نعیمی کی حیات وخدمات پر حضرت مولانا محمد مستقیم رضوی صاحب نے بیان فرمایا، بعدہ حضرت مولانا محمد محبوب رضا قادری صاحب قبلہ کی رقت انگیز دعا پر محفل کا اختتام ہوا، اس موقع شہزادہ حضور فخر نیپال حضرت مولانا محمد فضل یزدانی امجدی، مولانا مختار احمد، مولانا خورشید، مولانا غلام محی الدین، مولانا نصیب اختر امجدی، حافظ محمد اختر رضا امجدی صاحبان ودیگر احباب اہل سنت بڑی تعداد میں تشریف فرما تھے۔

رپورٹ: مولانا احمد حسین قادری
رکن فخر ملت فاؤنڈیشن نیپال (دوحہ قطر)

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

تحریک آزادی، انگریز نوازی اور مشرکین کی ریشہ دوانیاں

۱۶۰۰ء میں انگریز ہندوستان آئے، تجارتی تعلق بہانہ تھا، اقتدار نشانہ تھا، سازش ان کی تاریخ کا فسانہ تھی، ان کی سرشت کا حصہ تھی، ابتدا میں انھوں نے بہ ظاہر تجارتی معاملات سے ہی کام رکھا، پھر حکومتی نظام پر نظریں جمائیں، اہم معاملات میں مداخلت شروع کی، انتشار کو بڑھایا، رائی کا پربت بنایا، جسے مغلوں کے خلاف دیکھا، اسے سازش پر ابھارا، اسی پر بس نہ کیا علاقائی حکمرانوں کو بغاوت پر اکسایا، کہتے ہیں کہ دشمن کا دوست بھی دشمن ہوتا ہے، مغل مسلمان تھے، فرقہ پرست جو خود کو ہندوستانی بھی کہتے تھے، انھیں یہ چبھن تھی کہ مسلمان آئے، جلد ہی کامیاب ہوئے، اسلام آیا، ملک میں چھا گیا، امارت وحکومت کا نظام بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا، ان کی حکمت ودانش نے رعایا کے دل جیت لیے، ان کے انصاف ودیانت نے ذہنوں کو اسلام کی سچائی کے قبول پر آمادہ کیا۔

انگریز کی کامیابی میں ان فرقہ پرستوں کا زیادہ ہاتھ تھا، سازش کا زاویہ پھیلتا گیا، مغل اقتدار کمزور ہوتا گیا، ایک وقت آیا جب غداروں کے سہارے انگریز ملک پر قابض ہو گئے، مغل حکومت کا آخری چراغ بہادر شاہ ظفر کی شکل میں ٹمٹمایا، پھر وہ رنگون میں بجھ گیا، یہاں کے سفید وسیاہ کے انگریز مالک بن بیٹھے، نواب سراج الدولہ اور سلطان ٹیپو شہید عزم محکم کے ساتھ جلاؤں کو پسپا کرنے کے لیے اپنے اپنے عہد میں اٹھے، لیکن غداروں کے سبب اپنے مشن میں کامیاب نہ ہو سکے، دہلی میں علما وامرا نے مشاورت کی، ایک استفتا تیار کیا گیا، جسے علامہ فضل حق خیرآبادی (رحلت در انڈمان ۱۸۶۱ء) نے مرتب کیا، دہلی کی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے بعد ایک تقریر کی، انگریز کے مظالم کے خلاف، اس تقریر نے جذبۂ حریت کو بیدار کر دیا، آزادی کے جذبات تازہ ہو گئے، مسلمانوں کی ۹۰ ہزار سپاہ دہلی میں جمع ہو گئی، دہلی سے آگرہ تک، اودھ سے شاہ جہاں پور تک جذبۂ جنوں خیز پیدا ہو گیا جس کی لہر پورے ملک میں پھیلی، بالآخر ۱۸۵۷ء میں میرٹھ میں ہندوستانی فوج نے انگریزوں کے خلاف بغاوت کر دی، آزادی کا نقارہ بج چکا تھا، آگرہ، دہلی، میرٹھ، شاہ جہاں پور، روہیل کھنڈ اور لکھنؤ میدان جنگ میں بدل گئے، انگریز دنگ رہ گیا کہ مسلمان سویا تھا، کیسے جاگ گیا؟

جنگ بہ ظاہر ناکام رہی لیکن اس کی چنگاری سلگتی رہی، عہد بہ عہد حریت کی فکر منتقل ہوتی رہی اور ۱۹۴۷ء میں بالآخر ملک آزاد ہوا، انگریز رخصت ہوا لیکن اپنی فکر یہاں چھوڑ گیا، حکومت مسلمانوں سے لیا لیکن اپنے ہم خیالوں کو لوٹا گیا، جر ثومے پنپتے رہے، مسلم معاشرے میں پھیلتے گئے، مسلمانوں کے حقوق چھینے گئے، فرقہ وارانہ فسادات کرا کر مسلم کشی کی جاتی رہی، ملک میں دیکھا گیا کہ مسلمان آزادی کے بعد اپنی محنت سے خود کفیل بنتا جا رہا ہے، تگن کی زندگی جی رہا ہے، تو الزامات کی بارش کی گئی، انگریز نے دنیا میں اسلام کے بڑھتے اثرات سے بوکھلا کر "اسلامی دہشت گردی" کا راگ الاپا، ادھر ہند میں ان کے ہم نوا بھی اسلامی ٹیررزم بولنے لگے، دہشت گردی کا کھیل فرقہ پرست کھیلتے، بدنام مسلمان ہوتے، جس طرح ۱۸۵۷ء میں چند افراد مثل قادیانی خریدے گئے، ان کے ذریعے بارگاہ رسالت میں گستاخیاں کروائی گئیں اور انھیں کے ذریعے مسلمانوں میں گروہ بندی کی گئی، ایسے ہی "طالبان، لشکر، سپاہ صحابہ، جھنگوی و طالبان پاکستان" کو امریکہ نے تیار کیا، جن کا رشتۂ فکر ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے حامیوں سے جا ملتا ہے، انھوں نے اپنے وضع کردہ اصولوں کو اسلام سے منسوب کیا، انگریز

*مضمون نگار نوری مشن مالیگاؤں کے رکن ہیں۔

نے ان کی معاونت کی، روس کے مقابلے میں انھیں ہتھیار دیے، پھر جب ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا تو وہی خود ساختہ مجاہدین ''دہشت گرد'' بن گئے، ان کی آڑ میں امریکہ و برطانیہ اور ان کے حواری اسلام کو بدنام کرنے لگے، ہمارے ملک کے فرقہ پرست انھیں کی آواز میں آواز ملانے لگے، اور اس طرح مسلمانوں کو رُسوا کرنے کی مہم چھیڑ دی گئی۔

۱۸۵۷ء میں ہی انگریز نے جان لیا تھا کہ مسلمان کو کمزور کرنا ہے تو مشرکین کو اپنے ساتھ ملا لو اور ہوا بھی یہی، مشرکین کے ایما پر نان کوآپریشن تحریک چلائی گئی، جس کا نتیجہ مسلمانوں کی معاشی و تعلیمی تباہی کی صورت میں برآمد ہوا، راقم نے اپنے ایک غیر مطبوعہ مقالے میں یہ اقتباس لکھا تھا:

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
ہو بحر میں آزاد وطن صورت ماہی

انگریز نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی، وہ چاہتا تھا کہ مسلمان دوبارہ اقتدار حاصل کرنے کے لائق نہ رہیں، اس نے مسلمانوں کے مقابل ہندوؤں کی مدد کی اس لیے مسلمان دونوں طرف سے سازش کا شکار تھے، ایسے میں تحریک آزادی کی آڑ میں مسلمانوں کی اسلامی شناخت ختم کرنے اور ایمان کو کمزور کرنے کے لیے ایک تحریک چلائی گئی اور ہندوؤں سے ایسے اتحاد و وداد پر زور دیا گیا جس کے نتیجے میں شرکیہ مراسم مسلم سوسائٹی میں داخل ہونے لگے، ۱۹۲۰ء میں گاندھی کے ایما پر تحریک ترک موالات (Non Co-operation) چلائی گئی تاکہ مسلمان انگریزوں کی مخالفت میں اپنی ملازمتیں چھوڑ دیں، امام احمد رضا خاں نے اس کی مخالفت کی اس لیے کہ اسلامی شریعت سے یہ کام غلط تھا، ترک موالات کے نتیجے میں مسلمان معاشی بدحالی کا شکار ہوئے، یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں، بہر حال امام احمد رضا اور ان کے محبین و تلامذہ نیز مسترشدین نے اس تحریک کی عملی طور پر مخالفت کی، علی گڑھ میں تحریک ترک موالات کی مخالفت میں ڈاکٹر ضیاء الدین (وائس چانسلر م ۱۹۴۷ء) مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی اور مولانا سید سلیمان اشرف بہاری (م ۱۹۳۵ء) اور ان کے چند احباب سرگرم عمل رہے، اس تحریک کا طوفان مسلم یونی ورسٹی میں بھی داخل ہوا، ڈاکٹر ضیاء الدین نے امام احمد رضا کی اسلامی فکر کا احترام کرتے ہوئے ترک موالات کی مخالفت کی اور اپنے دانش مندانہ اقدام سے یونی ورسٹی کو سنبھالنے کی ہر ممکن کوشش کی، حامیانِ ترک موالات کی کم ظرفی پر علی گڑھ کے فارغ نواب مشتاق احمد خاں اپنا مشاہدہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

''ان تین چار ہنگاموں کے بعد مسلمان یہ عام طور پر محسوس کرنے لگے کہ انھوں نے جذبات کی رو میں بہہ کر اپنا ہی نقصان کیا، علی گڑھ میں تعلیمی سال کی بربادی ہوئی، نظم و ضبط متاثر ہوا اور اس سارے دور میں بنارس ہندو یونی ورسٹی پر کوئی آنچ نہ آئی۔''

[کاروانِ حیات لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۸۸]

آخر الذکر اقتباس سے مشرکین کی شاطرانہ ذہنیت کا اندازا بآسانی لگایا جا سکتا ہے، انگریز کا اصل دشمن مسلمان تھا، مشرکین پر وہ حد درجہ مہربان تھے، مجاہد آزادی علامہ فضل حق خیر آبادی نے لکھا تھا:

''ہندوؤں میں سے صرف وہ مارے گئے جن کے متعلق دُشمن و معاند ہونے کا یقین تھا، ادھر نصاریٰ نے ماتحت ہندو رؤسا کو پیغام بھیجا کہ جو شخص بھی (مسلمان) تمہارے علاقہ میں سے گزرے اسے پکڑ لیا جائے۔'' [الثورۃ الہندیہ، ص ۵۱]

مسلمان آزادی کی لڑائی میں اگر خود کفیل ہوتے تو شاید آزادی کے بعد حکومت میں کچھ وقار ضرور حاصل کر لیتے، لیکن ہوا یہ کہ مشرکین سے اتحاد نے مسلمانوں کو کہیں کا نہ چھوڑا، اس دور میں سماجی مصلح اور بے مثال سیاسی تدبر کے مالک امام احمد رضا خاں نے مسلمانوں کو انگریزوں کے ساتھ ساتھ مشرکین سے بھی بچنے کی تلقین کی تھی کہ نہ انگریز تمہارے خیر خواہ ہیں نہ مشرک!

آج ضرورت ہے کہ مسلمان اپنی آنکھیں کھولیں، آزادی کو سات دہائیاں گزر گئیں لیکن مسلمان فرقہ پرستوں کا آج بھی نشانہ بن رہے ہیں اور آزادی سے جینا مشکل ہوتا جا رہا ہے۔ ■■■

از: مولانا انیس عالم سیوانی*

مفتی محمد شعیب رضا نعیمی ایک نظر میں

نام: محمد شعیب رضا

والد کا نام: حاجی شفیق احمد متوفی (۳/۱۲/۲۰۰۷ء)

تاریخ پیدائش: ۲۷/ اکتوبر ۱۹۷۳ء، بمقام: دودھلی، پوسٹ: دودھلی، تھانہ، کرت پور، تحصیل، نجیب آباد، ضلع، بجنور (یوپی)

موجودہ رہائش: فائق انکلیو، بریلی شریف۔

شجرۂ نسب: محمد شعیب رضا ابن حاجی شفیق احمد بن شبیر احمد بن نثار احمد

قومیت: شیخ صدیقی

تعلیم وتربیت: ۱۹۹۳ء میں جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے عالمیت کی ڈگری حاصل کی، مرکزی دارالافتاء بریلی شریف سے حضور تاج الشریعہ، علامہ تحسین رضا خاں اور علامہ قاضی عبدالرحیم بستوی علیہما الرحمہ سے فتویٰ نویسی سیکھی اور سند الافتاء سے نوازے گئے۔

مسلم یونیورسٹی سے ۱۹۹۹ء میں .M.Th کی ڈگری حاصل کی، ۱۴۲۱ء میں شہادۃ السیر والسلوک دارالعلوم المدرسۃ العالیہ گورنمنٹ اورینٹل کالج رامپور سے حاصل کی، ۱۹۹۲ء جامعہ دارالسلام مرادآباد سے عربی میں ڈپلوما کورس کیا۔ ۱۹۹۳ء میں جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب کامل کیا۔

بیعت واجازت: حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری سے شرف بیعت واجازت حاصل تھی۔

حج وزیارت ۲۰۰۸ء اور ۲۰۰۹ء میں زیارت حرمین طیبین کی سعادت سے سرفراز ہوئے۔

اساتذہ: علامہ مفتی محمد ایوب نعیمی، استاذ المعقولات علامہ ہاشم صاحب مرادآبادی وغیرہ

مشغلہ: کتب بینی، وتبلیغی اسفار

رشتۂ ازدواج ۲۶/ فروری ۲۰۰۳ء کو حضور تاج الشریعہ کی تیسری صاحبزادی قدسیہ بی بی سے نکاح ہوا۔

اولاد امجاد: ایک بیٹا، محمد حمزہ رضا، عمر تقریباً ۱۰/ سال، ۲/ بیٹیاں، نوار فاطمہ اور دوسری بیٹی نور بہجت جو ابھی تقریباً ۷/ ماہ کی ہیں۔

برادران: رئیس احمد، ادریس احمد، وارث احمد، خورشید احمد، شعیب رضا، متین احمد، ایک بھائی کا بچپن ہی میں انتقال ہو گیا تھا۔

بہنیں: کوثر جہاں، کشور جہاں، عشرت جہاں۔

علامہ محمد شعیب رضا نعیمی جماعت اہل سنت کے بے لوث خادم اور مذہب اہل سنت کے وسیع النظر مبلغ تھے، ان کی زندگی کا نصب العین مسلک امام احمد رضا کی ترجمانی کرنا تھا، وہ اپنی تحریر وتقریر اور دعوت وتبلیغ سے لوگوں میں سنیت کی روح پھونکنا چاہتے تھے، انہوں نے مذہب کو بزنس اور تجارت نہیں بنایا، جس نے، جب، جہاں پکارا، چل دیئے، کبھی کسی سے نذرانہ کا مطالبہ نہیں کیا، اگر کہیں کسی نے معمول کے برخلاف زیادہ نذرانہ پیش کیا تو کہتے کہ کہیں غلطی سے تو نہیں دے دیا ہے؟! اتنا نذرانہ تھوڑے ہوتا ہے، ایک مرتبہ ایک پروگرام سے واپس ہو رہے تھے، راستے میں ٹرین میں ٹی ٹی کو پیسہ دینا ہوا، میں نے کہا میں دے دیتا ہوں تو کہنے لگے، نہیں پیسہ میں دوں گا، لفافہ کھولا تو اس میں صرف دو ہزار روپے تھے، جبکہ صرف خرچہ ہی ۲/ ہزار سے زائد کا تھا لیکن دینے والوں کو کوسنے کی بجائے فرمایا کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے، لیکن جب دوسروں کو کہیں بھیجتے تو جلسے والوں کو اشارہ کر دیتے۔

ہندوستان کے بہت سے شہر و دیہات ہیں جہاں آپ کے جانے کے سبب سے وہاں کے لوگ مرکز سے وابستہ ہیں، کلکتہ، اڑیسہ، ناسک وغیرہ جہاں حضور تاج الشریعہ کے چاہنے والے حضرت کی تاریخ نہ ہونے کے سبب آپ کے معتمد اماد اور خلیفہ

*مضمون نگار امام احمد رضا فاؤنڈیشن لکھنؤ کے ڈائریکٹر ہیں۔

علامہ مفتی محمد شعیب رضا کو بلاتے، مفتی صاحب جاتے، تقریر کرتے، لوگوں کی باتیں سنتے، چاہنے والوں کو دلاسہ دلاتے اور سمجھاتے کہ حضور تاج الشریعہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے مرکز توجہ ہیں، وہ اکیلے کہاں کہاں جاسکتے ہیں، اس طرح لوگوں کو مطمئن کرتے، لوگ بیعت کے لئے خواہش کرتے تو آپ اپنے لئے بیعت نہ کرتے بلکہ حضور تاج الشریعہ کے وکیل کی حیثیت سے تاج الشریعہ کے لئے داخل سلسلہ فرماتے۔

انداز بیان خواہ تقریر ہو یا تحریر نہایت سادہ، صاف ستھرا، جس سے کسی پڑھے لکھے انسان کا تصور ابھر کر آئے، رہنے سہنے، کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے میں بھی سادگی تھی، کوئی بناؤ سنگار نہ تھا، ہاں! عالمانہ وقار میں کوئی کمی نہ تھی، باتوں میں بردباری، اخلاق میں نرمی اور لوگوں کے دلوں میں گھر کرنے والے اوصاف کے حامل تھے، کئی دفعہ اس حقیر کی درخواست پہ دور دراز کے سفر کئے، جہاں گئے وہاں کے لوگ ہمیشہ کے لئے ان کے دیوانے ہو گئے، کئی سال پہلے میری گزارش پر اڑیسہ کے شہر جھارسوگڑھ، دوبار تشریف لے گئے، ایک مرتبہ سیوان بہار گئے اور لکھنؤ درگاہ کھمن پیر میں آمد بھی اس حقیر کی درخواست پر ہوتی رہی، کبھی نہ کہا وہاں کیا ملے گا۔

ابھی دو تین سال پہلے کی بات ہے شہر لکھنؤ میں ہمارے ایک مخلص دینی بھائی عزیزم تاج محمد رضوی کی والدہ اور چھوٹے بھائی کا ایک حادثہ میں انتقال ہو گیا، جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ ان کے گھر تعزیت کے لئے پہنچے، دعائیں دی اور صبر کی تلقین کی، فاتحہ چہلم کے موقع پر اہل خانہ کی پریشانی تھی کہ نذرانہ کہاں سے پیش کریں گے اگر انہیں بلائیں، آپ کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ میں خود اپنے طور پر فاتحہ میں شرکت کروں گا، اس پروگرام میں آپ کے علاوہ حضور محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفٰے صاحب قادری نے بھی شرکت فرمائی تھی، مفتی محمد شعیب رضا صاحب نے فاتحہ چہلم میں ایک زبردست خطاب کیا، جس میں ردوہابیہ کے ساتھ ساتھ نام نہاد صوفیا جو آر ایس ایس کے آلۂ کار بنے ہوئے تھے، ان کا بھی پرزور رد کیا، انہیں دنوں میں ہندوستان کے وہابی سعودی عرب کے کسی وظیفہ خور کو امام حرم بنا کر لوگوں کو گمراہ کر رہے تھے اور گلی کوچوں میں اس سے نماز پڑھوا کر سنیوں کو بھٹکانے کا کام کر رہے تھے، اس وہابی امام حرم کی بھی مفتی صاحب نے خوب خبر گیری فرمائی، ویسے تو آپ سے محبت کرنے والوں کی لمبی فہرست ہے، جہاں ایک طرف حضور تاج الشریعہ سے نسبت کے سبب آپ لوگوں میں محبت اور احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے وہیں اپنے اخلاق کریمانہ اور ذاتی محاسن کے باعث بھی لوگوں میں مقبول تھے۔

ابتدا میں حضور تاج الشریعہ کے اکثر دوروں میں ہندو بیرون ہند ساتھ رہتے تھے، بعد میں حضرت کے حکم پر تنہا سفر کرنے لگے، معاندین نے یہ افواہ پھیلائی کہ حضور تاج الشریعہ اپنے داماد مولانا شعیب رضا سے ناراض ہیں، اس لئے اب وہ حضرت کے ساتھ پروگرام میں نہیں ہوتے، انہوں نے خود بتایا کہ حضرت نے ایک بار فرمایا کہ کب تک میرے ساتھ چلو گے، تم اکیلے دورہ کرو، تاکہ لوگ تمہیں تمہاری وجہ سے پہچانیں، آپ نے کہا حضرت کے حکم کے مطابق میں نے ایسا کیا اور اس سے بہت فائدہ ملا، خود ہی فرمانے لگے کہ حضرت کے ساتھ کئی لوگوں کے جانے سے جلسے والوں پر خواہی نخواہی اضافی بار پڑتا ہے، ناسک اور اس کے اطراف و جوانب میں اکثر آپ دورہ فرماتے، وہاں لوگ آپ کی بڑی قدر کرتے، امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر ناسک کے آپ سرپرست تھے، پچھلے دو سالوں سے وہاں تحقیق کا شعبہ بھی آپ نے جاری کرایا تھا، جو الحمدللہ چل رہا ہے۔

ناسک کے برادران جن کی عقیدت قابل دید اور رشک تھی، خاص کر محترم اقبال خطیب، بابا برہان خطیب، محمد مجاہد، توصیف سر، محمد مبین، محمد عابد، صادق سر، حاجی محمد یونس سکریٹری وغیرہ مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کے دیوانہ ہیں۔

مفتی صاحب اب ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن وہ ہم سب کے دلوں میں ہمیشہ رہیں گے، جب جب یاد آتی ہے تو بس دل مسوس کر رہ جاتا ہے، مجھ حقیر کو آپ کی رحلت سے سخت صدمہ پہنچا کہ اولاً تو وہ ہمارے شیخ اور مرشد برحق کے داماد تھے، ثانیاً

ہمارے اوپر بڑے مہربان اور کرم فرماتے، مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے ترجمان تھے، سنجیدہ مزاج اور صاحب فہم وبصیرت تھے، اپنی ہر بات مجھ سے بتاتے، بہت سے امور میں مشورہ فرماتے، ایک مرتبہ ایک صاحب نے ازراہ عناد کہا کہ لکھنؤ میں ایک انیس عالم ہیں جو کہتے ہیں کہ میں تاج الشریعہ کا خلیفہ ہوں، مطلب تھا کہ مفتی صاحب کہیں کہ انیس عالم جیسے بہت سے خلیفہ ہیں، لیکن آپ نے فرمایا کہ ہاں ہاں وہ خلیفہ بھی ہیں اور معتمد بھی ہیں، انہیں ہلکا نہ جانئے اور اپنے جلسے کے لئے انہیں مدعو کیجئے اور ان سے مشورہ کر کے جلسہ کیجئے، پھر ان صاحب نے بڑی منت سماجت کر کے دعوت دی اور اس بات کا اظہار کیا کہ ہم ناواقف تھے۔ ع

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہوں جسے

مفتی شعیب رضا کی ضرورت ابھی قوم کو تھی، وہ مرکز کے سچے نمائندہ تھے، ان کی رحلت ہم تمام برادران اہل سنت کے لئے عموماً اور خصوصاً برادران رضویہ کے لئے عظیم حادثہ ہے۔

ضعیفہ ماں، شریک حیات اور ان کے نونہال بچوں کے غموں کا ہم اندازہ نہیں کر سکتے، اکثر وہ فرماتے کہ محمد حمزہ رضا سلمہ کی والدہ میری بہت سی مشکلوں کو آسان بنا دیتی ہیں، اپنی گھریلوں اور ازدواجی زندگی سے بہت خوش اور مطمئن تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے یہاں کچھ اور ہی مقدور تھا، گزشتہ محرم الحرام کے موقع پر ناسک پروگرام کے لئے گئے تھے، وہیں طبیعت بگڑی اور بگڑتی چلی گئی، ٹاٹا ہاسپٹل ممبئی، سیفی ہاسپٹل ممبئی، بی ایل کپور دہلی، ودھانتا ہاسپٹل گڑگاواں، رام مورتی ہاسپٹل بریلی میں زیر علاج رہے، سب سے زیادہ پیلیا نے انہیں پریشان کیا، لیور کینسر کی بھی ڈاکٹروں نے تشخیص کی تھی، ساتھ ہی جادو سے بھی متاثر تھے، آپ کی علالت سے حضور تاج الشریعہ کافی صدمے میں تھے، کلکتہ، گونڈہ اور دارالعلوم مخدومیہ رودولی کے پروگرام بھی حضرت نے اسی وجہ سے کینسل فرمائے، مفتی صاحب رمضان شریف سے پہلے حضور تاج الشریعہ کے دولت کدہ پر آ گئے تھے، رمضان شریف کے دوسرے عشرہ میں طبیعت بگڑی، رام مورتی ہاسپٹل میں داخل کرایا گیا، لیکن سنبھل نہ سکی، آخری سفر کے لئے بلاوا آ چکا تھا، آخر کار ۱۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ر جون ۲۰۱۷ء بروز اتوار تقریباً دن کے ۱۱ر بجے جان جان آفریں کے سپرد کر دی، انا للہ وانا الیہ راجعون ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

علالت کے ایام میں آپ سے آپ کے بڑے بھائی محترم خورشید احمد اور برادران ناسک بالخصوص بابا برہان خطیب کے گھر والوں نے عقیدت اور خدمت کا حق ادا کر دیا، جتنی خدمت ان لوگوں نے کی وہ انہیں کا حصہ تھا، خود مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اس حقیر سے اس کا تذکرہ کیا، اللہ تعالیٰ ان سب کو اور جملہ اہل محبت کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

مفتی صاحب قبلہ کی نماز جنازہ آبروئے اسلام وسنیت، شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور تاج الشریعہ نے ۱۶ر رمضان شریف ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۲ر جون ۲۰۱۷ء بروز پیر صبح لگ بھگ ساڑھے پانچ بجے پڑھائی اور اس قبرستان میں دفن ہوئے، جہاں حضور تاج الشریعہ کے اجداد اور خاندان کے کئی عالی مرتبت بزرگ جیسے علامہ رضا علی خاں قادری، علامہ مفتی نقی علی خاں قادری اور علامہ حسن رضا خاں قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اسی قبرستان میں مدفون ہیں۔ ■■■

از: مفتی شمشاد احمد مصباحی **

ایک متحرک وفعال اور متوازن فکر کے حامل اسلامی اسکالر تھے

مفتی شعیب رضا نعیمی

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

حضرت مفتی شعیب رضا نعیمی قادری علیہ الرحمۃ جماعت اہل سنت کے ابھرتے ہوئے متحرک وفعال عالم دین، متوازن فکر رکھنے والے اسلامی اسکالر، فقہی جزئیات پر گہری نظر رکھنے والے روشن فکر مفتی، بلحاظ موقع ومحل سنجیدہ خطاب کرنے والے ایک قادر الکلام خطیب، عربی زبان وادب پر قدرت رکھنے والے ایک ماہر انشاء پرداز وادیب اور بدمذہبوں سے بحث ومباحثہ کے دوران اپنی حاضر دماغی اور مضبوط گرفت سے جلد مات دینے والے بے باک متکلم تھے۔ آپ کی پیدائش ۲۷ر اکتوبر ۱۹۷۲ء کو گاؤں دودھلی، پوسٹ دودھلی، تھانہ کرت پور، تحصیل نجیب آباد، ضلع بجنور میں ہوئی، پرائمری تعلیم درجہ آٹھ تک گجرولہ نجیب آباد میں ہوئی، پھر تحصیل دھام پور بجنور میں عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، اس کے بعد بھوج پور ضلع مرادآباد آگئے اور جامعہ فاروقیہ عزیز العلوم اور جامعہ قادریہ بشیر العلوم بھوجپور میں بالترتیب ثالثہ رابعہ تک تعلیم حاصل کی، متوسطات کے بعد عالمیت، فضیلت کی پوری تعلیم جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں حاصل کی۔

اس وقت جامعہ نعیمیہ میں بڑے بڑے ماہرین فن، علما وفضلا درس دے رہے تھے اور اس کا معیار تعلیم بہت بلند تھا، اسی ماحول میں حضرت مفتی شعیب رضا نعیمی نے مشاہیر علمائے کرام واساتذۂ فن سے کئی سالوں تک علوم اسلامیہ اور کتب متداولہ کا درس لیا اور ۱۹۹۳ء میں درجہ فضیلت سے اعلیٰ نمبروں کے ساتھ فراغت حاصل کی اور دستار وسند فضیلت سے نوازے گئے، جامعہ نعیمیہ مرادآباد سے فراغت کے بعد عربی زبان وادب میں مہارت اور عصری تعلیم کے لئے مرکز الثقافة السنية کیرالا، جامعہ نظام الدین اولیا دہلی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی گئے اور ان اداروں سے بھی اپنی علمی پیاس بجھائی، بلکہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ۲۰۰۰ء میں فرسٹ پوزیشن سے Master of Theology کی ڈگری حاصل کی۔

دوران تعلیم یوپی بورڈ سے مولوی، عالم، فاضل اور جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب، ادیب ماہر، ادیب کامل کے امتحانات بھی دیتے رہے اور اکثر امتحانوں میں فرسٹ پوزیشن حاصل کی، مدرسہ عالیہ رامپور سے بھی سندیں حاصل کیں، جب زبان وبیان اور علم واستدلال کے اعتبار سے ہر طرح لیس ہو گئے تو قوم وملت اور مسلک ومذہب کی اعلیٰ خدمت کے لئے میدان عمل میں قدم رکھ دیا اور اپنے علم وحکمت، ذہانت وفطانت، درس وتدریس، وعظ وتبلیغ اور تحریر وخطابت سے جلد ہی ملک بھر میں مشہور ہو گئے اور پھر اس وقت ان کی زندگی میں چار چاند لگ گئے، جب حضور تاج الشریعہ جیسی عظیم علمی وروحانی شخصیت کے داماد ہو گئے، پھر اپنی علمی قابلیت اور حضور تاج الشریعہ کے فیض وکرم اور ان کی پاکیزہ نسبت کی بنیاد پر ملک وبیرون ملک میں ہر طرف عزت ووقار اور قدر ومنزلت سے ساتھ مدعو کئے جانے لگے اور اکناف عالم میں کامیابیوں کے جھنڈے گاڑنے لگے، یورپ، افریقہ، ایشیا کے بہت سے ممالک میں حضور تاج الشریعہ کے ساتھ بھی گئے اور تنہا جانے کا بھی بار بار موقع ملا اور چونکہ آپ حضور تاج الشریعہ کے خلیفہ مجاز بھی تھے، اس لئے بیعت وارشاد اور وعظ وتبلیغ کی غرض سے جرمنی، ساؤتھ افریقہ، ملاوی، زمبابوے، سوئٹزرلینڈ، سعودیہ عربیہ، پاکستان وغیرہ ممالک کا بار بار تبلیغی سفر کیا، جیسا کہ آپ کے پاسپورٹ کے صفحات پر لگے

* مضمون نگار جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی مئو یوپی کے استاذ ومفتی ہیں۔

استامپ سے ظاہر ہے۔

آپ جہاں گئے، جہاں رہے، دین وسنیت کی خدمت کرتے رہے، حرص وہوس، دنیاوی طمع سے خالی ہوکر اخلاص کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں مشغول رہے، مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمت ہی آپ کی زندگی کا نصب العین تھا اور اس کے خلاف اٹھنے والے فتنوں کا سدباب زندگی کا مطمح نظر، چونکہ اس مسلک مہذب سے آپ کو ایسا والہانہ عشق تھا کہ اس کے خلاف ایک لفظ بھی سننا گوارہ نہ تھا اور شاید اسی لئے زندگی کے آخری ایام تک اعلیٰ حضرت کے ذکر جمیل میں رطب اللسان رہے، شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے ایک عظیم رکن بھی تھے اور سیمینار کو کامیاب وکامران بنانے میں حتی الوسع کوشش کرتے، بلکہ پابندی سے ہر سال سیمینار میں شریک ہوکر اپنی شرعی رائے سے مجلس مذاکرہ کو شادکام فرماتے، اللہ رب العزت نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے سرفراز فرمایا تھا، آپ طبعی طور پر متین اور سنجیدہ تھے، بحث ومباحثہ اور گفتگو کے دوران بھی متانت وسنجیدگی کا دامن نہ چھوڑتے، آپ قد وقامت اور شکل وصورت میں بھی حسین وجمیل تھے، گویا حسن سیرت، حسن صورت کا سنگم تھے، ہنس مکھ چہرہ، کشادہ پیشانی، گورا رنگ اور شیریں کلامی سے ہر شخص متاثر ہوتا اور پھر حضور تاج الشریعہ کا داماد مکرم ہونے کے باوجود، تواضع وانکساری، بزرگوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت، مہمانوں کی مہمان نوازی، اجنبی لوگوں سے بھی خوش اخلاقی اور کشادہ ظرفی سے بات چیت اور ان کی طرف سے نامناسب حرکت پر صبر وتحمل اور بردباری آپ کی عظمت میں اور اضافہ کردیتی۔

میں نے بارہا دیکھا کہ جماعتی اختلاف وانتشار کی شدت کے زمانے میں بھی وہ میانہ روی اور اعتدال پسندی کا مظاہرہ کرتے، بلکہ نجی مجلسوں میں بھی اختلافی گفتگو اور مخالف کا تذکرہ کرنے میں شدت پسندی اور سخت کلامی سے پرہیز کرتے، بہت سے مواقع پر علمی مسائل اور دیگر معاملات میں لمبی لمبی گفتگو ان کے ساتھ ہوئی بلکہ کئی جلسوں میں ان کے ساتھ ایک ہی کمرے میں رہنے کا اتفاق ہوا، میں نے ہر جگہ ان کو محتاط، باوقار، بلند اخلاق اور عالم باعمل پایا اور دوران گفتگو یہ محسوس کیا کہ وہ بہت ذہین وفطین، وسیع المطالعہ، حاضر جواب، بالغ نظر اور پرلطف وپرمزاح شخصیت کے مالک تھے مگر افسوس گلشن تاج الشریعہ کا وہ مہکتا ہوا پھول جس کی خوشبو سے ہم لوگوں کی مشام جاں معطر ہورہی تھی، فکروفن کا وہ مہر منیر جس کی روشنی سے طالبان علوم نبویہ کے دل روشن ہورہے تھے، شعور وآگہی کا وہ سرچشمہ جس سے تشنگان علوم اپنی پیاس بجھاتے رہے، ہدایت وتقویٰ کا وہ بلند مینار جس کو دیکھ کر گم گشتگان راہ اپنی منزل کا تعین کرتے، علم وحکمت کا وہ خورشید کامل جس کے آگے اچھے اچھوں کی نگاہیں خیرہ ہوجاتیں، ۱۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۰ر جون ۲۰۱۸ء بروز اتوار تقریباً ۱۲ر بجے دن میں سب کو روتا بلکتا چھوڑ کر ہمیشہ ہمیش کے لئے غروب ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

■■■



از: مفتی راحت خاں قادری*

مفتی شعیب رضا نعیمی کی کچھ علمی یادیں

حضرت علامہ مفتی شعیب رضا نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ نے گوناگوں خصوصیات و کمالات سے نوازا تھا، دورِ حاضر کے نوجوان علما میں ان کا ایک منفرد اور نمایاں مقام تھا، علوم و فنون کے ماہر، لائق و فائق خطیب، عربی کے عمدہ ادیب، فقہ و افتا سے شغف رکھنے والے، گفتگو میں شرافت و ذکاوت، لہجے میں حلاوت و لطافت، شخصیت میں جاذبیت و متانت طبیعت۔ ؎

جس کی سانسوں سے مہکتے تھے در و بام ترے
اے مکاں بول کہاں اب وہ مکیں رہتا ہے

آپ ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۳ء کو موضع دودھلہ، پوسٹ دودھلی، تھانہ برکت پور، تحصیل نجیب آباد، ضلع بجنور، اتر پردیش میں پیدا ہوئے، مجرولہ نجیب آباد میں پرائمری سے درجہ آٹھ تک، تحصیل دھام پور بجنور میں عربی فارسی کی ابتدائی کتابیں، پھر بھوجپور ضلع مرادآباد میں رابعہ تک تعلیم حاصل کی، اس کے بعد چمن صدرالافاضل جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں درجہ فضیلت تک تعلیم مکمل فرمائی اور ۱۹۹۳ء میں اعلیٰ نمبروں سے فراغت حاصل کی، اس کے علاوہ مرکز الثقافۃ السنیہ کیرالا، جامعہ نظام الدین اولیا دہلی اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بھی تعلیم حاصل کی اس کے بعد دین و سنیت کی خدمات کے لیے ہندوستان کی راجدھانی دہلی، سبھاش وہار نارتھ گھونڈا میں "اسلامی مرکز" نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا۔

مفتی صاحب قدس سرہ سے میری کچھ ملاقاتیں تھیں، آپ مجھ پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے اور میں جب بوقت ضرورت حضرت سے کوئی مشورہ کرتا تو مجھ کو اپنائیت کے ساتھ اپنے مفید مشوروں سے نوازتے تھے، ٹیلی گرام پر ہمارا ایک گروپ ہے، (جس کا بنیادی مقصد دین و سنیت کی نشر و اشاعت اور سنیت کے خلاف سازشیں کرنے والوں کے فتنوں کو ناکام کرنے کے لیے بروقت کوئی لائحہ عمل تیار کرنا ہے) حضرت مفتی صاحب قدس سرہ بھی ہمارے اس گروپ کا ایک اہم ستون تھے، آج اگرچہ وہ ہمارے درمیان نہیں رہے لیکن وہ تحریریں جو حضرت نے مختلف اوقات میں لکھ کر احباب کے ساتھ شیئر کی ہیں، ابھی بھی ٹیلیگرام پر موجود ہیں، ان کی تحریروں میں آخرت کی فکر، علمی نکات، متصوفانہ مزاج، تحقیقی کلام، خود اعتمادی، حسن اخلاق، سنیوں سے ہمدردی وغیرہ بہت سی خوبیاں نمایاں ہیں، لہٰذا ان کی مختلف مواقع کی شیئر کردہ بعض تحریروں کو افادۂ عام کے لیے ذکر کیا جاتا ہے۔

۲۲ دسمبر ۲۰۱۶ء کو حضرت سے نہایت ہی مختصر ملاقات ہوئی علالت طبع کے باوجود نہایت ہی خوش مزاجی سے پیش آئے، خیریت معلوم کی، دریافت کرنے پر اپنی بھی طبیعت ٹھیک بتائی، میں نے کچھ کتابیں پیش کیں، ان کو لے کر کاشانۂ حضور تاج الشریعہ میں تشریف لے گئے اور دوسرے دن پر محبت بھرا پیغام ارسال فرمایا:

"سلام مسنون!

عزیزم فاضل گرامی قدر مولانا راحت خان صاحب! علالت طبع کی وجہ سے آپ سے کوئی گفتگو نہ کر سکا لیکن آپ کا دیا ہوا سارا لٹریچر پڑھ لیا۔"

۲۳ دسمبر ۲۰۱۶ء کو مرحوم مولانا منیف رضا بریلوی کی علالت کی خبر سن کر ان کے لیے ان الفاظ میں دعا فرمائی:

"اللہ تعالیٰ مولانا منیف رضا کو صحت کاملہ عطا فرمائے آمین۔"

۲۶ دسمبر ۲۰۱۶ء کو اپنے لیے دعائے صحت کی ان محبت بھرے الفاظ میں گزارش فرمائی:

"اہل عشق و محبت کے لیے امام اہل سنت، شہید عشق و محبت

* مضمون نگار دارالعلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے بانی و ناظم ہیں۔

کا ایک شعر نذر کرتا ہوں اور گزارش کرتا ہوں کہ اس شعر کو عشق و محبت سے پڑھ کر پیارے آقا، داتا طبیب روحانی وجسمانی سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں میرے لئے استغاثہ کریں کہ اللہ مجھے صحت کامل وعاجل عطا فرمائے:

تم نے تو لاکھوں کو جانیں پھیر دیں
ایسا کتنا رکھتے ہیں آزار ہم

امام بوصیری سرکار علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

حاشاہ ان یحرم الراجی مکارمہ
او یرجع الجار منہ غیر محترم

دعا کی گزارش کے لیے یہ کتنا منفرد اور انوکھا انداز اختیار کیا کہ ایسا لگتا ہے کہ ہر ایک لفظ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت خوشبو سے سرشار ہے۔

۲۷؍دسمبر ۲۰۱۶ء کو مولانا منیف رضا بن حضرت علامہ حنیف خاں رضوی بریلوی بانی امام احمد رضا اکیڈمی، وصدر المدرسین جامعہ نوریہ رضویہ بریلی شریف کی رحلت کی خبر پڑھ کر یہ تعزیتی کلمات تحریر فرمائے:

”یہ خبر وحشت اثر پڑھ کر استرجاع پڑھا اور مرحوم ومغفور مولانا منیف رضا کے لئے دعائے مغفرت کی اور اللہ تعالیٰ حضرت علامہ محمد حنیف صاحب کو اور ان کی اہلیہ محترمہ واعزا واقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔“

۲؍جنوری ۲۰۱۷ء کو ان الفاظ میں ایک خوش خبری دی:

”خوشخبری! ۳۰؍دسمبر ۲۰۱۶ء جمعہ گزر کر رات تقریباً دس بجے حضور تاج الشریعہ کے دولت کدہ پر ۶؍دیوبندی مولویوں کو فقیر قادری محمد شعیب رضا نے توبہ کرائی، ان کو کلمہ پڑھایا اور دیوبندیوں کے عقائد کفریہ سے توبہ کرائی اور سب کو وکالتاً حضور تاج الشریعہ کے لئے بیعت کیا، دیوبندیوں کے طواغیت اربعہ کی کفریہ عبارتیں ان لوگوں کو بتائیں، انہوں نے اس سے توبہ کی نیز اعلیٰ حضرت کے علم وفضل کے بارے میں بتایا، بالخصوص فن حدیث کے سلسلہ میں میں نے بتایا کہ اعلیٰ حضرت اپنے وقت کے امام بخاری تھے، اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ ان کو استقامت عطا فرمائے اور مجھے شفائے عاجل کلی عطا فرمائے اور اس کام کو میرے لئے توشہ آخرت بنائے آمین۔“

۳؍جنوری ۲۰۱۷ء کو حضرت مولانا غلام مصطفےٰ رضوی نعیمی مدیر اعلیٰ سواد اعظم دہلی نے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ سے ملاقات کر کے یہ تاثر پیش فرمایا:

”آج صبح ۹؍بجے حضرت مفتی شعیب رضا نعیمی حفظہ اللہ سے دہلی میں واقع گھر میں ملاقات کی، دیکھ کر طبیعت بوجھل ہوئی، آپ ایک دم کمزور ہوگیے ہیں، مگر اللہ کا بڑا فضل ہے کہ آپ لگاتار روبہ صحت ہیں اور ڈاکٹری رپورٹیں مسلسل امید افزا آرہی ہیں، امید ہے جلد ہی حضرت مکمل صحت یاب ہو کر پھر سے دین وسنیت کا کام کرسکیں، بڑی خوشی کی بات یہ ہے، اس وقت بھی حضرت مذہبی گفتگو اور تحقیقی بات چیت میں بڑی دلچسپی سے حصہ لے رہے ہیں، ملکی وملی امور پر بھی نگاہ ہے، یہ سب بلاشبہ اللہ کا فضل اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایتیں ہیں، مولیٰ تعالیٰ ان کو جلد از جلد صحت کاملہ عطا فرمائے۔

غلام مصطفےٰ نعیمی“

اس کے بعد ۵؍جنوری ۲۰۱۷ء کو مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے اس کا جواب ان الفاظ میں تحریر فرمایا:

”گرامی وقار حضرت مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی صاحب ۳؍جنوری صبح میں ملاقات کے لیے تشریف لائے اللہ ان اور ہم سب کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا غلام بنائے آمین۔

مولانا ممدوح نے کرم فرمائی کی اللہ تمام اہلسنت کو صحت وعافیت سے رکھے، دیر تک میری طبیعت کے بارے میں پوچھتے رہے اور احباب کی کرم فرمائیوں اور دعاؤں کا ذکر کرتے رہے، دوران گفتگو مولانا موصوف نے عجیب وغریب حالات کا انکشاف کیا، جن کا سدباب نہایت ضروری ہے اور یہ ہماری شرعی ذمہ داری ہے، مولانا نے موڈرن مودی تصوف کی حامل تنظیم کے ایک لیکھک ممبر کا ذکر کیا وہ اردو ہندی اخبارات کے لئے کچھ لکھتے ہیں اور

انگریزی اخبارات کے لیے کچھ لکھتے ہیں، یہی ان کے موڈرن مودی تصوف کی پہچان ہے۔"

۵ رجنوری ۲۰۱۷ء کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے:

"جنت تو مفت میں مل جائے گی لیکن
عشق نبی میں وارفتہ رہنا ضروری ہے

دوا مخور شہد نوش و مزدہ نیوش
بیا مریض بدارالشفاء آل رسول

آنکہ گویند اولیاء را ہست قدرت ازالہ
باز گردانند تیر از نیم راہ اینایاں توئی

شاہ عالم بمن ناکس ناداں معدے
زینت عرش بریں سید ذیشاں مددے

رحم فرما بمن زار و پریشان مددے
غوث اعظم شہ دیں افسر شاہاں مددے

منبع فیض و کرم فیض رسان عالم
نظر مہر بمن مرشد دوراں مددے

در دو عالم بکسے غیر ندارم کارے
لطف فرما بمن خوار و پریشاں مددے

دورم از منزل مقصود نمی یابم راہ
جلوہ فرما بمن اے خضر بیاباں مددے

من ناچیز سراسیمہ پریشاں حالم
خضر دریائے کرم سوئے غریباں مددے

من سیہ کارم و حیرت زدۂ کار خودم
والی ملک جناں مہر درخشاں مددے

شرمسارم ز تبہ کاری خود در ظلمت
ماہ تاباں مددے مہر درخشاں مددے

قبلہ و کعبہ و سلطان دو عالم ہستی
رحم کن بہر خدا خاصہ رحمٰن مددے

انتظار نظر تست من نوری را
شاہ عالم مددے حاکم دوراں مددے

اعتماد کرم تست من نوری را
اے خدا جوئے خدا بین و خدا داں مددے

یہ کلام بلاغت نظام رشحۂ خامۂ عنبریں شمامۂ اقدس حضرت جلیل البرکت نور العارفین سلالۃ الواصلین حضور پرنور سیدنا و سندنا و مولانا مولوی سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔

ہم آپ حضرات کی خدمت میں جلد ہی امام اہل سنت کا فارسی کلام پیش کریں گے جو آج تک حدائق بخشش میں نہیں چھپا ہے۔"

اس کے بعد آپ نے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی قدس سرہ کا یہ نایاب کلام ارسال فرما کر ہم لوگوں کو شادکام فرمایا:

"کلام الامام امام الکلام غیر مطبوعہ ہے، جسے ہم نے اہل سنت کی آواز جلد سوم حصہ چہارم صفحہ ۱۳۱ر سے لیا ہے، یہ مبارک رسالہ حضرت عظیم البرکت مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب کی سرپرستی میں شائع ہوا ہے اور رسالہ کے مرتب حضرت اقدس سیدنا و سندنا و مولانا آل مصطفےٰ سید میاں قادری ہیں۔

وحدت عیاں ز جلوہ شان محمد است
توحید کشف راز نہاں محمد است

دانی کہ چیست رونق تصویر کائنات
حق جلوہ گر ز نام و نشان محمد است

آں جان جاں کہ پردہ ز روحانیاں گرفت
جان محمد است و جہان محمد است

تنویر علم غیب بہر جوہرے کجا
ایں شب چراغ گوہر کان محمد است

حرفیکہ جز خدائے نگوید حدیث اوست
قرآں اگر تمام زبان محمد است

صید مشیت اندر رضا بندگان عشق
تقدیر او کے زکمان محمد است"

۶ رفروری ۲۰۱۷ء کو یہ لکھ کر ارسال فرمایا:

''السلام علیکم! اللہ جملہ اہلسنت کو بخیر وعافیت رکھے، آمین۔
آج رات ان شاء اللہ ہم حضور سرکار نور مرشد مفتی اعظم کا عربی، فارسی کلام پیش کریں۔''

پھر رات کو اہل سنت کی آواز کے کئی صفحات ارسال فرمائے، جن میں تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مصطفےٰ رضا خاں قادری قدس سرہ کے عربی وفارسی کلام ہیں اور ان صفحات کے آخری مضمون کا عنوان ''برکات خاندان کے برکات'' کے نام سے ''قوالی'' کے متعلق تاج العلما حضرت سیدنا شاہ محمد میاں قادری برکاتی مارہروی قدس سرہ کا تحریر فرمودہ ہے، اس پر یوں تبصرہ فرماتے ہیں:

''یہ مضمون ان حضرات کے لئے عبرت ہے جو قوالی کے جواز کی راہیں پیدا کر رہے ہیں، ہمارے ان مشائخ شریعت و طریقت کی تحریرات کو دیکھیں:

میں محمد میاں کے ساتھ ہوں
تو بتا تو کس کے ساتھ ہے''

تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال کی ترتیب و تخریج کا کام ناچیز راقم السطور نے کیا ہے، لیکن ابھی اس کے بعض مقامات مجھ سے حل نہ ہو سکے، ایک دن ۶؍فروری ۲۰۱۷ء کو ایک عبارت کی تخریج کے سلسلے میں احباب سے گفتگو چل رہی تھی، میں نے احباب سے عرض کیا:

''شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی تصنیف ''رجوم الشیاطین'' کی اشد ضرورت ہے، اہل علم تعاون فرمائیں۔''

محب گرامی قدر میثم بھائی لاہور پاکستان نے سوال کیا:

''اس کا تذکرہ کہاں پڑھا آپ نے؟''

حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار نعیمی صاحب، نوری دارالافتا، کاشی پور، اتراکھنڈ نے ارشاد فرمایا:

''اس نام کی کوئی کتاب حضرت کے حوالے سے نظر سے نہیں گزری، اس کا ذکر جہاں ہے، وہاں مزید غور کر لیا جائے یہ (اس نام سے) کتاب کسی سنی عالم نے شیعہ کتاب کے جواب میں لکھی تھی۔''

محب گرامی قدر میثم بھائی لاہور پاکستان نے ان الفاظ میں ان کی توثیق فرمائی:

''جی مجھے بھی حیرت ہوئی ہے رجوم المذنبین شہاب ثاقب از حسین مدنی ٹانڈوی کی کتاب کا نام ہے رجوم الشیاطین نام کی حضرت شاہ صاحب کی کتاب پہلی بار سنی۔''

حضرت علامہ مفتی محمد ذوالفقار نعیمی صاحب، نوری دارالافتا، کاشی پور، اتراکھنڈ نے مزید ارشاد فرمایا:

''رجوم الشیاطین نام کی کئی کتابیں دیکھی ہیں مگر شاہ صاحب کی کبھی نہیں دیکھی۔''

بہر حال اس سے متعلق لمبی گفتگو ہو جانے کے بعد حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے محبت بھرے انداز میں یہ رہنمائی فرمائی:

''محترم حضرات محققین! ازادکم اللہ شرفا ومجدا وعلما ''تنبیہ الجہال'' نامی کتاب حافظ بخش آنولوی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے نام سے منسوب کتاب ہے، اس میں رجوم الشیاطین نامی کتاب کا حوالہ مندرج ہے، یقیناً یہ کتاب ضرور موجود ہوگی، اگرچہ اس وقت نایاب ہو گئی ہو، تلاش جاری رکھی جائے ضرور ملے گی، ممکن ہے کہ رضا لائبریری رامپور یا خدا بخش لائبریری پٹنہ بہار یا صولت لائبریری رامپور یا فتحپوری مسجد دہلی میں موجود ہو، علامہ سید شاہد علی رامپوری سے رابطہ کیا جائے وہ ضرور نشان دہی فرمائیں گے۔''

راقم السطور نے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی نشان دہی پر حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی رامپوری دام ظلہ سے رابطہ کیا، حضرت نے بھی فرمایا کہ نہ ملنا اس بات کی دلیل نہیں کہ شاہ صاحب کی اس نام سے کوئی کتاب ہی نہیں، تلاش وجستجو جاری رکھیے کہیں سے ان شاء اللہ مل جائے گی۔

۱۴؍فروری ۲۰۱۷ء کو حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کے ''تاج الشریعہ'' لقب پر کسی کی طرف سے اعتراض سنا معترض نے یہ کہا تھا کہ کسی کے لیے بھی تاج الشریعہ کا لقب استعمال کرنا

درست نہیں ہے تب آپ نے یوں لکھا:

”بھائی کیا بتائیں؟ کسی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختار و غیب داں، شفیع عاصیاں ہونے پر اعتراض ہے تو کسی کو غوث اعظم کی غوثیت عظمٰی پر اعتراض ہے تو کسی کو غوث پاک کی افضلیت پر اعتراض ہے، کسی کو اس پر اعتراض ہے کہ اعلیٰ حضرت نے علامہ عبدالقادر بدایونی رحمہ اللہ کو تاج الفحول کہہ دیا، معترضین کو اعتراض ہے کہ یہ درست نہیں اور محبین کو اپنے ممدوحین کو القابات سے یاد کرنے کی لذت سے مشغولیت ہے، بہر حال اہل حق اور باطل کے درمیان معرکہ چلتا رہے گا اور اہل حق اپنے ممدوحین کو معلّی القابات سے یاد کرکے فتح علم بلند کرتے رہیں گے اور ان معترضین کا حال بالکل ان گستاخوں کی طرح ہے کہ انبیا و اولیا کے لئے ہم فضائل بیان کریں تو شرک و کفر کے فتاویٰ سیاسی پارٹیوں کے پمفلیٹ لفلیٹ اور بینر و ہولڈنگ کی طرح گلی کوچوں سڑکوں پر مارے مارے پھرتے ہیں اور وہی فضائل ان کے اپنوں کے لیے عین ایمان ہیں، یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ لفظ تاج الشریعہ حضور ازہری میاں کے لئے حرام اور کیا کیا ہوجاتا ہے اور جب وہ ہی لفظ صدر الشریعہ اوّل کے لیے مستعمل ہوتا ہے تو منہ بند ہوجاتا ہے، اب آپ غور کریں کہ اللہ کے ایک نیک بندے سے عداوت ان کو کہاں لے جاکر ذلیل کرتی ہے، اب ہم ان سے معترضین کے طور پر پوچھنا چاہتے ہیں، اس فقیہ کے بارے آپ کا کیا خیال ہے؟ جس نے ان کو لقب دیا، ان کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ اور جو علما ان کو اس لقب سے یاد کرتے رہے ان کے لئے آپ کا شرعی نظریہ کیا ہے؟ اور جو حضرات اس کتاب مستطاب کو چھاپ رہے ہیں، ان کے بارے میں آپ کا فتویٰ کیا ہوگا؟ کچھ سالوں سے شرح وقایہ مبارکپور سے چھپ رہی ہے چھاپنے والی ٹیم پر آپ کا کیا حکم ہوگا؟“

۵ر مارچ کو یہ تحریر فرمایا:

”سیدی سرکار مفتی اعظم کے سیکڑوں خلفا ہیں مگر ان سب میں حضرت حاجی مبین الدین امروہوی قبلہ کی شان بہت ہی نرالی تھی، حاجی صاحب قبلہ اپنی ذات میں سیرت مصطفوی کا آئینہ تھے، حضور تاج الشریعہ نے فرمایا کہ آپ بہت بڑے عالم تھے مگر غرور علم نہ تھا، آپ کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ اپنے ہاتھ سے کتابوں کی جلد باندھتے تھے۔

جامعہ نعیمیہ کے مہتمم علامہ یامین صاحب قبلہ کا بیان ہے کہ حاجی صاحب قبلہ تہجد گزار تھے، میں نے جاڑوں کے موسم میں چاہا کہ حاجی صاحب کو گرم پانی دیدوں مگر جب بھی میں گرم پانی لے کر حاضر ہوا تو دیکھا حاجی صاحب قبلہ وضو کر چکے ہیں، اللہ اکبر! کیا شان ہے اللہ والوں کی، بس یہی کہنا پڑتا ہے من کان للہ کان اللہ لہ۔“

۲ر اپریل ۲۰۱۷ء عمل کی ترغیب دینے والا یہ جملہ تحریر فرمایا:

”اگلے زمانے کے لوگ خود عمل کرنے کی کوشش کرتے تھے اور ہم لوگ عمل کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔“

علم و عمل اور فکر و فن کا یہ چمکتا، دمکتا، درخشاں سورج ۱۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ر جون ۲۰۱۷ء بروز اتوار تقریباً ۱۲ر بجے دن کو ہمیشہ ہمیش کے لیے غروب ہوگیا انا للہ وانا الیہ رجعون۔

آخری اوقات کے چند اہم مناظر

سوشل میڈیا واٹس ایپ، ٹیلی گرام، فیس بوک اور ٹیوٹر وغیرہ پر روزانہ پیغامات آتے ہی رہتے ہیں لیکن اچانک آج ۱۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ر جون ۲۰۱۷ء بروز پیر کو عاشق حضور تاج الشریعہ، محترم جناب قمر غنی عثمانی صاحب کا ایک پیغام آیا:

”بڑے افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ آج ۱۱ر جون کو دوپہر تقریباً ۱۲ر بجے داماد حضور تاج الشریعہ حضرت مفتی شعیب رضا نعیمی صاحب قبلہ کا بریلی شریف میں انتقال ہوگیا ہے، آپ حضرات دعائے مغفرت کریں، تدفین کے وقت کا اعلان جلد کیا جائے گا۔“

اس خبر کو پڑھ کر بے اختیار آنکھیں برسنے لگیں، دل بے چین ہوگیا، احباب کو اس جانکاہ خبر کو بتایا جس نے سنا، اس نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا، ناچیز راقم السطور نے اپنی مسجد میں قرآن خوانی وغیرہ کا اہتمام کرکے حضرت کے لیے ایصال ثواب کیا

اور لوگوں کو حضرت کی زندگی سے روشناس کرایا۔ ؎

کبھی خود پہ کبھی حالات پہ رونا آیا
بات نکلی تو ہر اک بات پہ رونا آیا

حضرت علامہ مفتی شعیب رضا خاں قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تقریباً ایک سال سے علیل تھے، کئی باران کے مرض نے شدت اختیار کی جس کی وجہ سے حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ مفتی اختر رضا خاں قادری دامت برکاتہم العالیہ کے کئی پروگرام اور دیگر مما لک کے دورے رد ہوئے مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لیے ملک اور بیرون ملک لوگوں نے خلوص وللّٰہیت کے ساتھ دعائیں کیں، کئی باران کی طبیعت میں سدھار اور افاقہ کی خبریں آئیں، ابھی چند دن پہلے شعبان کے آخری عشرہ اور رمضان المبارک کے پہلے عشرہ کے کچھ ایام راقم السطور کو دیار محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں گزارنے کی سعادت حاصل ہوئی، ایک عالم دین کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے سامنے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں رورو کر دعا کرتے ہوئے دیکھا، ہمراہیوں کے ساتھ ناچیز نے بھی دعائیں کیں، بریلی شریف واپسی پر حضرت کی خیریت معلوم کی تو پتا چلا کہ طبیعت پہلے سے ابھی ٹھیک ہے۔

۱۳رمضان المبارک کو سحری کے وقت اچانک ۳ر بجے حضرت مفتی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طبیعت پھر بگڑ گئی، فوراً شہزادۂ حضور تاج الشریعہ، حضرت علامہ عسجد رضا خاں قادری دامت برکاتہم العالیہ، محترم جناب قمر غنی عثمانی صاحب، مولانا عابد صاحب، جناب بختیار بھائی اور مفتی صاحب کے بھائی وغیرہ ضلع بریلی شریف بھوجی پورہ کے ایک مشہور ہاسپٹل لے گئے، وہاں ایمرجنسی وارڈ میں بھرتی کرایا، کچھ دیر کے بعد طبیعت میں سدھار ہو گیا اور حضرت کو دوسرے وارڈ میں منتقل کر دیا گیا، لیکن یہ طبیعت کا سدھار زیادہ دیر تک باقی نہیں رہا، ۱۴رویں رمضان المبارک کو پھر حضرت کو ایمرجنسی وارڈ میں داخل کرنا پڑا اور اب برابر طبیعت بگڑتی ہی چلی گئی، یہاں تک کہ ۱۵ر رمضان المبارک کو تقریباً ۱۲ر بارہ بجے دن کو ہمیشہ کے لیے اس فانی دنیا کو الوداع کر کے ہم سے ہمیشہ ہمیش کے لیے رخصت ہو کر ہم سب کو سوگوار حالت میں چھوڑ گئے، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

آنکھ سے دور سہی دل سے کہاں جائے گا
جانے والے تو ہمیں یاد بہت آئے گا

ملک اور بیرون ملک ان کے سانحۂ ارتحال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی، اہل سنت وجماعت کی فضا مغموم تھی، ہر ایک کی زبان پر ان کے تذکرے تھے، کوئی ان سے زمانۂ طالب علمی کی دوستانہ یادوں کو بیان کر رہا تھا، کوئی ان کے احسانات کا تذکرہ کر رہا تھا، کوئی ان کی دینی خدمات کے اعتراف میں لگا ہوا تھا، سوشل میڈیا پر تعزیت نامے بھی عام ہو رہے تھے، اسی ماحول میں ناچیز راقم السطور حضرت کے آخری دیدار کے لیے کاشانۂ مرشد کی طرف اس نیت سے چلا کہ جنت کے اس مسافر کا دیدار کروں جس کو اللہ تعالیٰ نے موت کے لیے رمضان المقدس کا مبارک دن، شہر عشق ومحبت بریلی شریف کی زمین اور مرشد کا دیار عطا فرمایا، احباب کے ہمراہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کی گلیوں میں داخل ہوتا ہوں، یہاں آنا کوئی آج نیا نہیں تھا، یہاں تو ہر دوسرے تیسرے دن حاضری ہوتی ہی رہتی ہے، لیکن آج ماحول بدلا ہوا تھا، چاروں طرف خاموشیاں اور غم کا ماحول تھا، کاشانۂ مرشد پر سب سے پہلے محترم سید کیفی بریلوی صاحب سے ملاقات ہوتی ہے، وہ غم بھرے لہجے میں سلام کا جواب دیتے ہیں، ان سے دیدار کا عریضہ پیش کرتا ہوں، وہ وہاں تک پہنچا دیتے ہیں اندر علما وعوام پہلے سے ہی کھڑے ہو کر دیدار میں مصروف تھے جو تلاوت قرآن اور اوراد و وظائف کا ورد کر رہے تھے، ناچیز بھی انہیں کے ساتھ شامل ہو گیا۔

جب چہرۂ مبارک دیکھا تو دل سے آواز آئی کہ یہ اللہ کا مقبول بندہ ہے چہرے پر نورانیت ہوٹوں پر مسکراہٹ لگ رہی تھی، آنکھیں اس طرح بند تھیں گویا ابھی کھول دیں گے، ان کی خاموشی گویا کہ یہ کہہ رہی تھی:

میری خاموشیوں میں لرزاں ہے
میرے نالوں کی گم شدہ آواز

مفتی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آج خاموش ملاقات تو ہوگئی تھی لیکن دل رو کر یہ صدا دے رہا تھا کہ اب مفتی صاحب کو یاد کر کے یہ کہنا پڑا کرے گا:

تیرا ملنا خوشی کی بات سہی
تجھ سے مل کر اداس رہتا ہوں

۱۶؍رمضان المبارک کو بعد نماز فجر حضرت کی نماز جنازہ سنی اسٹیشن کے قریب ہونے کا اعلان عام ہو چکا تھا، کاشانۂ حضور تاج الشریعہ درگاہ اعلیٰ حضرت سوداگران سے جنازہ اٹھا، علما و مشائخ اور عوام اہل سنت کے کندھوں پر یہ جنازہ سنی اسٹیشن کے قریب پہنچا، حضور تاج الشریعہ نے نماز جنازہ پڑھائی، ناچیز راقم السطور بھی نبیرۂ میر عبد الواحد بلگرامی حضرت میر سید حسین میاں واحدی بلگرامی دامت برکاتہم العالیہ کے ساتھ شریک ہوا، خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے تقریباً تمام مشائخ و شہزادگان بھی شریک ہوئے، قاضی رامپور حضرت علامہ مفتی سید شاہد علی حسنی رامپوری کے علاوہ ہزاروں علما و مشائخ اور ائمہ و عوام نے شرکت کی اور نم ناک آنکھوں سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے والد گرامی امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی نقی علی خاں قادری قدس سرہ کی آخری آرام گاہ کے قریب "سنی قبرستان" میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

جتنی اب گردش افلاک پیدا کر نہیں سکتی
کچھ ایسی ہستیاں بھی دفن ہیں گور غریباں میں

اللہ رب العزت حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کی قبر انور پر رحمت و انوار کی بارش فرمائے، ان کے درجات کو بلند فرمائے، جن لوگوں کو ان کی رحلت سے صدمہ پہنچا ہے، ان تمام کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

■■■

حضرت مفتی شعیب رضا قادری نعیمی علیہ الرحمہ کے انتقال پر ملال پر اکابر علما و مفتیان کرام اور مشائخ عظام کی

اشک بار تحریں

ہائے افسوس! آنکھ نم دل فغاں کر گئے

برادرم مجسم رفیقم گرامی وقار داماد حضور تاج الشریعہ قاضی القضاۃ فی الہند حضرت علامہ مفتی شعیب رضا قادری قبلہ کے انتقال کے غمناک المناک سانحہ نے دل و دماغ پر بہت گہرا صدمہ پہنچایا ہے، آنکھ نمناک و اشکبار، دل آہ و فغاں کا شکار، اور عقل و خرد حواس باختہ و حیراں ہیں، آپ کی جدائی کے خیال نے پورے وجود کو مضطرب کر دیا ہے، صرف میرا ہی نہیں بلکہ پوری دنیائے سنیت کا یہی حال ہے، پورا ماحول سوگوار اور ہزاروں دل غمزدہ ہیں، اب ایسا مشفق محب حبیب کہاں ملے گا! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔

قاضی الاسلام والمسلمین حضور تاج الشریعہ ازہری قبلہ اور حضور مفتی عسجد رضا کی بارگاہوں میں تعزیانہ کلمات پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ مولی آپ کے جملہ اہل خانہ، اعزہ و اقربہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

فقیر سید محمد غیاث الدین قادری

سجادہ نشیں خانقاہ عالیہ محمدیہ کالپی شریف

وخانقاہ سلطانیہ ضیائیہ چونرہ شریف جالون

آہ! صد افسوس مفتی شعیب رضا نعیمی

یہ جانکاہ خبر جماعت اہلسنت پر بجلی بن کر گری کہ آج ۱۲ر بجے دوپہر میں داماد تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شعیب رضا صاحب قبلہ نعیمی نور اللہ مرقدہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون، ماہ مقدس کی بہاروں سے گزرتے ہوئے جنت عدن میں جا بسے، اس خبر نے جماعت اہل سنت بالخصوص خانقاہ اسماعیلیہ کے تمام وابستگان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، رب کریم ہمارے عزیز کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور تمام سوگواران کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم

غمناک: فقیر سید گلزار اسمعیل واسطی قادری رزاقی اسمعیلی

سجادہ نشین خانقاہ قادریہ رزاقیہ اسماعیلیہ مسولی شریف بارہ بنکی یوپی

ان کا وصال جماعتی نقصان ہے

حضور تاج الشریعہ عالمی شخصیت کے مالک ہیں بلکہ یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مذہبی عالمی شخصیات میں اس وقت ان سے زیادہ کوئی محبوب و مقبول نہیں ہے، ان کے مریدین و متوسلین اور اہل عقیدت دنیا کے ہر خطے میں پائے جاتے ہیں، اس لئے ان کی خوشی اور غم سے پوری اسلامی دنیا متأثر ہوتی ہے، ہر متصلب سنی کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ غم کا کوئی سایہ ان کے قریب سے بھی نہ گزرے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جو جتنا بڑا ہوتا ہے، قدرت اس کا امتحان بھی اسی اعتبار سے لیتی ہے، اسی ماہ رمضان المبارک میں ان کے جواں سال داماد حضرت مولانا مفتی شعیب رضا نعیمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا وصال ہو گیا، یہ غم ان کے لئے بہت بڑا غم ہے، ان کے اس غم میں پوری سنی دنیا برابر کی شریک ہے۔

حضرت مولانا شعیب رضا قادری نعیمی نیک طبیعت، صاحب علم اور فطرتاً کم سخن تھے، وہ اہل علم اور اہل درد میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، ان کے ملنے جلنے کا انداز بھی دوسروں سے قدرے مختلف تھا، ان کے تجربات و مشاہدات میں پختگی تھی، ان کا مطالعہ وسیع تھا، اس لئے ان کی گفتگو معقولیت لئے ہوتی تھی، میرا ہندستان آنا جانا بہت کم ہوتا ہے، اس لئے ان سے بہت کم ملاقاتیں رہی ہیں، ان کی گفتگو میں تسلسل اور توازن ہوتا تھا، وہ اپنے مخاطب کو متأثر کرنے کا ہنر جانتے تھے، بذریعہ فون میری ان سے کسی اہم مسائل پر گفتگو ہوتی رہی ہے، ان کی گفتگو میں بڑی سنجیدگی ہوتی تھی،

اس طرح کی خوبیوں کے لوگ اس دور میں بہت کم ملتے ہیں، ان کا وصال جماعتی نقصان ہے، دعا ہے کہ رب کائنات ان کی روح کو اپنی رحمت کا قرب، پسماندگان اور اہل عقیدت کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

غم زدہ: سید اولادِ رسول قدسی

نیویارک امریکہ

کون سی دنیا بسائی تم نے دنیا چھوڑ کر

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندے کے لئے اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی مرتبہ مقرر ہوتا ہے اور بندہ اعمال کے سبب اس رتبے کو نہ پہنچا تو بدن یا مال یا اولاد میں اس کو آزماتا ہے، پھر اسے صبر دیتا ہے، یہاں تک کہ اس رتبے تک پہنچا دیتا ہے جو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔

وصال سے چند روز قبل ۲۹ رشعبان المعظم ۱۴۳۸ھ مطابق ۲۷ رمئی ۲۰۱۷ء بروز ہفتہ فقیر نوری نے بریلی کے رام مورتی اسپتال میں مفتی شعیب رضا صاحب نعیمی قادری کی عیادت کی تھی تو موصوف کو نہایت صابر و شاکر پایا، اس وقت انہوں نے بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں دعا کے لئے کہا تھا، وہاں ان کے برادر گرامی وقار محمد وارث قادری زید اخلاصہ ان کی تیمارداری اور دل جوئی کے لئے موجود تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں موت بہت قریب نظر آرہی ہے اور روح قفس عنصری کو چھوڑنے کے لئے بیتاب ہے، بس حکم الٰہی کی دیر ہے، دستِ دعا اُٹھ رہے تھے، ہر طرف صحت کی التجائیں کی جارہی تھیں کہ ان کے انتقال کی روح فرسا خبر آگئی، جس سے دل کو بہت صدمہ ہوا، ایک عالم دین رخصت ہو گیا، عالم کی موت عالَم کی موت ہے، غم یہ ہے کہ قحط الرجال ہے، بدل نہیں پیدا ہو رہا ہے، مفتی شعیب رضا نعیمی اپنی یادوں کو چھوڑ کر اس دارِفانی سے چلے گئے اور اپنا علمی و دینی ورثہ اپنے صاحبزادے عزیزم حمزہ میاں سلمہ کے لئے چھوڑ گئے، خداوند قدوس جل مجدہ اپنے حبیب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقہ میں ان کو پروان چڑھائے اور ان کو مرحوم کا صحیح وارث و جانشین بنائے، آمین۔

مفتی شعیب رضا نعیمی علیہ الرحمہ نہایت سادہ مزاج، سادگی پسند، ملنسار، خوش اطوار اور اپنی ایک منفرد عالمانہ شان کے ساتھ علمائے کرام اور عوام الناس دونوں میں مقبول و معروف تھے، ایک شرف ان کو یہ حاصل تھا کہ وہ نبیرۂ اعلیٰ حضرت، فقیہ اسلام، تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا مفتی الحاج محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ کے داماد تھے، وہ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، جس نے ان کو خاندان کے اندر اور خاندان کے باہر حضور تاج الشریعہ کے حلقہ میں ہر جگہ ہر دل عزیز بنا دیا تھا، موصوف کئی بار حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کے ہمراہ مرکزی درسگاہ اہلسنت الجامعۃ الاسلامیہ پرانا گنج رامپور کے جلسہ دستار فضیلت میں شریک ہوئے اور اپنے مواعظ حسنہ سے نوازا، ان کی تقریر سادہ زبان میں نہایت عالمانہ، باریک بینی اور نکتہ شناسی سے پُر اور دلوں میں اتر جانے والی ہوتی تھی، انہوں نے طریقۂ سلف صالحین اہلسنت و جماعت پر کاربند رہ کر تازیست مذہب اہلسنّت اور مسلکِ رضا کی تبلیغ و اشاعت کا فریضہ انجام دیا اور مسلمانوں کو عشقِ رسول علیہ التحیۃ والثناء کی ڈور میں باندھ کر اللہ کے نیک بندوں سے رشتوں کو مضبوط کرنے کا درس دیا اور گستاخانِ رسول سے اپنا ایمان بچانے کا شعور بھی دیا۔

موصوف حضور تاج الشریعہ کے سفر و حضر کے ساتھی تھے اور حضرت کی تصنیفات و تالیفات میں مضامین کے املا کرنے کی خدمات بھی انجام دیتے تھے، جیسا کہ نوادراتِ تاج الشریعہ کے صفحہ ۷۸ پر ہے کہ ”مفتی شعیب رضا قادری اور مولانا عاشق حسین کشمیری کے ہاتھ کے لکھے عربی مسودات کافی تعداد میں ہیں۔“

موصوف نے مولانا علوی مالکی کی دو عربی کتابوں کا ترجمہ بھی کیا ہے جو ابھی تشنۂ طباعت ہیں، امید ہے کہ جلد ہی انہیں منظر عام پر لایا جائے گا، اس سے موصوف کی عربی زبان و ادب پر دسترس کا پتہ چلتا ہے۔

مفتی محمد شعیب رضا نعیمی نے مرکزی دارالافتاء سوداگران بریلی شریف میں بھی نہایت ذمہ داری سے فتاویٰ لکھنے کا کام انجام

دیا، دارالافتاء کے ریکارڈ سے انھیں لیا اور دیکھا جا سکتا ہے، یہی وہ خوبی تھی جس نے حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی نظر میں ان کو عزیز بنا دیا تھا، دامادی کی حیثیت سے بھی وہ بہت پیارے اور فرماں بردار تھے، یہی وجہ تھی کہ ان کی بیماری کے ایام میں حضور تاج الشریعہ نے ان کے علاج ومعالجہ پر خصوصی توجہ مبذول فرمائی تھی، جدید سائنس کے دور میں علاج کے جو طریقے میسر تھے، وہ سب ان کو بہم پہنچائے گئے مگر مشیتِ ایزدی کہ وہ جانبر نہ ہو سکے اور داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں ہیں آئے سبھی مرنے کے لئے

حضرت مولانا مفتی شعیب رضا نعیمی قادری لمبے عرصے سے ملک کے مختلف اسپتالوں میں ماہر معالجوں کے زیر علاج رہے مگر انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام اپنے مرکز عقیدت بریلی شریف میں گزارے اور یہیں پر پندرہ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ر جون ۲۰۱۷ء بروز اتوار دن کے ۱۱ر بجے وابستگانِ سلسلہ، اہل خاندان، محبین ومخلصین کو سوگوار چھوڑ کر اس دنیائے ناپائیدار سے رخصت ہو گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون، ۱۶ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۲ر جون ۲۰۱۷ء بروز پیر صبح ساڑھے پانچ بجے نماز جنازہ کے بعد بریلی سٹی اسٹیشن قبرسان میں اپنی آخری آرام گاہ میں ہزاروں اشکبار آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک کر دیئے گئے، موصوف کی نماز جنازہ ان کے استاذ و شیخ اور خسر محترم حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی نے پڑھائی۔

موصوف کے سانحۂ ارتحال سے خانوادۂ رضویہ نوریہ، افراد خاندان خاص طور سے حضور تاج الشریعہ اور حضور عسجد میاں کو جو صدمہ پہنچا وہ ناقابل بیان ہے، وابستگانِ سلسلہ عالیہ اور محبین ومخلصین کے ساتھ الجامعۃ الاسلامیہ کے اراکین، اساتذہ وطلبہ اس غم میں برابر کے شریک ہیں اور مرحوم کی مغفرت کے لئے دعا کرتے ہیں، ڈاکٹروں نے تو ان کے علاج سے ہاتھ اٹھا لیا تھا اور حضور تاج الشریعہ نے بھی چشم بصیرت سے یہ سمجھ لیا تھا اور انہوں نے اپنے غم کا اظہار قبل ہی بڑے دل دوز انداز میں کیا تھا:

ہائے دل کا آسرا ہی چل بسا
ٹکڑے ٹکڑے اب ہوا جاتا ہے دل
جاں بحق تسلیم ہو جانا ترا
یاد کر کے میرا بھر آتا ہے دل

اور سرکار مفتی اعظم رضی اللہ عنہ نے تسلی وتشفی دیتے ہوئے یوں فرمایا ہے: ''مولیٰ تعالیٰ جو کرتا ہے بہتر کرتا ہے جو اس نے لیا اسی کا تھا اور جو کچھ اس نے دیا اسی کا ہے، مولیٰ تعالیٰ بطفیلِ سیدنا سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تمہیں اور متعلقین کو صبر جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے۔''

فقیر نوری غفرلہٗ وصال کے روز ہی بعد نماز تراویح مسجد الجامعۃ الاسلامیہ میں مفتی شعیب رضا نعیمی کو خراجِ عقیدت پیش کر کے ان کی روح پر فتوح کو اہلسنت والجماعت کے طریقے کے مطابق ایصال ثواب کیا اور دعائے مغفرت کی نیز اپنے دکھ درد اور ناقابلِ تلافی نقصان کا اظہار بھی کیا، فقیہ اسلام حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی، شہزادۂ تاج الشریعہ، خاندانِ مفتی شعیب رضا نعیمی اور جملہ اہل خانہ خصوصاً ان کی اہلیہ محترمہ، ان کے شہزادے حمزہ میاں اور ان کی صاحبزادیوں کی بارگاہ میں اظہار تعزیت پیش کرتے ہوئے اظہار غم کے ساتھ اظہار ہمدردی بھی کیا، آمین کہنے والوں میں جامعہ کے اراکین، اساتذہ، طلبہ اور مصلیان مسجد کثیر تعداد میں اشکبار آنکھوں کے ساتھ موجود رہے، جن میں قابلِ ذکر ہیں، الحاج نبیہ احمد قادری خازن جامعہ، الحاج صغیر احمد ازہری محاسب ونائب صدر جامعہ، الحاج حافظ نبیہ حسن قادری شیری جمالی، الحاج حسیب احمد نقشبندی جمالی جماعتی ارکان مجلس انتظامی، حافظ محمد میاں مجددی، وسیم احمد عرف چاند سیفی ازہری نائب خازن، محمد شعیب رضا سیفی ازہری نائب محاسب، الحاج اشتیاق حسین منیم جی، الحاج شبیر احمد رضوی ازہری، مولانا محمد نازل رضا رضوی، مولانا سید محمد ذبیح اللہ رضوی ازہری، مولانا محمد اجیر الدین رضوی ازہری، مولانا محمد نورالاسلام رضوی شاہدی مدرسین جامعہ، الحاج شکیل احمد سیفی قادری، مشہور

صحافی معراج احمد نظامی، ہمدردانِ جامعہ اور مصلیان مسجد وغیرہ۔

۲۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عصر خانقاہ نور پہ لال مسجد رامپور میں ایصال ثواب کی محفل منعقد کی گئی جس میں کثیر تعداد میں وابستگانِ سلسلہ اور محبان اولیاء نے شرکت کی، اوّلاً ختم قادری شریف کا ورد کیا پھر حلقۂ ذکر ہوا، اس کے بعد سید فرحان رضا حسنی، سید مہران رضا حسنی نوری شاہدی نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بارگاہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں منظوم نذرانہ عقیدت پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، پھر مولانا سید محمد ذبیح اللہ ازہری شاہدی نے درسِ حدیث دیا اور پھر مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام سے محفل کو لالہ زار بنایا اور پھر فقیر نوری غفرلہ نے ایصال ثواب کر کے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی اور حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی درازی عمر، صحت وعافیت، ان کے فیضان کے عام وتام ہونے اور اہلسنت وجماعت کے ہر فرد کو اس سے مستفیض ہونے کی دعا کی، اس موقع پر موجود کچھ خاص عقیدتمندوں کے نام یہاں دیئے جاتے ہیں، مولانا سید اویس میاں حسنی قادری، سید معظم علی قادری، الحاج زاہد مقصود قریشی، قاری محمد ادریس احمد رضوی جمالی، محمد عظیم رضوی، لئیق احمد رضوی، مولانا خلیل احمد خاں نوری، سید مبین میاں جیلانی رضوی، محمد نسیم قریشی شاہدی ارکان جامعہ، مولانا حبیب النبی رضوی، مولانا نقش علی ازہری وغیرہ۔

غم زدوں کو رضا مژدہ دیجئے کہ ہے
بے کسوں کا سہارا ہمارا نبی

شریک غم: سید شاہد علی حسنی نوری غفرلہ
ناظم اعلیٰ الجامعۃ الاسلامیہ، پرانا گنج، رامپور

علامہ مفتی محمد شعیب رضا نعیمی کا وصال ناقابل تلافی نقصان

ناشر مسلک اعلیٰ حضرت داماد حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد شعیب رضا نعیمی کا بروز اتوار دوپہر ۱۲؍بجے کے قریب انتقال پر ملال ہوگیا، موصوف کی طبیعت کافی دنوں سے ناساز تھی، ان کا وصال اہل سنت وجماعت کے لیے ایک عظیم خسارہ ہے، مسلک اہل سنت وجماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے ان کی گراں قدر خدمات اور نقوش قدم ناقابل فراموش ہیں، موصوف مرکز اہل سنت وجماعت یعنی بریلی شریف کی مرکزی شخصیت جانشین حضور مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی کے نہایت ہی معتمد مستند اور داماد تھے۔

حضرت مفتی صاحب حضور تاج الشریعہ کے سچے معتقد تھے اور تاج الشریعہ بھی آپ پر کافی اعتماد فرماتے تھے، سفر وحضر اور جلوت وخلوت میں حضور تاج الشریعہ کی رفاقت آپ کو میسر رہی، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متعدد کتابیں جن کا ترجمہ حضور تاج الشریعہ نے عربی زبان میں فرمایا ہے، ان میں سے کئی کتابوں میں مفتی صاحب قبلہ نے بھی دلچسپی دکھائی ہے اور ان کی اشاعت میں اہم رول ادا کیا ہے، نہایت خلوص وللّٰہیت کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت فرماتے رہے۔

ان کی وفات حسرت آیات پر خلیفۂ حضور مفتی اعظم حضور سراج ملت حضرت علامہ الحاج الشاہ سید سراج اظہر رضوی نوری نے شدید رنج وغم اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ مفتی صاحب کے وصال سے دنیائے سنیت کو شدید صدمہ پہنچا اور سنیت کے درمیان ایک خلا پیدا ہوا ہے جو کافی اندوہ ناک ہے انجمن برکات رضا و دارالعلوم فیضان مفتی اعظم پھول گلی ممبئی کی جانب سے ایصال ثواب کیا گیا اور پسماندگان کو اظہار تعزیت، اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ اہل سنت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے، آمین یارب العلمین

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

فقیر سید سراج اظہر رضوی نوری
دارالعلوم مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی

قاضی القضاۃ فی الہند، حضور تاج الشریعہ مدظلہ النورانی

جانشین حضور مفتی اعظم ہند، بریلی شریف، یوپی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بعد آداب وتسلیمات!

عالم ربانی، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ مولانا مفتی شعیب رضا نعیمی کے وصال پر ملال (بتاریخ ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ) کی خبر سن کر دلی رنج ہوا، اللہ تعالیٰ موصوف کے بال بال کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین، رمضان کا مبارک مہینہ نصیب ہوا یہ بھی نور علیٰ نور ہے، یہاں جامع مسجد باسنی میں آپ کے ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کی گئی، مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے۔

مولانا موصوف ایک اچھے خطیب ومدرس اور باصلاحیت عالم دین تھے، جہاں بھی چلے جاتے دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم لہرا جاتا تھا راقم کی دعوت پر یہاں باسنی بھی دوبار تشریف لائے، سنی تبلیغی جماعت باسنی کے دفتر میں بھی تشریف لائے، تاثرات قلم بند کئے، بیانات بہت عمدہ فرماتے تھے، دل میں بہت اچھا جذبہ رکھتے تھے، راقم پر بڑے مہربان تھے۔

موصوف کے انتقال سے حضور والا کو بھی دلی صدمہ ہوا ہوگا، لیکن ''مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ'' اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے، راقم پہلے موصوف کی ترقی کے لئے ہمیشہ دعا کرتا تھا، اب ان کے نام سے ہمیشہ ایصال ثواب کرے گا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اراکین سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور شریف آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں، اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کے اعزہ و اقارب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

شریک غم: ولی محمد رضوی

خادم سنی تبلیغی جماعت باسنی ناگور شریف

ایک ایسا سانحہ جو خون کے آنسو رلاتا ہے

حضرت علامہ مفتی محمد شعیب رضا نعیمی کا سانحہ ارتحال جماعت اہل سنت کے لئے نہایت ہی روح فرسا اور حضور تاج الشریعہ کے خاندان کے لئے رنج وغم کا باعث ہے، یہ ناچیز اس غم میں برابر کا شریک ہے، جانے والا نہایت ہی خاموشی کے ساتھ چلا جاتا ہے، پردہ میں بھلائیوں اور اچھائیوں کو سمیٹ کر آخرت کے سفر پر روانہ ہوجاتا ہے مگر اس کی یادیں برسوں تازہ رہا کرتی ہیں، اس کی زندگی کا ایک ایک رخ نگاہوں میں پھرتا رہتا ہے، کبھی کوئی بات کانوں میں رس گھولتی ہے تو کبھی اس کا کوئی عمل نگاہوں کو خیرہ کردیتی ہے اور کبھی اس کی زندگی کا کوئی ایسا لطیف وخوشگوار، حسن ورعنائی میں لپٹا ہوا منظر سامنے آجاتا ہے جو زندگی بھر لطف ومزہ دیتا رہتا ہے، دن کے اجالوں میں بھی اور رات کی تاریکیوں میں بھی، کچھ اسی طرح کا اور بھی منظر ہوا کرتا ہے جو ''تصور جاناں'' بن کر قلب وروح میں بس جاتا ہے، مفتی شعیب رضا صاحب نعیمی بھی ہمارے درمیاں سے رخصت ہوگئے اور اتنے دور چلے گئے کہ اب انہیں دیکھنے کو ہماری آنکھیں ترستی رہیں گی، مگر ان کی جو یادیں ہمارے دلوں میں رچی بسی ہوئی ہیں وہ ہم سے جدا نہیں ہوسکتی ہیں، بلکہ ہمارے ذہن وفکر اور شعور وادراک کو ''نعیمی'' تک پہنچاتی رہیں گی، اس لئے میں کہتا ہوں کہ ''مفتی شعیب رضا صاحب'' ہم سے دور ہوکر بھی ہم سے بہت قریب ہیں، کیا نظام قدرت ہے کہ دوریاں بھی قربتوں کا باعث ہوجایا کرتی ہیں۔

مفتی شعیب رضا صاحب کوئی عام انسان نہیں تھے بلکہ بہت بلند تھے، اس طرح کی بلندی نہ ''جنس انسان'' میں ہوتی ہے اور نہ ہی نوع انسان میں ہوا کرتی ہے، بلکہ یہ بلندیاں کمالات وکیفیات اور دیگر اوصاف میں ہوا کرتی ہیں، اب ذیل میں کچھ ایسی باتیں پیش کی جارہی ہیں جن سے ان کی بلندیاں ثابت ہوتی ہیں، مثلاً مفتی شعیب رضا صاحب ایک زبردست ''عالم دین'' تھے، انہیں دین حق کا ''فہم بلیغ'' حاصل تھا، اسلامی شریعت کا کمال شعور تھا، جہاں وہ اپنی ذات سے فردیت کی تعمیر کیا کرتے تھے، وہیں جماعت وتنظیم کے فروغ وارتقاء میں بھی دلچسپی حاصل کرتے تھے، دہلی کی سرزمین پر انہوں نے جو کام کیا وہ اس بات پر شاہد ہے کہ فردیت بھی ان کا میدان تھا اور جماعتی نظام بھی، جب کبھی کوئی انسان گوشۂ عزلت میں بیٹھ کر تصور کرے گا تو ''مفتی شعیب رضا صاحب''

کی زندگی کا یہ رخ اس قدر جذب وکشش کا باعث ہوگا کہ قوس و قزح کی رنگینیاں بھی پھیکی پڑ جائیں گی اور پھر یادوں کا جو تسلسل قائم ہوگا، وہ ان مٹ ہوتا چلا جائے گا، یہ ایک ایسی بلندی ہوتی ہے جو کسی کسی کو نصیب ہوا کرتی ہے۔

مفتی شعیب رضا صاحب، اپنے میدان میں نہ صرف کامیاب تھے بلکہ بہت زیادہ کامیاب تھے، ان کا میدان کیا تھا؟ اس میں کیسی کشادگی پائی جاتی تھی، اس بارے میں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں، ہماری جماعت کے کثیر علماء اس بات کو بخوبی جانتے ہیں، میں کیا کہوں کہ ان کا میدان یہ تھا! یا وہ تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ جہاں ان کا میدان ہوا کرتا تھا وہیں ان کا قدم پڑتا تھا، جس سمت رخت سفر باندھا کرتے تھے انہیں پوری پوری کامیابی ملا کرتی تھی اور فوز مرامی کے گلوں سے ان کا دامن بھر جایا کرتا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا جہاں جو قدم اٹھایا کرتے تھے اور جس طرف بھی رخ کیا کرلیا کرتے تھے، ان کا پختہ عزم اور بلند حوصلہ ان کے ساتھ ہوا کرتا تھا، یہ مبارک ساعتیں جہاں اوروں کی زندگی میں آیا کرتی ہیں، وہیں مولانا کی زندگی میں بھی بہار بن کر آیا کرتی تھیں، یہ ان کی خوش نصیبی ہے اور یہ خوشگوار موسم کی ایسی حسین لمس ہے جس کی شادابی کا احساس جہاں مولانا کو ہوا کرتا تھا وہیں ان کی زندگی کے خوبصورت لمحوں کے تذکرہ سے آج مجھے ہو رہا ہے اور ان کے احباب اور دوستوں کو بھی ہو رہا ہوگا۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ جب کبھی باکمال اور بڑی شخصیتوں کا ذکر ہوتا ہے تو باتوں باتوں میں بہت ساری باتیں نکل جاتی ہیں اور پھر ان باتوں کو سمیٹنے کے لئے کافی جدو جہد کرنی پڑتی ہے، انہیں عظیم شخصیتوں میں ایک شخصیت مولانا شعیب رضا نعیمی کی ہے، حالانکہ میری حضرت مفتی صاحب سے زیادہ ملاقاتیں نہ تھیں، مگر چند ملاقاتوں میں ہی میں نے محسوس کرلیا کہ مفتی صاحب کیا ہیں اور ان کے شخصی کمالات و جمالیات کیا ہیں؟ مفتی صاحب خوش مزاج بھی تھے اور خوش فکر بھی، خندہ پیشانی ان کے طبعی مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی باتوں کو منوانا بھی جانتے تھے اور دوسروں کی باتوں کو مان بھی لیا کرتے تھے، یہی ان کی حیات کا فلسفہ تھا، کچھ لینے اور کچھ دینے پر بھی یقین واعتماد رکھتے تھے، ایک مرتبہ میری ان کی لمبی ملاقات ہوئی اور اسی مبارک حجرہ میں ہوئی جس کے در و دیوار میں ''حضور تاج الشریعہ'' کے حسین جلوے بسے ہوئے ہیں اور ان کی تابانیوں سے روشن و منور ہیں، آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے وہ کون سا مبارک حجرہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ میں ایک کرسی پر حضرت مفتی صاحب قبلہ کے روبرو بیٹھ گیا اور خیالات کا تبادلہ ہونے لگا، کبھی میں کچھ کہتا ہے اور کبھی مولانا فرماتے، بات کسی ایک موضوع پر نہیں بلکہ مختلف موضوعات پر ہو رہی تھی، یہاں تک کہ ''اصطلاح مسلک اعلیٰ حضرت'' پر بات شروع ہوگئی اور اس موضوع پر گفتگو کا سلسلہ دراز تر ہوتا چلا گیا، حضرت نے فرمایا کہ میں نے کئی ایک لوگوں سے کہا: اگر آپ کو ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی اصطلاح پسند نہیں ہے یا آپ کو اس سے الرجی ہے تو پھر بتاؤ اس کے بدلے میں کون سی اصطلاح منتخب کی جائے جس پر آپ راضی ہوں، ان کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا شعیب رضا صاحب مصالحت کی کسی بھی پہلو پر راضی ہونے کو تیار رہا کرتے تھے اور کچھ لے کر یا کچھ دے کر بھی سمجھوتہ کرنے کی ان میں خوبی پائی جاتی تھی، اس سے ان کی امن پسندی اور جماعتی انتشار سے بچنے کا نظریہ سامنے آتا ہے، کوئی اسے کچھ بھی سمجھے مگر میں ان کے اس نظریہ سے اتفاق کرتا ہوں، یہ اور بات ہے کہ مخالف گروپ کے پاس ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی اصطلاح کے سوا کوئی اور اصطلاح ہی نہیں، جہاں تک ''مسلک اہلسنت'' کی بات ہے اس پر اتفاق نہیں کیا جاسکتا کہ ''مابہ الامتیاز'' کی اس میں جو صلاحیت ماضی میں پائی جاتی تھی دور حاضر میں نہیں پائی جاتی ہے، جب کہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے، یہ ساری باتیں ہوتی رہیں اور علامہ نعیمی صاحب نہایت ہی سنجیدگی کے عالم میں سنتے رہے اور فرماتے بھی رہے، کسی کی بات غور سے سننا اور اسی انداز میں اپنی بات کہنا بہت بڑی خوبی ہے جو کمال شخصیت اور جمالیات فکر وشعور پر دلالت کرتی

ہے، ایسی ہی خوبی وکمال والا انسان اب ہمارے درمیان نہیں ہے، اس بات کا افسوس نہ صرف مجھے ہی ہو رہا ہے بلکہ ہر انسان کو ہو رہا ہوگا جو جماعتی انتشار کو پسند نہیں کرتا ہے۔

مولانا میں جہاں اور بہت سی خوبیاں پائی جاتی تھیں، وہیں ان میں ایک خوبی یہ بھی تھی کہ ان کے لہجوں میں اور بول چال میں اور انداز تکلم میں ٹھہراؤ پایا جاتا تھا اور عصر حاضر کے تقاضے معنویت بھی پائی جاتی تھی اس بات کا اندازہ اس وقت ہوا کرتا تھا جب مولانا فقہی سمیناروں میں محو گفتگو ہوا کرتے تھے۔

یوں تو ابھی لکھنے کو بہت کچھ باقی ہے مگر وقت کی کمی کے سبب ساری باتیں پیش نہیں کر سکتا، بس دعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ مولانا موصوف کو غریق رحمت فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، ان کے اس جہاں سے رخصت ہونے کا غم جس قدر ''حضور تاج الشریعہ'' کو ہوا ہوگا وہ کسی اور کو کیا ہو سکتا ہے کہ مولانا ''حضرت تاج الشریعہ'' کے دماد تھے اور کافی دنوں تک ان کی معیت میں رہ چکے تھے، کسی کے چلے جانے سے جو غم لاحق ہوجاتا ہے وہ تو رفتہ رفتہ ختم ہوجاتا ہے مگر چلے جانے سے جو خسارہ قوم وملت اور جماعت کو ملتا ہے کبھی اس کی پرتی نہیں ہوتی ہے، مولانا کے سانحہ ارتحال کو قوم وملت کے خسارہ کے طور پر دیکھا جائے اسی لئے تو حدیث پاک میں آیا کہ ''موت العالم موت العالَم'' کہ ایک عالم کی موت ایک عالم اور ایک جہاں کی موت ہے۔

غم زدہ: محمد شمشاد حسین رضوی

صدر مدرس مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر بدایوں یوپی

ایک ایسا خسارہ جس کی تلافی ہوتی نظر نہیں آتی

مولانا شعیب رضا نعیمی کے انتقال پُر ملال کی خبر جانکاہ نے مجھے شدید رنج وغم میں مبتلا کر دیا اور میں اس خبر وحشت اثر سے اس قدر متاثر ہوا کہ مسلسل کئی دنوں تک طبیعت مضمحل رہی کیوں کہ میرے اور مفتی شعیب رضا نعیمی کے مابین گہرے مراسم تھے، جب کبھی میں عرس اعلیٰ حضرت میں حاضر ہوا کرتا تو ان سے ضرور ملاقات کرتا تھا اور جب حضرت بمبئی تشریف لایا کرتے تھے، میں ان سے ملاقات کے لئے حاضر ہوا کرتا تھا، میں نے انہیں قریب سے دیکھا ہے، پرکھا ہے، ان کی باتیں بھی سنی ہیں، ان کی محفل وعظ ونصیحت میں حاضری بھی دی ہے، اس بنیاد پر میں کہہ سکتا ہوں کہ مولانا شعیب رضا نعیمی ایک اچھے عالم دین اور لاجواب خطیب اور خوش فکر واعظ تھے، انہیں جماعت کی فکر رہا کرتی تھی، یہی وجہ ہے کہ میرے دوست پیغام رضا کی تحریک سے انسیت رکھتے تھے اور اس کے فروغ وارتقاء کے لئے مشورے بھی دیا کرتے تھے، تحریک پیغام رضا کی پلیٹ فارم سے جو شاہکار سامنے آتا تھا، میں ان کی خدمت میں ضرور پیش کرتا تھا، پیش کردہ شاہکاروں کو پڑھ کر حوصلہ افزائی فرمایا کرتے تھے اور اس مشن میں مضبوطی سے قائم رہنے اور کام کرنے کی تلقین بھی کیا کرتے تھے۔

مولانا نہایت ہی مخلص تھے، یہی سبب ہے کہ ان کی حوصلہ افزائی سے مجھے بہت تقویت ملتی اور تحریک کے تعلق سے کچھ نئی جہتوں کا انکشاف بھی ہوا کرتا تھا، ایسے لوگ اب اس جہاں میں کہاں ملا کرتے ہیں؟ موت تو برحق ہے آتی ہے اور سب کو آتی ہے، آج نہیں تو کل ضرور آئے گی، مگر سب کی موت ایک جیسی نہیں ہوتی، کچھ افراد کی موت یقینی طور پر ''خسارہ'' کی حیثیت رکھتی ہے، افراد کے لئے، قوم کے لئے اور جماعت کے لئے، اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مولانا شعیب رضا نعیمی کا سانحۂ ارتحال بھی ایک خسارہ ہے، نہیں نہیں، بلکہ خسارۂ عظیم ہے، جس کی تلافی ہوتی نظر نہیں آتی، اس ناگہانی حادثے کے سبب جو غم واندوہ اور رنج وملال حضور تاج الشریعہ اور ان کے افراد خاندان کو لاحق ہے، میں اس میں برابر کا شریک ہوں، مولانا مسلک اعلیٰ حضرت کے ایک عظیم سپاہی اور بیباک مجاہد تھے جو ہماری آنکھوں سے اوجھل اور ہم سے بہت دور جا چکے ہیں۔

دعا ہے کہ خالق کائنات مولانا کو اپنے جوار رحمت اور جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عنایت فرمائے اور موصوف کے اہل خاندان کو ہمت وحوصلہ عطا فرمائے کہ وہ اس سانحہ کو برداشت

کرسکیں، آمین بجاہ سید المرسلین۔

دردمند: رحمت اللہ صدیقی
مدیر اعلیٰ مجلہ پیغام رضا، ممبئی

اتحاد واتفاق! اہمیت وضرورت

میں گہری نیند میں محوخرام تھا، ہالینڈ سے مولانا محفوظ علی انور علی صاحب کی کال آئی، حضرت مولانا مفتی شعیب رضا صاحب قادری نعیمی کا انتقال ہوگیا، چونکہ حضرت چار چھ مہینے سے موت وزیست کی کشمکش میں تھے، اس لیے حیرت تو نہیں ہوئی البتہ اس خبر سے دکھ اور افسوس بہت ہوا کہ حضرت جواں سالی ہی میں زندگی کی بہاریں چھوڑ کر خلد آشیاں ہوگئے، عالم اسلام اہل سنت کو بالعموم اور حضور تاج الشریعہ کو بالخصوص گہرے صدمہ سے دوچار ہونا پڑا، پروردگار عالم حضرت کو اس المناک اور دردناک غم واندوہ کو برداشت کرنے کا حوصلہ اور اس پر صبر وشکر کا صلہ عطا فرمائے اور آپ کو عمر خضر سے نوازے۔

حضرت نعیمی صاحب مرحوم ومغفور سے شرف لقا صرف ایک بار کا تھا، آپ تاج الشریعہ کے ہمراہ دعوت خیر محلہ سٹھی مبارکپور تشریف لائے تھے، حضور تاج الشریعہ عالم اسلام میں جہاں بھی حاضر ہوتے ہیں، انسانوں کا سیلاب امڈ پڑتا ہے اور ہر چہار جانب انسانی سروں کی قطاریں سج جاتی ہیں، کراچی ایئر پورٹ کا منظر میری آنکھوں نے دیکھا، ان کے دیوانے، پروانے اور ان کی دید کے طالب پچاسوں ہزار کی تعداد میں نعرۂ مستانہ لگا رہے ہیں "مرشد کی آمد مرحبا، مرشد کی آمد مرحبا" فصیل توڑتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے ہیں، ایئر پورٹ کا عملہ اور حکام محوحیرت اور دنگ ہیں، یہ کون ہیں، جن کی آمد پر لوگ جانیں چھڑک رہے ہیں۔

مبارک پوری میں بھی حضرت کی آمد پر یہی ہوا، مشتاقان دید ہر چہار جانب سے حضرت کے دیدار کی کوشش میں ہیں اور موبائل لوگ فوٹو گرافی کرنا چاہتے تھے، اتنے میں ایک گرجدار آواز کانوں سے ٹکرائی خبردار، خبردار کوئی فوٹو نہ کھینچے، بغیر ضرورت شرعی فوٹو کھینچنا حرام ہے، ان سے موبائل چھین لیے جائیں نہ مانیں تو توڑ دیئے جائیں یا ان سے لے کر پھینک دیئے جائیں، یہ حیرت زدہ کرنے والی آواز حضرت مولانا مفتی شعیب رضا نعیمی کی تھی۔

بڑی مشکل سے مشتاقان دید پر قابو پایا گیا، اطمینان وسکون سے انہیں بیٹھایا گیا، حضرت مفتی شعیب رضا علیہ الرحمہ کا خطاب شروع ہوا، خطاب کیا تھا، اہل سنت وجماعت کو اتحاد واتفاق کی دعوت اور افادیت واہمیت سے لبریز تھا، وہ فرما رہے تھے، اپنے اختلاف کو بند کردیجئے، ہمارے دشمنوں کو ہم پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے دشمن ہر چہار جانب سے ہم پر یلغار کر رہے ہیں، ہم پر حملہ آور ہیں، ہم دفاعی پوزیشن میں آگئے ہیں، بدلو! اپنے آپ کو بدلو اور اپنے آپسی جھگڑے ختم کرو اور دشمن کے حوصلوں کو نیست ونابود کردو، حضرت کی اس تقریر نے اہل سنت کے سوچنے کا انداز بدل دیا اور غور وفکر کی راہیں متعین کردیں، حضور تاج الشریعہ اسی شب حضرت بحر العلوم علیہ الرحمہ کے مزار پر فاتحہ خوانی کو تشریف لائے، اس وقت حضرت مفتی شعیب رضا قادری صاحب مرحوم سے شرف ملاقات اور دست بوسی کا موقع میسر آیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت مفتی صاحب مرحوم کو اعلیٰ علّیین میں اپنے قرب خاص اور اپنے دیدار سے مشرف فرمائے اور حضور تاج الشریعہ کو ضعف پیری میں ان کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

سوگوار: شکیب ارسلان مبارکپوری
حق اکیڈمی مبارک پور، اعظم گڑھ

ایک عالی دماغ اور سنجیدہ لب ولہجہ نہ رہا

غالباً ۱۹۹۵ء کی بات ہے کہ جب میں دار العلوم ربانیہ شہر باندہ، یوپی میں درس وتدریس کی خدمت انجام دے رہا تھا، شہر سے قریب ایک موضع ہڑہا کبولی میں جشن غوث اعظم کے عظیم الشان پروگرام میں شرکت کے لیے جانا ہوا، قیام گاہ پر پہنچا تو سامنے چارپائی پر ایک بلند قامت، شکیل ووجیہ اور مسکراتا چہرہ نظر آیا، سلام ومصافحہ کے بعد تعریف وتعارف کا سلسلہ بڑھا تو معلوم ہوا، یہ حضرت مولانا مفتی محمد شعیب رضا قادری نعیمی صاحب ہیں جو دہلی سے پروگرام میں شرکت کے لیے تشریف فرما ہوئے ہیں، گفتگو

میں اعتماد، لہجے میں وقار و سنجیدگی اور طرز ادا میں مسکراہٹ کی ملاوٹ نے تھوڑی ہی دیر میں یہ فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا کہ مخاطب بہت ساری خوبیوں کے حامل ہیں، ان سے راہ و رسم رکھنا مفید اور کار آمد ہے، چنانچہ پروگرام سے واپسی کے بعد وقتاً فوقتاً بات ہوتی رہتی، عرس اعلیٰ حضرت کے موقع پر بریلی شریف میں ملاقات کا سلسلہ بھی رہتا۔

مفتی محترم کی قسمت نے یاوری کی آقائے نعمت مرشد برحق وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین مفتی اعظم ہند شیخ الاسلام والمسلمین حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم القدسیہ نے اپنی دامادی کا شرف بخش کر آپ کی زندگی میں چار چاند لگا دیئے، اس پاکیزہ نسبت کی برکت نے آپ کو اوج ثریا پر پہنچا کر مشہور انام کر دیا، اب ہماری گفتگو کا انداز صرف دوستانہ نہیں رہتا، بلکہ محبتانہ، ساتھ ہی ساتھ مؤدبانہ رہتا، میں دوران گفتگو انہیں کبھی کبھی ''جیجاجی'' کہہ کر طنز و مزاح کا لطف لیتا تو ہنس پڑتے، پھر خوب باتیں ہوتیں، بہت کم ایسا ہوتا کہ فون صرف دو چار منٹ کے بعد بند ہو جائے، ورنہ کم از کم آدھا گھنٹہ تک سلسلۂ کلام دراز رہتا، اس درمیان مسلکی، مشربی، ملکی، سیاسی، سماجی، علمی، فقہی ہر طرح کی گفتگو ہوتی اور دل کھول کر ہم اپنی اپنی باتیں رکھتے۔

جماعتی انتشار پر گفتگو کرنے میں بڑی محتاط زبان استعمال کرتے اور اپنے درد و کرب کا اظہار فرما کر آپسی اتحاد و اتفاق کی تمنا کرتے، وہ مسلک اعلیٰ حضرت کے مخلص ترجمان اور بے باک ناشر و مبلغ تھے، دہلی میں رہ کر بہت سے لوگ روشن خیال بننے کی فکر میں آزاد خیال اور تاریک دل ہو گئے مگر موصوف نے تصلّب اور استقامت کو ہی ترجیح دی اور صلح کلیت وفکری آوارگی سے متنفر اور بیزار رہے، ہند و بیرون ہند تبلیغی دورہ فرما کر مذہب حق کی اشاعت کی اور مسلک اعلیٰ حضرت کو استحکام بخشا۔

وہ حسن صورت اور حسن سیرت کا ایک خوشنما گلدستہ تھے، حلم و بردباری، تواضع و انکساری، خرد نوازی اور ملنساری میں مشہور تھے، وہ فقہی بصیرت بھی رکھتے تھے اور فلسفیانہ دماغ بھی، غیرت ایمانی بھی رکھتے تھے اور جذبہ صادق بھی، وہ عالی دماغ بھی تھے اور سنجیدہ لب و لہجہ کے حامل بھی غرضیکہ وہ بہت سے اوصاف و کمالات کے جامع اور نسبت رضویت کی برکت سے شہرۂ آفاق تھے، ہم نہیں جانتے تھے کہ وہ اتنے جلدی ہم سب کو چھوڑ کر چلے جائیں گے مگر مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

ان کے جانے کا صدمہ صرف ان کے اہل خانہ کو ہی نہیں بلکہ ہم سب کو اور پوری جماعت کو ہے، رب قدیر ان کی تربت پر رحمت و غفران کی بارش فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل بخشے صاحبزادۂ والا تبار عزیزم محمد حمزہ قادری اور صاحب زادیوں اور ان کی اہلیہ مخدومہ کے دل و دماغ پر چھائے رنج و غم کے بادل کو ابر کرم بنائے اور آقائے نعمت حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ، عزت مآب حضرت علامہ مولانا محمد عسجد رضا قادری صاحب قبلہ اور مخدومۂ اہلسنت والدہ ماجدہ دام ظلہا العالی پر آئی تکلیف کو کافور فرمائے، ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

سوگوار: اختر حسین علیمی
دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی، ضلع بستی

مفتی محمد شعیب رضا ایک اچھے اور بردبار انسان تھے

یہ دنیا فانی ہے، جو کوئی آیا ہے، اسے ایک نہ ایک دن جانا ہے، ہر نیک و بد کو موت کے گلے لگنا ہے، اللہ رب العزت نے موت اور حیات کو اس لئے پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کس کے عمل اچھے ہیں۔ روز نہ معلوم کتنے پیدا ہوتے ہیں اور نہ معلوم کتنے لوگ دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کرتے ہیں، لیکن کچھ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کی رحلت کا غم برسوں یاد رہتا ہے، ایسے ہی لوگوں میں مفتی محمد شعیب رضا نعیمی بھی تھے، یہ جان کر بے حد صدمہ ہوا کہ مفتی صاحب ہم سب کو چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے، ربیع الاوّل شریف ۱۴۳۸ھ کے پہلے عشرہ میں مولانا انیس عالم سیوانی کے ذریعہ خبر ملی کہ مفتی صاحب علیل ہیں اور سیفی ہاسپٹل ممبئی میں زیر علاج ہیں، ڈاکٹر کامران (کینسر اسپیشلسٹ) کی نگرانی میں ان کا علاج چل رہا ہے، میں عیادت کے لئے گیا،

ملاقات ہوئی، دیکھ کر افسوس بھی ہوا اور خوشی اس بات کی تھی کہ عرصہ بعد ہماری ملاقات تھی، ہم لوگ آپس میں بہت بے تکلف تھے، مفتی صاحب کی باتوں اور انداز سے کبھی یہ نہیں لگتا تھا کہ حضور تاج الشریعہ کے داماد ہیں بلکہ بڑی سادگی کا مظاہرہ فرماتے، ایک عام آدمی کی طرح ملتے، مفتی صاحب جہاں ایک طرف بلند رتبہ باصلاحیت عالم تھے وہیں اخلاق و محبت کے پیکر بھی تھے، ہونٹوں پر ہمیشہ مسکراہٹ، ہشاش بشاش چہرہ، کچھ کر گزرنے کا حوصلہ، ارادے میں پختگی، گفتگو میں بڑی متانت تھی، جو کچھ بولتے بہت سوچ سمجھ کر بولتے، جو رائے قائم کرتے، اس میں یقین اور اعتماد جھلکتا، بلاوجہ نہیں بولتے، سامنے والوں کی باتوں کو بغور سنتے، مذہب و مسلک کے سچے سپاہی تھے، جب بھی مسلک و مذہب کی بات آتی تو آپ مرکز اہل سنت کی ترجمانی پوری شدت کیساتھ کرتے، عام طور پر آپ کا نظریہ توسع کا تھا، زیادہ سے زیادہ لوگوں کو آپ حضور تاج الشریعہ اور بریلی شریف سے قریب کرنے کی کوشش فرماتے، مرکز کی نمائندگی بڑی نرم روئی اور خوش اسلوبی سے کرتے تھے، انداز بیان میں اڑیل پن یا ہٹ دھرمی نہیں تھی، میانہ روی اور اعتدال کے آپ قائل تھے لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ صلح کل کے حامی تھے بلکہ جہاں شدت کی ضرورت پڑتی وہاں وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوتے، بیک وقت آپ کئی خوبیوں کے مالک تھے، عالم و مفتی بھی تھے، بہترین واعظ و مصلح بھی تھے، انقلاب آفریں داعی و مبلغ بھی تھے، پوری زندگی اشاعت سنیت و ترویج مسلک اعلیٰ حضرت کے لئے کوشاں رہے، آپ صرف بڑی بارگاہ سے وابستہ ہی نہ تھے بلکہ اپنے اندر خود بڑوں کے اوصاف رکھتے تھے، جہاں گئے لوگ ان کے گرویدہ ہو گئے، تمام خوبیوں کے علاوہ جو سب سے بڑی خوبی ان کے اندر تھی وہ یہ کہ ایک اچھے انسان تھے۔

ان کے انتقال سے دنیائے سنیت اور حلقۂ رضویت، غم و اندوہ سے دوچار ہے، مرنے والے کے ساتھ کوئی اس کی قبر میں لیٹتا نہیں اور نہ ہی کوئی مرنے والا مرنے کے بعد زندہ ہو کر باہر آتا ہے، ہاں ان گذرے ہوئے لوگوں سے ہمدردی کا تقاضہ ہے کہ ہم ان کی مغفرت اور ترقی درجات کی دعا کریں، وہ سچے محمدی سنی حنفی بریلوی تھے، نہ وہ صلح کل کے قائل تھے اور نہ ہی جاہلوں کی طرح بیجا تشدد کے روادار، وہ حضور تاج الشریعہ کے داماد ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے معتمد بھی تھے، دکھ، درد کی اس گھڑی میں ہم آپ کے اہل خانہ، بچوں، بھائیوں اور بالخصوص والدہ ماجدہ کی خدمت میں اپنی تمام تر ہمدردیاں نذر کرتے ہیں اور مفتی صاحب کے ترقئ درجات کے لئے دعا کرتے ہیں۔

از: ابوساریہ عبداللہ علیمی
فاضل بغداد، ممبئی

دار فانی چھوڑ کر وہ سوئے جنت چل دیئے

دنیا گذشتنی و گذاشتنی ہے جو بھی دنیا میں آیا ہے، اسے ایک نہ ایک دن دنیا چھوڑ کر عالم برزخ کی طرف کوچ کرنا ہے مگر بہت سے اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے انتقال سے پوری قوم و ملت متاثر ہو جاتی ہے وہ خود تو اپنی قبر میں نم کنومۃ العروس (قبر میں فرشتے نیک مسلمان میت سے کہتے ہیں سو جا جیسے دولہا سوتا ہے) کی منزل حاصل کر کے مسکراتے ہیں مگر ان کی جدائی کے غم میں سارا عالم روتا رہتا ہے، ایسی ہی ایک نیک اور عظیم ہستی تھی حضور سیدی و مرشدی الکریم تاج الشریعہ دام ظلہ النورانی کے داماد مکرم حضرت مفتی شعیب رضا نعیمی علیہ الرحمہ کی، ۱۵ ماہ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ بارہ بجے دن میں آپ کی اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت ہوئی انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کے انتقال کی خبر جہاں جہاں پہنچتی گئی، وہاں کے مسلمانان اہل سنت، عاشقان اعلیٰ حضرت و محبان تاج شریعت میں غم و اندوہ کی ایک لہر دوڑتی گئی، پوری فضا سوگوار ہو گئی اور موت العالم موت العالم (عالم دین کی موت عالم کی موت ہے) کا روح فرسا کرب و اضطراب چھا گیا، رب غفور و رحیم آپ کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

آپ ایک نیک باعمل عالم دین تھے حسن اخلاق اور تواضع و

انکساری کے پیکر تھے آپ کی پوری زندگی خدمت علم دین میں مصروف نظر آتی ہے آپ حضور تاج الشریعہ دام ظلہ النورانی کے فیوض وبرکات کے حامل ایک ایسے روشن چراغ تھے جس کی لو سے ہزاروں ہزار لوگوں نے نور حاصل کر کے اپنے قلوب واذہان کو منور کیا، آپ کی کرم فرمائیاں اور احسانات کی بدولت بہت سے علمائے کرام پر حضور تاج الشریعہ ودیگر مشائخ کرام کے خاص فیوض وبرکات جاری ہوئے اس لیے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ آپ ”محسن العلماء“ تھے صوفیانہ طرز معیشت زاہدانہ زندگی، علما نوازی شفقت وایثار، جود وسخا، خنداں پیشانی وتبسم ریزی آپ کا طرۂ امتیاز تھا، آپ ایک بہترین شیریں کلام خطیب ہر دل عزیز تھے، آپ کے خطابات سے اسلام وسنیت ومسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت ہوتی تھی، آپ اپنی تقریروں سے شہرت کے خواہاں نہیں تھے بلکہ ان سے آپ کی تمنا وآرزو یہ تھی کہ مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم خوب بلند ہو کر لہراتا رہے اور لوگ اسی پرچم حق کے نیچے زندگی گزار کر نجات وفلاح دارین سے ہمکنار ہوتے رہیں، نت نئے فقہی اختلافات اور مابین العلماء تنازع سے، آپ بہت دکھی رہتے تھے اور مابین العلماء وِداد واتحاد کے آپ متمنی بلکہ اس کے لیے آپ کوشاں رہتے اور اس کے لیے آپ نے بہت سے قیمتی مشورے بھی علمائے کرام کے سامنے رکھے ظاہر سی بات ہے، جب ہم سب مقلد ہیں اور موجودہ زمانے میں مجتہد کوئی نہیں اور ہم سب امام اعظم سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں تو یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ کسی ایک مسئلہ میں خواہ وہ مسئلہ قدیم ہو یا جدید کوئی حنفی جواز کا حکم لگائے جبکہ دیگر علمائے احناف اس کے عدم جواز کے قائل ہوں، کیا یہ بات بہتر بلکہ لازم وضروری نہیں ہے کہ کسی بھی مسئلہ مختلف فیہ میں ایک چھوٹا اپنے بڑے سے مراجعت کرے اور ایک شاگرد اپنے استاذ سے خط و کتابت کے ذریعہ مسائل مختلفہ فیہا میں جواز یا عدم جواز کے دلائل معلوم کرے اور ایرادات واشکالات حل کرائے اور جب اس مسئلہ کے متعلق حکم جواز یا عدم جواز کے دلائل مستحکم ہو جائیں اور تمام ایرادات واشکالات حل ہو جائیں اور اس میں کوئی گوشہ بھی تشنۂ تحقیق وتنقیح باقی نہ رہ جائے تو اصاغر واکابر اور تلامذہ واساتذہ کے اتفاق کے ساتھ جواز یا عدم جواز کا حکم بیان ہو، اگر ایسا ہو جائے تو ماحول بہت اچھا ہو جائے گا، فضا خوش گوار ہو جائے گی اور آپسی انتشار واختلاف کا خاتمہ ہو جائے گا (انشاء اللہ تعالیٰ) بہر حال حضرت مفتی شعیب رضا علیہ الرحمہ کے اندر فلاح قوم وملت اور اتحاد اہل سنت کے لیے ایک درد تھا ایک تمنا تھی اور ایک عظیم کوشش تھی، فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء ورفع درجاتہ فی جنات العُلیٰ۔

صاحب فکر ونظر تھے حضرت مفتی شعیب
دین حق کے راہ بر تھے حضرت مفتی شعیب

ان کی فکر ورائے میں تھا اتحاد سنیت
کس قدر بالغ نظر تھے حضرت مفتی شعیب

دل میں اپنے درد رکھتے تھے وہ دین وقوم کا
نیکیوں کی راہ پر تھے حضرت مفتی شعیب

ان کے رخ پر روشنی تھی علم کی اعزاز کی
علم وعزت کے قمر تھے حضرت مفتی شعیب

ان کے مرقد پر ہو مولیٰ نور کی بارش فزوں
عاشق خیر البشر تھے حضرت مفتی شعیب

اس رضائے اعظمی پر ان کی شفقت تھی بہت
وہ کرم کے اک شجر تھے حضرت مفتی شعیب

از: مفتی احمد رضا اعظمی رضوی
تنویر الاسلام امرڈوبھا، ضلع بستی، یوپی

عالم کی موت عالم کی موت ہے

علم وادراک کے ماہِ کامل، علم وفضل کے ماہِ درخشاں داماد حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شعیب رضا صاحب قادری رضوی خلیفۂ حضور تاج الشریعہ اِس دارِ فانی سے رحلت فرما گئے، مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ، کاتب تقدیر کا لکھا ہوا امر ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں ہر فرد کو خواہی نخواہی سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے، ملک الموت کی

گرفت سے نہ کوئی جابر و سرکش بچ سکا ہے اور نہ کوئی فرشتہ صفت مطیع وفرماں بردار انسان بچ سکا، موت خدائی فیصلہ بھی ہے اور بنی نوع انسان کے لیے ایک مکمل درس عبرت بھی ہے، حضرت جب بھی الحاج احمد صاحب رضوی و ابراہیم بھائی جان کے یہاں ممبئی تشریف لاتے تو میں ضرور حاضر خدمت ہوتا، دعاؤں کی درخواست کرتا اور حضرت کی ملاقات سے میرے عزم و حوصلہ کو ایک نئی توانائی ملتی تھی، کیوں کہ مجھے پیر و مرشد حضور تاج الشریعہ کا دامن حضرت ہی کے توسل سے ملا ہے، اس بڑی نعمت کے علاوہ صوبۂ مہاراشٹرا کے اکثر شہروں میں میرا حضرت کے ساتھ جانا ہوا، میں نے یہی دیکھا، نہ نذرو نیاز کا مطالبہ، نہ ناراضگی و بد خلقی بلکہ ہر ایک کے ساتھ ایسے ملتے تھے، جیسے کوئی بہت پرانا شناسا یا بہت گہرا دوست ہو، بہر حال دنیاوی زندگی عارضی ہے اور اخروی زندگی دائمی ہے، مسلک اعلیٰ حضرت کا مخلص نقیب حضور تاج الشریعہ کا حقیقی ترجمان، احقاق حق و ابطال باطل کا بے باک مبلغ، حق گوئی و بے باکی کا بے داغ آئینہ، اپنوں کے لیے شبنم، غیروں کے لیے شعلہ صفت شخصیت، علامہ مفتی شعیب رضا صاحب قادری نعیمی رضوی کی ہے۔

موت تجدید مذاق زندگی کا نام ہے
خواب کے پردے میں بیداری کا ایک پیغام ہے

از: محمد مقیم اختر رضوی

خطیب و امام سنی جامع مسجد درگاہ، دیوان شاہ، بھیونڈی

بخدمت حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ناشر مسلک اعلیٰ حضرت مجاہد سنیت حضرت مفتی شعیب رضا صاحب نعیمی کی رحلت کی خبر برق خاطف بن کر گری، حضرت مفتی صاحب نے کم عمری میں دین و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی جو خدمات انجام دی ہیں یقیناً وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، لکل شیء اجل مسمی کے تحت وہ ہمارے درمیان سے رخصت ہو گئے، ان کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا انتہائی افسوس ناک ہے، ایسی متحرک وفعال شخصیت کا ان حالات میں داغ مفارقت دے جانا پوری جماعت کے لیے الم انگیز ہے۔

اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ حضرت موصوف بہت سی خوبیوں کے مالک تھے، آج سے ۲۳ رسال قبل میری ان سے اس وقت شناسائی ہوئی تھی جب انہوں نے دہلی میں اپنا ادارہ قائم کیا اور اسلام و سنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت و استحکام کی تگ و دو شروع کی تھی، ان کی انتھک کوششوں سے دہلی جیسی سرزمین پر اہل سنت کو کافی فروغ حاصل ہوا، لوگوں میں مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے خوب خوب بیداری پیدا ہوئی، نہایت خلیق محنتی اور جفا کش عالم دین تھے، ادھر گزشتہ ایک دہائی سے زائد عرصہ سے دین و سنیت کی اشاعت کے لیے انہوں نے جو طوفانی دورے کیے اور اپنے نایاب اور مدلل خطابات سے اہل محبت کے دلوں پر جو گہرے نقوش رقم کیے ان کی تجلیاں برسوں مدھم نہیں ہوں گی، دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ کے تمام اہل خانہ کو صبر و سکون عطا فرمائے، فقط والسلام۔

سوگوار: عبد المالک مصباحی

چیف ایڈیٹر رضائے مدینہ، جمشید پور

دامادِ حضور تاج الشریعہ مفتی شعیب رضا نعیمی کی رحلت

آج ۱۵ ررمضان المبارک شریف مطابق ۱۱ رجون بروز اتوار نماز ظہر سے قبل یہ انتہائی رنج و غم کی خبر آئی کہ دامادِ حضور تاج الشریعہ حضرت علّامہ مفتی شعیب رضا نعیمی صاحب قبلہ طویل علالت کے بعد رمضانُ المبارک کی مبارک ساعتوں میں مرکز اہل سنت بریلی شریف میں رحلت فرما گئے، مفتی شعیب رضا نعیمی صاحب کی شخصیت اہلسنّت کا عظیم سرمایہ تھی، ان کا وصال ملّت کا عظیم نقصان ہے، اس عظیم سانحہ پر پوری دنیائے اہلسنّت پر غم کی لہر دوڑ گئی ہے اور اس رنج و غم کے موقع پر آل انڈیا سنّی جمعیۃ العلماء مالیگاؤں و مولانا عبد الحی نسیم القادری صاحب کی جانب سے خانوادۂ حضور تاج الشّریعہ و خانوادۂ مفتی شعیب رضا نعیمی صاحب کو تعزیت پیش کی جاتی ہے، اللہ ربُّ العزت اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل حضرت مفتی شعیب رضا نعیمی صاحب کے درجات کو

بلند تر فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل واجر عظیم عطا فرمائے اور اہل سنت کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

سوگوار

محمد وصی احمد رضوی اشفاقی، دربھنگہ بہار

علامہ شعیب رضا کے چاہنے والو! آؤ تجدید وعدۂ وفا کرلیں

مسلک اعلیٰ حضرت کا بے باک ترجمان تھا وہ، اس مرد مجاہد کے وصال پر سوشل میڈیا پر تعزیتی پیغامات نے علما سے لے کر عوام الناس تک کو غموں کی دھوپ میں کھڑا کر دیا، اس کی رحلت نے عالم اسلام کو اشکبار کیا، آخر کیا خاص بات تھی اس مرد مجاہد میں؟ ہاں میں نے بہت قریب سے دیکھا اور جانا تھا انہیں، راہ استقامت میں وہ اپنی مثال آپ تھے، حق گوئی و بے باکی اور تصلب فی الدین ان کا ایمانی زیور تھا، جہاں اوروں کو پھسلتے پایا وہاں انہیں مسکراتے دیکھا، ان کی خلوت وجلوت، ان کے ظاہر وباطن کا محور مسلک اعلیٰ حضرت کی نشر واشاعت تھا، انہیں اس راہ میں انتہائی مخلص پایا، علامہ شعیب رضا سے وابستہ جملہ اہل محبت کو رفائی مشن کا صرف یہی پیغام وفا ہے کہ موصوف رب کے جوار رحمت میں چلے گیے، مگر تمامی اہل محبت کو ایک مشن اور زندگی کا عظیم مقصد دے گیے، وہ مشن وعظیم مقصد مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ واشاعت ہے، آؤ اس عظیم مہینے میں اپنے سالار قافلہ کی بارگاہ میں خراج عقیدت اس طرح پیش کریں، اے سالار قافلہ اللہ تجھے غریق رحمت کرے، ہم تجدید وعدۂ وفا کرتے ہیں کہ تمہارا مشن ہماری زندگی کا مقصد ہوگا، آمین

اللھم اغفرہ وارفع درجاتہ بسیدنا محمد وآلہ

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے

سید محمد رضوان شافعی رفاعی

موت اس کی ہے، کرے جس کا زمانہ افسوس

عالم باعمل، متبع سنت پابند شریعت، داماد تاج شریعت، حضرت علامہ مفتی شعیب رضا قادری صاحب قبلہ نعیمی آج داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے اپنے معبود حقیقی سے جا ملے، آہ جانے والے میں بے شمار خوبیاں تھیں ع

ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے

قرآن عظیم کا واضح اور اٹل فرمان ہے: کل نفس ذائقة الموت۔ ہر کسی کو ایک دن دار فانی سے دار باقی کی طرف رخصت ہونا ہے مگر کامیاب وہی ہے جو عشق رسول کی تنویر سے دل کو مستنیر کر کے دنیا سے رخصت ہوا، حضرت مفتی صاحب قبلہ بھی انھیں اشخاص میں سے تھے جن کا سینہ نہ صرف یہ کہ خود عشق مصطفےٰ ﷺ کا مدینہ تھا بلکہ جانے کتنے سینوں کو عشق رسول کا مدینہ بنانے والے تھے، اس لئے جانے والے کی خود کی کیفیت تو یہ ہے کہ ”آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی“ اور ان کے پسماندگان کی کیفیت ”فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا“ اور قدسیان سما کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عرش پر دھومیں مچانے میں مصروف ہیں، عرش پر دھومیں مچیں، وہ مومن صالح ملا، فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب وطاہر گیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب کریم جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حضرت کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے مالا مال فرمائے، آمین یا رب العالمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم

شریک غم: محمد مسیح الدین حشمتی غفرلہ القوی

خادم التدریس والافتاء جامعہ غوثیہ عربی کالج اترولہ ضلع بلرامپور

نکلا مرا جنازہ بڑے دھوم دھام سے

گل گلزار رضا علامہ مفتی شعیب رضا قادری علیہ الرحمہ کی روح پر فتوح کو درجۂ شہادت، ایام مغفرت، سوالات قبر سے برأت، نیز طفیل تاج الشریعہ نجات کی ضمانت مبارک ہو خدائے کریم انھیں جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ ـــ

نکلا مرا جنازہ بڑے دھوم دھام سے
ماحول گونجتا تھا درود وسلام سے
جب سے سنا ہے قبر میں سرکار آئیں گے
دیوانے جھوم اٹھتے ہیں مرنے کے نام سے

سویا ہوا ہے قبر میں اک عاشق رسول
اے قدسیو! جگانا ذرا احترام سے
ثاقب بھلا وہ آگ ہمیں کیا جلائے گی
جو کانپتی ہے عشق محمد کے نام سے

سوگوار: ثاقب القادری رضوی مصباحی
بانی و مہتمم مدرسۃ النور، نوری کالونی، بنارس

یادِ مفتی شعیب رضا

مفتی شعیب رضا نعیمی مرحوم ومغفور کی زندگی کے آخری ایام بڑے قابل رشک تھے، وہ زیادہ تر علمی ابحاث میں محو گفتگو رہتے، جس کا کچھ مشاہدہ احباب نے بھی سوشل میڈیا پر کیا ہوگا، فقیر نعیمی روبرو کی ملاقاتوں کا شاہد ہے، وہ آپریشن کے بعد جب ممبئی سے واپس آئے تو زیادہ تر مذہبی و ملی امور پر ہی گفتگو کرتے اور بڑی نفیس و محققانہ! لگتا تھا کہ جیسے بیمار صرف جسم ہوا ہے، روح اور توانا ہوگئی ہے، لیکن! کیا معلوم تھا کہ یہ چند دنوں کی بہار تھی، رب قدیر انہیں جنت کی بہاروں میں شاد رکھے۔

سوگوار: غلام مصطفےٰ نعیمی
چیف ایڈیٹر: ماہنامہ سواد اعظم دہلی

ایک اور علم وفضل کا آفتاب غروب ہوگیا

۱۵/رمضان المبارک اتوار کو داماد تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد شعیب رضا نعیمی عالم فانی سے عالم بقاء کی جانب کوچ کر گئے، یہ خبر ہمارے اور آپ کے بیچ انتہائی افسوس کی باعث بنی رہی، مذکورہ تاریخ کو میرے محسن استاذ مولانا مبشر حسن نوری، مدرس جامعہ اہلسنت صادق العلوم، ناسک نے علامہ موصوف کے انتقال کی خبر مجھے وہاٹس ایپ پر دی، اس سے قبل رضا اکیڈمی ممبئی کے بانی الحاج سعید احمد نوری نے انتقال کی غمناک خبر سنائی، جس نے دنیائے سنیت کے عوام وخواص کے دل ودماغ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، چند ہی لمحے میں یہ خبر سوشل نیٹورکنگ کے ذریعے ملک وبیرون ملک میں آگ کی طرح پھیل گئی، کچھ ہی دیر میں مجھ سے وابستہ افراد کے موبائل فون آنا شروع ہوگئے، ہر کوئی سچائی جاننا چاہتا تھا، کوئی کہہ رہا تھا مجھے یقین نہیں ہو رہا ہے تو کوئی کہہ رہا تھا، سچ میں (تعجب بھرے لہجہ میں) بالآخر چہار جانب سے آنے والی خبر نے خود بخود معتبر ہونے کی تصدیق کر دی، جس پر ہر کسی نے سکوت اختیار کر لیا، تجہیز وتکفین کے بعد مساجد ومدارس میں ان کی روح کو ایصال ثواب کیا جانے لگا۔

راقم کی پہلی ملاقات: یوں تو ناسک شہر سنیت کا قلع کہلاتا چلا آرہا ہے، جہاں پر کسی نا کسی بزرگ سے منسوب جلسے جلوس منعقد ہوتے رہتے ہیں، اسی طرح ناسک میں کسی تقریب کے موقع پر داماد تاج الشریعہ کی آمد ہوئی، اس وقت حضرت کا قیام شہر کی معروف شخصیت اقبال خطیب کے مکان پر ہوا، بلکہ یوں کہئے حضرت کا قیام تادم حیات انھیں کے مکان پر ہوتا رہا، اس دن میں بھی نماز عصر کے بعد گھومتے پھرتے اقبال خطیب کے مکان پر جا پہنچا، جہاں پر حضرت توصیف سر اور بابا خطیب بیٹھے ہوئے تھے، سلام ومصافحہ کے بعد حضرت نے نزدیک رکھی ہوئی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد بابا خطیب کی جانب سے چائے کا پیالہ پیش کیا گیا، چائے نوش کرنے کے بعد حضرت سے رخصت کی اجازت طلب کر کے اپنے مادر علمی جا پہنچا، اس وقت میں جامعہ اہلسنت ناسک میں زیر تعلیم تھا۔

دوسری ملاقات: تعلیم کا سفر جاری رہا، کچھ مہینوں بعد ناسک کے امام احمد رضا لرننگ اینڈ ریسرچ سینٹر میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آنا تھا، اس موقع پر حضرت کی تشریف آوری ناسک ہوئی، حضرت کی موجودگی میں دارالقضاۃ کا قیام عمل میں آیا، جس کی خبر پرنٹ میڈیا رسائل وجرائد کے ذریعے ملک بھر میں عام کرنے کی بات کہی، فوراً بابا خطیب نے میرا تذکرہ کیا، جس پر حضرت نے حاضری کا حکم دیا، رات دس بج رہے تھے کہ بابا خطیب کا فون آیا کال ریسیو کرنے پر معلوم ہوا حضرت یاد فرمارہے ہیں، راقم تمام کام چھوڑ کر حاضر خدمت ہوا، اس سے قبل بابا خطیب میرا مختصر تعارفی خاکہ پیش کر چکے تھے جس پر حضرت نے مسرّت کا اظہار فرمایا، بتادیں کہ اس وقت میں صحافت کی دنیا میں قدم جمانا سیکھ رہا تھا،

دوران گفتگو حضرت نے دارالافتاء کی نیوز کوریج کرنے کو کہا اور یہ بھی کہا کہ کل کے اخبار میں نشر ہونی چاہیئے، رات گیارہ بج چکے تھے، ٹائٹل پیج تیار ہو چکا تھا، یہاں پر اگر اعلیٰ حضرت کی کرامت کہی جائے تو بیجا نہیں ہوگا، ایڈیٹوریل ڈپارٹمنٹ سے رابطہ کرنے پر ایک خبر ہٹا کر دارالقضا کی خبر ایڈ کر دی گئی، دوسرے دن وہ خبر ملک میں ہوا کی مانند پھیل گئی، اس وقت علامہ شعیب رضا صبح کی فلائٹ سے دہلی پہنچ چکے تھے، دارالافتاء کی خبر دہلی میں پڑھنے کے بعد بے حد خوش ہوئے اور مجھے دعاؤں سے نوازا۔

علامہ شعیب رضا نعیمی کو جب اس بات کا علم ہوا کہ راقم کا تعلق الٰہ آباد کوشامی سے ہے تو اور زیادہ قربت حاصل ہو گئی، چونکہ اس علاقے میں حضرت کے کئی دورے ہو چکے تھے، خاص بات یہ کہ سرکار مفتی اعظم ہند خود اپنے دور حیات میں افضل پور واری، سراتھو کوشامی میں یکہ کی سواری میں بیٹھ کر تشریف لائے تھے، اس وقت میرے ننہال میں کافی تعداد میں مرد وخواتین نے سرکار مفتی اعظم ہند کے دست پر بیعت حاصل کی، مفتی اعظم کو ہمارے وطن لانے والے آپ کے سکریٹری ڈاکٹر انصاری زماں صاحب تھے۔

میرے پیچ جب بھی کوئی پیچیدہ مسائل درپیش ہوتے تو علامہ شعیب رضا صاحب سے رجوع کرتا، علامہ موصوف رحمہ اللہ تشفی بخش جواب عنایت فرما کر میرے مسائل حل فرما دیتے تھے، اللہ رب العزت علامہ شعیب رضا نعیمی کی قبر پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے اور قبر کو تا حد نظر کشادہ فرمائے، آمین۔

سوگوار: محمد رضا نوری

جرنلسٹ، ناسک، مہاراشٹرا

ایک درخشاں ستارہ ٹوٹ گیا

مورخہ ۱۵ ررمضان المبارک ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۱ رجون ۲۰۱۷ء بروز اتوار بعد نماز ظہر برادر اصغر حضرت مفتی محمد ارشد نعیمی بدایونی کا یہ میسیج موصول ہوا کہ ابھی کچھ دیر پہلے عالم باعمل مفتی اہلسنت ناصر مسلک اعلیٰ حضرت حضور مفتی محمد شعیب رضا قادری رضوی نعیمی داماد وخلیفہ حضور تاج الشریعہ کا بریلی شریف میں وصال ہو گیا، اتنا سننا تھا کہ میرا کلیجہ فرط غم سے کانپنے لگا، ذہن وقلب پر ایک عجیب سی کیفیت چھا گئی اور زبان سے بے ساختہ انا للہ وانا الیہ راجعون نکلا اور پھر اسی کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہو گئی، کچھ لمحے بعد جب ہوش آیا تو آپ کی روح پر فتوح کو ایصال ثواب مع اعزہ واحباب کیا، حضرت مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کی ذات پاک عالم اسلام سے مخفی نہیں، یوں تو آپ بہت سارے خصائل جمیلہ کے پیکر تھے مگر فقیر کو جو وصف آپ کا سب سے نمایاں نظر آیا وہ آپ کا اخلاق پاک تھا کہ آپ سے ملنے والا آپ کی اخلاقی کیفیت کو دیکھ کر آپ کا شیدائی ہو جاتا تھا، یہ وصف آپ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھا، اللہ لم یزل نے آپ کو علم وفکر کے ساتھ ساتھ اخلاق کریمانہ کا بھی گوہر عطا فرمایا تھا کہ جس کی بدولت آپ نے ہزارہا افراد کے قلوب کو اپنے قلب میں جگہ دے رکھی تھی، میں نے اس چیز کا بارہا مشاہدہ کیا کہ آپ کے اندر نرم روی، تحمل، برداشت، صبر، خوش اخلاقی شفقت، موانست، منکسر المزاجی اور ہمدردی وغیرہ یہ سب اوصاف حمیدہ موجود تھے، آپ کی زندگی کے اکثر لمحات تبلیغ وارشاد، اخلاق وللٰہیت علم وعمل عبادت و ریاضت، خوف وخشیت زہد وورع تقوی وطہارت اور عفو ودرگزر جیسے اوصاف میں گزرتے گئے، آپ ہمیشہ شجر اسلام کی آبیاری میں رواں دواں نظر آتے تھے، اپنی تحریر وتقریر کے ذریعے آپ نے ہمیشہ دین متین کی خدمت انجام دی، ملک بیرون ملک میں آپ کے محبین ومعتقدین کا ایک جم غفیر نظر آتا ہے، عشق خدا اور رسول جلت عظمتہ وصلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا قلب ہمیشہ سرشار نظر آتا، مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں آپ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی ہر ممکن کوشش کرتے کہ کسی طرح عوام، اہلسنت مسلک اعلیٰ حضرت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرے، راقم التحریر اس بات کا خود عینی شاہد ہے کہ مفتی صاحب قبلہ اپنے ہر قول وفعل میں سنت رسول کا اتباع کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا احیاء فرماتے تھے اور یہ سب ثمرہ تھا، فیضان اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا وافاض علینا من برکاتہ ونعمائہ کا جو

آپ پر ابر نیساں کی طرح چھن چھن کر برستا تھا، جس کی اک اک بوند آپ کے اوصاف میں اضافہ فرماتی رہتی تھی۔

جس نے بھی آپ کی زیارت کی یا آپ سے اکتساب فیض کیا یا آپ کی ارادت میں آیا، اس پر یہ اظہر من الشمس واجلی من القمر ہوا ہوگا کہ آپ کی جاذب نظر شخصیت کو جس نہج سے دیکھا جائے آپ کی شخصیت کا ہر باب چمکتا دمکتا دکھائی دیتا ہے، سرزمین گنوریہ ضلع بلرام پور (حفظہ النور عن کل شرور) میں آپ کے معتقدین کافی موجود ہیں، ہر کوئی آپ کا مدح خواں ہے اور کیوں نہ یہ سب ثمرہ ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی پکی عقیدت کا، جو آپ کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی، میں نے اپنے استاذ المکرم عاشق شفیع امم قاطع نجدیات ماہر نعیمیات حضرت مفتی محمد سلیمان صاحب نعیمی برکاتی نائب مفتی اعظم مرادآباد حفظہ اللہ تعالیٰ عن کل شر وفساد جو آپ کے بھی استاذ ہیں، ان کو بارہا فرماتے ہوئے سنا کہ زمانہ طالب علمی میں مفتی محمد شعیب رضا قادری نعیمی علیہ الرحمہ کی عادت کریمہ تھی کہ اپنے اسباق کی پابندی میں منہمک رہتے، ہر فضول و لایعنی باتوں سے دوری اختیار فرماتے اور اپنے اساتذۂ کرام کے ادب میں پہل کرنے میں سستی نہیں برتتے، اک ذہین وفطین اور اعلیٰ صلاحیت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ عبادت و ریاضت کے بھی پابند تھے۔

یقیناً اللہ رب العزت نے آپ کو علم کے ساتھ ساتھ عمل کی بھی روشنی عطا فرمائی تھی، جس کی تابنا کی لوگوں کی نگاہ کو خیرہ کرتی تھی، جہاں آپ ایک شاندار مفتی وقت تھے، وہی بہترین مدرس بھی، اگر ایک طرف آپ عمدہ خطیب تھے تو دوسری طرف سلجھے ہوئے مصنف بھی، فتویٰ نویسی جیسا کہ اس کا حق ہے آپ اس میں یدطولی رکھتے تھے، مرکزی دارالافتاء بریلی شریف میں بیٹھ کر آپ وہاں سے فتاوے صادر فرماتے، صوبہ کشمیر نیپال بلرام پور ناگ پور سے آپ کے پاس کافی فتاوے پہنچتے، آپ ان سب کا مدلل ومفصل جواب عنایت فرماتے، قاضی القضاۃ فی الہند تاج الشریعہ بدر الطریقہ حضور مفتی شاہ محمد اختر رضا قادری تجلی اللہ تعالیٰ علیہ بشانہ الغفاری کی آپ پر خصوصی نظر رہتی، جس کی وجہ سے آپ کی عزت وعظمت دن بدن دوبالا ہوتی رہتی، بلاشبہ آپ کی ذات ہمارے لئے خدائے پاک کا انمول تحفہ تھی، افسوس صد افسوس ہم آپ کی ذات سے کما حقہ فیض حاصل نہ کر سکے اور آپ ہم سب کو داغ مفارقت دے کر ہمیشہ کے لئے چلے گئے، اللھم یزل آپ کے مرقد انور پر اپنے فضل وکرم کی بارش برسائے اور آپ کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عنایت فرمائے، آمین۔

علم وفن کا ماہ تاباں چلا گیا
فکر وفن کا گوہر افشاں چلا گیا
حسن کرم کے پھول کھلائے گا کون اب
وہ کیا گئے کہ جشن بہاراں چلا گیا
اخلاق میں عظیم، مروت میں بے مثال
شریں کلام بزم محباں چلا گیا
مسلک اعلیٰ حضرت کا جو ناصر رہا
مسلک حق کا قلمداں چلا گیا

سوگوار: محمد راشد نعیمی بدایونی
بانی ومہتمم مدرسہ اہلسنت گلشن رضا، تلسی پور ضلع بلرام پور، یوپی

ہمیشہ تم میری یادوں میں رہوگے

اس دار فانی میں جو آیا ہے، وہ اک دن ضرور اس دنیا کو چھوڑ کر جائے گا، مگر کچھ جانے والے ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنی زندگی کے لافانی نقوش لوگوں کے دلوں پر نقش کر جاتے ہیں، جو مٹائے نہیں مٹتے، جن کی یاد ہمیشہ قلب وذہن کو متاثر کرتی رہتی ہے، وہ کچھ ایسے کارنامے اس دنیا میں کر جاتے ہیں کہ ملت اسلامیہ ان کو یاد کر کر کے آنسو بہاتی ہے، انہیں ذوات قدسیہ میں اک ذات گرامی محسن ملت اسلامیہ، ناشر مسائل شریعہ، داماد تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد شعیب رضا قادری نعیمی رضوی بجنوری ثم بریلوی تغمدہ اللہ تعالیٰ علیہ بفضلہ الحاوی کی ہے جو اپنے اخلاق وکردار علم وعمل زہد وورع احتیاط فی الشرع کی بدولت مقبول خاص وعام بفضل

رب الانام تھے، اللہ لم یزل نے جہاں آپ کو بیشمار خوبیوں کا جامع بنایا، وہی آپ کے چہرے کو ایسا بارونق کیا تھا کہ اوّل نظر دیکھنے والا، آپ کا گرویدہ ہو جاتا، شجر اسلام کی آبیاری فرمانا، آپ کی زندگی کا مقصد اوّل رہا، آپ نے ہند بیرون ہند میں مسلک اہلسنت مسلک اعلیٰ حضرت کی خوب نشر و اشاعت فرمائی، اس بات کا فقیر خود عینی شاہد ہے کہ کئی اسفار میں نے آپ کے ساتھ کئے، دوران سفر بھی آپ کے اطوار و طریق خدمت اسلام میں وقف نظر آتے، میرے آپ سے بہت قریبی مراسم رہے، میں جب دارالعلوم جامعہ نعیمیہ مرادآباد حفظہ اللہ تعالیٰ عن کل شر و فساد میں زیر تعلیم تھا، آپ کا اکثر وہاں آنا ہوتا، کبھی عرس حضور صدر الافاضل میں، کبھی مدرسہ میں بحیثیت ممتحن اور کبھی تقاریری پروگرام میں تشریف لاتے اور یہ میری خوش نصیبی رہتی کہ آپ کا قیام میرے ہی روم پر ہوتا اور میں آپ سے کافی علمی استفادہ کرتا، بلاشبہ آپ جماعت اہل سنت کے اک مستند عالم دین تھے، آپ کا وصال یقیناً جماعت اہل سنت کا عظیم نقصان ہے۔

فقیر کے دل پر اس وقت کافی صدمہ پہنچا، جب ۱۵ رمضان المبارک بروز اتوار ۱۴۳۸ھ کو یہ خبر حول ناک سننے کو ملی کہ مفتی صاحب قبلہ علیہ الرحمہ کا وصال ہو گیا، دل سے بے ساختہ انا للہ و انا الیہ راجعون نکلا اور فوراً بریلی شریف جانے کا قصد کیا، جب بریلی شریف پہنچا تو دیکھا کہ آپ کا جسد خاکی حضور ازہری میاں قبلہ کے دولت کدہ پر رکھا ہوا ہے، جیسے ہی میری نظر آپ کے چہرے پر ضیا پر پڑی آنکھوں سے آنسوں کی برسات شروع ہو گئی، آپ کے ساتھ میں نے جو بھی ایام گزارے سب مناظر یاد آنے لگے، آپ کے چہرے مبارک پر ایسے نور کی بارش ہو رہی تھی گویا کہ آپ ابھی ابھی سیر جنت سے واپس ہوئے ہیں اور ایسا کیوں نہیں ہو کہ آپ خدا اور رسول جلت عظمتہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق تھے، رات بھر آپ کے چہرے پاک کا دیدار کیا اور صبح بعد نماز فجر ۱۶ رمضان المبارک بروز پیر حضور ازہری میاں قبلہ نے آپ کی نماز جنازہ ادا فرمائی اور آپ کو نمناک آنکھوں سے ستّی قبرستان بریلی شریف میں حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ وارضاہ عنا وافاض علینا من برکاتہ ونعمائہ کے والد ماجد کے متصل دفن کیا گیا، اللہ لم یزل آپ کے مرقد پر اپنے فضل و کرم کی ہمیشہ بارش برسائے اور آپ کی مغفرت فرما کر دارالجنان میں آپ کو سکون بخشے، آمین بجاہ النبی الکریم الامین۔

طالب خیر: محمد ارشد نعیمی قادری کنکرالوی بدایونی

خلیفہ حضور سیدنا شیخ مفتی سید محمد عبدالجلیل قادری ضیائی مدنی مدینہ منورہ

جماعتی شیرازہ بندی کا جذبہ صادق رکھنے والا نہ رہا

رمضان المبارک کی وہ مبارک مگر اداس شام تھی جب مجھے جماعت اہل سنت کے بے باک ترجمان، مسلک اعلیٰ حضرت کے سچے خادم اور ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لئے جدوجہد کرنے والے مخلص عالم دین حضرت مولانا شعیب رضا قادری صاحب علیہ الرحمہ کے انتقال پر ملال کی خبر مجھے پٹنہ میں موصول ہوئی، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا شعیب رضا صاحب کی رحلت حقیقتاً ایک عالم نہیں پورے عالم کی موت ہے، وہ اپنے آپ میں واقعی ایک انجمن تھے، ملک کے ہر حصہ کے علماء سے ان کے والہانہ روابط تھے اور ذاتی نوعیت کے نہیں جماعتی نوعیت کے تھے، ان کی کوشش تھی کہ مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت کا پرچم ہر سو لہرا دیا جائے اور پوری جماعت ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہو جائے تاکہ اسلام دشمن عناصر کا مقابلہ اور اسلامی اقتدار کے فروغ کا کام آسان ہو جائے مگر افسوس عالمانہ زندگی کے اس سفر میں موت آڑے آ گئی اور ان کا مشن ان کی زندگی میں ادھورا رہ گیا، اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات قبول فرمائے اور ان کی مخلصانہ سوچ کا انہیں بہتر اجر عطا فرمائے۔

مجھ سے ان کی ملاقات دہلی، ممبئی، بریلی شریف مختلف مقامات پر ہوئی، جب بھی ان سے ملاقات ہوئی، محبت بھرے انداز میں خیریت پوچھی اور دعاؤں سے نوازا، ان کے ٹوٹ کر ملنے کا انداز دل میں اتر جانے والا ہوتا اور وہ واقعی ہمارے دل میں اترے ہوئے تھے اور اب بھی ان کی جگہ ہمارے دل میں ہے، ان کے لہجہ میں

مٹھاس بھی تھا اور آواز میں کشش بھی اسی کشش کا اثر تھا کہ نوجوان علما کی ایک ٹیم ان سے وابستہ تھی، یقیناً ان کی رحلت سے جماعت کا نقصان ہوا ہے اور ان سے وابستہ علما کے حوصلے کو ٹھیس پہنچی ہے، خدائے پاک شکستہ دلوں کے حوصلے بلند فرمائے تاکہ وہ اپنے مشن پہ لگے رہیں کہ یہ بھی ان کے ایصال ثواب کی بہترین صورت ہے۔

قاضی القضاۃ فی الہند حضور تاج الشریعہ علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری بریلوی دامت برکاتہم القدسیہ اور ان کے گھر والوں کو اس حادثہ سے جو صدمہ پہنچا ہے اس کا اندازہ کون کر سکتا ہے بالخصوص حضور تاج الشریعہ جو خود بھی مسلسل علالت کے شکار ہیں، انہیں اس حادثہ سے جو تکلیف پہنچی ہے، اس کے احساس سے ہی ان کے متوسلین و مریدین کی آنکھیں نم اور دل اداس ہے، پروردگار عالم حضرت مولانا شعیب رضا صاحب کو غریق رحمت فرمائے اور حضور تاج الشریعہ کو اس صدمہ کو سہنے کا حوصلہ عطا فرمائے اور انہیں صحت کلیہ عطا فرمائے، آمین۔

سوگوار: غلام رسول بلیاوی

صدر ادارہ شرعیہ بہار، ایم ایل سی، بہار

تم کیا گئے کہ رونق محفل چلی گئی

علامہ مولانا شعیب رضا نعیمی علیہ الرحمہ کی موت بہت سارے جنون خیز جذبوں کی موت ہے، ہم انہیں دیکھتے تھے کہ جب بھی کہیں سے اگر کوئی سر پھرا بریلویت مخالف نشتر چلاتا تو موصوف کی طبیعت مضطرب ہو جاتی خود لکھتے اور دوسروں کو لکھنے کی ترغیب دیتے خود بولتے اور دوسروں کو بولنے کا حوصلہ بخشتے، مسلک اعلیٰ حضرت کے درد میں یہاں وہاں کہاں کہاں کشاں کشاں دورے پر دورہ کرتے رہتے، موصوف ایک اچھے عالم، عمدہ فاضل اور فقہ و افتا کی باریکیوں پر نظر رکھنے والے تھے، ایک دیدہ ور متقی تھے گفتگو میں قناعت، تقریر میں وزن اور تحریر میں شگفتگی ان کا نمایاں وصف تھا اور سونے پر سہاگہ یہ کہ داماد تاج الشریعہ کی حیثیت سے پلکوں میں سجائے جاتے، دلوں میں بٹھائے جاتے تھے، ان سے مستقبل میں بہت ساری امیدیں وابستہ تھیں مگر افسوس کہ ان کے ساتھ وہ تمام تمنائیں زینت زمین ہو گئیں، ظاہر ہے ان کے جانے کا غم تمام محبان رضویات و بریلویات کو ہے، اللہ تعالیٰ جہان سنیت کو ان کا نعم البدل بخشے اور تمام نمائندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور موصوف کے درجات بلند فرما کر کروٹ کروٹ انہیں جنت الفردوس کی بہاروں کے شادکام فرمائے، آمین۔

شریک غم خاندان تاج الشریعہ

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، الجامعۃ الرضویہ

مفتی شعیب رضا نعیمی ایک سچے وارث نبی تھے

حضور رحمت عالم نور مجسم ﷺ کے اس عالم ظاہری دنیا سے تشریف کے جانے کے بعد آج تک تعلیمات دین کو عام و تام کرنے میں علمائے دین نے جو عظیم خدمات انجام دیں، وہ تاریخ کا ایک سنہرہ باب ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

آپ کے بعد نت نئے فتنوں نے جنم لیا، اسلام کے خلاف پروپگنڈے کئے گئے، وقت کے بڑے بڑے فراعنہ نے ظلم و جبر کی انتہا کر دی، کہیں علمائے حق کو حق سے باز رکھنے کے لئے انہیں قید و بندی کی سزائیں سنائی گئیں، تو کہیں تختہ دار پر چڑھایا گیا اور کبھی اسلامی تعلیمات میں تحریف و تنقیص کر کے مسلمانوں کے درمیان فرقوں کو وجود دیا گیا، لیکن الحمد للہ خالق کائنات نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کے صدقے علمائے حق کو وہ قوت بخشی کہ وقت کے ہر فتنے اور باطل فرقے کا علمی و عملی جواب دیا، ایسے ہی فتنوں میں چودہویں صدی کا ایک عظیم فتنہ فرقہ دیوبندیت و وہابیت بھی ہے، جسے انگریزوں نے اپنے مفاد کی خاطر فروغ دیا، یوں تو علمائے حق نے ابتدا سے ہی اس کا رد و ابطال کیا لیکن فرقہائے باطلہ کے رد تبلیغ کا سہرا عاشق رسول، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کے سر ہے، آپ نے پوری زندگی احقاق حق و ابطال باطل کے لئے وقف کر فرمادی، آپ کے بعد آپ کے جانشین حضور حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم ہند علیہما الرحمہ نے اسی مشن کو آگے بڑھایا اور اب موجودہ وقت میں اسی مسلک حق مسلک اعلیٰ حضرت کی سچی ترجمانی کا حق وارث علوم اعلیٰ حضرت جانشین حضور مفتی اعظم

ہند مرشدی حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری مدظلہ العالی فرمارہے ہیں، آپ ایک کامیاب مدرس ماہر مفتی اور مبلغ ہی نہیں بلکہ اس وقت ہی اہلسنت کے امیر ہیں۔

اچانک ۱۵؍ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ کو ۱۲؍ بجے دن کو آپ کے داماد حضور مفتی شعیب رضا قادری نعیمی علیہ الرحمہ کے وصال کی خبر موصول ہوئی، جس کو سن کر دل کو کافی رنج ہوا، تاج الشریعہ کو جو قلبی تکلیف پہنچی ہے، ہم اس کا اندازا نہیں کر سکتے، ہم حضرت کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔

حضور مفتی شعیب رضا صاحب قبلہ علیہ الرحمہ سرکار تاج الشریعہ کے نائب کی حیثیت سے ملک و بیرون ملک کی بے شمار تقریبات میں مسلک کی خدمت کا شرف حاصل کیا، اس کے علاوہ شرعی کونسل آف انڈیا بریلی شریف کے سیمیناروں میں اپنے گرانقدر مقالات کے ساتھ شرکت فرمارہے تھے، فقیر کو متعدد پروگراموں میں حضرت کے ساتھ شرکت کی سعادت حاصل رہی، خوشگوار ملاقاتیں رہیں، حضرت اپنائیت سے ملتے، ہم غلاموں کی حوصلہ افزائی فرماتے، مزید دینی و مسلکی کام کا جذبہ دلاتے، اپنی طرف سے ہر ممکن تعاون فرماتے تھے، حضرت کی علالت پریشان کن تو تھی ہی، لیکن وصال کی خبر نے تو صدمہ جانکاہ سے دوچار کیا، اللہ کریم اپنے پیارے محبوب ﷺ کے صدقے حضرت کو غریق رحمت فرمائے اور درجات کو بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہم غربا اہلسنت کو حضرت کا نعم البدل فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم و علیٰ آلہ افضل اصلوٰۃ و التسلیم۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

خاکسار: جمال احمد صدیقی علیمی
سنی سلیمانیہ مسجد، ساکی ناکہ، ممبئی

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

اس عالم آب و گل میں جو بھی آتا ہے، جانے کے لئے ہی آتا ہے اور جانے والا اپنے پیچھے اپنے رشتہ دار دوست واحباب کو سوگوار چھوڑ جاتا ہے لیکن کچھ جانے والے ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کے جانے سے صرف رشتہ دار اور متعلقین ہی مغموم نہیں ہوتے ہیں بلکہ اطراف واکناف کے علاقے بھی ماتم کدہ بن جاتے ہیں، ایسے ہی جانے والوں میں داماد حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شعیب رضا قادری نعیمی علیہ الرحمہ ہیں جنھوں نے احباب واقارب اور قرب وجوار کے لوگوں کو سوگوار چھوڑ کر اس دار فانی کو خیرآباد کہہ دیا۔

مولانا مرحوم خطیب وقت بڑے خوش مزاج اور ہر دل عزیز انسان تھے، زبان شیریں تھی، خطابت کا جوہر ایسا تھا کہ بات دلوں میں اتر جاتی تھی، انہوں نے اپنی پوری زندگی مسلک حق مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت میں گزاردی یعنی ہمیشہ ملت کی اصلاح کی فکر کرتے رہے، حضرت اپنے انداز خطابت اور اسلوب تربیت سے ہزاروں افراد کے دلوں پر راج کرتے رہے، اپنی گفتگو اور خلق حسن سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے رہے، ہمیشہ سنیت کے فروغ واستحکام کے لئے کوشاں رہے۔

مولانا مرحوم کی بیماری کی اطلاع موصول ہوئی مگر اس حادثہ کا اندیشہ نہ تھا کیوں کہ ان کی عمر کے پیش نظر دل کو یہ تسلی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت عطا فرمائے گا اور وہ دینی وعلمی خدمات میں دوبارہ مصروف ہو جائیں گے لیکن کیا مقدرات پر کسی کا زور چلا ہے؟ مولانا مرحوم لمبی علالت کے بعد خالق حقیقی کے بلاوے پر لبیک کہتے ہوئے اس دار فانی سے کوچ کر گئے، ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ و کل شئی عندہ باجل مسمیٰ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بلاشبہ حضرت مولانا کی وفات ملت اسلامیہ کے لئے عمومی طور پر اور اہل بریلی کے جملہ احباب کے لئے خصوصی طور پر ایک بہت بڑا خسارہ ہے لیکن قضاوقدر کے فیصلے پر صبر وشکیب کے علاوہ چارۂ کار نہیں، لاریب یہ حادثہ ایسا دل ودماغ کو متاثر کرنے والا ہے جس کا اثر بہت دنوں تک قائم رہے گا۔

راقم السطور اپنے تمام اہل خانہ اور جامعہ چشتیہ (محلہ خانقاہ پورن پور پیلی بھیت شریف یوپی) کی جانب سے مولانا مرحوم کے

انتقال پر ملال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے، جملہ اقارب و لواحقین کے غم میں برابر کا شریک ہے پسماندگان کے لئے اس شعر کے ساتھ صبر جمیل کی دعا کرتا ہے:

فاصبر لكل مصيبة و تجلد
واعلم بأن المرء غير مخلد
فاذا ذكرت مصيبة ومصابه
فاذكر مصابك بالنبي محمد

اللهم اغفر له وارحمه وادخله جنة الفردوس الاعلى مع الابرار والصديقين وعباد الله الصالحين۔

محمد ذیشان حنفی
وارد حال: الازہر یونیورسٹی، قاہرہ مصر

جانے والے تیرا خدا حافظ

اس عالم رنگ و بو میں موجود ہر نفس پر موت کا طریان ہونا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: کل نفس ذائقة الموت (ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے) نیز دوسری جگہ صاف ارشاد ہے: کل من علیها فان الخ (دنیا میں موجود ہر شئی کو فنا ہونا ہے) بقا دوامی صرف اللہ وحدہ لاشریک کی ذات کو حاصل ہے، پھر خدائے قہار و جبار کی طرف سے یہ بھی متعین کر دیا گیا ہے کہ کس کو کب اور کہاں لقمۂ اجل بننا ہے، فرمان عالی شان ہے: لن یؤخر الله نفسا اذا اجلها (جب کسی نفس کو موت آتی ہے اس سے ایک پل بھی اللہ تعالیٰ موت کو مؤخر نہیں فرمائے گا) اس امر مسلم اور واقع سے کسی کو رستگاری نہیں ہے، اس راہ سے ہر ایک کو صرف ضرور گزرنا ہے اور اپنے وقت متعین پر روح کو قفس عنصری سے ضرور پرواز کرنا ہے گرچہ اس سے بچنے کا انتھک کوششیں اور پختہ تدبیر بروئے کار لے آئی جائیں۔

ارشاد مولائے علیم و خبیر ہے: اینما تکونوا یدرککم الموت ولو کنتم فی بروج مشیّدة۔ (اور تم جہاں کہیں رہو تمہیں موت آلے گی گرچہ تم پختہ مضبوط عمارتوں میں رہوں) نیز کسی تدبیر ظاہری سے موت کے وقت میں تقدیم وتاخیر کی بھی گنجائش نہیں ہے، اس لئے ہر مؤمن اپنی موت کا یقین رکھتا ہے اور اس کے متعین وقت پر بھی کامل اعتماد رکھتا ہے۔

ابھی حال میں مذکورہ مسلمات کے مطابق اہل سنت وجماعت کے ایک عظیم سرمایہ، مذہب وملت کا کامل درد رکھنے والے اور ہر موڑ پر امت مسلمہ کی صحیح رہنمائی فرمانے والے صائب الفکر، بلند پایہ مفکر و مبلغ داماد حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ الشاہ مفتی محمد شعیب رضا قادری رضوان اللہ تعالیٰ علیہ الرحمہ دیکھتے ہی دیکھتے ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو کر ہمیں داغ مفارقت دے گئے، جسے ہم تقدیر الٰہی اور حکمت خدائی ہی جانتے ہیں مشہور مقولہ ہے: فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمت (حکیم کا کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے) یہ اس ذات بے نیاز کی حکمت بالغہ ہی ہے کہ اس نے جب تک مناسب جانا اپنی عطا کردہ نعمت کو ہمارے مابین چھوڑ رکھا اور جب اسے پسند آیا اس نے وہ نعمت واپس لے لی، اس لئے ہر حال میں ہم بندے اس کی حکمت پر راضی اور اس کے شکر گزار ہیں کہ وہ رحمت و برکت کا سمندر بہانے والا معبود اپنے بندوں پر کبھی بھی ظلم نہیں فرماتا ہے: انه لیس بظلام للعبید (بیشک وہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا) اللہ رؤف ورحیم حضرت مفتی صاحب کو غریق رحمت فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں اعلیٰ علّیین میں موضع خاص عطا فرمائے، نیز پسماندگان واہل خانہ کے لئے غیب سے سامان سکون واطمنان فراہم فرمائے آمین۔

آپ کی رحلت کا اضطرابانہ اثر پوری قوم وملت بالخصوص علمائے اہلسنت پر ہے اور ہم سب آپ کے پسماندگان واہل خانہ کے رنج میں برابر کے شریک ہیں اور دعائے خیر کے لئے لب کشا ہیں۔

ابر رحمت تیری رحمت مرقد پر گہرباری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

دعا گو: فقیر قمر الدین احمد رضوی قادری
خادم جامعہ اشرفیہ مسعود العلوم چھوٹی تکیہ، بہرائچ شریف یوپی

مفتی شعیب رضا دین کے مخلص پیشوا تھے

یہ خبر نہایت افسوس ناک ہے کہ عالم اسلام کی عبقری شخصیت

تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری میاں دامت برکاتہم القدسیہ کے داماد اور خلیفہ و معتمد حضرت علامہ مفتی شعیب رضا دنیائے فانی سے عالم باقی کی طرف کوچ کر گئے۔

اسی وعدۂ الٰہیہ کے مطابق کتنے افراد دنیا میں آئے اور گئے اور کتنے جاتے رہیں گے کہ ملک الموت سے کوئی بھی رستگاری نہیں پا سکتا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **کل نفس ذائقة الموت** (آل عمران ۱۸۵) ہر جان کو موت چکھنی ہے، **کل من علیھا فان** (الرحمٰن ۲۶) زمین پر جتنے ہیں سب کو فنا ہے۔

لیکن علمائے ربانیین کی موت سے پوری دنیا سوگوار ہو جاتی ہے کیونکہ یہ علمائے کرام اپنے مخلصانہ کردار و عمل کے ذریعے دنیا میں دین و سنیت کے فروغ و استحکام کے لئے جدوجہد کرنے والے ہوتے ہیں، علم اسلام کو بلند اور اعدائے دین و سنیت کو سرنگوں کرنے میں مصروف العمل ہوتے ہیں، ان کی رحلت سے ناقابل تلافی نقصان کا بار گراں دین و سنیت کو اٹھانا پڑتا ہے، اس حقیقت کا اظہار عربی کے اس مقولہ سے بھی ہو جاتا ہے کہ **موت العالم موت العالم** ایک عالم کی موت پوری دنیا کی موت ہوتی ہے کہ اچھے عالم کی موت سے ہر طرف غم و اندوہ کے بادل چھا جاتے ہیں، اس لئے کہ لوگ اپنے دینی پیشوا سے محروم ہو جاتے ہیں۔

موجودہ دور کے انہیں مقتدر علمائے کرام میں ایک نمایاں نام حضرت مفتی شعیب رضا قادری کا بھی ہے، جن کے انتقال سے اہل سنت و جماعت نے اپنے ایک مقتدر پیشوا کو کھو دیا ہے، وہ دین و سنیت کی خدمات جلیلہ اور اس کے فروغ و استحکام کے لئے ہمیشہ آمادہ نظر آتے، ان کے مذہبی رعب و جلال سے ایوان وہابیت متزلزل ہو جاتی، وہ اس دور میں رضوی پیغامات و تعلیمات سے دنیا کو متعارف کرانے میں بہت اہم مقام کے حامل تھے، انہی مذہبی جذبات کی بنا پر حضور تاج الشریعہ آپ سے بے پناہ محبت فرماتے، ان کی وفات سے عالم اسلام نے اپنا ایک ایسا مخلص پیشوا کھو دیا ہے، جس کی تلافی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، مولائے کریم حضرت مفتی صاحب کے درجات بلند فرمائے اور پس ماندگان کو صبر و شکر کی نعمت عطا فرمائے، آمین۔

سوگوار: محمد صلاح الدین رضوی

استاذ جامعہ ضیائیہ فیض الرضا، ددری سیتامڑھی بہار

مفتی محمد شعیب رضا نعیمی بے مثل خوبیوں کے مالک تھے

رمضان المبارک بے پناہ خیرات و برکات کا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خصوصی نوازشات فرماتا ہے، ہر شخص زیادہ سے زیادہ رحمت الٰہی کو اپنے دامن میں سمیٹنے کی کوشش میں ہوتا ہے، ہر لمحہ عبادت الٰہی میں صرف ہو، یہ ہر نیک طبیعت شخص کی اولیں خواہش ہوتی ہے، حاجت مندوں کے لئے خیرات، صدقات اور عطیات کے ابواب کھلے رہتے ہیں، جن پہ رب تبارک وتعالیٰ کا خصوصی کرم ہوتا ہے، وہ دل کھول کر غربا و مساکین اور اہل حاجت کے غم میں شریک ہوتے ہیں اور ان کا ہر ممکن تعاون کرتے ہیں، رمضان المبارک میں خوشیاں بکھری ہوئی ہوتی ہیں، ہر شخص کے لبوں پر خوشی و مسرت کے نغمات ہوتے ہیں، ایسے پر مسرت ماحول میں کسی طرف سے غم کا کوئی چھوٹا سا جھونکا بھی آتا ہے تو خوشیوں کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے اور اگر کوئی غم کی آندھی آتی ہے تو انسان بکھر سا جاتا ہے۔

داماد حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی شعیب رضا نعیمی علیہ الرحمہ کا وصال حسرت آیات غم کی آندھی کی شکل میں سامنے آیا اور اہل سنت کے مسرت بھرے ماحول کو سوگوار کر گیا، کسی نے سوچا نہیں تھا کہ وہ اتنا جلد ہم سے ہمیشہ ہمیش کے لئے جدا ہو جائیں گے، قدرت کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے، قدرت کے فیصلے کے سامنے انسان بے بس ہوتا ہے، مفتی صاحب میں بہت ساری خوبیاں تھیں، وہ اپنی خوبیوں کی بنیاد پر ہر طبقے میں مقبول و محبوب تھے، ان سے اس رضوی غلام کے بڑے اچھے تعلقات تھے، ان کے کرم کی بارشوں میں اپنا پورا وجود شرابور ہے، ان کا وصال حضور تاج الشریعہ کی فیملی کے لیے خصوصاً اور خدام اہلسنت کے لیے عموماً بہت بڑا جھٹکا ہے، ہم ذاتی طور پر حضور تاج الشریعہ کی فیملی کے غم میں برابر کے شریک ہیں، دعا ہے کہ رب کائنات اہلسنت کو ان کا بدل اور ان کے اہل

خاندان واہل عقیدت کو صبر جمیل فرمائے، آمین۔

غم زدہ: آس محمد خان رضوی
محبا نڈوب، ممبئی

وہ شمع انجمن کی حیثیت سے تنہا اور منفرد تھے

فخر صحافت گرامی منزلت مفتی نشتر فاروقی صاحب! سلام مسنون مزاج گرامی؟

داماد تاج الشریعہ حضرت علامہ ومولانا مفتی شعیب رضا صاحب علیہ الرحمہ کے سانحۂ ارتحال سے اہل سنت وجماعت کو جو صدمہ پہنچا وہ بیان سے باہر ہے اور اس حادثۂ فاجعہ سے جو خلا پیدا ہوا وہ شاید ہی پورا ہوگا، حضرت علامہ مرحوم ومغفور کام کے آدمی تھے اور کام ہی سے مطلب رکھتے تھے، مزید یہ کہ داماد تاج الشریعہ کی حیثیت سے عوام وخواص میں ان کی جو شناخت وپہچان ہوئی وہ اپنی جگہ ایک خوش آئند بات ہے، سفر وحضر میں انھیں جو تاج الشریعہ کی جو معیت وہم رکابی کا شرف واعزاز حاصل رہا، وہ ان کی زندگی سنہرا باب ہے، ان کی ذاتی صلاحیت واستعداد اور دینی جذبات وکارنامے ہیں، ان سے زمانہ واقف وآگاہ ہے، حضور تاج الشریعہ سے وابستگی کے بعد ان کے فضل وکمال میں جو چار چاند لگے وہ بھی ان کی زندگی کا ایک ناقابل فراموش اور زریں مرحلہ ہے۔

وقت کا مورخ کچھ لکھے یا نہ لکھے مگر تاج الشریعہ سے ان کی عقیدت ووابستگی کی تاریخ ضرور لکھے گا، کیوں کہ ان سے جس کو ادنیٰ درجہ کا تعلق ہوتا یا ملاقات کا شرف حاصل ہوتا ہے، وہ عمر بھر اپنی قسمت پر فخر وناز کرتا ہے، اس نقطۂ نظر سے اگر حضرت علامہ مفتی شعیب رضا نعیمی مرحوم کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ وہ شمع انجمن کی حیثیت سے تنہا اور منفرد ہیں، وہ ہم سے جدا ہوکر تو دار آخرت میں چلے گئے مگر ان کے جانے کا جو غم واندوہ ان کے گھر والوں اور حضور تاج الشریعہ کو ہوا، اس میں صرف ہم ہی نہیں، تمام برادران اہل سنت شریک ہیں، فقط والسلام

شریک غم: محمد عیسیٰ رضوی قادری
شیخ الحدیث مدرسہ مظہر العلوم، گرسہائے گنج، قنوج

فکر رضا کی ترویج ان کی حیات کا بنیادی مقصد

بریلی شریف سے ہمارا رشتہ دینی بھی ہے اور روحانی بھی، ہمارے دلوں میں عشق رسالے مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جو چراغ جگمگا رہا ہے، وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کی دَین ہے، عالمی برادری پر ان کے جو احسانات ہیں، لفظوں کے ذریعہ ان احسانات کی شکر گزاری بہت مشکل ہے، لفظوں کے حدود ہوتے ہیں، جن کی پیمائش ہوسکتی ہے، لیکن ان کے کرم کے حدود ہماری عقلوں سے فزوں تر ہیں، یہی وجہ ہے کہ جن کے سینوں میں ایمان ویقین کا چراغ روشن ہے، ان کی نگاہیں ہر وقت بریلی شریف کی طرف لگی رہتی ہیں، ان کی ہر وقت یہ خواہش رہتی ہے کہ چمن اعلیٰ حضرت تک خزاں کے کسی ادنیٰ جھونکے تک کی رسائی نہ ہوسکے، لیکن ایسا ممکن نہیں ہے، قدرت کا اپنا نظام ہے اور ہر چمن نظام قدرت کے زیر اثر ہے، اس مقام پر سوائے سر تسلیم خم کرنے کے، کوئی چارہ نہیں ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شعیب رضا قادری نعیمی علیہ الرحمہ کا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی کے چمن سے بڑا قریبی رشتہ تھا، وہ ہمارے مرشد اجازت حضور تاج الشریعہ کے داماد تھے، اسی ۱۵؍رمضان المبارک کو وہ اللہ کے پیارے ہوگئے، ان کے وصال کی خبر سن کر ہماری آنکھیں نمناک ہوگئیں جواب تک نمناک ہیں، وہ عالم تھے، فاضل تھے، داعی تھے اور مبلغ تھے، ان کے مقاصد حیات میں فکر اعلیٰ حضرت کی ترویج کو بنیادی حیثیت حاصل تھی، وہ بہت کچھ کرنا چاہتے تھے، لیکن زندگی نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا، ان کے جانے کا غم خاندان حضور تاج الشریعہ کا انفرادی غم نہیں بلکہ اجتماعی ہے، اس غم کے حصار میں پوری جماعت ہے، ہم ان کے بلندیٔ درجات کے لئے دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جماعت اہل سنت کو ان کا بدل عطا فرمائے اور ان کے پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔

شہید غم: محمد قمر الزماں رضوی مصباحی
پرنسپل جامعہ رضویہ، مغل پورہ پٹنہ، بہار ■■■

حضرت مفتی شعیب رضا قادری نعیمی علیہ الرحمہ کے ایصال ثواب کے لئے منعقد چند

محافل ایصال ثواب

کی ایک مختصر روداد

محفل ایصال ثواب حضرت مفتی شعیب رضا نعیمی علیہ الرحمہ

آج بتاریخ ۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ بمطابق ۱۲؍جون ۲۰۱۸ء بعد نماز مغرب وجئے نگر کانپور یوپی میں ایک نوری محفل منعقد ہوئی، جس کی صدارت حضرت علامہ مفتی شمیم احمد صاحب نوری نائب قاضی شہر کان پور نے کی جبکہ انتظام وانصرام خلیفۂ تاج الشریعہ ڈاکٹر الحاج الیاس عالم نوری وجئے نگر نے کیا، اس محفل میں شہر کان پور کے حضرت علامہ خیبر عالم نوری، مولانا دلدار حسین صاحب، مولانا احمد صاحب قادری، مولانا محمود رضا صاحب قادری، حافظ محمد شبیر صاحب، حافظ حسن رضا قادری وغیرہم جیسے حفاظ وعلمائے کرام نے شرکت فرمائی، ساتھ ہی عوام اہل سنت نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

قران خوانی، فاتحہ خوانی، نعت ومنقبت خوانی وغیرہ کے بعد سلام ہوا اور مفتی شمیم نوری کی دعا پر محفل کا اختتام ہوا، تمام علماء وحفاظ کرام اور خلیفۂ تاج الشریعہ نے نمناک آنکھوں سے دعائیں کی کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی شعیب رضا قادری نعیمی صاحب علیہ الرحمہ کی مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور قوم وملت کو حضرت کا نعم البدل عطا فرمائے، آمین۔

رپورٹ: جماعت رضائے مصطفیٰ

شاخ وجئے نگر کانپور، یوپی

مفتی محمد شعیب رضا نعیمی کا وصال اہلسنّت کا عظیم نقصان

ممبئی ۱۱؍جون: بریلی شریف سے موصولہ اطلاع کے مطابق خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد شعیب رضا نعیمی وصال فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون، مفتی صاحب طویل مدت سے علیل تھے، آپ کی رحلت یقیناً اہل سنت وجماعت کا عظیم نقصان ہے، آپ نے اپنے باوقار اسفار کے ذریعے خدمت دین کا فریضہ انجام دیا، بریلی شریف کی دینی، علمی، تعلیمی، قلمی وسماجی سرگرمیوں سے وابستہ رہ کر ملک بھر میں پراثر خدمات انجام دیتے رہے، آپ کو حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان قادری دامت برکاتہم العالیہ سے شرف دامادی حاصل تھا، اس طرح کا بیان دیتے ہوئے رضا اکیڈمی کے سربراہ الحاج محمد سعید نوری صاحب نے کہا کہ ہمیں ایسے عظیم ولائق وفائق عالم ربانی کے وصال پر شدید رنج ہے جن کی خدمات کے نقوش سمتوں میں پھیلے ہوئے ہیں، موصوف نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ مفتی محمد شعیب رضا نعیمی صاحب کی خاموش خدمات ہمیشہ یاد کی جائیں گی، موصوف نے کم وقت میں لائق قدر کام انجام دیئے، حضور تاج الشریعہ دامت برکاتہم العالیہ کے ذریعے کتب اعلیٰ حضرت کے تراجم سے متعلق بھی بڑی تندہی سے کام کیا، آپ نے حضور تاج الشریعہ کے دورے کثیر علاقوں میں کرائے جہاں سنیت کو فروغ ملا اور اہل سنت کا بول بالا ہوا، الحاج محمد سعید نوری نے حضور تاج الشریعہ کی خدمت میں تعزیت پیش کی، رضا اکیڈمی کی طرف سے ایصالِ ثواب کیا گیا، نیز خانوادۂ حضور تاج الشریعہ، پس ماندگان، خانوادہ کے تمام افراد سے اظہار تعزیت کیا گیا۔

رپورٹ: محمد عارف رضوی

سکریٹری رضا اکیڈمی ممبئی

جان کی اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

ممتاز عالم دین باصلاحیت مفتی شرع داماد حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد شعیب رضا نعیمی کے انتقال پر ملال کی خبر شہر ردولی شریف میں رنج وغم کے ساتھ سنی گئی، عالم حق بیان حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ صاحب صدیقی حشمتی سربراہ اعلیٰ دارالعلوم مخدومیہ

نے مولانا نعیمی کے انتقال کو دنیائے سنیت کا بہت بڑا نقصان قرار دیا، مولانا صدیقی نے بتایا کہ مولانا نعیمی علیہ الرحمہ تدریس تقریر اور افتاء میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے، کئی مرتبہ دارالعلوم مخدومیہ کی پیغام حق کانفرنس اور ملک کے متعدد صوبوں میں مولانا مرحوم کے ساتھ رہ کر ان کی ایمان افروز تقریریں سننے کا موقع ملا اور سینکڑوں بار کی ملاقات میں مولانا نعیمی علیہ الرحمہ سے اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے تبادلۂ خیال کا موقع ملا، مرحوم اپنے سینے میں ایک دردمند دل اور حسّاس جذبہ رکھتے تھے۔ ع

ابر رحمت ان کی مرقد پر گہرباری کرے

بعد نماز تراویح ردولی شریف کی جامع مسجد میں ایک جلسۂ تعزیت اور ایصال ثواب کا انتظام کیا گیا۔ ؎

لحد میں عشق رخ شہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشم نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

ہم غلامان حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کی دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مولانا مفتی شعیب رضا نعیمی علیہ الرحمہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، سبھی پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کو صحت وسلامتی کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے، آمین، ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

شریک غم: اساتذہ ارکان وطلبہ
دارالعلوم مخدومیہ رضا نگر ردولی شریف، ضلع فیض آباد

علم وفضل کا ایک اور چراغ بجھا

نعیمی ورضوی درسگاہ کے اس فرزند نے اشاعت دین میں مثالی خدمات انجام دیں

مالیگاؤں ۱۱؍جون: بریلی شریف سے موصولہ اطلاع کے مطابق خلیفۂ تاج الشریعہ حضرت مفتی محمد شعیب رضا نعیمی وصال فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، مفتی صاحب طویل مدت سے علیل تھے، آپ کی رحلت یقیناً اہل سنت وجماعت کا عظیم نقصان ہے، آپ علم دوست تھے اور بہترین مصلح وخطیب بھی، آپ نے اپنے باوقار اسفار کے ذریعے خدمت دین کا فریضہ انجام دیا، بریلی شریف کی دینی، علمی، تعلیمی، قلمی وسماجی سرگرمیوں سے وابستہ رہ کر ملک بھر میں پر اثر خدمات انجام دیتے رہے۔

آپ کو حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی اختر رضا خان قادری دامت برکاتہم العالیہ سے شرف دامادی حاصل تھا، ایسے نوجوان عالم دین کا وصال یقیناً عظیم رنج وصدمہ کا باعث ہے، اللہ تعالیٰ موصوف کی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات سے نوازے، رضا اکیڈمی ممبئی کے سربراہ الحاج محمد سعید نوری نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ مفتی محمد شعیب رضا نعیمی کی خاموش خدمات ہمیشہ یاد کی جائیں گی، موصوف نے کم وقت میں لائق قدر کام انجام دیئے، آپ نے حضور تاج الشریعہ کے دورے کثیر علاقوں میں کرائے، جہاں سنیت کو فروغ ملا۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی (ممبئی) نے فرمایا کہ مفتی صاحب کی رحلت سے جو خلا ہوا ہے وہ پر ہونا مشکل ہے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے، مفتی سید محمد رضوان شافعی (کوکن) نے فرمایا کہ آپ کی گفتگو بڑی پر اثر ہوا کرتی تھی، آپ نے دین وسنیت کی اشاعت کے لیے اپنی حیات کا بڑا حصہ دوروں کی نذر کیا، جس کے عمدہ اثرات ظاہر ہوئے۔

ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کے صدر سید وجاہت رسول قادری، خانقاہ سلطانیہ چشتیہ دیوئ شریف کے حضرت مولانا سید فاروق میاں چشتی، امام مصطفیٰ رضا ریسرچ سینٹر ڈربن کے مولانا آفتاب قاسم رضوی، مفتی ذوالفقار خان نعیمی (کاشی پور اترا کھنڈ) سید فرقان علی چشتی (درگاہ شریف اجمیر مقدس) مولانا عبدالحی نسیم القادری، محمد میاں مالیگ، نیاز احمد مالیگ (لندن) نے تعزیت کی اور اظہار رنج فرمایا۔

غلام مصطفیٰ رضوی نے کہا کہ مفتی محمد شعیب رضا نعیمی اشاعتی وعلمی کاموں کو پسند فرماتے تھے، اس سلسلے میں ان سے جب بھی رابطہ ہوا حوصلہ افزا گفتگو کی اور رہنمائی بھی کی، مفتی صاحب کے لیے

اہل سنت کی تنظیموں اور اداروں میں ایصال ثواب کیا گیا، ہم افراد خانہ کے غم میں شریک ہیں اور دعائے صبر کرتے ہیں۔

رپورٹ: نوری مشن مالیگاؤں

مفتی محمد شعیب رضا نعیمی! ایصال ثواب کی محافل میں

۱۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ/ ۱۱ر جون ۲۰۱۷ء کی دوپہر بریلی شریف سے یہ دل سوز اطلاع ملی کہ خلیفہ و تلمیذ و دامادِ حضور تاج الشریعہ مفتی محمد شعیب رضا نعیمی رحلت فرما گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نعیمی صاحب کی ذات ہمہ جہت، ہمہ وصف اور متحرک وفعال تھی، متعدد نشستیں رہیں، کم سخنی کے باوصف اہم و ضروری باتیں کرتے، تعمیر کی جانب صفت سیل رواں بڑھنے کا جذبہ تھا، یہی وجہ رہی کہ مقبولیت کی بلندیوں پر فائز ہوئے، ان کی مقبولیت ایسی کہ بعد از وصال سب بول اُٹھے، سمتوں سے صدائے دل نواز بلند ہونے لگی، ہاتھ دُعا کو اُٹھ گئے، زباں پر کلمات مغفرت جاری ہو گئے، خوبیوں کے موتی، عقیدتوں سے چُنے گئے، تعزیتی نشستیں ہوئیں، اکابر علما، مشائخ، ارباب تحقیق، اہل قلم سبھی نے اظہارِ رنج وملال کیا، ایصال ثواب کی بزمیں سجائیں، حرمین کی مشک بار فضاؤں میں بھی ایصالِ ثواب کیا گیا۔

برقی پیغامات کے ذریعہ اظہارِ دُکھ کیا گیا، نعیمی صاحب کی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کیا گیا، حضور تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری دامت برکاتہم العالیہ و افرادِ خانہ سے اس حزن کی گھڑی میں اپنی شرکت کا اظہار کیا گیا، ذیل میں دُعائے مغفرت و ایصالِ ثواب اور تعزیت کرنے والے بعض مشاہیر کے نام پیش کیے جاتے ہیں:

محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی، (گھوسی) مفتی محمد مجیب اشرف (ناگپور)، علامہ سید مظفر شاہ قادری، سید وجاہت رسول قادری (کراچی) سید عبدالقادر جیلانی، الحاج محمد سعید نوری (ممبئی) مفتی سید محمد رضوان شافعی رفاعی (کوکن) مولانا آفتاب قاسم رضوی (ڈربن) مفتی عبدالرحمٰن قادری رضوی، ملک محبوب الرسول قادری، مولانا ندیم اختر القادری، مولانا نعیم اختر القادری، مولانا انعام المصطفیٰ اعظمی، مولانا احمد رضا ابن مفتی نصر اللہ خان افغانی، ڈاکٹر حاجی حنیف طیب، شیخ الحدیث مولانا اسماعیل ضیائی (دارالعلوم امجدیہ کراچی) مولانا عبداللہ قادری ابن مولانا نور احمد قادری (کھاریاں) مولانا مفتی محمد مسعود و برادران، ڈاکٹر مفتی محمد اشرف آصف جلالی، مولانا حافظ عطاء الرحمٰن، مفتی حامد سرفراز قادری رضوی (لاہور) نعیم طاہر اختر القادری، سید صابر حسین شاہ بخاری (برہان شریف) سید منور علی شاہ بخاری (امریکہ) مفتی شفیق الرحمٰن (ہالینڈ) علامہ قمر الزماں اعظمی، محمد میاں مالیگ، علامہ محمد ارشد مصباحی، ابوزہرہ رضوی، نیاز احمد مالیگ (لندن) ڈاکٹر محمد عاطف راؤ، ڈاکٹر مجید اللہ قادری (کراچی یونیورسٹی کراچی) مفتی شمشاد احمد مصباحی (گھوسی) ڈاکٹر عرفان محی الدین ربانی، مولانا محمد ذاکر نوری، مولانا بشارت صدیقی اشرفی (حیدرآباد) مولانا ڈاکٹر عبدالعلیم قادری (اندور) مولانا لیاقت رضا نوری (اجین) مولانا غلام مصطفیٰ برکاتی (نوساری) مولانا غلام مصطفیٰ نعیمی، مولانا انوار احمد امجدی (دہلی) حاجی محمد یونس رضوی، مولانا مبشر حسن نوری، قاری محمد رئیس اشرفی، عبدالرؤف پٹیل، مولانا ہاشم رضا نا سک، نیز سیکڑوں علما و مشائخ نے تحریری اور زبانی تعزیت کی جن کے نام اس فہرست میں نہ آسکے، ان سے معذرت چاہتے ہیں، اللہ کریم! مفتی محمد شعیب رضا نعیمی کے درجات بلند فرمائے، ان کے فیضانِ علم سے اہلسنّت کو شاد کام فرمائے اور حضور تاج الشریعہ و افرادِ خاندان کو صبر جمیل دے، آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

مالیگاؤں میں نوری مشن نے رضا لائبریری میں ایصال ثواب کی محفل منعقد کی، ارکان نے ان کی علم دوستی بیان کی، خراج عقیدت پیش کیا، مالیگاؤں کی سنی مساجد، مدارس میں قرآن خوانی کا اہتمام ہوا، کئی سنی تنظیموں، تحریکوں، اداروں نے تعزیت کی اور آپ کے وصال کو اہل سنّت کا عظیم سانحہ و نقصان قرار دیا، نوری مشن ناسک نے بھی ایصال ثواب کیا۔

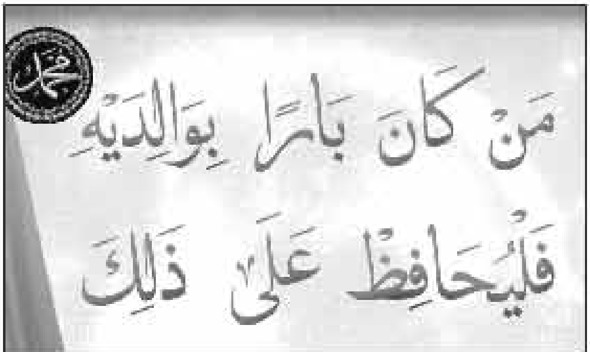
رپورٹ: غلام مصطفیٰ رضوی
نوری مشن مالیگاؤں

مفتی شعیب رضا نعیمی علیہ الرحمہ کے لئے محفل قرآن خوانی

ٹاٹا بوکارو: ۱۱ رجون ۲۰۱۷ء بروز اتوار قریب ۱۲ بجے دن کو بریلی شریف سے پردل سوز اطلاع ملی کہ تلمیذ و خلیفہ اور داماد حضور تاج الشریعہ مفتی محمد شعیب رضا نعیمی طویل علالت کے بعد رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مفتی صاحب قبلہ کی ذات ہمہ متحرک اور فعال قسم کی تھی، بہ کم اور تعمیری ذہنیت کے حامل تھے، آپ نے متعدد بار جھارکھنڈ کا دورہ فرما کر یہاں کی سنیت مضبوط و مستحکم فرمایا۔

جیسے ہی داماد تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی شعیب رضا قادری نعیمی کے وصال پر ملال کی خبر وحشت اثر جدید ذرائع ابلاغ سے شہر بوکارو پہنچی، ہر طرف رنج وغم کے بادل چھا گئے، ہر دل ماتم کدہ بن گیا، الحاج ابوالکلام نے اپنے غریب خانے پر ایک محفل قرآن خوانی منعقد کی جس میں علماء نے مفتی صاحب کے کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا، آخر میں ان کے لئے بلندی درجات اور پس ماندگان کے لئے صبر وشکر کی دعا کی گئی۔

رپورٹ: محمد عصام رضا، بوکارو جھارکھنڈ ■■■



جھوٹ کی نحوست

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے (رحمت کا) فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔"

RNI : UPMUL\2017\71926 PER COPY : ₹20.00 PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

HADEETH SHAREEF

Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said: I was told that Allah's Massenger (Sallallhu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer" engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, so I went to him sitting counts as half the prayer, so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said, "What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr?" I replaced: "I have been told, Massenger, of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, Yet you yourself are praying while sitting. "He said, "He said, "Yes, but I am not like one of you."

(Muslim Sharif)

20/-

ذی الحجہ ۱۴۳۸ھ / ستمبر ۲۰۱۷ء

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

September 2017

- شرف کی ضمانت کو کہتے ہیں مال
- قربانی اور گوشت کی مذہبی اور سماجی حیثیت
- ماہِ ذوالحجہ کے فضائل و معمولات
- حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی
- قاری مصلح الدین علیہ الرحمہ! کچھ یادیں کچھ باتیں
- یادِ علامہ عبد العزیز خاں قادری علیہ الرحمہ
- فروغِ حدیث میں خواتینِ اسلام کا کردار

مدیر اعلیٰ
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

September-2017 ذی الحجۃ ۱۴۳۸ھ / ستمبر ۲۰۱۷ء

شمارہ نمبر ۹ Issue 9

جلد نمبر ۲ Vol. 2

زیر سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ:

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر:

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار:

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

معین اختر رضوی، کمپیوٹر سیکشن جے آر ایم ہیڈ آفس

مجلس ادارت

مفتی محمد صالح صاحب، جامعۃ الرضا
مفتی اختر حسین، محمد اشاہی
مفتی محمد شمشاد حسین، بدایوں
مولانا کوثر امام قادری، مہاراج گنج
مولانا انیس عالم سیوانی لکھنؤ
مولانا راحت خاں، شاہجہاں پور
مولانا عبد المعید ازہری، روناہی
مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی ممبئی
مولانا رحمت اللہ صدیقی، ممبئی
مولانا ڈاکٹر نجم القادری، پٹنہ
مولانا ڈاکٹر امجد رضا، پٹنہ
مولانا ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل، سہسرام
مولانا قمر الزماں مصباحی، پٹنہ
مولانا شہزاد رضا جامعۃ الرضا
مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط
مفتی حنیف قادری، بریلی شریف
ڈاکٹر شفیق اجمل، بنارس
مولانا سید عبد الجلیل، ممبئی
مفتی محمد اشرف رضا، ممبئی
مفتی محبوب رضا قادری، بھیونڈی
مفتی محمد اختر رضا، ممبئی

مجلس مشاورت

مفتی سید شاہد مسلی، رامپور
مولانا سید اولاد رسول قدسی، امریکہ
مفتی ولی محمد رضوی باسنی
مفتی محمد محمود اختر رضوی، ممبئی
مولانا سلمان رضا خاں بریلی شریف
مفتی عاشق حسین کشمیری، بریلی شریف
مفتی افضال احمد رضوی، بریلی شریف
مفتی شمیم احمد نوری، کانپور
مولانا اشرف رضا، بریلی شریف
مولانا ابو یوسف ازہری، گھوسی
مولانا عبد المالک مصباحی، جمشید پور
مولانا مفتی محمد عابد حسین، جمشید پور
مولانا محمد سید اکرام ممبئی
مفتی محمد بشیر حشمتی ممبئی
قاری محمد جمال علیمی ممبئی
مفتی انور نظامی، ہزاری باغ
مولانا امین القادری، بریلی شریف
مفتی مطیع الرحمٰن نظامی، جامعۃ الرضا
مولانا شکیل احمد، جامعۃ الرضا
مفتی عاصم رضا قادری، جامعۃ الرضا
مفتی شاہد رضا مرکزی، جامعۃ الرضا

نوٹ:

رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیئے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:

9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ:

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آراء سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ براہ کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ جلد فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

فی شمارہ ۲۰ روپے

زر سالانہ ۲۵۰ روپے

پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے

دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

رابطہ کا پتہ Cont. Add دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

خیال رہے! گوشت کے تیسرے حصے کا مستحق منتظر ہے

جس وقت ہم پچاس ہزار سے لاکھ روپے تک کے بکروں کی قربانی کر کے اپنے ہم پلہ دوست واحباب کی پرتکلف ضیافتیں کرتے ہیں، اس وقت ہمارے اطراف وجوانب میں کچھ نادار مسلمانوں کو قربانی کرنا تو دور گوشت کی چند بوٹیاں بھی نصیب نہیں ہوتیں اور ہم اپنے فارغ البال احباب سے اپنی فراخ دلی کا خراج وصول کرکے بقیہ گوشت کو ہفتوں مہینوں کے لئے فریج کے حوالے کر دیتے ہیں جبکہ اپنے نادار بھائیوں کا بھی خیال رکھنا ہماری مذہبی ذمہ داری ہے، غریبوں کے غم خوار نبی ﷺ نے اسی جذبۂ ہمدردی کے تحت ان کے لئے گوشت کا تیسرا حصہ مخصوص فرمایا ہے، للہ انھیں ان کا حصہ ضرور دیں تاکہ وہ بھی عید کا احساس کر سکیں۔ [نشتر فاروقی]

از: سید اولاد رسول قدسی نیویارک امریکہ

شرف کی ضمانت کو کہتے ہیں ماں

خدا کی امانت کو کہتے ہیں ماں
نبی کی عنایت کو کہتے ہیں ماں
رہے احترام اس کا پیش نگاہ
ضیائے عبادت کو کہتے ہیں ماں

سراپا محبت کو کہتے ہیں ماں
دل وجاں کی راحت کو کہتے ہیں ماں
رہو اس کے دامن سے تم منسلک
شرف کی ضمانت کو کہتے ہیں ماں

نہیں کوئی سرمایہ اس کی طرح
کہ ہے مثل دولت کو کہتے ہیں ماں
نہ کھا کر کھلائے جو اولاد کو
اس اظہار شفقت کو کہتے ہیں ماں

ہر وقت ہے جس کی جلوہ گری
اس آباد جنت کو کہتے ہیں ماں
ہے حق جس کا بعد ممات آل پہ
اس اکرام وعزت کو کہتے ہیں ماں

خریدی نہیں جا سکے جو کبھی
اسی بیش قیمت کو کہتے ہیں ماں
رضا جس کی رب جہاں کی رضا
اس انعام قدرت کو کہتے ہیں ماں

ہے روح عبادت جسے دیکھنا
اسی پاک صورت کو کہتے ہیں ماں
محبت ہے جس کی فقط مامتا
اس اخلاص والفت کو کہتے ہیں ماں

جو سوئے نہ بچے کی خاطر کبھی
اس ایثار وخدمت کو کہتے ہیں ماں
ہے حکم اس کا فتح وظفر کا سبب
منور ہدایت کو کہتے ہیں ماں

ہے آغوش میں جس کی اک درس گاہ
اسی نور سیرت کو کہتے ہیں ماں
کرو اس کی خوبی بیاں تا حیات
سزاوار مدحت کو کہتے ہیں ماں

کرے دور غم جس کی بس اک جھلک
اسی وجہ فرحت کو کہتے ہیں ماں
جو تھکتی نہیں زندگی بھر کبھی
اس احسان ومنت کو کہتے ہیں ماں

جہاں میں نہیں جس کا ثانی کوئی
عظیم ایسی نعمت کو کہتے ہیں ماں
لٹا دے جو جان اپنی اولاد پہ
اس اقدام جرأت کو کہتے ہیں ماں

دعاؤں سے جس کی ہو روشن حیات
ان آثار رحمت کو کہتے ہیں ماں
نہیں جس کے لب پہ نہ آئے کبھی
اس امداد ونصرت کو کہتے ہیں ماں

ہے لپٹی ہوئی جس کے قدموں سے خلد
اس اعزاز وعظمت کو کہتے ہیں ماں
جلال اس کا ایسا کہ قرباں جمال
حسیں ایسی عادت کو کہتے ہیں ماں

ترقی اولاد کی چاہ میں
لگن اور محنت کو کہتے ہیں ماں
نہیں ملتی جس تربیت کی مثال
اس انداز وحکمت کو کہتے ہیں ماں

بقیہ ص ۵۴ پر...

قربانی اور گوشت کی مذہبی اور سماجی حقیقت

بقلم عبدالرحیم نشتر فاروقی

اسلام کی روزافزوں ترقی سے چودہ سو سال قبل بھی مخالفین کے سینے پر سانپ لوٹ رہا تھا اور آج بھی اس کی مقبولیت سے ان کے دلوں میں بغض وحسد اور تعصب وعناد کے انگارے دہک رہے ہیں، آج نہ صرف اسلام اور مسلمانوں پر مختلف بہانوں سے طعن وتشنیع کی جاتی ہے بلکہ حکمت وموعظت سے مملو اسلامی احکامات وعبادات کو بھی تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے بالخصوص ہندوستان میں قربانی اور گوشت خوری کے مسئلے پر ہندؤوں کی طرف سے اکثر یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں کہ ”اسلام جانوروں پر ظلم وستم اور ان کے حقوق کی پامالی کرتا ہے اور مسلمان محض اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لئے بےزبان جانوروں کا بہیمانہ قتل کرتے ہیں، قربانی کے لیے حکم الٰہی محض ایک بہانہ ہے، ورنہ یہاں بھی تسکین نفس کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ۔“

آئیے سب سے پہلے ہم یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ کیا صرف مسلمان ہی گوشت خور ہیں، ہندو یا دوسری قومیں نہیں؟ کیا اس کی اجازت صرف اسلام ہی میں ہے، ہندو مذہب میں اس کی اجازت نہیں؟ جب ہم اقوام عالم پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو دنیا کی ایسی کوئی بھی قوم نظر نہیں آتی جو گوشت خور نہ ہو بلکہ کم وبیش سبھی قومیں گوشت کھاتی ہیں۔

اس سلسلے میں کسی بھی غور وفکر سے پہلے صرف اپنے شہر کی میٹ یا چکن شاپ پر موجود لوگوں کا جائزہ لیں تو وہاں ہندؤوں کی اچھی خاصی بھیڑ ان اعتراضات کی قلعی کھولتی ہوئی نظر آئے گی کہ جب ہندؤوں کی غالب اکثریت نہ صرف گوشت خوری کی عادی ہے، بلکہ ان کی ایک بڑی تعداد دیدہ ودانستہ جانوروں کی خرید وفروخت میں بھی ملوث ہے، حتی کہ جب ان کے گائے بیل قابل استفادہ نہیں رہ جاتے تو یہ خود انہیں قصابوں کے حوالے کرتے ہیں بھی کوئی جھجک نہیں محسوس کرتے، صرف یہی نہیں آج دنیا کا کون ”ایسا ہندو“ ہے جو چمڑے کے جوتے، چپل، جیکٹ یا چمڑے سے بنی دیگر چیزیں استعمال نہیں کرتا؟ کیا یہ چیزیں گھاس پھوس سے بنی ہوئی ہیں؟ گائے، بھینس یا دوسرے ذی روح بےزبان جانوروں کی کھال سے نہیں؟

ایسے میں گوشت خوری کے ذریعہ جانوروں پر ظلم وزیادتی کا الزام صرف مسلمانوں ہی کے سر کیوں؟ ایک ہی عمل اگر آپ کریں تو حق وصواب اور اگر مسلمان کریں تو ظلم اور عذاب؟ حق وباطل کا یہ دوہرا معیار کیوں؟ مسلمانوں سے ایسا تعصب کس لئے؟ آخر یہ کیسا انصاف ہے؟۔

سچ کہا ہے کسی نے کہ جب انسان تعصب وتنگ نظری کا شکار ہوجاتا ہے تو وہ خود کیا کررہا ہے، یہ سوچے سمجھے بغیر دوسروں کے عمل پر اعتراض کرنا اپنا شیوہ بنالیتا ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ خود شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں کے محل پر پتھر پھینکنا شروع کردیتا ہے اور اس حقیقت کو یکسر فراموش کربیٹھتا ہے کہ خود اس کا گھر شیشے کا ہے جو صرف ایک معمولی پتھر کے ضرب سے چکنا چور ہوسکتا ہے۔

اب آپ ہندؤوں کے اس ذہنی دیوالیہ پن کو کیا کہئے گا کہ خود ہندو مذہب کے مختلف فرقے مثلاً ”شاکت، شیوی، اگھم، گورکھا، ہربجن“ اور ان جیسے دیگر ہندو فرقے ہر زمانے میں نہ صرف جانوروں کا بلکہ ”گائے“ ”بھینس“ کا گوشت کھاتے رہے ہیں، حتی کہ زندہ اور مردہ انسانوں کا گوشت بھی کھانا جائز اور باعث اجر وثواب تصور کرتے رہے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہندو دھرم کے بکھرے ہوئے چند فرقوں اور ان کے چند دھرم گروؤں کو چھوڑ کر بھی ہندو فرقے گائے، بھینس اور دیگر جانوروں کا گوشت خاص موقعوں کے علاوہ عام دنوں میں بھی ”شوق

ورغبت'' سے کھاتے اور اسے جائز وحلال سمجھتے ہیں۔

حتیٰ کہ جب راجہ کی تاج پوشی کی جاتی تو ''لال بیل'' ذبح کر کے اس کی کھال پر اسے بٹھانے کا ضروری رسم ادا کیا جاتا، اسی طرح شادی بیاہ، یگ، شرادھ اور دیگر خاص موقعوں پر ''گئوبلی'' کے علاوہ بیل، بھینس اور دوسرے جانوروں کو قتل کرنا، ان کا گوشت کھانا ''پُن'' اور نہ کھانا ''پاپ'' تصور کرتے تھے۔

چنانچہ ''شو فرقے کے ہندو آج بھی ''کالی ماتا یا دیوی'' کے استھان پر بکرے یا بھینسے کی بلی یعنی قربانی دیتے ہیں، ان کا ماننا ہے کہ جو شخص دیوی کے نام پر ''بلیدان'' کرے گا، وہ اتنے سال ''سورگ'' میں رہے گا جتنے بال اس کے سر میں ہوں گے۔

چنانچہ '' ویدک انڈے انڈیکس'' میں ہے ''وواہ سنسکار کے وقت کھانے کے لئے گائیں کاٹی جاتی تھیں۔''

[ویدک انڈے انڈیکس، ۲/ ۱۴۵]

اسی طرح ''ویدک ایج'' میں ہے ''رگوید کے ایک سوکت سے وواہ سنسکار کے پرانے روپ کا پتہ چلتا ہے، دولہا اور بارات دولہن کے گھر جاتے تھے، وہاں باراتی دولہن کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے تھے، اس موقع پر مہمانوں کے لئے ماری گئی گائیوں کا گوشت پیش کیا جاتا تھا۔'' [ویدک ایج، ص ۳۸۷]

یونہی مسٹر مکندی لال اپنی کتاب ''کاؤ اسلاٹر آف ڈائلوما'' میں لکھتے ہیں ''قدیم ہندوستان میں تقاریب ورسومات اور محافل میں گائیوں کو مارنا اچھا مانا جاتا تھا، دولہا اور دولہن ویدی کے سامنے ''لال بیل'' کی کچی کھال پر بیٹھتے تھے، وہ کھال اس بیل کی ہوتی تھی، جسے اس موقع پر کھانے کے لئے قتل کیا جاتا تھا۔''

[کاؤ اسلاٹر آف ڈائلوما، ص ۱۸]

دھرم شاشتر وچار مراٹھی میں ہے کہ ''ست پرھ براہمن کے ۲۱-۲-۱-۳ میں حکم دیا گیا ہے کہ ''پنڈت پجاری'' کو گائے بھینس دونوں کا گوشت کھانا چاہئے بلکہ دونوں میں جس کا گوشت زیادہ نرم ہو اسے ہی کھانا چاہئے۔''

اس کے تعلق سے ہندو دھرم شاشتری ڈاکٹر پانڈورنگ وامن نے بڑی ہی حقیقت افروز بات کہی ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں ''ایسا نہیں تھا کہ ویدوں کے وقت میں ''گائے مقدس'' نہیں تھی، اس کی پاکیزگی کے ہی سبب واجسنی سینھتا یعنی ''یجروید'' میں یہ اصول وضابطہ پیش کیا گیا ہے کہ ''گائے کا گوشت'' کھانا چاہئے۔''

[دھرم شاشتر وچار مراٹھی، ص ۱۸۰]

سوامی نکھل آنند لکھتے ہیں کہ ''سوامی وویکانند نے پرانوں کی تقلید کرنے والے برہمنوں کو بڑے جوش کے ساتھ بتایا کہ ویدوں کے زمانے میں گائے کا گوشت کھایا جاتا تھا، جب ایک دن ان سے پوچھا گیا کہ ہندوستانی تاریخ کا سنہرا وقت اور سنہرا زمانہ کون تھا؟ تو انھوں نے کہا کہ: ویدوں کا زمانہ سنہرا وقت وسنہرا زمانہ تھا جب ''پانچ برہمن'' مل کر ''ایک گائے'' ہضم کر جاتے تھے۔''

[وویکانند وایوگرافی، ص ۹۶]

حتیٰ کہ ان کے دھرم گرنتھوں مثلاً ''رگوید، یجروید، اتھروید، پران، براہمن شاشتر، منوشاشتر، منواسمرتی، مہابھارت، رامائن اور اپنشد'' وغیرہ میں گوشت خوری کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ کھانے والے پر کسی طرح کا گناہ عائد نہ ہونے کی صراحت بھی موجود ہے۔

ملاحظہ ہو ''منواسمرتی'' باب ۵ ''جو لوگ ایسے جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں جن کا گوشت کھانے کے لائق ہے تو اس میں کوئی گناہ نہیں خواہ وہ روزانہ ایسا کرتے ہوں کیوں کہ خود ایشور نے کچھ کو کھانے اور کچھ کو کھائے جانے کے لئے پیدا کیا ہے۔''

اتنا ہی نہیں جو آدمی حلال گوشت نہیں کھاتا وہ آخرت میں ہمیشہ کے لئے جانور ہو جاتا ہے چنانچہ اسی ''منواسمرتی'' میں ہے:

नियुक्तस्तु यथान्वायं यो मांसनान्ति मानव:।

स प्रेत्य पशुता याति समवानेक विशतिम्

(मनुस्मृति 5.35)

''یعنی مذہبی کتابوں کے احکام وقوانین کے مطابق جو گوشت حلال ہے وہ گوشت جو انسان نہیں کھاتا وہ آخرت میں ہمیشہ کے لئے جانور بنا دیا جاتا ہے۔''

نیز ایک دوسری جگہ ''منواسمرتی'' ہی میں ہے:

नाशनीयाद ब्राहमणो मासं मुनियुक्त कथंचन।

कृतौ श्रा) नियुक्तोवा अनश्नन पतीत

(मनुस्मृति 3.55)

"یعنی عقیدت مندوں میں بنا طے کئے برہمن کھانا نہ کھائیں لیکن یگ یا شرادھ میں طے کر کے جو برہمن "گوشت" نہ کھائے تو وہ ذیل اور کمینہ ہو جاتا ہے۔"

اسی طرح "رگوید" میں بھی وامدیو رشی کے ذریعہ کتے کا گوشت کھانے کا ذکر ہے:

अवत्यर्या शुन आन्त्राणि पेचेन देवेषु विविदे मार्डितारम!

अपश्यं जयाम महोयमानामद्या मे श्यानो मध्वा जभार!!

(ऋगवेद 4.18.13)

"یعنی وامدیو نے کہا کہ میں نے چونکہ کسی دوسرے دیوتاؤں میں سے کسی کو بھی راحت و آرام میں نہیں دیکھا، اس لئے میں نے مجبور ہو کر "کتے" کی آنتیں پکائیں، میں نے اپنی بیوی کو ذلیل ہوتے دیکھا تب اندر باز پرندہ کی طرح اڑ کر میرے لئے "سوم رس" لے آیا۔"

برا ہو تعصب و تنگ نظری کا جس نے اچھے بھلے انسانوں کو ایسے ذہنی فتور میں مبتلا کر دیا ہے کہ انہیں اپنے مذہبی قاعدے قانون کی بھی دھجیاں اڑانے میں کوئی شرم و حیا نہیں محسوس ہوئی، بھلا ایسے لوگ کسی دوسرے مذہب کے احکامات و عبادات کا کیا احترام کر سکتے ہیں جنھیں خود اپنے مذہبی احکامات کی کوئی پرواہ نہیں۔

ایک موقع پر پتامہ بھیشم نے مرنے والوں کی "آتما کی شانتی" کے لئے دھرم راج یدھشٹھر کو شرادھ میں ۱۲ رسے زیادہ قسم کے جانوروں کا گوشت کھلانے کا مشورہ دیا اور ہر ایک جانور کے گوشت کی الگ الگ فضیلت بیان کرتے ہوئے کہا:

"اے یدھشٹھر میری بات سنو وہ کون سی چیزیں ہیں جو شرادھ کے دوران پیش کرنا مناسب ہے اور وہ کون سے پھل ہیں جو ہر ایک سے جڑے ہیں؟ شرادھ کے وقت سیسم، بیج، چاول، باجرہ، پانی جڑ اور پھل پیش کئے جائیں تو آبا و اجداد کو ایک ماہ تک سکون ملتا ہے، اگر مچھلی شرادھ میں پیش کی جائے تو وہ اس سے دو ماہ تک سکون میں رہتے ہیں "بھیڑ" کا گوشت پیش کیا جائے تو تین ماہ تک "خرگوش" کے گوشت سے چار ماہ تک "بکری" کے گوشت سے پانچ ماہ تک "سور" کے گوشت سے چھ ماہ تک "پرندوں" کے گوشت سے سات ماہ تک "پرشتا ہرن" کے گوشت سے آٹھ ماہ تک "رُورُو ہرن" کے گوشت سے نو ماہ تک "گوایا" کے گوشت سے دس ماہ تک "بھینس" کے گوشت سے گیارہ ماہ تک اور "گائے" کے گوشت سے پورے ایک سال تک انہیں سکون ملتا ہے، اگر گھی کے ساتھ ملا ہوا "پایس" پیش کیا جائے تو یہ گائے کے گوشت کی طرح اجداد کی روحوں کو سکون دیتا ہے "ودھری ناسا" کے گوشت سے بارہ سال تک اور "گینڈے" کا گوشت قمری تاریخ کے مطابق ان کی برسی میں پیش کیا جائے تو وہ انہیں ہمیشہ راحت و سکون میں رکھتا ہے "کلاسکا" جڑی بوٹی "کنچنہ پھل" کی پتیاں اور "سرخ بکری" کا گوشت پیش کیا جائے تو اس سے بھی انہیں دائمی سکون ملتا ہے۔ [مہابھارت، انوشاسن پرو، باب ۹۹]

مذکورہ اقتباس نے گوشت خوری کے سلسلے میں ہندوؤں کے سارے اعتراضات کی دھجیاں بکھیر دیں جس سے ان کا اصلی چہرہ دنیا کے سامنے آکر "ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، دکھانے کے اور" کی کہانی بیان کر رہا ہے کہ ہندو مذہب میں نہ صرف گوشت خوری کی اجازت ہے بلکہ شرادھ میں گوشت کھلانے سے مردوں کو راحت و سکون ملنے کا تصور بھی موجود ہے۔

اس کے باوجود بھی اگر مسلمانوں کے سر جانوروں پر ظلم و ستم اور بہیمیت و بربریت کا الزام رکھا جاتا ہے تو اسے "دیوانے کی بڑ" کے سوا، اور کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

اسی کے ساتھ گائے سے متعلق ہندوؤں کی "آستھا" کی حقیقت سے بھی پردہ اٹھ گیا کہ اپنے مردوں کی آتما کی شانتی اور ان کے سکون و راحت کے لئے گئو کشی کی جا سکتی ہے، اس کے گوشت کی بوٹی بوٹی کر کھایا اور کھلایا جا سکتا ہے، اس کے چمڑے کی جوتی بنا کر پہنی جا سکتی ہے، یہ نہ تو "گئو ہتیا" ہے نہ اس میں اس کی توہین ہے لیکن اگر زندہ لوگوں کی اچھی خوراک اور اللہ کی دی ہوئی نعمت سے لطف اندوز ہونے کی غرض سے جائز طور پر یہ عمل اگر مسلمان کریں تو اسے "گئو ہتیا" اور "مذہبی آستھا" کو ٹھیس پہنچانے سے

تعبیر کیا جاتا ہے۔ ع

برین عقل و دانش بباید گریست

حقیقت تو یہ ہے کہ اگر گائے سے ان کی کوئی ''مذہبی آستھا'' جڑی ہوتی تو ان کا ''دھرم یودھا''، کسی ''دھرم راج'' کو شرادھ میں گئوکشی اور اس کا گوشت کھلا کر مردوں کی ''آتما کو شانتی'' پر دان کرنے کا مشورہ ہرگز نہ دیتا؟ آخر وہ کیسا بیٹا ہوگا جو خود تو ماں کا گوشت کھائے اس کے چمڑے کی جوتی بنا کر پہنے اور اگر دوسرے ایسا کریں تو ان سے یہ کہے کہ یہ ''میری گئو ماتا'' ہے، خبردار جو تو اس کی ''ہتیا'' کی، ہم اس کا ''اپمان'' ہرگز برداشت نہیں کریں گے! کتنی مضحکہ خیز بات ہے یہ، ایسی ''کھوکھلی آستھا'' پہ تو ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔

گوشت خوری انسانی فطرت کا تقاضہ ہے، چنانچہ اگر آپ سبزی خور جانوروں کے دانت دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ ان کے دانت چپٹے ہیں جو سبزی خوری کے لئے موزوں ہیں اس کے برعکس اگر آپ گوشت خور جانوروں کے دانت دیکھیں تو نظر آئے گا کہ ان کے دانت نوک دار ہیں جو گوشت خوری کے لئے موزوں ہیں لیکن اگر انسانوں کے دانتوں کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوگا کہ ان کے دانت نوکیلے اور چپٹے دونوں ہی طرح کے ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ انسان سبزی خوری اور گوشت خوری دونوں کا مصداق ہے، اگر خالق کائنات انسان کو صرف سبزی خور پیدا کیا ہوتا تو اسے نوکیلے دانت کیوں دیتا؟ یہ دونوں ہی قسم کے دانت اس بات کے بین ثبوت ہیں کہ خالق نے انسان کو گوشت اور سبزی دونوں کھانے کا اختیار دیا ہے۔

بعض سبزی خور لوگوں کا دعویٰ ہے کہ وہ کسی بھی ذی روح کے قتل کے یکسر خلاف ہیں کیوں کہ ہر جاندار کو جینے اور دنیا میں رہنے کا فطری حق ہے اگر انسان اپنی وقتی لذت کوشی کے لئے انہیں قتل کرتا ہے تو یہ ان کی حق تلفی اور ان کے ساتھ ظلم و زیادتی ہوگی جو کسی بھی مذہب میں جائز نہیں، چونکہ نباتات میں جان نہیں ہوتی اور نہ وہ توڑنے یا کاٹنے پر درد محسوس کرتے ہیں، اسی لئے ہم سبزی خوری پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

جبکہ اسلام نے اس حقیقت کو ہزاروں سال پہلے اور اب سائنسی تحقیقات نے بھی یہ حقیقت عالمی پیمانے پر ثابت کر دی ہے کہ پیڑ پودوں میں بھی جان ہوتی ہے اور وہ بھی درد محسوس کرتے ہیں، کاٹنے یا توڑنے پر چیختے چلّاتے اور کراہتے بھی ہیں، البتہ انسانی سماعت ان کی چیخ و پکار سننے کی صلاحیت نہیں رکھتی! لہٰذا خالص سبزی خوری کا دعویٰ کرنے والے افراد بھی قتل ذی روح کے جرم سے خود کا دامن نہیں بچا پائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ساگ سبزی میں بھی جان ہوتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو کاٹنے پر ان کے پیڑ ہرگز نہ سوکھتے، کاٹنے پر ان کی ہریالی کا ختم ہو جانا، مرجھا جانا اور سڑ جانا اس حقیقت کا غماز ہے کہ ان میں بھی جان ہوتی ہے جنھیں سبزی خور افراد اپنی لذت کوشی کے لئے طرح طرح سے کاٹ چھانٹ اور توڑ مروڑ کر مختلف قسم کی ڈشوں کے مزے اڑاتے ہیں اور دعویٰ ہے کہ ہم کسی ذی روح کو قتل کرنا تو دور انھیں تکلیف بھی نہیں پہنچاتے۔

تو کیا ان ساگ سبزیوں کو موڑ توڑ کر بوریوں میں بھرنے، اِدھر اُدھر سپلائی کے وقت اٹھا اٹھا کر پٹکنے، بناتے وقت ان کے ٹکڑے ٹکڑے اور پرزے پرزے کرنے میں تکلیف نہیں ہوتی؟ کیا یہ ان بے زبانوں پر ظلم و زیادتی نہیں؟

سبزی خوری کی حقیقت سے متعلق ہم ذیل میں ''دی سنڈے انڈین'' کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جو سبزی خوری کی پول کھولنے کے لئے کافی ہے ''سلاد سے آپ اپنے دوستوں کا دل نہیں جیت سکتے، جی ہاں آپ سلاد سے دوستوں کو نہیں بہلا سکتے۔

بارٹ اور ہومر سمپسن نے یہ بات طنزیہ لہجے میں اس وقت کہی تھی جب لیزا نے امریکہ کی پسندیدہ غیر فعال فیملی میں سبزی خوری کی بات کی تھی، سبزی خوروں کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہئے کہ وہ اپنے دوستوں کے دلوں کو سلاد سے نہ صرف یہ کہ جیت نہیں سکتے بلکہ خود بھی سلاد کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتے۔

کیا کبھی آپ نے ''کڈ ڈے'' کے نرم ملائم کیک کی طرف بغور دیکھنے کی کوشش کی ہے؟ جس میں دودھ اور دوسرے مقوی مادے بھرے ہوتے ہیں، یہ ایک چھوٹے سے سرخ کور میں لپٹا

ہوتا ہے اور اس کے اوپر یہ لکھا ہوتا ہے کہ ''اس میں کسی بھی طرح کی کوئی نان ویجیٹیرین شئے موجود نہیں۔

زیادہ تر لوگ اس کا نوٹس نہیں لیتے، کھانے کی ایسی بے شمار اشیا بازار میں پائی جاتی ہے، جن پر سبزی خور ذرا بھی شبہ نہیں کرتے، آئس کریم اور اس طرح کی دوسری چیزوں پر غور کیجئے، ان میں نہ صرف انڈے ہوتے ہیں بلکہ ''گلیٹن'' نام کا مادہ بھی ہوتا ہے جو پروٹین کا دوسرا نام ہے اور جسے جانوروں کی ہڈیوں سے نکالا جاتا ہے اور ہاں فرنچ فرائز؟ ایک مرتبہ میک ڈونالڈ نے آلو کو ۹۳ فیصد گائے کی چربی میں فرائی کیا۔

اسی طرح ناشتے میں ہم جو پنیر لیتے ہیں، اس میں ''رینیٹ'' ہوتا ہے، یہ وہ انجائمس ہوتے ہیں جو بچھڑوں کی پیٹ سے نکالے جاتے ہیں، حلوائی کی دوکان سے آپ جو تازہ مٹھائی گھر لاتے ہیں اور ''بھگوان'' کو بھی نذرانہ چڑھاتے ہیں، وہ مٹھائی ''سلور فوائل'' میں لپٹی ہوتی ہے، جسے مویشیوں کی آنتوں سے بنایا جاتا ہے، کیا اب بھی کوئی کمرے میں سبزی خور بچا ہے؟''

[دی سنڈے انڈین، جنوری ۲۰۰۹ء، ص ۴۷]

ایسے لوگوں کو چاہئے کہ میز، کرسی، الماری، دروازے وغیرہ لکڑی کا کوئی بھی سامان استعمال نہ کریں کیوں کہ اس کے لئے پیڑ کو کئی قسطوں میں مختلف تکالیف سے گزرنا پڑتا ہے، مثلاً پیڑ کاٹنے میں تکلیف، اسے ٹکڑے ٹکڑے کرنے میں تکلیف، اسے چیرنے میں تکلیف پھر بڑھئی کے ذریعہ تراش خراش اور کیل ٹھوکنے میں تکلیف، ایک بے زبان پیڑ کو اس قدر تکلیفیں دے کر اپنے لئے آرام وآشائش کی چیزیں بنانا کیا اس پر ظلم وزیادتی نہیں؟ کیا ایسے لوگ میز، کرسی یا دیگر لکڑی کی چیزیں استعمال کرنا چھوڑ دیں گے؟ ہر گز نہیں چھوڑ سکتے اور یقیناً نہیں چھوڑ سکتے، تو ظاہر ہے مسلمانوں پر ظلم وزیادتی کا الزام رکھ کر ان سے ایسا مطالبہ کرنا عدل وانصاف سے روگردانی اور بدترین جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

طبی اعتبار سے اگر انسان گوشت استعمال نہ کرے جس کا ہضم ہونا آسان ہے تو اس کے جسم میں قیمتی انجائم پیدا کرنے والی پروٹین Protein ہضم کرنے ہی کے عمل میں ختم ہوسکتی ہے، جس کی وجہ سے جسمانی خلیوں اور دماغی نشوونما کے لئے پروٹین کی کمی واقع ہونے کا امکان قوی ہوجاتا ہے۔

حیاتیاتی اعتبار سے بھی گوشت مقوی اور پروٹین سے بھرپور غذا ہے نیز اس میں جسم کے لئے ضروری کچھ ایسے اجزا پائے جاتے ہیں جو جسم کے اندر نہیں بنتے اس لئے ان اجزا کا حصول گوشت جیسی مقوی غذاؤں سے کیا جاتا ہے۔

امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

'' کتب حکمت بھی شاہد کہ اصل غذا، انسان کی گوشت ہے، عناصر غذائے نباتات نباتات غذائے حیوانات، حیوانات غذائے انسان اور بے شک اس کے کھانے میں جو منفعتیں اور ہمارے جسم کی اصلاحیں اور ہمارے قویٰ کی افزائشیں ہیں، اس کے غیر سے حاصل نہیں اور مرغوبی کی یہ کیفیت کہ ہر شخص اپنے وجدان سے یہ جان سکتا ہے کہ کیسا ہی لذیذ کھانا ہو، چندروز متواتر کھانے سے طبیعت سیر ہوجاتی ہے اور زیادہ دن گزریں تو نفرت کرنے لگتی ہے، بخلاف نان گندم و گوشت کہ عمر بھر کھائے تو اس سے تنفر نہیں ہوتا۔'' [فتاویٰ رضویہ، ۸/۴۴۶]

ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا یَاْكُلُوْنَ وَلَهُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ. کیا انھیں نہیں سوجھتا کہ ہم نے اپنی قدرتی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لئے چوپائے پیدا کئے تو وہ ان کے مالک ہیں اور ہم نے ان چوپایوں کو ان کا مسخر کردیا، تو ان میں کسی پر سوار ہوتے ہیں اور کسی کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کے لئے ان میں منافع ہیں اور پینے کی چیزیں، تو کیا شکر نہ کریں گے۔''

[یٰس، ۲۳/۷۱تا۷۳]

مذکورہ دلائل وبراہین سے حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ گوشت قدرت کی طرف سے ایک بہترین نعمت ہے جو انسانوں کو عطا کی گئی ہے اور دنیا کی تقریباً ساری قومیں اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ ور ہورہی ہیں، اس میں کسی بھی طرح کا کوئی گناہ نہیں بلکہ اس سے منھ پھیرنا اور اسے حرام جاننا ''کفران نعمت''

ہے جوغضب الٰہی کا موجب ہے، نیز مذکورہ شواہد کی روشنی میں کسی بھی ذی عقل سے ہندؤوں کے اعتراضات کی ''لایعنیت اور لامعقولیت'' اب پوشیدہ نہیں رہ گئی ہے۔

رہی بات قربانی سے متعلق ہندؤوں کے اس اعتراض کی کہ ''قربانی کے لئے حکم الٰہی محض ایک بہانہ ہے ورنہ یہاں بھی تسکین نفس کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔''

تو اس سلسلے میں صرف یہ بتادینا کافی ہے کہ جب اسلام نے اپنے پیروکاروں کو عام حالتوں میں گوشت کھانے کی اجازت مرحمت فرمادی ہے اور وہ ایسا کرتے بھی ہیں تو انھیں مزید اس کے لئے کسی بہانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس حقیقت سے ثابت ہوا کہ یہ اعتراض محض دیوانے کی ''بڑ'' ہے اور کچھ نہیں۔

قربانی ایک عبد کی طرف سے اپنے معبود کی بارگاہ میں پیش کئے جانے والے ایک ایسے نذرانے کی یادگار ہے جس نے ''عبدیت'' کو ''معراج'' عطا کرکے انسان کو عرش و فرش کے لئے قابل رشک بنادیا، کل تک جو فرشتے انسان کے لئے معبود کی محبت پر جس اولاد کی محبت کے غلبہ کے شاکی تھے، آج وہی فرشتے، اسی باپ کے ہاتھوں، اسی اولاد کی گردن پر چھری چلنے کا منظر دیکھ کر انگشت بدنداں ہیں۔

تسلیم ورضا کا یہ ایمان افروز منظر دیکھ کر فرشتے حیرت واستعجاب میں پلکیں جھپکانا بھول گئے ہیں، محویت کا یہ عالم ہے جیسے کسی نے یکایک ان کی قوت گویائی سلب کرلی ہو، قدرے توقف کے بعد جب رب جلیل کی طرف ان کی نگاہیں اٹھتی ہیں تو معنی خیز تبسم سے سامنا ہوتا ہے، ندامت کے بوجھ سے پھر نگاہیں جھک جاتی ہیں۔

انسانی بندگی کا یہ انوکھا انداز دیکھ کر فرشتے تو بے ساختہ پکار اٹھے: الٰہی تو نے حق فرمایا تھا جو تو جانتا ہے، ہم نہیں جانتے۔

چونکہ یہاں کمال اطاعت وفرماں برداری اور غایت رضا برضائے الٰہی کا مظاہرہ اور امتحان مقصود تھا لہٰذا بحکم الٰہی چھری نے کچھ کام نہ کیا یہاں تک کہ حضرت اسماعیل کی جگہ ایک جانور لٹادیا گیا، چھری نے اپنا کام کیا اور وہ جانور ذبح ہوگیا۔

امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں ''اس کی تحریم ہنود کے یہاں دو ہی وجہ سے معقول! ایک یہ کہ جانور کی ناحق ایذا اور ہتیا ہے، ہم کہتے ہیں اکثر اقوام ہنود بکری، مرغی، مچھلی کھاتے ہیں، کیا وہ جانور نہیں؟ کیا ان کی جان، جان نہیں؟ کیا ان کی ایذا حرام نہیں؟ کیا ان کا قتل ''ہتیا'' نہیں؟ اور خود کتب ہنود سے جو رام و چھمن و کرشن کا شکاری ہونا ثابت، اس ''ہتیا'' کا کیا علاج؟

دوسری وجہ یہ کہ گائے ان کے یہاں معظم ہے اور اپنے معظم کا ہلاک نہیں چاہتے، ہم کہتے ہیں کہ اولاً ''گئو ماتا'' کی آنکھیں بند ہوتے ہی ان سعادت مندوں کی تعظیم کا حال کھل جاتا ہے، اپنے ہاتھوں چماروں کے حوالے کرتے ہیں کہ چیریں پھاڑیں اور چرسا اپنے لئے ٹھہرا لیتے ہیں کہ کھال کی جوتیاں بنا کر پہنیں، جو جوتوں سے بچی وہ ڈھول پر کھنچی کہ شادی بیاہ میں کام آئے، رات بھر تیا نچے کھائے، ثانیاً بفرض غلط اگر تعظیم ہے بھی صرف گائے پر مقتصر ہے، ہم بچشم خود دیکھتے ہیں کہ ہنود آپ بیل کی ہرگز تعظیم نہیں کرتے بلکہ اس پر سخت تشدد کرتے ہیں، ہل میں جوتیں، گاڑی میں چلائیں، سواریاں لیں، بوجھ لدوائیں، وجہ بے وجہ سخت ماریں کہ جا بجا ان کے جسم زخمی ہوجاتے ہیں، ہم نے خود دیکھا ہے کہ بعض ہنود نے باربرداری کی گاڑیوں میں اس قدر بوجھ بھرا کہ بیلوں کا جگر پھٹ گیا اور خون ڈال کر مرگئے، تو معلوم ہوا کہ بیل ان کے یہاں معظم نہیں، اگر یہ ممانعت بربنائے تعظیم ہے تو چاہئے کہ بخوشی بیلوں کے ذبح کی اجازت دیں ورنہ ان کا صریح مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ، ۸/۴۴۷]

واضح ہو کہ اسلام میں گوشت کھانا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے، کوئی فرض وواجب نہیں اور نبی کی سنت سمجھ کر اسے کھانا باعث اجروثواب ہے، جبکہ محض نشانہ بازی کے لئے کسی جانور کو ''تختۂ مشق'' بنانا موجب لعنت وعذاب ہے، اس کے برعکس آپ نے گزشتہ سطور میں ملاحظہ فرمایا کہ ''ہندو دھرم'' میں گوشت کھانا واجب وضروری ہے اور نہ کھانا ناجائز وگناہ! مزے کی بات تو یہ ہے کہ ''گائے'' جس کے قتل پر یہ ''بے ہنگم شوروغوغا'' کرتے ہیں، اس کی ''بلی'' چڑھانا، اس کا گوشت کھانا بھی

''انیوار یہ'' یعنی فرض ہے حتی کہ جو پنڈت نہ کھائے اس بیچارے کو ''کمینہ اور ذلیل'' تک قرار دیا گیا ہے۔

انگریزی اخبار دی ہندو کے مطابق آج دنیا کے بڑے بیف ایکسپورٹ کرنے والے ممالک میں ہندوستان ''نمبرون'' ملک بن گیا ہے اور یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہندوستان میں ''الکبیر، النور'' جیسے جتنے بڑے سلاٹرز ہاؤس ہیں سب کے سب ہندوؤں کے ہیں اور بہت سے ہندو شوق سے بیف کھاتے بھی ہیں۔

چنانچہ روزنامہ ٹیلی گراف نے لکھا ہے کہ کیرالہ کی مشہور بیف کری ایک پریشان کرنے والی ہڈی ہے جو سنگھ خاندان (شدت پسند ہندو گروپ) کے حلق میں پھنس گئی ہے کیونکہ خاص طور پر ریاست کے کئی ہندو اس ڈش کے خوب مزے اُڑاتے ہیں۔

مذکورہ سطور نے یہ بات واضح کردی کہ یہ سارے اعتراضات محض اسلام دشمنی کی پیداوار اور عالمی سطح پر اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خائف ہونے کا شاخسانہ ہے ورنہ سچی بات تو یہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا کی سبھی نوع بنوع مخلوقات کو انسانوں کی راحت وآسائش اور ضرورت کے مطابق استعمال کے لئے پیدا کیا ہے اور ہر مخلوق کے بنیادی حقوق متعین کرکے انسانوں کو ان کی رعایت کا پابند کیا ہے، نیز ان حقوق کی خلاف ورزی کرنے والے کو حقوق العبد کے تحت گنہگار قرار دیا ہے۔

چنانچہ اسلام نے دیگر مخلوق کے ساتھ ساتھ جانوروں کے بھی متعدد حقوق متعین کئے ہیں، مثلاً انہیں پالنے کے حقوق، ان سے کام لینے کے حقوق اور بوقت ضرورت انہیں مختلف شکلوں میں استعمال کے حقوق بھی واضح فرما دیئے ہیں نیز ان کی بھوک، پیاس کا خیال رکھنے، انہیں سائے میں باندھنے، ان پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادنے اور دیگر سبھی معاملات میں ان کے ساتھ حسن سلوک کی واضح لفظوں میں تاکید کی ہے حتی کہ ان کی گردن میں ڈالی جانے والی رسّی کیسی ہو، کتنی لمبی ہو اس کی بھی تفصیل بیان کردی ہے۔

اسلام نے بوقت ضرورت صرف مخصوص جانوروں کا گوشت کھانے کی اجازت دی ہے لیکن اس کے لئے مسلمانوں کو آزاد نہیں چھوڑا کہ ان کے درد وتکلیف کا خیال کئے بغیر جیسے چاہیں کاٹیں اور استعمال کریں بلکہ انھیں ایسے طریقہ کا پابند کیا ہے جس میں جانوروں کو کم سے کم تکلیف کا احساس ہوتا ہے، چنانچہ جانور ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ یہ ہے کہ:

(۱) سب سے پہلے چھری تیز کرلی جائے۔

(۲) ذبح کے وقت جانور کا منھ قبلہ کی طرف کرکے لٹایا جائے۔

(۳) پھر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر حلق اور لبّہ کے مابین چھری چلائی جائے۔

(۴) ذبح میں ان چار رگوں کو ضرور کاٹا جائے، پہلی ''حلقوم'' جس سے سانس آتی جاتی ہے، دوسری ''مری'' جس سے کھانا پینا نیچے اترتا ہے، تیسری اور چوتھی ''دوجین'' رگیں جو ان دونوں کے اغل بغل واقع ہیں جن میں خون کی روانی ہوتی ہے، مگر گردن الگ نہ ہونے پائے۔

(۵) ذبح کے وقت ہر اس فعل سے اجتناب کیا جائے جس سے جانور کو بے جا تکلیف ہو، مثلاً ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا یا اس کے اعضا کاٹنا، جانور کے سامنے یا اسے مذبح میں لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا، کند چھری سے ذبح کرنا، جانور کو گھسیٹتے ہوئے مذبح میں لے جانا وغیرہ۔

ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ میڈیکل سائنس کے لحاظ سے بھی حفظان صحت کے لئے بہتر ہے کیوں کہ اس طریقے میں گردن کا وہ حصہ جس کا تعلق ریڑھ کی ہڈی سے ہوتا ہے، نہیں کاٹا جاتا یعنی گردن الگ نہیں کی جاتی جس کی وجہ سے جسم کا سارا خون اور اس میں موجود بیکٹیریا جیسے زہریلے جراثیم باہر نکل جاتے ہیں جو مختلف بیماریوں کے لئے ذمہ دار ہوتے ہیں، اس طرح گوشت بیماریوں سے محفوظ اور زیادہ دیر تک تروتازہ رہتا ہے۔

اگر ریڑھ کی ہڈی والا حصہ ذبح کے ساتھ ہی کاٹ دیا جائے تو سارا خون نکلنے سے پہلے ہی جانور مر جائے گا اور خون اس کے جسم ہی میں جم کر رہ جائے گا جس سے گوشت کے نقصان دہ ہونے کا امکان قوی ہو جاتا ہے۔

واضح ہو کہ مسلمان حلال وحرام کی تمیز کئے بغیر سبھی جانوروں کا گوشت نہیں کھاتے کیوں کہ انسان جو کچھ (بقیہ ص ۲۵ پر)

از مفتی محمد شعیب رضا نعیمی قادری*

قرآن وحدیث کی روشنی میں

والدین کے ساتھ حسن سلوک

..... گزشتہ سے پیوستہ.....

۵۰۔وأخرج ابو یعلی عن نعیم مولی أم سلمة رضی الله تعالی عنها حاجًّا حتی کان بین مکة والمدینة أتی شجرة فعرفها فجلس تحتها ثم قال: رأیت رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم تحت هذه الشجرة اذا اقبل رجل شاب من هذه الشعبة حتی وقف علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله انی جئت لأجاهد معك فی سبیل الله أبتغی بذالك وجه الله والدارَ الآخرة فقال أبواك حیّان کلاهما؟ قال: نعم قال: فارجع فبرهُما فانفتل راجعا من حیث جاء۔(حیاة الصحابة) یعنی ابو یعلی نے نعیم مولی ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے حدیث لی ہے، نعیم مولی ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا حج کرنے کے لیے نکلے مکہ ومدینہ کے بیچ تھے ایک درخت کے پاس آئے اس درخت کو پہچان لیا، اس درخت کے نیچے بیٹھ گئے پھر نعیم مولی ام سلمہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اس درخت کے نیچے بیٹھے دیکھا اچانک ایک نوجوان اس وادی سے آیا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر عرض گزار ہوا، یا رسول اللہ میں آپ کے پاس آیا ہوں تا کہ آپ کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کروں، اس کے ذریعہ اللہ کی رضا حاصل کروں اور دار آخرت کو حاصل کروں رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا کیا تیرے دونوں کے دونوں ماں باپ زندہ ہیں اس نے کہا ہاں زندہ ہیں، نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا لوٹ جا ان کی خدمت کر وہ شخص جہاں سے آیا تھا اسی طرف چلا گیا۔

۵۱۔وأخرج الطبرانی عن أبی أمامة رضی الله تعالی عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: تجهزُوا الی هذه القریةِ الظّالمِ أهلُها فإنَّ الله فاتحُها علیکم ان شاء الله یعنی خیبر ولا یخرُجن معی مصعب (المصعب: من کان بعیرهُ صعبا غیر منقاد ولا ذلول۔) ولا مُضعف (المضعف: من کانت دابته ضعیفة) فانطلق ابو هریرة رضی الله عنه الی أمه فقال: جهّزینی فانّ رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم قد أمر بالجهادِ للغزو۔ فقالت: تنطلقُ وقد علمت ما ادخل الا وانت معی؟ قال: ما کنت لا تخلف عن رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم۔ فأخرجت ثدیها فناشدته بما رضع من لبنها فأتی رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم سرا فأخبرته فقال: انطلق فقد کفیت۔ فجاء ابو هریرة فاعرض عنه رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم، فقال: یا رسول الله أری اعراضك عنی لا أری ذلك الا لشیءٍ بلغك، قال: أنت الذی تُناشدُك امّك وأخرجت ثدیها تُناشِدُك بما رضعت من لبنها أیحسب أحدُکم اذا کان عند ابویه أو أحدهما انه لیس فی سبیل الله؟ بل هو فی سبیل الله اذا برهُما وادّی حقهُما۔ فقال: ابو هریرة: لقد مکثت بعد ذلك سنتین ما أغزو حتی ماتت۔ فذکر الحدیث۔(۱۰ حیاة الصحابة) لا یقدم أحد أن یجاری امه مهما فعل۔ یعنی طبرانی نے اس حدیث کو ابو امامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے فرمایا: ان ظالم گاؤں والوں کی طرف جہاد کی تیاری کرو بیشک اس گاؤں کو اللہ تم پر فتح فرمائے گا یعنی خیبر کو ان شاء اللہ اور میرے ساتھ وہ شخص نہ نکلے جس کی سواری تربیت شدہ ہو اور وہ نہ نکلے جس کی سواری کمزور ہو، (بقیہ ص ۳۰ پر)

* مفتی صاحب حضور تاج الشریعہ کے فرزند نسبتی اور مرکزی دار الافتا کے نائب صدر مفتی ہے۔

پیشکش: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ ابو حامد محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

اقسام علم اور ان کے احکام

گزشتہ سے پیوستہ

یا دل کے برے حالات ہوں جیسے مفلسی کا خوف اور تقدیر پہ خفا ہونا، کینہ رکھنا، حسد کرنا، برتری کی طلب، خواہش ثنا، دنیا میں مزے اڑانا، زیادہ جینے کی محبت، کبر، نمود، غصہ، شیخی مارنا، عداوت، بغض وطمع، بخل، حرص وتکبر، اترانا، توانگروں کی تعظیم، فقیروں کی توہین کا خواہاں ہونا، فخر اور کسی امر میں ایک دوسرے پہ بڑائی۔

حق بات سے تکبر کرنا، بے فائدہ امر میں غور وخوض کرنا، زیادہ گفتگو کرنے کی محبت، دوسرے کی کھٹکتی بات کہنا، لوگوں کے لئے بن سنور کر نکلنا، دین میں سستی کرنا، اپنے نفس کو بڑا جاننا اور اس کی برائیوں سے غافل ہو کر لوگوں کی عیب چینی کرنا اور دل سے فکر کا دور ہونا، خوف الٰہی کا دل سے جاتا رہنا اور جب نفس کو ذلت پہنچے، تو اس کا بدلہ سختی سے لینا اور حق بات کے استقام پہ ضعف اور باطن کی عداوت کے لئے ظاہری یار ومددگار رہنا اور عذاب خدا سے بے خوف ہونا (کہ جو کچھ اس نے دیا ہے کہیں چھین نہ لے) اور طاعت پہ بھروسہ کرنا اور مکر اور خیانت اور فریب اور زیادہ جینے کی توقع اور سخت دلی اور سخت کلامی اور دنیا سے خوش ہونا اور اس کی جدائی سے غم کرنا اور مخلوق سے انس کرنا اور ان کی علٰحدگی سے وحشت کرنا اور ظلم کرنا اور ہلکا پن اور جلدی کرنا اور حیا اور رحم کا جس میں یہ امور ہوں سمجھ لیں، وہ اللہ تعالیٰ سے بہت دور ہے کیوں کہ یہ تمام عادتیں دل کے صفات میں سے تمام برائیوں اور اعمال بد کی جڑ ہیں اور ان کے مقابل یعنی اچھی عادتیں وہ طاعات اور اجر وثواب کی اصل ہیں، غرضیکہ ان صفات کی تعریفوں اور حقیقتوں اور اسباب وثمرات اور علاجوں کو معلوم کرنا علم آخرت ہے اور علمائے آخرت کے قانون پہ یہ علم فرض عین ہے، پس جو شخص ان سے منہ موڑے گا وہ آخرت میں قہر بادشاہ حقیقی سے ہلاک ہوگا، جس طرح کہ اعمال ظاہری سے روگردانی کرنے والا شاہان دنیا کی تلوار سے فقہائے دنیا کے فتوے کے مطابق ہلاک ہوتا ہے۔

خلاصہ: یہ کہ فقہا کی نظر فرض عین امور میں دنیا کی بہتری کی نسبت کم ہوتی ہے اور یہ علم جو ہم نے ذکر کیا آخرت کی بہتری کی نسبت سے ہے، اگر کسی فقیہ سے ان باتوں میں سے ایک بھی بات مثلاً توکل یا اخلاص کو پوچھو یا سوال کرو کہ ریا سے بچنے کی کیا صورت ہے تو اس سوال کے جواب میں فقیہ توقف کرے گا حالانکہ یہ بات خود اس پہ بھی فرض عین ہے کہ اس کے نہ معلوم کرنے میں آخرت میں اس کی بربادی ہے، اگر اس لعان اور ظہار اور گھوڑ دوڑ اور تیر اندازی کا مسئلہ دریافت کرو تو تمہارے سامنے اس کے فروعات دقیق کے دفتر کے دفتر بیان کر دے گا کہ صدیوں تک ان میں سے کسی کی ضرورت نہ ہو اور اگر حاجت بھی پڑے تو کوئی شہر اس کے بتانے والے سے خالی نہ ہوگا اور فقیہ مذکور کی محنت رائیگاں بھی جائے گی جو کہ رات دن اس فروعات میں اور ان کے یاد کرنے اور پڑھانے میں مشقت اٹھاتا ہے اور جو امر خاص اس کے لئے ضروری اور دین میں اہم ہے، اس سے غافل ہے اور اگر اس پہ کوئی اعتراض کرتا ہے تو جواب دیتا ہے کہ میں اس علم میں اس لئے مشغول ہوں کہ یہ علم دین ہے اور فرض کفایہ ہے۔

اس دھوکے میں آ کر فقیہ سیکھتا ہے اور دوسروں کو دھوکا دیتا ہے حالانکہ عاقل انسان جانتا ہے کہ اگر اس کی مرضی بھی ہوتی کہ فرض کفایہ میں حق الامر ادا کرے تو فرض کفایہ میں فرض عین کو مقدم کرتا ہے بلکہ فرض کفایہ تو اور بہت سے بھی ہیں، ان کو فقیہ پہ مقدم کرتا ہے کیوں کہ بعض شہر ایسے ہیں کہ ان میں طبیب بجز کفار ذمی کے نہیں اور جو احکام فقہی طبیبوں کے متعلق ہیں، ان میں کفار کی شہادت مقبول نہیں، مگر باوجود اس کے طلب کو نہیں سیکھتا (بقیہ ص ۳۰ پر)

از: ابوالمعانی حضرت علامہ ابرار حسن صدیقی تلہری علیہ الرحمہ*

انسانی فطرت اور گوشت خوری

قند مکرر کے عنوان سے ایک نئے کالم کا آغاز کیا جارہا ہے، جس کے تحت حالات کے موافق اور افادیت سے بھرپور اکابرین اہل سنت کی قدیم تحریریں دوبارہ شائع کی جائیں گی، اس شمارے میں ماہنامہ "یادگار رضا" بریلی شریف کے ایڈیٹر ابوالمعالی حضرت علامہ مفتی ابرار حسن تلہری علیہ الرحمہ کی اور تحریر شائع کی جاری ہے جو "انسانی فطرت اور گوشت خوری" کے عنوان سے ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۴۵ھ کے صفحات پر آج بھی اپنی اہمیت وافادیت کی خوشبو بکھیر رہی ہے، تحریر پڑھ کر بے اختیار زبان سے نکلتا ہے ؎ ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی {فاروقی}

آج جہاں اسلام اور اہل اسلام پر ہنود اور خصوصاً آریہ اپنی ناعاقبت اندیشی سے طرح طرح کے محض باطل اور جاہلانہ اعتراض کرتے ہیں، وہاں وہ اپنی کوتاہ بینی سے مسلمانوں پر بہیمیت و بربریت کا بھی الزام لگاتے ہیں کہ مسلمان اپنی خواہشات ولذات نفسانی کی خاطر خدائے برتر کی ہزاروں ذی روح مخلوق کی جانیں تلف کرکے ان کا گوشت کھاتے اور اپنے نفس کو موٹا بناتے ہیں جو انتہائی بے رحمی اور سفاکی ہے، حالانکہ یہ بات آفتاب نصف النہار کی مثل آشکار وہویدا ہے کہ مسلمان مردار اور ان جانوروں کا گوشت کھانے سے سخت اجتناب کرتے ہیں، جن میں خصائل ذمیمہ شرعاً وعقلاً وعرفاً ثابت کی گئی ہیں، ان کے مذہب مہذب کی صحیح سچی تعلیمات ان کو متنبہ کرتی ہیں اور وہ اس پر عمل پیرا ہیں کہ جو جانور خدا کے نام پر ذبح نہیں کیا گیا ہو، جس جانور کی قربانی خدا کے لئے نہ ہوئی ہو وہ مردار ہے اور اس کا کھانا حرام، اسی طرح وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ جس جانور میں کسی ناپاکی یا کسی خوبی بد کا شائبہ بھی ہے تو وہ نہ تو نذر خداوندی ہی کے قابل ہے اور نہ ہی اس کا کھانا جائز ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ معترضین کے خیال خام کے موافق اگر مسلمان اس ایذارسانی کو اپنی خواہشات نفسانی کو پورا کرنے ہی کی غرض سے روا رکھتے تو وہ کون سی طاقت تھی جو مسلمانوں کو سؤر، گدھے، اُلّو اور کتّے وغیرہ کے کھانے سے باز رکھتی ہے ان کو صرف اسی خیال نے باز رکھا کہ یہ اپنی نجاست اور عادات قبیحہ کی وجہ سے نہ تو اس قابل ہیں کہ انکو اس پاک معبود کی راہ میں قربان کیا جائے اور نہ اپنی خباثت کی بنا پر اس لائق ہیں کہ ان کو کھایا جائے، وہ ادنیٰ تامل میں عقل سلیم کی رہبری سے اس صحیح نتیجہ پر پہنچ گئے اور ان کے اس مشاہدہ اور ذاتی تجربہ نے جو کہ حد تواتر کو پہنچ چکا ہے، اس امر پر حکم جازم لگادیا کہ اگر وہ بھی سور یا ان جانوروں کا گوشت کھانے کے عادی ہوجائیں جن کے اندر عادات خبیثہ اور بے غیرتی و بے حیائی کا عنصر موجود ہے تو ان کے اندر بھی لازماً انھیں جیسی بے غیرتی و بے حیائی پیدا ہوجائے گی۔

اس حقیقت سے کون خبردار نہیں کہ اگر سؤر کسی کو اپنی مادہ کے ساتھ جفتی کھاتے دیکھتا ہے تو اس کو اس کی اصلاً پرواہ نہیں ہوتی، حیا کا فقدان اس کو ہرگز جذبہ انتقام پر آمادہ نہیں ہونے دیتا، اسی طرح اگر انسان بھی سؤر خوری شروع کردے تو کیا اس کے اندر سے حیائے انسانی کا خاتمہ نہ ہوجائے گا؟ اور کیا اس کو اپنی بہو بیٹی کی غیرت باقی رہ جائے گی؟

ہم نے یہ جو کچھ بھی لکھا ہماری جولانی طبع اور جدت تخیل کا نتیجہ نہیں بلکہ اس امر پر ہمارا ذاتی تجربہ شاہد ہے اور ہم کو اغذیہ وادویہ کا استعمال اور ان کی نفوس انسانی میں تاثیرات بتاتی ہیں کہ ایک انسان اغذیہ وادویہ کے استعمال سے انھیں اثرات کا حامل ہوجاتا ہے جن اثرات کو قدرت نے ان اغذیہ وادویہ مستعملہ کے اندر ودیعت فرمادیا ہے تو پھر سور کھا کر سؤر جیسے خصائل قبیحہ کا پیدا ہو جانا اس تجربہ کی بنا پر بعید از امکان نہیں۔

اسی خیال سے مسلمانوں نے نہ صرف سؤر بلکہ اس جانور کا بھی گوشت کھانے سے اجتناب کلی رکھا جس پر ان کی شریعت قادسہ

* مضمون نگار ماہنامہ یادگار رضا، بریلی شریف کے ایڈیٹر اور مرکز اہل سنت کے ایک معتبر مفتی تھے۔

نے حرمت اور نجاست کا حکم صادر فرما دیا ہے اگر چہ انھوں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ افراد انسان ہی میں سے بعض افراد سؤر وغیرہ کو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر برغبت کھاتے ہیں مگر دوسری قوموں کی طرح مسلمان مطلق العنان ہو کر اپنی شریعت حقہ کے حکم کے خلاف ہرگز حرام خوری پر آمادہ نہ ہوئے، اگر مسلمان نفس پروری کرتے اور مبتلائے خواہشات نفسانی ہوتے تو سؤر، کتے، بندران مفت کے جانوروں پر اپنا ہاتھ کیوں نہ صاف کرتے؟

ہمارے اس بیان سے صاف کھل گیا کہ مسلمانوں کے دامن پر گوشت خوری کی آڑ میں بہیمیت و بربریت کا دھبہ لگانا اور اپنی لذّات وخواہشات نفسانی کے لئے بے زباں جانوروں کو ایذا رسانی سے تعبیر کرنا عقل وخرد سے محرومی اور بغض وعناد کی آگ میں جلنے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم آگے چل کر اس امر کو ناقابل انکار دلائل و براہین سے ثابت کریں گے کہ گوشت جو خدائے برتر کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اس کو نعمت سمجھ کر نہ صرف کھانا ہی اچھا ہے بلکہ اس امر پر انسان کی وضع خلقی شاہد ہے کہ گوشت خوری انسانی فطرت میں داخل ہے۔

معترضین کے پاس لے دے کر صرف یہی ایک دلیل ہے کہ بظاہر جانوروں کا ذبح کرنا ظلم ہے اور ظلم کسی مذہب میں جائز نہیں، کھانے والے صرف اپنا دل خوش کرنے کی خاطر ایک جاندار مخلوق پر اس قدر ظلم وستم روا رکھتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے۔

حقیقۃً یہ ایک ایسا مغالطہ ہے جو تھوڑی دیر کے لئے کسی بھی عقلمند آدمی کو جادۂ عقل سے پرے کر دینے کے لئے کافی ہے مگر ادنیٰ سی غور وفکر کے بعد اس مغالطہ کا ازالہ کیا جا سکتا ہے کہ آج دنیا میں کوئی بھی ایسا مذہب نہیں جس میں بکثرت گوشت کھانے والے موجود نہ ہوں اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جس بات کو عقلائے زمانہ جمہوریت و اکثریت کے لحاظ سے اختیار کرتے ہیں وہی بات حق ہوتی ہے۔

یہ ایک ایسا مسلمہ کلیہ اور ایسی ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس سے روگردانی نہ کرے گا مگر معاند، ہم اس کلیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے جب اس مسئلہ پر نظر غائر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت بے نقاب ہو کر ہمارے سامنے آجاتی ہے کہ جب دنیا کی ساری اقوام بلکہ ہندؤں میں سے بھی اکثر وبیشتر قومیں گوشت کھانے کی نہ صرف عادی بلکہ دلدادہ ہیں تو پھر اہل ہنود کا گوشت کھانے کو ظلم اور کھانے والوں کو ظالم سمجھنا حقیقت سے چشم پوشی اور کھلا عناد نہیں تو اور کیا ہے؟ معترضین کا یہ قول کہ ”جانوروں کو ذبح کرنا بظاہر ظلم معلوم ہوتا ہے۔“

اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم کا معنی صرف ایذا رسانی ہی نہیں (اور اگر ظلم کا استعمال اس معنی میں کیا جائے تو ہر موذی جانور مثلاً سانپ، بچھو وغیرہ کا مارنا بھی ظلم اور حرام ٹھہرے گا حالانکہ ہر ملت اور ہر مذہب بلکہ ہر کس وناکس کے نزدیک بالاتفاق موذی جانوروں کا قتل کرنا جائز ہے اس کو کوئی بھی کم عقل ناجائز وحرام یا ظلم سے تعبیر نہیں کرتا) بلکہ ظلم کے معنی یہ بھی ہیں کہ کسی دوسرے کی چیز کو اس کی بلا اجازت اپنے تصرف میں لایا جائے، اگر چہ وہ کتنی ہی معمولی بلکہ محض ناکارہ ہی کیوں نہ ہو، اپنی چیز میں ہر وقت اور ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہے اور بدیہی بات ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ضرورت کے وقت اپنی گراں بہا اور زریں پوشاک کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جلا کر اس سے کھانا پکا لے یا بلا ضرورت بھی تلف کر دے تو اسے کوئی بھی کم عقل ظلم سے تعبیر نہیں کرے گا لیکن اگر کوئی شخص کسی دوسرے کا ایک معمولی کپڑا بھی لے کر چولہے کی نذر کر دے تو ہر کس وناکس کے نزدیک ظالم ٹھہرے گا۔

الغرض ہر وہ شے جو بیع وشرا یا دیگر جائز طور پر ہماری ملکیت میں آئے تو ہم کو مالک ہونے کی حیثیت سے اس میں ہر طرح اور ہر قسم کے تصرف کا اختیار ہے اور اس میں سر مو ظلم کا شائبہ تک نہیں تو وہ خدائے برتر وبالا جو جملہ زمین وآسمان اور سارے جہان کا خالق ومالک حقیقی ہے اگر انسان اشرف المخلوقات کو اپنی مخلوق ومملوک گائے بکری وغیرہ کے کھانے کا حکم دے تو یہ بہرحال اس کا عدل و انصاف ہے اور اگر انسان بھی بنظر تعمیل حکم خداوندی ان کا گوشت کھائے اور مزے اڑائے تو اس پر بھی کچھ الزام نہیں۔

اگر یہاں پر کوئی یہ اعتراض کرے کہ ”خدا کے یہاں سے ایسا نازیبا حکم جو سراسر وحشت وبربریت پر مبنی ہو، ہرگز نہیں آسکتا، جس طرح کہ انسان خدائے عادل کی مخلوق ہے اسی طرح گائے

اور بکری وغیرہ بھی اسی کی مخلوق ہیں، عقل سلیم اور طبع مستقیم اس امر کی نافی ہے کہ تمام مخلوق کا مالک وخالق ماں باپ سے زیادہ اپنی ساری مخلوق پر مہربان، اپنی مخلوق میں سے ایک مخلوق کی خوشدلی اور اتمام لذات نفسانی کی خاطر اس کو دوسری جاندار مخلوق کے ذبح کرنے اور کھانے کا حکم دے جو اس کے عدل وانصاف کے منافی اور ظلم وستم کے مترادف ہے۔''

تو اس اعتراض کا جواب ہمارے بیان سابق ہی سے مل سکتا ہے لیکن ہم اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ ہم اس سطحی اعتراض کا قلع قمع کرنے کی غرض سے ایک دوسرا مدلل جواب حوالۂ قلم کرتے ہیں۔

اگر مسلمان آدم خوری کو جائز وحلال بتاتے اور خود بھی مردم خوری کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی اس امر کے ملتجی ہوتے ہیں جس طرح کے وہ گائے اور بکری کو حلال جان کر خود بھی کھاتے اور دوسروں سے بھی اس بات کے متمنی رہتے ہیں کہ وہ بھی ہمارے ہم مشرب وہم پیالہ ہو کر اس خداداد نعمت سے لذت اندوز ہوں اور پھر ہندو کسی امر سے خائف ہو کر ایسا کہتے تو ہمیں اس کے تسلیم کر لینے میں اصلاً کوئی تکلف نہ ہوتا اور ہم بلاخوف لومۃ لائم ببانگ دہل یہ کہنے کے لئے تیار ہو جاتے کہ بے شک ہندو بے چارے حق بجانب ہیں ہرگز خدائے کریم اپنے بندوں کو ایسا نازیبا حکم نہیں دیتا۔

لیکن جب یہ امر مسلم ہو چکا کہ انسان نہ صرف بہائم بلکہ خدائے برتر کی تمامی مخلوق سے اشرف واعلیٰ ہے گائے اور بکری وغیرہ شرافت اور بزرگی میں انسان کے ہم سنگ پاسنگ بھی نہیں تو اس صورت میں اگر خدائے حکیم نے اشرف واعلیٰ کو ادنیٰ اور کمتر کے استعمال میں لانے اور نہ صرف بلاوجہ بلکہ ان کا گوشت کھا کر فائدہ اٹھانے اور اس عطائے نعمت پر توفیق شکر عطا فرمانے کی جہت سے ذبح کرنے کا حکم دیا تو کیا ستم کیا؟

کیا معترضین کو اس بداہت سے بھی انکار ہوگا کہ دنیا میں اعلیٰ کے لئے ادنیٰ کا استعمال میں لانا دستور عام ہے اگر معترضین کائنات عالم پر متجسسانہ نظر ڈالیں تو ان کو اس قسم کی صدہا جیتی جاگتی مثالیں نظر آئیں گی، اس سے کون واقف نہیں کہ ایک انسان کی پوشش کی غرض سے نہایت ہی بیش بہا کپڑے کے ٹکڑے اور پارچے کر کے پوشاک تیار کی جاتی ہے، بقائے نفس انسانی کی خاطر ہزاروں من گیہوں پیس کر سرمہ سا کر دیئے جاتے ہیں تاکہ ہم ان سے حلوے اور روٹیاں بنائیں، کھائیں اور لطف سے زندگی بسر کریں، ایک بلند وبالا مکان اور ایک عشرت کدہ کی تعمیر کی خاطر گراں بہا اور بیش قیمت پتھر سنگ موسیٰ، سنگ مرمر کو توڑ، پھوڑ، گڑھ کر لگاتے ہیں صدہا بے زبان درختوں کو جڑ سے کاٹ کر چیرتے، ان سے کڑیاں اور تختے نکالتے اور مکان میں ڈالتے ہیں۔

جب انسان کو اشرف واعلیٰ سمجھا جب ہی تو گیہوں وکپڑے پر، بیش قیمت اور بے زبان شجر وحجر پر اس کے استعمال میں لانے کی خاطر یہ ظلم وستم روا رکھا بلکہ اس صورت میں جبکہ انسان کا اشرف المخلوقات ہونا مسلم اور اطبائے عالم کا اس پر اتفاق کہ گوشت انسان کے لئے بغایت درجہ سودمند ہے اور پھر بھی وہ حکیم مطلق انسان کو گوشت کھانے سے منع کرے اور حکم نہ دے تو یہ اس کی حکمت کے منافی ہے۔

حکمت وشفقت ورافت خداوندی کا تقاضا ہے کہ ہر وہ شئ کہ جس میں خیر کثیر ہو جس کے استعمال میں بلاشبہ بندوں کا مفاد ہو، اس سے اپنے بندوں کو بہرہ اندوزی کا موقع دے اور بندوں کی بھی یہ شان ہونا چاہئے کہ جب وہ اس کے رشتۂ عبودیت میں منسلک ہیں جب انھوں نے اپنی حیات مستعار کے عزیز ترین لمحات کو، اپنے ہر حرکت وسکون کو وقف رضائے رب کریم بنا رکھا ہے اور جب وہ اس کے اوامر ونواہی پر عمل پیرا ہونے کو اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں تو اس عطائے نعمت پر، اس رافت وشفقت پر اس خالق ارض وسما کی بارگاہ بے نیاز میں اپنی نیاز آگیں جبین عبدیت جھکا کر ہدایائے تشکر وامتنان پیش کرتے ہوئے اس کو قبول کریں کہ اس کا قبول نہ کرنا شیوۂ عبدیت کے خلاف اور ان جذبات عشق ومحبت کے منافی بلکہ سرکشی اور بغاوت کے مترادف ہے جن کو انھوں نے اپنے شرر فشاں سینوں میں زینت کاشانہ دلی بنانے کی خاطر، گوشۂ دل میں اس واحد ویکتا معبود ومسجود کی روح پرور یاد قائم وبرقرار رکھنے کی خاطر دبا دبا کر رکھا ہے۔

وہ لامتناہی جذبات عبودیت جن کا قلوب کی تنگ فضا میں کیف آگین تلاطم وارتعاش چپکے چپکے سبق آموز اعتراف ربوبیت

ہو کر غفلت شعار انسان کو ہر لمحہ وہر آن اس واحد قدوس کی جناب میں نہ صرف سر نیاز خم کرنے پر مجبور کرتا ہے بلکہ وہ ملک دل جو ان کے قبضۂ اقتدار میں ہے اور جو ان کا مسکن اور مستقر ہے اس کے خلائے موہوم میں صہبائے عبدیت سے مخمور ہو کر ان کا مستانہ تحرک و اضطراب اس کو ارتعاش استمراری اور ہمیشہ سر بسجود رہنے کی دعوت دیتا ہے۔

میں اس موقع پر معترضین سے یہ استفسار کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اگر ایک بادشاہ مجازی جس کے قبضۂ اقتدار میں نہ صرف عنان مملکت وحکومت ہی ہو بلکہ اس کو ایک طبیب ماہر وحاذق ہونے کا فخر بھی حاصل ہو وہ اپنے ایک ادنیٰ محکوم کو جس کی گردن میں اس کی محکومیت اور غلامی کا قلادہ آویزاں ہو، وہ بادشاہ اس کی کیفیات مزاجی سے مطلع ہو کر اس کی مضرت ومفاد کا احساس کرتے ہوئے اپنے مراحم خسروانہ اور نوازشہائے شاہانہ کی بنا پر ایک خوش رنگ اور خوش مزہ سیب عنایت فرما کر اس کے کھانے کا حکم دے اور وہ حماقت مآب اور سفاہت کیش محض اس خیال سے کہ یہ عطیۂ شاہانہ ہے اگر میں اس کو کھاؤں گا تو اس کی ہیئت اصلی فنا ہو جائے گی یہ خوش رنگ اور حسین سیب چاقو یا چھری کی قطع وبرید سے پارہ پارہ ہو جائے گا، حلق سے اتر کر معدے میں پہنچے گا، کیموس وکیلوس کے طبخ اوّل وثانی کے بعد فضلہ رویہ بن کر ہر طرح قابل اخراج ہوگا، انکار کردے اور نہ کھائے بلکہ اپنی حماقت کا مزید ثبوت یہ دے کہ اس کو الٹا واپس کردے تو کیا وہ مورد عتاب شاہی نہ ٹھہرے گا؟ اور کیا وہ عدم تعمیل فرمان شاہی کے الزام میں قابل صد نکوہش نہ ہوگا؟

ہاں ہوگا اور ضرور ہوگا اس لئے اس نے ''کفران نعمت الٰہی'' کا ارتکاب کیا اس کا تو فرض تھا کہ وہ اس عطیۂ شاہی کا نہایت احترام کے ساتھ خیر مقدم کرتا اس کو بوسۂ نیاز دے کر آنکھوں سے لگا تا سر پر رکھتا، تعمیل فرمان شاہی اور اپنا فریضۂ محکومیت ادا کرنے کی خاطر بصد احترام کھاتا اور شکر نعمت بجالاتا کہ اسی میں اس کی سعادت بھی تھی اور یہی امر بادشاہ کی خوشنودی مزاج کا باعث بھی، تو وہ بادشاہ حقیقی اور وہ خدائے قادر وقہار جس کی پر ہیبت وپر جلال اور غیر فانی حکومت نہ صرف انسان بلکہ جملہ کائنات عالم کو مستولی اور محیط ہے وہ گوشت جیسی مفید ترین نعمت عظمیٰ کو اپنے اضعف بندوں پر اپنی رافت وشفقت سے حلال وجائز فرما کر اس کے کھانے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حکم دے اور وہ اسے ظلم وستم، وحشت وبربریت پر محمول کرتے ہوئے اس حکیم مطلق کے اس حکمت بھرے فرمان کی مخالفت کرے تو کیا یہ امر مورد قہر خداوندی ہونے کا موجب نہیں؟ اور کیا یہ امر اس خدائے ذوالجلال کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں، اگر یہ ظلم ہے تو دوسری قومیں بھی اس ظلم کی مرتکب ہیں۔

سطور بالا سے یہ حقیقت مہر نیم روز کی مثل منکشف ہو گئی کہ گوشت بلا شبہ حلال ہے اور اس کا ترک کردینا نہ صرف خدائے برتر کی ایک نعمت سے محروم ہونا ہے بلکہ از خود مورد عتاب الٰہی بننا ہے، یہی سبب ہے کہ دنیا میں جس قدر ادیان ومذاہب ہیں ان میں کوئی بھی مذہب ایسا نہیں ملے گا جس میں کثرت سے گوشت خوری کا رواج نہ ہو، اور ہنود میں تو اکثر وبیشتر ایسی قومیں ہیں جو نہ صرف خود ہی گوشت خوری کی عادی ہیں بلکہ ان کے نزدیک تو یہ فعل اس درجہ جائز ومستحسن ہے کہ وہ اپنے معبودوں، دیویوں اور دیوتاؤں پر بھی بکروں کو بھینٹ چڑھاتے ہیں ظاہر ہے کہ اگر اس کو اچھا نہ سمجھتے تو اپنے معبودوں کے لئے ایسا ہرگز نہ کرتے اور اگر اس میں ظلم وستم کا شائبہ بھی ہوتا تو اس ناجائز وحرام فعل کو اپنے معبودوں کی خوشنودی کا آلۂ کار کیوں بناتے؟

مسئلہ گوشت خوری کی آڑ میں مسلمانوں کے سر ایذائے ذی روح کا ناپاک الزام رکھنے والے ہنود اور ان سنگٹھنی آریوں سے میرا یہ سوال ہے کہ اگر گوشت کھانا ایذائے ذی روح کے خیال سے ظلم وستم اور وحشت وبربریت کے مترادف ہے تو بے زبان جانوروں پر بجبر سوار ہونے، ان کو یکّہ گاڑی فٹن میں چلانے، ان پر بوجھ لادنے، ان کی اس فطری آزادی کو جو قدرت نے ان کو دے رکھی ہے ان سے سلب کر کے ان کو مقید ومحبوس کرنے میں کیا ایذائے ذی روح متصور نہیں؟

بدیہی بات ہے کہ اگر قتل نفس گناہ کبیرہ ہے تو زدوکوب کرنا اور بجبر مقید ومحبوس رکھنا بھی ہرگز مورث ثواب نہیں ہو سکتا تو اس معنیٰ کر جب وہ خود ان امور سیئہ کے ہر لمحہ وہر آن مرتکب ہوتے

ہیں تو ان پر بھی ظلم وستم وحشت وبربریت اور ایذائے ذی روح کا الزام آئے بغیر نہیں رہ سکتا اگر وہ اس کا جواب یہ دیں کہ انسان اشرف واعلیٰ ہے اور انعام و بہائم، ادنیٰ وارذل اور اعلیٰ کا ادنیٰ کو استعمال میں لانے اور اس سے حوائج اصلیہ جائز کو پورا کرنے کی قدرت نے اجازت دی ہے اور اس میں اصلاً ظلم وستم نہیں تو ان کے اس جواب سے مابہ النزاع کا ارتفاع کلی ہے کہ مسلمان بھی تو یہی کہتے ہیں پھر بلاوجہ ان کو کیوں ملزم ٹھہرایا جاتا ہے؟

معترضین کی خفت عقل اس مسئلہ میں نہ صرف ہر عاقل کو خندہ ریزی کا موقع دیتی ہے بلکہ ہر جاہل ونادان کے نزدیک وہ ''گڑ کھائیں اور گلگلوں سے پرہیز'' کے پورے پورے مصداق ہیں، معترضین چراغ ہاتھ میں لے کر کائنات عالم کے گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ پر غائرانہ نظر ڈالیں اور ان چند افراد کو جو اس مسئلہ میں ان کے ہم آہنگ وہم نوا ہیں تلاش کریں اور دیکھیں کہ ان چند نفوس میں سے کئی ہستیاں ایسی ہیں جن کو چمڑے کی جوتیاں پہننے میں عار ہے۔

ان کا پائے تجسس لنگ کرنے لگے گا مگر ان کو ایک فرد بھی ایسا نظر نہ آئے گا جو اس جرم کا ارتکاب نہ کرتا ہو، گوشت کھانے میں تو ایک نوع کی تعظیم بھی تھی صرف ایذائے ذی روح کا لغو و باطل خیال ہی دل میں چٹکیاں لیتا تھا مگر چمڑے کی جوتیاں پہننے میں تو گائے کی صریح اہانت ہے، نہیں کہا جاسکتا کہ انھوں نے اس تعظیم پر توہین کو کیوں ترجیح دی؟

معترضین وجہ ترجیح بتائیں، مسلمان اگر گوشت سے لذت اندوز ہوتے اور خدائے برتر کی عطا فرمائی ہوئی اس نعمت عظمیٰ سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو اپنے اس مالک وخالق کی تعمیل حکم کی بنا پر ایسا کرتے ہیں لیکن معترضین خود اس ''واجب التعظیم گائے'' کی اس درجہ توہین وتذلیل کے کیوں درپے ہیں؟ جو اس کے چمڑے کی جوتیاں بنا کر پہنتے ہیں، وہ خود ہی انصاف سے کہیں کہ کیا یہ امر ان کے خبط عقل ہونے کی زندہ مثال نہیں؟ اور کیا وہ مذکورہ ضرب المثل کے مصداق نہیں ہیں؟۔

الحمدللہ ہماری اس اجمالی تحریر سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ گوشت کی حلت میں اصلاً کلام نہیں، نہ گوشت کھانے والوں پر ایذائے ذی روح کا الزام درست، نہ ان پر ظلم وستم اور وحشت و بربریت کا اعتراض صحیح، یہ اجمال ہر عاقل وانصاف پسند انسان کی تسلی خاطر اور تسکین قلب کے لئے کافی ہے لیکن ایک وہ شخص جو پکا ملحد ہو اور کسی دین کا پابند نہ ہو اگر وہ اس مسئلہ پر دندانِ اعتراض تیز کرے تو تاوقتیکہ اس کو دلیل عقلی سے مسکت اور دندان شکن جواب نہ دیا جائے وہ صرف اس پر قناعت نہیں کرسکتا لہٰذا میں اس مضمون کو ایک دلیل عقلی پر ختم کرتا ہوں تاکہ اعتراض کا راستہ ہی مسدود ہوجائے اور کسی کو مجال دم زدن باقی نہ رہے۔

دنیا میں ذی روح اور جاندار کی جس قدر اقسام ہیں وضع خلقی کے لحاظ سے ہر قسم میں ایک ایسی نمایاں اور مابہ الامتیاز خصوصیت پائی جاتی ہے جو دوسری قسم میں مطلقاً مفقود ہوتی ہے اور جس کے سبب سے اقسام ذی روح میں ایک دوسری سے امتیاز کلی ہوجاتا ہے۔

ہم اس کلیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے جب ہر جاندار، چرند و پرند کی خوراک پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں اس میں بھی وضع جبلی کے اعتبار سے اختلاف نظر آتا ہے، مثلاً وہ پرند جن کی نوک ترچھی ہے ان کی خورش گوشت ہے اور جن کی سیدھی ہے وہ گوشت کی ہوا سے بھی گریز کرتے ہیں، اس قاعدہ سے اگر ایک آدھ پرند مستثنیٰ ہو تو اس سے ہمارے اثبات مدعیٰ پر کچھ اثر نہیں پڑتا، چوپایوں میں جن کی خوراک گوشت ہے ان کی وضع خلقی یہ ہے کہ ان کے دو کیلے اور داڑھیں کچھ گول ہوتی ہیں اور جن کی خوراک گھاس وغیرہ ہے ان کی داڑھیں چپٹی ہوتی ہیں۔

یہ ایک ایسی پہچان ہے کہ اگر چوپایہ سامنے نہ بھی ہو جب بھی صرف اس کی داڑھوں ہی کو دیکھ کر ہر شخص پہچان سکتا ہے کہ جس کی یہ داڑھیں ہیں اس کی خوراک گوشت ہے یا گھاس؟ چونکہ انسان بھی ایک غیر پرند جاندار ہے لہٰذا دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی داڑھیں انھیں جانوروں کی مثل ہیں جن کی خوراک گوشت ہے گھاس کھانے والے جانوروں کے مثل نہیں۔

اس سے اس حقیقت کا انکشاف تام ہوگیا کہ انسان کی وضع خلقی گوشت خوری کی مقتضی ہے یہی سبب ہے کہ ہر ملک اور ہر طبقے، ہر ملت اور ہر مشرب کے لوگ بکثرت گوشت خوری کے عادی ہیں۔ ■

از: مفتی محمد صابر القادری نعیمی*

ماہِ ذوالحجہ کے فضائل و معمولات

ذوالحجہ اسلامی سال کا بارہواں مہینہ ہے، ذوالحجہ چار برکت اور حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے، اس مبارک مہینہ میں بکثرت نوافل، روزے، تلاوت قرآن عظیم، تسبیح و تہلیل، تکبیر و تقدیس اور صدقات وغیرہ اعمال کا بہت بڑا ثواب ہے، بالخصوص ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کی اتنی فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عشرہ کی دس راتوں کی قسم یاد فرمائی ہے۔

خداوند قدوس قرآن مقدس میں ارشاد فرماتا ہے: والفجر ولیالٍ عشر والشفع والوتر واللیل اذا یسر۔ [پ ۳۰ ر سورۃ الفجر ا تا ۴] یعنی اس صبح کی قسم اور دس راتوں کی اور جفت اور طاق کی اور رات کی جب چل دے۔ [کنز الایمان]

والفجر سے مراد یکم محرم کی صبح ہے جس سے سال شروع ہوتا ہے یا یکم ذوالحجہ کی صبح جس سے دس راتیں ملی ہوئی ہیں یا عید الاضحیٰ کی صبح بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد ہر دن کی صبح ہے کیوں کہ وہ صبح رات کے گزرنے اور روشنی کے ظاہر ہونے اور تمام جانداروں کے طلب رزق کے لئے منتشر ہونے کا وقت ہے اور یہ مردوں کے قبر سے اٹھنے کے وقت کے ساتھ مشابہت اور مناسبت رکھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ولیالٍ عشر سے مراد ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہیں کیوں کہ یہ زمانہ اعمال حج میں مشغول ہونے کا زمانہ ہے، حدیث شریف میں اس عشرہ کی بہت فضیلتیں وارد ہوئی ہیں، یہ بھی مروی ہے کہ رمضان کے عشرۂ اخیرہ کی راتیں مراد ہیں یا محرم کے پہلے عشرہ کی راتیں مراد ہیں، والشفع والوتر سے مراد ہر چیز کے یا ان راتوں کے یا نمازوں کے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جفت سے مراد خلق اور طاق سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔

واللیل اذا یسر سے مراد رات گزرے یہ پانچویں قسم ہے عام رات اس سے پہلے دس خاص راتوں کی قسم ذکر فرمائی گئی بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اس سے خاص شب مزدلفہ مراد ہے جس میں بندگان خدا طاعت الٰہی کے لئے جمع ہوتے ہیں، ایک قول یہ بھی ہے کہ اس سے شب قدر مراد ہے جس میں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے اور جو کثرت ثواب کے لئے مخصوص ہے۔ [تفسیر خزائن العرفان]

مذکورہ بالا قسم سے معلوم ہوا کہ عشرۂ ذوالحجہ کی بہت بڑی فضیلت ہے اسی طرح ان کی فضیلت کتب احادیث میں بکثرت وارد ہیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت عشرۂ ذوالحجہ داخل ہو جائے اور تم میں سے بعض آدمی قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو چاہئے کہ بال اور جسم سے کسی چیز کو مس نہ کرے، ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ بال نہ کتروائے اور نہ ناخن ترشوائے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جو شخص ذوالحجہ کا چاند دیکھ لے اور قربانی کا ارادہ ہو تو نہ بال کٹوائے اور نہ ناخن ترشوائے۔ [مشکوٰۃ ص ۱۲۷]

حدیث پاک میں ہے: عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی ﷺ انه قال ما من ایام احب الی الله تعالیٰ ان یتعبد له فیهن من ایام عشر ذی الحجه وان صیام یوم فیها یعدل صیام سنة وقیام لیلة فیهن کصیام سنة۔

یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی دن زیادہ پسندیدہ نہیں جس میں عبادت کی جائے، ذوالحجہ کے ان دس دنوں سے (کیوں کہ) ان دنوں میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے۔ [مشکوٰۃ ص ۱۲۸]

یہی وجہ تھی کہ سیدنا حضرت سعید ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

* مضمون نگار، مدرسہ عربیہ حمادیہ رحمان گنج، بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

فرماتے ہیں کہ دس راتوں میں چراغ نہ بجھاؤ اور خدام کو ان راتوں میں جاگنے اور عبادت کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔ [غنیۃ الطالبین]

قربانی کی فضیلت

قربانی اسلام کا ایک شعار عظیم ہے جس کو زبردست اہمیت وفضیلت حاصل ہے، آقائے کریم ﷺ کو قربانی کا حکم دیا گیا، ارشاد ربانی ہے: فصل الربك والنحر یعنی آپ اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے، دیگر احادیث کریمہ میں بھی قربانی کرنے کی بڑی تاکید کی گئی ہے، ترک پر وعید اور اس کے کرنے پر ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم پر اپنے عزیز بیٹے کی قربانی کے لئے اس کے حلق پر چھری رکھ دی اور تکبیر کہہ کر قربانی کرنے میں مشغول ہو گئے، لیکن اللہ کی شان کریمی کے قربان کہ اس نے حضرت اسماعیل کے گلے پر ایک تانبے کا پتر رکھ دیا تھا، جس کی وجہ سے چھری کی دھار کا کوئی اثر نہ ہوا، چھری کو پھر تیز کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر پھیرنے لگے مگر اب بھی وہی حال، آخر کار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غصہ میں چھری کو پتھر پر پھینک دیا، خدا کے حکم سے چھری نے کہا: اے خلیل اللہ مجھے اسماعیل کو ذبح کرنے کا حکم نہیں، چھری کو پھر خوب تیز کیا اور پوری طاقت سے تکبیر کہہ کر لخت جگر کی گردن پر پھیرنے لگے، غم فرقت سے آنکھیں ڈبڈبا گئیں، فرشتے یہ منظر دیکھ کر انگشت بدنداں تھے، خود شیطان بھی کھڑا ہوا دونوں باپ بیٹے کے صبر و تسلیم کو نگاہ تعجب سے دیکھ رہا تھا، اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام آسمان سے ایک بہشت کا مینڈھا لائے، اس وقت یہ آواز آئی کہ اے ابراہیم تم نے اپنے خواب کو سچ کر دیا، یہ مینڈھا تمہارے بیٹے کا فدیہ ہے وفدینه بذبح عظیم یعنی ہم نے اسماعیل کے فدیہ میں ایک ذبح عظیم عطا کیا، اسی کے ساتھ اللہ اکبر اللہ اکبر کی آواز بلند ہوئی، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس غیب کی آواز کو سن کر کہا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر، حضرت اسماعیل علیہ السلام پکار اٹھے اللہ اکبر ولله الحمد، ان الفاظ کو زبان پر لانا پچھلی امتوں کے لئے سنت ہو گیا اور تمام اعمال سے افضل تر اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہی باعظمت الفاظ ہیں، کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے۔ ؎

یہ آساں ہے کہ انساں چھوڑ دے سب مال وزر اپنا
یہ آساں ہے کہ انساں چھوڑ دے تخت سلیمانی
یہ آساں ہے کہ انساں رنج اٹھائے سختیاں جھیلے
یہ آساں ہے کہ اپنی جان بھی دیدے بآسانی
یہ سب آسان سے آسان تر ہے جان من لیکن
بہت مشکل ہے اپنے ہاتھ سے بیٹے کی قربانی
کیا بیٹے کو قرباں راہ حق میں اپنے ہاتھوں سے
نہیں دنیا میں کوئی بھی خلیل اللہ کا ثانی

اے مسلمانوں یہ غور و فکر کا مقام ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے اپنے لخت جگر کی قربانی کا حکم دیا تو وہ اپنے نور نظر اپنے نور نظر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے، اب ذرا اپنی حالت دیکھو کہ گائے بکری کی قربانی بھی تم پر شاق گزرتی ہے، سوچو تو سہی کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ اولاد کی قربانی واجب کر دیتا تو کیا کرتے؟ وہ لوگ خوش نصیب ہیں جو عید الاضحیٰ میں نہایت شوق ومحبت سے قربانیاں کرتے ہیں اور وہ لوگ بدبخت ہیں جو اس نیک کام میں بخل روا رکھتے ہیں۔ [علم الیقین ص ۷۳ تا ۷۵]

مسائل قربانی: قربانی ہر مسلمان مکلف، آزاد، مقیم، صاحب نصاب پر واجب ہے اگر ترک کرے گا سخت گنہگار ہوگا۔

مسئلہ: قربانی کے وقت میں قربانی ہی ضروری ہے کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی مثلاً قربانی کرنے کے بجائے جانور یا اس کی قیمت صدقہ کر دینا کافی نہیں۔

مسئلہ: قربانی کا وقت شہری کیلئے بعد نماز عید و دعا ہے اور غیر شہری کے لئے دسویں ذوالحجہ کی صبح صادق ہے اور سب کے لئے آخری وقت بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے۔

مسئلہ: بھینس اور اونٹ وغیرہ یعنی بڑے جانوروں میں سات لوگوں تک کی شرکت جائز ہے، بکرا بکری، بھیڑ، دنبہ ایک ہی آدمی کی طرف سے ہوگا۔

مسئلہ: قربانی کے جانور میں جتنے شریک ہوں سب کی نیت قربانی یا نیک کام ہی کی ہو محض گوشت کھانے یا تجارت کرنے کی نہ ہو

ورنہ کسی کی قربانی نہ ہوگی۔

مسئلہ: بکرا، بکری، دنبہ کم از کم ایک سال کا ہو اس سے کم کا جائز نہیں ہاں دنبہ کا بچہ اگر چھ ماہ کا خوب فربہ ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو جائز ہے۔

مسئلہ: بھینس وغیرہ دو برس سے کم کے جائز نہیں اور اونٹ پانچ برس سے کم کا جائز نہیں۔

مسئلہ: قربانی کرنے والے کے لئے چاند دیکھ کر قربانی کرنے تک سر نہ منڈانا، بال نہ ترشوانا ناخن نہ کٹوانا مستحب ہے۔

تکبیر تشریق: نویں ذوالحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد باآواز بلند ایک مرتبہ کہنا واجب ہے اور تین مرتبہ افضل ہے، تکبیر تشریق یہ ہے: اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ [بہار شریعت]

عرفہ کا روزہ: ان دنوں میں عرفہ کا دن بڑا معظم و محترم دن ہے، اس لئے کہ عرفہ کا روزہ ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے مگر یہ غیر محرم کے حق میں ہے اور محرم عرفہ کے دن روزہ نہ رکھے تاکہ مناسک حج کے ادا کرنے میں سستی نہ ہو۔ [ماثبت من السنۃ ص ۱۷۹]

حکایت: ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی، فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ایک دوست کے آگے دس نور دیکھے اور اپنے آگے صرف دو نور نظر آئے اس لئے مجھے تعجب ہوا اتنے میں مجھے بتایا گیا کہ تیرے دوست نے دس سال عرفہ کا روزہ رکھا تھا، اس لئے اس کے آگے دس نور ہیں اور تو نے صرف دو سال عرفہ کا روزہ رکھا تھا، اس لئے تیرے آگے صرف دو نور ہیں۔ [نزہۃ المجالس ج ا ص ۱۴۴]

معمولات ماہ ذوالحجہ: حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص پہلی رات ذوالحجہ میں چار رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد قل ہو اللہ احد پچیس مرتبہ پڑھے اور اللہ تعالیٰ اس کو بے شمار ثواب عطا فرماتا ہے۔

سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا جو شخص دسویں ذوالحجہ تک ہر رات وتروں کے بعد دو رکعت نفل پڑھے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کوثر اور سورۂ اخلاص تین تین مرتبہ پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو مقام اعلیٰ علّیین میں داخل فرمائے گا اور اس کے ہر بال کے بدلے میں ہزار نیکیاں لکھے گا اور اس کو ہزار دینار صدقہ دینے کا ثواب ملے گا۔

ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر کوئی فقیر ہو اور قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو کیا کرے؟ آقائے کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ نماز عید کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھے، ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ کوثر تین مرتبہ پڑھے تو اللہ جل شانہ اس کو اونٹ کی قربانی کا ثواب عطا فرمائے گا۔ [راحت القلوب]

مذکورہ بالا احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ ماہ ذوالحجہ بہت سے فضیلت و برکت والا مہینہ ہے اس مہینہ کو پا کر عبادت الٰہی میں مصروف عمل ہو کر اپنی آخرت کے سنوارنے کی بھرپور کوشش وسعی کرنا چاہئے، مولائے کریم اپنے حبیب لبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں تمام مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین۔

ص ۵۵ کا بقیہ...

ست الوزراء: بنت عمر بن اسعد تنوخیہ
تاج النساء: بنت رستم بن ابورجاء اصفہانیہ
شرف النساء: امۃ اللہ بنت احمد آبنوسیہ
فخر النساء: شہدہ بنت احمد بغدادیہ
زین الدار: وجیہہ بنت علی بوصیریہ
شجرۃ الدار: ام خلیل
حرۃ: زینت بنت ابوالقاسم نیشاپوریہ
جلیلۃ: ام عمر خدیجہ بنت عمر
معلمۃ: غالیمہ بنت محمد اندلسیہ
شیخۃ: ام الفضل صفیہ بنت ابراہیم مکیہ

واضح ہو کہ مذکورہ القابات میں "ست" سیدہ کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ [ملخصاً خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات، ص ۳۸]

مذکورہ القاب وآداب آج بھی اپنے مصداق کی تلاش میں ہیں، کاش کوئی اسلامی شہزادی ان کے حصول کے لئے میدان عمل میں قسمت آزمائی کرے، ایک زمانے کو اس کا انتظار ہے۔ ■■■

از: ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری*

قربانی! فضائل اور تقاضے

قربانی آدین کی شان اور اسلام کا ایک عظیم نشان ہے، قربانی! حضرت ابراہیم علیہ السلام نیز دوسرے انبیائے کرام کی سنّت اور رب کے دربار میں بندوں کی بہترین عبادت ہے، جس طرح بے آب وگیاہ مردہ زمین بارش کے اثر سے سرسبز وشاداب ہوجاتی ہے، ایسے ہی جان ومال کی خشک کھیتیاں قربانیوں کے فیض سے ہری بھری ہوکر لہلہانے لگتی ہیں، چوں کہ بندہ قربانی کے ذریعے خداوند قدوس کے قرب خاص سے مشرف ہوجاتا ہے، اس لیے اس عبادت کو قربانی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

قربانی کے فضائل وتقاضے کے گلہائے رنگا رنگ سے کتاب وسنّت کے اوراق مزین ہیں، جن سے قربانی کی اہمیت و ضرورت کا بھی پتہ چلتا ہے اور یہ بھی کہ کیسی قربانی خدا کو مطلوب ہے، ارشاد خداوندی ہے: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھئے اور قربانی کیجیے۔

جس طرح نماز کا حکم بظاہر صرف رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کو ہے، لیکن درحقیقت سب مسلمانوں کو ہے، اسی طرح قربانی کا حکم بھی صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ امت پر بھی لازم ہے، امت کے نبی ورسول پر جو انعام واکرام ہوتا ہے وہ لطف واحسان امت کو بھی شامل ہوتا ہے، لہٰذا امت پر نبی کا شکریہ اور اتباع ضروری ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قالوا ما ھذہ الأضاحي یا رسول اللہ قال سنۃ أبیکم ابراھیم۔ کیا ہیں یہ قربانیاں اور ان کا مقصد کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے، عرض کی گئی اس سنّت پر عمل سے کیا نفع ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا: ذبح کیے جانے والے جانور کے بدن پر جتنے بال ہوں گے، ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی لکھی جائے گی۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل ابن آدم من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اھراق الدم وانہ لیأتی یوم القیامۃ بقرونھا واشعارھا واظلافھا وان الدم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع علی الارض فطیبوا بھا نفسا۔

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دس ذی الحجہ کو انسان کے لیے اللہ کی راہ میں قربانی کرنے سے بڑھ کر کوئی عمل بھی اللہ کے ہاں زیادہ پسندیدہ نہیں ہے اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور سموں سمیت آئے گا (اور مومن کی نیکیوں والے پلڑے میں رکھا جائے گا) اور اس جانور کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں محل قبولیت میں پہنچ جاتا ہے، لہٰذا ان قربانیوں کو فراخ دلی سے کیا کرو۔“

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قربانی میں جانور کا ذبح کرنا، اس کا خون بہانا ضروری ہے، لہٰذا جو لوگ کہتے ہیں کہ جانور کو ذبح کرنے کی کیا ضرورت ہے، بلکہ اس کی قیمت صدقہ کردینی چاہیے، یہ لغو وباطل ہے، قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے، قرآن کریم نے جانور کو ذبح کرنے کا حکم دیا ہے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے قول وعمل سے اس عمل کو افضل و اعلیٰ، اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ فرمایا ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے:

اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یضحی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف میں دس سالہ مدت اقامت میں قربانی دیتے رہے۔

واضح ہوگیا کہ قربانی دینا صرف میدان منیٰ کے ساتھ خاص

* مقالہ نگار [illegible] جامعہ رضویہ [illegible] کے مہتمم اور اہل سنت کے معروف و معتبر اہل قلم ہیں۔

نہیں اور صرف حاجیوں پر لازم نہیں، بلکہ ہر صاحب استطاعت مسلمان پر لازم ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سالہ قیامِ مدینہ کے دوران قربانی دے کر اس کی اہمیت کو ظاہر فرمادیا اور تمام شبہات کا ازالہ کردیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مروی ہے، جس کا لب لباب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذوالحج کو دو مینڈھے جو کہ سیاہ رنگ والے، سینگ دار، خصّی کیے ہوئے تھے، مدینہ منورہ میں ذبح فرمائے اور فرمایا: اے اللہ! یہ قربانی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی اُمت کی طرف سے قبول فرما۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو اپنے ساتھ قربانی کے ثواب میں شریک فرمایا، تو اس احسان کا تقاضا یہ ہے کہ اُمتی بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کریں، دوسری چیز یہ کہ حضور نے اُمت کی طرف سے قربانی فرمائی، خواہ وہ موجود تھے یا نہ تھے، بلکہ بعد میں پیدا ہونے والے تھے یا پہلے وفات پاچکے تھے، تو معلوم ہوا کہ کسی بھی مسلمان کی طرف صدقہ کرنا، اسے اپنے ثواب میں شریک کرنا خواہ وہ زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو کارِ ثواب ہے، سنّت مصطفیٰ ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ قربان کیے، جن میں سے تریسٹھ اونٹ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے ذبح فرمائے اور باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے، حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذبح کے لیے خنجر ہاتھ میں لے کر اونٹ کے سامنے آئے اور اونٹ پانچ پانچ چھ چھ کی ٹولی میں آپ کے پاس لائے جانے لگے تو وہ ایک دوسرے کو دھکیل کر اپنی گردن آگے کر دیتے تا کہ پہلے اسے ذبح کیا جائے، دیکھئے جانوروں کو بھی محبوبِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کتنا سچا عشق ہے کہ جان جانے کا غم نہیں، بھاگ کر جان بچانے کی فکر نہیں، بلکہ ہر ایک اس خواہش میں کہ پہلے مجھے محبوب خدا کے دست ناز سے ذبح ہونا نصیب ہو، دوسرے کو دھکیل کر گردن آگے بڑھا دیتا ہے۔ ؎

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم تیری غیرت کو کیا ہوا

جب جانوروں کے اندر جانثاری وفدا کاری کا ایسا بے پناہ جذبہ موجود ہے، تو پھر ان مردانِ حق کے جذباتِ محبت کا اندازہ کون کرسکتا ہے جو محبوب کے قدموں پر اپنی جانیں نچھاور کرتے تھے۔ ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

علامہ اسمٰعیل حقی صاحبِ روح البیان ''کشف الاسرار'' سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ کی اُمت میں جو بھی مفلس و نادار ہو اور قربانی نہ کر سکے تو کوئی ایسی صورت ہے جس سے وہ قربانی کا ثواب حاصل کر سکے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نسخۂ کیمیا عطا فرمایا کہ چار رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ کوثر پڑھے، تو اللہ تعالیٰ ساٹھ قربانیوں کا ثواب اس کے دفتر حسنات میں درج فرمائے گا۔

نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا زکوٰۃ، تلاوت ہو یا کوئی اور عبادت، وہ تمام صرف اور صرف اللہ کے لیے ہونی چاہیے، ارشادِ پاک پروردگار ہے: **قُلْ اِنَّ صَلَاتِی وَ نُسُکِی وَ مَحیَایَ وَ مَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ**۔ آپ فرمادیں کہ میری نماز اور قربانی، حیات و ممات اس اللہ کے لیے ہے جو کہ ربّ العالمین ہے۔

امام رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ لِرَبِّکَ والا ''لام'' نماز و قربانی اور جملہ عبادات کے لیے یوں ہے جیسے بدن کے لیے روح، بدن چاہے کتنا حسین سے حسین ترکیوں نہ ہو، جب تک اس میں روح نہیں، اس کا کوئی کمال، کمال نہیں بن سکتا اور نہ وہ کسی مدح و ثنا کا مستحق ہے، بلکہ وہ تو عن قریب سڑ گل کر تباہ و برباد ہو جائے گا، لہٰذا وہ پیوند خاک کر دینے ہی کے قابل ہے، اسی طرح نماز اگرچہ بظاہر احسن طریقے سے ادا کی گئی ہو، قیام و قرأت بڑے لمبے ہوں، رکوع و سجود بڑے طویل ہوں، لیکن ریا کاری و دکھلاوا پیش نظر ہو یا نمود و نمائش مقصود ہو، یا غیر اللہ کے لیے ہو، تو اس بدن کی مانند ہے جو روح سے خالی ہو، اس کی کوئی قدر و قیمت اللہ کے

یہاں نہیں ہے، بلکہ وہ باعث ثواب ہونے کے بجائے ذریعہ عذاب بن جاتی ہے، ایسی ہی قربانی جو بظاہر بڑی نفیس اور قیمتی ہو، لیکن خلوص وللّٰہیت والی روح اس میں موجود نہ ہو تو وہ عبث ہے، لغو ہے، بیکار ہے، اللہ کی نزدیکی کی بجائے دوری کا سبب بنتی ہے، معلوم ہوا قربانی کا مقصد محض جانور کو ذبح کر دینا ہی نہیں بلکہ قربانی کی روح یہ ہے کہ بندہ جذبۂ اخلاص سے اپنے قلب و دماغ کو منور کرکے اپنے اندر تقویٰ وایثار کا کمال پیدا کرے۔

قرآن کریم نے کتنے صاف لفظوں میں قربانی کا مقصد بیان فرمایا ہے: لن ینال اللّٰہ لحومہا ولا دماؤہا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ ہرگز ہرگز خدا کے دربار میں نہ قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے، نہ اس کا خون، البتہ تمہاری پرہیزگاری وہ اصول نکوکاری ہے جو خدا کے دربار میں باریاب ہو جاتی ہے۔

جانتا ہے بارگاہِ حق کے آئین و اصول
دل کے ٹکڑوں کی یہاں پہ نذر ہوتی ہے قبول

تقاضائے قربانی یہ ہے کہ نور اخلاص سے اپنے باطن کو ایسا سجایا جائے کہ اس کے مظاہر سے صدق وصفا کی خوشبو آئے، اگر ایسا کرنے میں ہم کامیاب ہو گئے تو پھر قبولیت وعدم قبولیت کا کوئی کھٹکا نہ رہے گا، بلکہ رحمت واجابت خود بڑھ کے اپنی آغوش میں لے لے گی ورنہ یاد رکھا جائے کہ ؂

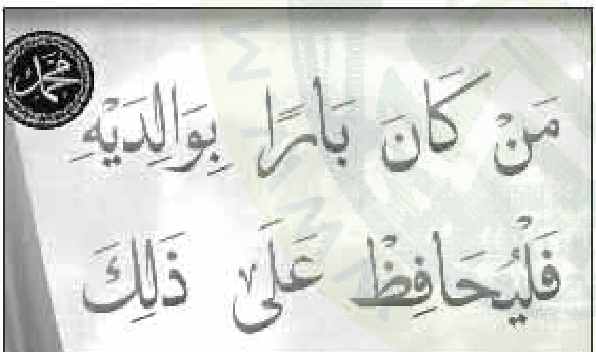
جب تک کہ براہیم کی فطرت نہ ہو پیدا
قربانی بھی آزر ہے، عبادت بھی ہے مردود

ص ۱۲ کا بقیہ

بھی کھاتا ہے اس کے اثرات اس کی عملی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں چونکہ جانوروں میں بعض وہ ہیں جو درندہ صفت اور غلاظت پسند ہیں مثلاً شیر، چیتا، کتا، بلی، بھیڑیا، سور وغیرہ اور بعض وہ ہیں جو شرافت اور نظافت پسند ہیں مثلاً گائے بھینس، بھیڑ بکری، مرغی وغیرہ، اگر انسان درندہ صفت جانوروں کا گوشت کھانے لگے تو ظاہری بات ہے کہ اس کے اندر بھی یہ بری خصلتیں اثر انداز ہوں گی اور اگر انسان شرافت پسند جانوروں کا گوشت کھائے گا تو یقیناً اس کے اندر بھی شرافت ونظافت پیدا ہوگی۔

■■■





از: مولانا ملک الظفر سہسرامی*

حرم کی زمیں اور اس کے گردوپیش

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ جس پاک شریعت، دائمی قانون اور ہمہ گیر دین کا مکمل صحیفہ لے کر اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے وہ دین و دنیا کا ایک ایسا نگار خانہ، اور حکمتوں، مصلحتوں کا ایسا بے غبار آئینہ ہے جس میں فطرت کا جمال اور خرد کی رعنائی اپنی تمام تر خصوصیات کے ساتھ انگڑائی لیتی نظر آتی ہے، اسلام کی تمام عبادتوں میں جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی کارفرمائیاں ہیں وہیں ساز فطرت کی نغمہ سرائیاں بھی۔

حج بھی ایک ایسی ہی عبادت ہے جو اپنے گردوپیش اور احکام و شرائط کی روشنی میں عشق و ایمان کا ایسا سدا بہار چمن ہے جس میں ایک مرتبہ پہنچنے کے بعد ہر زائر اس کی خوشبوئے معنبر سے سرشار و زندگی بھر اس کی عطر بیزی سے معطر رہتا ہے۔

اسلام میں عبادتیں تین طرح کی ہیں (۱) بدنی محض مثلاً نماز، روزے (۲) مالی محض مثلاً زکوٰۃ (۳) بدنی و مالی مشترکہ مثلاً، حج جسے ادا کرنے کے لئے جہاں جسمانی صلاحیتوں کی ضرورت و حاجت ہے، وہیں مالی وسائل بھی مطلوب ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان مقدس ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا۔ اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس کے گھر کا حج کرنا لوگوں پر فرض ہے جو اس تک چل سکیں۔

حج اسلامی سن کے اعتبار سے ۹ ہجری میں فرض ہوا، اس سال سرور کائنات ﷺ بذات خود حج کی ادائیگی کے لیے تشریف نہیں لے گئے، لیکن آپ نے اپنے تین سو جاں نثار اصحاب کرام کا مقدس قافلہ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مدینہ منورہ سے مکۃ المکرمہ کی جانب ادائیگی حج کے لیے روانہ فرمایا، اس بابرکت قافلۂ حج کی قیادت کے لیے اگر ایک طرف حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج مقرر فرمایا تو وہیں، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو خطیب الاسلام اور حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص، حضرت سیدنا جابر بن عبد اللہ، حضرت ابوہریرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو معلم بنا کر روانہ فرمایا، یہ تھا اسلامی تاریخ کا وہ پہلا سفر حج جس نے ایام جاہلیت کی تمام فرسودہ روایات کی بساط لپیٹ کر رکھ دی اور زہد و تقویٰ پرہیزگاری کی ایک ایسی اساس و بنیاد فراہم کر دی جس سے انسانیت کا سر ہمیشہ فخر سے بلند ہوتا رہے گا، حج اسلامی ارکان میں ایک اہم رکن ہے، یہ فرض قطعی ہے، جو مسلمان اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، یہ وظیفہ عمری ہے، ساری عمر میں ایک مرتبہ حج فرض ہے، جس پر حج فرض ہو گیا اور اس نے حج کی ادائیگی نہیں کی تو وہ مرتکب گناہ کبیرہ ہے اور ایسے شخص کے لیے کفر پر مرنے کا اندیشہ ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ مَلَكَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلَى بَيْتِ اللّٰهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَمُوتَ يَهُودِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا۔ یعنی جو مسلمان زاد سفر اور سواری پر قادر ہو جو اسے بیت اللہ شریف تک پہنچا سکے اور وہ حج کی سعادتوں سے بہرہ ور نہ ہو، تو اس پر اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی حج پاک کی سعادتوں سے فیضیاب ہونے والے خوش نصیب مسلمانوں کی دنیا بھی سنور جاتی ہے اور آخرت بھی، اس میں بے پناہ ثواب اور برکتیں ہیں، حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آقائے کائنات ﷺ نے فرمایا: مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ۔ یعنی جس نے اخلاص کے ساتھ حج کی سعادتیں حاصل کیں و فحش کلامی اور فسق و فجور سے

خود کو محفوظ رکھا تو جب وہ واپس ہوگا تو اس دن کی طرح ہوگا جس میں اس کی ماں نے اسے جنا۔

حج پاک کی سعادتوں سے فیضیاب ہونے والے مومن کی رفعت شان کے تعلق سے سرور کائنات ﷺ کا ایک فرمان مقدس حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا لَقِیْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَصَافِحْہُ وَمُرْہُ اَنْ یَّسْتَغْفِرَ لَکَ قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَ بَیْتَہٗ فَاِنَّہٗ مَغْفُوْرٌ۔ یعنی رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم کسی حاجی سے ملاقات کرو تو اسے سلام کرو، مصافحہ کرو اور اس سے اپنے لیے دعائے مغفرت کی درخواست کرو کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہونے سے پہلے تمہارے لیے استغفار کرے، اس لیے کہ وہ بخشا ہوا ہے۔ [مشکوٰۃ]

سرکار دوعالم ﷺ نے حج کی سعادتوں سے فیضیاب ہونے والے حضرات کے لیے یہ دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْحَاجِّ وَلِمَنِ اسْتَغْفَرَ لَہٗ۔ یعنی اے اللہ! خانۂ کعبہ کا حج کرنے والے خوش نصیب مسلمانوں کو بخش دے اور ان کی بھی مغفرت فرمادے جن کے لیے حاجی دعائے مغفرت کرے۔ [احیاء العلوم جلد ا]

بیت اللہ شریف کی زیارت سے مشرف ہونے والے خوش بختوں کے لیے آقا کی نوید ہے: مَنْ نَظَرَ اِلَی الْکَعْبَۃِ اِیْمَانًا وَّتَصْدِیْقًا خَرَجَ مِنَ الْخَطَایَا کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ۔ یعنی جس مسلمان نے ایمان کی حالت میں صدق دل سے کعبہ کی طرف دیکھا وہ گناہوں سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے آج ہی جنا ہو۔

ان مقدس اور بابرکت مقامات پر پہنچ جانا لاریب ایک مومن کی روحانی معراج ہے، ایک ایک گوشہ، ایک ایک چپہ رحمت و انوار اور تجلیات الٰہی کا مرکز ہے، حضرت سیدنا امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "احیاء العلوم" میں رقم طراز ہیں "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بیت اللہ شریف میں ہر دن ایک سو بیس رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، جن میں ساٹھ رحمتیں طواف کی سعادتیں حاصل کرنے والوں کے لیے، چالیس مسجد الحرام میں نماز ادا کرنے والوں کے لیے اور بیس رحمتیں خانۂ کعبہ کے دیدار سے اپنی آنکھیں منور کرنے والوں کے لیے ہیں۔

صاحب تفسیر روح البیان تحریر فرماتے ہیں: وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا مِّنَ النَّارِ۔ یعنی جو حرم شریف میں داخل ہوا وہ جہنم کی آگ سے محفوظ ہو گیا۔

آقائے کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ مَّاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ بُعِثَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اٰمِنًا۔ یعنی جس شخص کی موت مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں ہوئی وہ قیامت کے دن محفوظ و مامون اٹھے گا۔

امام ترمذی کی روایت ہے کہ ایک دن حضور ﷺ تشریف فرما تھے، ایک شخص آئے انہوں نے نماز ادا کی اور یوں دعا مانگی، اے اللہ تعالیٰ! میری مغفرت فرمادے، مجھ پہ رحم فرما، آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے نمازی! تم نے بہت عجلت سے کام لیا، جب تم نماز پڑھ لو تو بیٹھو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو اور صَلِّ عَلَیَّ اور مجھ پہ درود و سلام کا نذرانہ پیش کرو پھر دعا کرو، پھر دوسرے شخص آئے انہوں نے بھی نماز ادا فرمائی، نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر حضور ﷺ پہ درود پڑھا، آقا ﷺ نے فرمایا کہ اے نمازی! اب دعا مانگو مقبول بارگاہ خداوندی ہوگی۔

یقیناً درود شریف ہماری دعاؤں کی قبولیت کا تعویذ ہے۔

مدینہ منورہ کی حاضری: اب کاروان شوق اور قافلۂ محبت اس مقدس دیار کی جانب کوچ کرنے کے لیے تیار ہے جس کی خاک رہگذر بھی عقیدتوں کی کہکشاں ہے، اب انداز جنوں خیز کو دیوانگی کی حدوں سے باہر نکلنے اور فرزانگی کی دہلیز پہ قدم رکھنے کا حکم دیجیے کہ یہ محبوب خدا کی بارگاہ ناز ہے، جہاں سید الملائکہ حضرت سیدنا جبرئیل علیہ السلام دست بستہ حاضر رہا کرتے تھے، جہاں فرشتوں کا قافلہ صبح و شام جاروب کشی کے لیے حاضر رہتا ہے، یہ وہ حریم ناز ہے، جہاں سے شفاعت کا مژدہ اور مغفرت کی تسکین ملتی ہے۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

سرکار دوعالم ﷺ کے روضۂ اقدس کی زیارت خوش بخت مسلمانوں کی تو دیرینہ تمنا اور آرزو ہے، یہی حاضری تو ایمان کی جان اور روح کا قرار ہے، سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس

نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب اور ضروری ہوگئی۔ [دار قطنی، بیہقی]

ایک مقام پہ آقا ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: جس سے ہو سکے کہ وہ مدینہ میں مرے تو وہ مدینہ ہی میں مرے کہ جو شخص مدینہ میں وفات پائے گا میں اس کی شفاعت کروں گا۔'' [طبرانی کبیر]

ایک دوسرے مقام پہ یوں ارشاد نبوی علیہ السلام ہے: جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی تو ایسا ہی ہے جیسے میری حیات ظاہری میں زیارت کی۔ [دار قطنی، طبرانی]

ایک مقام پہ سخت لب و لہجے میں فرمایا: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

سرکار دو عالم ﷺ کے روضۂ اقدس پہ حاضری اور اس کی زیارت واجب کے قریب ہے، حکم شرعی یہ ہے کہ روضۂ اقدس پہ حاضری میں خالص زیارت اقدس کی نیت کرے، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ اس مرتبہ مسجد شریف کی نیت بھی شامل نہ کرے، اگر آپ پہ حج فرض ہے تو حج کے ارکان ادا کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوں، اگر مدینہ راستے میں ہو تو بغیر زیارت روضۂ اقدس حج کے لیے جانا سخت محرومی اور قساوت قلبی ہے، سرکار دو عالم ﷺ کے روضۂ اقدس کی حاضری کو قبول حج اور دارین کی سعادتوں کا وسیلہ تصور کرے، اگر آپ نفل حج کے ارادے سے گئے ہیں، آپ چاہیں تو پہلے حج کے ارکان ادا کر لیں اور مکمل صاف ستھرے ہو جائیں پھر سرکار دو عالم ﷺ کے روضۂ اقدس پہ حاضری کی سعادتیں حاصل کریں یا پہلے سرکار دو عالم ﷺ کے روضۂ اقدس پہ حاضری کی سعادتیں حاصل کیجیے اور حج کرنے سے قبل حج کی مقبولیت کا وسیلہ اس حاضری کو بنائیے پھر حج کے ارکان ادا کیجیے۔

زائر کے لیے ضروری ہے کہ حاضر بارگاہ نبوی ہونے سے پہلے مسواک کرے، غسل کرے، سرمہ لگائے، اگر ممکن ہو تو نیا لباس زیب تن کرے، خوشبو لگائے، پھر ادب و احترام کی تصویر بن کر سلطان کائنات ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے لیے روانہ ہو، حرم نبوی علیہ التحیۃ والثنا میں داخل ہونے کے لیے بہت سارے دروازے ہیں، انہی میں ایک دروازہ باب جبرئیل سے موسوم ہے، ان کی اقتدا و پیروی میں کم از کم پہلی حاضری کے لیے باب جبرئیل کا انتخاب کرے نہایت ادب و احترام کے ساتھ نگاہیں جھکائے ہوئے روضۂ اقدس کی جالی شریف کے قریب پہنچے، دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہوں، فقہاء نے فقہ کی معروف کتابوں مثلاً لباب، شرح لباب، اختیار شرح مختار، فتاویٰ عالمگیری وغیرہ میں بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثنا کی حاضری کے آداب کی تصریح فرماتے ہوئے لکھا ہے: كَمَا يَقِفُ فِي الصَّلٰوةِ۔ یعنی حضور ﷺ کی بارگاہ ناز میں اس طرح کھڑا ہو جس طرح نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔

یہ عبارت عالمگیری و اختیار کی ہے، لباب میں مزید وضاحت کے ساتھ ہے: وَاضِعاً يَمِينَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ۔ یعنی حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دینے والا حاضر ہو تو دست بستہ داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پہ رکھ کر کھڑا ہو۔

دل سلطان کائنات ﷺ کی عظمت و توقیر سے لرزہ براندام ہو، پورا وجود غلامی کی تصویر بنا ہوا ہو تو درود و سلام کا نذرانہ پیش کرلے، رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر ان کی اطاعت میں ہے لیکن روضۂ انور کا طواف نہ کیجیے، نہ سجدہ کیجیے، نہ اتنا جھکئے کہ حد رکوع میں داخل ہو جائے، جالی شریف میں تین دائرے ہیں، پہلا دائرہ سرکار دو عالم ﷺ کا مواجہہ شریف ہے یعنی یہ دائرہ سرکار دو عالم ﷺ کے رخ اقدس کے مقابل ہے، پھر اس سے ذرا ہٹ کر حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مواجہہ شریف ہے وہاں سلام پیش کرے پھر اس سے ذرا ہٹ کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مواجہہ شریف ہے وہاں سلام پیش کرے، اس کے بعد سرکار دو عالم ﷺ کے مواجہہ شریف کے قریب آ کر درود و سلام پیش کرے اس کے بعد توبہ و استغفار کر کے شفاعت کی درخواست پیش کرے، اس کے علاوہ اور بھی جو گزارشات ہوں وہ اپنے آقا و مولا کی بارگاہ میں پیش کرے، زائر کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر وقت یہ عقیدہ رکھے کہ حضور ﷺ ہمہ وقت اپنی تربت شریف میں حیات حقیقی و جسمانی کے ساتھ تشریف فرما ہیں، وہ ہمارے صلوٰۃ و سلام سن رہے ہیں اور ہماری ایک ایک نقل و حرکت پہ بھی نظر ہے۔

امام محمد بن حاج مکی اپنی کتاب مدخل میں اور امام احمد قسطلانی

مواہب لدنیہ میں، دیگر ائمۂ دین نے اپنی اپنی تصانیف میں فرمایا ہے: لَا فَرْقَ بَيْنَ مَوْتِهٖ وَحَيَاتِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مُشَاهَدَتِهٖ لِأُمَّتِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ بِأَحْوَالِهِمْ وَنِيَّاتِهِمْ وَعَزَائِمِهِمْ وَخَوَاطِرِهِمْ وَذٰلِكَ عِنْدَهٗ جَلِيٌّ لَا خِفَاءَ بِهٖ۔ یعنی حضور ﷺ کی حیات ووفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ حضور اپنی امتوں کو دیکھ رہے ہیں ان کی حالتوں، ان کی نیتوں، ان کے ارادوں اور ان کے دلوں کے خیالات تک پہچانتے ہیں، یہ سب حضور پہ اس طرح روشن ہیں جس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔

امام محقق ابن ہمام منسک متوسط میں اور علی قاری مکی اس کی شرح مسلک میں رقمطراز ہیں: اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَالِمٌ بِحُضُوْرِكَ وَقِيَامِكَ وَسَلَامِكَ اَيْ بَلْ بِجَمِيْعِ اَفْعَالِكَ وَاَحْوَالِكَ وَارْتِحَالِكَ وَمَقَامِكَ۔ بے شک رسول اللہ ﷺ تمہاری حاضری تمہارے کھڑے ہونے، تمہارے سلام بلکہ تمہارے تمام احوال وافعال کوچ اور جائے قیام سے باخبر ہیں، روضۂ اطہر کے قریب اوّل تو کسی سے گفتگو نہ کرے اور ناگزیر حالات میں کرے بھی تو نہایت آہستہ اور درود وسلام پیش کرنے میں بھی اس حزم و احتیاط کا لحاظ و پاس رکھے، اس لیے کہ بارگاہ نبوی علیہ التحیۃ والثناء میں بلند آواز سے بولنے پر پابندی اور سزا ہیں اعمال کے ملیامیٹ ہوجانے کا خطرہ ہے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی جالی شریف کو ہرگز ہرگز چھونے یا بوسہ دینے کی جسارت نہ کیجئے اور یہ اس لیے نہیں کہ معاذ اللہ! چھونا یا بوسہ دینا شرک اور بدعت ہے بلکہ اس احساس ندامت کے تحت کہ یہ گنہ گار ہاتھ گناہ کی نجاستوں کے سبب اس لائق کہاں کہ اس پاک ومقدس جالی کو چھوئیں یا بوسہ دیں۔

زائرین کو چاہئے کہ دوران قیام مدینہ منورہ امینہ مسجد نبوی علیہ التحیۃ الثناء اور روضۂ اقدس پر کثرت سے حاضری دیں اور درود وسلام کثرت سے پڑھیں، نوافل کا خوب اہتمام کریں کہ مسجد نبوی علیہ التحیۃ والثناء میں ادا کی جانے والی ہر نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کے برابر ملتا ہے، روزوں کے لیے موقعہ ہو تو وہ بھی رکھ لیں کہ یہاں کے ایک روزے کا ثواب پچاس ہزار روزوں کے برابر ہے، یوں تو مسجد نبوی علیہ التحیۃ والثناء کا ہر گوشہ برکات آثار ہے، لیکن بعض حصے کچھ ایسی خصوصیات کے حامل ہیں کہ ان کی عظمتوں پر دل وجان قربان ہیں۔

آقائے کائنات ﷺ نے فرمایا کہ میرے منبر اور قبر شریف کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے، اس لیے نوافل کی ادائیگی کے لیے اس حصے کا انتخاب کریں جسے "ریاض الجنۃ" کہتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ نوافل ان حصوں میں ادا کریں، ترک سلاطین کے عہد حکومت میں مسجد نبوی علیہ التحیۃ والثناء کی تعمیر میں ستونوں پر ان کی خصوصیات تحریر کردی گئی ہیں، مثلاً ایک ستون ہے جس پر ستون عائشہ تحریر ہے، اس کا مطلب ہے کہ اس ستون کے قریب ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نماز تہجد ادا فرماتی تھیں، ایک ستون حضرت ابولبابہ سے موسوم ہے، یعنی وہ ستون ہے، جس سے حضرت سیدنا ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باندھے گئے اور اسی مقام پر ان کی توبہ کو شرف قبول حاصل ہوا، اس طرح بہت سارے ستونوں کی عبارتیں ان کی تاریخی شہادتیں پیش کررہی ہیں، ان مقامات پر نوافل کی ادائیگی میں ایک خاص روحانی کیفیت اور لذت کا احساس ذوق ایمانی کو حاصل ہوتا ہے پھر ان مقامات سے منسوب شخصیات کے ساتھ نسبت ووابستگی کا شرف و افتخار بھی حاصل ہوتا ہے۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران جنت البقیع میں کثرت سے حاضری کی سعادتیں حاصل کریں، یہیں حضرت سیدنا عثمان غنی، ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ، خاتون جنت حضرت سیدتنا فاطمہ، نواسۂ رسول حضرت سیدنا حسن، سیدنا عبد اللہ بن مسعود، سیدنا امام مالک، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آسودۂ خاک ہیں، اسی پاک سرزمین پر بہت سارے اصحاب کرام اور سرکار دوعالم ﷺ کے چہیتے اور لاڈلے مدفون ہیں، پہلے تمام مزارات پر قبے اور نشانات تھے، لیکن موجودہ سعودی حکومت نے انہیں مسمار کرکے زمین کے برابر کردیا، اب پتا نہیں چلتا کہ کہاں مزارات تھے کہاں نہیں، اس لیے احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اندر داخل ہونے کی بجائے باہر ہی سے فاتحہ خوانی اور زیارت کی سعادتیں حاصل کرلیں۔ ■■■

ص ۱۳ / کا بقیہ ....

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ماں کے پاس آ کر عرض گزار ہوئے ماں جہاد کے سامان کی تیاری کر دو کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوہ کے لیے جہاد کا حکم دیا ہے، ماں نے کہا تم جاؤ گے حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں داخل نہیں ہوتی مگر یہ جب تم میرے ساتھ ہوتے ہو، ابوہریرہ نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں پچھڑ سکتا تو ابوہریرہ کی ماں نے اپنے پستان نکال کر ابوہریرہ کو پستانوں سے دودھ پینے کی قسم دے دی اور خاموشی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آ کر اس کی خبر دے دی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ تمہاری کار گزاری کر دی جائے گی، ابوہریرہ حاضر بارگاہ اقدس ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے چہرہ پھیر لیا ہے، ابو ہریرہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ مجھ سے روگردانی فرما رہے ہیں۔

روگردانی کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو کچھ معلوم ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم ہی ہو کہ تمہاری ماں تم کو قسم دے رہی ہے اپنا پستان باہر نکال کر تمہیں اس سے دودھ پینے کی قسم دیتی ہے کیا تم میں سے کوئی یہ گمان کرتا ہے کہ وہ اللہ کے راستہ میں نہیں جب کہ اس کے والدین یا ان میں سے کوئی اس کے پاس ہوں بلکہ وہ تو اللہ کے راستہ میں ہے جب کہ وہ ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہو (ان کی خدمت کرتا ہوں) اور ان دونوں کے حق ادا کرتا ہوا ابوہریرہ فرماتے ہیں: اس کے بعد میں دو سال تک رکا رہا میں کوئی غزوہ نہ کرتا یہاں تک کہ میری ماں مرگئی۔ ■■■

ص ۱۴ / کا بقیہ ....

اور علم فقہ خصوصاً اختلافی مسائل اور لڑائی جھگڑے کے سیکھنے میں مبالغہ کرتا ہے، حالانکہ شہر میں فقہا کرام اس قسم کے جو فتوے دیتے ہیں اور مقدمات میں جو جواب لکھتے ہیں، بہت ہیں، جواب ہمیں کوئی یہ بتائے کہ جب کچھ لوگ اس فرض کفایہ کی بجا آوری پر مستعد ہیں تو فقہائے دین کس طرح اسے سیکھنے کی اجازت دیں گے اور طب کے لئے جو کوئی نہیں جانتا، چھوڑنے کا حکم کرنے کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ طب پڑھنے کی وجہ سے اوقاف اور وصیت کا متولی ہونا اور یتیموں کے مال کا محافظ ہونا اور عہدۂ قضا اور حکومت کا ملنا اور ہمسروں پر اس کی وجہ سے مقدم ہونا اور دشمنوں پر غالب ہونا میسر نہیں۔ ■■■

ص ۳۹ / کا بقیہ ....

کہ اتفاق سے مَیں بھی وہاں موجود تھا، پھر کیا ہوا کہ حضور کا بیٹا، حضور کا جگر پارہ، حضور کی اولاد سے، حضور کا لخت جگر، وہاں حضور کی بارگاہ میں گزارش کی اور وہاں کھڑا رہا کہ حضور مَیں نے اب جواب اُس طرح کا نہیں لینا ہے ستّر ہزار آدمی نے دیکھا کہ قبر مبارک سے حضور کا دست مبارک باہر آیا اور حضرت امام رفاعی نے اس ہاتھ کو چوما اور بوسے دیے اور ان کی برکت سے جو مسجد نبوی میں اس وقت لوگ موجود تھے، سب نے حضور کے مبارک ہاتھ کی زیارت کر لی۔

اسی لیے امام مالک امام دار الہجرہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حضور کے روضے کی زیارت کر کے آئے، باقی تین ائمہ کہتے ہیں کہ وہ کہیں کہ مَیں حضور کے روضے کی زیارت کر کے آیا، لیکن امام مالک کہتے ہیں کہ وہ کہے کہ میں حضور کی زیارت کر کے آیا، اس لیے کہ حضور نے فرمایا کہ جس نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی گویا اس نے میری زیارت کی اور حضور نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ من زار قبری وجبت له شفاعتي۔ یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی، قیامت کے دن اس کی شفاعت میرے لئے واجب ہوگی۔

تو آؤ سرزمین مکہ حرمِ الٰہی کے انوار بھی لوٹیں اور سرزمین مدینہ میں حضور کی رحمتوں کے سائے تلے بھی بیٹھیں، مکہ بھی برکت والا مدینہ بھی برکت والا، مکہ اور مدینہ کی حاضری کے کیا کہنے، وہاں کی بہار و برکات کا ذکر جمیل تو ایک دل گداز کہانی کی طرح ہے جو صدیوں پر پھیلا ہوا ہے، کبھی ختم نہیں ہوسکتا، ایک ایک لمحہ صدیوں پر محیط ہوتا اور ایک کہانی دو لفظوں میں سناؤں تو کعبۃ اللہ پر پہلی نگاہ بڑی مشکل ہے اور روضۂ رسول پہ آخری نظر بڑی مشکل ہے، اللہ کریم مجھے اور آپ کو بار بار سفر حرمین شریفین نصیب فرمائے، آمین! بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ ■■■

(از: مولانا پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی

حج اور اس کے مقاصد

مرتب: وسیم احمد رضوی، نوری مشن مالیگاؤں

یہ موسم حج ہے اور گلی گلی سے اہل محبت کے قافلے سوئے حرمین روانہ ہورہے ہیں، اللہ تعالیٰ جل شانہ نے قرآن مجید فرقانِ حمید میں ارشاد فرمایا کہ لوگوں پر اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج لازم ہے، جب کہ وہ راستے کی استطاعت رکھے۔

حج لغت میں قصد کو کہتے ہیں، اصطلاح شریعت میں مخصوص ارکان کی ادائیگی کے لیے حرمین کے سفر کی جونیت کی جاتی ہے اور وہاں حاضری کے لیے بندہ پہنچتا ہے اس کو حج کہتے ہیں، حضور نبی رحمت، رسولِ محتشم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب انسان حج کرتا ہے تو اس طرح گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے، جس طرح کہ ابھی ماں کے پیٹ سے اس نے جنم لیا ہو، حج ماقبل کے تمام گناہوں کا کفارہ ہے اور اگر کوئی استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتا تو حدیث میں سخت وعیدیں موجود ہیں، حضور کے ایک فرمان کے مطابق جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود حج نہیں کرتا فرمایا کہ وہ یہودی مرے یا عیسائی مرے اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہے اور ایک حدیث کے لفظ ہے کہ حج میری امت کے ضعیف لوگوں کا جہاد ہے، حج کی فضیلت کے عنوان سے کتب احادیث کے اندر بہت کچھ موجود ہے، صاحبِ استطاعت پر زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے، پانچ سال کے بعد جو حج کی تاکید کتب احادیث میں موجود ہے، علما نے اسے استحباب پر محمول کیا ہے کہ جو غنی ہے صاحبِ استطاعت ہے اس کو چاہیے کہ وہ پانچ سال کے بعد حج کریں لیکن فرض زندگی میں صرف ایک مرتبہ ہے، ایک مرتبہ واجب ہوا اس نے ادا کرلیا تو وجوب اتر گیا لیکن اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ پانچ سال کے بعد کرلیں اگر وہ استطاعت رکھتا ہے، چوں کہ حج کرنے سے اللہ تعالیٰ غنا عطا فرماتا ہے، جب بندہ حج کرے اللہ اسے غنی کردیتا ہے، اس کے رزق میں بھی برکت عطا فرماتا ہے، اس کے دین میں بھی برکت عطا فرماتا ہے، ایک حدیث کے لفظ ہیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ حج کرو غنی ہوجاؤ گے سفر کرو صحت پاؤ گے، تو حج سے غنا ملتا ہے سفر سے صحت ملتی ہے۔

زندگی میں ایک مرتبہ حج کی فرضیت پر دلیل وہ معروف روایت ہے جو آپ نے متعدد مرتبہ علما سے سماعت کی ہوگی کہ حضور نے ارشاد فرمایا لوگو! حج کے لیے آیا کرو، ایک شخص نے عرض کی حضور ہر سال آیا کریں؟ آقا کریم خاموش رہے، کوئی جواب نہیں دیا، اس نے پھر پوچھا: حضور ہر سال آیا کریں؟ ہر سال حج فرض ہے؟ حضور خاموش رہے، جواب مرحمت نہیں کیا، اس نے تیسری مرتبہ پھر سوال کیا تو آقا کریم نے پھر خاموشی اختیار کی، پھر وقفۂ سکوت توڑتے ہوئے فرمایا کہ تم سے پچھلی اُمتیں کثرت سوالات کی وجہ سے ہلاک کردی گئیں **لو قلت نعم لوجبت** اگر میری زبان سے ہاں نکل جاتی تو (حج) واجب ہی ہوجاتا۔

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

کہا اگر میری زبان سے ہاں نکل جاتی تو واجب ہی ہوجاتا، تو حضور کا اختیار فی الشریعت سمجھ میں آیا کہ حضور جو کہیں وہی دین ہوتا ہے، قربِ قیامت کے فتنوں میں سے ایک فتنہ حضور نے آج سے صدیوں قبل بیان فرمادیا۔

نسائی شریف کی روایت ہے حضور نے ارشاد فرمایا قرب قیامت میں کچھ لوگ کہیں گے کہ حلال وہی ہے جو اللہ نے حلال کیا، حرام وہی ہے جو اللہ نے حرام کیا، فرمایا: **انما اُعطیت القرآن و مثلہ معہ** ۔ مجھے قرآن بھی دیا گیا اور قرآن جیسے اور علم بھی میرے سینے میں رکھ دیئے ہیں، تو جس کو میں حلال قرار دے

* مضمون نگار ادارۃ المصطفےٰ، پاکستان کے امیر ہیں۔

دوں، وہ ایسے ہی ہے جس طرح اللہ نے حلال قرار دیا ہے اور جس کو میں حرام قرار دے دوں، وہ ایسے ہی ہے جس طرح اللہ نے حرام قرار دیا ہے، کیوں کہ مصطفیٰ اپنی مرضی سے نہیں بولتے **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى**۔[سورۃ النجم، آیت ۳، ۴] جو مالک کی مرضی ہوتی ہے وہی مصطفیٰ کی بولی ہوتی ہے، اس لیے جو حضور فرما دیں وہ ہی دین ہوتا ہے، تو اس نے عرض: کی حضور کیا ہر سال حج فرض ہے؟ تو آقا کریم نے فرمایا کہ تم سے پہلی اُمتیں نبیوں پر کثرتِ سوالات کی وجہ سے ہلاک کر دی گئیں، **لو قلت نعم لوجبت** اگر میری زبان سے ہاں نکل جاتی تو واجب ہی ہو جاتا۔ زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض ہے، حضور نے حج کی فضیلت کے بارے میں بہت کچھ ارشاد فرمایا اور ایک روایت کے لفظ ہیں کہ ایک حج ایسا ہے جس سے تین آدمیوں کی مغفرت ہو جاتی ہے اور وہ حجِ بدل ہے، کوئی اپنے والدین کی طرف سے، اپنے کسی عزیز کی طرف سے کسی کو حج کروائے تو ایک جس نے حج کیا، اس کی بخشش ہو گئی، ایک جس نے حج کروایا اس کی بخشش ہو گئی اور ایک جس کی طرف سے حج کیا گیا اس کی بخشش ہو گئی، تو یہ حج ایسا ہے، ایک حج سے تین آدمیوں کی مغفرت فرما دی جاتی ہے۔

حج کا پہلا اور بنیادی مقصد: حج کا مقصد کیا ہے؟ حج کیوں کیا جاتا ہے؟ اس پر کچھ باتیں میں آج کی اس نشست میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہوں گا، حج کا بنیادی مقصد اور ہر نیک عمل کا بنیادی مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے، انسان جو بھی نیک عمل کرتا ہے، ہر نیک عمل کا مقصد اللہ کی رضا کو حاصل کرنا ہے، قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا کہ تمہاری قربانی کا گوشت اور خون اللہ کو نہیں پہنچتا بلکہ تمہارے دل کا وہ تقویٰ اللہ کو پہنچتا ہے جس کے لیے تم نے قربانی کی ہے، گوشت خود کھا لیتے ہو، خون گلیوں میں بہہ جاتا ہے، خالیں مدارس میں چلی جاتی ہیں، مختلف تنظیمات لے جاتی ہیں، تو اللہ کو کیا پہنچا؟ تو کہا تمہارے دل کا جو تقویٰ ہے، جو خلوص و للّٰہیت ہے، اللہ کی رضا جوئی کا جو جذبہ ہے وہ جذبہ اللہ کو پہنچتا ہے، تو ہر نیک عمل کی بنیاد اللہ کی رضا ہے اور اگر اللہ کی رضا کے لیے کوئی عمل نہ کیا گیا تو وہ نیک عمل نہیں ہے اور صرف ریا کاری کو شرک اصغر کہا گیا ہے، ورنہ انسان جو نیکیاں کرتا ہے اچھے کام کرتا ہے کسی کو شرک نہیں کہا گیا، ریا کاری کو شرک اصغر کہا گیا ہے، جب اللہ کے علاوہ بندہ کسی اور کے لیے نیک عمل کرتا ہے، وہ نیک عمل نہیں ہوتا اس کو شرک اصغر کہا گیا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرمائے گا کہ جن کے لیے تم نے یہ عمل کیے تھے ان سے اس کا اجر لے لو، میرے لیے تو تم نے نہیں کیے تھے، جن کے لیے کیے تھے اُن سے اِن کا اجر لو، تو کوئی وہاں اجر دینے کی صلاحیت بھلا کیسے رکھتا ہوگا؟ تو جب بھی انسان نیک عمل کریں تو بنیادی فلسفہ یہ ہونا چاہیے کہ مَیں اللہ کی رضا کے لیے کر رہا ہوں اور **انما الاعمال بالنیات** سے بھی یہی مراد ہے کہ اعمال کا دارومدار حسن نیت پر ہے، خلوص پر ہے تو دیگر اعمال کی طرح حج کا بھی پہلا بنیادی مقصد اللہ کی رضا کو حاصل کرنا ہے۔

حج کا دوسرا مقصد: حج مسلمانوں کا عالمی اجتماع ہے، اسلام نے ایک نظام دیا، محلے کی سطح پر مسلمانوں کا اجتماع، نماز باجماعت ہے، علاقے کی سطح پر مسلمانوں کا اجتماع جمعۃ المبارک ہے، شہر کی سطح پر مسلمانوں کا اجتماع عیدین ہے اور عالمی اجتماع حج ہے، یہ ترتیب ہے اسلامی نظم کی اور اسلامی اجتماعیت کی، حج مسلمانوں کا عالمی اجتماع ہے اور عرفات کی حاضری حج کے بنیادی ارکین میں سے ایک رکن ہے کہ چاہے چند لمحوں کے لیے عرفات میں آپ جائیں تو ہی حج ہوگا اگر عرفات کی حاضری نہ ہو سکی تو حج ادا نہیں ہوگا، تو عرفات کے اندر یوم حج کو خطبہ دیا جاتا ہے، جس کا سننا مسنون ہے۔

خطبۂ حج میں امام حج یا امیر حج کی ذمہ داری ہے کہ مسلمانوں کو درپیش مسائل کی روشنی میں مسلمانوں کے عالمی اجتماع کی رہنمائی کریں، حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا خطبہ حج ہمارے سامنے ہے، اس وقت جو حالت ہے مسلمانوں کی وہ کسی سے مخفی نہیں اور حج کے موقع پر چاہیے تو یہ کہ امیر حج پورا سال محنت کریں، اپنی ٹیمیں مختلف علاقوں میں بھیج کر تجزیہ کریں کہ مسلمان اس وقت پوری دنیا سے پیچھے کیوں رہ گئے ہیں اور جو سازشیں کرنے والے اہل اسلام کو ہر وقت ظلم و جبر کی چکی میں پیس رہے ہیں، ان سے چھٹکارا کیوں کر ممکن ہے، وہ پوری دنیا کے آئے ہوئے نمائندوں کو پورے

سال کا لائحۂ عمل دیں کہ تم نے اپنے اپنے علاقوں میں جا کے یہ کرنا ہے اور اس پیغام کو آگے لوگوں تک پہنچانا ہے، پھر پورا سال اس کی نگرانی ہوتی رہے اور سال کے بعد تجزیہ کیا جائے کہ کمی بیشی کیا ہے، کتنے فوائد ہوئے اور کہاں تک ہم نے اپنا ہدف حاصل کیا اور ترمیم و تنسیخ کے ساتھ نیا منصوبہ، نیا لائحۂ عمل لوگوں کے سامنے رکھا جائے اور دنیا کے کونے کونے سے آئے لوگ حرم کے اس تحفے کو اپنے ساتھ لے جائیں اور پوری دنیا میں پھیلا دیں، جب سے برٹش گورنمنٹ کی نوآبادیاتی وزارت کے جاسوسوں نے سلطنت عثمانیہ کو توڑا اور اسلام کی اجتماعیت پر چرخہ لگایا تو اسلام کا یہ نظام کافی حد تک کمزور پڑ گیا، ڈاکٹر اقبال پھوٹ پھوٹ کے روئے تھے کہ ؎

دیکھ مسجد میں شکست رشتۂ تسبیح شیخ
بت کدے میں برہمن کی پختہ زناری بھی دیکھ

چاک کردی ترک ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ، اوروں کی عیاری بھی دیکھ

یہ ایک الگ دکھڑا ہے، الگ کہانی ہے کہ ہمفرے کس طرح یہاں داخل ہوا، کس طرح سلطنت عثمانیہ کو توڑنے کے لیے کن کن لوگوں کو خریدا، کیا کیا ہوا اور پیچھے کون کون سے جبہ و دستار والے لوگ تھے اور پھر خلافت کی رہی سہی جو ساکھ موجود تھی وہ ساکھ ہی ختم کردی گئی، ورنہ یہ حال اس وقت جو امت کا ہو رہا ہے اگر سلطنت عثمانیہ موجود ہوتی تو کم از کم یہ حالت اس وقت امت کی نہ ہوتی، تو یہ باقاعدہ منصوبہ بندی کے ساتھ ایسا کیا گیا اور اس وقت ہم پوری دنیا میں ۵۶ رملکوں میں اور مختلف گروہوں، زبانوں، نسلوں میں بٹے ہوئے ہیں اور ہماری طاقت یک جا نہیں ہو پا رہی اور اتنی کثرت کے باوجود ہمیں ویٹو کا حق بھی حاصل نہیں اور دنیا میں جس قعرِ مذلت میں ہم گرے ہیں، العیاذ باللہ!

اسی کشتی کو ہے خوف تلاطم صد حیف
منہ موڑ دیے تھے جس نے بڑھتے ہوئے طوفانوں کے

ہم تو ۳۱۳ رہو کے بھی جبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے تھے اور آج ایک ارب سے متجاوز ہیں لیکن ہماری جو حالت ہے وہ کسی سے بھی مخفی نہیں کابل میں، قندھار میں، تکریت میں، موصل میں، بغداد میں، آزربائیجان میں، القدس میں، کشمیر میں، بوسینیا میں، جہاں بھی دیکھیں مسلمانوں کا ہی خون بکھرا ہوا ہے اور گوانتانا موبے کی جیلوں کے اندر اس سردی میں ان مظلوموں کے ساتھ جو ظلم ہو رہا ہے وہ ناقابلِ بیان ہے، کلیجہ پھٹتا ہے، دل زخمی ہوتا ہے۔

حج کا اجتماع مسلمانوں کا عالمی اجتماع ہے اور اس اجتماع کے موقع پر پوری دنیا کے مسلمانوں کو وہ چیز دینی چاہیے تھی جس سے وہ دوبارہ عروج کی طرف سفر کرنا شروع کردیں، ڈاکٹر اقبال نے ایک بڑی ہی خوبصورت بات کہی تھی ؎

اقبال کوئی پوچھے یہ زائرین حرم سے
کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ اور نہیں

جو بھی جاتا ہے آب زم زم لا کے ہمیں پلاتا ہے، اقبال کہتے ہیں کہ وہاں سے جو نور لے کے آئے ہو، جو پیغام لے کر آئے ہو وہ پیغام بھی تو ہمیں دو نا! کھجوریں اور آب زم زم ہمیں پلا دیتے ہو؛ حرم کا اور بھی تحفہ ہے جو لینے کے لیے تم وہاں گئے تھے، تو یہ ایک بنیادی مقصد ہے کہ مسلمانوں کا عالمی اجتماع ہے اور عالمی لیول کے جو مسلمانوں کے مسائل ہیں؛ میں یہاں گفتگو کروں یا میں عملی طور پر کوشش کروں اس سے کچھ بہتری تو آسکتی ہے لیکن عالمی مسائل کا حل وہاں سے ہیں اور اگر عرب اس کے لیے اپنے آپ کو تیار کریں اور جرأت و پامردی کا مظاہرہ کریں اور دن رات ایک کر دیں اور منصوبہ بندی کریں اور حج کے موقع پر اس پیغام کو لوگوں تک پہنچائیں تو مسلم امہ پھر متحد ہوسکتی ہے اور وہ خواب جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا خواب ہے، وہ شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے، یہ حج کا دوسرا بنیادی مقصد تھا کی مسلمانوں کو عالمی اجتماع دیا گیا ہے۔

اجتماع کرنے کے لیے کئی کچھ کیا جاتا ہے لیکن اس اجتماع کے لیے اللہ نے لوگوں کے دلوں میں کشش پیدا فرمادی، جب کوہِ ابوقبیس پہ چڑھ کے جناب ابراہیم کو آواز دینے کے لیے کہا گیا تو عرض کی مالک میری نحیف ونزار آواز کہاں تک پہنچے گی؟ کہا: اے ابراہیم علیک السلام! آواز دینا تیرا کام، اس کو لوگوں تک پہنچا دینا یہ ہمارا کام ہے اور پھر ماں کے شکم میں اور باپ کی

صلب کے اندر تک اس آواز کو پہنچا دیا گیا اور جس نے اس آواز کو سنا آج لبیک لبیک کہتا ہوا شوق و مستی میں دوڑتا ہوا حرم کی طرف دوڑتا چلا جا رہا ہے تو یہ مسلمانوں کا عالمی اجتماع ہے، اس کے جو فوائد تھے، کاش کہ وہ حاصل کیے جاتے۔

حج کا تیسرا مقصد: مساوات کا عملی اظہار، اسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ایک تعلیم مساوات ہے کہ سب لوگ برابر ہیں، رنگ و نسل کی بنیاد پر، دولت افراد کی کثرت کی بنیاد پر کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دی جا سکتی: اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔ یعنی تم میں جو سب سے زیادہ تقوے کا نور اپنے سینے میں رکھتا ہے، وہی زیادہ عزت والا ہے۔ [سورۃ الحجرات، آیت ۱۳]

یہ اسلام کا وہ بنیادی درس اور سبق ہے کہ جس سے شکستہ دل لوگ، درماندہ لوگ، غریب طبقہ، غلام لوگ کا اسلام کی طرف میلان ہوا اور وہ کھنچے چلے آئے، ان کو ان کے حقوق اسلام نے دیئے، آج حقوق نسواں کے حوالے سے بڑی بڑی باتیں تو خوب ہو رہی ہیں لیکن عملی طور پر کچھ نہیں ہو رہا، یہ اسلام ہی کا فیضان ہے جو لوگ بیٹیوں کے حقوق دینا تو دور ان کے وجود کو بھی گوارا نہیں کرتے تھے، آج وہ اپنی بیٹیوں کی بلائیں لیتے نہیں تھکتے، بیٹی کے ہاتھ پیلے کرنے کے لیے بوڑھا باپ اپنی جھکی ہوئی کمر پر بوریاں لادلاد کے مزدوریاں کرتا ہے اور فیکٹری کے اندر بھائی اُوورٹائم لگا رہا ہے کہ مَیں نے اپنی بہن کے ہاتھ پیلے کرنے ہیں، یہ بھائی تو قتل کرتا تھا اپنی بہن کو کہ کل کوئی میرا بہنوئی نہ ہو، یہ باپ تو زندہ در گور کرتا تھا کہ مَیں کسی بیٹی کا باپ نہ کہلاؤں، تو باپ کے دل میں بیٹی کے لیے یہ محبت، بھائی کے دل میں بہن کے لیے یہ پیار کہ وہ اس کے لیے کتنی محنت کرتے ہیں اور جب بیٹی گھر سے رخصت ہوتی ہے تو باپ بھی پھوٹ پھوٹ کے روتا ہے اور بھائیوں کے آنسو بھی خشک نہیں ہوتے۔

یہ تو قاتل تھے بیٹیوں کے، بیٹیوں اور بہنوں کے لیے ان کے دل میں یہ گداز، نرمی اور محبت کس نے ڈالی ہے؟ آمنہ کے لال کا یہ عطیہ ہے، عورتیں اگر ساری زندگی بھی سجدۂ شکر ادا کرتی رہیں تو وہ حق شکر ادا نہیں کر سکتیں، ان کے وجود تک کو برداشت نہیں کیا جاتا تھا، یہ ان کے وجود کو عزت بخشی ہے تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے بخشی، عورتوں کو تحفظ اسلام نے دیا ہے، جس ماں کو ترکے میں بانٹتے تھے، اس ماں کے قدموں میں جنت ڈال دی، کہا: تیری جنت اس ماں کے قدموں تلے ہے اور یہ شرط نہیں لگائی کہ ماں قاریہ قرآن یا حافظہ قرآن ہو یا اپنے وقت کی رابعہ بصریہ ہو تب اس کے قدموں تلے جنت ہے، اُپلیں تھاپتی ماں کے قدموں تلے بھی بیٹے کی جنت بتائی گئی، بہنوں کو عزت کی مسند پہ بٹھا دیا گیا، بیٹی کو باپ کے لیے دل کی دھڑکن بنا دیا گیا، آنکھوں کا نور اور چین بنا دیا گیا، گھر کی زینت بنا دی گئی اور بیوی جس کو پاؤں کا جوتا خیال کیا جاتا تھا، اس کو محبوبہ بنا کے خاوند کے لیے محبتوں کے گوشے اس کے سینے کے اندر رکھے گئے اور حضور نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے ساتھ حسن سلوک کی جو داستانیں رقم کیں، لوگوں کے لیے عملی نمونہ چھوڑا، کسی کو حمیرہ کہہ کے پکارا، کسی کی فوتگی (وفات) کے بعد جانور ذبح کر کے ان کی سہیلیوں کے گھر گوشت بھیج رہے ہیں تا کہ ان کی روح کو آسودگی ہو، حضرت فاطمۃ الزہرا فرماتی ہیں کہ جب میری والدہ کا وقت آخر آیا تو حضور کی خدمت میں میری ماں نے بھیجا کہ جاؤ حضور سے کہو کہ مجھے اپنی چادر رحمت دے دیں، مَیں حاضر ہوئی اور عرض کی تو حضور نے فرمایا کہ بیٹا اپنی ماں سے پوچھو کہ چادر کیا کرنی ہے؟ میں پوچھنے آئی تو حضور بھی پیچھے آگئے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی کہ حضور مَیں نے اس لیے چادر مانگی ہے کہ مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ میرا وقت آخر آ گیا ہے، میری آرزو یہ ہے کہ اس چادر میں مجھے کفن دیا جائے، اب سنئے حضور کے الفاظ! عورتوں کے حقوق کی بات کرنے والے اس بلندی پہ سوچ بھی نہیں سکتے، جب حضور کی زوجۂ محترمہ نے چادر مانگی تو آقا کریم کی آنکھوں سے آنسو چھلکنے لگے اور فرمایا: اے خدیجہ! تُو نے تو صرف چادر مانگی ہے لو اردت جلدی لا عطیتك۔ اگر تُو میری جلد بھی مانگ لیتی تو مَیں وہ بھی دیدیتا، یہ اسلام کے دیئے ہوئے حق ہیں، اللہ اکبر۔

اسلام نے کمزوروں تک کو ان کے حق دیے ہیں، یہ ایک الگ مضمون ہے کہ غلاموں کو ان کے حق دیے، غریبوں کو ان

کے حق دیے، یتیموں کو ان کے حق دیئے، اسلام نے کمزوروں کو غریبوں کو بنیادی حق دیا کہ سب انسان برابر ہے، تقویٰ کی بنیاد پر فضیلت ہے، جب فاران کی چوٹیوں سے نور اسلام چمکا تو عرب کے سب سے کالے رنگ کا اسود نامی ایک شخص نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر میں اسلام لے آؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ حضور نے فرمایا کہ جو ابوبکر و عمر کو ملا ہے وہی تمہیں ملے گا، جو حقوق و فرائض ان کے ہیں، وہی حقوق و فرائض تیرے ہوں گے، جس صف میں وہ کھڑے ہوتے ہیں، اسی صف میں تُو بھی کھڑا ہوگا اور اگر تو پہلے آجائے اور وہ بعد میں آئیں تو تُو اگلی صف میں کھڑا ہوگا اور وہ پچھلی صف میں کھڑے ہوں گے، اس نے کہا کہ اگر اسلام یہ ہے تو میں پھر دل و جاں سے اس دین کو قبول کرتا ہوں، ڈاکٹر اقبال مساوات کی بات کے تعلق سے اسرار و رموز کے اندر لکھتے ہیں۔ ع

اسود از توحید احمر می شود

یعنی کہ اسود توحید کے فیضان سے احمر ہو جاتا ہے، گوری رنگت والوں کے کندھوں سے کندھا جوڑ کے وہ کھڑا ہوتا ہے۔

یہ اسلام کا دیا ہوا درسِ مساوات ہے کہ سب کو ایک صف میں کھڑا کر دیا گیا ہے، یہ اسلام کا درسِ مساوات ہے کہ اس نے سب کو ایک صف میں کھڑا کیا اور معیارِ فضل ''تقویٰ'' رکھا، تقویٰ کے معیار پر سب انسان ایک دوسرے سے فضیلت لے سکتے ہیں ورنہ ایک دوسرے کے برابر ہیں۔

اسلام کے اس درس مساوات کا عملی اظہار حج کے موقع پر ہوتا ہے، غریب امیر، بادشاہ اور گدا، کالا اور گورا، عجمی اور عربی سب ایک ہی لباس میں ہوتے ہیں، ایک ہی رکن ادا کر رہے ہوتے ہیں اور ایک ہی تلبیہ سب کی زبان پہ ہوتا ہے، اور اگر کوئی شخص حج کے اس اجتماع میں جہاں درس مساوات دیا گیا، وہاں سے آ کر دوبارہ اونچ نیچ اور تفریق میں مبتلا ہوں تو سمجھو کہ اس نے حج کا نور حاصل نہیں کیا۔

یہ مساوات کا درس! حج کا درس ہے، اس بات کو اچھی طرح سے ذہن میں رکھا جائے اور اپنی عملی زندگی کے اندر ترجیح اس کو دی جائے جو تقویٰ والا ہے، اگر معاشرے میں علما و مشائخ اور دیگر ذمہ دار افراد یہ شعور دیں گے کہ جس کے پاس تقوے کا نور زیادہ ہے، وہ معزز ہے تو دیکھنا مسجدوں کی رونقیں بڑھتی ہیں یا نہیں تو یہ حج کے موقع پر اسلام کا عملی درسِ مساوات ہے۔

اگر ہم پسے ہوئے طبقوں کو عزت دیں گے اور انسانی وقار کو ملحوظ رکھیں گے اور اسلام کا جو مساوات کا درس ہے اس درس کو ہر صورت میں ملحوظ رکھیں گے تو معاشرے میں طمانیت ملے گی، غریب کو بھی سکون ملے گا اور امیر کو بھی سکون ملے گا اور وہ لوگ قابل داد ہیں، جو دولت کی کثرت کے باوجود تکبر کی اس خصلت سے اور نمایاں ہونے کی اس آرزو سے مبرا ہیں، ایسے لوگوں کی کمی بھی معاشرے میں نہیں ہے، جگہ جگہ ہمارا بھی جانا ہوتا ہے کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ دولت کی کثرت کے باوجود ان کے اندر عجز، خاکساری اور انسانی ہمدردی کے جو جذبے ہیں وہ قابلِ داد ہیں اور مَیں ان کو جتنی بھی داد دوں وہ کم ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی عزتوں میں مزید فراوانی عطا فرمائے، گلی گلی، کوچے کوچے ایسے اچھے لوگ بھی بکھرے ہوئے ہیں، حج کا یہ تیسرا مقصد تھا۔

حج کا چوتھا مقصد: ہمیں ہمارے ماضی سے جوڑنا ہے، ہمارا جو ماضی ہے، ہماری جو تاریخ ہے اس سے ہمیں جوڑنا یہ حج کا چوتھا مقصد ہے، آپ دیکھ لیجیے، ملاحظہ کر لیں پورے حج کو، ہم ملت خلیل سے ہیں اور ہمیں ماضی سے جوڑا گیا ہے، طوافِ کعبہ ہے پہلے چکر رمل کے لگائے جاتے ہیں ''رمل'' کیا کہ جس طرح پہلوان اکھاڑے میں چلتا ہے، تھوڑا سا ٹہل ٹہل کے، کندھے جھکا جھکا کے، اس طرح طواف کرنا، پہلے چکر رمل کے لگاؤ، اللہ کا گھر اور اکڑ کے چلیں؟ لیکن تاریخ دیکھو تو یوں ماجرہ سامنے آیا کہ فتح مکہ کے دن کافر چھتوں پر تھے، ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمان شب و روز جنگوں کی محنت، دین کے لیے تگ و تاب، جدوجہد میں مصروفیت کی وجہ سے سخت کمزور تھے، کافروں نے کہا: دیکھو مکہ میں تھے تو آسودہ تھے یہاں سے چلے گئے تو دیکھو کیا حال ہو گیا ہے، آقا کریم نے فرمایا کہ تم ذرا ٹہل کے چلو تاکہ انہیں پتا چلے ہم کمزور نہیں تگڑے ہیں، ان کو دکھلانے کے لیے اس انداز کے ساتھ پہلے چکر رمل کے لگوائے اللہ کے گھر کے سامنے، اب کفار چھتوں پر موجود نہیں ہوتے، علت ختم ہو گئی، جب

علت ختم ہوئی تو معلول بھی ختم ہونا چاہیے تھا، لیکن علت ختم ہوئی معلول ختم نہیں ہوا، چکر اسی طرح لگائے جاتے ہیں، گو کافر نہیں دیکھ رہے، یار کی سبت کو تو ادا کرنا ہے، تو یہ ماضی سے ہمیں جوڑا جارہا ہے، ہمارا ذہن پلٹ کے ادھر چلا جاتا ہے اور فتح مکہ کا منظر آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے اور اسلام کی شان و شوکت سمجھ میں آتی ہے، اب طواف کرلیں تو حجر اسود کو چومنا ہے، حجر اسود ایک پتھر ہے سیاہ رنگت کا اور اس کو بڑھ بڑھ کر چوما جاتا ہے، انسان اپنی اکلوتی اولاد کے لیے اتنی کشش نہیں پاتا، اپنے دل میں جتنی اس پتھر کے لیے پاتا ہے تو کیا کشش ہے اس پتھر میں؟

حضرت عمر فاروق طواف کرتے کرتے رک گئے اور کہا: اے حجر اسود! میں تجھے کبھی نہ چومتا اگر میرے رسول نے نہ چوما ہوتا، اب حجر اسود کے بعد آئیں، مقام ابراہیم پہ آکے دو نفل پڑھیں، اللہ تعالیٰ نے کہا کہ اس کو مصلیٰ بنالو، کیوں کہ اس پتھر پہ میرے خلیل علیہ السلام کے قدم لگے ہیں، میرے گھر کا طواف کرلیا لیکن محبت کی ریت سمجھتے ہو اتنی دیر تک طواف نہیں مانوں گا جتنی دیر تک تمہاری پیشانی وہاں نہ آئے جہاں میرے یار کے قدم آئے ہیں، کہا اس کو مصلیٰ بنالو، قریب نماز پڑھو، سیدھ میں نماز پڑھ لو، اس کے آس پاس جہاں تمہیں جگہ ملتی ہے نماز پڑھ لو، یہاں نماز پڑھو گے اللہ تمہاری نماز قبول کرے گا اور حج بھی قبول کرلے گا۔

ذرا غور کیجیے! اسلام نے تو پتھروں سے دور نہیں ہٹایا؟ پتھروں سے ہٹایا ہے پتھر توڑے گئے ہیں لیکن حجر اسود بھی پتھر، مقام ابراہیم بھی پتھر ان پتھروں کے قریب کیا جارہا ہے، پتھروں سے دور کیا، اِن پتھروں کے قریب کیا جارہا ہے کہا، یہ وہ پتھر ہیں جن پر کسی کے قدم لگے ہیں کسی کے لب لگے ہیں، اس لیے ان پتھروں کے قریب کیا جارہا ہے۔

اب آگے آئیے، چاہِ زم زم پہ! چشمہ پھوٹ رہا ہے، پانی کھڑے ہوکے پئیں، جو دعا مانگیں پوری ہوگی، جس نیت سے پئیں پوری ہوگی، دنیا کے اوپر جتنے بھی چشمے جاری ہیں، وہ کشمیر میں ہوں یا دنیا کے کسی اور خطے میں، ان چشموں کو بھی جاری کرنے والا کون ہے؟ اور چاہِ زم زم کو جاری کرنے والا کون؟ سب چشموں کا خالق اور جاری کرنے والا اللہ، تو اس چشمہ کو بھی جاری کیا، باقی دنیا کے چشموں کو بھی اللہ ہی نے جاری کیا، لیکن اس چشمے کا پانی کھڑے ہوکر پئیں، یہ اس کا پروٹوکال ہے، اعزاز ہے، باقی چشمے بھی اللہ کے جاری کردہ ہیں، اس میں کیا خصوصیت ہے؟ اس لیے کہ اس چشمے نے اللہ کے نبی کے قدموں کے بوسے لیے ہیں، حضرت خلیل علیہ السلام کے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کے بوسے لیے ہیں اور جس نیت سے پیو، علما کہتے ہیں اس نیت کو اللہ پورا فرمادیتا ہے۔

صحن حرم میں بڑا ہجوم تھا، ایک بہت بڑے محدث آئے ہوئے تھے، لوگ ان کی زیارت کے لیے بڑھتے تھے، رش بڑا تھا، جو شخص مصافحہ کرتا دھکا لگتا آگے چلا جاتا پھر دوسرا آدمی آجاتا، ایک آدمی نے دیکھا، اس کا جی چاہا کہ میں ان بزرگ کے پاس چند لمحوں کے لیے بیٹھوں، چوں کہ اللہ والوں کی صحبت بہت بڑی دولت ہے، اگر مل جائے تو غنیمت سمجھنا چاہیے، تو وہ چاہِ زم زم پہ آیا، آبِ زم زم پیا اور پھر ان بزرگوں کے پاس جاکر کہنے لگا کہ ایک مسئلہ پوچھنے آیا ہوں، انہوں نے کہا پوچھو، کہا: سُنا ہے آبِ زم زم جس نیت سے پیو، وہ پوری ہوجاتی ہے تو کیا یہ ٹھیک ہے؟ وہ محدث، جن کے پاس ایک لمحہ بھی نہیں تھا، لوگ لائن میں آتے اور آگے جاتے، کہتے ہیں: ہاں بالکل ٹھیک ہے، کہا پھر میں ابھی ابھی آبِ زم زم اس نیت سے پی کر آیا ہوں کہ آپ سے اللہ کے رسول کی ایک سو حدیثیں سنوں گا، یہ ہے میری نیت اور ابھی میں پی کر آیا ہوں، تو وہ محدث فرمانے لگے کہ پھر بیٹھ جا، باقی کام بعد میں ہوں گے، پہلے سو حدیثیں سُن لے، تو معلوم ہوا کہ آبِ زم زم جس نیت سے پیا جائے، وہ پوری ہوتی ہے، کیا اعزاز ہے اس میں کہ اس نے اللہ کے نبی حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدم چومے ہیں۔

آگے آجائیں صفا مروہ پہ! میں یہ عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ حج کا یہ مقصد ہے کہ ہمیں ماضی سے جوڑا جارہا ہے، صفا مروہ، نصف میل کی دوڑ ہے اور ساتھ چکر میں ساڑھے تین میل بن جاتے ہیں، حاجی تھکا ہوا ہوتا ہے، لیکن اس کو یہاں حکم ہے دوڑنے کا اور وہاں عجیب مستی میں لوگ دوڑ رہے ہیں، بچے بھی بوڑھے بھی جوان بھی،

مرد و زن، جن سے دوڑا نہیں جاتا، ان کو ریلیوں کے اندر ڈالا ہوا ہے اور کھینچا جارہا ہے، وہ بھی دوڑ رہے ہیں، میلین اخضرین کے اندر تو عجیب سما ہوتا ہے، سروں کا سمندر نظر آتا ہے، دوڑنا بھی کوئی عبادت ہے! دوڑے جارہے ہیں، مقصد کیا؟ حضرت ہاجرہ تو اس لیے دوڑی تھیں کہ ان کو بیٹے کے لیے پانی چاہیے تھا، حاجی کی بغل میں پانی کی باتل ہوتی ہے اور وہ تو اس لیے دوڑی تھیں کہ بیٹے کے لیے پانی کی تلاش تھی اور یہاں حاجی کے ساتھ بیٹا بھی دوڑ رہا ہوتا ہے، ماں بیٹا، باپ بیٹا اکٹھے دوڑ رہے ہوتے ہیں، پانی کی بوتل بغل میں ہے، لیکن دوڑ رہے ہیں تو کیا یہ پانی کے لیے دوڑ رہے ہیں؟ نہیں، بیٹے کے لیے دوڑ رہے ہیں؟ نہیں، یہ تو محبوب کی ادا کو ادا کر رہے ہیں اور حضرت ہاجرہ نے اس وادیِ غیر ذی زرع کے اندر جس طرح جرأت و استقامت کا ثبوت فراہم کیا، آپ علما سے سنتے ہوں گے کہ جب جنابِ خلیل علیہ السلام سیدہ ہاجرہ کو چھوڑ کر واپس پلٹنے لگے تو یہ سحر کا وقت تھا، تو حضرت ہاجرہ نے بڑھ کے ان کا دامن تھام لیا تمسکت باذنہ دامن تھام کے پوچھنے لگیں: اس تنہائی اور غربت میں ہمیں چھوڑ کر کہا جارہے ہو؟ وہاں انسانی وجود کیا حیوانی وجود بھی نہیں تھا، مؤرخ اسلام حفیظ جالندھری اس جگہ کا نقشہ یوں کھینچتے ہوئے لکھتا ہے ؂

وہ وادی جس میں وحشت بھی قدم رکھتی تھی ڈر ڈر کے
جہاں پھرتے تھے آوارہ تھپیڑے بادِ صرصر کے
جہاں نہ گھاس اگتی ہے جہاں نہ پھول کھلتے ہیں
مگر وہ سرزمیں ہے آسماں بھی جھک کے ملتے ہیں

مہیب پہاڑوں میں دن کو ڈر لگے، عورت ذات اور معصوم بچہ گود میں، نہ پینے کے لیے کچھ ہے نہ کھانے کے لیے کچھ، نہ کوئی ہم سائیگی، عورت کا وجود، حضرت ہاجرہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام جب چھوڑ کے جانے لگے، دامن تھام لیا، کہا اس تنہائی اور غربت میں چھوڑ کے کہاں جارہے ہو؟ کوئی جواب نہ دیا، پھر قدم اٹھایا تو آگے بڑھیں، پاک طینت خاتون نے پھر دامن پکڑا اور کہا اس تنہائی میں ہمیں چھوڑ کر کہا جارہے ہو؟ جناب ابراہیم علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو تو ہے لیکن نہیں دیا، پھر قدم اٹھا تو پھر حضرت ہاجرہ نے دامن کو پکڑ کر کہا کہ اس غربت و تنہائی میں ہمیں چھوڑ کر کہا جارہے ہو؟ میرا نونہال جو میری امیدوں کا چراغ ہے، کہیں یہ ضائع نہ ہو جائے، یہاں پانی بھی نہیں ہے اور مَیں عورت ذات، کہاں چھوڑ کے ہمیں جارہے ہو؟ حضرت خلیل علیہ السلام نے پھر جواب نہیں دیا، تو حضرت ہاجرہ نے بات کو بھانپ لیا اور کہا: کیا اللہ کا یہ حکم ہے؟ قَالَ نَعَم کہا: ہاں کہا پھر آپ جائیے، آپ خیر سے جائیے، اگر اس کا یہ حکم ہے تو پھر وہ ہمیں ضائع نہیں ہونے دے گا، کل ان پتھروں میں اللہ کی بندی حضرت ہاجرہ رکیں، جہاں دن کو ڈر لگتا ہے، جہاں مردوں کے کلیجے اور پتّے پانی پانی ہو جائیں، وہاں وہ خاتون رکیں، عورت کا وجود، معصوم بچہ گود میں تنہائی، غربت، کھانے کے لیے کچھ نہیں، پینے کے لیے کچھ نہیں، انسانی وجود کوئی نہیں، ہمسائیگی کوئی نہیں، حشرات الارض بھی نہیں پائے جاتے، زمین پہ گھاس بھی نہیں اُگی ہوئی تھی اور رات کا لمحہ حضرت خلیل چھوڑ کے جارہے ہیں، کہا جائیے آپ خیر سے جائیے، اگر اُس کے حکم پہ ہمیں چھوڑ کے جارہے ہو تو وہ ہمیں ضائع نہیں ہونے دے گا، اللہ اکبر! اللہ کی بندی حضرت ہاجرہ سلام اللہ علیہا نے جرأت اور عزیمت کی جو داستان رقم کی اور پھر بیٹے کے لیے بے تابانہ دوڑ رہی ہے، کبھی صفا پہ کبھی مروہ پہ، اللہ کے حکم کے لیے یہ وہاں رکیں، کہا میری بندی میرے حکم کے لیے تو نے حد کر دی ایک عورت سے یہ تصور! کہ وہ اس تنہائی اور غربت میں رہے؟ اور پھر اس اعتماد اور یقین سے خاوند کو رخصت کریں کہ آنکھ کے گوشے کو بھیگنے بھی نہ دے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اور اگر آنکھ کا گوشہ بھیگ گیا تو کہیں یہ اللہ کی نافرمانی نہ ہو جائے، یہ تیری استقامت، یہ تیری جرأت، تو پھر دیکھ اگر تو نے یہ ساتھ چکر لگائے تھے تو تیری راہوں پہ نبیوں کو بھی دوڑاؤں گا، تیری راہوں پہ ولیوں کو بھی دوڑاؤں گا، قیامت تک لوگ دوڑتے رہیں گے، وہ اعزاز اور وہ پروٹوکول دیا کہ نبی بھی دوڑ رہے ہیں، ولی بھی دوڑ رہے ہیں، غوث قطب و ابدال بھی دوڑ رہے ہیں، ان راہوں پہ کون کون نہیں دوڑا؟ خود امام الانبیاء ان راہوں پہ دوڑے ہیں، دن کو جائیں دوڑ لگی ہوئی ہے، رات کو جائیں دوڑ لگی ہوئی ہے، پچھلے پہر جو جائیں دوڑ لگی ہوئی ہے، سروں کا سمندر ہے، برستی بارش

میں دیکھیں دوڑ لگی ہوئی ہے، کڑکتی دھوپ میں دیکھیں دوڑ لگی ہوئی ہے، اب تو وہاں بڑا کچھ بن گیا ہے، جب کچھ نہی تھا پھر بھی دوڑ لگی تھی، کبھی وہ سعی موقوف نہیں ہوئی، لوگ دوڑے جارہے ہیں دوڑے جارہے ہیں، چاہیے کیا کچھ بھی نہیں چاہیے، پانی چاہیے، نہیں، بیٹا چاہیے، نہیں، دوڑ لگی ہوئی ہے، کہا میری بندی اب قیامت تک تیرے نام کے پھریرے لہراتے رہیں گے، اللہ اکبر!

اب آگے بڑھ جائیں، جب سعی مکمل کرلیں تو قصر کروائیں یا حلق کروائیں، سر منڈوادیں، یہ سر کیوں منڈوایا گیا؟ اس لیے کہ بال اترجائیں پھر غسل ہوگا احرام اترجائے گا پھر سر ہلکا پھلکا ہوجائے گا تروتازہ ہوجائے گا؟ یہ مقصد اگر ہوتا تو جس کے بال ہوتے اس کو تو حکم دیا جاتا، لیکن حکم یہ ہے کہ ایک شخص پیدائشی طور پر گنجا ہے، اس کے سر پر ایک بھی بال نہیں، اب اس کو حکم ہے کہ وہ خالی استرا لیں اور اپنے سر پہ پھیرے، وہ استرا اپنے سر کی جلد کے اوپر خالی پھیرے، کوئی اسے یوں کرتا ہوا تو دیکھے کہے گا کہ اس کی عقل ٹھیک ہے؟ سر میں تو بال بھی نہیں استرا پھیر رہا ہے! بال ہو تو استرا پھیرے، تو یہ اس سے کہے گا میاں بالوں کو اتارنے کے لیے استرا کوئی نہیں پھیرتا یہاں، یہ تو محبوب کی ادا کو ادا کیا جارہا ہے۔

دیکھ لیں پورا حج، رمی جمار دیکھ لیں، شیطان کو کنکر مارے جارہے ہیں، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کو شیطان نظر آیا تھا، حاجی کو نظر آتا ہے؟ اسلام تو ایک لمحہ بھی بے مقصد گزارنے سے روکتا ہے، کہ ایک کام بھی بے مقصد نہ کرو، یہاں شیطان نظر بھی نہی آرہا اور پھر بھی کنکر پھینکے جارہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آتا ہے لبوں پہ، ہم انگوٹھے چوم کے آنکھوں سے لگا لیتے ہیں، بعض طبیعتیں معترض ہیں، ہم کہتے ہیں مسند فردوس، دیلمی کی روایت ہے: حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب چلتے تھے پیچھے آواز آتی تھی، پوچھا مالک یہ کیا ماجرہ ہے؟ کہا تیری پشت میں نورِ مصطفےٰ رکھا ہے، فرشتے اس کی زیارت کے لیے تیرے پیچھے چلتے ہیں، کہا: مالک وہ نور تو میں بھی دیکھنا چاہوں گا، کہا: پھر اپنے ناخنوں میں دیکھو، جب ناخنوں میں ظہور ہوا تو چوم کے آنکھوں میں لگا لیا، تو ہم بھی اس کو ادا کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو لکیر کی فقیری ہے، انہیں تو نظر آیا تھا تمہیں نظر آتا ہے؟ ہم کہتے ہیں منیٰ میں تمہیں نظر آتا ہے؟ تمہیں نظر نہیں آتا؛ لکیر کے فقیر وہاں بنتے ہو کہ نہیں؟ تم اُس لکیر کے فقیر ہو، ہم اُس لکیر کے فقیر بھی ہیں اور اِس لکیر کے فقیر بھی ہیں، نظر آئے یا نہ آئے لیکن ہم چوم کے آنکھوں سے لگاتے ہیں کہ یار کی سنت کو تو ادا کررہے ہیں، تو پورا حج دیکھ لیں ہمیں ہمارے ماضی سے جوڑا جارہا ہے، یہ حج کی ایک بنیاد ہے، حج کے اور بھی کچھ مقاصد ہیں لیکن یہاں کچھ باتیں، حج ہوگیا، واجبات بھی ادا ہوگئے، سنن بھی ادا ہوگئے اور اس کے ارکین بھی ادا ہوگئے، اب حج مکمل ہوگیا، اب کیا کریں؟ اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں ؎

حاجیوں آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن کو حج یا عمرہ نصیب کیا ہے، اللہ انہیں بار بار نصیب کرے اور جن کو یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی، انہیں بھی بار بار نصیب کرے۔

مدینہ شریف شمال میں ہے مکۃ المکرمہ سے اور کعبۃ اللہ کا میزاب جسے پرنالہ کہتے ہیں اس کا رخ شہر محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہے، تو اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں حاجیو! ذرا غور سے دیکھو، کعبہ کیا کہہ رہا ہے، بازو نکال کر بتا رہا ہے اگر قبولیت کی مہر لگانی ہے تو مدینے چلے جاؤ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضے پہ حاضری دینا قریب بہ واجب ہے، علما نے یہ لکھا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا: من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی۔ جس نے حج بیت اللہ کیا اور میری زیارت کو نہ آیا اس نے میرے اوپر ظلم کیا ہے اور قرآن مجید کی آیت گواہ ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ۔ یعنی اے حبیب! اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو تیری چوکھٹ پہ آجائیں۔ [سورۃ النساء، آیت ۶۴]

اگر اپنی جان پہ ظلم کر بیٹھو تو محبوب کی چوکھٹ پہ آؤ اور پھر اللہ سے معافی مانگو، معافی ہوجائے گی؟ نہیں، رسول تمہارے لیے اللہ سے استغفار طلب کریں، تو تم معافی مانگنے آئے تھے اللہ بھی عطا کردے گا، لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔ تم توبہ کے لیے آئے تھے،

اللہ رحمت بھی اپنی جناب سے دے گا۔ [سورۃ النساء، آیت ۶۴]

کیوں کہ محبوب کو جو ساتھ لے کر آئے ہو، یہ حضور کی ظاہری حیات میں بھی تھا، مسجد نبوی میں استوان ابی لبابہ اس پہ گواہ ہے، کہ حضرت ابولبابہ نے اپنے آپ کو بندھوا دیا اور قسم کھائی کہ جب تک حضور نہیں کھولیں گے مَیں اپنے آپ کو نہیں کھلواؤں گا اور جب آیت نازل ہوئی تو حضور کے غلاموں نے کہا بشارت ہو تیرے گناہ معاف کر دیے گئے، رسیاں کھولنے لگے، حضرت ابولبابہ نے کہا پیچھے ہٹ جاؤ حضور کھولیں گے تو مَیں اپنے آپ کو کھلواؤں گا، اس پر علما کا جزم ہے کہ انتقالِ ظاہری کے بعد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضے پہ جا کے گناہوں کی بخشش کا سوال کرنے کا حکم امت کو ہے اور یہ جاؤک میں شامل ہے۔

ابن کثیر مکی نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے، الجامع لاحکام القرآن میں امام قرطبی نے بھی نے لکھا ہے، صاحبِ مدارک نے بھی لکھا ہے اور بھی علمانے بلکہ مفسرین کی ایک جماعت نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ حضرت امام عطبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ مَیں حضور کے روضے کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ حضور! مَیں اللہ کا یہ فرمان پڑھ کے کہ اگر اپنی جانوں پہ ظلم کر بیٹھو تو آپ کی چوکھٹ پہ آؤ، مَیں حاضر ہو گیا، اب میرے بھی گناہوں کی بخشش چاہیے اور اس نے دو شعر پڑھے، امام عطبی کہتے ہیں وہ فریاد کر کے چلا گیا، وہ چلا گیا میری آنکھ لگ گئی، آنکھ لگی تو مقدر جاگ اُٹھا، حضور کی زیارت نصیب ہوئی، یہاں مَیں بتا چکا ہوں، میرے سامعین اس بات کو جانتے ہیں کہ ایک بات! حضور فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا، شیطان خواب میں آ کر بھی میری مثل ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا، دوسری بات! حضور نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا من رأنی فی المنام فسیرانی فی الیقظہ وہ عنقریب جاگتے ہوئے بھی دیکھ لے گا، تیسری بات! جس کے خواب میں حضور آئے قصد اور مرضی سے آئے اور چوتھی بات! خواب میں اگر حضور نے کسی کو کچھ عطا کیا تو وہ محض وہم و گمان نہیں تھا، حقیقت تھی، اگر بوصیری کو چادر ملی تو صبح اٹھے تو کاندھے پہ موجود تھی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں اور یہ تمام مکاتب فکر کے نزدیک معتبر ہیں، فرماتے ہیں کہ میرے والد شاہ عبد الرحیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اپنے دو بال عطا کیے، جب صبح اٹھے تو سرہانے پہ موجود تھے اور وہ ان کی زیارت لوگوں کو کروایا کرتے تھے اور آپ فرماتے ہیں کہ جس میں وہ موئے مبارک تھے اس صندوق کو لے کر ہم چلتے تھے تو بدلیاں سایہ کرتی تھیں، تو حضور نے خواب میں کسی کو کچھ عطا کیا تو وہ حقیقت میں عطا کیا، جو فرمایا وہ حق فرمایا: الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مارکیٹ میں یہ کتاب دستیاب ہے، جس میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے والد سے منقول وہ روایات نقل کی ہیں جو خواب میں انہوں نے حضور سے سنی تھی اور ان کو انہوں نے حدیث قرار دیا ہے۔

امام عطبی کہتے ہیں کہ مَیں سو گیا مقدر جاگا، حضور کی زیارت ہوئی اور حضور نے فرمایا: اے عطبی اٹھو! اور جو اعرابی ابھی آیا تھا اسے ڈھونڈو، جب مل جائے تو میری طرف سے جنت کی بشارت اسے دینا اور مدارک کے لفظ ہیں کہ وہ شخص آیا اور آ کر بیٹھ ہی گا، کہا جب تک بخشش نہیں ہوگی اُٹھوں گا ہی نہیں اور زار و قطار روئے جا رہا ہے، تو آگے لکھا ہے کہ گنبد خضریٰ سے آواز آئی جا تجھے معاف کر دیا گیا، اس کے لیے آواز آئی، جو جتنی تڑپ سے جتنی محبت سے آئے اس کو اتنا صلہ دیا جاتا ہے، ۵۵۵ھ کا واقعہ ہے اور اس کو تمام مکاتب کے لوگ اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں، کتاب المناسک میں لکھا گیا، زکریا سہارنپوری نے کتاب الحج میں لکھا اور بھی بہت سارے لوگوں نے لکھا، حضرت شیخ احمد رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت بڑے بزرگ ہوئے ہیں اور حضور کی اولاد سے تھے، کثرت سے درود پڑھا کرتے تھے، پھر حاضری کا موقع ملا، حضور کے روضے کے سامنے جا کے کھڑے ہوئے اور عرض کی حضور پہلے آپ کے بیٹھے کی روح آیا کرتی تھی اور آپ کا روحانی جواب پہنچتا تھا، آج جسم آ گیا ہے اور آج مَیں نے جواب بھی اسی انداز کا لینا ہے، ستر ہزار آدمی مسجد نبوی میں موجود تھے، حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں (بقیہ ص ۳۰ پر)

از: قاری محمد انصار احمد نوری*

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی

ابن ماجہ نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صحابہ کرام نے سید المرسلین ﷺ سے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ یہ قربانیاں کیا ہیں؟ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارے لئے اس میں کیا ثواب ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جس جانور کی قربانی دیتے ہو، اس جانور کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے۔

ہماری عیدگاہ میں نہ آئے: ابن ماجہ میں ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے: جس شخص میں مالی وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آئے۔

کفار مشرکین کی قربانی:۔ کفار جب قربانی کے جانور ذبح کرتے تو ان کا خون کعبے کے دیواروں پر مل دیتے اور گوشت اپنے بتوں کے پاس لاکر رکھ دیتے اور خیال کرتے کہ جب تک ایسا نہ کیا جائے، ہماری قربانی مقبول نہیں ہوتی، اس سلسلے میں حکم خداوندی ہے کہ "اللہ کو ہر گز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون۔" [پ ۱۷، سورۂ حج، آیت ۳۶]

اس آیت میں مسلمانوں کو بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے قربانی کے جانوروں کے گوشت اور خون کی ضرورت نہیں کہ تم اسے اٹھالاؤ اور کعبہ کی دیواروں پر مل کر اسے آلودہ کردو، اس کی جناب میں تو تمہارا اخلاص اور تقویٰ شرف قبولیت حاصل کرے گا، تمہارے دل میں جتنا خلوص زیادہ ہوگا، جتنا تمہارے عمل پر تقویٰ کا رنگ زیادہ ہوگا، اتنی ہی زیادہ اس کی مقبولیت ہوگی۔

حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی ولادت: جب حضرت ابراہیم (علیہ السلام) پر نار گلزار ہوئی اور آپ نے اعدائے دین پر فتح ونصرت پائی تو آپ کا نکاح حضرت سارہ سے ہوا، حضرت سارہ اپنے ہم زمانہ عورتوں میں حسین ترین اور حسن میں حضرت حوا کے مشابہ تھیں، نکاح کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک شام کی طرف جانے کا پروگرام بنایا، جب آپ ملک شام کو جارہے تھے تو حضرت سارہ کے ذریعہ آپ کی بی بی ہاجرہ سے نکاح کا موقع میسر آیا، چونکہ بی بی ہاجرہ ملک یمین کی حیثیت سے حاصل ہوئیں، اسی لئے ان کے لئے اولاد کی دعا مانگی "اے میرے پروردگار مجھے صالح اور نیک بخت بچہ عطا فرما" ایسے صاحبزادے کی استدعا فرمائی کہ وہ صلاح دین میں کامل اور عظیم الشان ہو کہ وہ دعوت حق میں میری مدد فرمائے اور طاعت الٰہی میں میرا حامی ہو اور مسافرت میں میرا مانوس ہو، اللہ عزوجل کی طرف سے خوشخبری آئی کہ "اور ہم نے اسے حلیم بچہ کی خوشخبری دی" آیت میں تین بشارتوں کا ذکر ہے، پہلا بچہ پیدا ہوگا، دوسرا وہ جوانی کو پہنچے گا، تیسرا وہ باحوصلہ ہوگا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بی بی ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل کی شکل میں ایک خوبرو تحفہ عطا فرمایا پھر بحکم الٰہی بی بی ہاجرہ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ لے کر مکہ معظمہ پہنچادیا، جہاں اسماعیل علیہ السلام نے تربیت پائی اور جوان ہوئے۔ [روح البیان، ج ۱۲، ص ۲۲۴]

حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی دعا: اے اللہ مجھے نیک اولاد عطا فرما، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے کہ "الٰہی مجھے نیک لائق اولاد دے، تو ہم نے اسے خوشخبری سنائی، ایک بردبار لڑکے کی۔"

[پارہ ۲۳، سورۂ صٰفٰت، آیت ۱۰۰، ۱۰۱]

آپ کی دعا میں تین مطالبے تھے، اے اللہ اولاد نرینہ یعنی بیٹا عطا فرما! اور وہ بردباری کی عمر تک پہنچے اور بردباری رہے، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حلیم ہیں، آپ کی شان میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "بے شک ابراہیم بہت آہیں کرنے والے تحمل

* مضمون نگار مسجد المحیبیہ کے امام اور امام احمد رضا موومنٹ علما بورڈ، بنگلور کے ممبر ہیں۔

(بردبار) ہیں۔ [پارہ ۱۱، سورۂ توبہ، آیت ۱۱۴]

آپ کو بیٹا بھی حلیم عطا کیا تا کہ بیٹا بھی باپ کی طرح شرف وفضیلت والا ہو اور جلیل القدر نبی ہو "صلاح" یعنی نیکی اور اللہ تعالیٰ کا قرب بہت ہی اچھی صفت ہے، اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کے لئے بھی یہی دعا کی اور اپنی ذات کے لئے بھی دعا کرتے ہوئے عرض کیا "اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما اور میرے رب مجھے ان سے ملا جو تیرے قرب کے لائق ہیں۔" [پارہ ۱۹، شعراء، ۸۳]

پھر جب وہ اس کے ساتھ کام کے قابل ہو گیا کہا: اے میرے بیٹے میں نے خواب دیکھا، میں تجھے ذبح کرتا ہوں، اب تو دیکھ تیری کیا رائے ہے؟ کہا اے میرے باپ! آپ کیجئے، جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے، خدا نے چاہا تو قریب ہے کہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔" [پارہ ۲۳، سورۂ صٰفٰت، آیت ۱۰۲]

قربانی کے وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر: بعض اہل علم کا قول یہ ہے کہ ذبح کا واقعہ درپیش آنے کے وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی۔ [تفسیر کبیر]

امتحان کی وجہ: چونکہ پہلی آیت کریمہ میں یہ ذکر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حلیم بیٹے کی بشارت دی، اب امتحان لے کر اسے واضح کر دیا کہ کتنا عظیم صابر اور بردبار بیٹا آپ کو رب تعالیٰ نے عطا کیا جس نے اتنے بڑے امتحان کو صبر اور خندہ پیشانی سے پاس کیا۔

تین دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب دیکھنا: ذی الحجہ کے سات دن گزر جانے پر رات کو خواب دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے "بیشک اللہ تعالیٰ تمہیں بیٹا ذبح کرنے کا حکم دیتا ہے۔" آپ نے صبح اس پر تفکر کیا اور کچھ تردد میں رہے کہ کیا یہ اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہے؟ یا خواب فقط خیال تو نہیں، اسی وجہ سے آٹھ ذی الحجہ کا نام یوم الترویہ رکھا گیا، (سوچ و بچار کا دن) آٹھ تاریخ کا دن گزر جانے پر رات پھر خواب دیکھا، صبح یقین کر لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی حکم ہے، اسی لئے نو ذی الحج کو یوم عرفہ (پہچاننے کا دن) کہا جاتا ہے، اس کے بعد آنے والی رات کو پھر خواب دیکھنے پر عمل کرنے کا مصمم ارادہ کر لینے پر دس ذی الحجہ کو یوم النحر (ذبح کا دن) کہا جاتا ہے۔ [تفسیر کبیر]

صرف خواب دیکھنے سے ذبح پر عمل کیوں؟ بیشک اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے خوابوں کو حق بنایا یعنی ان کے خوابات سچ ہوتے ہیں ان کو اپنے خوابوں پر عمل کرنا لازم ہے۔

انبیائے کرام کے خواب کی تین قسم: (۱) جو خواب دیکھا جائے وہی بعینہ واقع ہو، جیسے ہمارے نبی کریم ﷺ نے مدینہ طیبہ میں خواب دیکھا کہ آپ بمع اپنے اصحاب کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور اصحاب نے سر منڈوائے اور بعض نے بال کٹوائے، آپ کا یہ خواب ایک سال بعد اسی طرح سچا ہوا جیسے دیکھا تھا، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ "بے شک اللہ نے سچ کر دکھایا، اپنے رسول کا سچا خواب، بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے، اگر اللہ چاہے، امن و امان سے اپنے سروں کے بال منڈوائے یا ترشوائے بے خوف۔" [پارہ ۲۶، سورۂ فتح، آیت ۲۶]

(۲) خواب میں صرف امتحان ہو، اس کا وقوع مقصود نہ ہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں بیٹے کو ذبح کرتے ہوئے دیکھا، یہ صرف امتحان تھا، آپ نے اپنے امتحان پر عمل کر لیا، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچا لیا اور فدیہ دے دیا۔

(۳) خواب میں بعض چیزوں سے تشبیہ دی جائے جس چیز کو خواب میں دکھایا گیا ہو اسی کا وقوع نہ ہو بلکہ اس کی کوئی نہ کوئی تاویل ہو اور وقوع مشابہ ہو جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب، جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ "یاد کرو جب یوسف نے اپنے باپ سے کہا: اے میرے باپ میں نے گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔"

(پارہ ۱۲، سورۂ یوسف، آیت ۴)

خواب میں آپ نے چاند اور سورج اور گیارہ ستارے سجدہ کرتے دیکھا لیکن واقع ان چیزوں نے آپ کو سجدہ نہیں کیا بلکہ آپ کے خواب کو اس طرح سچا کر کے دکھایا، القرآن "اس کے لئے سجدہ میں گرے اور یوسف نے کہا: اے میرے باپ یہ میرے پہلے خواب کی تعبیر ہے بیشک اسے میرے رب نے سچا کیا۔"

(پارہ ۱۳، سورۂ یوسف، آیت ۱۰۰)

ماں باپ خواب میں چاند سورج کی شکل میں دکھائے گئے اور گیارہ بھائی گیارہ ستاروں کی صورت میں، خواب سچا ہوا کہ سب نے آپ کو سجدہ تعظیمی کیا، جو پچھلی شریعتوں میں جائز تھا، ہماری شریعت میں حرام ہے، یاد رہے کہ عبادت کا سجدہ ہر شریعت میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے جائز نہیں۔

(تفسیر کبیر ج ۲۶، ص ۱۵۷)

بیٹے سے مشورہ کرنے کی وجہ: اللہ تعالیٰ نے آپ کو بیٹے سے مشورہ کرنے کا حکم دیا کہ آپ پر یہ ظاہر ہو جائے کہ آپ کا بیٹا اللہ تعالیٰ کے حکم کی فرمانبرداری میں کتنا صابر ہے؟ اس طرح آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی، جب آپ دیکھیں گے کہ آپ کا بیٹا حلم (بردباری) کے اعلیٰ معیار پر فائز ہو چکا ہے اور اس طرح بیٹے کو بھی سخت مشکلات میں عظیم صبر کرنے پر اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے، آخرت میں ثواب حاصل ہو اور دنیا میں بھی آپ کی تعریف ہو، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے صبر کرنے کے پختہ ارادہ کو ''انشاء اللہ'' سے ملا کر برکت حاصل کی اور اس مسئلہ کی طرف اشارہ کیا کہ جو کام مستقبل میں کرنا ہو، اس کے ساتھ ''انشاء اللہ'' ذکر کیا جائے، کیونکہ نیکی کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے، اسی طرح گناہوں سے بچانا بھی اسی کے فضل سے نصیب ہوتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام سے شیطان کی ناکامی: حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے بیٹے پر کامیاب ہونے کا ارادہ کیا تو ایک دوست کی شکل میں آپ کو روکنے کے لئے آیا لیکن آپ پر کامیاب نہ ہو سکا، پھر آپ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس راہ سے ہٹانے کی کوشش کی لیکن ان پر بھی اس کا داؤ نہ چل سکا تو اس نے بہت بڑا موٹا تازہ بن کر وادی کو بھر دیا تا کہ آپ اس سے آگے نہ جا سکیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ایک فرشتہ تھا، جس نے آپ کو کہا، اسے ماریں آپ نے اسے سات کنکریاں ماریں تو وہ راستے سے ہٹ گیا، دوبارہ پھر آگے آنے کی کوشش کی آپ نے پھر کنکریاں مار کر راستہ سے ہٹا دیا، تیسری بار پھر اسی طرح آگے آ کر راستہ بند کر دیا تو آپ نے پھر اس طرح سات کنکریاں مار کر راستہ سے ہٹا دیا، آج حاجیوں پر اس سنت ابراہیمی پر عمل کرنا واجب کر دیا گیا، سبحان اللہ! اپنے محبوبوں کی ادائیں رب تعالیٰ کو کیسی پسند آئیں کہ ان کو عظیم عبادت کا حصہ بنا دیا گیا۔ (تفسیر روح المعانی)

چنانچہ آپ علیہ السلام دسویں ذی الحجہ کی صبح کو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ میرے بیٹے کو نہلا دھلا کر نئے کپڑے پہنا دو، میں اسے دعوت میں لے جانا چاہتا ہوں، تو حضرۃ ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے خوش دلی سے اپنے نورِ نظر کو تیار کر دیا، حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ایک رسّی ساتھ لی اور اپنے بیٹے کو لے کر جنگل کی طرف روانہ ہو گئے، دونوں باپ بیٹے میٹھی میٹھی باتیں کرتے جا رہے تھے، جب شیطان لعین نے یہ منظر دیکھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر اپنے بیٹے کو ذبح کرنے جا رہے ہیں، تو وہ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ اے اسمٰعیل! کیا تمہیں معلوم ہے کہ آج تیرا باپ تجھے ذبح کرنے کے لئے لے جا رہا ہے؟ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد گرامی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ذبح کرنے کے لئے جا رہے ہیں، تو پھر مجھے روکنے والا تو ضرور شیطان ہے، جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پر شیطان کا داؤ نہ چل سکا، تو فوراً حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا اور حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، اے ہاجرہ تمہیں معلوم ہے، دونوں باپ بیٹے کہاں گئے ہیں؟ تو ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا دعوت میں گئے ہیں، شیطان لعین نے کہا دعوت میں نہیں بلکہ ابراہیم کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، اس لئے وہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے گئے ہیں، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر رب تعالیٰ کی یہی مرضی ہے تو پھر یہ ایک بیٹا کیا ہے، میں تو لاکھوں بیٹے قربان کر دیتی، شیطان لعین کی ان باتوں کا جب حضرت ہاجرہ پر کچھ اثر نہ ہوا تو فوراً وہاں سے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے دوڑ کر پہنچ گیا اور کہنے لگا اے ابراہیم! خواب تو جھوٹے بھی ہو سکتے ہیں، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے

شیطان کی بات کو سن کر زمین سے سات کنکریاں اٹھائیں اور شیطان پر ماریں، چنانچہ تین مرتبہ آپ کو سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح نہ کرنے کا مشورہ دیا، تو آپ نے تین مرتبہ اس پر کنکریاں ماریں، آخر میں خائب وخاسر شیطان لعین کو وہاں سے فرار ہونا پڑا، اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ قیامت تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس سنت کو حاجیوں پر واجب کر دیا، حاجی صاحبان ان تینوں جمروں کو کنکریاں مارتے ہیں، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کو لے کر ایک جنگل میں پہنچے تو آپ نے بیٹے کو پاس بٹھایا اور آپ نے سارا ماجرا، اپنے نوخیز بچے کو بھی سنا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے "فانظر ماذا تریٰ" اب تم ہی بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟

آپ ان الفاظ سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا مشورہ نہیں پوچھ رہے ہیں کہ اگر اس کی مرضی نہ ہو تو تعمیلِ حکم سے معذرت کر دی جائے، بلکہ محض اپنے بچہ کا امتحان مقصود تھا کہ جس بچے نے خلیل کی گود میں پرورش پائی ہے اور ہاجرہ کا دودھ پیا ہے اور جس کو روزِ اوّل سے درس ہی یہ دیا جا رہا ہے کہ اللہ کو خوش کرنے کے لئے اگر جان بھی دینی پڑے تو اس میں قطعاً تامل نہ کرنا، اب یہ بچہ تیرہ چودہ سال کی عمر کو پہنچ گیا ہے، ذرا دیکھیں اس شبانہ روز تربیت کا اس پر کیا اثر ہوا ہے نیز آپ اس ثواب بلکہ امتحان میں اپنے فرزند کو بھی برابر کا شریک کرنا چاہتے تھے تا کہ کامیابی کی صورت میں رضائے الٰہی کا تاج صرف باپ کے سر پر ہی نہ جگمگائے بلکہ باپ بیٹا دونوں اس عزت وشرف سے سرفراز ہوں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل سے جب یہ خواب بیان کیا تو اس پیکر تسلیم ورضا نے جو جواب دیا وہ قرآن کے الفاظ میں ہی پڑھ لیجئے، ان نازک اور پاکیزہ عالی جذبات کو اگر ہم بیان کرنا چاہیں تو اس کا حق ادا نہ ہوگا۔ "عرض کیا: اے میرے باپ! کیجئے جس بات کا آپ کو حکم ہوتا ہے، ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے۔"

یہ فیضانِ نظر تھا یا مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

ان شاء اللہ کے کلمات طیبات کا اضافہ کر کے اپنے مقام عبدیت ونیازمندی کو چار چاند لگا دیئے، میں صبر کروں گا، لیکن تب جب میرے رب کو منظور ہو، یعنی اگر میں مقام رضا میں کامیابی حاصل کر لی اور اگر اس نازک امتحان میں سرخرو ہوا، تو اس میں میرا کوئی کمال نہ ہوگا، محض میرے رب کا احسان اور کرم ہوگا کہ مجھے صابر بننے کی توفیق عطا فرمائی، جس اسلام کی دعوت حضرت ابراہیم علیہ السلام دیا کرتے تھے اس کا عملی مظاہرہ حضرت اسمٰعیل کی اس ادا سے زیادہ حسین اور دلکش کیونکر پیش کیا جا سکتا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کا اپنے والد کو مشورہ دینا: حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا "اے میرے ابا جان! ذبح سے پہلے مجھے باندھ دینا تا کہ میں تڑپوں نہیں، اپنے کپڑوں کو مجھ سے بچا کر رکھنا تا کہ آپ کے کپڑے میرے خون سے آلودہ نہ ہو جائیں اور میری والدہ انہیں دیکھ کر پریشان نہ ہوں، میرے حلق پر چھری جلدی جلدی چلانا تا کہ مجھ پر موت آسانی سے واقع ہو جائے، جب میری والدہ کے پاس جانا تو میرا اسلام ان کو دینا، ان باتوں کے بعد باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو دیکھا، باپ نے بیٹے کا بوسہ لیا، محبت کے آنسو چھلک پڑے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں کوئی کوتاہی نہیں کی، جیسا کہ قرآن میں ہے کہ "تو جب ان دونوں نے ہمارے حکم پر گردن رکھی اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا۔" (پارہ ۲۳، سورہ صٰفٰت، آیت ۱۰۳)

زمیں سہمی پڑی تھی آسمان ساکن تھا بے چارہ
نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا حیرت کا یہ نظارہ

چشم فلک نے اس سے قبل یہ منظر کبھی نہ دیکھا تھا کہ ایک مقدس باپ رضائے الٰہی کی خاطر اپنے نورِ نظر کہ نازنین حلق کو خود کاٹ رہا ہے، چھری زورِ نبوت سے چلائی گئی کاٹنے کا نام نہ لیتی تھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام جلال میں آ کر جب وہی چھری پتھر پہ مارتے ہیں تو پتھر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام چھری سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ میرے اسمٰعیل کا نرم ونازک گلا (حلق) تو زیادہ سخت تو نہیں؟ اللہ تعالیٰ چھری کو قوت گویائی عطا فرماتا ہے، چھری اپنے زبان حال سے کہہ اُٹھتی ہے

کہ آپ تو مجھے اسمٰعیل کی گردن کاٹنے کا حکم دیتے ہو مگر ربّ ذوالجلال مجھے کاٹنے سے منع فرما رہا ہے، میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں یا ربّ ذوالجلال کی؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے کے گلے پر مسلسل زور سے چھری چلا رہے ہیں، خالق دو جہاں نے اپنے پیارے خلیل کے ارادے کو پالیا اور فرمایا اے جبرئیل! آج میرے خلیل کے جلال کو دیکھو کہ وہ آج قربانی دیئے بغیر واپس لوٹنا نہیں چاہتا، جاؤ جنت سے ایک دنبہ لے جاؤ اور اسمٰعیل کو ہٹا کر اس کی جگہ چھری کے نیچے دنبہ رکھ دو، چنانچہ جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت سے دنبہ لے گئے اور اسمٰعیل علیہ السلام کو پیچھے ہٹا کر چھری کے نیچے دنبہ رکھ دیا، چھری سے دنبہ ذبح ہو گیا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے آنکھوں سے پٹی اتاری تو کیا دیکھتے ہیں کہ دنبہ ذبح ہوا پڑا ہے اور اسمٰعیل علیہ السلام سامنے کھڑے مسکرا رہے ہیں۔

اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے "اور ہم نے اسے ندا فرمائی: اے ابراہیم! بیشک تو نے خواب سچ کر دکھایا ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں نیکوں کو، بیشک یہ واضح امتحان تھا اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ دے کر اسے بچا لیا اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔"

(پارہ ۲۳، سورہ صٰفّٰت، آیت ۱۰۴)

چھری چلانے سے پہلے ہی آپ کو کہہ دیا گیا کہ آپ نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا کہ آپ نے چھری چلا دی تھی تو جبریل امین نے آکر اس کا رخ بدل دیا تھا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک موٹا تازہ سینگھوں والا سفید سیاہی مائل دنبہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ دے دیا گیا اور آپ کو ذبح سے بچا کر بھی ذبح ہو جانے کا اجر و ثواب عطا کیا اور تا قیامت آپ کو ذبیح اللہ (اللہ کی رضا کے لئے ذبح ہونے والا) کے لقب سے متصف کر دیا گیا۔ (روح المعانی)

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام جب فدیہ لے کر آئے تو خیال کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہیں جلدی نہ کر دیں تو آپ نے پڑھا "اللہ اکبر اللہ اکبر" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب آسمانوں کی طرف سر اٹھایا تو دیکھا کہ جبرئیل فدیہ لا رہے ہیں تو پڑھا "لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر" جب اسماعیل علیہ السلام نے سنا تو آپ نے پڑھا "اللہ اکبر وللہ الحمد" ان تینوں حضرات کے مجموعی کلام کو "تکبیرات تشریق" کی صورت میں تا قیامت نمازیوں پر ذی الحج کی نو تاریخ کی نماز فجر سے لے کر تیرہ تاریخ کی نماز عصر تک واجب کر دیا گیا تاکہ یہ یادگار قائم رہے۔ (قاضی خان، حاشیہ ہدایہ)

کثیر احادیث میں ہے کہ ذبح کے وقت جو دنبہ بطور فدیہ دیا گیا، اس کے سینگ کعبہ شریف کی دیوار پر بہت عرصہ تک نصب رہے۔ (کبیر ج ۲۶، ص ۱۵۳، ۱۵۴)

سبحان اللہ! حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کا عمل بھی رب تعالیٰ کو کیسا پسند آیا کہ تا قیامت اصحاب نصاب، اہل ثروت اس پر عمل کرتے رہیں گے، لہٰذا ہمیں بھی چاہئے کہ ہمارے اصحاب نصاب، اہل ثروت بلا تفکر و تردد خلوص و للّٰہیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی قربانی پیش کریں، اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ جیسا تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کو قبول کیا، ویسے ہی ہم تمام کی قربانیوں کو شرف قبولیت عنایت فرما، آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

■■■

پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت، حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین قادری رضوی قدس سرہٗ

از: علامہ محمد حسن علی رضوی میلسی*

کچھ یادیں، کچھ باتیں

آتی ہے یاد ان کی رضا کے رضا کاروں میں

سراپا مسلک اعلیٰ حضرت آئینۂ جمال صدر الشریعہ، شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج الشاہ الحافظ القاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم المرتب رفیع الدرجت ذات گرامی نقش اکابر کی حیثیت رکھتی ہے، وہ مسلک سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے عظیم مبلغ و ناشر تھے، ان کی ذات گرامی میں بیک وقت شیخ الشیوخ العالم حضور سیدنا سرکار مفتی اعظم، حضور صدر الصدور صدر الشریعہ بدر الطریقہ صدر المدرسین علی الاطلاق مفید الطالبین علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رضوی، حضور حافظ ملت محدث مبارکپوری، نائب اعلیٰ حضرت محدث اعظم پاکستان قدست اسرارہم کی روحانیت اور علمی جاہ و جلال کا جلوہ نظر آتا ہے، یہ غالباً ۱۹۵۷ یا ۱۹۵۸ء کی بات ہے کہ لاہور میں ہونے والی ملک گیر کل پاکستان سنی کانفرنس کا پوسٹر اور دعوت نامہ موصول ہوا جس میں پورے ملک کے علماء و مشائخ اہل سنت کراچی سے پشاور اور پھر ڈھاکہ تک کے ضلع وار اسماء مبارک لکھے ہوئے تھے، اس میں کراچی کے علما میں سر فہرست پیر طریقت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی قادری رضوی قدس سرہ کا نام نامی لکھا ہوا تھا، یہ حضرت ممدوح کی ذات گرامی سے پہلا تعارف تھا اور پھر تو یادگار رضا پاکستان جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور (اب فیصل آباد) کے سالانہ دستار فضیلت کے جلسوں میں ان سے اور حضرت علامہ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری رضوی، علامہ مفتی محمد ظفر علی نعمانی امجدی رضوی، علامہ قاری محبوب رضا خاں صاحب بریلوی قدست اسرارہم سے بار بار شرف ملاقات کی سعادت حاصل ہوتی رہتی تھی، اب بزرگوں کا قیام اور ان کے ساتھ اس فقیر راقم الحروف کا قیام بھی عموماً حضرت علامہ ابو الشاہ مولانا محمد عبد القادر احمد آبادی یا حضرت علامہ ابو المعالی محمد معین الدین شافعی رضوی محشری تھانوی (یہ تھانہ ضلع کیمبل پور ہے) ناظم جامعہ رضویہ کی رہائش گاہ پر ہوتا تھا اور علمی مذاکرہ تحقیقی تذکرہ ہوتا تھا، حضرت علامہ مولانا عبد المصطفیٰ صاحب ازہری علیہ الرحمہ کی طبیعت میں خوش طبعی اور مزاح کا عنصر تھا، باغ و بہار شخصیت کے مالک تھے، ان سب میں متحمل و منکسر المزاج و خاموش طبع اور اخاذ طبیعت کے حامل حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صاحب علیہ الرحمہ تھے، دانائی اور فراست و بصیرت ان کے چہرۂ مبارک سے عیاں تھی، وہ زیادہ وقت سیدی سندی حضور محدث اعظم پاکستان حضرت قبلہ شیخ الحدیث علامہ ابو الفضل محمد سردار احمد صاحب قدس سرہ کی خدمت میں گزارتے تھے اور ان کو بمنزلہ اپنے استاذ و شیخ کے سمجھتے تھے اور یہ اس لئے بھی کہ حضرت اقدس قاری صاحب نے سیدنا حضور مفتی اعظم شہزادۂ اعلیٰ حضرت اور حضور صدر الصدور صدر الشریعہ اور سیدنا شیخ الاسلام حجۃ الاسلام مولانا الشاہ محمد حامد رضا خاں صاحب بریلوی کی عنایات اور خاص شفقتیں بچشم خود دیکھیں تھیں۔

یہ فقیر قادری گدائے رضوی چونکہ اپنی حیات کے ابتدائی دور ہی سے بفضلہ تعالیٰ مسلک اعلیٰ حضرت کا ادنیٰ چوکیدار، ادنیٰ پہریدار ہے اور بفضلہ تعالیٰ حضور مفتی اعظم و حضور محدث اعظم پاکستان کی دعاؤں کی برکت سے کم و بیش ۵۸ رسال سے مذہب اہلسنت و مسلک اعلیٰ حضرت کے تحفظ و دفاع میں لکھ رہا ہے اور پاک و ہند کے بکثرت سنی رسائل و جرائد میں یہ مضامین و مقالات چھپ رہے ہیں، فقیر کی یہ ادا حضرت قبلہ قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت پسند تھی، یہ فقیر بلا مبالغہ ان کے قدموں کی دھول بھی نہیں، لیکن وہ فقیر کی اپنے معاصرین کی سی قدر فرماتے اور عزت افزائی فرماتے تھے، فقیر ۱۹۶۵ء میں کراچی حاضر ہوا تھا، جب حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ مسجد اخوند کھارادر میں خطیب تھے تو مسجد مذکورہ کے بالائی

عقبی حصہ میں آپ کی نشست گاہ تھی، حضرت علامہ مفتی ظفر علی صاحب نعمانی علیہ الرحمہ اور فقیر وہیں حاضر ہوا کرتے تھے، وہ کمال شفقت وعنایت سے الحاج سیٹھ عبدالمجید مکی قادری رضوی مرحوم ابن الحاج سیٹھ عبدلعزیز قادری رضوی سلامی علیہ الرحمہ کے ہمراہ ملاقات فقیر کے لئے ملتی تھی، تشریف لائے یہ کرم باندازِ کرم تھا، انہی ایام میں ایک بار مکتبہ رضویہ آرام باغ میں حضرت قبلہ قادری صاحب سے ملاقات ہوئی، مجھ کو غیر متوقع طور پر دیکھ کر باغ باغ ہو گئے، اپنے پہلو میں جگہ دی۔

فقیر کے پاس براؤں شریف ضلع سدھارتھ نگر مشرقی یوپی انڈیا کے دارالعلوم فیض الرسول سے آیا ہوا ماہنامہ رسالہ فیض الرسول اور اس میں فقیر کا مضمون دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا یہ رسالہ میرے نام جاری کرا دیں، اس کا چندہ سالانہ کیسے بھیجا جائے گا؟ منی آرڈر تو وہاں جاتا نہیں، فقیر نے عرض کیا میں بھیج دوں گا، بدلے میں کتابیں ارسال کرا دوں گا، ان دنوں علامہ مفتی ظفر علی صاحب علیہ الرحمہ کے بہنوئی جناب ظہیر الحسن صاحب مکتبہ رضویہ آرام باغ کے منصرم تھے، قاری صاحب علیہ الرحمہ نے فرمایا: میں یہاں سے کتابیں لے کر پیش کرتا ہوں، یہ کتابیں آپ براؤں شریف سدھارتھ نگر بھجوا دیں اور بہت شفقت ومحبت سے فرمایا: یہ جمعہ آپ میری مسجد اخوند کھارادار میں پڑھائیں اور فرمایا مولانا غلام علی صاحب اوکاڑوی میری اس مسجد میں تشریف لاتے، تو فرماتے مجھے یہاں مسلک اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نمایاں آثار نظر آتے ہیں، کئی جگہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کی بدعت شروع ہو گئی ہے، مولانا غلام علی صاحب فقیر کی مسجد میں نماز باجماعت کو ترجیح دیتے ہیں۔

لاؤڈ اسپیکر کی بات چلی تو فقیر کے پاس سیدنا حضور مفتی اعظم مولانا الشاہ مصطفیٰ رضا نوری برکاتی قدسرہٗ کا فتویٰ تازہ تازہ آیا تھا، جیب میں موجود تھا، فقیر نے قاری صاحب علیہ الرحمہ کی خدمات میں پیش کر دیا، یہ دیکھ کر حضرت قاری صاحب قبلہ بہت مسرور ہوئے، بڑی فرحت ومسرت کا اظہار فرمایا، بہت اچھا ہوا، آپ نے یہ فتویٰ سرکار مفتی اعظم قبلہ سے منگوا لیا، اس فتویٰ میں خالص بات یہ کہ بعض نومولود جلیل محققین محض مغالطہ دینے کے لئے کبھی خلاف واقعی طور پر سرکار اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ اور بے محل الکشف الشافیہ کا نام لیتے ہیں، کبھی سیدنا مفتی اعظم کا نام نامی غلط استعمال کرتے ہیں، اس تازہ ترین فتویٰ میں ان تمام مفروضات کی دھجیاں اڑا دی گئی ہیں، حصول برکت کے لئے اور صورت حال کی وضاحت کے لئے قارئین کرام سیدنا مفتی اعظم قدس سرہ کے فتویٰ مبارکہ کے فیصلہ کن الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

''جانشین شہزادہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارقام فرماتے ہیں:

محض لاؤڈ اسپیکر پر انتقالات کرنے والے کی نماز فاسد ہے، یہ فتویٰ پاکستان وبھارت کے سنی اخبارات ورسائل میں چھپ بھی چکا ہے، چھپے ہوئے فتویٰ کے خلاف محض اپنی بات بالا رکھنے کے لئے یہ کہنا کہ (حضرت مفتی اعظم) کا فتویٰ لاؤڈ اسپیکر پر نماز صحیح ہونے کا ہے، وہ بدترین جرم ہے کہ ناقابل درگزر ہے، اس سے بڑھ کر بے باک وہ لوگ ہیں جو امام اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سر اس کا جواز تھوپتے ہیں، اعلیحضرت قدس سرہ کے عہد مبارک میں لاؤڈ اسپیکر کا نام بھی کوئی ہندستان میں نہ جانتا تھا، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی کسی کتاب میں لاؤڈ اسپیکر کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اور نہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کسی کتاب سے اس کے جواز کا کوئی پہلو نکلتا ہے، اگر نکلتا ہے تو علم جواز کا نکلتا ہے ملخصاً۔

حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین علیہ الرحمہ نے یہ طویل ترین جامع فتویٰ ملاحظہ کر کے فرمایا کہ حضرت ہم حضور صدرالشریعہ بدرالطریقہ کی خدمت اقدس میں رہتے ہیں، ہم نے حافظ ملت (علامہ حافظ عبدالعزیز صاحب) کو دیکھا ہے، حضور محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قدسرہما کی خدمت میں رہتے ہیں، مولود جدید محققین کی خودساختہ تحقیق پر کیسے عمل کیا جا سکتا ہے؟ مجھ فقیر سے ارشاد فرمایا: آپ اس مسئلہ پر مفصل کتاب لکھیں، آپ کا قلم مسلک اعلیٰ حضرت کے تحفظ ودفاع میں خوب چلتا ہے، آپ نے برہان ملت مفتی اعظم جبل پور، حضرت محدث صاحب کچھوچھوی، استاذ محترم شیر بیشۂ اہلسنت مولانا حشمت علی خاں صاحب، مولانا محمد خلیل الکاظمی امروہوی، حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری وغیرہم

سے بھی فتاویٰ منگوائے ہیں، عرض کیا ان سب اکابر اور ان جیسے دوسرے مقتدر اکابر کے بھی فتویٰ حاصل کئے ہوئے موجود ہیں اور صرف ان مذکور بالا اکابر کرام سے ہی نہیں بلکہ سیدنا اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گیارہ اکابر خلفا و تلامذہ سے بھی عدم جواز کے فتاویٰ منگوائے ہوئے ہیں، فرمایا یہ علمی اور تحقیقی اثاثہ ہیں چھپوا دیں، فقیر نے عرض کیا جب وسائل ہوں گے چھپ جائیں گے، عرض کیا مکتبہ رضویہ آرام باغ سے آپ چھپوا دیں، فرمایا: آپ مفتی ظفر علی صاحب سے ملیں وہ چھپوا سکتے ہیں، بہر کیف خامہ کس قصد سے اٹھا تھا اور کہاں جا پہنچا، آدم بر سر مطلب!

حضرت علامہ قاری صاحب علیہ الرحمہ کی ولادت شریف بتاریخ ۱۱ ربیع الاوّل شریف ۱۳۳۶ھ ۱۹۱۷ء بروز دوشنبہ مبارکہ قندھار شریف ضلع ناندیڑ حیدر آباد دکن میں ہوئی، حضرت اقدس قاری صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اس علاقہ میں اذان کے بعد تثویب الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ کے بعد الصلوٰۃ السلام علیک یا اعلیٰ حضرت یا امام اہلسنت یا مجدد دین ملت بھی پڑھا جاتا تھا، والد ماجد کا نام نامی حضرت مولانا غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھا، آپ کے اساتذہ میں والد ماجد علیہ الرحمہ کے علاوہ حافظ ملت علامہ حافظ مولانا عبدلعزیز صاحب شیخ الحدیث وبانی جامعہ اشرفیہ جو حضور محدث اعظم پاکستان حضرت قبلہ شیخ الحدیث علامہ محمد سردار احمد قدسرہ کے استاد بھائی ہم سبق وہمدرس تھے اور دونوں حضرات حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی صاحب مصنف بہار شریعت قدس سرہ کے ارشد واکابر تلامذہ میں سے تھے اور حضور صدر الشریعہ نے اجمیر شریف سے واپسی پر بریلی شریف میں ایک ساتھ دونوں حضرات کو اجازت وخلافت بھی عطا فرمائی تھی، دوسرے اساتذہ میں حضرت علامہ مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگل پوری اور حضرت علامہ ثناء اللہ صاحب جو حضرت محدث اعظم پاکستان کے شاگرد رشید تھے، کا نام گرامی قابل ذکر ہے اور حضور شہزادہ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا قادری بریلوی اور حضرت سیدی صدر الشریعہ قدس سرہم ہما سے بھی تبرکاً پڑھا یہ وہ نعمت ہے جو کون پاتا ہے اور کس کو ملتی ہے۔

۱۹۴۳ء میں جب حافظ ملت علامہ حافظ عبد العزیز قدس سرہ بعض ناگزیر حالات کے باعث جامعہ عربیہ ناگپور مہاراشٹر تشریف لے گئے تو حضرت علامہ قاری صاحب علیہ الرحمہ بھی ناگپور ان کے ہمراہ چلے گئے اور وہیں ناگپور میں حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی اشرفی قدس سرہ کی موجودگی میں آپ کی دستار بندی ہوئی اور فارغ التحصیل ہوئے اور وہیں آپ ایک جامع مسجد میں امام وخطیب مقرر ہوئے اور وہاں کے لوگ آپ کے مقتدی جو باقی ہیں ابھی تک یاد کرتے ہیں اور اس جامع مسجد کو آپ کے بعد آپ جیسا امام وخطیب نہیں ملا، تقسیم ہند اور قیام پاکستان کے بعد آپ ۱۹۴۹ء میں سقوط حیدر آباد دکن کے بعد ہجرت فرما کر آپ کراچی پاکستان تشریف لائے ابتدا میں کچھ عرصہ دار العلوم امجدیہ جو اب مکتبہ رضویہ ہے میں قیام فرمایا، ۱۹۵۰ء میں بطور امام وخطیب جامع اخوند کھاردار میں تشریف لائے اور ۱۹ سال امامت وخطابت کے فرائض نہایت حسن وخوبی سے انجام دیئے، اسی دوران امام اہلسنت محدث اعظم پاکستان علامہ ابو الفضل محمد سردار احمد قدس سرہ کے حکم پر بطور امام وخطیب جامع مسجد واہ کینٹ راولپنڈی تشریف لے گئے اور بہت کامیاب ہوئے اور لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئے، علامہ قاری مفتی مجبوب رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ کے بعد آپ ۱۹۶۹ء میں جامع مسجد میمن کھوڑی گارڈن جوڑیا بازار جو اب آپ کے نام گرامی کی برکت سے مصلح الدین گارڈن کے نام سے پکارا اور لکھا جاتا ہے، میمن مسجد میں امام وخطیب مقرر ہوئے، اکابر کا احترام ایسا کہ جب تک امام اہلسنت حضور محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار صاحب بقید حیات رہے، آپ نے کسی کو مرید نہیں کیا اور فرماتے کہ انتظار کرو، حضرت محدث اعظم پاکستان تشریف لانے والے ہیں، ان کے مرید ہو جانا وہ ہمارے اکابر ہیں، آپ دار العلوم امجدیہ میں مدرس بھی رہے اور بہت کامیاب مدرس ثابت ہوئے، آپ کے سب سے قابل فخر تربیت یافتہ ارشد واکبر تلامذہ میں مجاہد مسلک اعلیٰ حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہے، جو آپ کے جانشین ومعتمد تھے جن کا وجود گرامی سنیوں، رضویوں کے لئے نعمت تھا۔

خلیفہ اعلیٰ حضرت سیدی قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد قادری رضوی فرمایا کرتے تھے، قاری صاحب بکھرے ہوئے ذہنوں کو خوب قابو کرنا جانتے ہیں حضرت قاری صاحب نے اپنے زندگی میں بارہ مرتبہ حاضری حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف ہوئے اور ہر بار حاضری حرمین سے قبل حضور گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا داتا صاحب علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار پر ضرور حاضری دیتے اور فرماتے میرا ویزہ حرمین یہیں سے لگتا ہے، رامپور سے سیدھا حضور سیدی محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فقیر احمد حسن علی رضوی کی ملاقات کے لئے بھی تشریف لاتے، حضور سیدنا غوث اعظم قدس سرہ کے مزار پر انوار کی زیارت کے لئے بغداد معلی بھی حاضر ہوئے۔

اجازت وخلافت: حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ کو حضور صدر الشریعہ علامہ مفتی امجد علی اعظمی رضوی، سیدنا مفتی اعظم ہند علامہ مفتی شاہ مصطفےٰ رضا خاں قادری نوری، قطب مدینہ حضرت علامہ ضیاء الدین مدنی قادری نوری قدس سرہم سے اجازت وخلافت حاصل تھی، وصال ۷ ربجمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ ۲۳ رمارچ ۱۹۸۳ء کو وصال شریف ہوا، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ■■■

قارئین کرام

سنی دنیا کا یہ شمارہ آپ کو کیسا لگا؟ ہمیں ضرور بتائیں اور اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازیں تا کہ اسے مزید بہتر سے بہتر بنایا جاسکے، نیز جامعۃ الرضا، حضور تاج الشریعہ اور مرکز اہل سنت بریلی شریف کی دینی، علمی اور اصلاحی سرگرمیوں سے باخبر رہنے کے لئے ماہنامہ سنی دنیا کا مطالعہ کرتے رہیں اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دے کر رسالہ کے ممبر بنائیں۔

اگر آپ کو رسالہ نہیں مل رہا ہے تو اپنے ڈاکئے سے رابطہ کریں، کیوں کہ اکثر آکثری ڈاک کو ڈاکئے اہمیت نہیں دیتے، ایسے میں وہ ڈاک خود نہ پہنچا کر کسی اور کو آپ تک کے لئے دے دیتے ہیں، جس کی وجہ رسالہ کبھی آپ کو ملتا ہے کبھی نہیں ملتا یا کبھی کبھی ڈاکخانوں میں ہی پڑے رہ جاتے ہیں۔

از: علامہ شبیر القادری پوکھریروی*

یادِ علامہ عبدالعزیز خاں قادری

کہو عشاقِ احمد کو کہ آئیں اس کو پڑھنے کو
قصیدہ لکھ رہا ہوں ایک مداحِ محمد کا

کتنا خوش نصیب ہے ضلع بستی کا وہ مطلع فیض اجس نے آفتابِ فضل و کمال ضیغم اہلسنت حضرت علامہ عبدالعزیز خاں صاحب قادری علیہ الرحمہ کو اپنی آغوش تربیت سے طلوع فرما کر معراج کمال تک پہنچا دیا، وہی ضیغم اہلسنت جن کے افکار و کلمات کی مرصع کاری، بیان و تعبیر کی رعنائی، فکر و استدلال کی نکتہ سنجی، عقل و عشق کا باہم امتزاج ان کے دینی جوش و جذبات کے تلاطم کا ایک زمانہ قائل ہے ہی، ان کی تزئین فصاحت اور آرائش جمال و بیان پر علوم مشرقیہ کے جملہ رنگ و روغن حضور حافظ ملت، حضور بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب، مولانا عبداللہ صاحب اور قاری یحییٰ صاحب علیہم الرحمہ جیسے وقت کے مایہ ناز اساتذۂ کرام نے مل کر چڑھایا۔

رنگ پیراہن کا خوشبو زلف لہرانے کا نام
موسم گل ہے تمہارے اوج پہ آنے کا نام

مولانا شمشاد لکھنوی مرحوم اور مولانا عبدالقادر فرنگی محلی نے مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں رنگ و روغن کی مالش کر دی جبھی تو ضیغم اہلسنت مطول کی بات کرتے تھے کبھی "دیوان متنبی" اور "دیوان حماسہ" کے بعض اشعار پر تنقیدی نگاہ ڈالتے تھے، کبھی نظیری اور عرفی جیسی مسلم شخصیات کے کلام پر انگلی رکھ کر ان کے تسامحات پر مؤثر دلیلیں قائم کرتے تھے۔

صائب چہ خیالست شوی ہمچوں نظیری
عرفی بہ نظیری نہ رسانید سخن را

یہ سب فیوض و برکات ہیں ان کے معظم اساتذۂ کرام حضور حافظ ملت اور بحر العلوم کے جنھوں نے ان کی ذات پر علم و فضل کی موسلادھار بارش کی، سونے پر سہاگہ یہ کہ ان کی شعری اور فطری صلاحیتوں کو مزید جلا بخشنے کے لئے جناب انور بہمن پروی، تمنا پھلواروی جیسے ماہرین فن اساتذہ مل گئے، یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھی اس مفہوم کی مستی میں اصغر گونڈوی صاحب بھی مست رہا کرتے تھے کبھی ضیغم اہل سنت علیہ الرحمہ بھی اپنے سرور کا مزہ لیتے تھے اور یوں مسکراتے تھے۔

فخر ہے مجھ کو اس در سے شرف پانے کا
میں شرابی ہوں اس رند کے میخانے کا

سرچشمہ علوم و فنون ضیغم اہلسنت الرحمہ عربی میں کافی مہارت رکھتے تھے اور فارسی پر کما حقہ دسترس حاصل تھی اور اردو زبان ان کی مرہون منت تھی، اردو اپنی آرائش حسن کے لئے ان کی جنبش لب کی محتاج تھی، ان کا ذہن قرآنی تفسیر تھا، ان کی طبیعت حدیث و اسماء الرجال کی تحقیق تھی، ان کا مزاج مسائل فقہ کا جولان گاہ تھا، ان کا رجحان منطقی اوزان اشعار اور تعلیم بحور ہشت کا معلم تھا۔

بلائے جاں ہے غالب اس کی ہر بات
عبارت کیا، اشارت کیا، ادا کیا

لیکن ہائے افسوس وقت کا یہ ایک ولدوز سانحہ ہے کہ ان کو عالم اسلام کے کسی بڑے ادارہ میں ہونا چاہئے تھا لیکن قسمت انھیں وہاں لے آئی، جہاں عروج کے سلسلے محدود ہو گئے، مبارک پور سے فراغت کے بعد تعلیمی خدمات کیلئے ایک ایسے ادارہ میں جانا چاہئے تھا جو ہر اعتبار سے بلند و بالا ہوتا لیکن انھوں نے حضور حافظ ملت کے حکم پر بہار کے ضلع سیوان کے بڑہریا قصبہ کو اپنا میدان عمل بنایا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کی کایا پلٹ کر رکھ دی، آج یہاں دین و سنیت جو بھی فصلیں لہلہا رہی ہیں یہ انھیں کی کاشت کا نتیجہ ہیں۔

سرد آہیں، گرم آنسو، آنسوؤں میں خون دل
کہہ رہے ہیں اس طرح فسانہ در فسانہ ہم

*مضمون نگار غوث الوریٰ عربی کالج مخدوم سرائے سیوان بہار کے بانی و ناظم اعلیٰ ہیں۔

قدرت نے انہیں شاعر بھی شدیدالاحساس بنا کر پیدا کیا تھا، پھر کوئی وجہ نہ تھی جو مدرسہ کی چہار دیواری انھیں غزل گوئی سے روک دیتی جبکہ وہ اسی نصاب آہ واہ کے معلم بھی تھے اور انہیں "دیوان متنبی" پڑھانی تھی، اسی مزاج کے وہ حامل بھی تھے، ان کی شاعری میں زبان بھی تھی اور ادب کی خوش آہنگی بھی تھی اور ترنم بھی، بے ساختگی بھی تھی اور موزونیت بھی، لطافت بھی تھی اور پاکیزگی بھی، جس پر ہر سامع کو یقیناً کہنا ہی پڑتا۔

کہاں تک داد دوں تیری بلاغت کی میں اے اکبر
کہ تیرا ایک مطلع لاکھ مضمونوں کا حاصل ہے

جبکہ درسیات میں بے پناہ مہارت تھی، طلباء کے اسباق ناغہ کرنے کو وہ جائز نہیں سمجھتے تھے، وہ اکثر فرمایا کرتے کہ ایک دن کے سبق کا ناغہ کرنا مہینوں اور سالوں کا نقصان کر دیتا ہے اس کی تلافی ناممکن ہو جاتی ہے۔

خون عاشق میں بھی ایک رنگ وفا ہوتا ہے
لاکھ دھوئیں کہیں دامن سے جدا ہوتا ہے

جب ضیغم اہلسنت علیہ الرحمہ مفتی ریاض القادری صاحب علیہ الرحمہ سابق صدر المدرسین جامعہ اسلامیہ محی العلوم شکل ٹولی علی گنج سیوان کے جنازہ کے بعد دیگر علماء کے ساتھ واپس ہو رہے تھے، تب میں نے ضیغم اہلسنت سے گزارش کی تھی کہ یہ اعلیٰ حضرت کا عشق وعقیدت بھرا "سلام" آپ میرے جنازہ کے ساتھ پڑھتے چلئے گا، انہوں نے جواب دیا تھا کہ ہاں بھائی پڑھ دیں گے لیکن عمران کا ساتھ نہ دیا، انھوں نے مجھ سے پہلے ہی رخت سفر باندھ لیا۔

ایسی عظیم شخصیت ۱۵؍اپریل ۲۰۱۷ء بمطابق ۱۸؍رجب المرجب ۱۴۳۸ھ بروز سنیچر دوپہر ۱۲؍بج کر ۲۵ منٹ پر ممبئی کے اسپتال میں اس دار فانی سے دار البقا کی طرف کوچ کر گئے، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُون۔

اے رحمت تمام میری ہر خطا معاف
میں انتہائے شوق میں گھبرا کے پی گیا
پیتا بغیر اذن یہ کب تھی میری مجال
در پردہ چشم یار کی شہہ پا کے پی گیا

جھوٹ کی نحوست

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب کوئی جھوٹ بولتا ہے تو اس جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے (رحمت کا) فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔"

از: مولانا محمد کوثر امام قادری*

فروغ حدیث میں خواتین کا کردار

علم وحکمت وہ خزانہ ہے، جس کے حقیقی وارث مومن ومومنہ ہیں، اس لیے اپنی گم شدہ دولت کو پانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے، اگر یہ دولت دور دراز مقام پر بھی ہو تو سفر کر کے اسے حاصل کرے، بتایئے کوئی شخص کسی شہر میں زمین وجائداد چھوڑ کر مرجائے تو کیا اس کی اولاد اس زمین وجائداد سے دست کش ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں، بلکہ ہزار پریشانیاں جھیل کر بھی وہاں پہنچے گی اور اسے حاصل کرنے کی کوا ختک کوشش کرے گی، دولت علم بھی جہاں ملے وہاں پہنچ کر حاصل کرنا چاہیے، یہی مرضی مولیٰ اور مطلوب رحمت عالم ﷺ ہے، چنانچہ ارشاد گرامی ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالى عنه قال قال رسول الله ﷺ من سلك طريقا يلتمس فيه علما سهل الله له طريقا الى الجنة۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص علم کو تلاش کرنے کسی راستے پر چلے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے۔ [مشکوٰۃ شریف، ص ۳۴]

عن انس بن مالك رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من خرج فى طلب العلم فهو فى سبيل الله حتى يرجع۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص طلب علم میں نکلے وہ لوٹ کر آنے تک اللہ کے راستے میں ہے۔ [مشکوٰۃ شریف، ص ۳۴]

عن ابى سعيد الخدرى رضى الله تعالى عنه عن النبى ﷺ قال ياتيك رجال من قبل المشرق ليعلمون فاذا جاء وكم فاستوصوا بهم خيرا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارے پاس مشرق سے کچھ لوگ علم حاصل کرنے آئیں گے تو جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ خیر خواہی کرنا۔

عن ابى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ الكلمة الحكمة ضالة المؤمن حيث وجدها فهو احق بها۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے، وہ بات جہاں ملے مومن زیادہ اس کا حقدار ہے۔ [مشکوٰۃ شریف، ص ۳۴]

مذکورہ احادیث کریمہ سے معلوم ہو طلب علم کے لیے سفر کرنا، لمبی مسافت طے کرنا نہایت عمدہ فعل ہے اور مطلوب الٰہی ہے اور اس مطلوب الٰہی کو پانے کے لیے صحابہ کرام وصحابیات عظام نے لمبی لمبی مسافتیں طے کی ہیں۔ [خواتین کا سفر علم حدیث]

ابتدائی دور میں دینی وعلمی اسفار حصول حدیث وروایت کے لیے ہوتے تھے، مردوں کی طرح خواتین اسلام نے بھی پردہ وحجاب کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی نسوانی نزاکت ووقار کے مطابق گھر ومکان سے دور شہروں کا سفر کیا، بڑے بڑے مشائخ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا، حدیث روایت کی، پریشانیاں اور مشقتیں جھیل کر علوم حدیث کا سرمایہ افتخار حاصل کیا، تاریخ وتذکار کی کتب میں اس طرح کی متعدد خواتین کی رحلت علمیہ کا ذکر ملتا ہے، قاضی اطہر مبارک پوری نے متعدد خواتین کا علمی سفر بیان کیا ہے ان میں سے چند کا ذکر ملاحظہ کریں:

(۱) ام حسین مجمعہ بنت احمد نے اپنے وطن نیشاپور سے بغداد کا سفر کر کے یہاں کے شیوخ ومحدثین سے روایت کی، چنانچہ ۳۹۲ھ میں شیخ ابوالحسن شونطی بغدادی نے ان سے بغداد میں روایت کرکے ان کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ [تاریخ بغداد، جلد ۱۴، ص ۴۴۴]

(۲) ام علی تقیہ بنت ابو الفرج بغدادیہ نے بغداد سے مصر جا کر مدتوں قیام کیا اور اسکندریہ میں ابو طاہر احمد بن محمد سے اکتساب علم

* مضمون نگار دارالعلوم فخر العلوم بہادر گنج، یوپی کے مدرس اور علم حدیث کے ماہر ہیں۔

کیا۔ [تاریخ ابن خلکان، جلد اول، ص ۱۰۳]

(۳) زینب بنت برہان الدین اردبیلیہ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی، ہوش سنبھالنے کے بعد انھوں نے اپنے چچا کے ساتھ بلاد عجم کا سفر کیا اور بیس سال بعد مکہ مکرمہ واپس آئیں۔

[العقد الثمین، جلد ۸، ص ۲۲۴]

(۴) زلیخا بنت الیاس الواعظہ شہر غزنین کی رہنے والی تھیں، یہاں سے مکہ مکرمہ گئیں اور علما و محدثین سے حدیثیں روایت کر کے کئی سال تک حرم کی مجاورت کے بعد فارس کے شہر ساوا چلی گئیں، اس سفر و اقامت میں زلیخا الوعظہ نے حرم میں روایت اور عبادت دونوں نعمتیں حاصل کیں۔ [العقد الثمین، جلد ۸، ص ۲۳۷]

(۵) ام محمد زینب بنت احمد بن عمر کا وطن بیت المقدس تھا، امام ذہبی نے ان کو ''العمرۃ الراحلۃ'' کے القاب سے یاد کیا ہے، کیونکہ دور دراز ملکوں کا سفر کر کے تحصیل علم اور حدیث کی روایت میں مشہور تھیں اسی وجہ سے بعد میں دور دراز ملکوں کے طلبہ حدیث ان سے روایت کرتے تھے۔ [ذیل العبر، ذہبی ۸۹]

یہاں یہ بات واضح رہے کہ محدثین و شیوخ اپنی درسگاہوں میں خواتین کے لیے مستقل الگ انتظام رکھتے تھے تاکہ مردوں کے ساتھ اختلاط نہ ہو انتہائی پردہ کا اہتمام کیا جاتا تھا اور وہاں سے خواتین سماع حدیث کیا کرتی تھیں۔

خواتین اسلام کی ذہانت وفطانت

کسی بھی علم کے حصول کے لیے ذہانت وفطانت، ضبط و حفظ میں قوی ہونا ضروری ہے، خاص طور سے علوم حدیث میں کہ بغیر اس کے کام چل ہی نہیں سکتا، کیونکہ تھوڑی سی بھی قوت حافظہ میں کمی واقع ہوئی، ناقدین ہر وقت اس پر تنبیہ فرماتے ہیں اور بد حافظہ کا چارج لگ جاتا ہے، جبکہ یہ وہ چارج ہے جس کے سبب اعتماد اٹھ جاتا ہے اور بد حافظہ راوی کی روایت شکوک وشبہات کے دائرہ میں آجاتی ہے، اس لیے اس فن میں وہی لوگ طبع آزمائی کرتے ہیں، جن کو اپنے حافظہ پر بھر پور اعتماد ہے اور پیدائشی طور پر جنھیں وافر مقدار میں قوت حافظہ کی دولت فراہم ہوئی ہے۔

چونکہ خواتین اسلام نے بھی فن علوم حدیث میں مہارت و کمال حاصل کیا، اس لیے ان کی ذہانت کے چند نمونے پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں:

امام زین الدین ابوالحسن علی بن ابراہیم دمشقی مصری (۵۹۹) کا بیان ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب میں اپنے ماموں امام شریف الاسلام عبدالوہاب سے تفسیر پڑھ کر والدہ کے پاس جاتا تھا تو وہ مجھ سے دریافت کرتیں ''ایش فسر الیوم'' بھائی نے آج کیا تفسیر بیان کی؟ جب میں بتاتا کہ فلاں فلاں سورتوں کی تفسیر بیان کی ہے تو فرماتیں کیا فلاں کا قول نقل کیا؟ کیا فلاں کی بات بیان کی؟ جب میں کہتا کہ نہیں تو ان کو بیان کر کے کہتی تھیں کہ انھوں نے یہ چھوڑ دیا ہے۔

ان کا یہ حال تھا: **کانت تحفظ کتاب الجواھر وھو ثلاثون مجلدا تالیف والدھا الشیخ الفرج واقعدت اربعین سنۃ فی محرابھا۔** وہ اپنی والد کی لکھی ہوئی تفسیر کتاب الجوہر کو جو تیس جلدوں میں تھی، زبانی یاد رکھتی تھیں اور چالیس سال تک مصلیٰ پر بیٹھی عبادت کرتی رہیں۔ [طبقات الحنابلہ، جلد ۱، ص ۴۴۰]

امام سراج الدین عمر دانی (۲۴۳) کی اولاد میں ایک نابینا صاحبزادی تھیں جو اپنے زمانے میں قوت حافظہ میں عجوبہ روزگار شمار کی جاتی تھی، بیان کرتے ہیں کہ:

وکانت لہ بنت عمیا تحفظ کثیرا اذا سئلت عن باب من العلم من الکتب الستۃ ذکرت اکثرہ وکانت فی ذالک اعجوبۃ۔ یعنی ان کی لڑکی نابینا تھی، اس حافظہ کا یہ حال تھا کہ صحاح ستہ کی کسی حدیث کے بارے میں پوچھا جاتا تو فوراً بتادیتی تھیں، وہ قوت حافظہ میں حیران کن شخصیت کی حامل تھیں۔

[طبقات الحنابلہ، ص ۴۴۳]

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن انصاریہ تابعیات میں سے ہیں، بہت زبردست عالمہ شمار کی جاتی ہیں، یہ ایسی محدثہ ہیں جنھیں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی احادیث و مرویات اور فقہی آرا کا سب سے زیادہ علم تھا، ابن حبان نے ان کے بارے میں کہا: **کانت من اعلم الناس بحدیث عائشۃ۔** یعنی ان کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کا علم سب سے

زیادہ تھا۔ [تہذیب التہذیب، جلد۲۱، ص۴۳۸]

خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں: ما بقی احد اعلم بحدیث عائشۃ من عمرۃ۔ یعنی اب کوئی شخص ایسا نہیں رہ گیا جو احادیث عائشہ کو عمرہ سے زیادہ جانتا ہو۔ [ایضاً]

ان کے بارے میں حضرت امام زہری نے کہا: فوجدتہا بحر الا ینزف۔ یعنی میں نے ان کو علم کا ایسا سمندر پایا جو کبھی کم نہیں ہوتا۔ [تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، ص۱۰۶]

محدثہ امۃ الواحد ستیتہ نہایت عالمہ فاضلہ صالحہ خاتون تھیں، نحو، صرف، حساب بلاغت، فرائض میں کمال کا ملکہ تھا، حافظ ذہبی کہتے ہیں: حفظت القرآن والفقہ وبرعت مذہب الشافی وکانت تفتی مع ابی علی بن ابی ہریرۃ۔ یعنی انہوں نے قرآن اور فقہ کو زبانی یاد کیا تھا اور فقہ شافعی میں ان کو کمال حاصل تھا، وہ شیخ ابو علی بن ابو ہریرہ کے ساتھ فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ [العبر، جلد۳، ص۴]

حافظ ابن جوزی نے فرمایا: وکانت فاضلۃ من احفظ الناس للفقہ علی مذہب الشافعی۔ یعنی وہ نہایت فاضلہ اور مذہب شافعی کے فقہ کی سب سے بڑی حافظہ تھیں۔

[المنتظم، جلد۶، ص۱۳۹]

خواتین اسلام کے تدریسی وتصنیفی کارنامے

صحابیات وتابعیات نے علوم حدیث کی اشاعت وفروغ میں جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ بعد میں آنے والی خواتین اسلام کے لیے وہ مشعل راہ ثابت ہوئے، ان معزز خواتین نے اپنے ماقبل کے محدثات وفقہیات کے نقش قدم کی پیروی کرتے ہوئے ان تمام ذرائع کو اپنایا جو عام فقہا ومحدثین اور حاملین درایت وناقلین روایت کے یہاں رائج تھے، انہوں نے درس حدیث کی بزم سجائی، بعض نے ادارہ قائم کیا، کسی نے متعدد شہروں وقصبوں کا دورہ کر کے کتاب وسنت کے علوم کی اشاعت میں بھر پور حصہ لیا، ہم یہاں چند خواتین اسلام کا تذکرہ کرتے ہیں:

(۱) **سندۃ الشام محدثہ زینب بنت احمد مقدسیہ!** اپنے دور کی بڑی جلیل القدر اور عظیم المرتبت محدثہ ہیں، احادیث کی بڑی بڑی کتابوں کا درس دیا، آپ کی درسگاہ میں شائقین علوم حدیث کی بھیڑ لگی رہتی تھی، آپ نے اپنی پوری زندگی درس حدیث میں گزار دی۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: وتکاثروا علیہا وتفردت وروت کتبا کبارا۔ یعنی ان کے پاس طلبہ کی بھیڑ لگی رہتی تھی، وہ بہت سی احادیث کی روایت میں متفرد تھیں، انہوں نے حدیث کی بڑی بڑی کتابوں کا درس دیا۔ [العبر، جلد۵، ص۲۱۳]

(۲) **محدثہ شہدہ بنت احمد بغدادیہ**، انتہائی بزرگ ترین شخصیت کی مالکہ تھیں، درس حدیث میں آپ کو کمال حاصل تھا، آپ کے بارے میں ابن جوزی کی صراحت یہ ہے: وکان لہا بر وخیر قرؤا علیہا الحدیث سنین وعمرت حتی قاربت المائۃ۔ یعنی وہ بڑی پارسا اور سراپا خیر تھی ان سے برسوں درس لیا گیا اور تقریباً سو سال زندہ رہیں۔ [المنتظم، جلد اول، ص۲۲۸]

آپ کو سماع عالی کا شرف حاصل تھا، اس لیے ائمہ فن آپ کی درسگاہ میں حاضر ہو کر سماع کا شرف حاصل کرتے، مورخ ابن خلکان رقمطراز ہیں: وکان لہا سماع عال الحقت فیہ الاصاغر بالاکابر۔ یعنی ان کو سماع عالی حاصل تھا، اس سے انہوں نے خلف کو سلف سے ملا دیا۔ [وفیات الاعیان، جلد۳، ص۲۳۳]

(۳) **محدثہ کریمہ بنت احمد مروزیہ!** درس حدیث میں آپ کو بڑا درک حاصل تھا اور صحیح بخاری کے درس میں کو آپ کو خاصی شہرت حاصل تھی، اس عہد کے بڑے بڑے مشاہیر روایت بخاری کے لیے آپ کی طرف مراجعت فرماتے تھے، خطیب بغدادی ۴۳۶ھ میں حج کے ارادہ سے مکہ مکرمہ حاضری ہوئے تو صرف پانچ دن میں ان سے مکمل بخاری شریف پڑھی، ابن جوزی فرماتے ہیں: وقرا علیہا الائمۃ کالخطیب وابن المطلب والسمعان وابی طالب زبینی یعنی ان سے خطیب بغدادی، ابن مطلب، سمعانی اور ابو طالب جیسے ائمہ حدیث نے پڑھا۔ [المنظم، جلد۸، ص۲۷۰]

(۴) **محدثہ فاطمہ بنت احمد!** مکہ مکرمہ کی عظیم اور نامور خواتین میں آپ کا شمار ہوتا ہے، شہر امین بلد حرم مکہ مکرمہ میں احادیث کا درس دیا کرتی تھیں، روزانہ آپ کی درسگاہ میں طلبہ کا ہجوم رہتا اور ایام حج میں یہ بھیڑ بدرجہا بڑھ جاتی، اکابر فن، ائمہ حدیث آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف تلمذ حاصل کرتے، امام تقی الدین فاسی بیان

کرتے ہیں: حدثت وسمع منها الاعيان من شيوخنا و غيرهم وسمعت عليها الثقفيات۔ یعنی انہوں نے حدیث کا درس دیا اور ان سے ہمارے اساتذہ وغیرہ میں سے بڑے ممتاز حضرات نے سماع کیا ہے اور خود میں نے ان سے کتاب الثقفیات کا سماع کیا ہے۔ [العقد الثمین، جلد ۸، ص ۲۹۶]

(۵) محدثہ شمس الضحیٰ بنت محمد بن عبد الجلیل! یہ عابدہ، صالحہ، زاہدہ، متقیہ انتہائی اعلیٰ اور باذوق مدرسہ ومعلمہ تھیں، باقاعدہ حلقۂ درس کا اہتمام فرماتیں، طلبہ بکثرت حاضر ہوتے اور سماع حدیث کا شرف حاصل کرتے، امام تقی الدین فاسی مکی بیان کرتے ہیں: وسمع منها جماعة من طلبة الحديث۔ ان سے طلبہ حدیث کی ایک جماعت نے سماع حدیث کیا۔ [العقد الثمین، جلد ۸، ص ۲۵۷]

ان کے علاوہ کتب تواریخ میں سیکڑوں محدثات وفاضلات کا تذکرہ موجود ہے، جنھوں نے درس حدیث کا اہتمام کیا اور ایک زمانہ کو مستفیض ہونے کا موقع فراہم کیا، ان میں سے چند محدثات کے اسما گرامی یہ ہیں:

(۱) فاطمہ بنت ہلال بن احمد کرجیہ (۲) زینب بنت احمد تونسیہ مکیہ (۳) فاطمہ بنت عبد الرحمن بغدادیہ (۴) فاطمہ بنت نفیس الدین مکیہ (۵) علیہ بنت حسان وغیرہ۔

قاضی اطہر مبارک پوری خواتین اسلام کے تصنیفی کارنامے کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

”بنات اسلام نے علم حدیث کی اشاعت میں صرف درس و تدریس اور روایت ہی سے کام نہیں لیا، بلکہ محدثین کی طرح انہوں نے بھی اس فن میں مستقل کتابیں تصنیف کیں اور اسلامی کتب خانوں میں اپنی کتابوں کا اچھا خاصا ذخیرہ چھوڑا، اپنی مرویات کو کتابی شکل میں مدون کیا، فن رجال میں کتابیں تحریر کیں، کتب احادیث کو نقل کیا، ان میں بہت سی عالمات کتابوں کے ضبط ومقابلہ اور تصحیح میں خاص ملکہ رکھتی تھیں۔“

[خواتین اسلام کی دینی وعلمی خدمات، ص ۵۶]

محدثہ عجیبہ بنت محمد یہ کے بارے میں حافظ ذہبی نے لکھا ہے: ولها مشخية في عشرة اجزاء۔ یعنی شیوخ واساتذہ کے تذکرہ میں ان کی ایک کتاب دس جلدوں میں ہے۔ [العبر، جلد ۵، ص ۱۹۴]

محدثہ فاطمہ بنت محمد اصفہانیہ کے بارے میں امام فاسی کی صراحت ہے: ولها طريقة حسنة في الوعظ و توا ليف حسنة ككتابها الموسوم بالرموز من الكنوز يقارب خمس مجلدات۔ یعنی وعظ گوئی میں ان کو اچھا ملکہ حاصل تھا، انہوں نے اچھی کتابیں لکھیں جیسے ان کی کتاب الرموز من الکنوز ہے جو تقریباً ۵ رجلدوں پر مشتمل ہے۔ [العقد الثمین، جلد ۸، ص ۲۰۲]

خواتین اسلام کے ذریعہ مدارس نسواں کا قیام

ابتدائی عہد میں اہل علم حضرات اپنے مکانوں، محلہ کی مسجدوں اور جامع مسجدوں میں درس وتدریس کی انجمن سجاتے تھے، جب مستقل مدارس کا رواج ہوا اور جگہ جگہ دینی علوم کے مراکز قائم ہوئے تو خواتین اسلام میں بھی دار البنات کے قیام کی طرف رغبت پیدا ہوئی اور متعدد خواتین کی کوششوں سے بہت سارے مدارس کا وجود بھی عمل میں آیا۔

چنانچہ مغرب اقصیٰ کے شہر فاس کی محدثہ عابدہ زاہدہ فاطمہ بنت محمد بن عبد اللہ فہریہ نے اسلامی شہزادیوں کی تعلیم وتربیت کے لئے دار البنات قائم کیا، اپنی جیب خاص سے زمین خریدی، بنیاد کے دن سے تعمیر مکمل ہونے تک روزہ رکھا، زمین کی خریداری سے لے کر تعمیر تک مکمل اخراجات خاندانی وارثت کے مال سے پورا کیا، شنبہ یکم رمضان المبارک ۲۴۵ھ میں اس کی بنیاد رکھی گئی تھی، مغرب اقصیٰ کے شہر فاس میں لڑکیوں کا یہ پہلا مدرسہ تھا جو بعد میں چل کر جامع قروبین کے نام سے مشہور ہوا۔

ان ہی کی بہن مریم بنت محمد نے اسی سال ایک مسجد کی تعمیر کرائی، جس میں اپنے والد سے پائی ہوئی واراثت کا مال خرچ کیا بعد میں یہ مسجد جامع الاندلسی کے نام مشہور ہوئی اور اس سے صدیوں تک علوم وفنون کا سرچشمہ جاری رہا اور چوتھی صدی میں اس کو جامع قروبین کی شاخ تسلیم کیا گیا۔ [حاضر العالم الاسلامی، ص ۳۳۳]

قاضی اطہر مبارکپوری رقمطراز ہیں:

”یمن کے شہر زبید میں مدرسہ ام السلطان المجاہد تھا جس کے مدرس شیخ ابو اسحٰق ابراہیم بن عمر علوی تھے، دمشق میں مدرسہ

عذارا و یہ اور مدرسہ خاتونیہ برانیہ مشہور مدارس میں شمار ہوتے تھے، جن کی تعمیر خواتین نے کی تھی اور علما و محدثین ان میں درس دیا کرتے تھے۔" [خواتین اسلام کی دینی و علمی خدمات، ص ۱۰۰]

امرا و سلاطین کی شہزادیاں اور بیگمات بھی دار البنات اور علمی مراکز کی تعمیر میں دلچسپی لیتی تھیں، ان کے شوق و جذبہ کے نتیجے میں متعدد ادارے معرض وجود میں آئے اور لمبے زمانے تک علوم حدیث کی اشاعت کا ذریعہ بنے اور تشنگان علوم اس چشمۂ علم و حکمت سے سیراب ہوتے رہے۔

سلطان مصر محمد بن قلادون کی شہزادی اور امیر بکر حجازی کی بیگم نے مصر میں ۷۶۱ھ میں المدرسۃ الحجازیہ تعمیر کیا، جس کے منصب صدارت پر شیخ الاسلام سراج الدین عمر بن ارسلان بلقینی برسوں تک جلوہ گر رہے۔ [ایضاً، ص ۱۰۸]

سلطان صلاح الدین ایوبی کی بہن ربیعہ خاتون نے مقام جبل میں ایک مدرسہ تعمیر کیا تھا، اسی ۸۰ رسال سے زائد عمر پاکر ۶۴۳ھ میں انتقال کیا اور اسی مدرسہ میں دفن کی گئیں۔ [العبر، جلد ۵، ص ۱۶۷]

ترکی کے سلطان مراد خان کی والدہ نے شہر اسکدار میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا اور اس کے افتتاح کی تقریب بہت ہی شاندار طریقے سے منائی اور عام جلسہ کا اہتمام کیا، جس میں اور علما و فضلا اور مشائخ کی ایک بڑی جماعت شریک ہوئی اور شیخ احمد بن روح جابری انصاری حنفی نے سورۂ انعام کی تفسیر بیان کر کے پہلا درس دیا، اس موقع پر نہایت شاندار دینی علمی جشن منایا گیا، سلطان کی والدہ نے تمام شرکائے درس کی دعوت کی اور سب کو ایک ایک ہزار دینار عطیہ دیا، انواع و اقسام کے کھانے سے حاضرین کی تواضع کی گئی اور ان ہی شرکائے درس سے تقریباً پچاس اہل علم کو مدرسہ میں درس و تدریس کے لئے مقرر کیا گیا۔ [الطبقات السنیۃ، جلد اول، ص ۴۰۶]

الغرض خواتین اسلام نے ہر دور میں کتاب و سنت کی تعلیم و اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، ان کے کارنامے اور خدمات دینیہ و علمیہ قابل تقلید ہیں، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت، تقریروں و خطابت، وعظ و نصیحت، تصوف و طریقت میں وہ کسی طرح مردوں سے پیچھے نہ تھیں، ان کی نازک مزاجی، صنفی اوصاف، نسوانی وقار، نقاب و حجاب، عظمت و پارسائی کبھی بھی دین کی خدمت اور علم کی اشاعت میں روکاوٹ نہ بن سکی، وہ شریعت مطہرہ کی حدود و قیود کی پابندی کرتے ہوئے ہر محاذ پر سرخرو و سرفراز نظر آتی ہے۔

خواتین اسلام کے القاب و آداب

نزول قرآن کے زمانے میں میخانۂ توحید کے متوالوں نے عشق و وارفتگی میں ڈوب کر کوئی عمل صالح انجام دی تو ان کی حوصلہ افزائی کے لئے کوئی نہ کوئی آیت نازل ہوتی اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اگر کسی سے کوئی کوتاہی سرزد ہوگئی تو انہیں آگاہ و متنبہ کرنے کے لئے بھی کوئی آیت آجاتی اور انہیں سنبھلنے کا موقع دیا جاتا، کسی کی خوبی و کمال کو سراہنا، اچھی کارکردگی پر حوصلہ افزائی کرنا، نمایاں کار خیر کا اعتراف کر کے وسعت نگاہی و اعلیٰ ظرفی کا اظہار کرنا ارباب علم و دانش کا وطیرہ رہا ہے۔

علمی دنیا میں جن لوگوں نے اپنی دینی خدمات کے ذریعہ اونچا مقام پیدا کیا، ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے زمانے نے بلند و بالا القاب و آداب سے اعزاز بخشا اور وہ اس پر شکوہ القاب سے متعارف و مشہور ہوئے، کسی کو محدث، کسی کو امام کسی کو حافظ، حاکم الحجۃ جیسے القاب سے نوازا گیا اور یہ صرف مردان فکر و نظر اور رجال علم و ہنر کے ساتھ تخصص نہیں بلکہ خواتین اسلام میں سے بھی جنہوں نے علم دین کی نشر و اشاعت اور خدمات علوم حدیثیہ میں اپنی زندگی گزاری، درس و تدریس سے جن کا والہانہ لگاؤ تھا، اہل علم نے انہیں بھی حسب مراتب القاب و آداب سے یاد کیا اور مسلمانوں نے ان کی علمی و دینی امامت و قیادت کو تسلیم بھی کیا، وہ بعض القاب اور صاحبات القاب یہ ہیں:

ست الاجناس:	موفقیہ بنت عبدالوہاب مصریہ
ست الاھل:	ام احمد بنت علوان بعلبکیہ
ست الشام:	خاتون اخت الملک العادل
ست العرب:	ام الخیر بنت یحیٰ دمشقیہ
ست الکل:	عائشہ بنت محمد قلیسیہ
ست الملوك:	فاطمہ بنت علی بغدادیہ
ست الفاس:	کمالیہ بنت احمد مرادیہ (بقیہ ص ۲۲ پر)

جلوۂ انوار حق! ایک تعارف

نام کتاب: جلوۂ انوار حق
نام مصنف: مفتی صابر القادری فیضی
صفحات: ۱۲۸ قیمت: ۸۰/روپے
ناشر: شہزادگان صوفی ملت، صوفی کالونی میواتی پورہ، فیض آباد
مبصر: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی

میرے ''ای میل ایڈریس'' پر ایک ''پی ڈی ایف'' فائل موصول ہوئی، بعد میں میں نے اسے کھول کر دیکھا تو وہ ''جلوۂ انوار حق'' نامی کتاب کی فائل تھی، اس کے مؤلف کا نام ''علامہ مفتی محمد صابر القادری'' ہے، قادری صاحب قبلہ مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمن گنج ضلع بارہ بنکی کے پرنسپل اور قادری منزل مکان نمبر ۷/۱۱/۲۷، صوفی کالونی، میواتی پورہ، شہر فیض آباد کے رہنے والے ہیں، قادری صاحب نے اپنے بارے میں فون پر تفصیل سے بتایا اور اپنی دیگر تصانیف کے تعلق سے اجمالی طور پر تذکرہ کیا، حالانکہ میں نے قادری صاحب کو دیکھا نہیں ہے اور نہ ہی کسی موقع پر دو بدو گفتگو کا موقع ملا ہے، ہاں میری معلومات میں بس وہی چند باتیں ہیں جو انہوں نے بتائیں یا پھر ان کا تحریری سرمایہ ہے جو پی ڈی ایف کی صورت میں محفوظ ہے، اسی تحریری سرمایہ کے حوالے سے چند باتیں پیش کی جارہی ہیں:

اس کتاب کا نام ''جلوۂ انوار حق'' رکھا گیا ہے، اس کا معنی ''حق کی روشنیوں کا جلوہ'' کسی بھی کتاب و مقالہ کا عنوان یا نام ہی اصل ہوا کرتا ہے بلکہ یوں کہا جائے کہ نام کو مضامین کے درمیان مرکزی حیثیت حاصل ہوا کرتی ہے اور ہر مضمون اسی کے ارد گرد رہتے ہوئے پابہ رکاب ہوا کرتا ہے اور قاری کے ذہن وفکر کو اسی کے سہارے ارتقا کی منزلوں سے ہم کنار کرتا رہتا ہے، یہ اسی وقت ہوا کرتا ہے جب مضمون میں جامعیت پائی جاتی ہے اور جب اس میں حرکی نظام پایا جاتا ہے، کتاب کا یہ نام اس بات کی جانب بھی اشارہ کرتا ہے کہ یہ کتاب کس پس منظر میں لکھی گئی ہے؟

یہ پس منظر کہیں اور نہیں پایا جاتا ہے بلکہ دور حاضر کے حالات اور اس کا تقاضا ہی ''جلوہ انوار حق'' کا پس منظر ہے دور حاضر کے حالات کیا ہیں؟ ہر کوئی جانتا ہے دور حاضر میں بے راہ روی پائی جاتی ہے اور اس میں اندھیروں کا بول بالا ہے اور ذہنی رجحانات صحیح سمت سے بھٹک چکے ہیں، یہ صورت حال زندگی کے تمام شعبوں میں پائی جاتی ہے اور سماج کے ہر ایک گوشہ میں یہ وبا پھیلی ہوئی ہے، عوام بھی ان حالات سے دوچار ہیں اور خواص بھی، تنظیم و تحریکات کا بھی یہی حال ہے اور جامعات و مدارس کا بھی، انفرادی کوششوں میں بھی اس کی گہری چھاپ پائی جاتی ہے اور جماعتی نظام بھی اس سے خالی نہیں ہے، جسے بھی دیکھا جائے بس وہ اسی کوشش میں لگا ہوا ہے دنیا مل جائے اور عیش و عشرت کی زندگی نصیب ہو جائے اور بس، دین کیا ہے؟ اس کے کیا تقاضے ہیں؟ اسلام ہم سے کن چیزوں کا مطالبہ کر رہا ہے؟ اس بات کی فکر کسی بھی فرد کو نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ سب کو دنیا مل رہی ہے مگر دین کی صحیح فکر اس سے کوسوں دور جا پہنچی ہے، اس پر ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ہم اور ہماری قوم اپنے آپ میں کسی قسم کی اصلاح اور تبدیلی لانے کے روادار نہیں، سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے بھی ان ناگفتہ بہ حالات کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ؎

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
خوف خدا شرم نبی یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

شاعری وہی کامیاب ہوتی ہے جس میں اصلیت اور صداقت کی نمائندگی پائی جاتی ہے کہ اسی کی بدولت شاعری میں حسن نمایاں ہوتا ہے اور دلکشی پائی جاتی ہے بھاری بھرکم لفظوں، جملوں سے شاعری کا جسم بوجھل ہو جاتی ہے لیکن جب اس میں سادگی رچ بس جاتی ہے تو اس کے انگ انگ سے نہ معلوم کس قدر انوار و تجلیات بکھرنے لگتے ہیں اس کا اندازہ نہیں لگایا جاتا ہے، او پر درج شعر میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو کسی کامیاب شاعر کی شاعری میں ہونی چاہیے۔

بات تو سو فیصد صحیح ہے کہ دور حاضر میں نہ تو شرم نبی پائی جاتی ہے اور نہ ہی اللہ کا خوف، اسی لئے لوگوں کے عمل میں بے راہ

روی پائی جاتی ہے، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب کسی کے مزاج میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو اس کی اصلاح کے لئے براہ راست نشتر لگانے کے بجائے اس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کے سامنے ایسی فضا تعمیر کی جائے جس سے بھینی بھینی نکہت آتی رہے اور اس میں کچھ اس انداز کا ہلکا سا تبسم ہو جو بگڑے ہوئے مزاجوں پر اثر کرے دل اور دماغ دونوں کو فرحت و انبساط سے آشنا کرتا رہے، میں مبارک باد پیش کرتا ہوں مولانا صابر القادری صاحب کو کہ انہوں نے موقع کی نزاکت کو سمجھا اور عشق و محبت کی باتیں پیش کیں۔

ایسے ناگفتہ ماحول اور پر آشوب دور میں پاکیزہ محبت کی بات کرنا ایسا ہی ہے جیسے دھوپ کی تمازت اور حرارت سے پریشان انسان کے لئے آرام دہ سایہ کا پایا جانا، مولانا صابر القادری صاحب نے سلسلہ عشق و محبت اور ادب و احترام کو دراز کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے درجات عالیہ اور ان کی عظمتوں کو قرآن مقدس اور احادیث پاک کے حوالے بیان فرمایا ہے، ساتھ ہی ساتھ حضرت امیر معاویہ اور حضرات حسنین کریمین کے فضائل کو بھی اجاگر کیا ہے جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ ان صحابہ کرام کی حیات پاک اور ان کی سیرتوں سے اقتباس انوار کئے بغیر کوئی بھی انصاف پسند اپنی زندگی کو کامیاب نہیں بنا سکتا ہے جہاں اس کتاب کے مطالعہ کرنے دل و دماغ میں تروتازگی اور موسم بہار جیسی سبز و شادابی نمایاں ہوگی وہیں سماج و معاشرہ میں اصلاحات ہوں گے، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانثاروں کی عظمتوں کو سلام کرنے کے سبب باطن میں بھی سدھار ہوا کرتا ہے اور ظاہری زندگی میں بھی اس کے خوش گوار اثرات دکھائی دینے لگتے ہیں کہ انہیں نیک لوگوں کی بدولت ہم جیسے گناہگاروں کو سلامتی ملی ہے اسی لئے کہا جاتا ہے لولا الصالحین لھلک الطالحون کہ اگر نیک لوگ نہ ہوتے تو برے لوگ ہلاک ہو جاتے اور اسی بات کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس طرح فرمایا ہے۔ ؎

ان کے غلاموں کا نقشِ قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

مفتی صابر القادری صاحب نے اسی سراغ کے سہارے اپنی کتاب کو ترتیب دی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا تذکرہ کیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ان لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے جو سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں ایسے لوگوں کا ذکر کرنا بھی ضروری ہوا کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تعمیر و تشکیل کرتے وقت اس بات کو بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ راہ میں کون سا ایسا روڑا ہے اور وہ کون سا ایسا کانٹا ہے جسے ہٹانا ضروری ہوا کرتا ہے کہ اس کو ہٹائے بغیر تعمیر ہو ہی نہیں سکتی ہے، رافضی کا ذکر کرنے اور اس کی شناخت بتانے میں بھی تعمیر کا پہلو مضمر ہے اسی تناظر میں مولانا کی کتاب کا مطالعہ کریں بڑا مزہ آئے گا، مولانا موصوف نے اپنی کتاب میں جو بات کہی ہے یوں ہی نہیں کہی ہے بلکہ حوالوں کے ساتھ کہی ہے اور مستند دلیلوں کے ساتھ کہی ہے جس سے کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوا ہے اور اسلوب ایسا اختیار فرمایا ہے کہ کم پڑھا لکھا بھی اس کتاب سے استفادہ کر سکتا ہے اور پڑھے لکھے افراد کے لئے بھی یہ اسلوب مفید تر ہے کہ اس میں اشعار پیش کرنے کے سبب زبردست تاب و توانائی رچ بس گئی ہے، میں اسی پر اپنی بات ختم کرتا ہوں اور دل سے مولانا کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ موصوف کی کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور اس کتاب کو ان کے لئے آخرت کے لئے زاد راہ اور عوام کے لئے ہدایت کی شاہراہ بنائے، آمین ثم آمین۔ ■■■

رسالے کے مضامین معیاری اور تحقیقی ہیں

مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً سے واپسی پر بہ نیت دعائے

خیر دقائق مواعظ مصطفویہ، وارث علوم نبویہ، بحار العلوم، کشف الدقائق المعطوق والمفہوم، تاج الشریعہ، بدر الطریقہ حضور مفتی شاہ محمد اختر رضا خاں قادری ازہری تجلی اللہ تعالیٰ علیہ بشان الغفاری کی خدمت پاک میں حاضر ہوا، بعدہ ازہری گیسٹ ہاؤس میں حضرت مولانا عابد رضا رضوی حفظہ القوی خادم خاص حضور تاج الشریعہ کے توسط سے ماہنامہ سنی دنیا یا مرہ نواز ہوا، پڑھ کر بیحد خوشی ہوئی کہ ماشاء اللہ رسالے کے مضامین معیاری و تحقیقی ہیں اور ہر لحاظ سے قلب ونظر کو اپنے علمی فیض سے فیضیاب فرما رہے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ اس مبارک رسالے کی ادارت ایسی ذات گرامی فرما رہی ہے جو اپنے علم وعمل زہد وورع احتیاط فی الشرع اور دیگر اوصاف وخصائل کی بدولت حلقۂ علم ودانش میں محتاج تعارف نہیں، جس کو دنیائے سنیت محقق مسائل عصر، عاشق پیغمبر، ماہر رضویات، قاطع نجدیات، حضرت علامہ مفتی عبد الرحیم نشتر فاروقی قادری رضوی حفظہ اللہ تعالیٰ عن کل شر خفی وقوی کے نام سے جانتی ہے، آپ کے نوک کلک سے نکلے ہوئے کوا کب دررکی نشتر زنی معاندین مسلک اعلیٰ حضرت کو چین سے جینے مرنے نہیں دیتی، اللہ عزوجل آپ کو عمر طویل عطا فرمائے تاکہ آپ کے علم وعمل سے ہم فیضیاب ہوتے رہیں اور ماہنامہ سنی دنیا کو پوری سنی دنیا میں عام فرماوے تاکہ اس کے علمی وتحقیقی مضامین سے ہمیشہ قلب وذہن کو تر وتازگی ملتی رہے، آمین بجاہ النبی الکریم الامین۔

یا خدا سنی دنیا سلامت رہے
نام اس کا یونہی تا قیامت رہے

اس سے جاری ہوں بیحد علوم وفنون
چشم اعداء سے اس کی حفاظت رہے

تا ابد قارئوں کو رہے بانٹتا
اس کی علمی وراثت سلامت رہے

اس کی ضو پاشیاں رات دن ہوں فزوں
نیر برج رشد و ہدایت رہے

تیرے ارشد کے دل کی دعا ہے یہی
سنی دنیا سلامت سلامت رہے

طالب دعا: محمد ارشد نعیمی قادری لکھرالوی
بدایوں شریف، فاضل جامعہ نعیمیہ مرادآباد ■■■

ص ۵۰ کا بقیہ..

کرو ناز اس کی عنایات پہ
حیا بار قسمت کو کہتے ہیں ماں

نہیں کر سکے جس کی کوئی نفی
اٹل اس صداقت کو کہتے ہیں ماں

ہے وہ صاف وشفاف شیشے کی مثل
مکمل وضاحت کو کہتے ہیں ماں

نہیں دیکھ پائے جو بچوں کا دکھ
اس ابر حمایت کو کہتے ہیں ماں

ہے مضمون جس کے ہنسانے اثر
اہم اس عبارت کو کہتے ہیں ماں

پلٹ دے جو کایا بس اک آن میں
اس اجر عبادت کو کہتے ہیں ماں

ہے جو روح رشتوں کی تکمیل کی
اس اصل قرابت کو کہتے ہیں ماں

ہے دیدار جس کا مسائل کا حل
اس امن وبشاشت کو کہتے ہیں ماں

نہیں جس میں اغلاق کا شائبہ
اس امر صراحت کو کہتے ہیں ماں

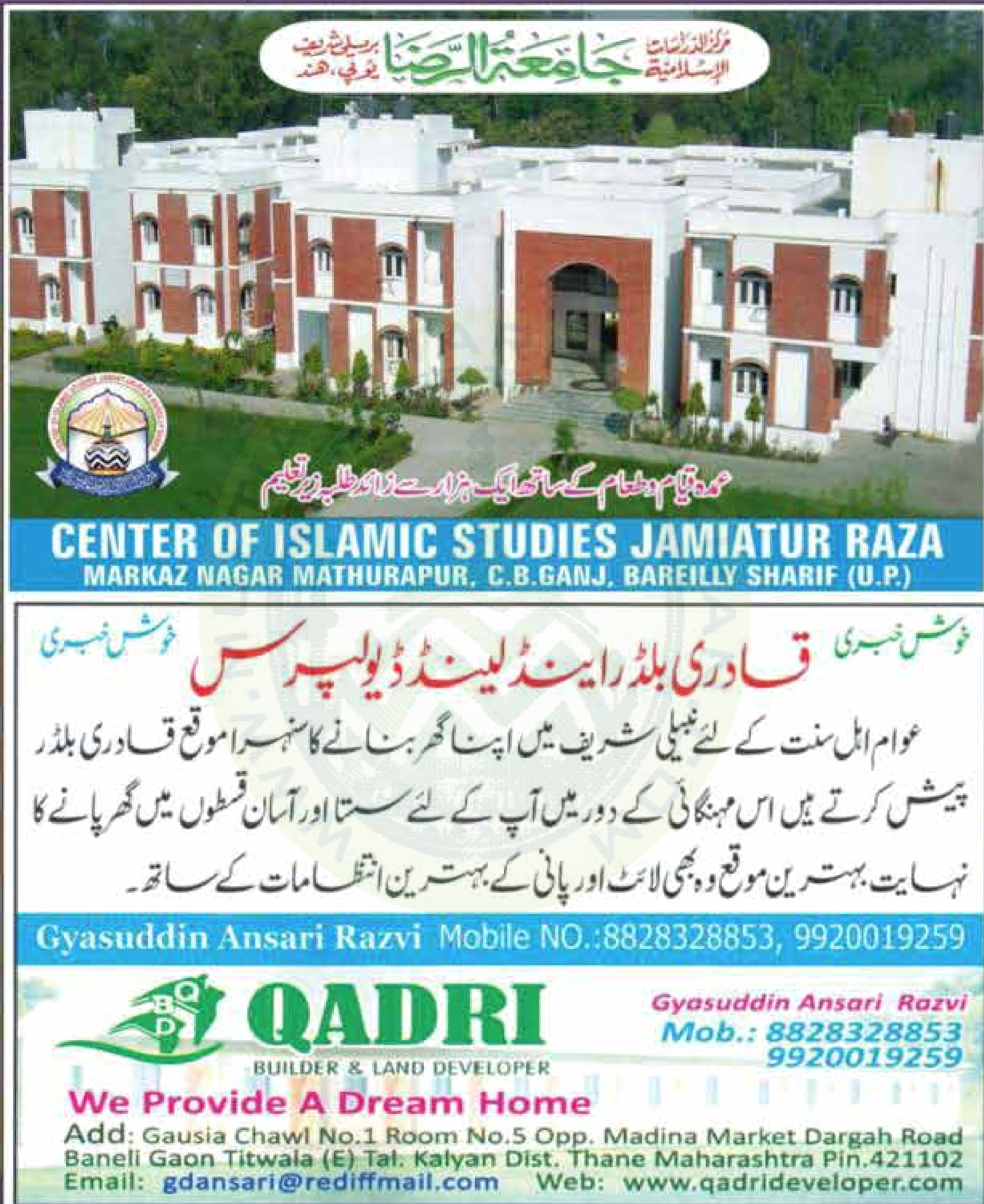
جہاں ہو نہ پستی کا کوئی گماں
اسی چرخ رفعت کو کہتے ہیں ماں

وہ جب بولے مسرور ہو جائے دہر
زباں کی حلاوت کو کہتے ہیں ماں

ہے غصے میں اس کے سماں پیار کا
کرشمات فطرت کو کہتے ہیں ماں

نہیں مل سکے قدر جس کا بدل
اک ایسی حقیقت کو کہتے ہیں ماں

■■■


مرکز الدراسات الإسلامیۃ جامعۃ الرضا بریلی شریف یوپی، ہند
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
خوش خبری
قادری بلڈر اینڈ لینڈ ڈیولپرس
خوش خبری
عوام اہل سنت کے لئے ٹٹوالہ شریف میں اپنا گھر بنانے کا سنہرا موقع قادری بلڈر
پیش کرتے ہیں اس مہنگائی کے دور میں آپ کے لئے سستا اور آسان قسطوں میں گھر پانے کا
نہایت بہترین موقع وہ بھی لائٹ اور پانی کے بہترین انتظامات کے ساتھ۔
Gyasuddin Ansari Razvi Mobile NO.:8828328853, 9920019259
QBD
QADRI
BUILDER & LAND DEVELOPER
Gyasuddin Ansari Razvi
Mob.: 8828328853
9920019259
We Provide A Dream Home
Add: Gausia Chawl No.1 Room No.5 Opp. Madina Market Dargah Road
Baneli Gaon Titwala (E) Tal. Kalyan Dist. Thane Maharashtra Pin.421102
Email: gdansari@rediffmail.com Web: www.qadrideveloper.com

RNI : UPMUL\2017\71926 PER COPY : ₹20.00 PER YEAR : 250.00

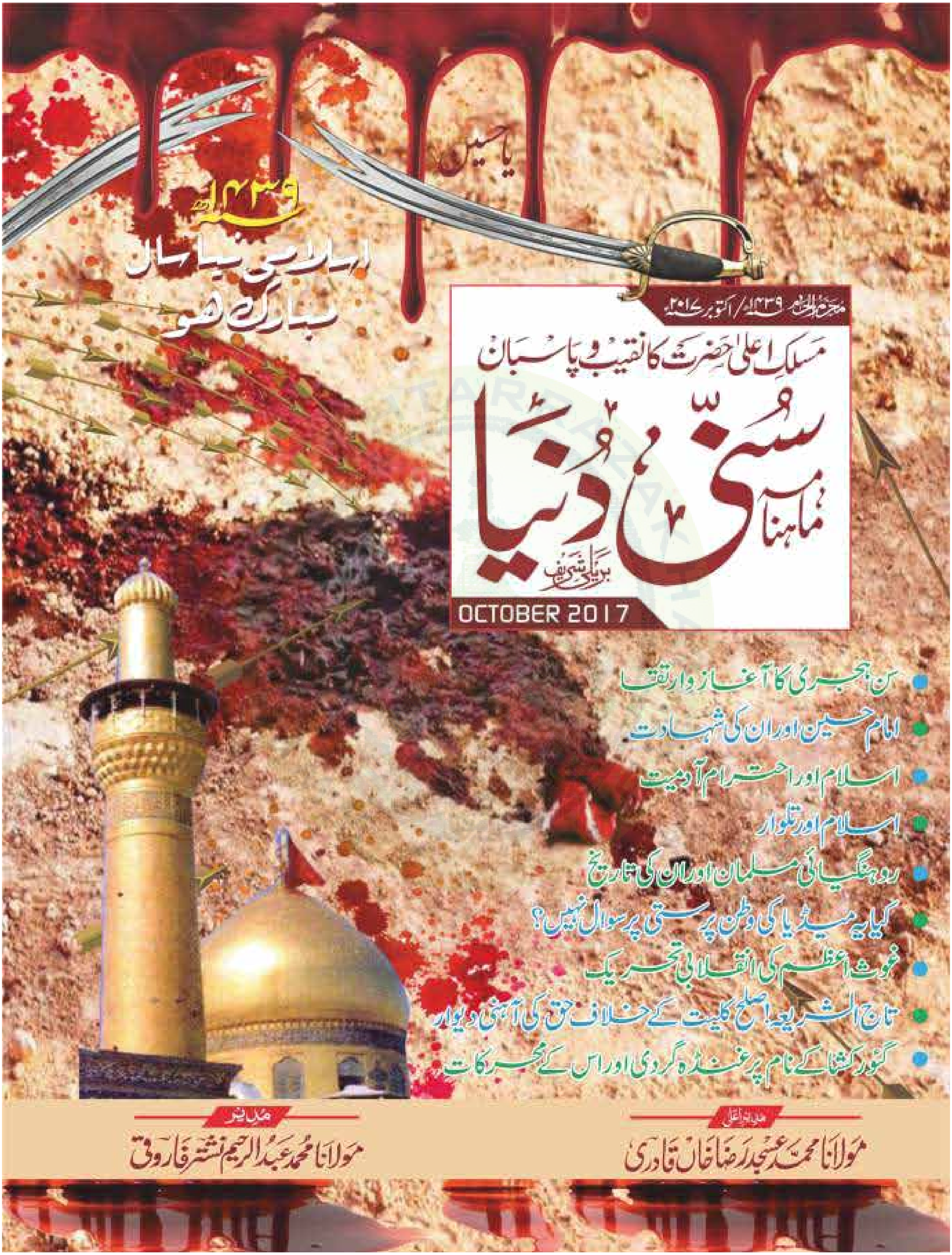
MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

HADEETH SHAREEF

Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said: I was told that Allah's Massenger (Sallallhu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer" engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, so I went to him sitting counts as half the prayer, so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said, "What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr?" I replaced: "I have been told, Massenger, of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, Yet you yourself are praying while sitting. "He said, "He said, "Yes, but I am not like one of you."

(Muslim Sharif)


یاحسین
۱۴۳۹ھ
اسلامی نیا سال
مبارک ہو
محرم الحرام ۱۴۳۹ھ / اکتوبر ۲۰۱۷ء
مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان
ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف
OCTOBER 2017
سن ہجری کا آغاز و ارتقا
امام حسین اور ان کی شہادت
اسلام اور احترام آدمیت
اسلام اور تلوار
روہنگیائی مسلمان اور ان کی تاریخ
کیا یہ میڈیا کی وطن پرستی پر سوال نہیں؟
غوث اعظم کی انقلابی تحریک
تاج الشریعہ اصلح کلیت کے خلاف حق کی آہنی دیوار
گئو رکشا کے نام پر غنڈہ گردی اور اس کے محرکات
مدیر اعلیٰ
مولانا محمد عسجد رضا خان قادری
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ماہنامہ سنی دنیا میں اشتہار دے کر اپنے کاروبار اور ادارے کو فروغ دیں

Monthly Package Four Colour — ماہانہ پیکیج فور کلر

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	4000/-	6000/-	8000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	3000/-	4000/-	6000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	2000/-	3000/-	5000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour — سہ ماہی پیکیج فور کلر

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	10000/-	15000/-	20000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	7000/-	10000/-	15000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	5000/-	7000/-	12000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour — ششماہی پیکیج فور کلر

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	12000/-	15000/-	20000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	7000/-	10000/-	18000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour — سالانہ پیکیج فور کلر

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	20000/-	30000/-	50000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine — بلیک اینڈ وائٹ پیکیج رسالہ میں کہیں بھی

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Monthly	1000/-	2000/-	3000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	2000/-	5000/-	7000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	4000/-	7000/-	10000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	6000/-	10000/-	15000/-	سالانہ	۴

نوٹ:

۱ تین مہینے کا مطلب کوئی بھی تین مہینے، اسی طرح چھ یا بارہ مہینے کا مطلب کوئی بھی چھ یا بارہ مہینے۔

۲ وقت اور حالات کے پیش نظر اشتہار کی اشاعت مقدم و مؤخر بھی ہو سکتی ہے۔

۳ پورے اشتہار کی رقم یک مشت جمع کرنی ہوگی۔

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486

Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

OCTOBER 2017 — محرم الحرام ۱۴۳۹ھ / اکتوبر ۲۰۱۷ء

شمارہ نمبر ۱۰ — Issue 10

جلد نمبر ۲ — Vol. 2

زیر سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

معین اختر رضوی، کمپوزیکشن جے آر ایم ہیڈ آفس

نوٹ: رسالے سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک نیچے دیے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ھدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں۔ آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ: کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آراء سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

فی شمارہ ۲۰ روپے	زر سالانہ ۲۵۰ روپے
پاکستان، نیپال، بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے	دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یوپی — Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

فہرست

اس شمارے میں

ماہنامہ سنی دنیا مرکز اہل سنت بریلی شریف کی آواز ہے، اسے گھر گھر تک پہنچانے میں ہمارا تعاون کریں۔

منظومات

آہ! برما کے مسلمان

(از: مولانا محمد سلمان رضا فریدی، مسقط عمان)

عزتیں لوٹی گئیں اور آشیاں لوٹا گیا
رہبروں کے سامنے ہی کارواں لوٹا گیا

چشمِ غیرت، نم ہے برما کے مسلماں کے لئے
کتنی بے دردی سے ان کا باغِ جاں لوٹا گیا

امن کا نعرہ لگانے والے بھی خاموش ہیں
آہ! کس شدت سے، ہر پیر و جواں لوٹا گیا

ظلم سے صرف نظر، خود ظلم ہے، یہ جان لو
جب مکیں غافل ہوئے، تب ہی مکاں لوٹا گیا

کل ہمیں بھی اس ستم کا سامنا ہونے کو ہے
یہ نہ سمجھیں ہم کہ بس اک آستاں لوٹا گیا

اس لئے ہم سب بطور قوم اب بیدار ہوں
ہم لڑیں اس کے لئے، جو بھی جہاں لوٹا گیا

کفر کی سازش کا، برما کے مسلماں ہیں شکار
کون کہتا ہے کہ ان کو ناگہاں لوٹا گیا

ہر طرف سے آگ تھی اور بیچ میں خونی ستم
آہ ! ہستی کا گہر لاکر کہاں لوٹا گیا

فطرت حق آشنا، رنجیدہ ہے اس جبر پر
خوش ہوئے ناقوس، جب بیت اذاں لوٹا گیا

ہیں عرب کے حکمراں، باطل نوازی میں مگن
اُن کی عیاشی سے حق کا اک جہاں لوٹا گیا

کفر کی آغوش میں سوئے ہیں لیڈر قوم کے
اہل ملت کو ، بنا کر ناتواں لوٹا گیا

دوغلی پالیسیاں، یونائیٹڈ نیشن کی ہیں
وہ بھی چپ ہے، جبکہ بالکل ہی عیاں لوٹا گیا

بھیج دے نصرت کی کشتی، اے مرے پروردگار
اہل حق طوفاں میں ہیں اور بادباں لوٹا گیا

بقیہ ص ۵۸ پر

کم نہیں ہے ماں سے رتبہ باپ کا

(از: مولانا سید اولاد رسول قدسی، نیویارک امریکہ)

کم نہیں ہے ماں سے رتبہ باپ کا
ہے مسلم وصف اعلیٰ باپ کا

کیسے پہنچائے کوئی اس کو ضرر
جس کو حاصل ہے سہارا باپ کا

اپنے بچوں کی ترقی کے لئے
بہتا جاتا ہے پسینہ باپ کا

اس سے پوچھو باپ کی تم اہمیت
ہو نہ جس کے سر پہ سایہ باپ کا

تھرتھرا اٹھیں جہاں کی گردشیں
جب زباں پر نام آیا باپ کا

درد کے چہرے میں چھائی مردنی
دیکھ کر پرنور چہرہ باپ کا

یوں کیا اولاد پر سب کچھ نثار
سب نے مانا دل ہے دریا باپ کا

رحمتیں اس پر فدا ہونے لگیں
بن گیا جو دل سے شیدا باپ کا

مدح میں اس کی رہوں رطب اللسان
طرز شفقت ہے انوکھا باپ کا

ہو گیا ظلمت کا سینہ چاک چاک
گھر میں پھیلا جب اجالا باپ کا

ہے خوشی میں باپ کی رب کی خوشی
رب نے درجہ یوں بڑھایا باپ کا

لا نہیں سکتا کوئی اس میں دراڑ
ایسا ہے مضبوط رشتہ باپ کا

سب لٹا کر پھر کہے کیا چاہئے
ہے نرالہ یہ طریقہ باپ کا

بقیہ ص ۵۸ پر

اداریہ

عبدالرحیم نشتر فاروقی

گئو رکشا کے نام پر

ہو رہی غنڈہ گردی اور اس کے محرکات

آج ملک کے سیاسی حالات جس آتش فشاں مقام پر پہنچ چکے ہیں وہ کسی بھی ذی شعور سے مخفی نہیں اور ان حالات کے اکثر معاملات بالواسطہ یا بلاواسطہ خاص طور پر مسلمانوں کو متاثر کر رہے ہیں، کبھی تین طلاق کا معاملہ چھیڑ کر مسلمانوں کے مذہبی احکام سے کھلواڑ کیا جا رہا ہے، کبھی "وندے ماترم" کے ذریعہ اپنی حب الوطنی ثابت کرنے کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے تو کبھی موب لنچنگ کے ذریعہ بے قصور مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا ہے۔

گئو رکشا کے نام پر اب تک تقریباً ۵۰ مسلمانوں اور دلتوں کو پیٹ پیٹ کر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا ہے، جہاں کوئی مسلمان گائے کے ساتھ نظر آیا اس کی خیر نہیں، حالت یہ ہے کہ آج مسلمان گائے پالنے سے ڈرتا ہے کہ کہیں گئو کی زبانی رکشا کرنے والے "بھکھت" انھیں گائے کے ساتھ دیکھ نہ لیں، گائے سڑکوں پہ بے یار و مددگار ماری ماری پھرتی رہے کوئی فرق نہیں پڑتا، چارہ نہ ملنے پہ کوڑا کچرا کھائے کوئی غم نہیں، گاڑی والے اسے سڑکوں پہ چپکا کر چلے جائیں کوئی تکلیف نہیں، بیمار اور زخمی ہو کر بے موت مرے کسی کو فکر نہیں، لیکن جیسے ہی گوشت لے جاتا ہوا کوئی مسلمان نظر آجائے، گئو رکشکوں کا "گئو ماتا" کے تعلق سے "پیار" امنڈنے لگتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں گئو رکشکوں کی خونی بھیڑ جمع ہو جاتی ہے جو گوشت لے جانے والے کو بے رحمی سے پیٹ پیٹ کر موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے اور بعد میں جانچ کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ وہ گوشت گائے کا نہیں بکرے یا مرغے کا تھا، اس سرعام غنڈہ گردی کے لئے ان بے لگام غنڈوں سے نہ کوئی باز پرس کرتا ہے نہ ہی کسی قصوروار کے خلاف کوئی کاروائی کی جاتی ہے، آخر کون ہے؟ اس کا ذمہ دار!

ایک آدھ بار ہمارے پی ایم صاحب نے ڈرے سہمے لہجے میں یہ ضرور کہا کہ "گئو رکشا کے نام پر کسی کی ہتیا کرنا، کیا یہی گئو رکشا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں چلے گا" لیکن ہم یہ نہیں سمجھ پا رہے ہیں کہ یہ گئو رکشا کے نام پر "غنڈہ گردی" کرنے والوں کو دوبارہ ایسا کرنے پر کسی کاروائی کی دھمکی ہے یا اس کارنامے پر اشارۃً اظہار خوشی! کیوں کہ پی ایم کے کسی بھی بیان کا ان گئو رکشکوں پر کوئی اثر نہیں دیکھا گیا اور نا ہی اس کے لئے ان کی طرف سے کوئی عملی کاروائی ہوئی، ان کی باتیں حسب روایت محض "جملہ بازی" ہی ثابت ہوئیں، کیوں کہ اب بھی لنچنگ ہو رہی ہے، لوگ مارے جا رہے ہیں، آج تک کوئی ایک بھی قصوروار گرفتار نہیں ہوا، دہشت گردی کے نام پر ملک کے کسی بھی کونے سے ۲۴ رگھنٹے میں مجرم کو گرفتار کر لینے والی ہماری پولس آج تک لنچنگ کے کسی ایک بھی مجرم کو گرفتار نہیں کر سکی، کیا یہ اپنے آپ میں ایک مضحکہ خیز اور شرمناک عمل نہیں؟

اگر حکومت کی شہ پر ایسا نہیں ہو رہا ہے تو آخر کیوں اکثر بی جے پی کے زیر حکومت صوبوں میں ہی گئو رکشک بے خوف ہو کر بے قصور مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں، بہار میں ایسا کچھ نہیں ہوا تھا لیکن جیسے ہی نتیش کمار نے آر جے ڈی کو طلاق دے کر بی جے پی کی مانگ بھری، وہاں بھی گئو رکشک سج دھج کر سڑکوں پر غنڈہ گردی کا ننگا ناچ کرتے ہوئے گانے لگے ؎

سیاں بھئے کوتوال تو اب ڈر کاہے کا

آر ایس ایس کے موہن بھاگوت نے ابھی حال ہی میں کہا کہ "گائے کو پوجنے والے کبھی ہنسک نہیں ہو سکتے" جب گائے کو ماننے یا پوجنے والے "ہنسک" نہیں ہو سکتے تو موہن بھاگوت بتائیں کہ اخلاق، پہلو خان اور دیگر بے قصور مسلمانوں کو مارنے والے کیا طالبانی تھے؟ یا آئی ایس آئی کے ایجنٹ تھے؟ اگر نہیں

تو وہ کون تھے؟ انھیں کیا کہا جائے ''آتنگ وادی، غنڈہ یا ہندو جہادی؟'' کیا آپ کی نظر میں انسانوں سے کہیں زیادہ جانوروں کی اہمیت ہے؟

گائے ماتا ہے، ہنومان بھگوان ہے، ناگ دیوتا ہے، چوہا گنیش کی سواری ہے اور سوّر وشنو کا اوتار ہے، گائے کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور کھانے والے اسے مارتے اور کھاتے بھی ہیں، ہنومان کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور مارنے والے مارتے بھی ہیں، ناگ کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور مارنے والے مارتے بھی ہیں، چوہا کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور مارنے والے مارتے بھی ہیں، سوّر کو پوجنے والے پوجتے ہیں اور مارنے والے مارتے اور کھاتے بھی ہیں، لیکن اس سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں جبکہ یہ سب کے سب پوجنئے ہیں اور پوجے جاتے ہیں، ان کے معاملے میں انھیں پوجنے والوں کی ''دھارمک آستھا'' پر کوئی اثر نہیں پڑتا، اس وقت یہ آستھا پتہ نہیں کہاں چلی جاتی ہے؟ کیوں نہیں جوش مارتی؟ لیکن جیسے ہی گائے کا معاملہ آتا ہے اور کوئی مسلمان اس میں ملوث نظر آتا ہے تو اس کے پوجنے والوں کی ''دھارمک آستھا'' ایسا جوش مارتی ہے کہ انھیں انسان انسان نہیں جانور سے بھی بدتر نظر آنے لگتا ہے، اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہاں معاملہ دھارمک آستھا کا نہیں بلکہ یہ محض مسلمانوں سے مذہبی عداوت و منافرت، بغض و حسد اور تعصب و تنگ نظری کا ہے۔

خدانخواستہ اگر مسلمان بندر، چوہا، سانپ اور سوّر بھی کھانے لگتے تو شاید اس پر بھی ''دھارمک آستھا'' جوش مارنے لگتی، پتہ نہیں کسی کہنے والے نے ''کس ہندوستان'' کے بارے میں کہا تھا کہ ہندوستان وہ ملک ہے جہاں انسان تو کیا پتھر بھی پوجے جاتے ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں کہ آج پتھر تو ضرور پوجے جا رہے ہیں، لیکن انسانوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں، انسان بے قصور مارے جا رہے ہیں، وہ بھی صرف وہی انسان جو مسلمان ہیں، ورنہ ہندوستان میں مسلمانوں کے سوا جو چاہے، جہاں چاہے بیف کھائے، اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں، جیسا کہ ہندوستان ہی میں گوا جیسے اور بھی کئی اسٹیٹ ہیں جہاں بیف کے استعمال کی قانونی اجازت حاصل ہے اور اسے وہ بھی عام طور پر کاٹتے اور کھاتے ہیں جو ان جھوٹے گئو رکشکوں کے ہم مذہب ہیں، ان سے تو کبھی کسی نے کچھ نہیں کہا۔

تعجب بالائے تعجب تو تب ہوتا ہے جب ایک طرف مسلمان کے بیف کھانے یا کہیں لے جانے پر چند گھنٹوں میں ہزاروں گئو رکشکوں کی بھیڑ جمع ہو کر اس کا قتل عام کر دیتی ہے اور حکومت سے لے کر عدلیہ تک کوئی اس ننگے ناچ کے خلاف کچھ کہنے کو تیار نہیں ہوتا، الٹے حکومت کے دلال اسے صحیح ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے نظر آتے ہیں، وہیں جب چھتیس گڑھ کے ضلع درگ کے راجپور میں بی جے پی کے لیڈر ہرش ورما (جو جامول نگر نگم کا نائب صدر ہے) نے ۲۰۰ رسو گائیوں کو چارے کے بغیر تڑپا تڑپا کر زندہ در گور کر دیا، اس وقت گئو رکشکوں کا کوئی بھی غنڈہ گروہ وہاں نظر تک نہیں آیا، یہاں دھارمک آستھا کیا کمبھ کرن کی نیند سو گئی؟ بی جے پی کی مرکزی حکومت سے لے کر صوبائی حکومت تک کسی کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی، یہ کیسی دھارمک آستھا ہے جو صرف مسلمانوں کے خلاف انگڑائی لیتی ہے؟

مسلمانوں کے ساتھ ان گئو رکشکوں کا رویہ دیکھ کر تو ہمیں خدشہ تھا کہ کہیں ۲۰۰ رگائیوں کا قاتل نہ صرف ''ہرش ورما'' بلکہ اس کے پورے خاندان کو نیست و نابود نہ کر دیا جائے، لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا، کیوں کہ یہ مہاشئے تو بی جے پی کے ہندو لیڈر تھے اور ''دھارمک آستھا'' تو تب جاگتی ہے، جب کوئی مسلمان ایسے کاموں کو انجام دیتا ہے، یعنی جب مسلمان مارے تو ''گئو ماتا'' اور اگر کسی اپنے نے مارا تو ''سوتیلی ماتا؟''

جنوں کا نام خرد رکھ دیا خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

رپورٹ کے مطابق ہرش ورما کے ''شگن گئوشالہ'' میں گائیوں کو چارہ پانی نہیں دیا گیا، جس کی وجہ سے یہ گائیں بھوک اور پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر مر گئیں، ان دو سو گائیوں کو نہایت ہی بے دردی سے جے سی بی کے ذریعہ ۴-۴ / ۵-۵ رکر کے زمین میں گاڑ دیا گیا، یہ وہ تعداد ہے جس کا مشاہدہ پہلی نظر میں وہاں کے لوگوں نے کیا جبکہ حقیقی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے، بقیہ ص ۳۷ رپر

ضیائے قرآن

قرآن وحدیث کی روشنی میں

والدین کے ساتھ حسن سلوک

از مفتی محمد شعیب رضا صاحب قادری*

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

ماں کے ساتھ صد درجہ حسن سلوک بھی ماں کا بدلہ نہیں ہوسکتا، چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

۵۲۔أخرج الطبرانی فی الصغیر عن بریدۃ أنّ رجلا جاء الی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال:یا رسول الله انی حملت امی علی عُنُقِیْ فرسخین فی رمضاء شدیدۃ لو ألقیت فیها بضعة من لحم لنضجت فهل ادیت شکرها؟فقال :لعله ان یکون لطلقة واحدۃ۔[حیاۃ الصحابة۔]یعنی طبرانی نے معجم صغیر میں بریدہ سے روایت کیا ہے،ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض گزار ہوا:یارسول اللہ میں نے اپنی ماں کو شدت کی گرمی میں اپنی گردن پر دو فرسخ تک سوار کیا،وہ شدت کی گرمی ایسی تھی کہ اگر اس میں گوشت کا ٹکڑا بھی ڈال دیا جاتا تو وہ پک جاتا تو کیا میں نے اس کا حق وشکر ادا کر دیا؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:شاید کہ وہ ایک مرتبہ مسکرانے کا بدلہ ہوتا۔

۵۳۔وذکر ان رجلا جاء الی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال: یارسول الله ان امی خرفت عندی وانا اطعمُها بیدی واسقیها واوضئُها واحملُها علی عاتقی فهل جازیتها؟قال:لا ولا واحدۃ من مائۃ ولکنك قد أحسنت والله یثیبك علی القلیل کثیراً۔[تنبیہ الغافلین] یعنی روایت میں ہے کہ ایک شخص نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہ میری ماں میرے پاس ہے عقل ختم ہوگئی ہے،میں اپنے ہاتھ سے اس کو کھلاتا اور پلاتا ہوں اور اس کا منہ ہاتھ میں ہی دھلاتا ہوں اور اپنے کاندھے پر اٹھاتا ہوں تو کیا میں نے اس کا بدلہ کر دیا،رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں سو میں سے ایک بھی نہیں (ایک فیصد بھی نہیں) اور ہاں لیکن تم نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا ہے اور اللہ تم کو تھوڑے پر بہت زیادہ ثواب عطا فرمائے۔

۵۴۔رأی ابن عمر رضی الله عنهما رجلا قد حمل اُمّهٗ علی رقبته وهو یطوف بها الکعبة۔فقال:یاابن عمر أتُرانی جازیتُها؟قال :ولا بطَلْقةٍ واحدۃٍ من طلقاتها ولکن قد أحسنت والله یُثیبُك علی القلیل کثیراً۔[الکبائر] یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا وہ شخص اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کرکے اس کو کعبہ کا طواف کرا رہا ہے،اس نے کہا:اے ابن عمر تمہاری رائے کیا ہے؟ کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا؟ابن عمر نے کہا:اس کی ساری مسکراہٹوں میں سے ایک مسکراہٹ کا بھی نہیں اور لیکن ہاں تم نے اچھا کیا اور اللہ تجھ کو تیرے تھوڑے پر اجر کثیر عطا فرمائے۔

۵۵۔وعن ابی هریرۃ رضی الله تعالیٰ عنه قال:قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم:لا یجزی ولد والدہ الا ان یجدہ مملوکاً فیشتریهٗ فیعتقهٗ۔[مسلم] یعنی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے،انہوں نے کہا:کوئی بیٹا اپنے باپ کا حق ادا نہیں کرسکتا،مگر یہ کہ اس کو غلام پائے پھر اس کو خریدے اور آزاد کردے۔

۵۶۔جاء رجل الی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال:یا رسول الله ان ابی یرید ان یجتاح مالی۔فقال صلی الله علیه وسلم:انت ومالك لابیك۔[الکبائر] یعنی ایک آدمی نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آ کر عرض کیا یارسول اللہ میرا باپ میرا مال خرچ کرنا چاہتا ہے،نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔(جاری...)

*مفتی صاحب حضرت تاج الشریعہ کے فرزند نسبتی اور مرکزی دارالافتاء کے نائب صدر مفتی ہیں۔

اقسامِ علم اور ان کے احکام

پیشکش: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ ابوحسام محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

افسوس صد افسوس کہ "علمائے سوء" کے دھوکے سے دین مسخ ہو گیا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس مغالطے سے بچائے جس سے اس کی ناراضگی اور شیطان کی خوشی ہو، علمائے ظاہر میں سے جو اہل ورع تھے، وہ علمائے باطن اور صاحب دل کے معترف تھے۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت "شیبان راعی" رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے ایسے بیٹھتے جیسے طفل مکتب استاد کے سامنے بیٹھتا ہے، آپ ان سے پوچھتے کہ فلاں فلاں امر میں ہم کیا کریں، عوام حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہتے کہ آپ جیسا متبحر امام اس چرواہے سے پوچھتا ہے؟ آپ فرماتے کہ جو ہمیں سیکھنا تھا، اس کی توفیق اس شخص کو ملی ہے اور ہم اس سے محروم ہیں۔

حکایت: امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور یحییٰ بن معین علیہم الرحمہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا جایا کرتے تھے، حالانکہ علم ظاہر میں وہ ان دونوں کے پلے کے نہ تھے اور دونوں ان سے پوچھا کرتے تھے کہ ہم کیسے کریں۔

حضور پر نور ﷺ سے بھی جب پوچھا گیا کہ جب ایسا امر پیش ہو کہ اس کو قرآن و حدیث میں نہ پائیں تو کیا کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نیک بختوں سے سوال کرو اور اس کو ان کے مشورے پر منحصر کرو۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ علمائے ظاہر زمین اور ملک کی زینت ہیں اور علمائے باطن آسمان اور ملکوت کا سنگار۔

حکایت: حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک روز مرشد سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میرے پاس سے جاتے ہو تو کس کے پاس بیٹھتے ہو؟ میں نے عرض کی "محاسبی علیہ الرحمہ کے پاس، فرمایا کہ بہتر ہے، ان کا علم و ادب اختیار کرنا وہ جو کلام متکلمین کا خلاف اور رد کرتے ہیں، وہ مت سیکھنا پھر جب میں آپ کے پاس سے اٹھا تو آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل تجھے علم اور حدیث والا صوفی بنائے، صوفی حدیث والا نہ بنائے۔

اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص حدیث اور علم حاصل کر کے صوفی بنتا ہے، وہ فلاح پاتا ہے اور جو علم سے پہلے صوفی بنتا ہے وہ اپنے نفس کو خطرے میں ڈالتا ہے۔

سوال: علوم کے اقسام میں کلام اور فلسفہ کا ذکر یعنی ان کے اچھے یا برے ہونے کا بیان کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب: جس قدر مفید دلائل علم کلام میں پائے جاتے ہیں، ان کا خلاصہ قرآن اور حدیث میں موجود ہے اور جو امور ان دونوں سے خارج ہیں، وہ یا تو نرے جھگڑے ہیں، فرقوں کے خلافیات کے متعلق تفصیل سے کلام طویل ہو جائے گا، تو یہ سب باطل اور بیہودہ امر ہیں، جن کو طبع سلیم معیوب جانتی ہے اور گوش حق نیوش ان کو اپنے اندر جگہ نہیں دیتا، بعض باتیں اس قسم کی ہیں کہ وہ دین سے متعلق نہیں اور نہ ان کا وجود قرن اول یعنی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے وقت میں تھا، اس وقت ان میں غور و خوض کرنا بدعت ہے، مگر اب اس کا حکم بدل گیا، اس لئے کہ اس طرح کی بدعتیں بہت ہو گئیں جو قرآن و حدیث کے مقتضاء سے روگرداں کریں اور کچھ لوگ ایسے بھی ظاہر ہو گئے، جنہوں نے بدعات کے شبہات کو نیا لبادہ اڑھایا اور ان میں عجیب و غریب توضیحات و تشریحات کیں، اس لئے کہ گو پہلے ان امور کے جواب میں خوض کرنا منع تھا مگر ضرورت کی وجہ سے اب جائز بلکہ فرض کفایہ ہو گیا، لیکن اس قدر کہ اگر بدعتی اپنی بدعت کی طرف راغب کرنے کا قصد کرے تو اس کا مقابلہ ہو سکے اور اس کے لئے ایک حد معین ہو۔ (جاری...)

از: مفتی اسلم رضا قادری*

سن ہجری کا آغاز وارتقا

نئے ہجری سال کی ابتدا کے ساتھ ہی ہم بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہیں کہ وہ ذات پاک ہم سب پر نعمتوں اور بھلائیوں کو دوام عطا فرمائے، نئے سال کو باعث سعادت وبرکت بنائے اور سارے جہاں کے لوگوں کے ساتھ محبت والفت کا نقش نمو بنائے۔

ہجری سال کی ابتدا

یہ مبارک ایام تاریخ انسانیت میں رُونما ہونے والے ایک عظیم واقعہ ہجرت نبوی ﷺ کی یاد کو تازہ کرتے ہیں کہ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق نے اسی عظیم واقعہ سے ہجری سن کی ابتدا فرمائی، جب انھوں نے صحابہ کرام کو مشورہ کے لیے جمع فرمایا تو بعض صحابہ نے کہا: نبی کریم ﷺ کی بعثت سے اس کی ابتدا کی جائے تو بعض صحابہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت مبارکہ سے اس کا آغاز ہونا چاہیے اور بالآخر اسی پہ اتفاق ہوا۔ [الکامل فی التاریخ، جلد ۱، ص ۹]

ہجرت نبوی سے اسلامی سال کا آغاز کرنا زیادہ مناسب اس لیے بھی ہے کہ ہجرت نے حق وباطل کے درمیان واضح امتیاز پیدا کر دیا، اسی سال سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام امن وسکون کے ساتھ بلاخوف وخطر پروردگار عالم کی عبادت کرنے لگے، اسی سال مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی جو دراصل دین اسلام کی نشرواشاعت کا مرکز تھا۔

نیا سال اور محاسبہ نفس

نئے سال کی ابتدا گزشتہ کوتاہیوں پر نظرثانی کرکے ان کے محاسبہ کا جذبہ بیدار کرتی ہے اور اللہ بھی ہمیں اس بات کا حکم فرماتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ۔ اس دن تم سب پیش ہو گے کہ تم میں کوئی چھپنے والا چھپ نہ سکے گا۔ [پ ۲۹، سورۃ الحاقہ، آیت ۱۸]

سیدنا عمر بن خطاب نے فرمایا: حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا، وَزِنُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُوزَنُوا۔ یوم حساب سے پہلے اپنا احتساب کر ڈالو اور میزان عمل کے قائم ہونے سے پہلے اپنا وزن کر لو۔ [مصنف ابن ابی شیبہ، جلد ۱۳، ص ۲۷۰]

نیک مؤمن کے بارے میں علمائے کرام فرماتے ہیں:

يُحَاسِبُ نَفْسَهُ فِي الدُّنْيَا قَبْلَ أَنْ يُحَاسَبَ فِي الْقِيَامَةِ۔

مؤمن صالح وہی ہے جو دنیا ہی میں اپنا احتساب کر لے، اس سے پہلے کہ بروز قیامت اس سے حساب وکتاب ہو۔ [شرح السنہ، جلد ۷، ص ۳۲۵]

لہٰذا ہم میں سے ہر ایک غور وفکر کرے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنی آخرت کی کامیابی کے لیے کیا کچھ اعمال کیے، فرائض وواجبات کی پابندی کا حال کیا رہا؟ اپنے اوقات تعمیری کاموں میں گزارے یا نہیں؟ اپنے اہل وعیال کے لیے کیا کیا؟ اپنے معاشرے اور وطن کے لیے کیا کیا کارنامے انجام دیے؟ اپنے علم وعمل میں اضافے کے لیے کیا منصوبے بنائے؟ اپنی زندگی کے شب وروز کیسے گزارے؟ کیا کبھی اس کے بارے میں بھی سوچا؟ مال کیسے آرہا ہے اور کہاں کہاں خرچ ہو رہا؟ کیا کبھی اس بارے میں بھی کوئی خیال آیا؟ اور اب آئندہ نئے سال میں اپنی غلطیوں کا ازالہ کرکے، کیا ان سارے معاملات کے بارے میں کچھ تبدیلی لائی ہے یا اب بھی وہی کا وہی؟

ہجرت کے معنی ومفہوم

ہجرت نبوی اپنے اندر مختلف معانی ومفاہیم کو لیے ہوئے ہے، جن میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دینا بھی ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: الْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ مَا نَهَى اللَّهُ عَنْهُ۔ مہاجر وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں کو ترک کردے۔ [صحیح البخاری، ج ۱، ص ۶]

تو ایک اچھے مسلمان کو چاہیے کہ وہ بری خصلتوں کو ترک

* مضمون نگار ابوظبی میں مقیم اہل سنت کے ایک متحرک اور فعال اہل علم وقلم ہیں۔

کرے، سچائی وامانت داری، حصولِ علم کی کوشش اور اس کام کی جستجو میں سرگرداں رہے، جس سے اس کی اپنی اور قوم وملت کے عزو وقار بلند ہوں، اپنے اہل وعیال اور وطن کو نفع پہنچانے والے کام انجام دے، یہی وہ عظیم راستہ ہے جس پر چل کر رضائے الٰہی کے حصول کی نیت سے اجر عظیم کا مستحق قرار پاتا ہے، مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ نے فرمایا: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ یعنی یقیناً اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ [صحیح البخاری، ر۱، ص۱]

ہجرت نبوی کے روشن پہلو

ہجرت نبوی ایثاروقربانی اور باہمی تعاون کی ایک عظیم مثال ہے، یہ مُعاشرے کے ہر فرد کو ملک وقوم کی خدمت کا درس دیتی ہے، اِس بات کو عملی جامہ سیّدنا ابوبکر صدیق نے اپنے سفر ہجرت میں پہنایا، جب وہ حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو کوچ کر رہے تھے، اِس مبارک سفر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اور صحبت کا حق ادا کرنے کی بھرپور کوشش فرمائی، نہ صرف مال بلکہ سواری واہل وعیال کو بھی اُس وقت آپ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لگا دیا، جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنِّي قَدْ أُذِنَ لِي فِي الْخُرُوجِ۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہجرت کا حکم دیا گیا ہے۔

سیّدنا ابوبکر صدیق اکبر نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا میں بھی ساتھ ہوں؟ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: نَعَمْ۔ ہاں تم بھی ساتھ ہو، سیّدنا ابوبکر نے عرض کی: یارسول اللہ میرا باپ آپ پر قربان! میری اِن دو سواریوں میں سے کوئی ایک لے لیجئے، حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ ہم لوگوں نے جلدی جلدی ان دونوں حضرات کے لیے رختِ سفر تیار کیا اور ان کے لیے ایک گٹھری میں کھانا رکھ دیا، سیّدہ اسماء بنت ابی بکر نے اپنی چادر سے ایک ٹکڑا کاٹا اور اس سے اس گٹھری کو باندھ دیا، اسی لیے ان کا نام دوپٹوں والی پڑ گیا۔ [صحیح البخاری، ر۳۹۰۵، ص۶۵۷]

اس واقعہ سے یہ درس بھی ملتا ہے کہ خواتین نے بھی اس سفر ہجرت میں اپنی حیثیت کے مطابق بھرپور کردار ادا کیا اور ثابت کر دیا کہ خواتین بھی دینی ودنیاوی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکتی ہیں اور لیتی بھی ہیں، جب مصطفےٰ کریم ﷺ اور سیّدنا صدیق اکبر تین ۳/راتوں تک غارِ ثور میں رہے، تب سیّدہ اسماء ان دونوں حضرات کے لیے ضروری ساز وسامان اس غار میں پہنچاتی رہیں حالانکہ اُس وقت آپ حمل سے تھیں۔

نوجوانوں کا کردار

معاشرے کا کوئی شعبہ نوجوانوں کی خدمات سے خالی نہیں اور کسی بھی مُعاشرے کی تعمیر وترقی میں نوجوانوں کے کردار کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، واقعہ ہجرتِ نبوی میں بھی نوجوانوں نے اپنا بھرپور کردار ادا کیا، جن میں عظیم نوجوان شخصیت حضرت سیّدنا علی المرتضی کرّم اللہ وجہہ الکریم کا شب ہجرت مکہ مکرمہ میں ٹھہر کر دوسرے دن صبح اہل مکہ کی امانتیں لوٹانا آپ کا نمایاں کردار ہے۔

اسی طرح سیّدنا مصعب بن عمیر کا پہلے ہی سے مدینہ منورہ پہنچ کر، اہل مدینہ کو امور دینیہ کی تعلیم سے آراستہ کرکے، اُن کے قلوب واذہان کو ایثار وباہمی تعاون کے لیے بھرپور انداز سے تیار کرنا، جس کے نتیجے میں مہاجرین وانصار کی باہمی عزت وتوقیر اور رحم دلی کے ساتھ ایک مستحکم اسلامی ریاست کی تشکیل میں بھرپور کردار ادا کرنا سب پر عیاں ہے۔

واقعہ ہجرت! ایک درس عبرت

اس واقعہ سے ہمیں یہ درس بھی ملتا ہے کہ ہم مساجد کی تعمیرات میں حصہ لیں، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے مسجد تعمیر فرمائی، کیونکہ لوگ مسجد میں جمع ہوکر اپنے رب کی عبادت کے ساتھ ساتھ باہمی اُخوت وبھائی چارگی قائم کرتے ہیں، جس سے ان کی قلبی محبت مزید پروان چڑھتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ۔ وہی ہے رب ہے جس نے تمہیں قوت دی اپنی مدد سے اور مسلمانوں کے ذریعہ اور ان کے دل ملا دیئے۔ [پ۸، سورۃ الانفعال، آیت ۶۲-۶۳]

ہجرت نبوی شریف سے جو پہلو نمایاں ہو کر ہمیں عبرت و نصیحت فراہم کرتے ہیں، وہ یہ کہ دشمنوں سے بھی حسن سلوک کیا جائے، دین و دنیا کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ پر توکل کے ساتھ ساتھ ظاہری اسباب کو بھی اختیار کیا جائے، اپنی جوانی و طاقت سے بھر پور فائدہ اٹھایا جائے، خواتین کے مقام و مرتبہ کا خوب لحاظ رکھا جائے کہ وہ حق کے معاملات میں مدد، اقوام کی ترقی اور معاشرے کی تعمیر و ترقی میں مردوں کی بہترین معاون و مددگار ہیں، جیسا کہ یہ بات ہمارے پیارے نبی ﷺ کی ایک اچھے معاشرے کے قیام میں دلچسپی سے ظاہر ہے کہ کس طرح دوسروں سے اچھے تعلقات قائم اور مضبوط کئے جائیں، اس میں ہمارے لئے یہ بھی ہے کہ قلبی و روحانی اجتماعیت اور ہدایت و ایمان کے ساتھ ساتھ تزکیۂ نفس بھی کتنا ضروری ہے، لہٰذا ہم سب پر لازم ہے کہ اسی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے روشن پہلوؤں سے شناسائی حاصل کرتے رہیں اور ان سے درس عبرت اور نصیحت لیتے رہیں۔

ہم سب کو گناہوں سے ہجرت کر کے نیکیوں کی طرف اور کوتاہیوں سے ہجرت کر کے عمل خیر کی طرف جستجو کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! ہم پر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور دوام عطا فرما، ہمیں ان نعمتوں پر شکر اور ان کی حفاظت کی توفیق عطا فرما، اے اللہ! ہمارے ظاہر و باطن کو تمام گندگیوں سے پاک و صاف فرما، اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن و سنّت کے مطابق اپنی زندگی سنوارنے، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی سچی محبت اور اخلاص سے بھر پور اطاعت کی توفیق عطا فرما، ہم پر اپنی نعمتوں کی فراوانی اور ان میں دوام عطا فرما، ان کی حفاظت و شکر کی توفیق عطا فرما، ہمیں دنیا و آخرت میں بھلائیاں عطا فرما، پیارے مصطفےٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیاری دعاؤں سے وافر حصّہ عطا فرما، ہمیں اپنا اور اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پسندیدہ بندہ بنا، ہم سے وہ کام لے جس میں تیری رضا شامل حال ہو، تمام عالم اسلام کی خیر فرما، آمین یا رب العالمین۔

■■■

ص ۷ کا بقیہ ....

کسی اور شاعر نے بہت ہی پیاری بات کہی ہے۔

نہ یزید کا وہ ستم رہا، نہ وہ ظلم ابن زیاد کا
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

اور ہندوستان میں اسلام کی روشنی پھیلانے والے صوفی چشتی بزرگ ہند کے راجا حضور خواجہ معین الدین حسن سنجری ثم اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

شاہ است حسین، بادشاہ است حسین
دیں است حسین، دیں پناہ است حسین

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسین

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے ہم مسلمانوں کو سچا محبین امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنائے اور آپ کی شہادت عظمیٰ سے سبق لینے، حق پہ چلنے اور حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

■■■

از: حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی*

امام حسین اور ان کی شہادت عظمیٰ

واقعہ کربلا کو آج تقریباً ۱۳۷۵ سال گزر چکے ہیں مگر یہ ایک ایسا المناک اور دل فگار سانحہ ہے جو پورے ملت اسلامیہ کے دل سے اب تک محو نہ ہو سکا، یہ واقعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت سے وابستہ ہے، آپ ﷺ کے نواسے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے لخت جگر تھے، اسلامی تاریخ میں دور خلافت کے بعد یہ واقعہ اسلام کی دینی، سیاسی اور اجتماعی تاریخ پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوا ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے اس عظیم واقعہ پر بلا شک وشبہ اور بلا مبالغہ دنیا کے کسی بھی دیگر حادثہ پر نسل انسان کے اس قدر آنسو نہ بہے ہوں گے، بلکہ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک سے جس قدر خون دشت کربلا میں بہا تھا، اس کے بدلے پوری ملت اسلامیہ ایک ایک قطرہ کے عوض اشکہائے رنج وغم کا ایک سیلاب بہا چکی ہے اور لگاتار بہا رہی ہے اور بہاتی رہے گی، اللہ تعالیٰ نے واقعہ کربلا کو ہمیشہ کے لئے زندہ وجاوید بنا دیا تا کہ انسان اور خصوصاً ایمان والے اس سے عبرت حاصل کرتے رہیں۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت مبارکہ ۵ر شعبان سن ۴ر ہجری کو مدینہ طیبہ میں ہوئی، سرکار اقدس ﷺ نے آپ کے کان میں اذان دی، منھ میں لعاب دہن ڈالا اور آپ کے لئے خصوصی دعا فرمائی، پھر ساتویں دن آپ کا نام حسین رکھا اور عقیقہ کیا، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب ”سبط رسول اور ریحان رسول“ ہے۔

حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کا نام شبیر و شبر رکھا اور میں نے اپنے بیٹوں کا نام انھیں کے نام پر حسن اور حسین رکھا۔ [صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۸]

اس لئے حسنین کریمین کو شبیر اور شبر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے، سریانی زبان میں شبیر و شبر اور عربی زبان میں حسن وحسین دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، ایک حدیث پاک میں ہے کہ: اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اِسْمَانِ مِنْ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔ یعنی حسن اور حسین جنتی ناموں میں سے دو نام ہیں۔ [صواعق محرقہ، صفحہ ۱۸۶]

ابن الاعرابی حضرت مفضل سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نام مخفی رکھے، یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے نواسوں کا نام حسن اور حسین رکھا۔ [الشرف المؤبد، صفحہ ۷۰]

امام حسین کے فضائل

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں، ترمذی شریف کی حدیث ہے، حضرت یعلیٰ بن مرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ۔ حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

یعنی امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ سے اور حضور کو امام حسین سے انتہائی قرب ہے، گویا کہ دونوں ایک ہیں، امام حسین کا ذکر حضور کا ذکر ہے، امام حسین سے دوستی حضور سے دوستی ہے، امام حسین سے دشمنی حضور سے دشمنی ہے اور امام حسین سے لڑائی کرنا حضور سے لڑائی کرنا ہے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اَحَبَّ اللّٰہُ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْنًا۔ یعنی جس نے حسین سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ [مشکوٰۃ، صفحہ ۵۷۱]

اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا حضور ﷺ سے محبت کرنا ہے اور حضور ﷺ سے محبت کرنا اللہ تعالیٰ

*مضمون نگار مسجد جامعہ رضویہ اسلام نگر، جمشید پور، جھارکھنڈ کے خطیب وامام ہیں۔

سے محبت کرنا ہے۔ [مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، صفحہ ۶۰۵]

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جسے پسند ہو کہ کسی جنتی جوانوں کے سردار کو دیکھے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھے۔ [نورالابصار صفحہ ۱۱۴]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا چھوٹا بچہ کہاں ہے؟ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں داڑھی مبارک میں داخل کر دیں، حضور ﷺ نے ان کا منہ کھول کر بوسہ لیا اور فرمایا: "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّہٗ فَاَحِبَّہٗ وَ اَحِبَّ مَنْ یُّحِبُّہٗ۔ یعنی اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اُس سے بھی فرما جو اس سے محبت کرے۔ [ایضا]

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ حضور آقائے دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف دنیا والوں ہی سے نہیں چاہا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کریں بلکہ خدائے تعالیٰ سے بھی عرض کیا کہ تو بھی اس سے محبت فرما اور بلکہ یہ بھی عرض کیا کہ حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے والوں سے بھی محبت فرما، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لعابِ دہن (رال، تھوک) کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے: یَمُتَصُّ لُعَابَ الْحُسَیْنِ کَمَا یَمُتَصُّ الرَّجُلُ التَّمَرَۃَ۔ یعنی مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کعبہ شریف کے سایہ میں تشریف فرما تھے، انہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو ارشاد فرمایا: ھٰذَا اَحَبُّ اَھْلِ الْاَرْضِ اِلٰی اَھْلِ السَّمَآءِ الْیَوْمَ۔ یعنی آج یہ آسمان والوں کے نزدیک تمام زمین والوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ [اشرف المؤید، صفحہ ۶۵]

یتیموں اور مسکینوں سے آپ کا حسن سلوک

یتیموں سے اور مسکینوں سے حسن سلوک اور شفقت و محبت کا معاملہ رکھنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جنت کی بشارت دی ہے جو بہت بڑا انعام و اکرام ہے، ربِ کائنات کا ارشاد گرامی ہے:

اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی پھیلی ہوئی ہے اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر (یعنی ایسی حالت میں جب کہ خود انہیں کھانے کی حاجت و خواہش ہو) مسکین اور یتیم اور قیدی کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے، بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہے تو انہیں اللہ نے اس دن کے شر سے بچا لیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی۔ [پارہ ۲۹ رکوع ۱۹]

ان آیات کریمہ کا شانِ نزول یہ ہے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ایک موقع سے بیمار پڑ گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی کنیز فِضّہ نے ان کی صحت کے لئے تین روزوں کی منت مانی، جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت دی اور نذر (منت) کی وفا کا وقت آیا تو سب نے روزے رکھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک یہودی سے تین صاع جو لائے، حضرت خاتونِ جنت نے ایک ایک صاع تینوں دن پکایا لیکن جب افطار کا وقت آیا اور روٹیاں سامنے رکھی گئیں تو پہلے روز مسکین دوسرے روز یتیم اور تیسرے روز قیدی نے آ کر سوال کر دیا تو تینوں روز ساری روٹیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں تو پہلے روز صرف پانی سے افطار کر کے اگلا روزہ رکھ لیا گیا تو ان کا یہ عمل ربِ کائنات کی بارگاہ میں اس قدر مقبول ہوا کہ یہ آیات کریمہ ان کی شان و عظمت اور ان کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام و اکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے تو یہ آیات کریمہ اگرچہ مخصوص لوگوں کے حق میں نازل ہوئیں جن میں انہیں بڑے انعام و اکرام اور جنت کی بشارت دی گئی ہے لیکن ان میں عام مومنوں کے لئے تعلیم ہے کہ اگر وہ بھی مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں سے حسن سلوک اور شفقت و محبت کریں تو انہیں بھی طرح طرح کے انعام و اکرام اور جنت سے سرفراز کیا جائے گا اور ربِ کائنات انہیں بھی آخرت کی پریشانیوں سے محفوظ اور جنت کی راحتوں سے لبریز کرے گا۔

امام حسین کی شہادت کی شہرت

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش کے ساتھ ہی آپ کی شہادت کی شہرت بھی عام ہوگئی، حضرت علی، حضرت فاطمہ زہرا اور دیگر صحابۂ کبار و اہل بیت کے جان نثار رضی اللہ عنہم سبھی لوگ آپ کے زمانۂ شیر خوارگی ہی میں جان گئے کہ یہ فرزند ارجمند ظلم و ستم کے ہاتھوں شہید کیا جائے گا اور ان کا خون نہایت بے دردی کے ساتھ زمین کربلا میں بہایا جائے گا۔

حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور ﷺ کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کی گود میں دیا، پھر میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ﷺ کی مبارک آنکھوں سے لگاتار آنسو بہہ رہے ہیں، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، یہ کیا معاملہ ہے؟ فرمایا: میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے یہ خبر پہنچائی کہ اِنَّ اُمَّتِیْ سَتَقْتُلُ اِبْنِیْ۔ یعنی میری امت میرے اس فرزند کو شہید کرے گی، حضرت اُم الفضل فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا اس فرزند کو شہید کرے گی! حضور ﷺ نے فرمایا ہاں پھر حضرت جبرئیل میرے پاس اس کی شہادت گاہ کی سرخ مٹی بھی لائے۔ [مشکوٰۃ، صفحہ ۵۷۲]

ابن سعد اور طبرانی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اِبْنِیَ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بَعْدِیْ بِاَرْضِ الطَّفِ۔ یعنی میرا بیٹا میرے بعد ارض طِف میں قتل کر دیا جائے گا اور جبرائیل میرے پاس وہاں کی مٹی بھی لائے اور مجھ سے کہا کہ یہ حسین کی خواب گاہ (مقتل) کی مٹی ہے۔ [صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۸]

طف قریب کوفہ اس مقام کا نام ہے جس کو کربلا کہتے ہیں اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بارش کے فرشتے نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے اللہ سے اجازت طلب کی جب وہ فرشتہ اجازت ملنے پر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا تو اس وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور حضور ﷺ کی گود میں بیٹھ گئے تو آپ ان کو چومنے اور پیار کرنے لگے، فرشتے نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ حسین سے پیار کرتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں! اس نے کہا: اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُہٗ۔ یعنی آپ کی امت حسین کو قتل کر دے گی، اگر آپ چاہیں تو میں ان کی قتل گاہ کی (مٹی) آپ کو دکھادوں، پھر وہ فرشتہ سرخ مٹی لایا، جسے اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے کپڑے میں لے لیا اور ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرا بیٹا حسین شہید کر دیا گیا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں بند کر لیا جو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن خون ہو جائے گی۔ [صواعق محرقہ، صفحہ ۱۱۸]

ابن سعد حضرت شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جنگ صفین کے موقع پر کربلا سے گذر رہے تھے کہ ٹھہر گئے اور اس زمین کا نام پوچھا لوگوں نے کہا اس زمین کا نام کربلا ہے، کربلا کا نام سنتے ہی آپ اس قدر روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی، پھر فرمایا کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں ایک روز حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا ابھی میرے پاس جبرائیل آئے تھے، انہوں نے مجھے خبر دی اِنَّ وَلَدِیَ الْحُسَیْنَ یُقْتَلُ بِشَاطِیِٔ الْفُرَاتِ بِمَوْضِعٍ یُقَالُ لَہٗ کَرْبَلَاءُ۔ یعنی میرا بیٹا حسین دریائے فرات کے کنارے اس جگہ شہید کیا جائے گا، جس کو کربلا کہتے ہیں اور ابو نعیم اصبغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر گاہ سے گزرے تو آپ نے فرمایا یہ شہیدوں کے اونٹ بٹھانے کی جگہ ہے اور اس مقام پر کجاوے رکھے جائیں گے اور یہاں ان کے خون بہائے جائیں گے، آلِ محمد ﷺ کے بہت سے جوان اسی میدان میں شہید کئے جائیں گے اور زمین و آسمان ان پر روئیں گے۔ [مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۷۲]

آپ کی فضیلت کے لئے یہ ہی کافی ہے کہ امام الانبیا حضور ﷺ نے انہیں اسی دنیا میں نہ صرف جنتی ہونے کی بشارت دی

بلکہ نوجوان جنتیوں کا سردار قرار دیا اور ان کی محبت کو ایمان کا حصّہ بتاتے ہوئے یہ فرمایا کہ ''اے خدا میں حسین سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو کوئی حسن وحسین سے محبت رکھے ان سے تو بھی محبت فرما'' بے شک ہر مسلمان ان سے محبت رکھتا ہے اور محبت کی سب سے بڑی علامت (نشانی) یہی ہے کہ ہر نماز میں درود شریف میں نبی رحمت ﷺ کے ساتھ ان کے آل و اولاد پر بھی درود بھیجتا ہے۔

معرکہ حق وباطل اور امام حسین

امام حسین رضی اللہ عنہ کی نسبت سے معرکہ حق وباطل جو کربلا میں رونما ہوا اس نے ساری دنیا کو اپنی جانب متوجہ کیا، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ۶۰ھ میں یزید ولی عہد مقرر ہوا، اس کے خلیفہ بنتے ہی طوائف الملوکی شروع ہوگئی اور اسلامی خلافت کے بجائے بادشاہیت وآمریت نے پنجہ گاڑنا شروع کر دیا تو افضل الجہاد کی نظیر پیش کرتے ہوئے کہ ظالم وجابر کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے، اس کی عملی تصویر بن کر امام حسین رضی اللہ عنہ دین اسلام کی سربلندی کی خاطر اُٹھ کھڑے ہوئے کہ دین حق دین اسلام اس طریقہ کا داعی نہیں یہ اسلامی روح کے خلاف ہے اور یہ پیغام دیا کہ مومن حکومت وسلطنت ظلم وجبر اور طاقت و قوت کے آگے ہتھیار نہیں ڈال سکتا ہے اور یزید کی امارت وبیعت کا انکار کرتے ہوئے اس کی اطاعت قبول نہ فرمائی اس کی بیعت کو ٹھکرا دیا اور یہ اعلان کر دیا کہ ؎

مردِ حق باطل سے ہرگز خوف کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

آپ کو یزیدی لشکر کے خطرناک عزائم کا انکشاف ہوا تو حرمت کعبہ کی خاطر وہاں سے نکلنے کا ارادہ کیا، اسی درمیان کوفیوں کے ہزاروں عقیدت بھرے خطوط ملے مگر آپ ان پر کیسے بھروسہ کرتے چونکہ ان ہی لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کیا تھا، اس لئے تحقیق کی خاطر اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو وہاں بھیجا ان کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار لوگوں (ایک روایت میں ۲۷۰۰۰ لوگ) بیعت ہوئے، اس کو دیکھ کر حضرت مسلم نے حضرت امام حسین کو آنے کے لئے خط لکھا، تو آپ کوفہ کے لئے عازمِ سفر ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابہ وحضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ودیگر صحابہ نے آپ کو کوفہ جانے سے منع فرمایا لیکن آپ نے دین حق کی خاطر جان کی قربانی کے لئے بھی ذرا سی لرزش نہ دیکھائی، یزید کے گورنر عبید اللہ بن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل کے لئے زمین تنگ کر دی اور انہیں بے دردی سے شہید کر دیا، یہ خبر امام حسین رضی اللہ عنہ کو ملی یہ ایک اندوہناک خبر تھی آپ کو زبردست صدمہ پہنچا واپسی پر نظر ثانی کیا بھی جا سکتا تھا، مگر حضرت مسلم ان کے خویش واقارب جو وہاں موجود تھے انہیں یہ گوارا نہیں تھا، اس لئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی واپسی کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود ہی اپنے قافلہ کے لوگوں کو یہ اجازت دے دی تھی کہ جسے واپس جانا ہے وہ چلا جائے، یہ سن کر صرف دو حضرات چھوڑ کر چلے گئے، ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ حر بن یزید نے ایک لشکر جرار کے ساتھ آپ کو محصور کر لیا تاکہ والی عراق عبد اللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا جائے، اسی دوران نماز ظہر کا وقت ہو گیا، آپ نے نماز ادا فرمائی بعد نماز حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ کے ذریعہ حر اور اس کے ساتھیوں (فوج) کے سامنے پوری بات رکھی، خطوط اور قاصدوں کا حوالہ دیا، حر حیران ضرور ہوا مگر اس نے خطوط کے متعلق لاعلمی ظاہر کی اور اس نے آپ کے قافلہ کو روک لیا، یہاں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ دیا جو تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں اس طرح محفوظ ہے:

''اے لوگو! رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی بھی ایسے حاکم کو دیکھے کہ ظلم کرتا ہے، خدا کے حدود کو توڑتا ہے، سنت نبوی کی مخالفت کرتا ہے اور سرکشی سے حکومت کرتا ہے اور اسے دیکھنے پر بھی کوئی مخالفت نہیں کرتا ہے اور نہ اسے روکتا ہے تو ایسے آدمی کا اچھا ٹھکانہ نہیں ہے، دیکھو! یہ لوگ شیطان کے پیروکار ہیں، رحمٰن سے بے سروکار ہیں حدود الٰہی معطل ہے، حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرایا جا رہا ہے، میں ان

کی سرکشی کو حق اور عدل سے بدل دینا چاہتا ہوں اور اس کے لئے میں سب سے زیادہ حقدار بھی ہوں، اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو تمہارے لئے ہدایت ہے ورنہ عہد شکنی عظیم گناہ ہے، میں حسین ہوں، ابن علی، ابن فاطمہ اور رسول اللہ ﷺ کا جگر گوشہ مجھے اپنا قائد بناؤ مجھ سے منہ نہ موڑو، میرا راستہ نہ چھوڑو، یہ صراطِ مستقیم کا راستہ ہے۔''

اس حقیقت افروز خطبہ کا لوگوں پر کافی اثر ہوا، لیکن لالچ اور خوف کی وجہ کر چپ رہے، ۹ر محرم الحرام کی رات کا وقت تھا، آپ رات بھر عبادت میں مشغول رہے، صبح دس محرم کی تاریخ آ گئی، دونوں اطراف میں صف آرائی ہو رہی تھی، نماز فجر کے بعد عمرو بن سعد اپنی فوج لے کر نکلا، ادھر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے احباب کے ساتھ تیار تھے، آپ کے ساتھ ۷۲ر نفوس قدسیہ جس میں بچے بوڑھے خواتین بھی شامل تھیں، دوسری جانب ۹۰ر ہزار کا لشکر جرار تمام حرب و ہتھیار سے لیس تھے، آپ نے جس جوانمردی کے ساتھ مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس طرف رخ کرتے یزیدی فوج بھیڑیوں کی مانند بھاگ کھڑی ہوتی، معاملہ بہت طویل ہو گیا، معصوم اور شیر خوار بچے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے لگے، خیمے جلا دیئے گئے، بھوکے پیاسے نواسۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میدان کربلا میں صبر کا پہاڑ بن کر جمے رہے، یزیدی دور سے تیر برساتے رہے اور پھر ایک مرحلہ آیا کہ بدبخت شمر ذی الجوشن جب قریب آیا تو آپ پہچان گئے کہ یہی سفید داغ والا وہی بدبخت ہے، جس کے بارے میں سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ میں اپنے اہل بیت کے خون سے اس کے منہ کو رنگا دیکھتا ہوں اور وہ پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی، شمر لعین کے لئے بدبختی ہمیشہ کے لئے مقدر بن گئی، ادھر امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدہ میں گئے اور شمر لعین کی تلوار نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی گردن مبارک کو تن سے جدا کر دیا، وہ یوم عاشورہ جمعہ کا دن تھا، ماہ محرم الحرام ۶۱ھ میں یہ واقعہ پیش آیا، اس وقت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ۵۵ر سال کے قریب تھی۔

پیغامِ شہادت امام حسین

سید الشہدا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہمیں کئی پیغام دیتی ہے، اوّل یہ کہ ایمان والا اپنے خون کے آخری قطرہ تک حق و صداقت پر جما رہے، باطل کی قوت سے مرعوب نہ ہو، دوسری بات یہ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جن خرابیوں کے باعث یزید کی مخالفت کی، ویسی خرابیوں سے لوگوں اپنے آپ کو الگ کریں اور فسق و فجور والا کوئی کام نہ کریں اور نہ ویسے لوگوں کا ساتھ دیں نیز یہ بھی پیغام ملا کہ ظاہری قوت کے آگے بسا اوقات نیک لوگ ظاہری طور پر مات کھا جاتے ہیں مگر جو حق ہے، وہ کبھی ماند نہیں پڑتا، کبھی مات نہیں کھاتا اور وہ ایک نہ ایک دن ضرور رنگ لاتا ہے۔

یہی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اسلام کا سرمایہ حیات یزیدیت نہیں بلکہ شبیریت و حسینیت ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ شہادت امتِ مسلمہ کے لئے کئی پہلو سے عملی نمونہ ہے، جس پر انسان عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو اسلامی طرز پر قائم رکھے اسلامی زندگی اسلامی رنگ و روپ کی بحالی کے لئے صداقت حقانیت جہد مسلسل اور عمل پیہم میں حسینی کردار اور حسینی جذبہ ایثار و قربانی سے سرشار ہو، اقتدار کی طاقت جان تو لے سکتی ہے ایمان نہیں، اگر ایمانی طاقت کارفرما ہو تو اس کے عزم و استقلال کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا، لندن کے مشہور مفکر ''لارڈ ہیڈ لے'' کے بقول ''اگر حسین میں سچا اسلامی جذبہ کارفرما نہ ہوتا تو اپنی زندگی کے اخری لمحات میں رحم و کرم، صبر و استقلال اور ہمت و جوانمردی ہرگز عمل میں آ ہی نہیں سکتی تھی جو آج صفحہ ہستی پر ثبت ہے۔''

ضرورت اس بات کی ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے حقیقی فلسفہ و حقیقت اور مقصد کو سمجھا جائے اور اس سے ہمیں جو سبق اور پیغام ملتا ہے اسے دنیا میں عام کیا جائے کیونکہ پنڈت جواہر لال نہرو کے بقول ''حسین کی قربانی ہر قوم کے لئے مشعلِ راہ و ہدایت ہے'' اور جیسا کہ مولانا محمد علی جوہر نے شہادت امام حسین پہ کہا ہے کہ ؎

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

بقیہ ص ۱۲ر پر

اسلامیات

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

ماہِ محرم الحرام کے فضائل و معمولات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ان عدۃ الشهور عند الله اثنا عشر شهرا فى كتب الله يوم خلق السموات والارض منها اربعة حرم. ذلك الدين القيم فلا تظلموا فيهن انفسكم وقاتلوا المشركين كافة كما يقاتلونكم كافة واعلموا ان الله مع المتقين۔ یعنی بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں یہ سیدھا دین ہے تو ان مہینوں میں اپنی جان پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر وقت لڑو، جیسا وہ تم سے ہر وقت لڑتے ہیں اور جان لو اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔ [پ ۱۰ سورۃ التوبہ آیت ۳۶]

معلوم ہوا کہ مذہب اسلام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اور محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، محرم کو محرم اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس ماہ میں جنگ و قتال حرام ہے، محرم اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے اور یہی وہ مقدس اور حرمت والا مہینہ ہے جس میں عاشورہ کا دن بہت ہی بابرکت اور معظم ہے، یعنی دسویں محرم کا دن، یہی وہ مقدس دن ہے جس میں بڑے بڑے واقعات رونما ہوئے، جس کی ہم ذیل میں مختصر واقعات تحریر کرتے ہیں حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں کہ اسی دن سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مرتبہ شہادت حاصل کیا، قیامت اسی دن یعنی دسویں محرم کو آئے گی، رب العالمین نے عرش پر اپنی شان کے مطابق اسی دن استواء فرمایا اور پہلی رحمت بھی اسی دن نازل ہوئی۔ [غنیۃ الطالبین]

اسی روز اللہ تعالیٰ نے کرسی، قلم اور آسمان کو پیدا فرمایا، اسی دن سیدنا حضرت ادریس علیہ السلام کو جنت کی طرف اٹھایا گیا اور پہاڑوں کو پیدا فرمایا، نیز سمندروں کو پیدا کیا، عاشورہ کے دن اصحاب کہف کروٹیں بدلتے ہیں۔ [نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۱۳۵]

عاشورہ کے دن سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور سیدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام پر نار نمرود گلزار ہوئی، سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام نے مرض سے شفا پائی، حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس آئی اور حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے نکلے، حضرت سلیمان علیہ السلام کو بادشاہی ملی، حضرت موسیٰ علیہ السلام جادوگروں پر غالب آئے۔ [عجائب المخلوقات]

عاشورہ کے دن فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا، اسی دن سیدنا حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے سلامتی کے ساتھ اترے اور شکریہ کے طور پر روزہ رکھا اور دوسروں کو روزہ کا حکم دیا اور حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کی توبہ قبول ہوئی اور حضرت یونس علیہ الصلاۃ والسلام مچھلی کے پیٹ سے نکلے عاشورہ عظیم ترین، بزرگ برتر دن ہے، اس میں ہر نیک کام بڑے اجر و ثواب کا موجب ہے، عاشورہ کے دن غسل کرنا مرض و بیماری سے بچاؤ کا سبب ہے، آقائے کریم ﷺ فرماتے ہیں: من اغتسل يوم عاشوراء لم يمرض مرضا الا مرض الموت۔ یعنی جو شخص عاشورہ کے دن غسل کرے تو کسی مرض میں مبتلا نہ ہوگا سوائے مرض موت کے۔ [غنیۃ الطالبین]

حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب غنیۃ الطالبین جلد دوم، ص ۵۴/ میں رقمطراز ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے پچاس سال اس کا تجربہ کیا تو وسعت ہی دیکھی، اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے پچاس یا ساٹھ سال اس کا تجربہ کیا تو وسعت ہی پائی، لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال پر خرچ میں وسعت کریں، عاشورہ کے دن اپنے اہل و عیال کے واسطے گھر میں خوب خوب کشادگی کرنا چاہئے۔

* مضمون نگار مدرسہ عربیہ جامعہ رحمانیہ گنج، بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

کیوں کہ صحابیٔ رسول حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من وسّع علیٰ عیاله فی النفقة یوم عاشوراء وسّع الله علیه سائر بسنته قال یسفیان انا قد جرّبناه فوجدناه کذالك۔ یعنی جو کوئی عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر نفقہ میں وسعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت فرمائے گا، حضرت سفیان ثوری نے فرمایا کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا۔ [مشکوٰۃ شریف ص ۱۳۲]

یتیموں پر شفقت ومحبت

اسی طرح عاشورہ کے دن یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرنا بڑا ثواب رکھتا ہے، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آقائے نعمت سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا: من مسح بیده علی رأس یتیم یوم عاشوراء رفع الله تعالیٰ له بکلّ شعرة علی راسه درجة فی الجنة۔ یعنی جو شخص عاشورا کے دن کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس یتیم کے سر کے ہر بال کے بدلے ایک ایک درجہ جنت میں بلند فرمائے گا۔ [غنیۃ الطالبین، ج دوم ص ۵۳]

معلوم ہوا کہ یتیم کے ساتھ محبت والفت کر ان کا خیال رکھنا باعث اجر عظیم ہے، خواہ عاشورہ کا دن ہو یا کوئی اور دن ہو، عاشورہ کے روز صدقہ وخیرات کرنا بہت بڑا ثواب ہے، اس سے اس کے گناہ جھڑتے ہیں اور اس کے درجے بلند ہوتے ہیں۔

عاشورہ کا روزہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ قال ان رسول الله ﷺ قدم المدینة فوجد الیهود صیاما یوم عاشوراء فقال لهم رسول الله ﷺ ماهذا الیوم الذی تصومونه فقالوا هذا یوم انجی الله فیه موسیٰ وقومه وغرق فرعون وقومه فصامه موسیٰ شکراً فنحن نصومه وقال رسول الله ﷺ فنحن احقّ واولیٰ بموسیٰ منکم فصامه رسول الله ﷺ وامر بصیامه۔ یعنی جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ دار پایا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کیا دن ہے جس میں تم روزہ رکھتے ہو انہوں نے کہا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا، لہٰذا سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے شکرانے کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا تو ہم بھی اس دن کا روزہ رکھتے ہیں، پس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تم سے ہم زیادہ حق رکھتے ہیں اور زیادہ قریب ہیں تو آپ نے روزہ رکھا اور دوسروں کو اس کا حکم بھی دیا۔ [رواہ البخاری ومشکوٰۃ ص ۱۸۰]

حضرت سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صیام یوم عاشوراء احتسب علی الله ان یکفّر السنة التی قبله۔ یعنی مجھے اللہ تعالیٰ پر گمان ہے کہ عاشورہ کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دے گا۔ [رواہ مسلم، مشکوٰۃ شریف]

حضرت علامہ امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان جو کافروں کے ہاتھوں گرفتار ہوا تھا، عاشورہ کے روز جیل خانہ سے بھاگ گیا، کافر اس کے تعاقب میں نکلے، جب اس کے قریب پہنچ گئے تو مسلمان قیدی نے دعا مانگی، الٰہی یوم عاشورہ کی برکت سے مجھے ان سے نجات عطا فرما تو اللہ تعالیٰ نے کفار کو اندھا کر دیا اور وہ اس کو نہ دیکھ سکے، اس نے عاشورہ کا روزہ رکھا، جب رات آئی تو کھانے کے لئے کوئی چیز میسر نہ آئی، بھوکا ہی سو گیا، خواب میں اس نے دیکھا کہ ایک فرشتہ شربت لایا ہے، اس نے اس کو پی لیا، اس کے بعد وہ دس سال زندہ رہا اور اس کو کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ [نزہۃ المجالس، جلد اول ص ۱۴۵]

یوم عاشورہ کے ممنوعات

عاشورہ کے دن سیاہ کپڑے پہننا، سینہ کوبی کرنا، کپڑے پھاڑنا، بال نوچنا، نوحہ کرنا، چھری، چاقو سے بدن زخمی کرنا، جیسا کہ رافضیوں کا طریقہ ہے، حرام اور گناہ ہے، ایسے افعال شنیعہ سے اجتناب کلّی کرنا چاہئے، ایسے افعال پر بخاری، مسلم، مشکوٰۃ وغیرہ کتب احادیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں، ان سے بچنا ہر اہل ایمان کے لئے ضروری اور اشد ضروری ہے۔

ایک عبرت ناک واقعہ

عاشورہ کے روز ایک فقیر رے کے قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے اللہ کے نام پر اس دن کے حق کے لئے کچھ دو، قاضی صاحب نے منہ پھیر لیا اور اسے کچھ نہ دیا، ایک نصرانی نے دیکھ کر اتنا دیا کہ وہ راضی ہو لیا، جب رات آئی تو قاضی نے خواب میں دیکھا کہ ایک محل سونے اور دوسرا یاقوت احمر کا بنا ہوا ہے، پوچھا یہ محل کس کے ہیں؟ تو جواب دیا گیا کہ یہ تیرے پڑوسی فلاں نصرانی کو دے دیئے گئے ہیں، جس نے فقیر کی حاجت پوری کی تھی، جب قاضی بیدار ہوا تو نصرانی کے پاس جا کر اس نے کہا کہ ایک لاکھ روپئے لے لو اور جو فقیر کو خیرات دے کر ثواب حاصل کیا ہے، وہ مجھے دیدو، نصرانی نے کہا کہ اگر تو ایک محل کی چوکھٹ کے ایک لاکھ روپئے دے تو تب بھی میں وہ ثواب تجھے دینے کے لئے تیار نہیں ہوں اور اس نے کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا الله و ان محمد رسول الله پڑھا اور مسلمان ہو گیا، دیکھا آپ نے کہ عاشورہ کے دن صدقہ خیرات کیا رنگ لاتا ہے۔ [جلداول ص ۱۴۶]

روض الافکار میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے عاشورہ کے روز سات درہم خیرات کئے اور سال بھر اس کے عوض کا انتظار کرتا رہا، جب دوبارہ عاشورہ کا دن آیا تو اس نے ایک عالم دین کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص عاشورہ کے دن ایک درہم خیرات کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے اس کے بدلے میں ایک ہزار درہم عطا فرمائے گا تو اس نے کہا کہ میں یہ بات تسلیم نہیں کرتا کیونکہ میں نے پچھلے عاشورہ کے دن سات درہم خیرات کئے تھے اور پورا سال گزر گیا ہے مگر مجھے اس کے بدلے ابھی تک کچھ ابھی نہیں ملا، جب رات آئی تو ایک آدمی سات ہزار درہم لے کر اس شخص کے پاس آیا اور کہا: اے جھوٹے! یہ سات ہزار درہم پکڑ، اگر تو قیامت تک صبر کرتا تو یہ تیرے لئے بہتر ہوتا مگر تو نے صبر نہ کیا۔ [ایضاً ۱۴۷]

عاشورہ کے نوافل

عاشورہ کی رات کے تعلق سے بہت ساری نمازیں مرقوم ہیں، طوالت کے سبب یہاں اختصار سے کام لیا جا رہا ہے، جو شخص اس رات میں چار رکعت نماز پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد پچاس مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے پچاس برس گزشتہ اور پچاس سال آئندہ کے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے لئے ملاءاعلیٰ میں ایک ہزار محل تیار کرتا ہے۔ [ماثبت من السنہ ص ۱۶]

اسی رات دو رکعت نفل قبر کی روشنی کے واسطے پڑھی جاتی ہے، جن کی ترکیب اس طرح ہے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد تین تین مرتبہ قل ہو اللہ احد پڑھے، جو آدمی اس رات میں یہ نماز پڑھے گا تو اللہ قیامت تک اس کی قبر روشن رکھے گا۔ [جواہر غیبی]

آقائے کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو عاشورہ کے روز چار رکعت نماز پڑھے کہ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد قل ہو اللہ احد گیارہ گیارہ بار پڑھے تو اللہ اس کے پچاس برس کے گناہ بخش دیتا ہے اور اس کے لئے ایک نورانی ممبر بنا تا ہے۔ [نزہۃ المجالس، ج ۱ ص ۱۷۶]

اعمال عاشورہ

مجالس محرم کا انعقاد اور ایصال ثواب کی نیت سے نذر و نیاز کرنا، سبیل لگانا اور شربت دودھ وغیرہ پلانا معمولات اہل سنت سے ہے جو باعث خیر و برکت ہے، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میری ماں فوت ہو گئی ہے فای الصدقة افضل قال الماء فحفر بئرا و قال هٰذه لام سعد۔ تو کون سا صدقہ افضل ہے جو ماں کے لئے کروں فرمایا پانی تو انہوں نے کنواں کھدوا دیا اور کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے۔ [ابوداؤد شریف کتاب الزکوٰۃ]

اس حدیث شریف میں یہ الفاظ هٰذه لام سعد کہ یہ کنواں سعد کی ماں کے لئے ہے یعنی ان کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے بنوایا گیا ہے، اس سے صراحۃً ثابت ہوا کہ جس کی روح کو ثواب پہنچانے کی غرض سے کوئی صدقہ یا خیرات کی جائے، اگر اس صدقہ، خیرات اور نیاز پر مجازی طور پر نام لیا جائے یعنی یوں کہا جائے کہ یہ سبیل حضرت امام حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے ہے یا یہ کھانا یا یہ نیاز صحابہ کرام اہل بیت اطہار یا حضرت غوث اعظم یا حضرت خواجہ غریب نواز کے لئے ہے، تو ہرگز ہرگز اس سبیل کا پانی، وہ کھانا اور نیاز وغیرہ حرام نہ ہوگا، ورنہ پھر یہ کہنا پڑے گا کہ اس کنویں کا پانی بھی حرام تھا، جس کنویں

کے متعلق یہ کہا گیا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے، اس کنویں کا پانی حضور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور اہل مدینہ کے نزدیک حلال وطیب ہے تو جس سبیل کے پانی کے متعلق یہ کہا جائے کہ یہ امام حسین اور شہدائے کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے ہے یا یہ نیاز وغیرہ فلاں کے لئے ہے تو وہ بھی مسلمانوں کے نزدیک حلال وطیب ہے۔

مذہب حنفی کی معتبر ومشہور کتاب ہدایہ شریف میں ہے کہ ان الانسان لہ ان یجعل ثواب عملہ لغیرہ صلوٰۃ وصوما او غیرھا عند اہل السنۃ والجماعۃ۔ بے شک انسان اپنے عمل کا ثواب کسی دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے خواہ نماز کا ہو یا روزہ کا ہو یا صدقہ وخیرات وغیرہ کا ہو یہ اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔

دعا ہے مولائے کریم ہم مسلمانوں کو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت و بہادری اور غیرت دینی کا صدقہ عطا فرمائے، آپ کی سچی محبت اور معمولات اہل سنت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

■■■

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

اسلام اور احترام آدمیت

اس وقت اگر آپ دنیا کا جائزہ لیں تو آپ محسوس کریں گے کہ ہر طرف اضطراب ہے، ہر طرف بے چینی اور بے کلی ہے، ہر طرف اداسی و مایوسی ہے، کہیں راکٹ کی سنسناہٹ ہے تو کہیں میزائیل کی گڑگڑاہٹ، کہیں گولی کی آوازیں ہیں تو کہیں کسی ملبے سے اٹھتی ہوئی درد بھری آہیں، آہ و کراہ سے بھری اس دنیا سے اگر آپ پوچھیں کہ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے تو دنیا بیک آواز جواب دے گی "امن و سکون" کی، آج ہم میں سب کچھ ہے مگر سکون جس کی ضرورت بنیادی حیثیت رکھتی ہے، جس کے بغیر سب کچھ رکھ کے بھی ہم پریشان ہیں، وہی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ دولت رکھ کر بھی ہم آزردہ ہیں، مال کی ریل پیل ہے مگر ہم ملول ہیں، ہماری آنکھ میں آنسو ہے پیشانی پر شکنیں ہیں، چہرے پر افسردگی ہے دل میں ہزاروں گھٹن ہیں، سامان حرب و ضرب بلکہ میزائیل، بم و ایٹم رکھ کر بھی ہم ہر وقت خطرے میں ہیں، ہمہ دم لرزاں و ترساں ہیں، ممکن ہے یہ سوال بے تابانہ اٹھتا ہے کہ وہ مال کس کام کا جس میں اطمینان نہ ہو، وہ دولت کس کام کی جس میں سکون نہ ہو، وہ اسباب و حوائل کس کام کے جس میں جوہر آرام نہ ہو، عالمی منظر نامے کا یہ وہ موڑ ہے جہاں دنیا کا ہر مذہب، دنیا کا ہر کلچر بلکہ دنیا کا ہر علم و ہنر عاجز و درماندہ ہے، اس لیے کہ ان سب کے پاس آرائش جسم کے تو ہزاروں سامان موجود ہیں مگر آسائش دل کے لیے کچھ بھی نہیں، اگر مسلسل یہ دنیا سکون سے خالی رہی تو بکھر جائے گی، اجڑ جائے گی، تو پھر دوسرا اور اہم سوال ایسے میں یہ اٹھتا ہے کہ دنیا کو بچایا کیسے جائے؟ اس کی روٹھی ہوئی مسرت کی بازیابی کیسے ہو؟ اس کی روکھی پھیکی بلکہ جھوٹی مسکراہٹ کو سچی حقیقی مسکراہٹ کا روپ کیسے دیا جائے تو اس کا جواب صرف ایک ہے، اسلام کے دامن میں پناہ لینے میں، بے قرار دنیا یہیں پناہ لے گی تو اطمینان ملے گا، یہ صرف اسلام کا دامن ہے جو سکون و قرار کے لولوء و مرجان سے لبالب ہے، یہ صرف اسلامی تعلیمات ہے جس کے دامن سے آب حیات کے ہزاروں شفاف چشمے بہتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کی سب سے باکمال خوبی یہ ہے کہ وہ دوسروں کی طرح صرف جسم پر نظر نہیں رکھتا بلکہ دل پر بھی خصوصی توجہ دیتا ہے، اس تاریخی سچائی اور زمینی حقائق سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جس زمانے میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، اگر اس زمانے کی دہشت گردی کو آپ دیکھیں گے تو شاید اپنے زمانے کی دہشت گردی کو بھول جائیں گے، اگر اس زمانے کے ظلم کو دیکھیں گے تو اس زمانے کا ظلم ہلکا نظر آئے گا، مگر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے روتی دنیا، بلکتی انسانیت، سسکتی فضا اور چیختی روحوں کو اپنی سیرت و کردار کے معطر پھولوں، اپنی عادت و اطوار کے منور چراغوں اور رحمت و رافت کے مبارک پھولوں سے ایسا پر نور، عطر بیز اور حسیت آفریں بنا دیا کہ عالمی جائزے پر دنیا اس اعتراف پر مجبور ہوگئی کہ دنیا کی انقلاب آفریں، شخصیت ساز اور انسانیت نواز ہستی میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اولین ذات ہے۔

پنڈت ہری چند اختر کہتے ہیں ؎

اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا
خاک کے ذروں کو ہمدوش ثریا کر دیا

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

آخر یہ سب ہوا کیسے؟ اس کنارے سے اس کنارے تک اور اس پار سے اس پار تک اسلام کی باد بہاری کیسے چلی؟ جان کے دشمن جاں نثار کیسے بن گئے؟ خون کے پیاسے محبت کے متوالے کیسے ہو گئے؟ نفرت کے خارستان میں الفت کے گلاب کیسے کھل

* مقالہ نگار جامعہ رضویہ پٹنہ کے مہتمم اور اہل سنت کے معروف و معتبر اہل قلم ہیں۔

گئے؟ تو اس کا صرف ایک جواب ہے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شخصیت اور آپ کی باکمال سیرت کی برکت سے، یہاں پر اسلامی تعلیمات کے آفاق سے دو تین تارے چن کر مضمون کے دامن میں ٹانکنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ میرے دعویٰ کو دلیل کا ہالہ مل جائے۔

(۱) آج ہی کی طرح بعثت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے قبل بھی انسانی جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی، کسی کو کسی معمولی بات پر بھی قتل کر دینا ان کی فطرت بن چکی تھی، اسلام نے رونمائی کے بعد اس سلسلے میں متواتر ہدایات جاری کئے، دفعات نافذ کئے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے نجی و عمومی مجلسوں میں انسانی جانوں کی اہمیت سمجھائی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنی ارشادات کے ذریعہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن اور لگن کی تائید فرمائی، مثلاً قرآن کی ایک آیت ہے جس کا ترجمہ ہے:

"جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کئے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو جلا لیا اس نے گویا سب لوگوں کو جلا لیا۔" [سورۂ مائدہ/۳۲]

دیکھئے قرآن مجید اس آیت میں ایک انسانی جان کی عظمت بتا رہا ہے کہ ایک انسان کی جان ایک طرف اور پوری انسانی دنیا کی جان دوسری طرف، یعنی کسی ایک مقتول انسانی جان کو ترازو کے پلڑے میں رکھئے اور پوری زندہ انسانی جان کو ترازو کے دوسرے پلڑے میں رکھئے تو دونوں پلڑا وزن میں برابر نظر آئے گا، گویا کہ کسی نے ایک انسان کو ناحق مار دیا تو اس نے پوری انسانی برادری کی جان لے لی، یہ صرف اسلام ہے جس نے پہلی بار اتنے بامعنی انداز میں انسان کی اصل قدر و قیمت دنیا کے سامنے پیش کیا ہے، اسلام کی یہ پیشکش نادر اور منفرد تھی اور رہے گی، اس کی اتنی قدر و قیمت اس لئے ہے کہ رب قادر وقدیر نے اپنی تمام تخلیقات میں صرف تخلیق انسانی پر ناز فرمایا ہے اور اس کے سر پر "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم" کا تاج زریں سجایا ہے، تو جس رب رحیم و کریم نے اتنے ناز و انداز سے انسان کو پیدا فرمایا ہے، وہی اس کی اہمیت بھی سمجھا رہا ہے تاکہ لوگ جان تلفی نہ کریں بلکہ جاں نوازی کر کے رب کی خوشنودی حاصل کریں۔

(۲) انسان تو پھر انسان ہے اسلام حیوان کو بھی ستانے، مارنے اور تکلیف پہنچانے سے سختی سے منع کرتا ہے، ایک سفر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سواری کے جانور کو اس کے ٹھیک سے نہ چلنے یا شرارت کرنے پر مارا تو رحمت عالم ﷺ نے تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: عائشہ" نرمی کو لازم کر لو اور سختی سے بچو، جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے جدا کر لی جاتی ہے اسے عیب دار بنا دیتی ہے۔ [مسلم شریف]

کاش آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کا یہ نور آج کے انسانوں کی روح میں سرایت کر جائے تاکہ اس کے اندر سے سختی نکل جائے، اس میں نرمی آجائے، ظلم نکل جائے انصاف آئے، درندگی نکل جائے درخشندگی آجائے، دیکھئے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جیسی پیاری بیوی نے اگر اونٹ کو مارا تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی ٹوکا اور ہدایت فرمائی، نرمی اختیار کرنے کا فائدہ اور سختی کا نقصان ان کے سامنے آشکارا فرمایا، اونٹ تو پھر اونٹ ہے کہتے ہیں اس کی کوئی کل سیدھی نہیں ہوتی، مرغی تو چھوٹی سی سیدھی سادی چیز ہے مگر دیکھئے اسلام میں چھوٹی جان کی بھی اتنی ہی اہمیت ہے جتنی بڑی جان کی، اگر کوئی مرغی کو ستائے تو اس کا کتنا بڑا نقصان ہے، پڑھئے اسلام کا نظام عدل اور دیکھئے اسلام کی ہمہ گیر رواداری۔

(۳) حضرت سیدنا فضیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں" اگر کوئی شخص مکمل طور پر نیکیاں کرتا رہے اور اگر اس کی ایک مرغی بھی ہے جس سے وہ برا برتاؤ کرتا ہے تو اسے نیک کام کرنے والا نہیں کہا جائے گا۔" [رسالہ قشیریہ]

کہاں ایک طرف صرف نیکیاں نہیں مکمل طور پر نیکیاں کرنے والا اور کہاں ایک ننھی سی جان مرغی مگر یہ اسلام ہے جو جان کی قدر کرنا سکھاتا ہے، یہ اسلام ہے جو چھوٹی جان اور بڑی جان میں امتیاز نہیں کرتا اور ہزاروں نیکیوں کے باوجود مرغی کے ستانے پر اسے نیکوکار نہیں کہے جانے کی تلقین کرتا ہے، جو اسلام مرغی کی جان کو اتنی عزت دیتا ہے وہ اسلام دہشت گردی کا داعی کیسے ہو سکتا ہے؟

راستی کی تیغ تھی جو تھی مسلمانوں کے پاس خنجر آہن نہیں وہ خنجر اخلاق تھا اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کا یہ شعوری نتیجہ ہے کہ لوگ اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنے میں بے باکی کا مظاہرہ کررہے ہیں، اس بامقصد غلطی کی تین وجہیں میری نظر میں ہیں:

اول: اسلام کی حقیقی تعلیم سے ناآشنائی۔

دوم: اسلام کی بقا اور ارتقا سے حسد۔

سوم: بنام اسلام و مسلمان کچھ عاقبت نااندیش لوگوں کی عاقبت نااندیشانہ حرکت وعمل یہ تیسری اور آخری دفعہ ایسی ہے جس نے اسلام مسلمان اور انسانیت سب کو اپنے ظالمانہ روش سے شرمسار کررکھا ہے، اگر حقائق کا منصفانہ نظروں سے آپ محاسبہ کریں تو آپ کا ضمیر آپ کا منصف بن کر جواب دے گا کہ یہ سب بطن وہابیت سے جنم لینے والے کیڑے مکوڑے، فرقے، جماعتیں اور تنظیمیں ہیں جنہوں نے دنیا کو شعلہ بداماں اور جہنم زار بنا رکھا ہے، ان کی اس جرات وحشیانہ کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کے افکار ونظریات محبت کے ساتھ عظمت نبی کے لوازمات سے یکسر خالی ہیں، ان کی نظریں ہر وقت محبوب خدا علیہ التحیہ والثنا کی حیات وصفات میں عیب ونقص ڈھونڈنے میں لگی ہیں، نبی سے جب محبت ہوتی ہے تو نبی کے فضائل ومحاسن سے بھی محبت ہوتی ہے، بلاوجہ کوئی کسی کی تعریف کیوں کرے گا؟ ہم اہل سنت وجماعت نبی کی تعریف پر تعریف اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی محبت عظمت کے ساتھ ہمارے دل میں جاگزیں ہے، اعلیٰ حضرت امام اہل سنت عارف باللہ عاشق مصطفیٰ امام احمد رضا محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تبھی تو ارشاد فرماتے ہیں ؎

ہمارے درد جگر کی کوئی دوا نہ کرے
کمی ہو عشق نبی میں کبھی خدا نہ کرے

نبی سے سچی محبت ہوتی ہے تو دل میں سوز وگداز ہوتا ہے، نرمی اور ملائمت ہوتی ہے، ایک دوسرے کی قدر کرنے کی توفیق ملتی ہے، اخلاص کی شیرینی اور اخلاق کا جمال ملتا ہے اور اگر اسی میں کمی ہوجائے تو انسان درندہ صفت، حیوان فطرت ہوجاتا ہے، اس کی نظر میں ظلم، ظلم نہیں رہتا، حسن وقبح میں پرکھ کی قوت ختم ہوجاتی ہے، پھر نتیجے کے طور پر وہ سب کچھ کرنے پر تیار ہوجاتا ہے جس سے انسانیت لرز اٹھے، آدمیت تڑپ جائے، جیسا کہ دنیا آج داعش کی شکل میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے، وہ مظلوموں کی آہیں، وہ بیواؤں کے نالے، وہ یتیموں کے شیون، وہ بے سہاروں کی فریادیں، وہ زخم خوردوں کی چیخیں، یہ سب کیا ہیں؟ نہ یہ اسلام ہے اور نہ یہ اسلام کی تعلیم، اسلام تو مروت ومحبت، پاسداری ورواداری، یگانگت وہمدردی، جاں نثاری وجاں سپاری، بھائی چارگی وغمگساری کا مرقع ہے جیسا کہ سطور بالا میں ہم نے چند جھلکیاں دکھائی ہیں، ایسے حال وماحول میں شدت سے یہ ضرورت محسوس ہورہی ہے کہ دنیا کے سامنے دنیا کی تمام زبانوں میں اسلامی اخلاق وآداب، روش وتعلیمات، عالم نواز تصورات بہت سہل، شگفتہ اور شیریں اسلوب میں پیش کیا جائے، جس دن ہم مسلمان اسلام کا حقیقی چہرہ دنیا کے سامنے پیش کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے وہ دن دنیا کے لئے امن اور اسلام کے لئے غلبہ کا دن ہوگا۔

حاصل محصول یہ کہ اسلام سلامتی کا علمبردار اور امن وسکون کا داعی ہے، دنیا میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جو ہر جان کی قدر کرنے کی تلقین کرتا ہے، یہ اسلام ہی ہے جسے انصاف سے محبت اور ظلم سے نفرت ہے، یہی وہ مذہب ہے جو انسان تو انسان، حیوان سے بھی ہمدردی کی ہدایت دیتا ہے، اسلام کی تعلیمات سے عیاں ہے کہ جو سچا مسلمان ہے وہ دہشت گرد نہیں ہوسکتا اور جو دہشت گرد ہو، وہ سچا مسلمان نہیں ہوسکتا، اسلام کا پیغام دنیا کے نام آج بھی یہی ہے کہ ؎

چاندسا کردار اپناؤ اے میرے دوستو!
داغ اپنے پاس رکھو روشنی بانٹا کرو

اسلام اور تلوار

(از: نبیرۂ حافظ الملک حضرت علامہ سعید احمد خاں بریلوی علیہ الرحمہ *

فکر و نظر کے عنوان سے ایک نئے کالم کا آغاز کیا گیا ہے، جس کے تحت حالات کے موافق اور افادیت سے بھرپور اکابرین اہل سنت کی قدیم تحریریں دوبارہ شائع کی جائیں گی، اس شمارے میں نبیرۂ حافظ الملک حضرت علامہ سعید احمد خان بریلوی علیہ الرحمہ کی تحریر شائع کی جارہی ہے جو اسلام اور تلوار کے عنوان سے ماہنامہ یادگار رضا، بریلی شریف، ماہ جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخریٰ [illegible] کے شمارے میں قسط وار چھپی، یہ تحریر رسالے کے صفحات پر آج بھی اپنی اہمیت وافادیت کی خوشبو بکھیر رہی ہے جسے پڑھ کر بے اختیار زبان سے نکلتا ہے کہ لیکی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی (فاروقی)

کارخانۂ قدرت کی بوالعجبیاں اور طلسم کرۂ ہستی کی نیرنگیاں اگر ایک گروہ کے لئے محیر عقل ہوتی ہیں تو دوسری جماعت پر ایسے حقائق وانکشافات کے دروازے کھولتی ہیں کہ وہ اصول جن کو دنیا اپنے زعم میں کل تک ناقابل ابطال تسلیم کئے ہوئے تھی، آج مثل تقویم کہنہ پارہ پارہ ہوجاتے ہیں اور معبرین علوم وفنون کو اپنی چیش پا افتادہ غلطی پر نہ صرف تعجب ہی ہوتا ہے بلکہ بے اختیار ہنسی آتی ہے، تاریخ کے صفحات اس قسم کے واقعات سے لبریز ہیں صرف ایک مثال ہمارے موضوع کی وضاحت میں کفایت کرے گی۔

مدتہامدت سے جو دنیا اپنے عظیم بادشاہ کو مافوق البشریت تسلیم کئے ہوئے تھی، اسلام سے قبل کہیں وہ خدائی فوجدار تھا جس کا حکم بجینہٖ حکم خدا مانا جاتا تھا اور جس کے حکم کی عدم تعمیل خداوندی ناخوشی کا باعث تھی، کہیں اس کو "اوتار" تسلیم کرتے تھے اور کہیں تو اس کو بالکل انسانی جامہ میں خدا ہی تسلیم کرتے تھے، اس کے ہر حکم کی تعمیل فرض، اس کے چشم وابرو کے اشاروں پر چلنا نجات دارین کا باعث اور اس کی حرکت وسکون، رفتار وگفتار قابل تقلید، اس کے ارشاد پر نکتہ چینی ناقابل عفو گناہ اور اس کے فرمان کی عدم تعمیل ہمیشہ کے لئے عذاب آخرت کو موجب، اس وقت کی تمام متمدن اقوام کی ذہنیت غلامی کا یہی حال تھا۔

شہنشاہ روم، شاہ فارس اور بادشاہان ہند سب اسی قسم کے فرمارواتھے، یہ اس وقت دنیا کی مہذب ترین قومیں تھیں اس لئے کہ عرب تو اس وقت بربریت وجاہلیت کے تنگ وتاریک غار سے باہر ہی نہیں آیا تھا۔

دنیا اسی حماقت میں (من جملہ اور حماقتوں کے) مبتلا تھی کہ دفعتاً پردہ اٹھتا ہے: ایک وجود مسعود وحشی ترین لوگوں میں پیدا ہو کر بانگ دہل اخوت ومساوات کا خطبہ پڑھتا ہے، بادشاہ کی ہستی کو اس اعلیٰ نشین کبریائی سے گرا کر اس کی تمام خود ساختہ بزرگی وتقدس پر پانی پھیر دیتا ہے اور دماغوں میں ایسا انقلاب عظیم پیدا کرتا ہے کہ سوائے خدائے واحد کے کسی اور ہستی کی حقیقت ان کی نگاہوں میں ذرہ برابر بھی باقی نہیں رہتی ہے۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کا ایک واقعہ دلچسپی سے خالی نہیں، یرموک کی جنگ میں شہنشاہ روم کی طرف سے باہان سپہ سالار فوج تھا، قبل جنگ سلسلہ سفارت شروع ہوا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفیر بن کر باہان کی فوج کی طرف گئے، رومیوں نے اپنی شان وشوکت دکھانے اور عربوں کو مغلوب کرنے کے لئے بڑے تزک واحتشام کے ساتھ تمام فوج کو اسلحہ میں غرق کرکے دورویہ پرے جمائے اور نفیس ترین قالین وفروش خیمہ میں بچھائے لیکن حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر چیز کو حقارت سے دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔

مترجم کے ذریعہ گفتگو شروع ہوئی، باہان نے بعد تعریف حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیصر کی بڑائی شروع کی، حضرت خالد نے مترجم کو روک کر کہا کہ تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہوگا لیکن ہم نے جسے سردار بنا رکھا ہے اگر اس کو ایک لحظہ کے لئے بادشاہی کا خیال آئے تو ہم اسے معزول کردیں، اسی طرح جنگ قادسیہ سے قبل فارسیوں کے سردار رستم سے سفیر اسلام حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے یہ الفاظ استعمال کئے کہ:

''تمہاری طرح ہم لوگوں میں یہ دستور نہیں ایک شخص خدا بن کر بیٹھے اور تمام لوگ اس کے آگے بندہ ہو کر گردن جھکائیں۔''

اسلام کے اس انقلاب کن پہلو پر نظر ڈال کر بہت سی عقلیں متحیر رہ گئیں لیکن وہ جن کو ازل سے عقل سلیم عطا ہوئی تھی دنیا کی پچھلی حماقتوں پر بے اختیار ہنس پڑے اور بزبان حال کہا۔ ؎

خواب تھا جو کچھ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔

ہم قارئین کرام سے اس طویل تمہید کی معافی مانگتے ہوئے یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ایک عظیم واقعہ یا حادثہ سے کس طرح بے بنیاد اصول کی جڑ کٹ جاتی ہے اور حقیقت بے نقاب ہو جاتی ہے۔

قبل جنگ عظیم کا ایک وہ زمانہ تھا جب کہ اعدائے اسلام مذہب حق کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے تھے اور نہ صرف سراپا لغو و مہمل اعتراضات ہی پر بس کیا جاتا تھا بلکہ افترا و بہتان اور کتمان حق پر کمر ہمت چست باندھے اپنے خیال میں اسلام کا مذاق اڑایا جاتا تھا، فصیح و بلیغ لکچروں میں، ضخیم و متداول کتابوں میں من جملہ اور امور کے خصوصیت کے ساتھ تعدد ازدواج اور اسلام کی لڑائیوں پر پرزور بحثیں کی جاتی تھیں۔

اگر اوّل سے اسلام کو خلاف اخلاق کہا جاتا تو ثانی سے اسلام کی تبلیغ واشاعت پر بدنما داغ رکھا جاتا تھا اگرچہ علمائے دین دلائل قاہرہ سے ان ضعیف اعتراضوں کو مثل تار عنکبوت پارہ پارہ کر دیتے تھے لیکن وہاں تو پردۂ غفلت ایسا پڑا تھا کہ اٹھتا ہی نہ تھا اور ''مرغ کی ایک ہی ٹانگ'' کہنے کی دل میں ٹھان لی گئی تھی۔

جب دلائل و براہین ہٹ دھرمی و بیباکی پر غالب نہ آسکے تو قدرت نے شان جمال کو شان جلال سے بدلا اور دنیا کو راہ راست پر لانے کے لئے قہر الٰہی جنگ یوروپ کی شکل میں رونما ہوا اور آخر دنیا کو اسلام کے زرین اصولوں کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی پڑا۔

جنگ یوروپ سے قبل اگر علمائے اسلام جنگ کو مدافعت کا ذریعہ اور اعلیٰ ترین اصول کی حمایت میں استعمال کرنے کا ناگزیر آلہ بتاتے تھی تو یہ کہہ کر رد کر دیا جاتا تھا کہ ایسے اصول ذاتی مفاد کے لئے وضع کر لینا کتنی بڑی بات ہے، کہا جاتا تھا کہ اسلام تباہ کن مذہب ہے اور اس مذہب نے قتل و غارت و تباہی کی بنیاد قائم کی، اسلام پر یہ افترات قائم کئے جا رہے تھے تو جنگ یوروپ شروع ہوئی، دفعتہً پانسا پلٹا اور مدعیان امن و صلح نے بعینہٖ اسی اصول کی حمایت میں جو اسلام نے اختیار فرمایا تھا، لڑائی شروع کر کے بے تعداد جانوں کا خون روا رکھا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب جرمنی نے بلجیم پر حملہ اور پوری قوت وطاقت کے ساتھ یوروپ کو ختم کرنے کا عزم کیا تو سارے مدعیان صلح و آشتی نے یہ کہہ کر کہ بلجیم کی حفاظت کی معاہدہ کی بنا پر جرمنی کے خلاف اعلان جنگ ایک اخلاقی فرض ہے اتحاد واتفاق کیا اور یہ عذرات پیش کئے کہ کمزور قوموں کی حفاظت اور ان کو طاقتور قوموں کا لقمہ بننے سے بچانا ایک اہم فرض ہے اور بنی نوع اصل بہی خواہی یہ ہے کہ مدافعانہ جنگ قابل فخر اور لائق عزت امر ہے، یہ کہ بلند اصول کی حمایت میں جان سے دریغ کرنا بدترین دون ہمتی اور انسانیت کا خون ہے، یہ عذرات مدبران سلطنت ہی کی طرف سے پیش نہیں کئے گئے تھے بلکہ بڑے بڑے پادریوں نے خطبوں، جلسوں اور گرجاؤں میں ان کا اعلان کیا تھا، جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ مقولہ کہ ''میں تلوار اور آگ کے ساتھ آیا ہوں'' نظیر میں پیش کیا، انگلستان میں لندن کے ایک بڑے پادری نے اپنے لکچر میں کہا:

''اگر ہم ایک بدوضع سپاہی کو ایک بچے کے ساتھ برا برتاؤ کرتے دیکھیں تو کیا ہم کو خاموش کھڑا رہنا چاہیے؟ نہیں بلکہ ہم کو سپاہی کو سرعت و سختی کے ساتھ روکنا چاہیے، کمزور اقوام اپنے حقوق کے لئے لڑتی ہیں اور طاقتور اقوام کو کمزور اقوام کے دشمن کو زیر کرنے میں مدد دینا چاہیے۔''

کیا ایک مسلمان ان مدعیان امن سے یہ کہہ نہیں سکتا کہ کیا یہی بلکہ ان سے بھی زبردست اسباب اسلام کی لڑائیوں کے نہ تھے؟ اگر باتیں ذاتی مفاد کے لئے وضع نہیں کی گئیں تھیں تو کیا یہ وجہ ہے کہ ان سے بہتر و اعلیٰ مفاد کے لئے تلوار اٹھانا جرم قرار پاتا ہے؟ وہ اسباب جن کی وجہ سے اسلام کو تلوار اٹھانا پڑی اس زمانہ کی کہیں زیادہ اپنی اصلی حالتیں رونما تھیں، حضور اقدس صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا کی کیا حالت تھی اس کا حال مختصر عرض کیا جاتا ہے۔

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے وہ زمانہ تاریک ترین زمانہ تھا اخلاق کو دیکھو تو ایسی خرابی نظر آئے گی کہ اس سے بدتر متصور ہی نہیں ہوسکتی، پارس میں مزدک کے اصول کے ماننے والے بکثرت تھے آج جس نے ہر عورت کو ہر مرد کے واسطے جائز قرار دے دیا تھا، محرمات وغیرہ کی کوئی قید نہ تھی، اس وجہ سے جس بے حیائی اور شرمنا کی کا ارتکاب ہوتا تھا وہ محتاج بیان نہیں۔

ہندوستان میں شاکتک مت کا دور دورہ تھا جس کی رو سے ہر دولہن پہلی شب مہنت کے پاس گزارنے پر مجبور کی جاتی تھی اور یہ اعلیٰ درجے کی پرستش وعبادت خیال کی جاتی تھی، وہ مما لک جن میں عیسائیت پھیلی ہوتھی ایسی ہی شرمنا کی کا شکار تھے۔

ہر ملک میں ننوں (وہ عیسائی عورتیں جو مذہبی عبادت کے نام پر کنواری رہتی تھیں) کے لئے گرجا تھے جن میں وہ بے حیائی کی جاتی تھی کہ معاذ اللہ۔

پھر اس سے قطع نظر حقوق العباد کو دیکھئے تو اس کا مفہوم ہی ان کے دماغوں میں نہ تھا بچپن میں لڑکیاں نہ صرف مار ہی ڈالی جاتی تھیں بلکہ زندہ دفن بھی کردی جاتی تھیں، عورت کے حقوق بالکل ناپید تھے، وہ جانور سے زیادہ بدتر خیال کی جاتی تھی اس کا وجود باعث شرم سمجھا جاتا تھا، ہندوستان میں اس کو ستی ہونا پڑتا تھا، حقوق ہمسایہ بالکل مفقود تھے، ایک دوسرے کی ہمدردی سے ان کے دماغ بالکل خالی تھے، اخوت ومساوات کو وہ جانتے ہی نہ تھے، کمزوروں کو قوم پامال کئے ڈالتے تھے، غلاموں کی حالت ناگفتہ بہ تھی، ان پر جو مظالم ہوتے تھے ان کو بیان کرتے ہوئے روح انسانی کانپ جاتی ہے، گرم ریت پر لٹانا، گرم پتھروں پر کھڑا کرنا، گرم لوہے سے داغنا، کانٹوں میں گھسیٹنا اور اسی قسم کے ایسے شرمناک مظالم ہوتے تھے کہ بیان کرنے سے کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔

یہ تو ان کی انفرادی حالت تھی من حیث القوم دیکھئے تو کمزور قومیں طاقتور اقوام سے ہر وقت لڑتی رہتی تھیں، رعایا پر مظالم کی حد نہ تھی، ان کے حقوق کی حفاظت کی نہ کوئی ذمہ داری تھی اور نہ ان پر باقاعدہ حکومت!

غرض کہ ہر پہلو سے دنیا کو زبردست اصلاح کی ضرورت تھی یہ تمام خرابیاں خدائے واحد کی عبادت نہ کرنے کی وجہ سے تھیں، آتش پرستی، تثلیث اور بت پرستی کے لازمی نتائج، حقوق انسانی کی پامالی، اخلاق کی بدتہذیبی اور جہالت کی تاریکی ہیں، ان تمام مذمومات کے دفع کی صرف ایک ہی تدبیر ہوسکتی تھی اور وہ یہ کہ تمام معبودان باطل سے متنفر کرکے خدائے واحد اور خالق کائنات کا پرستار بنایا جائے، غیر مذہبوں کے سامنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جو دعوت پیش کرتے تھے اس کے تین حصے تھے۔

۱ اوّل یہ کہ اسلام لایا جائے تاکہ اسلام کی بدولت بنی نوع مطمئن ہو یعنی انسانی حقوق کا تحفظ ہو، کمزور پر زبردست جبر وظلم نہ کرنے پائے، مخلوق الٰہی میں خصائل حسنہ پیدا ہوں، جس سے دینا کی تمام خرابیاں دور ہوجائیں۔

۲ دوم یہ کہ جزیہ دینا قبول کیا جائے، یعنی حکومت اسلامی ہو، اور اسلام کو غلبہ تاکہ غیر مذاہب بنی نوع انسانی پر ظلم وستم نہ کرسکیں۔

۳ سوم یہ کہ اگر مذکورہ بالا دونوں باتوں کے منظور کرنے سے انکار ہو تو تلوار ہے، یعنی جب کسی طرح انسانی حقوق کی نگہبانی نہیں ہوسکتی تو بزور تلوار زبردستوں اور ظالموں کا زور کم کیا جائے، کیا نفیس ترین اصول کی حمایت میں تلوار اٹھانا (وہ بھی آخری مرتبہ) قابل ملامت ہوسکتا ہے؟

مذکورہ تقریر سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ اسلام کی لڑائیوں کے دو مقصد تھے، اوّل مدافعت دوم حقوق انسانی کو پامالی سے بچانا (جن میں حقوق غلام، حقوق عورت اور حقوق طفلاں شامل ہیں) کمزور قوموں کی حفاظت اور عہد و پیمان پر استقامت اِتمام امور کو واقعات سے ثابت کرنا باعث تطویل ہوگا لیکن دعویٰ بلا دلیل نامقبول ہے اس لئے صرف چند واقعات پر اکتفا جاتا ہے۔

مدافعت: اسلام کی ابتدائی لڑائیوں پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ چند نفوس کو غارت کردینے کے لئے زبردست افواج تیار کی جاتی ہیں، ان کو مٹا دینا اعلیٰ مقصد متصور ہوتا ہے، کسی قسم کی رواداری جائز نہیں رکھی جاتی، صلح وامن کی طرف سے یکسر کان بہرے کرلئے جاتے

قندِ مکرر

ہیں، ایسی صورت میں مدافعت نہ کرنا موت کے منہ جانے کے مترادف اور سخت بزدلی کا موجب تھا۔

جنگ بدر، جنگ احد اور جنگ خیبر کیا اس بات کا بیّن ثبوت نہیں کہ بقا اور صرف بقا کے لئے مجبوراً اعلان جنگ کرنا پڑا، اسلام کے دشمن اسلام کو جوشیلا مذہب کہتے اور بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بیجا جوش پھیلا کا الزام لگاتے ہیں، ہم اس موقع پر ایک خاص عیسائی عالم کی شہادت پیش کریں گے کہ۔ ع

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت مسٹر پول لکھتے ہیں کہ:

''وہ (یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ان بلند ترین معنوں میں جوشیلے تھے جبکہ جوش دنیا کے لئے مثل ''نمک'' ہو جاتا ہے اور جو لوگوں کو سڑنے سے روکنے میں شئے واحد ہے، جوش کبھی تنفرانہ ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ کسی تحریک ناشائستہ سے وابستہ ہو جاتا ہے یا زمین شور پر گرتا ہے اور کوئی ثمر پیدا نہیں کرتا، (یعنی ایسے شخص میں رونما ہوتا ہے جس میں اس کے صحیح استعمال کی قابلیت نہیں ہوتی، اس لئے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوتا) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ساتھ ایسا نہ تھا، وہ جوشیلے تھے جبکہ صرف جوش کی دنیا کو بیدار کرنے کے لئے ضرورت تھی اور ان کا بلند جوش بلند تحریک کے ساتھ وابستہ تھا، وہ ان چند مسرت اندوز ہستیوں میں سے تھے جنھوں نے ایک راستی اعظم کو اپنا چشمۂ حیات بنانے کی مسرت کبریٰ حاصل کی ہے۔''

حقوق انسانی کا تحفظ: اسلام نے حقوق انسانی برقرار رکھنے کی جو سعی لاثانی کی ہے وہ اظہر من الشّمس ہے، سب سے پہلے جس مذہب نے غلامی رفع کرنے کی کوشش کی ہے وہ اسلام اور صرف اسلام ہے، اسلام نے غلاموں کے وہ حقوق قائم کئے جن پر غور کرنے سے ہر منصف مزاج یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہے کہ غلامی برائے نام ہی باقی رہ گئی۔

اسلام کی تعلیم ہے کہ آقا کو چاہئے کہ غلام کے ساتھ نیک سلوک کرے، اس پر کسی طرح کا ظلم نہ کرے، اس سے بیجا مشقت نہ لے، اس کے خورد و نوش اس کے لباس کا خیال رکھے، یہ صرف تعلیم ہی نہ تھی اسلام کا مایہ ناز پہلو اس کا عملی رخ ہے، بانی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو کچھ تلقین فرمایا، اس کا عملی نمونہ بھی دکھایا اور خود اپنے ہی زمانہ میں ہزاروں انسانوں کو اپنی ادا، اپنے طرز، اور اپنی روش کا مقلد بنایا، آپ کا ہر پیرو آپ کے ہر صحابی غلاموں کے ساتھ اسی محبت اسی سلوک سے پیش آتا تھا، جس کی ان کے آقا نے تعلیم فرمائی تھی۔

اللہ اکبر وہ جس کی ہیبت سے شہنشاہ روم و شاہ فارس کے اجسام پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا، جب بیت المقدس شریف گیا تو حالت یہ تھی کہ غلام اونٹ پر سوار تھا اور خود اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے، یہ اسلام کے فاتح اعظم حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلوک تھا غلاموں کے ساتھ، اس قسم کی بہت سی مثالیں تاریخ کے صفحات پر بکھرے ہوئے ہیں، اسلام کی ترویج و اشاعت کی ایک بڑی وجہ ''آزادی غلام'' بھی تھی۔

مستورات کے جملہ حقوق سب سے پہلے اسلام ہی نے متعین فرمائے، لڑکیوں کا قتل اسلام ہی نے روکا، ہر انسان کو اس کا جائز پیدائشی حق اسلام ہی نے دیا، حقوق نسواں پر ایک مستقل مضمون لکھا جاسکتا ہے جسے ہم بخیال تطویل نظر انداز کرتے ہیں۔

عہد و پیمان پر ثبات: عہد و پیمان پر قائم رہنا اسلام کی سب سے بڑی شان ہے، اس زریں اصول کے تحفظ میں اسلام کو اکثر جنگ کرنا پڑی مثلاً رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حلیف خزاعہ تھے، خزاعہ کے حلیف بنو بکر نے خزاعہ پر حملہ کیا اور حرم میں ان کا خون بہایا، خزاعہ نے حضور سے مدد مانگی اور یہی فتح مکہ کی اصل وجہ ثابت ہوئی، عہد و پیمان پر ثبات کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد جو مسلمان کفار کے پاس سے فرار ہوئے ان کو حضور نے عہد نامہ کی بنا پر واپس فرمادیا۔

مذکورہ بالا سطور سے یہ امر بخوبی واضح ہوگیا کہ اسلام صرف تلوار ہی سے نہیں پھیلا بلکہ اس کی ترویج میں دیگر اسباب کا حصہ بہت غالب ہے، یہاں تک ہم نے صرف واقعات پر ہی اکتفا کیا ہے، اب ہم چند عقلی دلائل بھی پیش کرتے ہیں جن سے بخوبی

ظاہر ہوجائے گا کہ اسلام کی اشاعت کا سبب صرف تلوار بتانا محض اعدائے اسلام کا پیروپیگنڈہ ہے۔

۱ نفسیات کا یہ بدیہی مسئلہ ہے کہ انسانی دماغ اس بات کو جو زبردستی تسلیم کرائی جائے ہرگز قبول نہیں کرسکتا اور اس کا اثر بجائے مفید ثابت ہونے کے مضر ہوتا ہے۔

۲ پھر یہ کہ جب ایک قوم کی طرف سے طبیعت میں اشتعال پیدا ہوجاتا ہے تو اس کی کوئی بھی بات صدق دل سے تسلیم نہیں کی جاسکتی ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ پسر و پدر کو خاک و خون میں غلطاں دیکھ کر جذبہ انتقام جوش میں نہ آئے اور قاتل کی طرف سے ابدی نفرت دل میں پیدا نہ ہو، قاتل کی ہر بات وہ تنفر آمیز نگاہ سے دیکھے گا، اس کی سیدھی بات الٹی معلوم ہوگی اور وہ تحریک جس کی حمایت میں تلوار اٹھائی گئی ہے اس کو ہر قبح کی جامع نظر آئے گی۔

اگر تلوار صرف اشاعت مذہب ہی کے لئے اٹھائی گئی ہوتی تو ہرگز اسلام کی طرف دل نہ جھکتے بلکہ اس سے اور زیادہ نفرت ہوجاتی، ہمارے بیان کی تصدیق سلطان محمود غزنوی کے واقعات سے ہوتی ہے، سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر متواتر سترہ ۱۷ ؍حملے کئے لیکن وہ سودوسو کو بھی مسلمان نہ بنا سکے بلکہ مسلمانوں کی طرف سے اور نفرت ہندوؤں میں پیدا ہوگئی، یہاں تک کہ خواجہ خواجگاں سلطان الہند حضور معین الدین چشتی سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک قدم دارالکفر ہند میں آئے، جنھوں نے اپنی اعلیٰ روحانیت و جذبۂ حق سے کثیر در کثیر کفار کو حلقہ بگوش اسلام فرمایا۔

۳ اسلامی ترویج و اشاعت کی سرعت ہی اس الزام کے دفع کرنے کو کافی ہے، کیا اس قدر قلیل عرصہ میں محض لڑائیوں سے اسلام ایسی عظیم ترقی کرسکتا تھا؟ اس میں شک نہیں کہ اسلامی فتوحات کا اثر ضرور پڑا لیکن اخلاقی اثر تھا جس نے اسلام کی ترویج و اشاعت میں اہم رول ادا کیا۔

۴ اسلامی فرمارواؤں نے کبھی سلطنت کے اثر و دباؤ سے کسی کو مسلمان نہیں کیا اگر ایسا ہوتا تو سلطنت کو اتنی مدت اس قدر استقامت و بقا نصیب نہ ہوتی، رعایا پریشان و بددل ہوکر سلطنت سے ترک موالات کردیتی اور چند ہی سال میں سلطنت کا خاتمہ ہو جاتا، پھر یہ بھی قابل غور امر ہے کہ اگر اثر سلطنت ہی ہوتا تو لامحالہ پیروان اسلام میں کثرت ہوتی لیکن ہندوستان و اسپین کی تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ رعایا کثرت کے ساتھ غیر مسلم ہی رہی۔

ہم نے اپنے موضوع کا ایک رخ ثابت کردیا یعنی اسلام نے محض تلوار سے ترقی نہیں کی، اب سوال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ اگر اسلام کی اشاعت بزور تلوار نہیں ہوئی تو وہ کیا اسباب تھے جنھوں نے اسلام کو اس سرعت سے شرق و غرب میں پھیلادیا؟ یہ وجوہ مختصراً حسب ذیل ہیں:

۱ اصل چیز جس سے اسلام کی اس تیزی کے ساتھ ترقی ہوئی وہ اس کی اعلیٰ روحانیت، کشش صداقت اور جذبۂ حقانیت تھا کیا اس حقیقت سے انکار کیا جاسکتا ہے کہ ابتدائی ایام میں نہ اسلام کے پاس دولت تھی نہ حکومت اور نہ کوئی مادی طاقت! بلکہ اس کے برخلاف اسلام قبول کرنا خطرے میں پڑنے اور خود اپنے ہاتھوں موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا لیکن یہ وہ مئے تھی کہ اس کا نشہ جس کو چڑھا پھر نہ اترا، تکلیفیں اٹھاتے ہیں، مصیبتیں جھیلتے ہیں، اذیتیں برداشت کرتے ہیں لیکن زبان پر لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ ہی جاری رہتا ہے۔

کیا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صعوبتوں کی نظیر کوئی مذہب پیش کرتا ہے؟ کیا حضرت زیاد و سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی جانیں جنگ احد میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان کرکے ''شمع و پروانہ'' کی تشبیہ کو حقیقت سے نہ بدل دیا؟ یہی ہے وہ ثبات و استقامت، ایثار و محبت جو اسلام کے مذہب حق ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

۲ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم وہ مکمل تعلیم تھی جس نے اپنے پیروکاروں کو اخلاق حسنہ اور خصائل محمودہ کا نمونہ بنادیا تھا، ان کی پبلک و پرائیویٹ زندگی بالکل یکساں تھی، بنی نوع کی ہمدردی سے ان کے قلوب لبریز تھے، آپس کی محبت ضرب المثل تھی اگر الصحبة مؤثرة کا قضیہ صحیح ہے تو ان کے اخلاق و کردار، ان کے عادات و اطوار کا اثر غیر مذہبوں پر پڑنا ایک لازمی امر تھا، جس نے غیر مسلموں کو اسلام کا گرویدہ بنادیا۔

۳ اسلام نے رعایا سے وہ مراعات برتی اور غیر مسلموں سے وہ رواداری رکھی جس کی مثال ملنی مشکل ہے، اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے ذمیوں کے حقوق قائم فرمائے: أموالهم كأموالنا ودماءهم كدمائنا'' کا اصول مساوات ووحدت قائم کر کے ''کافر ذمی'' کا مال وجان بھی مثل مال وجان مسلم محفوظ کر دیا، یعنی کافروں کے جان ومال کی حفاظت مسلمانوں کے مال وجان کی طرح کرنے کا حکم دیا۔

یہ اسلام کے زرّین اصول تھے جن پر دنیا فریفتہ ہوگئی، کفار نے جب اسلام کو اس قدر مہربان پایا فطری طور پر ان کے قلوب اسلام کی طرف مائل ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے اس واقعہ سے اس بات کی تصدیق ہوجائے گی کہ جب رومیوں نے بڑی فوج ولشکر لے کر اسلام کو تباہ وبرباد کرنے کا عزم کیا حتی کہ انطاکیہ میں اس قدر فوجیں جمع ہوئیں کہ انطاکیہ کے چاروں جانب جہاں تک نگاہ جاتی تھی فوجوں کا سیلاب نظر آتا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو رائے اس بات پر قائم ہوئی کہ حمص چھوڑ کر (جہاں امیر لشکر پڑے ہوئے تھے) دمشق روانہ ہوں، وہاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود ہیں اور عرب کی سرحد موجود ہے، یہ ارادہ مصمم ہو چکا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افسر خزانہ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا کہ:

''عیسائیوں سے جو جزیہ یا خراج لیا جاتا ہے وہ اس معاضہ میں ہے کہ ہم ان کو ان کے دشمنوں سے بچا سکیں لیکن اس وقت ہماری حالت ایسی نازک ہے کہ ہم ان کی حفاظت کا ذمہ نہیں اٹھا سکتے، اس لئے جو کچھ ان سے وصول ہوا ہے سب ان کو واپس کردو اور ان سے کہہ دو کہ ہمارا تم سے جو تعلق تھا وہ اب بھی ہے لیکن چونکہ اس وقت ہم تمہاری حفاظت کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے، اس لئے جزیہ جو حفاظت کا معاوضہ ہے تم کو واپس کیا جاتا ہے۔''

چنانچہ کئی لاکھ رقم جو وصول ہوئی تھی سب واپس کردی گئی، عیسائیوں پر اس واقعہ کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ روتے جاتے تھے اور جوش کے ساتھ کہتے جاتے تھے کہ خدا پھر واپس لائے، یہودیوں پر اس سے بھی زائد اثر ہوا کہ انھوں نے کہا: توریت کی قسم! جب تک ہم زندہ ہیں قیصر حمص پر قبضہ نہیں کرسکتا یہ کہہ شہر پناہ کے دروازے بند کر لئے اور ہر چوکی پر پہرہ بٹھا دیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف حمص والوں کے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کیا بلکہ جس قدر اضلاع فتح ہو چکے تھے ہر جگہ لکھ بھیجا کہ جزیہ کی رقم جس قدر وصول ہوئی ہے واپس کردی جائے۔

۴ عہد وپیمان پر ثبات جو اسلامی تعلیم کا جزو خاص ہے حتیٰ کہ حربی کفار سے بھی بدعہدی جائز نہیں جس کی مثال ہم گزشتہ سطور میں بیان کر چکے ہیں اس کا اثر بھی کچھ کم نہ تھا۔

۵ کمزوروں کی حفاظت حکومت کی ذمہ داری، اعلیٰ انتظام، منصفانہ ومساویانہ برتاؤ ایسی باتیں ہیں کہ جن سے ایک طرف تو سلطنت کو استحکام ہوتا ہے اور دوسری طرف حکومت ومذہب کی وقعت بڑھ جاتی ہے جس کا اخلاقی اثر غیر مسلموں پر بے انتہا ہوا۔

۶ عموماً خیال کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں اسلام محمود غزنوی اور محمد غوری کی تلواروں نے پھیلایا لیکن یہ خیال نہ صرف کج فہمی ہے بلکہ اسلام سے بغض وحسد اور تعصب عناد کا نتیجہ بھی ہے، ہندوستان میں اسلام کا اثر خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں ہی آ گیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں تو عرب ہند سے تجارت بھی شروع ہو گئی تھی جس کا سلسلہ برابر جاری رہا۔

عرب تجار نے آہستہ آہستہ اپنا مذہب پھیلانا شروع کیا اور اسلام کی ذاتی کشش وروحانیت کی وجہ سے ان کو کامیابی ملی، چنانچہ سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان آنے سے پہلے بھی اکثر مقامات پر مسجدیں پائی جاتی تھیں لیکن ہندوستان میں اسلام کی اصل ترویج دینے والا الصوفی پروپیگنڈہ ہے جس کا سہرا سلطان الہند خواجۂ خواجگاں حضور خواجہ معین الدین چشتی سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر مبارک کو جاتا ہے، آپ اور آپ کے خلفا نے ہندوستان کے چپہ چپہ میں گشت لگا کر ہندوستان کے جملہ قسم کے باشندوں کو اپنی اعلیٰ روحانیت سے متأثر وگرویدہ بنایا، جس کی وجہ سے یہاں اسلام نے نمایاں ترقی کی۔

■■■

ص ۳۸ کا بقیہ ....

ہی ہم دیکھ رہے ہیں مگر ۲۰۱۹ء کے چناؤ کو مدنظر رکھتے ہوئے مسئلۂ روہنگیا کو ایک انسانی مسئلہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے حتی المقدور ان کی مدد کی جانی چاہئے اور ہم مسلمانوں کو متحد ہوکر پورے ہندوستان میں ہر اس پارٹی کو ووٹ دینے کی کوشش کرنی چاہئے، جس کا بی جے پی سے کسی طرح کا مستقبل میں ملنا اتحاد کا امکان نہ ہو، کیونکہ سیکولر کہلانے والی پارٹی اگر بی جے پی سے تال میل کرتی ہے تو وہ بھی بالواسطہ بی جے پی کے ہندو راشٹر کے سپنوں کی تعبیر اور تعمیر میں معاون ہوگی، پھر آپ ہاتھ دھرے بیٹھے رہ جائیے گا اور نتیجہ میں روہنگیا خود آپ کے ساتھ ہوگا، فیس بک اور واٹس ایپ پر ظلم وزیادتی کی تصویر اس سے بھی بھیانک ہوگی اور وہ آپ کے سگے گھر والوں کی ہوگی، یقینی طور ہر مسلمان کا درد اپنا درد ہے مگر اس کا سودمند اظہار حکمت عملی اور تدبیر وتدبر کی زبان سے کیا جائے تو نتیجہ ضرور بہتر نکلے گا۔ ؎

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے شکوۂ قسمت کیسا
ضرب مرداں سے اگل دیتا ہے پتھر پانی

آئیے مثبت انداز میں اپنی بات رکھ کر ایک نتیجہ نکال کر ابھی سے اس راہ میں لگ جائیں تاکہ بکھرے ہوئے ذروں کو خورشید مبین بنایا جائے۔

■■■

ص ۴۳ کا بقیہ ....

یہ ثابت کردیں، یوپی کی تاریخ میں یہ پہلی بار ہوا ہے کہ یوگی سرکار کے فرمان کی وجہ سے مسلمانوں نے اپنے مدرسوں میں ترنگا لہرایا، یہ الگ بات ہے کہ آزادی کے بعد سے اب تک ناگپور میں کبھی ترنگا نہیں پھہرا گیا، بلکہ بعض جگہوں پر تو یوم آزادی کو کالے جھنڈے کے ساتھ ”بلیک ڈے“ کے طور منایا گیا، مودی حکومت نے مسلم عورتوں کے حق کے لئے ملک کے لاکھوں نوجوانوں کے روزگار، کسانوں کی خودکشی اور عورتوں کی آبروریزی کے سنجیدہ معاملات کو بالائے طاق رکھ دیا، یہ سب بس چند ٹکڑوں کے لئے ہوا۔

یہ خالص ملک، اس کی حفاظت، اس کے وقار اور داخلی پالیسی کا مسئلہ ہے، لیکن وطن پرستی کی یہ خاموشی واقعی حیران کرنے والی ہے، جس طرح سے محض افواہ میں بے گناہوں کا قتل کرکے ملک کی حفاظت کا دعویٰ کرنے والی دہشت پسند بھیڑ نے ملک کے وقار کے تئیں اپنے خون کی قربانی دینے کے دعوے کئے ہیں، کیا وہ لوگ اب اس میڈیا اور اس خبر کے نشر کرنے والوں کے ذمہ داروں سے اس سے متعلق سوال کریں گے؟ حکومت خاموش ہے، قانون چپ ہے، وفاداری کے سارے دعوے دار مہر بلب ہیں، کھلے عام ملک کے وقار کی توہین کی گئی، ذمہ دار کون ہے، محاسب کون ہے اور حساب کون دے گا؟

■■■

ص ۳۷ کا بقیہ ....

ساتھ محبت کی یہ وارفتگی مجھے اپنے بزرگوں سے ورثے میں ملی ہے، وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ یہ والہانہ محبت کچھ میرے ہی ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ وہ سنیت اور عشق وایمان کی علامت بن کر میرے پورے خانوادے میں اس طرح گھس گئے ہیں کہ میرے یہاں کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ گھر کی سیدانیوں تک میں ان کا چرچا نہ ہوتا ہو۔ [اہل سنت کی آواز ص ۵۶]

اس سے معلوم ہوا کہ سیدنا اعلیٰ حضرت کے مرشد برحق حضور سید آل رسول اور حضور سید ابوالحسین نوری علیہما الرحمۃ والرضوان کے زمانے ہی سے آپ کے عشق رسول اور تجدیدی کارناموں کی بنیاد پر سادات کرام مارہرہ مطہرہ کے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی محبت رچ بس گئی تھی، جس کا سلسلہ نسلاً بعد نسل آج تک جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جاری رہے گا، یہی وجہ ہے کہ اپنے وقت کے عظیم المرتبت، پیر طریقت، جلیل القدر عالم ربانی، سید شاہ آل مصطفیٰ میاں سید العلما قدس سرہ نے سب سے پہلے مسلک احمد رضا کا نعرہ لگایا، چنانچہ فرماتے ہیں: ؎

یا الٰہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد
حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

یہ شعر حضور احسن العلما قدس سرہ نے اپنی خاص نشست میں پڑھا تھا، اس نشست میں حضرت علامہ مفتی لطف اللہ صاحب قادری مدظلہ العالی متھرا بھی شریک تھے جو بہترین شاعر بھی ہیں، انھوں نے سید العلما قدس سرہ کے اس شعر سے متاثر ہوکر فارسی زبان میں مندرجہ دو شعر کہے۔ (جاری)

از: مفتی رضوان احمد شریفی*

مسلک اعلیٰ حضرت پر ایک تحقیقی اور سنجیدہ تحریر

دوسری قسط

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

دین الٰہی کے چند اہم نظریات:

(۱) آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت پر صراحتاً اعتراض کیا جانے لگا۔

(۲) نبوت، مسئلہ کلام، دیدار الٰہی، انسان کا مکلف ہونا، عالم کی تکوین اور حشر ونشر کے متعلق تمسخرانہ انداز میں شکوک وشبہات پیدا کئے جانے لگے۔

(۳) قرآن کے کلام خداوندی ہونے کا انکار کیا جاتا تھا۔

(۴) دیوان خانے میں اعلانیہ نماز ادا کرنے کی مجال کسی کو نہ تھی۔

(۵) آفتاب کی عبادت روز چار مرتبہ کی جاتی تھی۔

(۶) ختنہ کھینچنے کا رواج تھا۔

(۷) اسلام کی مخالفت کے طور پر سور اور کتے کے ناپاک ہونے کا مسئلہ منسوخ قرار دیا گیا۔

(۸) گائے کی قربانی پر پابندی لگادی گئی۔

(۹) شراب اور جوا عام ہو گیا۔

(۱۰) داڑھیاں منڈوانے کا حکم جاری کیا گیا۔

(۱۱) صحابۂ کرام کی توہین وتضحیک کی جانے لگی۔

(۱۲) عربی پڑھنا اور جاننا عیب قرار دیا جاتا، فقہ، تفسیر وحدیث کے پڑھنے والے مردود وملعون ٹھہرائے جانے لگے۔

ان حالات میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شعائر اسلام کے تحفظ کی خاطر بادشاہ وقت کے خلاف بڑے جرأت مندانہ انداز میں علم جہاد بلند کیا۔

پروفیسر مسعود احمد مظہری عہد اکبری کا نقشہ کھینچتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"عہد اکبری میں مسلمان غیر اسلامی رنگ میں اس قدر رنگ گئے تھے کہ کفر واسلام میں امتیاز مشکل ہو گیا تھا، مسلمانوں میں سیکڑوں مشرکانہ رسمیں رائج ہو گئی تھیں، جن کا اثر عہد جہانگیری تک تھا، حضرت مجدد الف ثانی نے بھرپور اخلاص کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش کی، اس ماحول میں آواز حق بلند کرنا اپنے سر کو تلوار پر رکھنے کے مترادف تھا، حضرت مجدد نے پوری اسلامی حمیت اور غیرت کے ساتھ بڑے جرأت مندانہ انداز میں اعلاء کلمۃ الحق کیا۔"

بادشاہ جہانگیر نے دین الٰہی پر مکمل کر عمل تو نہیں کیا لیکن اس نے بھی اپنے والد کی پالیسیوں پر عمل کیا اور شریعت کو بالائے طاق رکھا، پروفیسر مسعود احمد عہد جہانگیری سے متعلق فرماتے ہیں:

"مکتوب امام ربانی مجدد الف ثانی کے مطالعے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہانگیر کے تخت نشین ہوتے ہی آپ نے اصلاح وتبلیغ کا کام تیز کر دیا تھا، مجدد الف ثانی نے مختلف امرا کے نام خطوط ارسال فرمائے کہ وہ بادشاہ کو اتباع سنت وشریعت کی طرف راغب کریں۔"

حضرت مجدد الف ثانی نے اصلاح وتربیت کے لیے سب سے زیادہ اپنی توجہ بادشاہ جہانگیر پر مرکوز رکھی اور یہ آپ ہی کا فیضان تھا کہ بہت جلد بادشاہ مذہب اسلام کا متبع وفرمانبردار بن گیا اور "دین الٰہی" کا فتنہ بہت جلد دفن کر دیا گیا، اس طرح مجدد الف ثانی نے دین اسلام کا چہرہ مسخ ہونے سے بچا لیا۔ [امام احمد رضا اور دیگر علمائے اہل سنت کی علمی وادبی خدمات ص ۱۶۴/۱۶۵/۱۶۶]

حضور مجدد الف ثانی کے زمانے میں بہت سے جلیل القدر علمائے اسلام موجود تھے، سب نے اپنے اپنے انداز میں "دین الٰہی" کے زور کو دبانے کی کوشش کی، چنانچہ شیخ عبد الحق محقق دہلوی علیہ الرحمہ نے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور قرآن وسنت کا درس

*مضمون نگار الجامعۃ الاسلامیہ گھوسی ضلع مئو یوپی کے مفتی اور استاذ ہیں۔

دینے میں مشغول ہوئے، عقائد اہل سنت کا تحفظ فرمایا، مگر جس بہادری اور بے باکی کا مظاہرہ حضور مجدد الف ثانی نے کیا، اس کی نظیر نہیں ملتی۔

چنانچہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں بھی "دین الٰہی" کی علی الاعلان مخالفت کی اور اس کے بیٹے جہانگیر کے تخت نشین ہونے کے بعد بھی بدعات ومنکرات کی مخالفت کرتے رہے، چنانچہ جہانگیر کے درباریوں نے حضور مجدد الف ثانی کے خلاف بادشاہ وقت کا کان بھرنا شروع کیا تو بادشاہ نے آپ کو اپنے دربار میں بلایا تو آپ نے مسنون طریقہ پر سلام کیا، جہانگیر نے آداب شاہانہ اور سجدۂ تعظیم کا مطالبہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ گمراہی ہے کہ انسان کسی انسان کو سجدہ کرے، میرا سر بارگاہ صمد کے سوا کسی کے آگے نہیں جھک سکتا، جہانگیر کو طیش آیا اور حضور مجدد الف ثانی کو قید کرنے کا حکم دیا تو گوالیار کے قلعے میں آپ کو قید کر دیا گیا لیکن جیل میں بھی رشد وہدایت اور دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دیتے رہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں فاسق وفاجر سنت کے متبع ہو گئے اور ہزاروں غیر مسلم مسلمان ہو گئے۔ قید وبند کے دوران جہانگیر کی بیٹی کو خواب میں سرکار دو جہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو آپ نے اس کی بیٹی سے فرمایا کہ ہم تمہارے باپ سے ناراض ہیں اس لیے کہ اس نے ہمارے ایک مقرب نور نظر شیخ احمد سرہندی کو قید کر رکھا ہے، جہانگیر نے جب خواب سنا تو بہت متاثر ہوا اور حضرت مجدد الف ثانی سے اپنی کوتاہیوں اور نافرمانیوں کی معافی چاہی اور رہائی کا حکم دیا، اس پر حضرت نے فرمایا کہ میں اس وقت تک جیل سے باہر نہ نکلوں گا جب تک میری یہ شرائط منظور نہ کی جائیں (۱) تمام مسمار شدہ مساجد کی از سر نو تعمیر کی جائے۔ (۲) کفار سے شریعت محمدیہ کے مطابق جزیہ لیا جائے۔ (۳) مسلمانوں سے گائے کے ذبح کرنے کی پابندی ہٹائی جائے۔ (۴) دربار میں سجدۂ تعظیمی بند کیا جائے، حضرت کی پیش کردہ تمام شرائط منظور کر لی گئیں اور آپ جیل سے باہر تشریف لائے۔

حضور مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ والرضوان نے صرف "دین الٰہی" کی مخالفت نہیں کی بلکہ رافضیوں کے خلاف بھی قلمی جہاد کرتے ہوئے رسالہ "رد الرفضہ" تصنیف فرمایا، اس طرح آپ کے جہادی اور تجدیدی کارنامے کا یہ اثر ہوا کہ "دین الٰہی" کا فتنہ دفن ہو گیا، آج اس دین الٰہی کا پیروکار کوئی نظر نہیں آتا۔

آپ نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ بھی تبلیغ وارشاد کا سلسلہ جاری رکھا جس پر آپ کے مکتوبات کی جلدیں شاہد عدل ہیں، یہ وہ اصلاحی اور تبلیغی کارنامے ہیں جن کی بنیاد پر آپ کی ذات اس دور کے لیے حق وصداقت کی علامت بن گئی، چنانچہ آپ کے بہت بعد جب بدمذہبوں نے آپ کی تعلیمات کو کاٹ چھانٹ کرا پنے غلط اغراض ومقاصد کے لیے "تعلیمات مجددیہ" نام کی کتاب مرتب کر کے شائع کرایا تو اس کے ابطال کے لیے حضرت (صاحبزادہ میاں) جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی مغربی پاکستان نے حضور مجدد کے مکتوبات کی روشنی میں "ارشادات مجدد" کے نام کی کتاب مرتب کی، پھر اس کی تلخیص "مسلک مجدد" کے نام سے مرتب کی جس کو "انجمن حزب الرسول ودار المبلغین" نے شائع کیا اور دوبارہ یہ کتاب استنبول ترکی سے عالی جناب حسین حلمی بن سعید استانبولی کے زیر اہتمام شائع ہوئی، جس پر لاہور کے مختلف ماہناموں اور رسالوں نے داد وتحسین سے نوازا۔

یہاں بھی مسلک کو حضور مجدد الف ثانی قدس سرہ کی طرف منسوب کیا تو نام بدل گیا مگر مسمّٰی کی حقیقت نہیں بدلی، بلکہ مسلک سے وہی عقائد مراد ہیں جو ما انا علیہ واصحابی کے مصداق ہیں۔

یوں ہی جب ہندوستان میں عیسائیت نے اپنے مشن کی تبلیغ کے لیے اسلام کو نشانہ بنایا، رافضیوں نے اپنے مذہب کی نشر واشاعت میں سرگرمی دکھائی، وہابی، دیوبندی، چکڑالوی، نیچری، قادیانی وغیرہ باطل فرقے پیدا ہوئے تو اس وقت کے علمائے اہل سنت نے اپنے اپنے انداز میں باطل دین اور باطل فرقوں کا رد کیا، کسی نے رافضی کا رد کیا تو کسی نے وہابی اور دیوبندی کا اور کسی نے قادیانی اور چکڑالوی کا تو کسی نے نیچری کا۔

چنانچہ انیسویں صدی نصف آخر میں جب جرمن نژاد پادری سی۔جی فنڈر نے عیسائیت کی تبلیغ کے لیے ہندوستان آ کر اپنی کتاب "میزان الحق" کا اردو ترجمہ شائع کرایا، جس میں اسلامی

مقدسات کی توہین وتحقیر تھی، تو سب سے پہلے اس کا جواب مولانا آل حسن موہانی نے "استفسار" کے عنوان سے دیا اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے عیسائیت بالخصوص ہندوستان مشنیریز کی تصنیفات کے رد و ابطال میں متعدد رسالے اور کتابیں لکھیں اور مناظرہ بھی کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح و نصرت سے نوازا اور جب روافض نے اپنے مذہب کی نشر و اشاعت میں سرگرمی دکھائی تو جلیل القدر محدث عالم ربانی حضرت علامہ مولانا عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ والرضوان نے تحفۂ اثنا عشریہ اور سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل تصنیف فرما کر بھر پور رد فرمایا۔

انیسویں ہی صدی میں جب وہابیت باطل فرقہ پیدا ہوا تو اس وقت کے علمائے اہل سنت نے اپنے اپنے انداز میں اس باطل فرقے کا بھر پور رد فرمایا، چنانچہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی قدس سرہ نے مولوی اسماعیل دہلوی کے رد میں تحقیق الفتاویٰ فی ابطال الطغویٰ اور امتناع النظیر تصنیف فرما کر رد فرمایا، حضرت شاہ مخصوص اللہ محدث دہلوی نے معید الایمان لکھ کر رد فرمایا، حضرت مولانا منور الدین نے متعدد کتابیں تحریر فرمائیں، حضرت مولانا شاہ فضل رسول قدس سرہ کے والد ماجد حضرت مولانا عبد المجید علیہ الرحمۃ والرضوان نے رافضیوں اور وہابیوں کے رد میں ایک ایک رسالہ تصنیف فرمایا، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ نے وہابیت کے رد میں بوارق محمدیہ، سیف الجبار و احقاق الحق و ابطال الباطل وغیرہ کتابیں تصنیف فرمائیں، حضرت مولانا عبد الرحمن فاروقی سلہٹی قدس سرہ نے سیف الابرار لکھی، ابو الکلام آزاد کے والد مولانا خیر الدین علیہ الرحمہ نے نجم لرجم الشیطان دس جلدوں میں لکھی، حضرت مولانا شاہ احمد سعید مجددی قدس سرہ نے وہابیت کی تردید اور مذہب اہل سنت کی تائید میں پانچ کتابیں تحریر فرمائیں، ان کے علاوہ بہت سے علمائے اہل سنت نے وہابیت کے رد میں رسالے اور کتابیں تحریر فرمائیں، مذکورہ بالا علمائے اسلام کے زمانے میں وہابیت کا ابتدائی دور تھا اور خود وہابیت بھی تنہا تھی، اس کا ساتھ دینے والا کوئی دوسرا نیا مذہب نہیں تھا، دیوبندیت، نیچریت، قادیانیت، چکڑالویت، ندویت، صلح کلیت وغیرہ میں سے کوئی مذہب نہ تھا، اس لیے مذکورہ علما نے تنہا وہابیت کا مقابلہ کر کے اس کو پسپا کیا اور اپنے فرائض منصبی کو پورا کر کے سبکدوش ہوئے، ایسی صورت میں مذکورہ علما میں سے کسی ایک کی طرف مسلک کو منسوب کیا جاتا تو تمام باطل فرقوں سے امتیاز نہ ہو پاتا، صرف اس مذہب سے امتیاز ہوتا جس کا انھوں نے رد کیا، مثلاً حضرت شاہ محدث دہلوی کی طرف منسوب کیا جاتا تو رافضیوں سے امتیاز ہو جاتا اور کسی باطل مذہب سے امتیاز نہ ہوتا، مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی طرف منسوب کیا جاتا تو عیسائیت سے امتیاز ہوتا اور باطل مذاہب سے امتیاز نہ ہوتا، یوں ہی اگر علامہ شاہ فضل حق یا علامہ شاہ فضل رسول بدایونی علیہما الرحمۃ والرضوان کی طرف منسوب کیا جاتا تو وہابیت سے تو امتیاز ہوتا باقی باطل فرقوں سے امتیاز نہ ہو پاتا، حقیقت یہ ہے کہ سلطان العلماء المتبحرین، کنز الہدایت والیقین شیخ الاسلام والمسلمین مجدد اعظم امام احمد رضا خاں قدس سرہ کے علاوہ کوئی ایسی ذات نہیں جس کی طرف مسلک کی نسبت کرنے سے تمام بدمذہبوں سے امتیاز ہو جائے، وہ صرف سیدنا اعلیٰ حضرت کی ذات ہے جنھوں نے اپنے دور سے پہلے کے جتنے باطل مذاہب وادیان تھے اور آپ کے دور میں جتنے باطل مذاہب وادیان تھے سب کا ہر پہلو سے بھر پور رد فرمایا، آپ نے ہندوؤں کے رد میں کئی کتابیں تحریر فرمائیں، انھیں کتابوں میں النفس الفکر فی قربان البقر ہے، جب آریہ سماج نے اسلامی تعلیمات کے خلاف اعتراض کرنا شروع کیا تو آپ نے آریہ سماج کا بھر پور رد فرماتے ہوئے دو کتابیں تصنیف فرمائیں، جب انگریزوں نے لاکھوں روپے خرچ کر کے لوگوں کو نصرانی اور عیسائی بنانے کی کوشش کی تو آپ نے ان کے رد میں تین کتابیں تصنیف فرمائیں۔

یہ تینوں فرقے غیر مسلم ہیں جو مسلمان نہیں ہیں اور نہ ہی اپنے کو مسلمان کہلانا پسند کرتے ہیں، ان کے علاوہ وہ فرقے جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اس کے باوجود اسلام کی جڑ کاٹنے میں لگے ہوئے ہیں، سیدنا اعلیٰ حضرت نے ان کے اوپر خاص توجہ فرمائی، انھیں باطل فرقوں میں ایک فرقہ نیچری ہے، اس فرقہ نے برطانیہ

سلطنت کی خطرناک سازش کو بھر پور قوت پہنچانے کے لیے مسلمانوں کے دین و ایمان لوٹنے اور اسلامی نشانات مٹانے کی کوشش کی تو آپ نے ان کے رد میں سات کتابیں تحریر فرما کر انگریزوں کی خطرناک سازش کو کچل کر رکھ دیا۔

جب انگریزوں کے خیر خواہ وہابیہ نے یہ اعلان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت آدم، حضرت نوح اور حضرت ابراہیم وغیرہ انبیائے کرام علیہم السلام کے مثل زمین کے باقی طبقوں میں اور بھی محمد، آدم، ابراہیم وغیرہ نبی ہیں تو اعلیٰ حضرت نے ان کے رد میں **تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال** اور ''جوابہائے ترکی بہ ترکی'' ۱۲۹۲ھ میں تصنیف فرما کر شائع کیا جس سے یہ فتنہ ہمیشہ کے لیے راہی ملک عدم ہو گیا، جب انگریزوں کی شہ پا کر مرزا غلام احمد قادیانی نے پہلے اپنے کو امام مہدی اور مسیح ہونے کا پھر نبی اور رسول ہونے کا اعلان کیا اور حضرات انبیائے عظام کی مقدس شانوں میں گالیاں دینی شروع کی تو اعلیٰ حضرت نے اس کے رد میں چھ کتابیں تصنیف فرمائیں اور ایک ماہنامہ بنام **قہر الدیان علی المرتد بقادیان** جاری کیا، جب انگریزوں کے دلی خیر خواہ وہابی دیوبندی عالموں نے ختم نبوت کا انکار کیا اور اللہ سبوح وقدوس کے جھوٹ بولنے کو درست بتایا، سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذکر میلاد کو کنہیا کا جنم دن قرار دیا، سرکار دوعالم مدینۃ العلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں، پاگلوں اور جانوروں کے علم کی طرح ٹھہرایا اور غیر مقلدین وہابیوں نے امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ ائمہ اسلام کی تقلید و اتباع کو شرک و کفر کہا تو اعلیٰ حضرت نے ان وہابیہ وغیر مقلدین کے رد میں دو سو سے زیادہ کتابیں تصنیف فرمائیں۔

جب فرقہ تفضیلیہ کے لوگ اکٹھا ہو کر بریلی آئے اور مناظرہ چھیڑا تو اعلیٰ حضرت کے سوالات قاہرہ کی پہلی قسط دیکھتے ہی بریلی سے بھاگ کھڑے ہوئے، جس کا مفصل بیان ''فتح خیبر و تزک مرتضوی'' میں چھپا، روافض و نواصب کے فتنوں نے سر اٹھایا تو اعلیٰ حضرت نے سرکوبی کرتے ہوئے ان کے رد میں کتابیں تصنیف فرمائیں، مسلمانوں میں افتراق و انتشار کے لیے پرانے شکاریوں نے اپنے خیر خواہوں مولوی محمد علی کانپوری مونگیری، مولوی شبلی اعظمی وغیرہ سے ۱۳۱۱ھ میں ایک نیا جال بنوایا جس کا نام ''ندوۃ العلما'' ہے، اس جال میں عام سنی تو عام سنی ان کے علما بھی بری طرح پھنس گئے، اعلیٰ حضرت کی حق بیں نگاہوں نے روز اول ہی دیکھ لیا تھا کہ ندوہ بے دینوں، بد مذہبوں اور نیچریوں کا معجون مرکب ہے، اس لیے آپ حمایت دین کے لیے کھڑے ہو گئے اور برطانوی وفاداروں کے اس خوشنما جال کا ایک ایک تاگا ادھیڑ کر رکھ دیا، ندوہ کی گمراہیوں اور بدعتوں کو اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ اس طرح بے نقاب کیا کہ مشاہیر علمائے اہل سنت توفیق خداوندی سے ندوہ سے بیزار ہو کر الگ ہو گئے، اعلیٰ حضرت نے ندوہ کے رد میں سترہ کتابیں تصنیف فرمائیں، جب ملحد فاسق اور نام نہاد صوفی جھوٹی شریعت کی آڑ لے کر شریعت محمدیہ پر حملے کرنے لگے اور بناوٹی صوفیوں کے چودھری مسٹر جٹا دھاری نے دینی کتاب ''مرشد کو سجدۂ تعظیم'' میں اعلان کر دیا کہ اپنے پیر کو سجدہ جائز ہے تو اعلیٰ حضرت نے اپنی تصنیفات کے ذریعہ ملحد صوفیوں کا قلعہ قمع فرمایا۔

سائنس دانوں کا بیان ہے کہ زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے اور آسمان کوئی چیز نہیں، سیدنا اعلیٰ حضرت نے اس باطل نظریے کی بھی بیخ کنی کی اور یورپ کے فلاسفہ کی اس مصنوعی تحقیق کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور اپنی تصنیف **فوز مبین در رد حرکت زمین، نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان** میں سائنس دانوں ہی کے خود ساختہ اصول سے کیلر، نیوٹن اور ڈارون کے خیالات فاسدہ کی دھجیاں اڑا دیں، انھیں کے گڑھے ہوئے قواعد سے ان کے نظریے کو باطل قرار دیا اور مسلمانوں کے اطمینان کے لیے آیات و احادیث سے ثابت کیا کہ آسمان کا وجود قطعی طور پر ہے اور زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں اور چاند، سورج وغیرہ تارے آسمان میں تیر رہے ہیں اور ہمہ وقت ان کی حرکت جاری ہے۔

اخیر زمانہ یعنی ۱۳۳۸ھ، ۱۳۳۹ھ میں علی برادران اور ان کے ہمنواؤں نے نہایت زور و شور سے تحریک خلافت کے نام پر ایک ایسا خوفناک فتنہ کھڑا کیا جس نے جملہ بد مذہبوں، منافقوں، مرتدوں اور کھلے کافروں سب کو اپنے اندر سمیٹ لیا اور حق و باطل،

اسلام و کفر کا سارا امتیاز مٹا دینا چاہا، نام نہاد خلافت کے نشہ میں اس قدر مخمور تھے کہ مشرکانہ افعال انجام دینے اور کفری اقوال بولنے میں حدود شرعی کو پار کر چکے تھے تو اس وقت صرف اعلیٰ حضرت کی ایک ذات گرامی تھی جس نے ان فتنوں کا جم کر مقابلہ کیا، ان کے ردو طرد میں اشتہارات پر اشتہارات شائع فرمائے، ان کی خلاف شرع باتوں کو منظر عام پر لا کر مسلمانوں کو اس ہولناک فتنہ سے بچایا، یہاں تک کہ آخر میں رسالہ مبارکہ المحجة المؤتمنة فی الآیة الممتحنة شائع فرما کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیا، جس کے نتیجہ میں بہت سے علمائے کرام تحریک خلافت سے بیزار ہو کر علیحٰدہ ہو گئے۔

الغرض جہاں بھی کسی بدمذہب، بددین نے سر اٹھایا وہیں اعلیٰ حضرت نے اس پُر غرور سر کو کچل کر رکھ دیا، اس کے رد میں کتابیں تحریر فرمائیں اور مطبع اہل سنت محلہ سودا گران بریلی میں چھپوا کر ہندوستان بھر کے اکابر، مشائخ، علما اور رؤسا کے پاس ٹکٹ چسپاں کر کے روانہ کیا، چنانچہ ردہنود میں ایک، ردآریہ میں دو، ردنصاریٰ میں تین، ردنیچریہ میں سات، ردندوہ میں سترہ، ردقادیانہ میں چھ، رداسماعیل دہلوی میں دس، ردنانوتوی میں گیارہ، ردگنگوہی میں پچیس، ردتھانوی میں نو، ردنذیر حسین میں چھ، رد غیر مقلدین میں چھبیس، ردوہابیہ میں چھہتر، ردروافض میں چار، رد نواصب میں گیارہ، ردمفسقہ میں سات، ردتفضیلیہ میں سات اور ردمتصوفہ باطلہ میں دو۔

الغرض آپ کے زمانے میں دنیا میں مشرکین و کفار، مرتدین اشرار، گمراہان فجار کا کوئی ایک بھی ایسا مشہور فرقہ نہیں تھا جس کے رد میں اعلیٰ حضرت کی متعدد تصنیفات نہ ہوں، دہرے، فلاسفہ، آریہ سماجی، یہود، نصاریٰ، ہنود، مجوس، قادیانی، نیچری، وہابی، دیوبندی، ندوی، رافضی، خارجی، تفضیلی اور صلح کلی وغیرہ بے دینوں، بدمذہبوں کی جتنی فتنہ انگیز پارٹیاں ہیں ان سب کے خود ساختہ اصول اور باطل اعتقادات کو خود انھیں کے مسلمات انھیں کے گڑھے ہوئے قواعد سے اس طرح توڑ پھوڑ کر ان کے دھوئیں اڑا دیئے ہیں کہ تلاش و جستجو کے بعد ان کا کوئی ایک ذرہ سلامت نہیں ملتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ العزیز اپنے انھیں تجدیدی کارناموں کی وجہ سے علما، صوفیا، مشائخ اور عام مسلمانوں کی عقیدت و محبت کا مرکز بن گئے، مسلمانوں نے اپنا دین و ایمان بچانے کے لیے اعلیٰ حضرت کی ہدایات، تحریرات اور تصنیفات کو حرز جان اور پناہ ایمان بنالیا۔

اس طرح آپ کی ذات گرامی اور اس کی طرف نسبت حق و صداقت کی علامت اور پہچان بن گئی اور چونکہ بدمذہب بھی اپنے کو اہل سنت و جماعت، حنفی، قادری، نقشبندی، چشتی اور سہروردی کہتے تھے، جس کی وجہ سے حق و باطل میں امتیاز نہیں ہو پاتا تھا، اس لیے حق و باطل کی آمیزش سے بچنے کے لیے اساطین ملت، مستند اور مقتدر علما و مشائخ نے اپنے اسلاف کی اقتدا کرتے ہوئے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا نام منتخب فرمایا، تاکہ تمام باطل فرقوں سے امتیاز ہو جائے اور مسلمانوں کو یہ بتایا جا سکے کہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' ہی حقیقت میں ''مذہب اہل سنت و جماعت'' ہے اور جتنے اہل باطل ہیں وہ اہل سنت و جماعت نہیں ہیں، اس لیے کہ تمام اہل باطل کے معتقدات و نظریات، اہل سنت و جماعت کے معتقدات و نظریات کے خلاف ہیں۔

اس سلسلے میں ہم سب سے پہلے سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پیر خانہ چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے بارے میں وہاں کے بزرگوں کا کیا خیال ہے؟

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے بزرگان دین کو سیدنا اعلیٰ حضرت سے والہانہ محبت تھی اور ہے، آپ کی جلالت علمی کے سب معترف تھے، ان کے مرشدان کرام نے ان کو ''چشم و چراغ خاندان برکات'' کہا اور اپنے وقت کے مرشد اعظم زیب سجادہ خانقاہ برکاتیہ حضور احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان سیدنا اعلیٰ حضرت کو ''رضائے آل رسول'' فرمایا کرتے۔

اور بقول علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ:

''حضور احسن العلما قدس سرہ کو پیرزادہ ہونے کے باوجود انھیں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور حضور مفتی اعظم ہند سے غایت درجہ عشق تھا، اعلیٰ حضرت کو جب وہ ''میرے اعلیٰ حضرت'' کہتے

تھے تو ایسا لگتا تھا کہ سینہ شق ہو گیا اور اعلیٰ حضرت ان کے دل میں سما گئے، وہ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کے بقیہ ص ۱۳۱ر پر

ص ۷ر کا بقیہ ....

ضابطہ کے حساب سے گورنمنٹ ایک گئوشالہ کو گئوسوا کے لئے سال میں ۲۰ر لاکھ روپئے دیتی ہے، جنھیں بی جے پی کے وحشی لیڈر نے خود ہی ڈکار لئے اور گائیوں کو دی بھوک پیاس سے ٹرپا ٹرپا دینے والی موت!

آئیے ہم آپ کو گائے کے نام پر خونی کھیل کھیلنے والے ان آتنک وادیوں کا ایک اور بھیانک چہرہ دکھاتے ہیں، جسے ہندوستان کے ایک بڑے نیوز چینل ''آج تک'' نے ۱۰ر مئی ۲۰۱۷ء کو اسٹنگ آپریشن کے ذریعہ دنیا کے سامنے رکھا ہے، آج تک نے کہا کہ گائے کے نام پر لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے یہ گئور کشک خود گائے ماں کا درجہ نہیں دیتے، ان کے دلوں میں گائے کے لئے کوئی ''شردھا'' نہیں، ان کے لئے گائے ''ماتا'' نہیں ایک دھندا ہے، گئور کشا کی آڑ میں یہ گئو مانس کا کاروبار چلاتے ہیں، گائے کے لئے ان کی غنڈہ گردی محض روپئے اینٹھنے کا ایک حربہ ہے، پیسہ پھینکئے اور پھر ان کی گئو بھگتی کا تماشہ دیکھئے۔

جب آج تک کی ٹیم بھیونڈی کے اَگاؤں پہنچی تو یہاں اس کی ملاقات ''شری گوپال گئوشالہ'' کے شن رکشک ''واسودیو پاٹل'' سے ہوئی جو گئور کشا کے نام پر ایک سنگٹھن بھی چلاتا ہے، آج تک کی ٹیم واسودیو پاٹل سے مانس کاروباری بن کر بات کرتی ہے کہ اسے گجرات سے بیف لانا ہے، فروزن میں مال رہے گا، اب دل تھام کر اس بیف کے دلال کا جواب سنئے: توڑ کرلانے والے ہیں؟ رپورٹر نے کہا ہاں توڑ کر، اوپر سے برابر کور کر کے، گئورکشک: ہو جائے گا، ادھر دیکھ لوں گا میں، آپ آؤ گے تو صرف مجھے کال کر دینا، میں ادھر آ کر کھڑا رہوں گا، رپورٹر کہتا ہے: گجرات سے بھیونڈی کراس کر کے گاڑی آئے گی، میں پرابلم تو آپ کے ادھر کا تھا، گئور کشک واسودیو کہتا ہے: ادھر سے میں کراس دوں گا، ہر ٹائم راستہ چینج، ایک ہی راستہ رکھنے کا نہیں، کبھی بھی، اس رپورٹر نے خدشہ ظاہر کیا: مطلب دوسرا وہ بجرنگ دل والا بھی تنگ کرتا ہے؟ واسودیو کہتا ہے: میں رہوں گا تو بجرنگ دل والا نہیں آئے گا، کوئی نہیں آئے گا، اِدھر ملیں گے، بیٹھیں گے، نکل جائیں گے، ناسک ہائیوے تک پہنچ گئے، پرابلم سالو، ادھر ہائیوے تک پہنچا دینا اپنی ذمہ داری ہے، صرف آنے کے بعد مجھے کال کرنا، میں پورا ڈائریکٹ ادھر تک پہنچا دوں گا، پھر آپ ادھر سے چلے جانا، واسودیو آگے فون کرنے کا طریقہ بتاتے ہوئے کہتا ہے: فون پر یہ نہیں بولنے کا کہ کیا مال ہے، صرف یہ بولنا کہ ''بھائی کدھر ہو؟ اس وقت فون بہت ٹیپ ہوتا ہے، مال کے بارے میں بولنے کا نہیں، رپورٹر نے کہا کہ نمبر آپ پہچان جاؤ گے تو بولنے کی کیا ضرورت ہے کہ فروزن ہے، مال ہے، کچھ بولنے کی ضرورت نہیں، صرف بول دینے کا کہ لوکیشن کدھر ہے، واسودیو بولتا ہے: خالی گاڑی آرہی ہے آپ بول دو گے تو میں سمجھ جاؤں گا، رو پورٹر: ٹھیک ہے بھائی، واسودیو کہتا ہے: پھر میں خود گاڑی میں بیٹھوں گا تو چیک ہونے کا سوال ہی نہیں، واسودیو آگے پوچھتا ہے: مال کتنا رہے گا؟ رپورٹر نے بتایا: مال ایک ہزار کلو رہے گا، اب گئوماتا کی پوجا کرنے والے اس بھکشک نے اپنی دلالی کی قیمت بتائی: ۲۰ر ہزار! رپورٹر: ۲۰ر ہزار؟ کیا بول رہے ہو بھائی، پہلی بار ہے، کچھ ڈسکاؤنٹ دو ابھی، پھر بڑھا دیں گے، واسودیو: چلو ۱۵ر ہزار کر دو، واسودیو آگے تنبیہ کرتے ہوئے کہتا ہے: لیکن جو بھی ہے، غداری بالکل نہیں ہونی چاہئے، میں آپ کے ساتھ میں رہوں گا اور پہنچا کے دوں گا، رپورٹر اسے مطمئن کرتا ہے: ہم دونوں ایک دوسرے کے بیچ میں ہیں نا بھائی، دوسرا کوئی بھی ہمارے بیچ میں نہیں ہے۔

تو دیکھا آپ نے گئور کشکوں کا اصلی اور بھیانک چہرہ! یاد رہے کہ گئور کشا کے اس گھناؤنے کھیل میں واسودیو جیسے اور بھی کئی گئور کشک ہیں جو گئور کشا کے نام پر اسی طرح کی دلالی کر رہے ہیں، یہ لوگ مسلمانوں کو مار کر ڈر کا ایک ماحول بنا رہے ہیں تاکہ لوگ انھیں آسانی سے گئو مانس پار کرانے کے لئے منہ مانگی رقم دے سکیں اور یہ ''گئوماتا'' کے سپوت ان کا نام لے کر، انھیں بیچ کر اپنی تجوریاں بھر سکیں۔

■■■

از: مولانا محمد نعمان اختر فائق عمانی*

روہنگیائی مسلمان اور ہندوستان

اس وقت جب کہ برما کی زمین پر روہنگیا کے مسلمانوں کی جان پر بن آئی ہے، بے بسی کی زندگی بنگلہ دیش کی طرف بھاگی چلی آرہی ہے، ہر وہ شخص جس کے پہلو میں ایمان کا دل دھڑک رہا ہے، اس کا بے چین ہونا یقینی اور لازمی ہے، پوری دنیا کے امن پسندوں نے اس حساس مسئلے پر احتجاج کی ہر نوعیت کو بروئے کار لایا ہے، اقوام متحدہ نے فعال کردار تو نہیں مگر ہلکی پھلکی آواز ضرور پیش کی ہے، مگر ترکی اور ایران کی آواز کافی ذمہ دار رہی اور کہیں نہ کہیں اس کا اثر بھی دیکھنے میں آیا، پاکستان کی عوام میں بے چینی ضرور رہی مگر "مملکت خداداد" کہلانے والے پاکستان کی حکومت کے سربراہان کو روہنگیا کے سلسلے میں جو کردار ادا کرنا چاہئے تھا، وہ نہیں کرسکی، ظاہری بات ہے کشمیر میں دہشت گردوں کو بھیج کر اپنی سیاسی دکان چلانے والے پاکستان کے سیاسی لٹیروں کو روہنگیا کے بے بس مسلمانوں سے دلچسپی ہو بھی تو کیوں کر ہو۔

اس خونچکاں عالمی المیہ پر ہندوستان میں بھی مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کے پر امن لوگوں نے شہر شہر پر امن احتجاجی جلوس نکال کر انسانیت نوازی کا ثبوت پیش کیا، تاہم کچھ مسلمان سیاسی رہنما اور ان کے ساتھ ساتھ علمائے کرام نے بھی اس مسئلہ پہ اپنے اپنے جذبات کا مظاہرہ کیا اور اس امر میں وہ جذباتی ہو گئے جو غلط تو نہیں مگر حکمت کے متقاضی نہیں ہے کہ جس سے یہ احساس دلانے کی کوشش کی گئی کہ یہ روہنگیا کے مسلمانوں کا مسئلہ ہے اور ہم بھی مسلمان ہیں، اس لئے ہم ہندوستان کے مسلمان اس کو کسی صورت برداشت نہیں کرسکتے، خاص طور پہ بنگال کی وزیر اعلیٰ ممتا بینرجی اور وہاں کے کچھ علما اس مسئلے کو باور کرانے میں کچھ زیادہ ہی جذباتی واقع ہوئے ہیں، ممتا بنرجی کا اس مسئلہ پہ اس طرح کا موقف اختیار کرنا یقینی طور پہ ان کو دور اندیش اور کامیاب سیاست داں کے زمرہ میں کھڑا کرتا ہے، تاہم مسلمانوں کو اس مسئلے کو دنیا اور خاص طور پہ ہندوستان میں بنام اسلام و مسلمان نہیں پیش کرکے انسان اور انسانیت کو موضوع بنا کر پیش کرنے کی ضرورت ہے، جس میں شاید ہم کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔

وجہ صاف ہے کہ مسلمانان ہند میں قائدین کا سرے سے فقدان رہا ہے، خود ساختہ رہنمایان ہر شہر میں نوکری کے بھاؤ سے دستیاب ہیں، مگر اچھی اور بچی قیادت کو دن کے اجالے میں ہیڈ لائٹ لے کر ڈھونڈتے رہ جائیے مگر ایسے قائدین کہیں چھپ کر بھی آہ و فغاں کر رہے ہوں تو زبردستی ڈھونڈ کر نکال لائیں مگر "کاش جوانی لوٹ آتی" کے سوا آپ کچھ کر نہیں سکتے، مگر اب اس کا شکوہ بھی کیا کیا جائے اور کب تک؟

ہندوستان کی موجودہ صورت حال پہ اگر وسعت فکری اور دقت نظری سے بات کی جائے تو بی جے پی کے تین سالہ دور اقتدار میں ہندوستان کے معاشی حالات بد سے بدتر ہو گئے ہیں، قوم سے کئے گئے سارے وعدے طاق نسیاں کی نذر ہو کر رہ گئے ہیں، بے روزگاری بڑھتی جارہی ہے، ایسے حالات میں ۲۰۱۹ء کے الیکشن میں اس کو پھر سے برسر اقتدار آنے کی خاطر "ہندوتوا" کا ہی کارڈ کھیلنا ہوگا اور یہ مسلم مخالف پارٹی ہر اس موقع کو بھنانے کی کوشش کرے گی جس سے مسلمانوں کو جذباتی بنا کر اور "ہندوتوا" کا کارڈ کھیل کر کامیابی حاصل کرسکے۔

برما کی حمایت کرنا اور ہندوستان میں بسے ہوئے روہنگیائی مسلمانوں کو یہاں سے نکال باہر کرنے کے پیچھے بھی یہی مقصد کار فرما ہے، ظاہری بات ہے روہنگیائی مسلمانوں کی حمایت کرنے والی سیاسی پارٹیوں کا اپنا فائدہ ہے اور مخالفت کرنے والوں کا اپنا مفاد ہے، سیکولرازم اور غیر سیکولرازم سے ہندوستانی بقیہ ص ۳۱ پر

*مضمون نگار دارالعلوم فیض الباری نوادہ بہار کے مدرس ہیں۔

احوالِ عالم

از: محمد معراج شمسی دیناجپوری*

روہنگیائی مسلمان اور ان کی تاریخ

اخبارات و رسائل میں گزشتہ کئی دہائیوں سے برما کے مظلوم مسلمانوں پر ظلم کی داستانیں وقتاً فوقتاً میڈیا پر شائع ہوتی رہتی ہیں، جب سے سوشل میڈیا عام ہوا ہے، ان مظالم کے دلخراش مناظر اس پر بھی آنے لگے ہیں اور اقوام متحدہ نے اپنی ایک قرارداد میں یہ بات بالکل بجا لکھی ہے کہ "روئے زمین کی سب سے مظلوم اقلیت اراکان برما کے مسلمان ہیں۔"

اراکان درحقیقت ایک آزاد مسلم ریاست تھا جو روہنگیائی مسلمانوں کا آبائی وطن ہے، ۱۷۸۴ء تک یہ ایک مستقل آزاد ریاست کی حیثیت سے دنیا کے نقشہ میں موجود رہا، اس کے بعد برما نے اس پر قبضہ کر کے ایک صوبے کے طور پر اسے اپنے ساتھ ضم کر دیا، ایک صدی بعد ۱۸۲۴ء میں برطانیہ نے برما پر قبضہ کیا تو اراکان بھی برطانیہ کے قبضے میں چلا گیا، برطانیہ سے آزادی کی تحریکیں جب برصغیر میں چلیں تو ہندو پاک کی طرح برما بھی آزاد ہوا، برما ۱۹۴۸ء میں آزاد ہوا ہے، آزاد ہونے کے بعد برما نے اراکان کو اپنے ایک صوبے کے طور پر بھی اپنے ساتھ ضم رکھا اور اسے ایک آزاد مسلم ریاست کی حیثیت سے دوبارہ ابھرنے نہیں دیا

برما کی حکومت نے اراکان پر قبضہ کر کے جب سے اپنے ساتھ ضم کیا ہے، اسی وقت سے اس نے یہ پالیسی اپنا رکھی ہے کہ اس صوبے سے مسلمانوں کا خاتمہ کیا جائے، چونکہ یہ ایک آزاد مسلم ریاست تھی اور وہاں مسلمانوں ہی کی اکثریت تھی، اس لیے اس نے مسلمانوں کے خلاف وحشت ناک آپریشن کیے اور وقفے وقفے سے مسلمانوں کے خاتمے کے لیے برما حکومت فسادات کی آگ بھڑکاتی رہی ہے۔

۱۹۴۲ء میں بدھسٹوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک منظم تحریک شروع کی، مارچ ۱۹۴۲ء سے جون ۱۹۴۲ء تک تین ماہ میں ڈیڑھ لاکھ مسلمان شہید اور پانچ لاکھ مسلمان بے گھر ہوئے، ۱۹۵۰ء میں دوبارہ مسلمانوں کے خلاف تحریک اٹھی، تشدد کا آغاز ہوا، ہزاروں مسلمان شہید اور بے گھر کیے گئے۔

۱۹۶۲ء میں برما کے اندر فوجی حکومت کا قبضہ ہوا، برما کی ملٹری حکومت نے اراکان کے مسلمانوں کے خلاف تشدد کا سلسلہ شروع کیا جو وقفہ وقفہ سے ۱۹۸۲ء تک جاری رہا، اس عرصہ میں بیس لاکھ سے زیادہ مسلمان ہجرت پر مجبور ہوئے اور لاکھوں کی تعداد میں شہید ہوئے، ۱۹۹۱ء اور ۱۹۹۷ء میں بھی مسلمانوں پر بڑے منظم حملے ہوئے اور ہزاروں مسلمان شہید کیے گئے۔

جون ۲۰۱۲ء سے ایک بار پھر مسلمانوں پر حملوں کا آغاز کیا گیا، یہ حملے اکتوبر ۲۰۱۶ء تک جاری رہے، رپورٹ کے مطابق صرف ابتدائی پندرہ دنوں میں بیس ہزار سے زائد مسلمان شہید کیے گئے اور اب ۲۵ راگست ۲۰۱۷ء کو ایک بار پھر مسلمانوں کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا گیا اور اطلاعات کے مطابق اس ہفتے کے اندر پندرہ بیس ہزار مسلمان جوان بوڑھے، بچے اور خواتین کو شہید کر دیا گیا ہے۔

اراکان کے ان مظلوم مسلمانوں کے ساتھ بڑا المیہ یہ ہے کہ ان کو ہجرت کرنے کے لیے نہ محفوظ راستہ ملتا ہے، نہ پڑوسی ملک انھیں قبول کرنے کے لیے تیار ہیں، ان کی سرحد بنگلہ دیش سے ملتی ہے، بنگلہ دیش نے ان کے لیے اپنے دروازے بند کر رکھے ہیں، تھائی لینڈ سے بھی ان کی سرحد ملتی ہے، لیکن وہ بھی انھیں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں، یوں ہزاروں خاندان کشتیوں میں ساحلوں کے چکر کاٹ رہے ہیں اور موت کی بھیانک تصویر کے سوا ان کی دادرسی کی کوئی صورت دکھائی نہیں دے رہی ہے۔

بین الاقوامی سطح پر اراکان کے مسلمانوں کے لیے ہلکی پھلکی آوازیں اٹھتی رہی ہے، ایمنسٹی انٹرنیشنل، ہیومن رائٹس واچ اور اقوام متحدہ نے برما حکومت سے غیر جانبدارانہ تحقیقات کرانے کا مطالبہ کیا ہے، ۲۰۱۲ء میں ان عالمی اداروں کی کوششوں سے ایک کمیشن بھی تشکیل دیا گیا مگر عین وقت پر برما حکومت نے اقوام متحدہ کی زیر قیادت کمیشن کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، نومبر ۲۰۱۶ء میں یو این او کے اعلیٰ سطحی وفد نے متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور ان مظالم کی رپورٹ مرتب کی لیکن ظلم و جبر کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ہم اس موقع پر انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں، رفاہی اداروں اور پورے عالم اسلام سے اپیل کرتے ہیں کہ انسانی مظالم کے اس کربناک المیہ کا مداوا کرنے کے لیے آگے بڑھیں، جہاں بے یارومددگار انسانوں کی لاشیں جلتی ہیں، خواتین کی عصمت دری کر کے ان کی ننگی لاشوں کو درختوں کے ساتھ لٹکا دیا جاتا ہے، بچوں کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے بکھیر دیا جاتا ہے، جوانوں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو ایک خندق میں جمع کر کے، اوپر سے بلڈوزر چلا کر انھیں زندہ دفن کر دیا جاتا ہے، انھیں زندہ جلا دیا جاتا ہے، یہ تمام مناظر، تصاویر اور ویڈیو کی شکل میں ساری دنیا دیکھ رہی ہے، عالم اسلام دیکھ رہا ہے، مسلمان دیکھ رہے ہیں، انسانی حقوق کی تنظیمیں دیکھ رہی ہیں، لیکن نہ مؤثر آواز اٹھتی ہے نہ ضمیر جاگتے ہیں، اقوام متحدہ کی ذمہ داری ہے، عالم اسلام کی ذمہ داری ہے، میڈیا اور منبر و محراب سے تعلق رکھنے والے صحافیوں، اہل قلم، دانشوروں اور علما کی ذمہ داری ہے کہ روہنگیا مسلمانوں کے لیے آواز اٹھائیں اور مؤثر اٹھائیں، جب تک ظالموں کے در و دیوار ہل نہ جائیں، جب تک وہ ظلم سے باز نہ آجائیں، جب تک ان بے بسوں کے زخموں کا مداوا نہ ہو جائے، اللہ ان بے یارومددگار مسلمانوں پر کرم فرمائے، ان کی مدد فرمائے، ہماری بے حسی اور غفلت کو دور فرمائے، ایک دردمند دل رکھنے والا مسلمان یہی کہہ سکتا ہے کہ

میں بلبل ناﻻں ہوں، اک اجڑے گلستاں کا
تاثیر کا سائل ہوں، محتاج کو داتا دے

کیوں نہیں جاگتے مظلوموں کی چیخوں پر

معزز قارئین! جس طرح برما کی زمین خونی سمندر میں تبدیل ہو رہی ہے، فرش خاک مٹیالہ پن چھوڑ کر بے قصور مقتولوں کے خون سے لال ہوتی جا رہی ہے، ایک ایک دن میں سیکڑوں روہنگیا مسلمان برما کے درندوں کی گولیوں سے ڈھیر ہو رہے ہیں، سب پر عیاں ہے، شوشل میڈیا سے پرنٹ میڈیا تک اس کی دل خراش داستانوں سے بھرے پڑے ہیں، مگر اس کے باوجود مسلم حکمرانوں ولیڈروں رہنماؤں کا جوش ایمان، جذبۂ حرارت، احساس ہمدردی برف کا ڈیلہ بن کر خاموش پڑا ہے جو قابل صد افسوس ہے۔

خدا کے لئے ذرا احساس تو کیجئے کہ کس خوف و ہراس کے ماحول میں روہنگیا مسلمان اپنی جان ہتھیلیوں پہ لے کر کبھی ندیوں میں دریاؤں میں کبھی گلیوں میں چوراہوں میں کبھی راہوں میں صحراؤں میں بھوکے پیاسے لرزتے کانپتے ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں آو ذرا یہ بھی سنو ان ایام میں پوری مسلم دنیا جب جانوروں کی قربانیاں دے کر اپنا فریضہ ادا کر رہی ہے تو برما کے مسلمان بھی زبان حال سے یہ صدا دے رہے ہیں ہمارے ہم مذہب بھائیو، ہماری قربانیاں بھی دیکھو تم جانور قربان کر رہے ہو ہم جان قربان کر رہے ہیں تم قربانی کے گوشت بھون رہے ہو ہم قربانی کے لئے اپنے بچے بھونوا رہے ہیں تم گوشت کے کباب کو فتے بنا کر جسمانی مزے لے رہے ہو ہم اپنے جسموں کا برما کی نمرودی آگ میں کباب بنا کر روحانی لذت حاصل کر رہے ہیں۔ آہ میری قوم کے مظلوم بھائیو اے روہنگیا مسلمانو! آپ نے ہی تو اصل قربانی دی ہیں ہم نے تو صرف رسم نبھایا ہے اللہ آپکی مدد کرے اللہ پاک اپنے خلیل کے صدقے برما کی نمرودی آگ کو جلد آپ پر گلزار خلیل بنائے ہم کر بھی کیا سکتے ہیں دعاوں کے یا دو چار مسیج کے علاوہ، ہمیں معاف کریں آپ کے خون کے ایک ایک قطرے پر دو تین آنسووں کے قطرے ٹپکانے کے سوا ہمارے پاس دینے کو بچا ہی کیا ہے کیونکہ ایک کے علاوہ ہمارے اکثر حکمران ولیڈران رہنمایان وصاحبان، اہل ثروت واہل سیاست کلمہ تو پڑھتے ہیں مصطفی جان رحمت کا مگر غلام

ہیں کسی اور کا انہیں فکر ہے اپنی کرسی کی اپنی حکومت کی یہ فانی دولت وعیش مستی میں اتنے مگن ہیں کہ اپنی ہوس کی آگ بجھانے کے لئے دشمنوں کے تلوے بھی چاٹنے کو تیار ہیں کوئی کٹے یا جلے ڈوبے یا تڑپے انکا آنچل کسی کی بھی آنسو سے بھیگتا نہیں ہے یہ بس دشمنوں کے اشارے لہرتا ہے۔

مسلمانوں ذرا احساس تو کرو آخر کب تک دشمنوں کی جھولی میں اپنوں کا کٹا سر دیکھ کر خاموش رہو گے اگر یہی صورت حال رہی تو پھر اللہ نہ کرے کہ کہیں آج انکی تو کل تمہاری بھی باری ہو آخر کب تک خواب غفلت کی نیند سوتے رہیں گے کب ہمارا جذبہ ایمان بھڑکے گا آخر کب احساس ہمدری ابھرے گا؟ کیا برما کے حیوانوں کا ننگا ناچ یوں ہی چلتا رہے گا؟ اور ہم تماشائی بنے دیکھتے رہیں گے؟ ع

آخر کیوں نہیں جاگتے مظلوموں کی چیخوں پر

آج روہنگیائی مسلمانوں سے زیادہ مظلوم کون ہے؟ انہیں بے قصور موت کے گھاٹ اتار کر تالیاں بجا کے خوشیاں منائی جاتی ہیں، بے گناہ بچوں کو مشین گن کی گولیوں سے چھلنی چھلنی کر کے ابدی نیند سلادیا جاتا ہے، ہزاروں ماؤں کی ممتا پر بارود وبم کی برسات کی جاتی ہے، ان کے نظروں کے سامنے ان کے کلیجے کے ٹکڑوں کو جانوروں کی طرح کاٹا جاتا ہے، بے رحمی کی حد پار کر جوان بیٹوں کے سامنے بوڑھے ماں باپ کو ذبح کیا جاتا ہے، تو کہیں بوڑھے ماں باپ کے آگے جوان بیٹوں کے سینے پر دس دس گولیاں داغی جاتی ہیں، گھروں میں آگ لگا کر پوری پوری فیملی کو زندہ جلادیا جاتا ہے، مسلم دوشیزاوں کی عصمتیں برما کے درندے آئے دن نوچتے جارہے ہیں، جن کی چیخیں لٹتی آبروؤں کے ساتھ برما کی خوفناک وادیوں میں دب کر رہ جاتی ہیں۔

اے دنیا کے حکمرانو! سلطانو! بادشاہو اور سیاست دانو!! ان آتنگ وادیوں کے خلاف کوئی ایکشن کیوں نہیں لیتے؟ ان دہشت گردوں کے خلاف کوئی قدم کیوں نہیں اٹھاتے؟ کیا اس سے بھی بڑھ کوئی آتنگ واد ہوسکتا ہے؟ کیا ان سے بھی بڑے دہشت گرد ہوتے ہیں؟ یاد رہے مذہب کی آڑ میں یہ انسانیت کا خون ہورہا ہے، آدمیت مٹ رہی ہے، درندگی اور حیوانیت کا ننگا ناچ ہورہا ہے، کم از کم مسلم حکمران تو آنکھیں کھولیں، انھیں آواز دے رہی ہیں روہنگیا مسلمانوں کی آہیں، جلتے جسم، بھونتے بچے، عصمتیں دری کی شکار بہنیں، چیختی مائیں کلمہ پڑھنے والو! کوئی سنے نہ سنے، تم کیوں بہرے ہوگئے ہو؟ کوئی آواز اٹھائے نہ اٹھائے تم کیوں گونگے ہوگئے ہو؟

کیا صلاح الدین ایوبی، محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری جیسے بہادر اور دلیر مسلمان اب صرف کتابوں میں رہ گئے ہیں؟ کیوں ہمیں کہیں سے کسی گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی نہیں دیتی؟ جس پر کوئی ایوبی یا محمد بن قاسم جیسا ہمدرد شیر دل مسلمان سوار ہو، ہماری آنکھیں پتھرا گئیں ہیں خالد بن ولید، طارق بن زیاد جیسے شیروں کی راہ تکتے تکتے، آخر کہاں تک کوئی قلم کسی مظلوم اور ستم زدہ کے حال زار پر مرثیہ خوانی کرسکتا ہے؟ درحقیقت یہ درد وکرب انہیں کو معلوم ہے، جن پر ظلم وستم کے یہ پہاڑ ڈھائے جارہے ہیں، جن کا لفظوں میں اظہار ہمارے لئے ناممکن ہے۔

لہٰذا مسلمانو! صرف آنسو بہانے کی نہیں، برما میں ہورہے بھیانک ظلم وستم کے خلاف کوئی ٹھوس قانونی قدم اٹھانے کی ضرورت ہے، مسلم حکمراں اس خونی کھیل کو روکنے کی ہر ممکن کوشش کریں، آئیں مل کر اپنے مظلوم بھائیوں کو انصاف دلائیں، اللہ پاک اپنے محبوب کے صدقے روہنگیا مسلمانوں کو اور جملہ اہل اسلام کو ایمان وامن کی زندگی عطا فرمائے، آمین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ اجمعین۔ ■■■

ص ۵ رکا بقیہ ....

یا الٰہی تو عطا فرما، انھیں جائے پناہ
جن کی دھرتی اور جن کا آسماں لوٹا گیا
یاخدا برما کے اہل حق پہ ہو ابر کرم
دھوپ ہے بے انتہا اور سائباں لوٹا گیا
رو رہا ہے خون کے آنسو، فریدی کا جگر
باغباں دیکھا کئے اور گلستاں لوٹا گیا

از: مولانا عبد المعید ازہری*

کیا یہ میڈیا کی وطن پرستی پر سوال نہیں؟

اخلاقی طور پر کھوکھلا کر رہی ہے، وہ اس مصداق پر پوری طرح کھری اتر رہی ہے کہ "ہم تو ڈوبیں گے صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے" میڈیا کا گرتا معیار آج گرگٹ سرکاروں سے زیادہ بکاؤ ہوتا جا رہا ہے، اکیسویں صدی کی آزادی اور خود مختاری کے طوفان نے میڈیا اور سیاست کے دل و دماغ کو ایک ساتھ معذور و معزول کر دیا ہے، آج کا میڈیا دہشت اور نفرت پھیلانے کا ایک ذریعہ بن چکا ہے، ایک زمانے میں میڈیا کو جمہوریت کا ستون کہا جاتا تھا، آج بھی ستون ہی ہے لیکن سب سے پہلے گرنے اور بکنے والا ستون، اس ملک کے لئے میڈیا کی بھی بڑی قربانیاں رہی ہیں، لیکن آج کے غدار اور کاروباری میڈیا والوں نے ان قربان ہونے والوں کی روحوں کو پھر سے مارنے کا کام کیا ہے، حق گوئی اور بے باکی، سچ بولنے، سچ دکھانے اور اسے ثابت کرنے کا سارا جذبہ چاپلوسی کی نذر ہو گیا ہے، آج جب بھی اخبار اور ٹی وی دیکھو تو ڈر لگتا ہے، نہ جانے اب کس خبر سے دہشت پیدا کر دی جائے۔

ایک داعش اور اس کی ہم فکر تنظیمیں دہشت کا کاروبار کر رہی ہیں، دوسری ہمارے ملک کی مخصوص بھیڑ ڈر کا کاروبار کر رہی ہے، سچ چورا ہے پر کسی کو بھی مار کر اس کی ویڈیو بنا کر اسے خود شیئر کر کے ملک کے آئین اس کے دستور اور اس کے جمہوری نظاموں کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، انصاف اور قانون کا خون کیا جا رہا ہے، وہیں میڈیا بھی ان کا آلۂ کار بن کر اس کاروبار کو فروغ دینے کا کام کر رہی ہے، لوگوں کو اطراف و اکناف کی ضروری تبدیلیوں سے آگاہ کرنے کی بجائے ان پر خوف طاری کر رہی ہے، اس کے بعد اس خوف کے ازالہ کے لئے کاروباری دروازے کھول دئے جاتے ہیں، ڈر کا کاروبار ایسا ہے جس میں نقصان نہیں ہوتا۔

میڈیا کے اس ڈوبتے سورج کی کبھی صبح امید اور جوش کی اور مجرم طاقتوں کی کالی بدلیاں کسی نامعلوم کونوں میں دبک جاتی تھیں، انصاف کے جب سارے دروازے بند ہو جاتے تھے تو بھی ایک دروازہ تھا جس نے کبھی کسی کو خالی ہاتھ نہیں بھیجا، سیاسی رہنماؤں کی طرح اس شعبہ نے بڑی قربانیاں دی ہیں جو تاریخ میں زندہ ہیں اور انھیں کی وجہ سے آج کی صحافت کی آبرو باقی ہے ورنہ آج کے کاروباری اور بکاؤ صحافیوں نے تو اس کا گلا تقریباً گھونٹ ہی دیا ہے، ایک سچا صحافی اپنے آپ میں ایک انصاف بلکہ ایک انقلاب ہوتا ہے، ملک کے ذمہ داروں میں اس کا شمار ہوتا ہے، جس طرح ملک کا مستقبل سیاسی، سماجی اور قانونی رہنما طے کرتے ہیں، اسی طرح اس میں ایک حصہ میڈیا کا بھی ہوتا ہے لیکن آج بدعنوانی کی آندھی میں یہ ستون بھی گر چکا ہے۔

آج اخبار میں کیا آتا ہے اور ٹی وی میں کیا دکھایا جاتا ہے، یہ سب بند کمرے کی سیاست طے کرتی ہے، قومی سطح پر کس کو کہاں کیا اور کیسا مقام دینا ہے، یہ سب طے شدہ ہوتا ہے، ایک سینئر صحافی کے ۵۰ سالہ صحافتی تجربہ کے مطابق ملک میں رونما ہونے والے بڑے حادثات جیسے دنگے، فرقہ وارانہ فسادات، سرعام کسی کا قتل یا پھر ان کا ڈسٹری بیوشن سب پہلے سے طے ہوتا ہے، ان تمام چیزوں سے پرے میڈیا کا اپنا ایک اصول ہے کہ وہ اپنی خبروں سے معاشرے میں ڈر پیدا نہیں کر سکتی، اسے ہر حال میں لوگوں میں ہمت اور امید بنائے رکھنا ہوتا ہے، آج کی میڈیا میں بالکل اس کے مخالف کام ہو رہا ہے، کسی کو بھی مجرم یا دہشت گرد کہنا تو اس کا یومیہ مشق ہو گیا ہے، اس کا جرم ہے بھی کہ نہیں، عدالت اور قانون اسے کیا کہتا ہے، ان سب چیزوں کی پرواہ کئے بغیر ہمارے "صاحب" کیا کہتے ہیں، اس کی پرواہ کی جاتی ہے، ہر روز اپنا نیا ساتھی یا پھر ساتھ کے لئے ہر روز بکنے والا معیار ہو گیا ہے، اس کا یہ

معیار خود اس میڈیا نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا ہے، آج کی میڈیا محض کاروبار ہے، اس کے سوا کچھ نہیں ہے، یہ میڈیا کاروبار اور پیسہ کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہے، وہ جی حضوری کے چکر میں ملک کی عظمت اور اس کے وقار کو بھی خاک میں ملا سکتی ہے، ایسا ہی ایک واقعہ حال ہی میں رونما ہوا ہے۔

TRP سنسنی اور سب سے پہلے خبر دینے کی ہوڑ نے سب کو خود غرض بنا دیا ہے، جب یہ خبر میڈیا میں عام ہوئی کہ ''ملک کے پاس ہتھیار کم ہیں'' جنگ کی صورت میں مشکل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، مطلب ہم کمزور ہیں، بظاہر یہ بہت چھوٹی بات ہے، لیکن اس کے پیچھے کے سوالات نہایت ہی خطرناک ہیں، سب سے پہلا سوال کہ ہمارے ملک میں کتنا ہتھیار ہے؟ یہ خبر ایسے ہی میڈیا میں کیسے آ گئی؟ یہ خبر چھاپنے یا دکھانے سے پہلے میڈیا نے کیوں نہیں سوچا کہ اس کا کیا ردعمل یا پس منظر و پیش منظر ہو سکتا ہے، اس خبر کا قومی اور بین الاقوامی سطح پر ملک پر کیا اثر پڑے گا، اس خبر سے کس کو کتنا فائدہ اور کتنا نقصان ہو سکتا ہے؟ یہ سب بڑے ہی ڈرامائی اور فلمی انداز میں ہوا، چین کی جانب سے ملک کے خلاف بڑھتے اقدامات کے جواب میں کئی ممالک کی حمایت کی خبریں آتی ہیں، چینی سامان کے بائیکاٹ کا پروپیگنڈہ ہوتا ہے، ہندو چین کے روزانہ بگڑتے حالات کی خبریں بھی آتی ہیں، اچانک خبر آئی ہے کہ ہمارے پاس تو ہتھیار ہی نہیں ہیں، سرجیکل اسٹرائک سے لے کر اب تک جس طرح سے ہماری فوج کا سیاسی استعمال اور قدرے استحصال ہوا، وہ شاید ملک کی تاریخ میں ایک سیاہ باب ہے، اس خبر نے جہاں ملک کو ایک طرف کشمکش میں ڈال دیا ہے، وہیں دوسری طرف ایک بڑے خدشے کا بھی اشارہ دیا ہے، اب جب ملک میں ہتھیار کم ہیں، اس پر پاکستان اور چین کی طرف سے مسلسل دست درازی کا سلسلہ بھی جاری ہے، اس لئے بھاری مقدار میں اسلحہ اور ہتھیار کی خریداری ہونی ہے، کچھ دن قبل فوجی ٹرک کی خریداری اور اس سے جڑے کچھ خلاصے سامنے آئے تھے، اس خریداری میں جس قدر گھوٹالہ اور اسکیم کا معاملہ سامنے آیا تھا، کیا یہ اس سے بھی بھیانک ہو سکتا ہے، یہ پانچ گھنٹے کی فلم میں ہر آدھے گھنٹے، بیس منٹ اور ایک گھنٹے میں جو سسپینس اور ٹویسٹ آ رہے ہیں، وہ بڑے مہلک ہوتے جا رہے ہیں، ابھی تو دو گھنٹے کی فلم باقی بھی ہے، اس پر مزید یہ ہے کہ اگلے پانچ گھنٹے کی اس فلم کی دوسری سیریز بھی تقریباً تیار نظر آتی ہے، کیونکہ تقریباً سارے پروڈکشن ہاؤس بند پڑے ہیں، کہیں کوئی شوٹنگ چل ہی نہیں رہی ہے اور جس طرح سے یہ مسالہ فلم چل رہی ہے، ایسا لگتا ہے کئی ریکارڈ توڑ کر ہی دم لے گی۔

ملک کی داخلی صورت حال وہ بھی سکیورٹی سے متعلق خبریں نشر کرنا اور وہ بھی اتنی غیر ذمہ دارانہ طور میڈیا کے ساتھ ساتھ ملک کے ساتھ بھی کھلواڑ ہے، اس سلسلے میں یہ عقدہ کشائی ایک طرف کہ آخر یہ خبر میڈیا میں آئی کیسے؟ اس کا سرجکل، نوٹ بندی، کشمیر، امرناتھ، GST، صدر جمہوریہ کا الیکشن یا بہار کی سرکار اور سی بی آئی کے چھاپوں سے تو ہو سکتا ہے کوئی لینا دینا نہ ہو، لیکن آج سیاست کی گھٹی میں شامل بدعنوانی کو تو کافی بڑا راستہ مل گیا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس پر حکومتوں کا کیا ردعمل ہوتا ہے، اس انتہا پسند بھیڑ کا کیا ردعمل ہوتا جو ملک میں کھانا، کپڑا، کاروبار، کہنا سننا اور بولنا طے کرتی ہے، جو ملک میں وفاداری کا ٹیسٹ لیتی رہتی ہے، اب وہ اس بات کو کس طرح سے دیکھتی ہے، احتجاجی پیشہ وروں کا اس پر کیا ردعمل ہوتا ہے؟ یہ ایک قابل غور امر ہے، سوشل میڈیا کے کرانتی کاری بھی اب تک خاموش ہیں یا تو انہیں اب تک بتایا نہیں گیا یا ریموٹ آن نہیں کیا گیا، اب ایسی صورت حال میں اس قدر خاموشی ذہنی و اخلاقی طور پر موت کے ساتھ ساتھ وطن پرستی کی امید کے دم مرگ کو بھی ظاہر کرتی ہے۔

یہ بھی میڈیا کی سفاکیت ہے کہ سیمانچل کے سیلاب زدگان، گورکھپور کے ننھے بچوں کی اموات، دو ٹرینوں کے حادثے اور کرنل پروہت کی ضمانت کو دبا کر سپریم کورٹ کے تین طلاق کے فیصلے اور وطن پرستی کے تئیں ''بھارت ماتا کی جئے'' اور ''وندے ماترم'' پر سارا زور لگایا جا رہا ہے، اس میڈیا کے لئے سب سے زیادہ اہم یہ ہے کہ وہ کسی طرح سے یوپی حکومت کی چمچہ گیری کو ثابت کرنے کے لئے مسلمانوں کا کیا فائدہ ہے، وہ تو ۱۹۴۷ء سے بقیہ ص ۱۳۱ پر

از: مولانا محمد کوثر امام قادری*

غوث اعظم کی انقلابی تحریک

حضور سیدنا سرکار غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومحاسن، خوبیاں اور کمالات اس قدر ہیں کہ عام آدمی نہ تو اس کا ادراک کرسکتا ہے اور نہ ہی سب کو احاطہ بیان میں لاسکتا ہے، جن اصحاب فکر ونظر نے آپ کے فضائل پر غور کیا، بے ساختہ ان کی زبان چیخ اٹھی ؎

پوچھتے کیا ہو شہ جیلاں کے فضائل آسیؔ
ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

آپ کی سیرت وسوانح، فضائل ومناقب اور حیات وخدمات کے عناوین پر سیکڑوں کتابیں، مضامین ومقالے لکھے گئے، لکھے جا رہے ہیں اور آئندہ بھی یہ سلسلہ ان شاء اللہ چلتا رہے گا۔

آج خطابات وبیانات اور مضامین ومقالات میں غالب طور پر قلم کار وخطبا کرامات وخوارق عادات واحوال کے بیان پر زور صرف کرتے ہیں جبکہ کرامتیں کوئی نمونۂ عمل فراہم نہیں کرتیں اور نہ ہی ان کے بیان سے کوئی رہنمائی ملتی ہے، کرامتیں بلاشبہ عقیدت ومحبت پیدا کرنے کا ذریعہ اور صاحب کرامت کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں مگر نئی نسلوں کو واقعات کرامت کے بجائے آئینۂ حیات مطلوب ہے۔

اس وقت پوری مسلم دنیا جس صورت حال سے دوچار ہے، اس سے نجات پانے کے لئے ہمیں کیا کچھ کرنا چاہئے، ہم نے سیرت غوث اعظم سے ان گوشوں کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو اس عقدہ کو حل کرسکتے ہیں، تو سب سے پہلے ہم غوثیت کبریٰ کے ظہور سے قبل کے حالات پیش کرتے ہیں تاکہ آج کے حالات اور اس زمانے کے ماحول میں موافقت سمجھنا آسان ہوجائے۔

ظہور غوثیت سے پہلے کے احوال

خلافت عباسیہ روز بروز زوال کی طرف بڑھ رہی تھی، درجنوں حکومتیں قائم ہو چکی تھیں، شیعی حکومتیں، سنی حکومتوں سے جنگ کر رہی تھیں اور سنی حکمراں شیعوں سے برسرپیکار تھے، بااثر وزراء اپنی الگ الگ حکومت قائم کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے، خانہ جنگی کا ماحول برپا تھا، حکومت کے نشے میں مخمور طالب جاہ وحشم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے تھے، ایک دو نہیں درجنوں سلاطین اپنی اپنی سربلندی کے جھنڈے لہرا رہے تھے، سلطان وزراء سے خائف اور وزراء فوجیوں سے خوفزدہ، نہ ایک دوسرے پر کوئی اعتماد نہ ایک دوسرے کے لئے کوئی ہمدردی، جو جہاں ہے وہیں کرسی اقتدار کا بھوکا ہے، گویا مسلمانوں کا سیاسی نظام انتہائی بدحالی کا شکار تھا، ان کے پاس فوجیں تھیں مگر بے روح، ان کے پاس حکومت تھی مگر صرف نام کی، ان کے نام کا خطبہ پڑھا جاتا تھا مگر رعایا کے دلوں میں کوئی قدر نہ تھی، گویا مکمل نظام سیاست مفلوج ہو چکا تھا۔

یورپ کے اہل کلیسا کے لئے یہ اچھا موقع تھا اور جیسے ہی مسلمانوں کی اس کمزوری کا انھوں نے احساس کیا فوراً مملکت اسلامیہ کی اینٹ سے اینٹ بجانے کے لئے ایک طوفان بن کر نکل پڑے، شام وفلسطین کی سرزمین عیسائی دنیا کے لئے مقدس تھی، ساتویں صدی عیسوی سے اس پر مسلمانوں کا قبضہ تھا، عیسائی دنیا کا روحانی پیشوا پوپ تھا، اس نے اپنے پیروکاروں میں مسلمانوں کے خلاف مذہبی تعصب ابھارنے کی کوشش کی، اس وقت اسلامی دنیا سیاسی انتشار کا شکار تھی اور یہ عیسائی یورپ کی طرف سے جارحیت کا سنہرا موقع تھا۔

پوپ اربن ثانی نے ۱۰۹۵ء میں ایک مجلس میں جنگ کا اعلان کیا اور عیسائی دنیا پر زور دیا کہ وہ شام وفلسطین میں واقع مقدس مقامات کو مسلمانوں کے قبضہ سے چھین لیں، اس وقت یورپ کا جاگیردارانہ نظام پورے شباب پر تھا، آبادی، دولت ووسائل کی

* مضمون نگار دارالعلوم قادریہ بحر العلوم پہ سولی بازار مہراج گنج یوپی کے شیخ الحدیث ہیں۔

فراوانی تھی، ادھر مشرق کی روایتیں خوشحالی اور حسن کی داستانیں پھیلی ہوئی تھیں، یوں مذہبی جنون کے ساتھ لوٹ کھسوٹ اور عیش ونشاط کی خواہشات مل گئیں، اٹلی کی ساحلی شہروں وینس، جنیوا وغیرہ کی بین الاقوامی تجارت کو مشرق وسطی کی مسلم مقبوضات کی وجہ سے نقصان پہنچا تھا اور ان تجاروں کی روایتی خوشحالی متأثر ہوئی تھی، چنانچہ انہوں نے عیسائی حملہ آواروں کی دل کھول کر مدد کی۔" [عہد ایوبی کی نسل نو، ص ۲۱]

۹۰۴ھ میں یورپ کے عیسائیوں نے جن میں بڑے بڑے بادشاہ بھی شامل تھے، متحد ہو کر بیت المقدس کو مسلمانوں کے قبضے سے نکالنے کے لئے حملہ کیا، ان صلیبی حملہ آوروں نے آتے ہی انطاکیہ کا محاصرہ کیا، انطاکیہ میں ان دنوں باغیسانی نامی ایک سلجوقی ما مورتھا، وہ عیسائیوں کا مقابلہ نہ کرسکا اور انطاکیہ کو چھوڑ کر فرار ہوا، راستے میں کسی ارمنی نے اس کو مار ڈالا اور سر اُتار کر صلیبی لشکر میں لے آیا، انطاکیہ کا اس طرح نکل جانے اور باغیسان کے مارے جانے سے ملک شام میں ہلچل مچ گئی، کرلوقا نامی سلجوقی سردار جو موصل کا والی تھا، عیسائی حملہ آوروں کی طرف بڑھا اور مرج وابق میں پہنچ پڑاؤ کیا، یہ سن کر وقاق بن تتش، سلیمان بن مراتق طغتکین والی حمص بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر بوقا کے پاس پہنچ گئے اور سب مل کر انطاکیہ کی طرف عیسائیوں کے مقابلے کے لئے بڑھے، عیسائی لشکر کے مقابلے میں ان مسلمان سرداروں کی متحدہ فوج بے حقیقت اور نہایت قلیل تھی، سخت معرکہ آرائی کے بعد مسلمانوں کو شکست ہوئی، ہزار ہا مسلمان شہید ہوئے، عیسائیوں نے ان کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا، اس کے بعد عیسائیوں نے حمص پر قبضہ کیا، پھر عکہ کا محاصرہ کرلیا، عکہ کی ترکی سلجوقی فوج نے بڑی بڑی سختیاں برداشت کیں اور مدافعت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔

عیسائیوں نے ۲۳ ر شعبان ۴۹۲ھ کو چالیس روز کے محاصرہ کے بعد بیت المقدس کو فتح کرلیا، شہر میں گھس کر عیسائی فاتحین نے مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا، مسلمانوں نے محراب داؤد علیہ السلام میں پناہ لی کہ یہاں عیسائی قتل سے باز رہیں گے مگر انہوں نے وہاں بھی ان کو قتل کیا، مسجد اقصیٰ اور صخرۂ سلیمان میں ستر ہزار مسلمان شہید کئے گئے، مسجد اقصیٰ کے تمام قیمتی سامان، قندیلیں جو چاندی اور سونے کی تھیں، سب لوٹ لیں، اس ہنگامہ میں لاتعداد مسلمان شہید ہوئے، بیت المقدس کے جس قدر مسلمان کسی نہ کسی طرح بچ کر بھاگ سکے وہ بحالت پریشان بغداد پہنچے اور وہاں عیسائیوں کے ان مظالم اور مسلمانوں کی بربادی کا حال خلیفۂ بغداد کو سنایا، خلیفہ نے برکیارق، محمد، سنجر وغیرہ سلاطین سلجوقیہ کے پاس پیغام بھیجا کہ ملک شام کو بچاؤ مگر وہ آپس کی خانہ جنگیوں میں ایسے مصروف تھے کہ اس طرف متوجہ نہ ہو سکے اور ملک شام کو عیسائیوں نے خاک سیاہ بنا ڈالا، وزیر السلطنت مصر جس نے مسلمانوں کے قبضے سے بیت المقدس کو لے کر عیسائیوں کے ہاتھ فتح کرا دیا، یہ خبر سن کر مصر سے فوج لے کر چلا کہ بیت المقدس کو عیسائی سے فتح کرے لیکن عیسائیوں نے اس کے آنے کی خبر سن کر آگے بڑھ کر مصری فوج کو شکست فاش دے کر بھگا دیا اور بھاگتے ہوؤں میں سے کسی کو بھی بچ کر نہ جانے دیا۔ [تاریخ اسلام جلد سوم ۲۱۲]

اس کے بعد صلیبیوں کے مقابلے کے لئے مسلمان فوجیوں نے بڑی محنت کی، متعدد جنگیں ہوئیں اور عیسائی مقبوضات میں سے بعض مقامات پر اسلامی جھنڈے لہرائے گئے لیکن چند سالوں بعد پھر عیسائی فتح وکامرانی کے حصول میں کامیاب ہوگئے اور ایک مستقل طاقت ورحکومت وسلطنت قائم کرلی، اکبر شاہ نجیب آبادی لکھتے ہیں:

"۴۹۸ھ میں پھر ایک مرتبہ مصری فوجیوں نے عیسائیوں پر حملہ کیا اور دمشق کی ترکی فوج نے بھی مصری فوج کا ساتھ دیا، مگر اس لڑائی کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا، ساحل شام کے شہروں میں طرابلس، صور، عبیدا اور بیروت مصری حکومت کے ماتحت تھے، ۵۰۳ھ میں عیسائیوں کے جنگی بیڑے آئے اور انہوں نے ان تمام شہروں کو یکے بعد دیگرے فتح کر کے تمام ساحل شام پر اپنے قبضہ کو مکمل کرلیا۔

عیسائیوں نے بیت المقدس کو فتح کر کے وہاں اپنا ایک بادشاہ مقرر کیا اور ملک شام کا جس قدر علاقہ انہوں نے فتح کرلیا تھا، وہ سب بیت المقدس کی اس عیسائی سلطنت میں شامل کردیا، اس طرح ملک شام کے اندر ایک چھوٹی سی عیسائی

سلطنت قائم ہوگئی اور وہ اس لئے بہت زبردست تھی کہ اس کو مسلسل براعظم یورپ کے ملکوں سے فوجی و مالی امداد پہنچتی رہتی تھی، ان عیسائیوں کے مقابلے میں مصر کی سلطنت عبیدی سے کچھ نہ ہوسکا، حالانکہ عیسائیوں نے زیادہ تر انہیں شہروں اور اسی حصہ پر قبضہ کیا تھا جو سلطنت مصر کے قبضے میں تھا۔

بہر حال عیسائیوں کی سلطنت یا ریاست شام کے مغربی ساحل پر اس لئے قائم ہوسکی کہ سلجوقی امراء آپس میں لڑ رہے تھے اور مصر کی دولت عبیدیہ نے اپنی کمزوری اور ناعاقبت اندیشی سے عیسائیوں کو چیرہ دستی کا موقع دیا۔ [تاریخ اسلام، حصہ سوم، ص ۲۱۴]

صحابۂ کرام و تابعین عظام کے عہد میں جو اسلامی ماحول برپا تھا، اس کے نام و نشان مٹ چکے تھے، شر و فساد کا دور دورہ تھا، طرح طرح کی برائیاں و خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں، حیات انسانی کا ہر شعبہ اسلامی انوار سے دور ہو چکا تھا، بداعتقادی و بدعملی کا شیوہ تھا، دعوت و تبلیغ کے مراکز اپنی افادیت کھو بیٹھے تھے، سیاسی افراد آپس میں دست بگریباں تو تھے ہی، علماء و مشائخ بحث و مناظرہ میں مصروف تھے، مسلکی تعصب اور مذہبی منافرت زوروں پر تھی، مدارس کے مدرسین سے لے کر طلبائے علوم اسلامیہ تک سبھی اخلاص سے کوسوں دور تنگ نظری کا شکار تھے۔

یہاں میں چند اقتباسات پیش کرنا چاہتا ہوں، جن سے اس زمانے کے بگڑے ہوئے ماحول پر بھر پور روشنی پڑتی ہے، حضرت امام غزالی اس زمانے کے عمومی حالات پر روشنی ڈالتے ہیں:

''اس نے ہمیں اتنا گرایا کہ یہ حالت ہوگئی انا للہ وانا الیہ راجعون، دین کے اس ستون سے علم و عمل کو محو کردیا گیا، اس کی حقیقت و نشان مٹ گئے، مخلوق کے دلوں پر منافقت کا قبضہ ہوگیا، خالق کے آگے گردن جھکانا ختم ہوگیا اور لوگ جانوروں کی طرح اپنی خواہشات و شہوات کے پیچھے لگ گئے، بساط دنیا پر ایسے مومن صادق کم رہ گئے، جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کی، اس صورت حال کی تلافی کی اور اس شگاف کر بندکی، زمانہ اپنی تباہی کی طرف بڑھتا رہا اور اس نے بلندی کے بجائے درجات کی پستی کو اپنا لیا۔'' [احیاء العلوم، حصہ دوم، ص ۳۰۲]

علمائے اسلام کے بارے میں امام غزالی رقمطراز ہیں:

''مگر آج طمع نے علما کی زبانوں کو بند کردیا ہے اور وہ خاموش ہوگئے ہیں، اگر وہ بات کرتے بھی ہیں تو ان کے اقوال، احوال کے مطابق نہیں ہوتے اور انہیں کامیابی نہیں ہوتی، اگر وہ سچ بولتے اور علم کا حق ادا کرنے کا عزم کرتے تو انہیں یقیناً کامیابی ہوتی، پس رعایا کی خرابی بادشاہوں کی خرابی کی وجہ سے ہے، بادشاہوں کی خرابی علماء کی خرابی کی وجہ سے اور علماء کی خرابی مال و جاہ کی محبت میں گرفتار ہونے سے ہے، جو دنیا کی محبت میں گرفتار ہوا وہ معمولی لوگوں پر بھی احتساب کی طاقت نہیں رکھتا چہ جائیکہ وہ بادشاہوں اور بڑے لوگوں کا احتساب کرے، اللہ ہی سے ہر حال میں مدد طلب کی جاسکتی ہے۔'' [ایضا، ص ۳۵۱]

جہاں سے قوم کو روحانی غذا ملتی ہے، جہاں سے اصلاح معاشرہ کی تحریک ہوتی ہے، جہاں ظاہر و باطن کو سنوارا جاتا ہے اور جو اسلامی تعلیم و تربیت، تزکیۂ نفس اور تطہیر باطن کا مصدر و منبع ہیں یعنی مدارس و خانقاہ، علماء اور صوفیا، جب ان میں بگاڑ آیا تو پھر کون بچ سکتا تھا، پورے بغداد اور اس کے اطراف و جوانب میں پھیلے ہوئے مدارس کے اندرونی احوال پر ڈاکٹر ماجد عرسان الکیلانی کا تبصرہ ملاحظہ کریں:

''مذہبی تعصب کے اثرات تعلیم اور اس کے اداروں پر منعکس ہونے لگے، مختلف مذاہب کے شیوخ، مدارس اور درسگاہوں میں گھس گئے اور ان کے انداز، اہداف اور رجحانات پر اثرانداز ہونے لگے، ان اثرات کی مثالیں ذیل میں دی جاتی ہیں:

اول: تعلیم کے اہداف اور اس کے مقاصد میں خرابی، تعلیم کے اہداف، افتاء، قضا، اوقاف جامعات میں تدریس، احتساب وغیرہ میں عہدوں کے حصول کے گرد گھومنے لگے اور مختلف مذہبی گروہ اپنی اپنی آراء کی حفاظت میں کوشاں رہنے لگے تاکہ اس کے ذریعہ مناصب اور اداروں کو اپنی تحویل میں لیا جاسکے۔

دوم: ان اہداف کی وجہ سے تدریس کا مفہوم تنگ ہو کر رہ گیا ہے، وہ مخصوص کی عبادات اور معاملات کے مباحث تک

محدود ہوگیا، جن کا مقصد اپنے فرقہ کی توصیف کرنا تھا، نتیجہ کے طور پر ایک ہی مدرسہ مختلف دائروں میں منقسم ہوگیا اور تزکیہ، اخلاق، علوم آخرت، داعیوں اور مصلحتوں کی تیاری جیسے مباحث نظر انداز کردیئے گئے، تجدید کا کام رک گیا اور یوں گروہی تعلیم، اس کا دفاع اور اداروں میں اس کی اشاعت زندگی کے مسائل حل کرنے کے مقابلے میں زیادہ اہم ہوگئی، مناظرہ و جدل کے اسلوب مستقل علم کی حیثیت اختیار کر گئے۔

سوم: فرقہ بندی طلبا کے صفوں میں داخل ہوگئی، اس نے ان کے روابط وتعلقات میں فساد پیدا کیا اور معاشرہ میں قائم تنازعات میں ان کی تربیت کی، مختلف مذاہب کے اساتذہ، طلبہ کو اپنی طرف لانے کی کوشش کرنے لگے اور ان کی عقل اور رجان میں فرقہ کی سوچ کا بیج بونے لگے، نتیجہ یہ ہوا کہ درس وتدریس اور مدارس کی مجالس، مختلف مذاہب کی آرا کی تائید اور مخالفین کے آراء کی تردید کے میدان بن گئیں، جہاں مخالفوں پر بیانات اور اشاروں سے حملے ہوتے تھے، طلبہ مختلف گروہوں میں بٹ گئے، ہر گروہ کسی مذہبی مکتب فکر کے شیخ کے گرد جمع رہتا، اس کی تعظیم وتکریم کرتا، بغیر سوچے سمجھے اس کی ہر بات ذہن نشین کرتا اور اس کے احکام کی تعمیل کرتا، اس کے نتیجے میں مدارس میں طلبہ کے گروہوں کے درمیان تصادم کے واقعات ظاہر ہونے لگے۔" [عہد ایوبی کی نسل نو، ص ۴۰]

۴۶۹ھ میں مدرسہ نظامیہ میں ابونصر بن قشیری کی آمد ہوئی، انہوں نے اپنے خطاب میں حنابلہ کی مذمت شروع کردی اور انہیں تجسیم سے منسوب کیا، ان کی تائید مدرسہ کے چند دوسرے ہم مذہب شیوخ مثلاً شیخ ابواسحاق شیرازی اور ابوسعد صوفی نے کی، چنانچہ فتنہ پیدا ہوا جو مدرسہ سے باہر بھی پھیل گیا حتیٰ کہ شافعیہ کی ہم نوا جماعت نے حنابلہ کے شیخ ابوجعفر بن موسیٰ پر اس وقت حملہ کردیا جب وہ اپنی مسجد میں تھے، حنابلہ کے ساتھیوں نے ان کا دفاع کیا اور اس بات پر لوگوں میں لڑائی شروع ہوئی، ابوبکر شاشی نے اس واقعہ پر ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے وزیر نظام الملک کو لکھا کہ یہ بہت بری بات ہے کہ ایسا واقعہ اس مدرسہ میں پیش آئے، جسے اس نے قائم کیا ہے، جب لوگوں میں ایسے واقعات زیادہ ہونے لگے تو ابو اسحاق شیرازی نے غصہ میں آکر بغداد چھوڑنے کا فیصلہ کیا، طویل جدل کے بعد حکومت نے دونوں مذاہب کے شیوخ کے مابین مداخلت کر کے معاملات کو درست کیا۔ [البدایہ والنہایہ، جلد ۱۲، ص ۱۱۴]

۴۷۰ھ میں مدرسہ نظامیہ کے طلبہ حنابلہ اور شافعیہ میں لڑائی ہوئی، ہر فریق کو عوام کی مدد حاصل تھی، تقریباً بیس قتل ہوئے اور کئی دوسرے زخمی ہوئے، ۴۷۵ھ میں شافعیہ نے ابوالقاسم بکری اشعری کو مدرسہ نظامیہ میں بلایا، انہوں نے اپنے خطاب میں حنابلہ پر تنقید کی، جس کے سبب مدرسہ کے اندر و باہر فتنہ کھڑا ہوگیا، آگ زنی ہوئی اور کتابیں ضائع ہوئیں۔ [الکامل فی التاریخ، جلد ۱۰، ص ۱۲۴]

۴۷۸ھ میں ابوبکر احمد بن محمد فورکی بغداد آئے اور مدرسہ نظامیہ میں خطاب کیا، اس پر خوب لے دے مچی اور لوگ آپس میں لڑنے لگے۔ [المنتظم ابن جوزی، حصہ ۹، ص ۱۶]

مذہب ومسلک کے نام پر لڑائی وفساد صرف مدرسہ کے اندر ہی نہیں بلکہ یہ آگ مدارس کے باہر بھی لگتی رہتی تھی، چنانچہ ۵۲۱ھ میں امام ابوالفتح اسفرائینی جو اشاعرہ میں مشہور ومعروف شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے جامع منصور کو اپنے وعظ ونصیحت کا مرکز بنایا، لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے متأثر ہونے لگے، یہ بات حنابلہ کو اچھی نہ لگی، چنانچہ وہ جمع ہوکر اسفرائینی کے پاس آئے اور ان پر سختی کی، پھر وہ سڑکوں پر یہ نعرہ لگاتے ہوئے نکلے، یہ دن حنبلیوں کا دن ہے نہ کہ شافعیوں اور اشعریوں کا۔ [المنتظم، حصہ ۱۰، ص ۷]

امام ابن عساکر کا بیان ملاحظہ کریں:

"اوباش اور کمینے افراد کی ایک جماعت، جو حنبلی کہلاتے تھے، بغداد میں مظاہرہ کرنے لگے، انہوں نے ایسے گندے اور شرمناک انداز ایجاد کرلیئے جن کی مسلمان تو کیا کوئی کافر بھی اجازت نہیں دے سکتا، انہوں نے ماضی کے ائمہ پر تہمتیں لگانے اور اہل ودینی جماعتوں کی عیب جوئی میں انتہا کردی، وہ اجتماعات، محفلوں، مسجدوں، بازاروں، راستوں، خلوت اور جلوت میں ان پر لعن طعن کرتے، پھر طمع نے گمراہی میں انہیں

اس قدر بڑھا دیا کہ وہ اس چیز پر بھی طعن کرنے لگے جس سے ائمہ ہدایت نے مدد لی تھی یعنی شریعت وتقی، وہ اس بات میں یہاں تک بڑھے کہ خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مذمت شروع کر دی۔'' [تبیین کذب المفتری، ص ۳۱۰]

اس زمانے میں صوفیا کے حالات پر یوں گفتگو فرمائی:

''اس عہد کے اکثر صوفیا نے اپنے باطن کو مختلف افکار اور چھوٹے کاموں سے خالی نہیں کیا، انہیں اللہ تعالیٰ اور خلوت میں اس کے ذکر کی محبت حاصل نہ ہو سکی، وہ نکمے افراد ہیں، جو اسے ہمہ وقتی شغل نہ بنا سکے، انہوں نے بے کاری کو پسند کیا اور عمل کو بوجھ سمجھا، انہوں نے روزی کمانے کو مشکل اور سوال کرنے کو آسان جانا، وہ شہروں میں بنائے گئے رباط میں خوش ہو گئے اور وہاں پر مقرر خدام کو اپنی خدمت کے ذریعہ مسخر کر لیا اور ان کی عقل و دین کو خراب کرنے لگے کیوں کہ خدمت سے ان کا مقصد محض ریا، شہرت اور اپنے پیروکاروں کی کثرت کے بہانے سوال کر کے مال بٹورنا ہوتا ہے، ان خانقاہوں میں نہ تو ان کا حکم چلتا ہے، نہ مریدوں کی تربیت نفع بخش ہوتی ہے اور نہ ان پر کوئی پابندی ہوتی ہے، وہ پیوند لگے لباس پہنتے ہیں، خانقاہوں سے تفریح گاہوں کا کام لیتے ہیں، جب کبھی مصیبت زدہ لوگوں کے بارے میں خوبصورت الفاظ سنتے ہیں تو اپنے آپ پر نظر ڈالتے ہیں، وہ خرقہ، سیاحت، الفاظ اور عبادت میں صوفیہ سے مشابہت پیدا کرتے ہیں اور ان کی سیرت کے ظاہری آداب اختیار کرتے ہیں اور اپنے بارے میں سب خیر خیال کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ سب ٹھیک کر رہے ہیں، ان لوگوں سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فارغ نوجوان سے نفرت کرتا ہے اور ان کی سیاحت کے پیچھے ان کی جوانی اور فراغت ہی کار فرما ہوتی ہے، سوائے اس کے کہ کوئی حج یا عمرہ کے لئے سفر کرے جس کی سیرت و علم کی تقلید مقصود ہو۔

آج شہر اس سے خالی ہو گئے ہیں اور تمام امور دینی، خرابی و کمزوری کے شکار ہو گئے ہیں، تصوف تو بالکل ہی ناپید اور بے بنیاد ہو چکا ہے، کیوں کہ علوم کبھی تغافل یا عالم کی وجہ سے محو نہیں ہوتے، اگر کوئی عالم سوء ہے تو یہ اس کی سیرت کی خرابی ہے، نہ کہ اس کے علم کی؟ عالم اپنے علم پر عمل کے بغیر اور عمل علم کے بغیر باقی رہتے ہیں مگر تصوف عبارت ہے قلب کے صرف اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور غیر اللہ کی تحقیر سے، اس کا حاصل قلب اور اعضاء کے عمل سے ہے، جب عمل میں خرابی آئی تو حاصل خود بخود ختم ہو گیا۔ [احیاء العلوم، حصہ دوم، ص ۲۴۹]

ابتدائی صدیوں میں ابراہیم بن ادہم متوفی ۱۶۳ھ، داؤد طائی متوفی ۱۶۵ھ، فضیل بن عیاض متوفی ۱۸۷ھ، معروف کرخی متوفی ۲۰۰ھ، سری سقطی متوفی ۲۵۷ھ، حارث محاسبی ۲۴۳ھ، ابو یزید بسطامی متوفی ۲۶۱ھ، جنید بغدادی متوفی ۲۹۸ھ جس تصوف و روحانیت کے علمبردار تھے، وہ نظام تطہیر بھی متأثر ہونے لگا اور جاہل و دنیادار لوگ تصوف کے نام پر شریعت سے دوری کو تصوف و روحانیت کا نام دینے لگے اور تصوف میں ایسی باتیں پیدا کر لیں جو گناہ اور زندیقیت کی راہ پر لے جانے والی تھیں۔

اس سلسلے میں امام غزالی فرماتے ہیں:

شطح سے ہماری مراد دو قسم کی باتیں ہیں جو بعض صوفیا نے کہیں، ان میں سے ایک تو وہ لمبے چوڑے دعوے ہیں جو عشق الٰہی اور اعمال ظاہر سے مستثنیٰ ہونے کے بارے میں کئے گئے، یہاں تک کہ اس طبقہ کے دعویٰ، اللہ تعالیٰ سے اتحاد، حجاب کے اٹھنے، آنکھوں سے مشاہدہ اور بالمشافہ گفتگو تک جا پہنچے، وہ کہتے ہیں ہمیں یوں کہا گیا اور ہم نے یوں کہا، اس معاملہ میں وہ حسین بن منصور حلاج سے مشابہت پیدا کرتے ہیں، جس کو اس قسم کے کلمات پر پھانسی دی گئی اور اس کے قول انا الحق کا حوالہ دیتے رہتے ہیں، اسی طرح حضرت بایزید بسطامی سے مشابہت پیدا کرتے ہیں جن کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا ''سبحانی سبحانی'' یہ کلام کا ایسا فن ہے جس سے عوام کو بڑا نقصان پہنچتا ہے، یہاں تک کہ کاشتکاروں کی ایک جماعت نے اپنی کھیتوں کو چھوڑا اور اس قسم کے دعویٰ کرنے لگی، کیوں کہ ایسا کلام طبیعت کو لطف دیتا ہے، خاص طور پر جب اس کے ساتھ اعمال سے تساہل اور محض

مقامات واحوال کے ذریعہ تزکیہ نفس شامل ہو، کم فہم لوگ اپنے بارے میں ایسے دعووں اور مزین الفاظ کے استعمال سے نہیں تھکتے، جب ان کے سامنے اس کا انکار کیا جائے تو یہ کہنے میں انہیں کوئی چیز مانع نہیں ہوتی کہ اس انکار کا منبع علم اور جدل ہے، علم جواب ہے اور جدل عمل نفس، یہ بات تو صرف باطن کے نورِ حق کے ذریعہ ہی واضح ہوتی ہے، اس قسم کی باتوں سے شہروں میں شر پھیلا اور عوام کو بہت نقصان پہنچا جو کوئی ایسی بات کرے تو اللہ کے دین میں اس کا قتل، دس آدمیوں کو زندگی دینے سے بہتر ہے، جہاں تک حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں جو بیان کیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں، خواہ یہ خود ان سے سنا جائے، ہوسکتا ہے کہ آپ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہہ رہے ہوں اور اپنے دل میں اس کلام کو دہرا رہے ہوں جیسا کہ ان کو یہ کہتے سنا گیا: انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی، یہ اس لائق نہیں کہ اسے بطور ایک واقعہ کے سمجھ لیا جائے۔

شطح کی دوسری قسم ایسے کلمات ہیں جن کا کوئی مطلب نہیں ہوتا، ظاہراً وہ بہت خوبصورت دکھائی دیتے ہیں مگر ان کی عبارت ہولناک اور بے فائدہ ہوتی ہے، یہ کلمات اگرچہ کہنے والے کے نزدیک بلا مطلب ہی ہوں مگر یہ اس کی عقل کے بگاڑ اور خیالات کے انتشار کا نتیجہ ہوتے ہیں، اس لئے کہ کلام کے معانی پر اس کی گرفت کمزور ہوتی ہے اور جس کا سننا کانوں پر بار ہوتا ہے، یہی کچھ اکثر ہوتا ہے۔

بالفرض اس کلام کا کوئی مطلب ہو بھی، لیکن کہنے والا اسے ایسے الفاظ میں سمجھا نہ سکے، جس سے اس کا مافی الضمیر معلوم ہو سکے، تو ایسے کلام کا کوئی فائدہ نہیں، اس سے صرف دل کو تشویش، عقل کو پریشانی اور ذہن کو حیرانی ہوتی ہے یا پھر اس سے ایسے معانی لینے کی ترغیب ملتی ہے جو اس کا اصل مطلب نہیں ہوتا اور ہر شخص اپنی خواہش کے مطابق اس کا مطلب لیتا ہے۔ [احیاء العلوم، حصہ اول، ص ۳۶]

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارنامے ہمارے لئے مشعل راہ ہدایت ہیں، جن کی تابناک روشنی میں نہ صرف ہم اپنی منزل کا پتہ پاسکتے ہیں بلکہ ان پر عمل پیرا ہوکر بآسانی منزل مقصود کا حصول بھی کر سکتے ہیں، مولائے کریم ہمیں غوث پاک کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے، آمین۔ ■■■

ص ۵۷ رکا بقیہ ....

فطرت کا حال آشکار ہو جائے، حسد کس کی صفت ہے؟ یہ معلوم ہو جائے اور صبر کس کی شان ہے؟ اس راز سے بھی پردہ اٹھ جائے۔

مریدین مفتی اعظم سے گزارش: تاج الشریعہ کے مخالفین عشق رسول کا جوہر، عفو و درگزر، شریعت و طریقت کا سنگم، عشق رسول میں سرشار، نہ ان کا کوئی ثانی، دنیا ان پر فریفتہ اور انہیں اک نگاہ دیکھنے کے لئے بیتاب ہے، یہی ماحول اعلیٰ حضرت کے دور میں بھی تھا، لوگ ان سے بھی حسد کرتے تھے، اسی ماحول میں آپ نے کہا تھا ؂

حسد سے ان کے سینے پاک کر دے
کہ بدتر دق سے بھی یہ سل ہے یا غوث
دیا مجھ کو انہیں محروم چھوڑا
مرا کیا جرم حق فاضل ہے یا غوث

ہمہ آہوان صحرا سر خود نہادہ بر کف
بامید آں کہ روزے بشکار خواہی آمد

کا منظر بنی ہوئی ہے، بن دیکھے بھی اتنے عشاق ہیں کہ تاج الشریعہ بحیثیت مرشد، بحیثیت مفتی، بحیثیت مصنف، حضرت مولانا روم نے لکھا ہے ؂

برمرید صادق صاحب تمیز ہست ذکر سیرت پیراں عزیز
ذکر پیراں تازہ ایمانش کند قصہ شاں جلوہ بر جانش کند

یعنی تمیز والے مرید صادق کو اپنے پیروں کی سیرت کا ذکر بڑا عزیز ہوتا ہے، پیر کا ذکر ان کے ایمان کو تازہ کرتا ہے اور ان کے واقعات اس کے ایمان پر تجلی ڈالتے ہیں۔

اور یہ سوچ کر سر فخر سے اونچا ہو جاتا ہے کہ کل جب دنیا آج کی تاریخ پڑھے گی اور تاج الشریعہ کی سیرت، ان کے کردار اور ان کی خدمات کو خراج پیش کرے گی تو ہماری روحیں بھی شاد کام ہوں گی کہ تم جن کے قصیدے پڑھ رہے ہو، ہماری آنکھوں نے انہیں دیکھا ہے، ان کی صدائے حق سنی ہے، ناوران کی داستان عزیمت میں کہیں نہ کہیں ہم کھڑے ہیں۔ ■■■

از: شکیل احمد سبحانی ٭

حضور مفتی اعظم کے مجاہدانہ کارنامے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے وصال سے اہل سنت وجماعت کو جو صدمہ پہنچا تھا، اس کا اثر دیر پا تھا، اعلیٰ حضرت کے بعد اسلام اور اہل سنت کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے کا مقابلہ جس عظیم شخصیت نے کیا، وہ حضور مفتی اعظم علامہ شاہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات تھی، آپ نے دشمنان اسلام اور دشمنان اہل سنت کی سازشوں سے نہ صرف مسلمانوں کو خبردار کیا بلکہ جب ضرورت محسوس ہوئی تو خود میدان عمل میں کود پڑے، اندرا گاندھی نے جب بزور طاقت نس بندی کا قانون نافذ کرنا چاہا تو مخالفین اہل سنت کے مدارس سے حکومت اور نس بندی کی حمایت میں فتوے جاری کر دیئے گئے، مگر نس بندی کے حرام ہونے کا جو فتویٰ مفتی اعظم نے بریلی شریف سے جاری کیا تھا، اسے حکومت کے زبردست دباؤ کے باوجود بھی آپ نے واپس نہ لیا اور فرمایا، بریلی سے شریعت اسلامیہ کے مطابق فتوے جاری کئے جاتے ہیں، جسے بدلا نہیں جا سکتا، ہاں وہ حکومت بدل سکتی ہے جو اس فتوے کو بدلنے کی کوشش کر رہی ہے اور پھر ایسا ہی ہوا، دنیا نے دیکھا کہ کانگریس کو عام انتخابات میں شکست فاش کا سامنا کرنا پڑا۔

حضور مفتی اعظم کے زمانے میں چلی، شدھی تحریک کے ذریعہ لاکھوں مسلمانوں کو مرتد بنایا جا چکا تھا، اس وقت حضور مفتی اعظم نے ہندوستان کے ان علاقوں کا مسلسل دورہ فرمایا، جہاں اسلام دشمن شدھی تحریک نے مسلمانوں کو مرتد بنانے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا، اللہ پاک کا ایسا فضل واحسان رہا کہ حضور مفتی اعظم کے ان دوروں سے شدھی تحریک کا زور ختم ہو گیا اور آپ کے دست مبارک پر ان علاقوں کے ایسے لاکھوں مسلمانوں نے توبہ کرتے ہوئے اسلام میں دوبارہ شمولیت اختیار کی جو مرتد ہو چکے تھے، اس کی تفصیلات اس وقت کے اخبارات میں شائع ہوتی رہیں۔

حضور مفتی اعظم ایک متنوع شخصیت کے مالک تھے، آپ نے اظہار حق کے معاملے میں کبھی کسی کی رعایت نہیں کی، اپنے ہوں یا بیگانے، بڑے ہوں یا چھوٹے، علما ہوں یا عوام خلاف شرع امور میں ہمیشہ احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دیا۔

حضور مفتی اعظم کی سب سے بڑی ''کرامت'' شریعت پہ استقامت تھی، جس کا ذکر جانشین مفتی اعظم حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ العالی نے اپنے اس شعر میں بھی فرمایا ؎

متقی بن کر دکھائے اس زمانے میں کوئی
ایک میرے مفتی اعظم کا تقویٰ چھوڑ کر

حضور مفتی اعظم کے زہد وتقویٰ کا عالم یہ تھا کہ کوئی قدم خلاف شریعت نہ اٹھاتے، کوئی جملہ خلاف شریعت نہ کہتے، اگر خلاف شرع کوئی بات سنتے وہیں اصلاح فرماتے، اللہ کے ولی کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ اچھے کاموں کی ترغیب دیتا ہے اور برے کاموں سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے، اس تناظر میں جب دیکھا جاتا ہے تو حضور مفتی اعظم ولایت کے ممتاز مقام پر فائز نظر آتے ہیں۔

حضور مفتی اعظم کے خصوصی فیوض وبرکات، حضور تاج الشریعہ کو حاصل ہوئے، جس کا اظہار تاج الشریعہ نے کیسے پیارے انداز میں کیا، اسے دیکھیے، فرماتے ہیں ؎

مفتی اعظم کا ذرہ کیا بنا اختر رضا
محفل انجم میں اختر دوسرا ملتا نہیں

جب اس ذرے کی یہ چمک دمک ہے تو اس مہ کامل کا عالم کیا ہوگا، جس پر اللہ عزوجل کا خاص فضل واحسان رہا، جس پر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پایاں رحمتیں برستی رہیں۔ ■■■

٭ مضمون نگار [illegible] کے رکن ہیں۔

از: ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد*

تاج الشریعہ! صلح کلیت کے خلاف حق کی آہنی دیوار

خانوادۂ بریلی اپنے علمی وجاہت، فقیہانہ کروفر، اور عارفانہ جلال وجمال کے سبب ہر دور میں ممتاز اور یکتائے روزگار رہا ہے، فقہ تصوف اور ادب میں اس خانوادہ کی خدمات کا کوئی بدل شاید ہی کہیں ملے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے بعد حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان، مفتی اعظم مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان، مفسر اعظم ہند مولانا شاہ ابراہیم رضا خان اور تاج الشریعہ مولانا شاہ اختر رضا خان ازہری میاں قبلہ نے جس طرح گلستان علم وفن کی آبیاری، چمنستان شعروسخن کی سرسبزوشادابی اور میکدۂ عرفان کو آباد رکھنے میں خون جگر صرف کیا ہے اسے تاریخ ہمیشہ یاد رکھے گی، ہمارے عہد کے مرد یگانہ جانشین حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد اختر رضا قادری کو پروردگار عالم نے جن خوبیوں کا حامل بنایا ہے اس کی نظیر کہیں اور نظر نہیں آتی آپ علم وفن میں یگانہ، تصوف ومعرفت میں یکتا، خلق وکرم میں ممتاز اور پیروی سنت میں امام اعظم ہیں، عالم شباب سے عمر کی اس منزل تک اپنے ہر عمل میں رضائے الٰہی کی طلب نے اس مرتبہ کمال تک پہنچا دیا ہے کہ آج ہر آنکھ آپ کے دید کی طالب، ہر دل محبت کیش آپ کا تمنائی اور ہر صالح ذہن فرد آپ کا شیدائی ہے، عالمی سطح پر ابھی جو مقبولیت آپ کی ہے، اس سے یہ حقیقت عیاں ہے کہ خلق خدا کے دل میں آپ کی محبت ڈال دی گئی ہے اور یہ یقیناً اللہ کے ولی کی پہچان ہے، تاج الشریعہ کی حیات وخدمات کی متنوع جہتیں ہیں اور ہر جہت ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہے، چند سطروں میں اسے بیان کرنا ساحل دریا کی سیر کے سوا کچھ نہیں مگر عشق وعرفان کے دریا میں جسے ڈوبنے کا حوصلہ نہ ہو اس کے لئے ساحل کی سیر بھی "توفیق ایزدی" ہے۔ اس تناظر میں چند ضروری گزارشات حاضر خدمت ہیں۔

آج بڑے طمطراق سے تکفیری مہم، تکفیری ٹولہ، شدت پسند، متشدد جماعت" کے الفاظ رسائل وجرائد اور سوشل میڈیا پہ اچھالے جارہے ہیں، مقصود انتشار کے آزار سے امت مسلمہ کو بچانا نہیں بلکہ اپنے اندر کے بخار اور دوسرے کی مقبولیت سے اپنی بیزاری کا اظہار ہے، اس طرح کی مہم ان افراد کے ذریعہ سامنے آئی ہے جسے دین میں تصلب اور مسلکی ومذہبی حدود کی پابندی ناگوار گزرتی ہے، جو شریعت کو اپنی پسند کا پابند بنانا چاہتے ہیں اور طبیعت کو شریعت پر غلبہ دینا جن کا مقصود ہے، یہ ہنگامہ مختلف حلقوں سے اسی طرح کیا جارہا ہے، جس طرح انگریزوں نے افواہ پھیلا کر ملک میں بدامنی کی فضا پیدا کردی تھی، انہیں اگر اپنی تاریخ معلوم ہوتی، اپنے گھر کے بزرگوں کے احوال معلوم ہوتے اور عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف رچی گئی سازش کا علم ہوتا تو وہ اپنے محسن کے خلاف زبان کھولنے کے بجائے ان کا درد سمجھتے، ان کے مشن کا حصہ بنتے اور اسلام وسنیت کو بدعقیدگی مداہنت اور صلح کلیت سے محفوظ رکھنے میں ان کی معاونت کرتے، مگر جماعتی بغاوت کا جنون، خانقاہی چشمک، خاندانی تعصب اور معاصرانہ منفی رویہ نے ان کی آنکھوں پہ پٹی باندھ دی ہے، یہ نہ حق سن سکتے ہیں اور نہ اسے قبول کرسکتے ہیں، ایسے میں تاج الشریعہ کی حقیقت اور ان کے محاسبانہ روش کو سمجھنا کیسے ممکن ہے۔

لطف مے تجھ سے کیا کہوں زاہد
ہائے کم بخت تونے پی ہی نہیں

ہمارے بعض کرم فرماؤں نے حقائق سے آنکھیں موند کر جس طرح اکابر کی کردار کشی کو بطور مہم اپنا رکھا ہے اس کے نتائج کتنے بھیانک ہوں گے، اس کا اندازہ انہیں اس وقت ہوگا، جب حضور تاج الشریعہ کے سایہ کرم سے محروم ہوجائیں گے، انہوں نے یہ دیکھا کہ تاج الشریعہ نے کسی معروف خطیب کے خلاف شرعی

* مضمون نگار مرکزی دارالقضاء ادارہ شرعیہ بہار کے نائب قاضی اور الرضا پٹنہ کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

محاسبہ کیا ہے مگر یہ نہیں دیکھا کہ اس شرعی محاسبہ کے اسباب کیا ہیں؟ بعض سنی تنظیموں کے خلاف تاج الشریعہ کی برہمی دیکھی مگران تنظیموں کی قابل گرفت حرکتیں نہیں دیکھیں، بعض اہل خانقاہ سے ان کا اعراض دیکھا مگر ان صاحبان جبہ ودستار کی غیر صوفیانہ روش نہیں دیکھی، ڈاکٹر طاہر القادری کے خلاف ان کا سخت احتجاج اور مجاہدانہ کردار دیکھا مگر طاہر القادری کے پردے میں چھپے دین کے غاصب کو نہیں دیکھا، ان تمام سانحات کی تفصیل مختلف کتابوں میں بھری پڑی ہے انہیں دیکھے بغیر علمی وشرعی گرفت کرنے والے کے خلاف واویلا مچانا کہاں کی دانش مندی ہے؟ چور کا ہاتھ کاٹنے والا مجرم مگر چوری کرنے والا متقی؟ سنگساری کا حکم دینے والا مجرم مگر مرتکب زنا مظلوم؟ دین کے باغیوں کی گرفت کرنے والا مجرم مگر دین سے کھلواڑ کرنے والا محبوب؟ کیا اس کا نام دینی شعور اور پختہ ایمانی ہے؟ واویلا مچانے والے اپنی جان بچانے کی خاطر یہ کہہ کر جان چھڑانا چاہتے ہیں کہ کیا یہ سب کے سب مجرم ہیں اور تنہا تاج الشریعہ صحیح ہیں؟ ملک میں کسی اور نے ان کے خلاف ایکشن کیوں نہیں لیا؟ ہر معاملہ میں صرف تاج الشریعہ ہی پیش پیش کیوں ہیں؟ ان کرم فرماؤں کو اب کون سمجھائے کہ جو دین کا پیشوا ہوتا ہے اہل علم اور ذمہ داران مشکل معاملات میں انہیں سے رجوع کرتے ہیں اور اس یقین سے رجوع کرتے ہیں کہ یہاں شخص اور شخصیت کی پروا کئے بغیر شرعی حکم سنایا جاتا ہے، ان کا یہ اعتماد اتنا پختہ اور یقینی ہے کہ ان اختلافی مسائل میں بھی سب سے پہلے وہ یہی دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں تاج الشریعہ کا موقف کیا ہے، جو ان کا موقف ہوتا ہے وہی حجت اور قول فیصل قرار پاتا ہے، ان مذکورہ مسائل میں بھی تاج الشریعہ نے افراد وشخصیت کو دیکھنے کے بجائے تقاضائے شرع پیش نظر رکھا ہے اور دلائل کی روشنی میں حکم شرع سنایا ہے، اس ''آئین جواں مرداں'' اور ''حق گوئی وبے باکی'' پہ انہیں کوئی نفس پرست کوستا ہے تو وہ اپنی عاقبت خراب کرتا ہے کرے، مگر یہ یقین رکھے کہ تاج الشریعہ نے اس ''ایضاح حق اور حق گوئی وبے باکی'' سے جہاں کروڑوں افراد کے ایمان عمل کو بچایا ہے وہیں اپنے ہم عصروں اور اپنے بعد والوں کو حق کے اظہار اور شریعت کی پاسداری کا حوصلہ بھی دیا ہے۔

تاج الشریعہ کے عہد کے فتنے: یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ ہندوستان میں مغلوں کے دور سے اسلام کے خلاف فتنوں کے اٹھنے کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ آج تک قائم ہے، اکبر کے دور میں دین الٰہی کا فتنہ اٹھا، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور بالخصوص حضرت مجدد الف ثانی نے اس کی سرکوبی کی، اس دور میں بھی دینی بے راہ روی کے ذمہ دار اکبر کے درباری ملا ابوالفضل اور فیضی ہی تھے مگر حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات وتصانیف اور عملی جدوجہد سے اس فتنہ کا کامیاب مقابلہ کیا، وہ فتنہ اس وقت ختم تو ہوگیا، مگر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے دور میں نئے چہرے کے ساتھ مختلف انداز میں پھر نمایاں ہوا، یہ دور تو گویا فتنوں کے سر ابھارنے کا دور تھا، وہابیت، دیوبندیت، نیچریت، قادیانیت، غیر مقلدیت، ندویت اور دیگر فتنوں نے اس عہد میں جس طرح دین وسنت پہ حملے کئے، اس کی نظیر ماضی قریب میں نہیں ملتی، مگر پروردگار عالم جل مجدہ نے ان فتنوں کی سرکوبی کے لئے اس عہد کے علما ومشائخ بالخصوص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا پیدا فرمایا اور دنیا نے دیکھا کہ کس طرح انہوں نے اپنے کردار وعمل، تصنیفات وفتاویٰ اور مکتوبات وملفوظات کے ذریعہ ان تمام فتنوں کا مقابلہ کیا، انہیں فتنوں میں ''تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت'' جیسا فتنہ بھی تھا، جس سے وابستہ ہندوستانی مسلمانوں کا سیاسی اعتبار سے نمائندہ طبقہ بے راہ رو ہورہا تھا، اس طبقہ کی ذہنیت بھی اکبر کے ''دین الٰہی'' سے مستعار تھی، اعلیٰ حضرت نے اپنے خلفا وتلامذہ اور احباب کے ساتھ ان فتنوں کے خلاف علمی وعملی محاذ آرائی کی اور تاریخی ثبوت کے مطابق اسے وہیں دفن کردیا، ان کی اس پیش قدمی سے کتنے افراد کو توبہ صحیحہ اور رجوع الی الحق کی توفیق مرحمت ہوئی، ان تاریخی حقائق کو دیکھنے کے لئے تصانیف رضا کے علاوہ حیات اعلیٰ حضرت، از ملک العلما مولانا سید ظفر الدین بہاری، امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر، از مولانا عبدالستار ہمدانی اور تنقیدات وتعاقبات، از پروفیسر مسعود احمد مظہری'' کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

فتنوں کے ظہور کا یہ سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ اعلیٰ حضرت

کے بعد ان کے شہزادگان حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان اور سرکار مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان علیہما الرحمہ کے عہد میں کئی فتنوں نے سر ابھارا جس میں ''تحریک شدھی'' بہت نمایاں فتنہ تھا، اس کے ذریعہ دین سے نا آشنا مسلمانوں کو تبدیلی مذہب پہ مجبور کیا جارہا تھا کہیں لالچ اور کہیں خوف کے ذریعہ ہندو بنانے کی مہم چل رہی تھی، اس نازک مرحلہ میں اعلیٰ حضرت کے ان شہزادوں کے علاوہ ان کے خلفاو تلامذہ مثلا صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی، ملک العلما مولانا ظفر الدین بہاری، امام المتکلمین مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی، محدث اعظم مولانا سید محمد اشرفی، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ، شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خان پیلی بھیتی، برہان ملت مولانا برہان الحق جبل پوری، محسن ملت مولانا حامد علی فاروقی وغیرہ نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے جو قربانیاں دیں اسے تاریخ نے اپنے صفحات میں محفوظ کرلیا ہے، حالات پڑھ کر جہاں ان کے ایثار و قربانی پہ آنکھیں چھلک پڑتی ہیں، وہیں یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ اگر ان فتنوں کو اس عہد میں دبایا نہیں گیا ہوتا تو ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کا کیا حشر ہوتا۔

یہ اعلیٰ حضرت ہی کے فیض یافتگان کی قربانیاں ہیں کہ یہاں اسلام زندہ و تابندہ ہے، تاریخ پہ جن کی نگاہ ہے وہ خانوادہ رضا کی علمی و مذہبی خدمات کے ساتھ ان کی مجاہدانہ کارکردگی کے بھی معترف ہیں، سیف و قلم دونوں سے جہاد و احقاق حق اسی خانوادہ کا طرہ امتیاز ہے، یہ خانوادہ رضا ہی ہے جس نے ہر دور میں مسلمانوں کے مذہبی و ملی حالات پہ نگاہ رکھی ہے اور ان کے دین و ایمان کے تحفظ اور اسلام و سنت کی تبلیغ و اشاعت کے لئے کوشاں رہا ہے، عہد حاضر کا مذہبی ماحول بھی فتنوں سے خالی نہیں اگر بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اکبر کا ''دین الٰہی'' ٹکڑوں میں بٹ کر آج بھی زندہ ہے اور جب تک ہوا و ہوس کا بازار گرم رہے گا یہ فتنے بھی موجود رہیں گے۔

تاج الشریعہ کے دور کے فتنوں میں (۱) سب سے بڑا فتنہ منہاجیت ہے یعنی دین الٰہی کی تجدید، فیورک کی بدلی ہوئی شکل اور عمانزم کا ترجمان اور (۲) دوسرا بڑا فتنہ صلح کلیت ہے، جس کا سب سے بڑا مرکز ''سراواں الہ آباد'' اور سب سے بڑا آرگن ''ماہنامہ جام نور'' ہے، دنیا آج دونوں ''سنیت نما'' فتنوں سے اس طرح دوچار ہے کہ درمیان میں کھڑے افراد کے لئے حق کی شناخت بظاہر مشکل ہوگئی ہے، یہ دونوں فتنے بنام اسلام اور بنام اہل سنت ہیں، جس کی وجہ سے کل جس طرح تقلید کی بنیاد پر وہابیہ اور دیابنہ کی شناخت مشکل ہوگئی تھی، اسی طرح آج معمولات و مراسم کی بنیاد پر اہل سنت و جماعت اور منہاجیت و صلح کلیت کی شناخت مشکل ہوگئی ہے، مگر جس طرح رات کی تاریکی میں صحیح راستہ نظر نہیں آئے تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ غلط راستہ بھی صحیح راستہ ہے، اسی طرح مراسم و معمولات کی بنیاد پر اگر گمراہوں سے حق کی تمیز مشکل ہوجائے تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ سب جماعت ناجی اور صرط مستقیم پر گامزن ہے، برسوں قبل جب تاج الشریعہ نے ڈاکٹر طاہر القادری کے اسلام مخالف نظریات پر ان کی گرفت کی اور اتمام حجت و یقین کامل کے بعد کہ یہ اہل سنت کے خلاف باطل راستہ پہ چل پڑے ہیں، آپ نے حکم شرع سنایا تو دنیا حیرت زدہ تھی کہ اتنا قابل عالم اور مشہور خطیب بھلا گمراہ کیسے ہوسکتا ہے مگر ''قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید'' آج دنیا تحقیق مزید کے بعد وہی کہہ رہی ہے جو تاج الشریعہ نے برسوں پہلے کہا تھا، ڈاکٹر طاہر القادری کے رد میں تقریباً ۲۰ ر کتابیں منظر عام پہ آچکی ہیں جو یہی ثابت کررہی ہیں کہ حضور تاج الشریعہ کا فیصلہ اسلامی اور امت کا اجماعی فیصلہ ہے۔

اک نظر ان کتابوں کو دیکھیں: اسلام میں عورت کی دیت، علامہ احمد سعید کاظمی، دیت المرأۃ علامہ عطا محمد بندیالوی، عورت کی دیت مفتی عبد اللہ قصوری، فتنہ طاہری کی حقیقت مفتی محبوب رضا، علمی گرفت مفتی محبوب رضا خان، اسلام اور وائرس مسیحیت مولانا محمد بشیر القادری، خطرہ کی گھنٹی مولانا ابوداؤد صادق رضوی، علمی و تحقیقی جائزہ، طاہر القادری کی حقیقت کیا ہے، مفتی ولی محمد رضوی، یہ سب کیا ہے، حافظ فریاد علی قادری متنازع ترین شخصیت، نواز کھرل، سیف نعمان، مفتی فضل رسول سیالوی، قہر الدیان، مولانا عاقب فرید قادری، طاہر القادری عقائد و نظریات، مفتی اختر حسین قادری،

طاہر القادری جواب دیں، علمائے اہل سنت اکاڑہ، اعلام بہ لزوم والتزام، مفتی کوثر حسن قادری، ضرب حیدری، مولانا غلام رسول، ڈاکٹر طاہر! سنی نہیں، تاج الشریعہ۔

واضح رہے کہ کسی شخص کے ایمان کی پرکھ کے لئے اس کی خدمات نہیں دیکھی جائیں گی، عقائد ونظریات دیکھے جائیں گے، اگر خدمات دیکھ کر فیصلہ کیا جائے تو منکرین زکوۃ کی بھی خدمات نکل آئیں گی، خارجی رافضی شیعہ اور قادیانی کی بھی کچھ نہ کچھ خدمات نکل آئیں گی، وہابیہ دیابنہ کو بھی خدمات کی بنیاد پہ حق پہ ہونے کا دعویٰ ہوگا، پھر حق وباطل کے درمیان تمیز کی صورت کیا رہ جائے گی؟ چور ڈاکو شرابی برے ہونے کے باوجود کچھ اچھے کام کرتے ہی ہوں گے تو انہیں اس اچھے کام کی وجہ سے اچھا اور شریف کہہ دیا جائے؟ ڈاکٹر طاہر القادری کی جو بھی خدمات ہوں ان سے انکار نہیں مگر اب ان کی فکر ''فکر اسلامی'' نہیں رہی تو ان پر حکم شرع نافذ تو ہوگا، ہندو پاک کے ان علما ومشائخ نے اپنی مذہبی ذمہ داری سمجھ کر عوام اہل سنت کو اس کے دام تزویر سے بچانے کے لئے ان پر جو حکم لگایا ہے، اسے اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے، دین اور بے دینی کے درمیان مصالحت کے لئے بعض اہل ہوا ہوس نے ''صلح کلیت وندویت'' کی بنیاد رکھی تھی، ایک صدی قبل اس فتنہ کے خلاف پورے ملک کے علما مشائخ نے صدائے احتجاج بلند کیا، اس کے خلاف تحریکیں چلائیں، کتابیں لکھیں، اس کے دام فریب سے بچنے کے لئے مختلف شہروں میں بڑے بڑے اجلاس کئے، جس کی پیشوائی تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر بدایونی اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہما الرحمہ نے کی، اس وقت کی تقریباً تمام بڑی خانقاہوں کے مشائخ نے بھی اسے وقت کی آواز سمجھتے ہوئے اس کی پشت پناہی کی، اسے اپنے تعاون سے مستحکم کیا اور اپنی دعائے نیم شبی سے اسے اتنا پراثر کیا کہ وہ فتنہ جو تحریک کی شکل میں اٹھا تھا ایک ''مدرسہ'' میں سمٹ گیا اور مسلمانوں کو اس سے نجات مل گئی، مگر اسے وقت کا المیہ ہی کہا جائے گا کہ ایک صدی گزرتے گزرتے پندار نفس کے شکار بعض افراد نے سوسال قابل کی جدوجہد پر پانی پھیرنا شروع کردیا، انہوں نے اپنے طبعی تقاضے کے تحت ''صلح کلیت'' کا معنیٰ ومفہوم بدل دیا بلکہ اس لفظ سے ہی ان کو انقباض ہونے لگا، اب کوئی ایمان وکفر کو یکجا کردے، اچھے اور برے کو ایک سمجھے، بدعقیدوں اور خوش عقیدوں کو ایک ہی خانہ میں رکھے، جن سے دور رہنے کا حکم ہے اس سے دوستی کرے اور جس سے سلام وکلام منع ہے اس سے رشتہ داری کرے، معاذ اللہ! ان کے نزدیک وہ سچا مسلمان ہے اور اسی کو مقاصد شریعت کا ادارک نصیب ہوا ہے، جدیدیت کے دلداہ افراد نے بہ یک جنبش قلم کس طرح اپنے گھر کے بزرگ اور جماعت اہل سنت کے اکابر علما کی قربانیوں کا مذاق اڑایا ہے، دیدہ حیرت سے دیکھنے کے لائق ہے، کل کی بہ نسبت آج دین سے بے رغبتی، دین میں مداہنت اور دین کے خلاف بولنے والے افراد زیادہ ہیں اور حق کی آواز بلند کرنے والے کم، دین میں آسانی اور سہل پسندی کے دلدادہ زیادہ ہیں اور تقویٰ وطریقت بلکہ شریعت کے آگے سرخم کرنے والے کم، شخصیت سے متاثر ہوکر حکم شرع سنانے والے زیادہ ہیں اور حاکم وقت کے آگے بھی حکم شرع سنانے والے کم، ایسے میں اگر حق کی کوئی آواز بلند ہوتی ہے تو ''کشتۂ تیغ نفس'' بہ یک زبان ''تکفیری ٹولہ، شدت پسند، متشدد جماعت'' کہہ کر اس حق کی آواز کو دبانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، بتایا جائے یہ عمل دین کی حمایت میں ہے؟ اور کیا ایسا کرنے والے کو دین کا مخلص کہہ سکتے ہیں؟ وہ لوگ جو چلمن کی اوٹ سے ایسے لوگوں کی خاموش حمایت کررہے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ نفس پرستوں کا کوئی دھرم نہیں ہوتا وہ اپنے مطلب کے لئے روز اپنا قبلہ بدلتے ہیں اور بدلتے رہیں گے، آج جو افراد سرکار تاج الشریعہ کی مخالفت اور ان کی کردار کشی پہ کمربستہ ہیں کل ان کے دامن تقدس تک بھی یہ پنجۂ خونیں پہنچے گا اور اس وقت سوائے آہ وفغاں کے وہ کچھ نہیں کرسکیں گے، واضح رہے کہ باطل کے مقابلہ میں حق ہمیشہ سرخ رو رہا ہے اور رہے گا، آج حق کی علامت اور صلح کلیت کی یلغار کے مقابلہ میں حق کی آہنی دیوار کا نام ہے تاج الشریعہ، یہ دیوار سلامت ہے تو دین کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے بھی ناکام رہیں گے اور آج تک ناکام ہیں۔

جانشین مفتی اعظم اور مریدان مفتی اعظم: جانشین مفتی اعظم ہند حضور تاج الشریعہ ادام اللہ فیوضہ علینا کی زندگی کا مطالعہ کرنے والوں سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ علم، عمل، تقویٰ، فتویٰ، احتیاط، احتساب، عبادت وریاضت اور کشف وکرامت ہر اعتبار سے تاج الشریعہ جانشین مفتی اعظم ہیں، میں ان تمام پہلوؤں پہ حوالہ فراہم کرکے مضمون کو طول نہ دے کر صرف احتیاط کے حوالہ سے چند باتیں عرض کروں:

آج جماعت اہل سنت میں چند موضوعات پہ علمی اختلافات ہیں، اگر بنظر انصاف دیکھیں تو ہر اختلافی مسئلہ میں حضور تاج الشریعہ کا موقف دلائل وشواہد کے علاوہ احتیاط کے اعتبار سے بھی برحق معلوم ہوگا چند شواہد دیکھئے (۱) ٹی وی اور ویڈیو کے مسئلہ میں علمی اختلاف ہوا، جواز وعدم جواز کو لے کر جماعت دو خیمے میں بٹ گئی، آپ کا موقف عدم جواز کا تھا، جس پر آپ شدت سے آج تک قائم ہیں، قائلین جواز ''ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال'' کا موقف رکھتے تھے جس میں کہیں سے بھی تصویر کشی کی اجازت نہیں تھی، مگر آج ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال'' کی آڑ میں جس طرح کھلے عام تصویریں لی جارہی ہیں، چھاپی جارہی ہیں اس کا کوئی جواز کہیں سے بنتا ہے؟ اب تو حال یہ ہے کہ تصویر کشی کی حرمت کا تصور بھی ذہنوں سے محو ہوتا جارہا ہے، چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، شادی، میت، محفل، ٹرین، بس، ہوائی جہاز جہاں دیکھئے تصویریں لی جارہی ہیں، کون اسے حرام سمجھتا ہے؟ ذرا سوچئے! ٹی وی اور ویڈیو کے شرعی استعمال'' میں کہیں بھی اس کی اجازت تھی؟ مگر جواز کے پہلو کی آڑ لے کر اس طرح تصویر کی حرمت کو حلت سے بدل گیا ہے کہ تصویر کی مخالفت کرنے والا ہی مجرم سمجھا جاتا ہے، ایک دور وہ تھا کہ حضور مفتی اعظم ہند نے حج کے لئے بھی اس کار حرام کو جائز قرار نہیں دیا پھر باضابطہ بحث ومباحثہ کے بعد اسے ضرورت تک محدود کیا گیا، مگر آج کس طرح یہ وبا عام در عوام وخواص ہے، بتانے کی ضرورت نہیں۔

اب یہاں حضور تاج الشریعہ کے عدم جواز کا موقف دیکھیں، تو انہیں معلوم ہوگا کہ امت مسلمہ کو گناہوں سے بچانے کے لئے آپ کا موقفِ عدم جواز احتیاط کے اعتبار سے بھی کتنا فائدہ مند ہے، ایمان داری سے دیکھیں تو پوری دنیا میں صرف تاج الشریعہ کی ایک ذات ایسی ہے جو آج قول وعمل دونوں اعتبار سے تصویر کشی کے خلاف ہے، گویا تصویر کی حرمت والی حدیث معنوی اعتبار سے اگر کہیں محفوظ ہے تو وہ تاج الشریعہ کی شخصیت اور ان کا کردار ہے، اسی طرح لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز وعدم جواز، آلات جدیدہ کے ذریعہ چاند کے ثبوت اور چلتی ٹرین میں پڑھی گئی نماز کے اعادہ کے مسئلہ میں آپ کا موقف جہاں دلائل وشواہد کی روشنی میں صحیح ہے، وہیں تقاضائے احتیاط بھی تاج الشریعہ کے موقف کی تائید میں ہے، غور کریں تو یہ حقیقت سامنے آجائے گی، لاؤڈ اسپیکر کے استعمال سے نماز کے صحیح ہونے نہیں ہونے میں اختلاف ہے لیکن اگر اس کا استعمال ہی نہ کیا جائے تو نماز کے ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، آلات جدیدہ کے ذریعہ چاند کے اثبات میں اختلاف ہے لیکن آلات جدیدہ کے بجائے قدیم طریقے پر چاند کے اثبات میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں، چلتی ٹرین میں پڑھی گئی فرض وواجب نماز کے اعادہ کے حکم میں اختلاف ہے، اگر پرانے موقف پہ قائم رہتے ہوئے اعادہ کرلیا جائے تو کسی کے یہاں کوئی اختلاف نہیں، اس پہلو کو سامنے رکھ کر سوچیں تو تمام جدید مسائل میں تاج الشریعہ کا موقف صاف شفاف محتاط اور برحق نظر آئے گا اور اسی سے یہ بھی عیاں ہوجائے گا کہ علم وعمل اور عبادت وریاضت کے علاوہ حزم واحتیاط کے اعتبار سے بھی آپ واقعی جانشین مفتی اعظم ہیں۔

حضور تاج الشریعہ ''جانشین مفتی اعظم'' ہیں، اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ مریدان مفتی اعظم کے لئے بھی آپ کی شخصیت قابل احترام اور اکتساب فیض کا محور ہے، پیری مریدی کے آداب سے جو حضرات واقف ہیں انہیں یہ خوب معلوم ہے کہ پیر کا ادب ان کی شخصیت تک ہی محدود نہیں بلکہ ان کے شہر ان کی اولاد، ان کے خلفاء وجانشین اور ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں کا ادب بھی پیر ہی کا ادب ہے اور ان کے شہر، اولاد، خلفا وجانشین کی ایذا و بے حرمتی پیر کی ایذا اور ان کی بے حرمتی ہے، اللہ والوں کی سیرت سے

اس کی حقیقت اور اس کا عرفان حاصل کیا جاسکتا ہے، سبع سنابل شریف میں ہے:

"ایک مرتبہ حضرت سلطان المشائخ (محبوب الٰہی نظام الدین اولیا قدس سرہ) اپنے احباب کے ساتھ تشریف فرما تھے، کہ ناگاہ کھڑے ہوگئے پھر بیٹھ گئے، حاضرین مجلس نے آپ سے دریافت کیا کہ حضور! کس بنا پر کھڑے ہوئے؟ فرمایا کہ ہمارے پیر دستگیر کی خانقاہ میں ایک کتا رہتا تھا، آج اسی صورت کا ایک کتا مجھے نظر آیا کہ اس گلی میں گزر رہا ہے، میں اس کتے کی تعظیم کی خاطر اٹھا تھا۔"

سچے اور اہل دل مرید کا تعلق اپنے مرشد سے کیسا ہوتا ہے، اندازہ لگایا جاسکتا ہے، بہار کے مشہور علاقہ "پورنیہ" کے بزرگ شیخ الاسلام مولانا غلام یٰسین رشیدی علیہ الرحمہ کے تعلق سے بھی ایک واقعہ مشہور ہے، چنانچہ "شیخ الاسلام حیات ومکتوبات" میں منقول ہے کہ "ان کا لڑکا "جمیل الرشید" ایک بار لالٹین کی روشنی میں اپنا سبق یاد کررہا تھا اس نے لالٹین کی روشنی سے اپنی آنکھوں کو بچانے کے لئے چمنی پر ایک پوسٹ کارڈ رکھ لیا تھا، آپ ٹہلتے ٹہلتے وہاں تک پہنچے تو یہ منظر دیکھ کر بیتاب ہوگئے، پوسٹ کارڈ کو اٹھایا بوسہ دیا اور خط کو لالٹین پر رکھنے کے سبب بیٹے کی زبردست پٹائی کردی، وجہ پوچھنے پر بتایا کہ یہ خط میرے پیر و مرشد منبع البرکات حضرت سید شاہ شاہد علی سبز پوش کا ہے، جسے اس نے لالٹین کی چمنی پر چسپاں کیا تھا، ذرا سوچئے! خط ہی تو تھا، اس کے لالٹین پر رکھنے سے ایسا کیا ہوگیا کہ اس کی وجہ سے بچہ کی پٹائی کردی گئی، ظاہر بیں آنکھوں کے لئے ایسا کچھ نہیں، مگر مرید صادق کے لئے بہت بڑی بات تھی کہ اس خط سے ان کے پیر کی نسبت جڑی ہوئی تھی، جس کی بے وقعتی ہورہی تھی، جماعت اہل سنت کے نامور بزرگ حضور مجاہد ملت کے بارے میں منقول ہے کہ:

"ایک مرتبہ آپ بریلی شریف تشریف لے گئے رکشا پر سوار ہوئے، کچھ دیر رکشا چلا کہ آپ نے رکشا والے سے اس کا نام پوچھا، اس نے اپنا نام "حامد" بتایا، اتنا سنتے ہی آپ نے رکشا رکوادیا اور اس کو مطلوبہ رقم سے زائد رقم دے کر جانے لگے، رکشا والا بھی یہ منظر دیکھ کر حیرت میں تھا، اس نے پوچھا "حضور بات سمجھ میں نہیں آئی، آپ رکشا سے اتر بھی گئے اور مطلوبہ رقم سے زائد رقم بھی دی" فرمایا "میرے مرشد کا نام بھی حامد ہے، (مجھے یہ کیسے گوارہ ہو کہ اس نام کے آدمی سے ایسا کام لوں) نام کی مناسبت کی بنا پر احتراماً میں رکشا سے اتر گیا۔"

[مجاہد ملت نمبر ص ۳۹۷]

پیر کا فیضان یوں نہیں ملتا بلکہ "تومن شدی من تو شدم" کی منزل سے گزرنا پڑتا ہے، جب یہ منزل مل جاتی ہے تو فیضان کا دریا بہنے لگتا ہے، حضور مجاہد ملت کیا تھے، یہ زمانہ پہ روشن ہے مگر اس مقام تک کیسے، پہنچے یہ اس طرح کے واقعات سے معلوم کیا جاسکتا ہے، یہ پیر کی محبت وعظمت اور ان سے نیازمندانہ تعلق ہی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے عمر کے واضح فرق کے باوجود حضور تاج الشریعہ کا وہ ادب واحترام کیا جس کا تصور کاملوں ہی سے کیا جاسکتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری اپنی کتاب "حضور مجاہد ملت اور مسلک اعلیٰ حضرت" میں لکھتے ہیں:

"مجاہد ملت تاج الشریعہ کا اتنا ادب واحترام کرتے تھے کہ آج لوگ اپنے استاذ کا احترام نہیں کر پاتے یہ عشق تو جھکنا چاہتا ہے مگر عقل کسر شان کا فلسفہ کھڑا کردیتی ہے، حضور تاج الشریعہ حضور مجاہد سے عمر میں ظاہر ہے، بہت چھوٹے تھے، ان کی جوانی تھی تو حضرت کی ضعیفی وپیری! مگر اس تفاوت کے باوجود مجاہد ملت کا انداز وفا دیکھئے، تاج الشریعہ ایک بار بھدرک تشریف لائے، مجاہد ملت اپنے متعلقین کے ساتھ موجود ہیں، پل پل خدمت ومدارات پر نظر رکھے ہوئے ہیں، اسی دوران ایک صاحب حضور مجاہد ملت کی بارگاہ میں مرید ہونے کے لئے حاضر ہوئے اور کہا حضور مجھے آپ مرید فرمالیں، یہ سن کر حضور مجاہد ملت جلال میں آگئے اور فرمایا "میرے مخدوم اور مخدوم زادے، بریلی شریف کے شہزادے تشریف لائے ہوئے ہیں، ان کی موجودگی میں میں بیعت کروں؟ حبیب الرحمٰن کی یہ مجال کہ اتنی بڑی جرأت کرے، یہ تمہارا نصیب ہے کہ حضور تشریف فرما ہیں، تمہیں شہزادے صاحب ہی سے بیعت ہونا

ہے،خود لے جاکران صاحب کوتاج الشریعہ سے بیعت کروایا۔"

ان واقعات کی روشنی میں اہل دل اور اہل نظر حضرات اندازہ لگاسکتے ہیں کہ جب پیر سے منسوب اشیا کا یہ مقام ومرتبہ ہے تو جن کی رگوں میں پیر کا خون گردش کررہا ہے ان کا مقام ومرتبہ کیا ہوگا؟ حضور تاج الشریعہ "جانشین مفتی اعظم" بھی ہیں اور نواسہ مفتی اعظم بھی اور دونوں اعتبار سے مریدان مفتی اعظم کے ان کی ذات منبع فیوض اور جامع البرکات ہے، کہ یہاں نسبت ارادت بھی ہے اور نسبت نسب بھی، اگر پیر کی سچی محبت دل میں موجود ہے تو انہیں اسی ذات میں مفتی اعظم کا عکس نظر آئے گا، ان کا تقویٰ، علم، اتباع سنت، معاندین ومخالفین کے جواب میں صبر اور سفر وحضر میں بھی لمحہ لمحہ کا علمی وروحانی استعمال یقیناً مفتی اعظم کے جانشین ہی کے حصے کی چیز ہے، مگر یہ حیرت کا مقام ہے کہ پیر سے دعویٰ محبت کے باوجود ان کے نسبی جانشین سے وہ مطلوبہ محبت وتعلق دیکھنے میں کم آتا ہے جو پیر کی نگاہ میں "وفا شعار" رہنے کے لئے ضروری ہے، ایک طرف حضرت محبوب الٰہی کا پیر کے شہر کے مشابہ کتے کا احترام دوسری طرف پیر کے جانشین سے دوری اور ان سے اختلاف، ایک طرف پیر کے خط کی بے وقعتی سے مرید کی برہمی، دوسری طرف پیر کے جانشین کے مخالفین سے دوستی وہمنوائی، ایک طرف مجاہد ملت کا پیر کے پوتے کا ادب واحترام دوسری طرف اپنے پیر کے جانشین سے بے رغبتی، اندازہ لگائیں کیا اسی کا نام بیعت وارادت اور اسی کا نام شیخ کا ادب واحترام ہے؟ کیا شیخ کے جانشین کو ایذا دینا شیخ کو ایذا دینا نہیں؟ اور کیا ایسے میں پیر کا فیضان جاری رہ سکتا ہے؟ واضح رہے کہ کسی مسئلہ میں علمی اختلاف (اختلاف کی اہلیت ہو تو) الگ چیز ہے مگر دیگر معاملات میں اختلاف اور معاندین مذہب ومسلک سے تعلق ودوستی یقیناً محل نظر ہے، ایسے لوگوں کو اپنے مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اپنی محبت کا جائزہ لینا چاہئے، تاج الشریعہ ابھی حق کی علامت، حق کی پہچان اور کاروان حق کے سپہ سالار ہیں ان سے وابستگی ہی پیر کی بارگاہ میں خراج اور دین کی بڑی خدمت ہے، سرکار مفتی اعظم کے دست گرفتہ اور فیض یافتگان سے یہی عرض ہے کہ وہ حالات کے تقاضے کو سمجھیں معاندین مسلک اور مخالفین تاج الشریعہ کے خفیہ عزائم کو سمجھیں وہ اگر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو حالات کا منظر بدل سکتا ہے اور انہیں بدلنا ہوگا کہ روح مفتی اعظم کی پکار یہی ہے، اب تاج الشریعہ کی مخالفت کرتے کرتے معاندین حسام الحرمین کی حقانیت سے لوگوں کو مشکوک بنارہے ہیں، قدیم اختلافی مسائل کو سامنے لاکر انتشار کی خلیج بڑھا رہے ہیں، اب ایسے میں بھی خاموش تماشائی بنے رہنا مسلک اہل سنت کو مشکوک اور مفتی اعظم کے مشن کو کمزور کرنے کے مترادف ہے جس کی توقع ان کے مریدوں سے نہیں کی جاسکتی ۔

اند کے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

سرکار تاج الشریعہ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو ان کے تصلب وتصوف اور تقویٰ وطریقت کے آگے سرنیاز خم ہوجاتا ہے اور جدید مسائل میں دو بڑی خانقاہوں کا اختلاف (خانقاہ اشرفیہ اور خانقاہ بریلی، جماعت میں انتشار ہونے کو ہوگیا مگر دنیا آج زبان حال سے کہہ رہی ہے کہ جواز وعدم جواز سے ہٹ کر بھی دیکھیں تو تاج الشریعہ کا موقف احتیاط کے اعتبار سے بھی اہم اور صحیح ہے، آج لوگ اپنی نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ٹی وی کے شرعی جواز کی آڑ میں تصویریں لینے کی روش عام ہوگئی ہے، اخبارات ورسائل میں تصویریں شائع کی جارہی ہیں، دینی رسائل میں جام نور نے اس بدعت کی شروعات کی ہے مگر قدغن لگانے والا کوئی نہیں، جام نور کی واہ واہی کرنے والے بتائیں، کیا اس طرح تصاویر کی اشاعت شرعاً جائز ہے؟) احتیاط کا پہلو فوٹو اور ویڈیو گرافی میں احتیاط جواز واحتیاط میں احتیاط کے پہلو کو اختیار کرنا ہی تقویٰ کہلاتا ہے اپنے اور اس کا سارا ٹھیکرا حضور تاج الشریعہ کی جانب لاکر توڑا جارہا ہے، اس سلسلہ میں کچھ عرض کرنے سے پہلے یہی عرض کردوں کہ اللہ والوں کو اعلائے کلمۃ الحق کی بنیاد پر ہر دور اور صدی میں مورد الزام ٹھہرایا گیا ہے، ان کے خلاف الزامات عائد کئے ہیں اور ان کی حق گوئی کو فساد سے تعبیر کیا گیا ہے، صحیح ہے حاسدین نہ ہوں تو مقبولوں کا پتہ نہ چلے، اُن کا حسد اور اِن کا صبر یہی بتانے کے لئے ہوتا ہے کہ دونوں فریق کے مزاج، سوچ اور بقیہ ص ۱۴۹ پر

امیروں کا عمرہ

اہل ثروت میں عمرہ کے بڑھتے ہوئے شوق کا داعی اللہ ورسول سے محبت ہے یا قومی وسماجی ذمہ داریوں سے غفلت؟ اس حوالے سے ارباب علم ودانش ہی صحیح رہنمائی فرمائیں گے، تاہم میری ناقص عقل کے مطابق جس قوم کے غریب بھیک مانگ رہے ہوں، بیمار اسپتالوں میں پیسے کی کمی کی وجہ سے دم توڑ رہے ہوں، غریب بچیوں کی شادیاں نہیں ہو پا رہی ہوں، غریب بچے اعلی تعلیم نہیں حاصل کر پا رہے ہوں، سال سال بھر غریبوں کے گھر میں اچھا کھانا نہ بنتا ہو، گاؤں کی مسجدوں اور مدرسوں میں ضرورت کے سامان مہیا نہ ہوں، اس قوم کے امیروں کا عمرہ پہ عمرہ کرنا قومی وملی ذمہ داریوں سے فرار کے سوا کچھ نہیں ہے، میں نے بہت سارے سیٹھ صاحبان کے بارے میں سنا کہ وہ رمضان المبارک میں خصوصی طور سے عمرہ کے لئے اس لئے نکل جاتے ہیں کہ کہیں انھیں چندہ کرنے والی مخلوق نہ آ کر دبوچ لے، عمرے پر جا کر وہ محبت الٰہی اور عشق رسول کی دکھاوٹی سند بھی حاصل کر لیتے ہیں اور زکوۃ وصدقات دینے سے بھی بچ جاتے ہیں، اپنی دولت وثروت کا دکھاوا بھی کر لیتے ہیں اور قومی ضرورتوں سے نجات بھی پا جاتے ہیں۔

لاریب حج وعمرہ عظیم سعادت ہیں مگر ہم نے بزرگوں سے یہ بھی سنا ہے کہ غریبوں کی امداد واعانت اور قومی ضرورتوں کی تکمیل ان سعادتوں سے بڑی سعادت ہے، میں نے ایک اللہ والے کے بارے میں پڑھا کہ ان کا ایک عقیدت مند حج کے لئے جا رہا تھا سلام رخصت کرنے کے لئے حاضر بارگاہ ہوا، اس اللہ والے نے فرمایا: حج اپنے نفس کے لئے کرنے جا رہے ہو یا اللہ کی رضا کے لئے؟ عقیدت مند نے عرض کیا: اللہ کی رضا کے لئے، اس مرد خدا نے فرمایا کہ حج کے لئے جمع کی ہوئی رقم لے جا کر غریبوں میں بانٹ دو تمہیں گھر بیٹھے کئی حج کا ثواب مل جائے گا، آج کتنے غریب ایسے ہیں، جنھیں افطاری وسحری کے لیے مناسب غذا تک میسر نہیں مگر بغل والے سیٹھ صاحب اپنا پچیسواں عمرہ کرنے جا رہے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی حج یا عمرہ ہی نہ کرے بلکہ وہ لوگ جنھوں نے کئی حج اور عمرے کر لئے ہیں، مزید حج وعمرے کی بجائے اپنے غربا ومساکین کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل میں اپنا تعاون پیش کریں، اللہ رب العزت ہمیں سمجھ عطا فرمائے۔

از: کمال احمد علیمی نظامی، علیمیہ جمدا شاہی

ص ۵ کا بقیہ

سر بہ خم ہو جاؤ اس کے حکم پر
گر تمہیں بنتا ہے پیارا باپ کا

اس کو سینے سے لگائے رکھنا تم
گر تمہیں مل جائے تحفہ باپ کا

اس کی خوشیوں کے لئے کوشاں رہو
دکھ ہو جب آشکارا باپ کا

اس کے قدموں پر لٹا دو سب متاع
جو تمہارا ہے وہ سارا باپ کا

کیوں نہیں کرتے ہو اس سے مشورہ
تجربہ جب ہے زیادہ باپ کا

نعمت عظمیٰ ہے اس کی ذات پاک
مرتبہ کیا ہے اعلیٰ باپ کا

مل نہیں سکتی کہیں اس کی مثال
مختصر بس ہے یہ قصہ باپ کا

گھر کے ہر اک ارتقائی امر میں
قابل مدحت ہے حصہ باپ کا

ہو منقش ذہن میں تا زندگی
پیارے پر خلوص لہجہ باپ کا

زندگی کا کوئی بھی ہو مرحلہ
اس میں کافی ہے حوالہ باپ کا

جو بھی ہے اولاد کو حاصل عروج
سچ بھی ہے سب ہے صدقہ باپ کا

زیست کے ہر موڑ پہ دیکھو بغور
ہر طرف پھیلا ہے جلوہ باپ کا

حق ادا تقدیؔ وفا کا کیجئے
کرتے رہئے بول بالا باپ کا

RNI : UPMUL\2017\71926
UP/BR-34/2017-19
OCTOBER - 2017
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

HADEETH SHAREEF

Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said: I was told that Allah's Massenger (Sallallhu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer" engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, so I went to him sitting counts as half the prayer, so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said, "What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr?" I replaced: "I have been told, Massenger, of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, Yet you yourself are praying while sitting. "He said, "He said, "Yes, but I am not like one of you."

(Muslim Sharif)

عالم اسلام کو
عرس رضوی
سر ۹۹ واں
مبارک ہو

صفر المظفر ۱۴۳۹ھ / نومبر ۲۰۱۷ء

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنّی دُنیا

بریلی شریف

NOVEMBER 2017



- مرکزی اور صوبائی حکومت کی دوغلی پالیسیاں
- ایک ہی مسجد میں عید کی دو جماعتوں کا شرعی حکم
- امام احمد رضا اور عربی زبان و ادب
- امام احمد رضا اور جدید سائنس
- امام احمد رضا اور بنگلہ دیش
- امام اہل سنت کے اصلاحی افکار کے چند درخشاں پہلو
- مسلک اعلیٰ حضرت اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

مرکز سواد اعظم اہل سنت و جماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

November-2017 صفر المظفر ۱۴۳۹ھ / نومبر ۲۰۱۷ء

زیر سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد عشقی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

معین اختر رضوی، کمپوزیشن جے آر ایم ہیڈ آفس

Vol. 2 جلد نمبر ۲

Issue 11 شمارہ نمبر ۱۱

نوٹ: رسالے سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:
9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ: کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ برائے کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ پہلی فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

فی شمارہ ۲۰ روپے | زر سالانہ ۲۵۰ روپے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے | دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا، ۸۲ سوداگران، بریلی شریف یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453 :فون
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲ سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

فہرست

اس شمارے میں

ماضی کے عرس رضوی کی ایک جھلک

"اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عرس کی تاریخیں رضویوں کے لوح خاطر پر محفوظ رہتی ہیں، ولولۂ دل آستانۂ رضویہ پر پہنچنے کے لئے مچل رہے ہیں، قلبی تمنائیں درگاہ معلیٰ کی زیارت کے لئے تڑپتی ہیں، نہ انھیں کسی دعوت کی ضرورت، نہ طلب کی حاجت، سراپا طلب تو وہ خود ہیں، حاضری ان کی سعادت ہے ،علمائے کرام اور مشائخ عالی مقام رونق افروز ہو رہے ہیں، زائرین عرس سے تمام راستے بھر ہوئے ہیں، منٹوں کا راستہ گھنٹوں میں طے ہو پا رہا ہے، درگاہ معلیٰ میں ملک کے مشہور خطبا اپنی خوش بیانیوں سے مجمع کو مستفیض فر رہے ہیں، صبح سے شب کے بارہ ایک بجے تک مجالس گرم رہتی ہیں، عرس کے ایام میں خرقہ پوشی کا وقت اپنی شان وشوکت کے لحاظ سے بڑی خصوصیت رکھتا ہے، دولت سرائے اعلیٰ حضرت میں حضرت عظیم البرکۃ مولانا الحاج الشاہ المفتی محمد حامد رضا خاں صاحب قادری نوری برکاتی رضوی مسند آرائے سجادۂ رضویہ خرقہ شریف زیب تن فرماتے ہیں، عجب عالم ہوتا ہے، ایک نوری پتلا، نوری لباس میں نوری سرکار کے فیض سے بدر منیر سے زیادہ منور نظر آتا ہے، ہر آنکھ محو جمال ہے اور دیدار کے لطف اٹھاتی ہے، غرض بڑی شان وشوکت کے ساتھ عرس کی محافل ہوتی رہیں، ۲۵ رصفر کو ۲ ربجکر ۳۸ رمنٹ پر قل شریف ہوا، عرس کے ایام میں کثرت سے لوگ صاحب سجادہ کی حلقہ بگوشی میں داخل ہوئے، عموماً عصر وظہر کے بعد سے دیر تک مسجدی میں محفل بیعت گرم رہتی تھی۔" [از: قاضی احسان الحق نعیمی علیہ الرحمہ مدیر اول ماہنامہ یادگار رضا]

منظومات

(از: مولانا سلمان رضا فریدی، مسقط عمان)

مسلک اہل حق کی سند ہیں رضا

مسلک اہل حق کی سند ہیں رضا
معتبر ہیں رضا مستند ہیں رضا

شخصیت اُن کی ہے افتخارِ جہاں
جلوۂ شانِ ربِّ صمد ہیں رضا

مصطفےٰ جانِ رحمت کے پیارے ہیں وہ
بزم سرکار کے معتمد ہیں رضا

پرتو شیر یزداں ہے اُن کی حیات
بارگاہِ علی کے اَسَد ہیں رضا

سنیت میں ہے ان کے دلائل سے جوش
نجد کی ہر خباثت کا رَد ہیں رضا

عظمت حق کی شکل مجسم ہیں وہ
عشق و عرفان کے روح و جسد ہیں رضا

اہل ایمان اُن کی قیادت میں ہیں
رہنمائے وفا تا اَبد ہیں رضا

عالم فکر و فن خود تعجب میں ہے
ایسے شہکار عقل و خرد ہیں رضا

اُن کی رفعت پہ خم ہے فلک کی جبیں
علم و حکمت میں اعجازِ قد ہیں رضا

فوج حق جن کی نصرت سے ہے کامیاب
قوت حق کی ایسی رَسَد ہیں رضا

خرمن نجد پر شعلۂ برق ہیں
اہل حق کی سراپا مدد ہیں رضا

جس سے باطل کے سینے میں اب بھی ہے گھاؤ
خنجر عشق کی ایسی زد ہیں رضا

اُن کی عظمت کو ہم کیا بیاں کر سکیں
حسنِ اوصاف میں بے عدد ہیں رضا

کیوں نہ تاج الشریعہ پہ قرباں ہو دل
میرے شیخ طریقت کے جد ہیں رضا

بقیہ ص ۳۶/ پر

(از: عرفان رضا قادری، چھپرہ بہار)

عرس رضوی منانے بریلی چلیں

غمزدو! مسکرانے بریلی چلیں
نور حق میں نہانے بریلی چلیں

جلوۂ شاہ لانے بریلی چلیں
اپنی قسمت بنانے بریلی چلیں

اے غریبو! سنو! اے فقیرو! سنو!
برکتیں گھر میں لانے بریلی چلیں

آ گیا پھر مبارک مہینہ وہی
عرس رضوی منانے بریلی چلیں

آ گیا عرس رضوی کا موسم حسیں
غنچۂ دل کھلانے بریلی چلیں

قافلے پھر بریلی کو جانے لگے
آؤ! ہم بھی دیوانے! بریلی چلیں

قافلہ رحمتوں کا بھی آنے لگا
رحمتیں حق سے پانے بریلی چلیں

در پہ احمد رضا خان کے، عاشقو!
عشق میں دل لٹانے بریلی چلیں

فخر ازہر کی ہو گی زیارت تمہیں
جان و دل جگمگانے بریلی چلیں

بارشِ نور و رحمت میں اے سنیو!
آؤ! آؤ! نہانے بریلی چلیں

رحمتوں، برکتوں کا ہے دریا رواں
پیاس دل کی بجھانے بریلی چلیں

عشق احمد رضا میں چلا قافلہ
آؤ! ہم بھی دیوانے! بریلی چلیں

ہر قدم پر مسرت نظر آئے گی
غم دلوں کے مٹانے بریلی چلیں

جھولیاں بھر کے لاتے ہیں شاہ و گدا
در سے ہم بھیک پانے بریلی چلیں

بقیہ ص ۴۴/ پر

اداریہ

عبدالرحیم نشتر فاروقی

مرکزی اور صوبائی حکومت کی دوغلی پالیسیاں

آج ہر انسان اپنے چہرے پر ایک اور چہرہ لگائے بیٹھا ہے جو اس کے اصلی اور حقیقی چہرے سے بالکل مختلف ہے اور وہ اپنے ذاتی مفاد کے حصول کے لئے ان اصلی اور نقلی چہروں کا استعمال کرتا ہے، بنیادی طور پر اسے نہ کسی سے محبت ہے نہ نفرت، نہ کسی سے دوستی ہے نہ دشمنی البس اپنا الّو سیدھا کرنا ہے، چاہے جیسے ہو، یہی حال آج کل کی سیاسی پارٹیوں کا ہے، اقتدار کی "دیوی" چاہئے جیسے بھی مہربان ہو، کرنا ہے، چاہے اس کے لئے انسانوں کی "بلی" چڑھائی پڑے یا جانوروں کی آئیے ملاحظہ فرمائیں:

یوگی جی وہی ہیں جو ایک طرف "مسلم عورتوں کو قبر سے نکال کر ان کا "بلاتکار" کرنے کی حمایت کرتے ہیں اور دوسری طرف تین طلاق کے ذریعہ "مسلم عورتوں پر ہونے والے ظلم" کے لئے گھڑیالی آنسو بہار ہے ہیں "تین طلاق کے نام پر مسلم بہنوں پر ظلم برداشت نہیں کیا جائے گا" البتہ ان کی زندگی جو ہو سو ہو، مرنے کے بعد بھی قبر سے نکال کر ان کا "بلاتکار" کرنے کے "شبھ کاریہ" میں کوئی ظلم وستم نہیں، یوگی جی! یہ کیسی دوغلی پالیسی ہے؟ ؏

شرم تم کو مگر نہیں آتی

حکومت نے جس طرح تین طلاق پر مسلم عورتوں کو ورغلانے کی جو سعی مذموم کی وہ کسی اہلِ خرد سے پوشیدہ نہیں، خود حکومتی ادارے اپنے سروے میں یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ آج سب سے زیادہ طلاق ہندو طبقے میں ہو رہی ہے، جہاں طلاق کا کوئی "دھارمک پراودھان" ہی نہیں، ان ہندو عورتوں پر ہو رہے "ظلم وستم" کے لئے اگر حکومت نے آنسو کے دو حقیر قطرے گرائے ہوں تو کوئی بتائے، حکومت کی یہ کیسی دوغلی پالیسی ہے کہ جہاں طلاق کا کوئی مذہبی تصور تک نہیں، وہاں طلاق کے لئے "ہندو لا" میں تبدیلی کر کے "طلاق" کا پراودھان کر رہی ہے اور جہاں ضرورت کے وقت طلاق کا مذہبی تصور ہے وہاں اسے ختم کرنے کی وکالت کر رہی ہے۔

جے این یو میں پاکستان زندہ باد کے نعرے لگانے والے کون تھے؟ کہاں سے، کیسے آئے تھے؟ اور کہاں چلے گئے؟ یہ آج تک نہیں معلوم کیا جا سکا، حکومت آپ کی، پولس آپ کے اشارۂ ابرو کی غلام، یونیورسٹی حکام آپ کی جیب میں، پھر بھی آپ یہ رونا رو رہے ہیں کہ یونیورسٹی کیمپس میں ملک مخالف نعرے لگے؟ اگر واقعی کسی نے "پاکستان زندہ باد" کے نعرے لگائے تو آپ کی پولس آج تک "بغلیں" کیوں کر رہی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ وہاں نعرہ لگا ہی نہیں، جب نعرہ ہی نہیں لگا تو نعرہ لگانے والے کہاں سے ملیں گے، پہلی بات اور دوسری بات یہ کہ اگر نعرہ لگا تو نعرہ لگانے والے وہاں کے اسٹوڈینٹس نہیں ہوں گے، کیوں کہ اگر وہ وہاں کے اسٹوڈینٹس ہوتے تو ضرور پولس کے ہاتھ لگتے، وہ تو کرایہ کے مزدور تھے، جنھوں نے نعرہ لگایا، آقاؤں سے مزدوری لی اور چلے گئے۔ اب اگر پولس ان لوگوں کو گرفتار کرتی ہے تو ظاہر ہے "مجھ محبوب ہے اس پردۂ زنگاری میں" اس کا بھیانک چہرہ دنیا کے سامنے آ جائے گا اور اس خطرناک کھیل کے کھلاڑی ایسا کبھی نہیں چاہیں گے کہ ملک کو برباد کرنے کا ان کا دیرینہ منصوبہ خاک میں مل جائے۔

اس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ آج ملک کا مستقبل سنوارنے والے طلبا کو جھوٹے الزامات میں پھنسا کر ان کا مستقبل تباہ و برباد کرنے کی ناکام کوشش کی جا رہی ہے اور یہ سب اس لئے ہو رہا ہے کیونکہ ان طلبا نے آر ایس ایس کے "ایجنڈے" کو نہ اپنا کر سیکولرازم کو اپنایا جو اس ملک کی روح ہے اور یہ سارا گورکھ دھندا بی جے پی حکومت کے "پاؤن چھتر چھایہ" میں ہو رہا ہے۔

دوسری طرف لاکھوں افراد کی ایک منظم بھیڑ "سیکڑوں میں ہندوستان کا نام ونشان مٹا دیں گے" کا نعرہ لگاتی ہے اور ان نعرہ

اداریہ

لگانے والوں کے ویڈیوز، سی سی ٹی وی فوٹیج، ٹی وی چینلوں کی بائٹس سب موجود ہیں، پھر نہ حکومت کو کچھ نظر آرہا ہے، نہ پولس کو، ان میں کسی کو ایک بھی "دیش دروہ" نظر نہیں آرہا، تھوڑی دیر کے لئے اگر مان بھی لیا جائے کہ جے این یو میں کچھ شر پسند عناصر نے "پاکستان زندہ باد" کے نعرے لگائے (جسے ہمارے جیسا کوئی بھی ہندوستانی قطعی برداشت نہیں کرسکتا) تو حکومت ان کے خلاف کاروائی کیوں نہیں کرتی؟ حکومت ہوا میں تیر چلانا بند کرے اور "سیکنڈوں میں ہندوستان کا نام ونشان مٹادینے" کی دھمکی دینے والوں کے خلاف سخت کاراوئی کرے، کیوں کہ یہ ہے کھلی ہوئی دیش دروہی جس سے حکومت دانستہ طور پر چشم پوشی کررہی ہے۔

ایسے دیش دروہیوں کے خلاف سخت کاروئی کرنے کے بجائے الٹے بی جے پی کی صوبائی حکومت "داماودں" کی طرح ان دیش دروہیوں کی خاطرداری میں لگی ہوئی تھی، اتنا ہی نہیں گرمیت کا بھیانک چہرہ دیکھنے اور اس کی عیاشیوں کی کربناک داستان سننے کے بعد بھی ہریانہ کے سی ایم منوہر کھٹر "گرمیت رام رحیم جی" کہتے نہیں تھک رہے تھے، حکومت کی ایسی ہی "دوغلی پالیسی" کی وجہ سے آج مجرم بے خوف گھوم رہے ہیں اور جنھوں نے کچھ بھی نہیں کیا وہ ڈر اور خوف کے سائے میں جینے کو مجبور ہیں۔

آج بھی اس دھرتی سے ہندوستان کا نام ونشان مٹانے کی دھمکی دینے والے گرمیت رام رحیم کے بھگت سرعام گھوم رہے ہیں، اس پر نہ آر ایس ایس کے دیش بھگتی کا جذبہ جوش مار رہا ہے، نہ ہی بی جے پی اور مودی جی کے کانوں پر جوں رینگ رہی ہے، الٹے بی جے پی کے سانسد ساکچھی مہاراج نے گرمیت کے بھگتوں کے ذریعہ ہونے والے نقصانات کے لئے ہریانہ کورٹ ہی کو ذمہ دار ٹھہرادیا اور کہا کہ کورٹ ایک دولڑکیوں کی باتیں سن رہا ہے اور کروڑوں بھگتوں کی "آستھا" کو نظرانداز کررہا ہے، ساکچھی مہاراج کی نظر میں گرمیت ایک "پوترآتما" ہے جس کا اعتراف انھوں نے ٹی وی چینلوں پر صاف لفظوں میں کیا۔

ہر خاص وعام کو اس حقیقت کا اعتراف ہے کہ یہ دنیا اور اس دنیا کی ساری مخلوق، اس کی ساری چیزیں صرف انسانوں کے فائدے کے لئے اور ان کے استعمال کے لئے بنائی گئی ہیں، انھیں انسان اپنی ضرورت کے اعتبار سے استعمال کرتا ہے، دنیا کا ہر انسان اپنی مرضی سے جو چاہتا ہے پہنتا ہے، جو چاہتا ہے کھاتا ہے اور جیسے چاہتا ہے رہتا ہے، لیکن آج پورے ہندوستان میں جانوروں کی رکچھا کے نام پر انسانوں کا قتل عام کیا جارہا ہے، گویا یہ دنیا انسانوں کے لئے نہیں جانوروں کے لئے بنائی گئی ہو، شاید اسی لئے جانوروں کے نام پر انسانوں کی "بلی" چڑھائی جارہی ہے۔

ملک میں گئو رکچھا کے نام پر مسلمانوں کا قتل عام ہورہا ہے اور گئو سیوا کے نام پر گئو سیوا استھانوں میں گائیوں کو مارا جارہا ہے، یہ کیسا گورکھ دھندا ہے کہ جس گائے کے لئے زندہ انسانوں کو مار دیا جاتا ہے، اسی گائے کو اس کے رکچھک ہی چارے پانی کے بغیر تڑپا تڑپا کر موت کی شکل میں اپنی "سیوا" کا خراج وصول کررہے ہیں، جیسے صرف مسلمانوں کے ذریعہ کھانے کے لئے گائیوں کو ذبح کرنا "گئو ہتیا" ہو، لیکن "گئوشالاؤں" میں انھیں بھوکے پیاسے موت کے گھاٹ اتار دینا عین "گئو سیوا" بن جاتا ہو۔

کتنا بڑا المیہ ہے کہ جو گئو رکچھک تھوڑے سے "گئو مانس" کے لئے مسلمانوں کے خلاف موت کا "تانڈو" کرنے لگتے ہیں، وہی گئو رکچھک سیکڑوں گائیوں کی "ساموہک ہتیا" پر "مون دھارن" کرلیتے ہیں، آخر کیوں؟ کیوں نہیں جس طرح مسلمانوں کو پیٹ پیٹ کر مار ڈالا جاتا ہے، اسی طرح گائیوں کے ان "ساموہک ہتیاروں" کو بھی مارا جاتا؟ کیوں نہیں انھیں بھی سڑکوں پر دوڑا دوڑا کر موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا؟ کیوں نہیں انھیں بھی ننگا کرکے ان سے "گئو ماتا کی جے" کا نعرہ لگوایا جاتا؟ اگر وہ "گئو ہتیا" کا معاملہ ہے تو یہ بھی "گئو ہتیا" کا معاملہ ہے اور تو صرف مسلمانوں ہی کے ساتھ یہ سوتیلا پن کیوں؟ یہ دوغلی پالیسی آخر کب تک چلے گی؟

گئو رکچھکوں کی اصلیت

رپورٹ کے مطابق گئو رکچھکوں کی "آدم خور ٹولی" سے تعلق رکھنے والے اکثر غنڈے کرمنل بیک گراؤنڈ کے حامل ہیں، جو محض قانونی کاروائی سے بچنے کے لئے "گئو رکچھک" کا چولہ دھارن کرلیتے ہیں، نہ کہ "گئو شردھا" سے پریرت ہوکر! ایسی بقیہ ص ۲۶ رپر

ضیائے قرآن

از مفتی محمد شعیب رضا نعیمی قادری*

والدین کے ساتھ حسن سلوک

قرآن وحدیث کی روشنی میں

..... گزشتہ سے پیوستہ .....

۵۷۔ وأخرج الطبرانی فی الأوسط عن عائشة رضی الله عنها قالت: أتی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم رجل ومعه شیخ فقال له: یا فلان من هذا معك؟ قال: أبی قال: فلا تمش أمامه ولا تجلس قبله ولا تدعه باسمه ولا تستسب (ولا تستسب: ای لا تعرضه للسب وتجره الیه بأن تسب أبا غیرك فیسب أباك مجازاة لك) له۔ یعنی طبرانی نے اوسط میں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا ہے، وہ فرماتی ہیں، ایک شخص رسول اللہ کے پاس آیا اور اس کے ساتھ ایک بوڑھا تھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فلاں تیرے ساتھ یہ کون ہے اس نے عرض کیا، میرے باپ ہیں رسول اللہ نے فرمایا اپنے باپ کے آگے مت چلنا اور اس سے پہلے مت بیٹھنا اور اس کا نام لے کر مت پکارنا اور اس کو گالی نہ دلوانا۔ [حیاۃ الصحابہ]

۵۸۔ واخرج الطبرانی فی الأوسط عن أبی غسان الضبی قال: خرجت أمشی مع أبی بظهر الحرة فلقینی أبو هریرة رضی الله تعالٰی عنه فقال لی: من هذا؟ قلت: أبی قال: لا تمش بین یدی أبیك ولکن امش خلفه أو الی جانبه ولا تدع أحداً یحول بینك وبینه ولا تمش فوق اجّار (الاجّار بالکسر والتشدید: السطح الذی لیس حوالیه ما یرد الساقط عنه) أبیك تخفه ولا تأکل عرقاً (العرق: العظم: اذا أخذ عنه معظم اللحم) قد نظر ابوك الیه لعله قد اشتهاه۔ یعنی طبرانی نے اوسط میں ابو غسان الضبی سے روایت کیا ہے ابو غسان الضبی نے کہا کہ میں ظہر الحرہ جانے کے لیے اپنے باپ کے ساتھ نکلا مجھے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ مل گئے تو انہوں نے مجھ سے کہا کون ہیں یہ؟ میں نے جواب دیا میرے باپ ہیں، ابوہریرہ نے کہا: اپنے باپ کے سامنے مت چلو اور ہاں ان کے پیچھے چلنا یا پہلو میں چلنا اور اپنے اور ان کے درمیان کسی کو حائل مت ہونے دینا اور اپنے باپ کی بلا منڈیر والی چھت پر مت چلنا کہ جس سے تو اس کو گھبراہٹ میں ڈالے اور نہ اس ہڈی والی بوٹی کھا جس پر تیرے باپ کی نظر پڑ گئی کہ وہ اس کی خواہش رکھتا ہے۔

۵۹۔ عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنهما أنّ النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال: ان ابر البر ان یصل الرجل وُدَّ أبیه۔ یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے کہ بہترین حسن سلوک یہ ہے کہ آدمی باپ کے چاہنے والے سے صلہ رحمی کرے۔ [رواہ مسلم]

ماں باپ کی خدمت عمر میں برکت اور رزق میں وسعت دیتی ہے

۶۰۔ وعن أنس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم: من سرّہٗ أن یُمدَّ لَہٗ فی عُمُرِہٖ وَیُزَادَ فِی رِزْقِہٖ فَلْیَبَرَّ وَالِدَیْہِ وَلْیَصِلْ رَحِمَہٗ۔ یعنی انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر میں زیادتی ہو جائے اور رزق میں برکت ہو جائے تو وہ اپنے والدین کی خدمت کرے اور اپنے رحم سے ملے۔ [الامام احمد]

۶۱۔ وفی روایة عن أنس رضی الله تعالٰی عنه أن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال: من أحبّ أن یبسط له فی رزقه وینسأ له فی أثره فلیصل رحمه۔ ومعنی یُنسأ له فی أثره: ای یؤخر له فی أجله وعمره۔ یعنی انس بن مالک سے ایک دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو چاہتا ہے کہ اس کے رزق میں وسعت بقیہ صفحہ ۱۰ پر

* مفتی صاحب حضور تاج الشریعہ کے فرزند نسبتی اور مرکزی دارالافتاء کے نائب صدر مفتی ہیں۔

از: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ عسجد رضا خاں قادری بریلوی

اقسامِ علم اور ان کے احکام

...... گزشتہ سے پیوستہ......

علم فلسفہ کے اقسام: فلسفہ کا حال یہ ہے کہ وہ علیحدہ علم نہیں ہے بلکہ اس کے چار حصے ہیں:

پہلا— اقلیدس اور حساب سے متعلق ہے اور جائز ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہوا، بجز ایسے شخص کے کہ جس پر خوف نہ ہو کہ ان کے پڑھنے سے "علمائے سوء" کی طرف میلان ہو جائے گا، ایسے شخص کو ان سے منع نہ کیا جائے گا اور جس شخص پر خوف ہو اسے منع کیا جائے گا، اس لئے کہ ان کے ماہر جو اس میں کثرت سے مہارت رکھتے ہیں، وہ بدعت کی طرف مائل ہو جاتے ہیں تو ضعیف الایمان کو ان دونوں سے بچانا چاہئے جیسے چھوٹے بچے کو کہ نہر میں نہ گر جائے یا نومسلم کو کفار کے میل جول سے بچاتے ہیں کہ کہیں ان کی صحبت اس میں اثر نہ کر جائے بخلاف قوی الایمان کے کہ اس کو کچھ حرج نہیں۔

دوسرا— فلسفہ سے متعلق ہے جس میں دلیل کی کیفیت اور شرطیں اور حد کی وجہ اور شرطیں مذکور ہوتی ہیں اور یہ دونوں باتیں علم کلام میں داخل ہیں۔

تیسرا— الٰہیات سے تعلق رکھتا ہے یعنی اللہ عزوجل اور اس کی صفات بیان کرنا اور یہ بھی کلام میں داخل ہے، فلسفیوں نے اس بارے میں کوئی نیا علم ایجاد نہیں کیا بلکہ ان کے مذاہب جدا گانہ ہیں کہ ان میں بعض کفر ہیں اور بعض بدعت اور جس طرح کہ معتزلی (امام غزالی کے دور کا ایک گمراہ فرقہ) ہو جاتا کوئی علم جدا نہیں بلکہ کلام والوں ہی میں سے لوگوں نے بحث و دلیل کر کے مذہب باطل علیحدہ کر لیا ہے، اسی طرح فلسفیوں کا حال ہے۔

چوتھا— طبعیات سے تعلق رکھتا ہے کہ بعض تو شریعت اور دین حق کے مخالف ہیں دوسرے علم سے نہیں کہ اقسام علوم میں بیان کئے جائیں بلکہ جہل ہیں، بعض میں اجسام کے صفات اور خواص اور ان کا تغیر و تبدل اور ایک دوسرے سے بدل جانا مذکور ہوتا ہے، اس کا حال طب کے مشابہ ہے، فرق یہ ہے کہ طبیعت کی نظر خاص بدن انسان میں باعتبار مرض اور صحت کے ہوتی ہے اور طبیعت والوں کی نظر تمام اجسام میں باعتبار تغیر اور حرکت کے ہوتی ہے مگر طب کو طبعیات پر فضیلت ہے یعنی طب کی طرف ضرورت ہوتی ہے اور طبعیات کی طرف کوئی ضرورت نہیں۔

خلاصہ یہ ہوا کہ علم کلام ان علوم سے ہے کہ جن کا سیکھنا فرض کفایہ ہے تاکہ عوام کے دلوں کو بدعت کے خیالات سے امن نصیب ہو، اور اس کا علم وجوب بدعات کے پیدا ہونے سے واقع ہوا، جیسے حج کے راستہ میں بدوؤں کے ظلم اور رہزنی کے باعث محافظ کی پناہ کی ضرورت ہوگئی ہے، اگر بالفرض عرب کے بدو لوگ اپنی تعدی چھوڑ دیں تو پھر راہ حج کی شرطوں سے نگہبانی محافظین کی نہ ہوگی، اسی طرح اگر بدعتی اپنی بدعت سے باز آجائے تو پھر علم کلام کی بھی اس مقدار سے زیادہ حاجت نہ رہے جو زمانۂ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں تھی۔

پس علم کلام سیکھنے والے کو معلوم کرنا چاہئے کہ علم کلام کی حد دین میں یہاں تک ہے اور متکلم کا درجہ دین میں ایسا ہے جیسے راہ حج میں محافظ کا (دور سابق میں) تو اگر محافظ محافظت کے سوا اور کچھ نہ کرے وہ ظاہر ہے کہ وہ حاجیوں میں نہ ہوگا بلکہ حج کے اعمال ادا کر لے سے حاجی ہوگا، خبر گیری اور ورزش میں مصروف نہ ہوگا اس کے پاس بجز عقیدے کے (جس میں سب عوام شریک ہیں) اور کیا ہے اور عقیدہ اعمال ظاہری دل اور زبان سے متعلق ہے۔

ہاں عوام سے اس قدر تمیز ہوگی کہ یہ بدعتیوں سے جھگڑ سکتا ہے اور عوام کی حفاظت کرتا ہے، لیکن معرفت اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات اور افعال اور ان کے امور کی جن کا بیان ہم نے "علم مکاشفہ" میں

کیا ہے، وہ علم کلام سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ کیا عجیب ہے کہ یہ علم ان کا حجاب اور مانع ہوا ان تک رسائی تو مجاہدہ سے ہے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا مقدمہ قرار دیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین۔ [العنکبوت ۶۹]

یعنی جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے رکھائیں گے۔ [کنزالایمان]

فقیہ کی تعریف: فقیہ وہ ہے جسے وہ قانون معلوم ہو جس سے بادشاہ کو دوسرے کی تعدی سے روک سکے اور علم دین کی یہ نسبت یہ دونوں (فقہ وکلام) کم ہیں، حالانکہ علمائے امت میں جو اہل فضل مشہور ہیں وہ فقہائے کرام اور اہل کلام ہیں اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل ہیں۔ (جاری)

ص ۸ رکابقیہ

کردی جائے اور اس کی عمر میں زیادتی کردی جائے تو وہ والدین سے صلہ رحمی کرے۔ [متفق علیہ]

۶۲-وعن مُعَاذ بنِ أنس أنَّ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: من بر والدیہ طوبیٰ لہ زاد اللہ فی عمرہٖ۔

یعنی معاذ ابن انس سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشخبری ہو اس کے لیے جس نے اپنے ماں باپ کی خدمت کی اس کی عمر بڑھادی جاتی ہے۔ [أبو یعلیٰ والطبرانی والحاکم]

۶۳-وعن ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان الرجل لیحرم الرزقَ بالذنبِ یُصِیبُہُ ولا یَرُدُّ القدرَ الا الدُّعاء ولا یزیدُ فی العُمُرِ الا البرّ۔ یعنی ثوبان رضی اللہ عنہ سے ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کو رزق سے محروم کردیا جاتا ہے اس گناہ کے سبب جس کو وہ کرتا ہے اور قدر کو نہیں لوٹاتی مگر دعا اور عمر میں زیادتی صرف والدین کے ساتھ حسن سلوک سے ہوتی ہے۔ [ابن ماجہ وابن حبان والحاکم]

والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان کے ساتھ صلہ رحمی ہماری دنیا وآخرت سنوانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ (جاری)

ص ۱۷ رکابقیہ

ایک عیدگاہ میں ایک سے زائد جماعتوں کا حکم بیان کرتے ہوئے بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"متعدد جماعتوں کے امام اگر شرعی طور پر مقرر اور متعین تھے تو تمام جماعتوں کی نماز ہوگئی اور اگر آج کل کے دستور کے مطابق مقررہ امام تو ایک ہی تھا بغیر جماعت کے لوگوں نے وقتی طور پر کسی صالح امامت کو آگے بڑھادیا اور نماز پڑھ لی تو ان کی نماز عید ادا نہ ہوئی"۔ [فتاوی بحرالعلوم، ۱/ ۳۰۷]

اور جو لوگ نماز پنج گانہ کی جماعت ثانیہ پر اس کو قیاس کرتے ہوئے حکم دے دیتے ہیں کہ محراب سے ادھر ادھر کھسک کر نماز پڑھ لو ہوجائے گی، بحرالعلوم فرماتے ہیں "نہ ہی محراب سے ادھر ادھر کھسک کر پڑھنے سے نماز جائز ہوگی، جس نے یہ شگوفہ نکالا، اس نے غلط مبحث کیا، یہ مسئلہ پنجوقتی نماز کے بارے میں ہے تو نماز عید پر اس مسئلہ کو جاری کرنا غلط ہے۔" [فتاوی بحرالعلوم، ۱/ ۳۰۷]

بالجملہ: امام معین نے جب نماز عید پڑھادی تو جو لوگ باقی بچے، ان کو کسی اور مسجد میں یا عیدگاہ میں نماز ادا کرنا چاہیے تھا، اسی مسجد میں غیر معین امام کے پیچھے نماز ادا کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں تھا، واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم۔ ■■■

ص ۵۶ رکابقیہ

بنا کر کچہری میں مقدمہ دائر کئے ہیں، بعدہ اس کے فتویٰ اور آنحضور کی تحریر مبارک دونوں کچہری میں پیش ہوا اور مولوی وجیہ اللہ کو اور اس طرف کے علماؤں کو حاکم نے طلب کیا اور دونوں فتویٰ کے مطلب حاکم کو سمجھا دیئے مگر مولوی وجیہ اللہ نے حضور کے فتویٰ پر اور مذہب کے قیل وقال ناشائستہ بیان کیا مگر حاکم کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں ہوا اور حاکم نے خود کہا کہ جناب مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب کو میں خوب جانتا ہوں اور ان کی حالت مجھے خوب معلوم ہے اور دیوبند کے علمائے لامذہب کو بھی معلوم ہے کہ میں ہند کی سیر کرنے والا ہوں۔" [فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۱۳، ص ۱۵۵]

سطور بالا امام اہل سنت سے علمائے بنگلہ دیش کے دیرینہ تعلقات اور آپ سے گہری عقیدت ومحبت کے غماز ہیں۔ ■■■

از: مفتی محمد ذوالفقار نعیمی ککرالوی*

ایک ہی مسجد میں عید کی دو جماعتوں کا شرعی حکم

نماز عید اور جمعہ کے سلسلے میں عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ ان دونوں نمازوں کو نماز پنجگانہ کی طرح سمجھتے ہیں اور نماز عید و جمعہ اور نماز پنجگانہ کے مابین امتیاز و فرق نہیں کر پاتے، حالانکہ نماز عید اور جمعہ کے احکام خاص کر امامت کے معاملہ میں نماز پنجگانہ سے جداگانہ ہیں، نماز پنجگانہ میں سے اگر کسی نماز کی جماعت نکل جائے تو اسی مسجد میں جماعت ثانیہ کی اجازت ہوتی ہے البتہ نماز عید و جمعہ میں معاملہ اس کے برعکس ہے۔

نماز پنجگانہ میں جماعت ثانیہ کے لیے بس صالح امامت شخص کو امامت کے لیے آگے بڑھا دینا ہی کافی ہوتا ہے البتہ نماز عید و جمعہ میں ایسا نہیں ہے، اس کا حکم مختلف ہے، اس میں جماعت ثانیہ کا حکم مشروط ہے، اس مسئلہ میں درج ذیل باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں، جن پر آگے تفصیلی بحث کی جائے گی۔

(۱) عید کی نماز اگر امام معین نے پڑھا دی ہے اور کچھ لوگ تاخیر کے سبب رہ گئے یا وہ نماز میں تھے مگر ان کی نماز کسی سبب فاسد ہوگئی تو وہ کیا کریں؟

(۲) وقت باقی ہے تو کیا باقی ماندہ حضرات امام معین کے نماز پڑھا دینے کے بعد اسی مسجد میں دوسری جماعت کر سکتے ہیں؟

(۳) نماز پنجگانہ کی طرح کیا عید کی بھی جماعت ثانیہ کی اجازت ہے۔

(۴) اگر دوسری جماعت کی جائے تو امام کسے بنایا جائے۔

(۵) اگر اپنی مرضی سے کسی کو امام بنا کر کے نماز ادا کریں تو کیا شرعاً ایسا کرنے کی اجازت ہے؟

اب مذکورہ بالا مسائل کی بالترتیب تفصیل ملاحظہ کریں:

پہلی صورت میں حکم شرع یہ ہے کہ اگر مقررہ امام نے از روئے شرع نماز درست پڑھا دی ہو اور ایک شخص یا کچھ لوگ نماز سے رہ گئے ہوں تو وہ عیدگاہ وغیرہ دوسری جگہ نماز ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اگر وہاں بھی نماز نہ پڑھ پائیں خواہ کسی سبب سے ہو تو پھر انھیں نماز عید پڑھنے کا حکم نہیں ہے بلکہ فقہائے کرام نے انھیں چاشت کی چار رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

تبیین الحقائق میں ہے: ان الإمام لو صلاها مع جماعة وفاتت بعض الناس لا يقضيها من فاتته إذا خرج الوقت، وكذلك في الوقت"

امام نے نماز پڑھا دی جماعت کے ساتھ اور کچھ لوگوں کی نماز چھوٹ گئی تو وہ وقت میں یا اس کے بعد اس کی قضا نہیں کریں گے۔" [تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ۱/۲۲۶، باب صلاۃ العید]

درر الحکام شرح غرر الاحکام میں ہے: "ان الإمام صلاها مع جماعة وفاتت بعض الناس لا يقضيها في الوقت وبعده" یعنی امام نے نماز پڑھا دی جماعت کے ساتھ اور کچھ لوگوں کی نماز چھوٹ گئی تو وہ وقت میں یا اس کے بعد اس کی قضا نہیں کریں گے۔" [درر الحکام شرح غرر الاحکام، ۱/۱۴۴]

فتاوی عالمگیری میں ہے: "لو صلاها مع الجماعة وفاتت بعض الناس لا يقضيها من فاتته خرج الوقت أو لم يخرج" اگر امام نے جماعت کے ساتھ نماز پڑھا دی اور بعض لوگوں کی نماز چھوٹ گئی تو جن کی نماز چھوٹی ہے وہ قضا نہیں کریں گے وقت نکل گیا ہو یا نہ نکلا ہو۔" [فتاوی عالمگیری، ۱/۱۵۱، ۳]

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، درر الحکام شرح غرر الاحکام اور فتاوی عالمگیری کی عبارت سے صراحۃً یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص یا ایک سے زیادہ لوگوں کی نماز عید کی جماعت چھوٹ گئی ہو تو وقت باقی ہو یا نہ ہو وہ اب قضا نہیں کریں گے۔ لیکن فقہ کی دوسری کتابوں میں دوسرے مقام پر امام مقرر و معین کے پیچھے اگر نماز مل سکتی ہو تو وہاں ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے بصورت

فقہیات

دیگر نماز چاشت ادا کرنے کا، ملاحظہ کریں۔

بحر الرائق میں ہے:"(قوله :ولم تقض إن فاتت مع الإمام) فمراده نفی صلاتها وحده وإلا فإذا فاتت مع إمام وأمكنه أن يذهب إلى إمام آخر فإنه يذهب إليه، لأنه يجوز تعدادها فی مصر واحد فی موضعین وأكثر اتفاقا إنما الخلاف فی الجمعة وأطلقه فشمل ما إذا كان فی الوقت أو خرج الوقت، وما إذا لم يدخل مع الإمام أصلا أو دخل معه وأفسدها فلا قضاء عليه أصلا۔ان کا قول کہ قضا نہیں کرے گا اگر امام کے ساتھ فوت ہوگئی۔تو اس سے مراد تنہا اس کی نماز کا چھوٹ جانا ہے اگر امام کے ساتھ چھوٹ گئی(مطلب نماز ادا کر چکا ہے اس نے نہیں ادا کی) اور اگر دوسرے امام کی طرف جانا ممکن ہو تو وہاں جائے کیوں کہ نماز عید کا ایک ہی شہر میں دو اور اس سے زیادہ مقامات پر ہونا جائز ہے بالاتفاق۔البتہ جمعہ میں اختلاف ہے۔اور ان کا اسے مطلق رکھنا اس لئے کہ وہ اس حکم کو شامل ہے کہ کام وقت میں ہو یا وقت نکل گیا ہو۔اور جب امام کے ساتھ بالکل شامل نہیں ہوا یا شامل ہوا ہو لیکن نماز فاسد کر دی ہو تو اس پر بالکل قضا نہیں ہے۔"

[بحر الرائق،۲۸۴،۲/۲۸۳ صلاۃ العیدین]

مراقی الفلاح میں ہے :"فإن شاء انصرف وإن شاء صلى نفلا والأفضل أربع فيكون له صلاة الضحى" تو اگر چاہے(دوسری جگہ) پڑھ لے اور اگر چاہے تو نفل نماز ادا کر لے اور افضل یہ ہے کہ چار رکعت نماز پڑھ لے تا کہ نماز چاشت ہو جائے۔"[مراقی الفلاح شرح نور الایضاح،باب صلاۃ العیدین،۱/۲۰۳]

حاشیہ طحطاوی میں ہے :ولو قدر بعد الفوات مع الإمام على إدراكها مع غيره فعل للاتفاق على جواز تعددها"اگر ایک امام کے ساتھ فوت ہونے کے بعد دوسرے امام کے ساتھ نماز ادا کر سکتا ہو تو نمازی وہاں چلا جائے کیونکہ متعدد مقامات پر عید کے جواز پر اتفاق ہے۔"

[حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح،ص ۵۳۵]

در مختار میں ہے:'لو امکنه الذهاب الى امام آخر فعل لانها تؤدى بمصر واحد بمواضع كثيرة "" اگر دوسرے امام کی طرف جانا ممکن ہو تو جائے کیوں کہ ایک شہر میں کئی جگہ نماز عید ادا کی جاسکتی ہے۔"[الدر المختار،۳/۵۹،باب العیدین]

شدید بارش کے سبب بعض اہل شہر کی نماز عید چھوٹ جانے پر جماعت ثانیہ سے متعلق ایک سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے حضور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

"اگر مقرر کردہ امام سب پڑھ چکے اور بعض لوگ رہ گئے تو یہ بیشک نہیں پڑھ سکتے نہ آج نہ کل"۔ [فتاوی رضویہ قدیم،۳/۸۰۵]

حضور اعلیٰ حضرت کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی عبد الحق صاحب رضوی مفتی اشرفیہ مبارک پور،لکھتے ہیں:اللہ عزوجل سیدی اعلی حضرت قدس سرہٗ العزیز کو اسلام اور مسلمین کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے کہ میں اپنی اس تحریر میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا،آقائے نعمت سیدی اعلی حضرت نے اپنے فتوی مبارکہ کے اخیر کی چند سطروں میں وہ سب کچھ کہہ دیا یعنی وہ مسلمان جو جمعہ وعیدین کی پہلی جماعت میں شریک نہیں ہو سکے ہیں اور ان باقی ماندہ لوگوں میں کوئی مقرر کردہ امام جمعہ وعیدین بھی ہے تو دوسری جماعت کی امامت وہی مقرر کردہ امام جمعہ وعیدین کرے گا اور اگر مقرر کردہ سارے امام پڑھ چکے ہیں تو ایسی صورت میں باقی ماندہ لوگ اگر جمعہ ہے تو تنہا تنہا اپنی ظہر پڑھیں گے اور اگر عیدین ہے اس کی قضا نہیں۔لہٰذا ترک واجب کی وجہ سے بارگاہ الٰہی میں توبہ واستغفار کریں گے۔بہتر یہ ہے کہ یہ لوگ چار رکعت چاشت کی نماز پڑھیں۔"

[ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور،اکتوبر ۲۰۱۶ء ص ۱۱]

صدر الشریعہ فرماتے ہیں:"امام نے نماز پڑھ لی اور کوئی شخص باقی رہ گیا خواہ وہ شامل ہی نہ ہوا تھا یا شامل تو ہوا مگر اس کی نماز فاسد ہوگئی تو اگر دوسری جگہ مل جائے پڑھ لے ورنہ نہیں پڑھ سکتا،ہاں بہتر یہ ہے کہ یہ شخص چار رکعت چاشت کی نماز پڑھے۔"

[بہار شریعت،حصہ چہارم،ص ۷۸۳]

بحر الرائق،مراقی الفلاح،حاشیہ طحطاوی،اور بہار شریعت کی مندرجہ بالا عبارات سے ثابت ہوا کہ اگر امام معین کے ساتھ

نماز عید نہ ادا کر سکا تو دوسرے کسی امام کے پیچھے نماز ادا کرے۔ نیز بحر الرائق اور درمختار سے یہ بھی پتہ چلا کہ نماز عید شہر میں کئی مقامات پر ہوسکتی ہے۔ اور فتاوی رضویہ سے یہ مسئلہ بھی واضح ہوگیا کہ اگر شہر کے سبھی مقرر کردہ امام نماز سے فارغ ہوگئے ہوں تو پھر نماز عید ادا کرنے کا حکم نہیں ہے۔ البتہ ایک ہی مقام پر نماز عید کی امام معین اور امام غیر معین کے ساتھ دو جماعتوں کی اجازت کتب فقہ میں صراحۃً کہیں نظر سے نہیں گزری۔ بعض کتب میں اجمالی طور پر دو جماعت کا ذکر ہے مگر مشروط ہے۔ جس کی تفصیل ان شاء اللہ آگے آپ ملاحظہ کریں گے۔

یہاں تک یہ ثابت ہوا کہ اگر ایک یا ایک سے زیادہ لوگوں کی نماز عید چھوٹ جائے تو وہ کوشش کریں کہ کسی اور مسجد میں امام معین کے پیچھے ادا کرلیں۔ ورنہ نماز نفل چار رکعت بشکل چاشت ادا کرلیں۔ اب رہا معاملہ یہ کہ جس طرح نماز پنجگانہ میں جماعت کے بعد دوسری جماعت کی اجازت ہے تو کیا وہ اجازت نماز عید کے لئے بھی ہوگی۔ اور جس طرح کسی بھی نیک لائق امامت شخص کو نماز پنجگانہ میں نماز کے لئے کھڑا کردیتے ہیں کیا نماز عید میں بھی کرسکتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے، کہ امام معین کے نماز عید پڑھالینے کے بعد جماعت ثانیہ اسی مسجد میں جائز نہیں ہے۔ البتہ امام معین کے نماز پڑھالینے کے بعد نماز پنجگانہ کی جماعت ثانیہ چند قیود کے ساتھ بلا کراہت جائز ہے۔ اور کم پڑھے لکھے لوگوں کو یہیں مغالطہ ہوتا ہے۔ وہ نماز پنجگانہ کے حکم کو نماز عید و جمعہ پر بھی منطبق کردیتے ہیں۔ حالانکہ نماز عید اور نماز جمعہ کا حکم نماز پنجگانہ سے بہت جداگانہ ہے۔ نماز پنج گانہ میں کسی بھی شخص کو امام بنا کر جماعت ادا کرسکتے ہیں۔ مگر عید اور جمعہ کی نماز میں ایسا نہیں ہے۔ وہاں تو جماعت کے لئے امام، بادشاہ اسلام ہو، یا اس کا نائب وماذون ہو یا یا قاضی شرع ہو جسے علماء نے قاضی مانا ہو یہاں قاضی سے عوام کا منتخب قاضی مراد نہیں ہے۔ یا اعلم علمائے بلد یعنی شہر کے سبھی عالموں میں سب سے زیادہ علم والا عالم ہو، اگر یہ سب نہ ہو تو وہ بمجبوری عامہ مسلمین نے جسے متفقہ امام مقرر کیا ہوا، بس اسی کو عید اور جمعہ پڑھانے کی اجازت ہے۔ اس کے ہوتے ہوئے یا اس کے نماز پڑھالینے کے بعد وقتی طور پر کسی کو امام منتخب کرلینا اور اس کے پیچھے نماز عید وجمعہ ادا کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے۔ یہ سب بخوبی جانتے ہیں کہ ایک عیدگاہ میں یا ایک مسجد میں بس ایک ہی امام معین ومقرر کیا جاتا ہے جسے سب جانتے ہیں کہ اس مسجد کا امام فلاں شخص ہے۔ کیوں کہ اس کا تقرر ہوچکا ہوتا ہے۔ تو شرعی ضابطہ یہی ہے کہ بس نماز عید و جمعہ پڑھانے کا حق اسی کو حاصل ہے۔ اگر وہ پڑھادے تو پھر کسی کو اجازت نہیں ہے۔ ہاں البتہ سلطان اسلام وغیرہ جن کا ذکر اوپر ہوا وہ اس وقت کسی کو امام مقرر کریں تو اجازت ہوگی۔ لیکن سو پچاس لوگ وقتی طور پر یوں ہی کسی کو جماعت ثانیہ کے لئے کھڑا کردیں اور اسے امام بنالیں شرعاً اس کی اجازت نہیں ہوگی، یہاں یہ بھی باور کرادیں کہ نماز عید وجمعہ دونوں کا حکم ایک ہے نماز عید کی سوائے خطبہ کے وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کی ہیں۔

جیسا کہ فتاوی عالمگیری میں ہے: ”ویشترط للعید ما یشترط للجمعة إلا الخطبة“ نماز عید کے لئے وہی شرائط ہیں جو نماز جمعہ کے لئے ہیں سوائے خطبہ کے۔“

[فتاوی عالمگیری، ۱/۱۵۰، باب صلاۃ العیدین]

لہٰذا نماز عید اور جمعہ کی پہلی جماعت ہو یا دوسری جماعت، اس کے لئے مشروط امام ہی ضروری ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو نہ پہلی جماعت ہوگی اور نہ دوسری۔

علاوہ ازیں ایک جماعت امام معین پڑھالے تو دوسرا امام عموماً مساجد میں معین نہیں ہوتا تو اس کو نماز عید و جمعہ کا حق امامت حاصل نہیں ہوگا اور جب حق حاصل نہیں ہوگا تو وہ پڑھا نہیں سکتا اور جب وہ پڑھانے کا اہل ہی نہیں تو اس کے پیچھے نماز کیوں کر ہوسکتی ہے اور جب نماز نہیں ہوسکتی تو جماعت کی اجازت کیسے مل جائے گی۔

نماز عید اور جمعہ کے لئے امام کی کیا شرائط ہیں اور امام معین کے نماز پڑھانے کے بعد نماز عید کی جماعت کے لئے کون سا امام نماز پڑھا سکتا ہے اور کب جماعت ثانی پڑھی

جاسکتی ہے اور کب نہیں۔ کتب فقہ کی درج ذیل عبارات میں تفصیل ملاحظہ کریں۔

حاشیہ طحطاوی میں ہے: قولہ :"لا تتم بدون الإمام أی السلطان أو مأموره" أی وقد صلاها الإمام أو مأموره فإن کان مأمورا بإقامتها له أن یقیمها" اوران کاقول کہ امام یعنی سلطان اسلام یااس کے مامور کے بغیر نماز پوری نہیں ہوسکتی۔ یعنی امام یااس کے نائب نے نماز پڑھادی پس اگر وہ امامتِ عید کے لئے مامور تھا تو وہ اسے پڑھاسکتا ہے۔"

[حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۵۳۵]

بدائع الصنائع میں ہے: "فلا یجوز أداؤها إلا بتلک الصفة، ولأنها مختصة بشرائط یتعذر تحصیلها فی القضاء، فلا تقضی کالجمعة ولکنه یصلی أربعا مثل صلاة الضحی إن شاء، لأنها إذا فاتت لا یمکن تدارکها بالقضاء لفقد الشرائط" نماز عید اکا ادا کرنا جائز نہیں ہے مگر اسی طرح سے (جس طرح مشروع ہے، کہ جماعت ہو، سلطان اسلام، ماذون یا امام معین ہو) کیوں کہ نماز عید چند شرائط کے ساتھ مختص ہے جن کا حصول قضا میں دشوار ہے۔"

[بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ۱/۶۲۴، باب صلاۃ العیدین]

محیط برہانی میں ہے: "علماؤنا رحمهم الله قالوا: لا یجوز إقامتها إلا بشرائط مخصوصة منها الإمام، فإذا فاتت مع الإمام فقد عجز عن قضائها، فلا یلزمه القضاء" ہمارے علماء نے، اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے، فرمایا نماز عید کا قائم کرنا جائز نہیں ہے مگر مخصوص شرائط کے ساتھ ان میں سے ایک امام کا ہونا بھی ہے۔ تو جب امام کی نماز کے ساتھ اس کی نماز چھوٹ گئی تو وہ قضا سے عاجز ہوگیا تو اس پر قضا لازم نہیں ہے۔"

[محیط برہانی، ۲/۱۱۲]

مراقی الفلاح میں ہے: "ومن فاتته الصلاة" فلم یدرکها "مع الإمام لا یقضیها" لأنها لم تعرف قربة إلا بشرائط لا تتم بدون الإمام أی السلطان أو مأموره" جس نے یہ نماز امام کے ساتھ نہیں پائی تو وہ قضا نہیں کرے گا کیوں کہ وہ مشروع نہیں ہے مگر شرائط کے ساتھ جو نہیں پوری ہوں گی بغیر امام کے یعنی سلطان یا اس کے مامور کے بغیر"

[مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، باب صلاۃ العیدین، ۱/۲۰۳]

حضور اعلیٰ حضرت نماز عید وجمعہ میں امام سے متعلق شرائط بیان کرتے رقم طراز ہیں: "جمعہ وعیدین کی امامت مثل نماز پنجگانہ نہیں کہ جسے چاہئے امام کر دیجئے بلکہ اس کے لئے شرط لازم ہے کہ امام ماذون من جہۃ سلطان الاسلام ہو بلاواسطہ یا بالواسطہ کہ ماذون کا ماذون ہو یا ماذون الماذون کا ماذون ہو۔"

[فتاوی رضویہ قدیم، ۳/۷۰۸]

مزید فرماتے ہیں: "نمازِ عید مثل نماز جمعہ ہے نمازِ پنجگانہ کی طرح نہیں جن میں ہر شخص صالح امامت کرسکتا ہے، عیدین اور جمعہ کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطانِ اسلام ہو یا اُس کا نائب یا اس کا ماذون، اور نہ ہو تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے امامتِ جمعہ وعیدین کے لئے مقرر کیا ہو"۔

[فتاوی رضویہ قدیم، ۳/۸۰۶]

اور لکھتے ہیں: "جمعہ وعیدین کی امامت پنجگانہ کی امامت سے بہت خاص ہے، امامت پنجگانہ میں صرف اتنا ضرور ہے کہ امام کی طہارت ونماز صحیح ہو، قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہو، بدمذہب نہ ہو، فاسق معلن نہ ہو، پھر جو کوئی پڑھائے گا نماز بلاخلل ہوجائے گی بخلاف نماز جمعہ وعیدین کہ ان کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اس کا ماذون، اور جہاں یہ نہ ہوں تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے جمعہ وعیدین کا امام مقرر کیا ہو کما فی الدر المختار وغیرہ، دوسرا شخص اگر ایسا ہی عالم وصالح ہو ان نمازوں کی امامت نہیں کرسکتا اگر کرے گا نماز نہ ہوگی"۔

[فتاوی رضویہ قدیم، ۳/۸۰۱]

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں: "نماز جمعہ وعیدین مثل عام نمازوں کے نہیں کہ جسے امام کردیا نماز ہوگئی ان کے لئے ضرور ہے کہ امام خود سلطان اسلام ہو یا اس کا مقرر کردہ، اور یہ نہ ہوں تو بضرورت وہاں کے عام مسلمانوں نے جسے امامت جمعہ کے لئے معین ومقرر کیا ہو، تو ان تینوں جماعتوں میں جس کا امام

امام معین ومقرر کردہ جمعہ تھا اس کی اور اس کے مقتدیوں کی نماز ہوگئی باقیوں کی نہیں، اور اگر کسی کا امام ایسا نہ تھا تو کسی کی نہ ہوئی"۔ [فتاوی رضویہ قدیم، ۳/ ۷۲۳]

اور لکھتے ہیں: "جمعہ وعیدین وکسوف میں ہر شخص امامت نہیں کرسکتا بلکہ لازم ہے کہ سلطانِ اسلام کا مقرر کردہ یا اُس کا ماذون ہو، ہاں جہاں یہ نہ مل سکیں تو بضرورت عام اہل اسلام کسی کو امام مقرر کرلیں، صورتِ سوال میں جبکہ سلطنت اسلام سقی **اللہ تعالی عھدھا** سے بحکم حاکم شرع وہاں جمعہ قائم اور امامت خاندان ایام قدیم میں مستمر ودائم ہے تو امام خود ماذون من جانب السلطان ہے، اس کے ہوتے بلا مجبوری شرعی عام مسلمانوں کو بھی امام جدید قائم کرنے کا اختیار نہیں۔

لان الخیرۃ لھم انما یکون عند الضرورۃ لفقد الماذون فاذا وجد فلا ضرورۃ فلا خیرۃ۔ (انہیں اختیار ضرورت کے وقت ہے جب مامور نہ ہو اور جب مامور ہے تو اب ضرورت نہیں لہذا اختیار بھی نہ ہوگا۔)" [فتاوی رضویہ قدیم، ۳/ ۷۰۷]

اگر عید کی نماز ایک عیدگاہ میں دو الگ الگ امام پڑھائیں یعنی ایک عیدگاہ میں عید کی دو جماعتیں ہوں یا مسجد میں دو امام دو جمعہ پڑھائیں تو کیا اس کی اجازت ہوگی اس تعلق سے حضور اعلی حضرت رقم طراز ہیں: "ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لئے دو (۲) شخص امام مقرر نہیں ہوتے تو جو ان میں مقرر نہیں ہے اسکی اور اس کے پیچھے والوں کی نماز نہ ہوگی"۔

[فتاوی رضویہ قدیم، ۳/ ۸۰۶]

مزید فرماتے ہیں: "اور مسجد واحد کے لئے وقتِ واحد میں دو امام کی ہرگز ضرورت نہیں، تو جب پہلا امام معیّن جمعہ ہے دوسرا ضرور اُس کی لیاقت سے دور ومہجور تو اُس کے پیچھے نماز جمعہ باطل ومحذور"۔ [فتاوی رضویہ قدیم، ۳/ ۸۰۷]

عبارات مذکورہ سے صاف حکم معلوم ہوا کہ ایک عیدگاہ میں یا ایک مسجد میں دو امام مقرر نہیں ہوتے تو جو مقرر ومعین ہوگا اس کی نماز ہوجائے گی اور جو مقرر ومعین نہ ہو تو اس کی اور اس کے پیچھے پڑھنے والوں کی نماز نہیں ہوگی، ایک عیدگاہ میں دو اماموں کی جماعت کے جواز کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اگر دونوں امام ماذون باقامت نماز عید تھے تو دونوں نمازیں جائز ہوگئیں"۔ [فتاوی رضویہ قدیم، ۳/ ۸۰۳]

اور جب دونوں امام شرعاً ماذون ہوں تو ان کی پڑھائی ہوئی نماز ہوجائے گی۔ لوگوں کو اس سے بھی مغالطہ ہوجاتا ہے کہ فتاوی فیض الرسول وغیرہ فتاوی میں نماز جمعہ وعید کے بارے میں سوال کے جواب میں اجمالی حکم بیان کرتے ہوئے کہیں کہیں بس اتنا ہی لکھا گیا ہے اور اس کو سمجھے بغیر لوگوں سے کہہ دیا جاتا ہے کہ فیض الرسول میں لکھا ہوا ہے کہ نماز ہوجائے گی" ماذون باقامت" کو بالکل حذف کر جاتے ہیں، حالانکہ یہ ہر صاحب علم جانتا ہے کہ جہاں صرف ماذون باقامت لکھا ہوا ہے وہاں ماذون سے نماز جمعہ وعید قائم کرنے کا شرعی جواز رکھنے والا مراد ہے۔ جس کی تفصیل گزر چکی۔

علاوہ ازاں عید وجمعہ چوں کہ شرائط کے اعتبار سے یکساں ہیں سوائے ایک شرط خطبہ کے، اس لئے ہم کچھ مسائل جماعت جمعہ کے ایک ہی مسجد میں دوبار ہونے کے جواز وعدم جواز سے متعلق نقل کرتے ہیں۔ تاکہ جمعہ کے ضمن میں مقام واحد میں متعدد نماز عید ہونے کا بھی حکم واضح ہوجائے۔

حضور اعلی حضرت جمعہ وعیدین میں امام کے تقرر کی شرائط اور ایک مسجد میں ایک ہی نماز جمعہ کے لئے دو امام ہونے اور ایک مسجد میں دوبار جمعہ ہونے کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "امامت جمعہ وعیدین ہر کس نتواں کرد بلکہ واجب ست کہ سلطانِ اسلام یا ماذون او باشد وبضرورت آنکہ مسلمان اور امام جمعہ مقرر کردہ باشد وشک نیست کہ یک مسجد را دو امام جمعہ کہ اقامت جمعہ واحدہ کنند نباشد پس در مسجد واحد دوبار جمعہ نتواں شد چوں بعض مردماں ایں جا جمعہ نیابند بمسجدے دیگر اگر یابند روند کہ تعدد جمعہ در شہر مذہب مفتی بہ رواست ہمچناں اگر امامے معین برائے امامتِ جمعہ یابند در غیر مسجد در شہر یا فنائے شہر ادا کنند نیز روا باشد زیرا کہ مسجد شرط جمعہ نیست" جمعہ وعیدین کی امامت ہر کوئی نہیں کرواسکتا بلکہ واجب ہے کہ وہ سلطانِ اسلام یا اس کی

طرف سے مامور ہو، البتہ ضرورت کے پیش نظر مسلمان امام جمعہ مقرر کرسکتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک مسجد میں ایک جمعہ کی اقامت کے لئے دو امام نہیں ہوسکتے، لہٰذا ایک مسجد میں دوبار جمعہ نہیں ہوسکتا جب کچھ لوگ اس مسجد میں جمعہ نہ پاسکتے تو وہ دوسری مسجد میں چلے جائیں کیونکہ مفتی بہ مذہب کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوسکتا ہے، اسی طرح اگر مقرر امامِ جمعہ کو شہر یا فنائے شہر میں مسجد کے علاوہ پالیتے ہیں تو وہاں بھی جمعہ جائز ہوگا کیونکہ جمعہ کے لئے مسجد شرط نہیں"۔ [فتاوی رضویہ قدیم، ۳/۷۰۵]

مزید فرماتے ہیں: "اور پر ظاہر کہ کلام اسی صورت میں ہے جبکہ پہلا جمعہ صحیح ادا ہولیا ورنہ مسجد واحد میں تعددِ جمعہ کہاں اور دُوسری مسجد میں اولویت کا کیا منشاء، تو ضرور ہے کہ پہلی نماز اسی نے پڑھائی جو اس مسجد میں اقامتِ جمعہ کا مالک تھا اب یہ دوبارہ وہیں جمعہ پڑھانے والا دو حال سے خالی نہیں یا اس مالکِ اقامت کے اذن سے پڑھائے گا یا بے اذن اول کی طرف راہ ممنوع کہ یہاں اذنِ مالک نہیں، مگر انابت اور بعد اس کے کہ آج کا جمعہ خود اصل پڑھا چکا اقامت شعار ہوچکی، جمعہ امروز میں انابت کے کوئی معنی نہیں کہ انابت تحصیل ناحاصل کے لئے ہوتی ہے نہ تحصیل حاصل کے واسطے نہ نائب ومنیب ایک امر میں جمع ہوسکیں اور آیندہ جمعہ کے لئے اذن جمعہ امروز کا اذن نہیں تو شق ثانی ہی متعین ہوئی اور جمعہ میں غیر امامِ جمعہ کی امامت بے اذن امامِ جمعہ باطل ہے"۔ [فتاوی رضویہ قدیم، ۳/۶۹۰]

لوگ کبھی کبھی کسی معمولی سی وجہ کو شرعی مجبوری کا نام دے کر ایک امام کے ہوتے ہوئے ایک اور نیا امام مقرر کرلیتے ہیں، امام جدید قائم کرنے کے سلسلے میں شرعی مجبوری کیا ہوتی ہے اس کو بیان کرتے ہوئے حضور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "یہاں مجبوری شرعی یہ کہ امام ماذون خود نہ رہے یا اُس میں مذہب وغیرہ کے فساد پیدا ہونے سے قابلیت امامت معدوم ہوجائے اور اس خاندانِ ماذون میں کوئی اور بھی صالح امامت نہ ہو، جب ان صورتوں میں سے کچھ نہ تھا اس دوسرے شخص کی امامت نہ ہوئی اُس کے پیچھے نماز عید وجمعہ محض باطل ہوں گی وہ سخت گناہوں کا خود بھی مرتکب ہوگا اور اُتنے مسلمانوں کو بھی شدید معصیتوں میں مبتلا کردے گا وہ دوسری مسجد کا جمعہ حرام ہوگا اور ظہر کا فرض سر پر رہے گا۔ اور عیدین میں نماز عید باطل ہوگی اُس کا پڑھنا گناہ ہوگا۔ واجبِ عید سر پر رہ جائے گا تفریق جماعت تو وہاں کہی جائے کہ نماز جمعہ یا عیدین اس کے پیچھے بھی صحیح ہوجائیں، جب یہاں سرے سے ہوئی ہی نہیں تو تفریق کیسی، بلکہ ابطال نماز ہے کہ سب سے سخت تر ہے" [فتاوی رضویہ قدیم، ۳/۷۰۷]

عبارت مذکورہ میں حضور اعلیٰ حضرت نے صاف فرمادیا کہ بلاوجہ شرعی عام لوگوں کو بھی امام جدید منتخب کرنے کا حق نہیں ہے۔ اور شرعی مجبوری کی بھی کیسی صراحت فرمائی "یہاں مجبوری شرعی یہ کہ امام ماذون خود نہ رہے یا اُس میں مذہب وغیرہ کے فساد پیدا ہونے سے قابلیت امامت معدوم ہوجائے اور اس خاندانِ ماذون میں کوئی اور بھی صالح امامت نہ ہو" بہت سے مقامات پر لوگوں نے جمعہ اور عید کے مسئلہ امامت کو خانگی معاملہ سمجھ لیا ہے جب چاہا، جیسا چاہا، کرلیا دس بیس سو پچاس لوگ اکھٹا ہوئے اور جماعت کرالی۔

حضور اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "مسلمانو! نماز حکم شرعی ہے احکامِ شرع کے مطابق ہی ہوسکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جس نے جب چاہا کرلیا، حکم شرعی یہ ہے کہ اقامتِ جمعہ کے لئے سلطانِ اسلام یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون شرط ہے اور جہاں سلطانِ اسلام نہ ہو عالم دین فقیہ معتمد اعلم اہل بلد کے اذن سے امامِ جمعہ وعیدین مقرر ہوسکتا ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو تو مجبوری جسے وہاں کے عامہ مسلمین انتخاب کرلیں وُہ امامت جمعہ یا عیدین کرسکتا ہے ہر شخص کو اختیار نہیں کہ بطورِ خود یا ایک دو یا دس بیس یا سو پچاس کے کہے سے امام جمعہ یا عیدین بن جائے ایسا شخص اگرچہ اس کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور عمل میں بھی فسق وفجور نہ ہو جب بھی امامتِ جمعہ وعیدین نہیں کرسکتا اگر کرے گا نماز اُس کے پیچھے باطل محض ہوگی کہ اُن تین طریقوں میں سے ایک وجہ کا امام یہاں شرطِ صحت نماز تھا جب شرط مفقود مشروط مفقود ولہذا صورتِ مسئولہ میں پہلے لوگوں کا جمعہ باطل محض ہوا اور دوسرے

٭ مضمون نگار مدرسہ عربیہ رحمانیہ رحمٰن گنج بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

تفہیمات

لوگوں کا صحیح"۔ [فتاوی رضویہ قدیم، ۳/۲۷۵]

اور فرماتے ہیں: "یہ مسئلہ نہایت واجب الحفظ ہے، آج کل جہال میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے کہ جمعہ یا نماز عید نہ ملی کسی مسجد میں ڈھائی آدمی جمع ہوئے اور ایک شخص کو امام ٹھہرا کر نماز پڑھ لی وہ نماز نہیں ہوتی۔ اور اس کے پڑھنے کا گناہ الگ ہوتا ہے۔ عوام کے خیال میں یہ نمازیں بھی پنجگانہ کی طرح ہیں کہ جس نے چاہا امامت کرلی، حالانکہ شرعاً یہاں امام خاص اس طریق معیّن کا درکار ہے اُس کے بغیر یہ نمازیں ہو نہیں سکتیں" [فتاوی رضویہ قدیم، ۳/۷۰۷]

کتب فقہ کی معتبر کتابوں سے خاص فتاوی رضویہ شریف سے یہ بات بالکل صاف ہوگئی کہ نماز عید معین کے علاوہ کسی کو پڑھانے کی اجازت نہیں ہے اور اگر امام معین نے پڑھادی ہو اور لوگ نماز عید سے رہ گئے ہوں تو ان کو الگ سے کوئی امام کر کے جماعت کرنا جائز نہیں ہے، مزید چند اور حوالے اردو فتاوی سے اس مسئلہ سے متعلق نقل کئے دیتے ہیں تا کہ لوگوں کو مسئلہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

ایک ہی جگہ نماز عید کی دو جماعتوں کا حکم بیان کرتے ہوئے حضور صدر الشریعہ فرماتے ہیں: "نماز عید کے لئے بھی امام شرط ہے۔ جس طرح جمعہ کے لئے اور امام سلطان اسلام ہوگا یا اس کا نائب یا قاضی اور جہاں یہ نہ ہوں تو عام لوگوں نے جس کو امام مقرر کرلیا ہو وہ نماز پڑھائے گا۔ صورت مسئولہ میں جب کہ امام معین موجود ہے پھر دوسرے امام کو قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا امام معین نے جو پڑھایا وہی صحیح ہے اور دوسری جماعت ناجائز"۔ [فتاوی امجدیہ، ۱۲۸]

نماز جمعہ اور عید کا حکم ہم پیچھے بیان کرآئے ہیں البتہ ایک حوالہ نماز جمعہ کے دوبار ہونے کے سلسلے میں اور پیش ہے اور اس مسئلہ میں نماز عید اور نماز جمعہ کا حکم ایک سا ہے جیسا کہ پیچھے گزر چکا۔

فتاوی شرعیہ میں ہے: "جمعہ کی نماز باجماعت ایک مسجد میں بروجہ مسنون ادا ہوجانے کے بعد پھر اسی مسجد میں جمعہ کی دوسری جماعت ناجائز ہے کیوں کہ نماز جمعہ کے لئے عوام کے منتخب امام کا ہونا شرط ہے اور دوسری جماعت میں یہ شرط مفقود ہے تو دوسری جماعت سرے سے ہوگی ہی نہیں۔ اذا فات الشرط فات المشروط، جب شرط فوت ہوگئی تو مشروط بھی فوت ہوگیا۔ عامۃ المسلمین کو یہ حق پہنچتا ہے کہ چند افراد کو جماعت ثانیہ سے روکیں۔ [فتاوی شرعیہ، ۳/۵۴۱، ۵۴۲]

مفتی عبدالحق رضوی صاحب مفتی اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ جمعہ وعیدین کی جماعت ثانیہ سے متعلق اپنے ایک تفصیلی فتوی میں لکھتے ہیں: ایک مسجد میں دو یا چند بار جمعہ وعیدین کی جماعت جائز و درست ہونے کے لئے ضروری ہے کہ مسجد کے ارباب حل و عقد ٹرسٹیان (متولی وغیرہ) پہلے ہی سے حسب ضرورت دو یا چند امام جمعہ وعیدین مقرر کردیں مقرر کردہ امام ہی نماز پڑھائے کوئی دوسرا نہ پڑھائے"۔ [ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اکتوبر ۲۰۱۶، ص ۹]

آگے لکھتے ہیں: "اگر صورت حال یہ ہے کہ جہاں مسلمانوں کی اتنی کثرت ہو کہ وہ سب بیک وقت مسجد میں سما ہی نہیں سکتے اس مجبوری کے پیش نظر مسجد کے ارباب حل وعقد نے پہلے ہی سے حسب ضرورت دو یا چند امام جمعہ وعیدین مقرر کر رکھے ہیں انہیں مقرر کردہ اماموں نے متعدد بار مسجد یا عیدگاہ میں جمعہ وعیدین کو پڑھایا۔۔۔۔ تو تعدد جمعہ وعیدین شرائط مذکورہ کے ساتھ الضرورات تبیح المحظورات اور دفع حرج کی وجہ سے جائز و درست ہے۔" [مرجع سابق، ص ۱۳]

ایک ہی مسجد میں اور ایک ہی مصلّٰی پر تین اماموں کا تین بار نماز عید الاضحٰی پڑھانے سے متعلق بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"نماز عید مثل نماز جمعہ ہے نماز پنجگانہ کی طرح نہیں جن میں ہر شخص صالح امامت کرسکتا ہے، عیدین اور جمعہ کے لئے شرط ہے کہ امام خود سلطانِ اسلام ہو یا اُس کا نائب یا ماذون، اور وہ نہ ہو تو بضرورت جسے عام مسلمانوں نے امامتِ جمعہ وعیدین کے لئے مقرر کیا ہو، ظاہر ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کے لئے دو شخص امام مقرر نہیں ہوتے تو جو امام مقرر نہیں اس کے پیچھے والوں کی نماز نہ ہوگی۔ [فتاوی بحر العلوم، ۱/۵۵۵] (بقیہ ص ۱۰ پر)

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

ماہ صفر المظفر کے فضائل اور معمولات

ماہ صفر اسلامی سال کا دوسرا مہینہ ہے اس ماہ میں بھی بہت سارے واقعات رونما ہوئے ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا۔

آقائے کریم ﷺ فرماتے ہیں من بشرنی بخروج الصفر انا بشر له بدخول الجنة۔ یعنی جو شخص ماہ صفر کے گزرنے کی خبر دیگا میں اسے بہشت میں جانے کی خوش خبری دونگا۔

[راحت القلوب ص ۲۴۱]

وجہ تسمیہ: صفر اصل میں بالکسر سے ماخوذ ہے جس کا معنی خالی ہے چونکہ یہ مہینہ محرام الحرام کے بعد آتا ہے اور نبی پاک ﷺ کی بعثت سے قبل ماہ محرم میں جنگ حرام تھی مگر جب صفر کا مہینہ آتا تو اہل عرب جنگ کے لئے چلے جاتے اور گھروں کو خالی چھوڑ جاتے اس لئے اس کو صفر کہا گیا۔

ماہ صفر اور بلاؤں کا نزول

ابو العالی العراقی نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی خدمت میں ایک دن حضرت علیہ السلام تشریف لائے اور انکے ہمراہ ایک کریہ المنظر شخص تھا جو سیاہ کپڑا پہنے ہوئے تھا۔ نبی کریم ﷺ نے جب اس کی طرف نظر کی تو اس کی بدخلقی اور کریہ المنظر کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہل نہ سکا اور جبرئیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہا "یہ کون شخص ہے" جواب دیا کہ اے اللہ کے حبیب ﷺ یہ صفر کا مہینہ ہے کیا آپکو نہیں معلوم کہ اللہ تعالی دنیا میں جتنی بلائیں ہے انکو دس حصوں میں تقسیم کیا ہے جن میں نو حصے صرف ماہ صفر میں نازل ہوتی ہیں اور ایک حصہ باقی گیارہ مہینوں میں۔ وہ شخص قابل مبارک ہے جو ماہ صفر میں تلاوت قرآن کرتا ہے اور غریبوں کو کھانا کھلاتا ہے۔

[علم الیقین اردو ترجمہ کرۃ لوا مطین]

صاحب راحت القلوب شیخ الاسلام فرید الدین علیہ الرحمہ کا فرمان عالیشان ہے کہ اللہ تعالی ہر سال دس لاکھ اسی ہزار بلائیں نازل فرماتا ہے۔ جس میں سے صرف اس مہینے میں نو لاکھ ساٹھ ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں اس مہینے کو دعاء اور اطاعت الہی سے بسر کرنا چاہئے پھر کوئی بلا پیش نہیں آتی۔

شیخ الاسلام فرید الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ شیخ الاسلام خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس سرہ العزیز کی شرح میں میں نے لکھا دیکھا ہے کہ سارے ماہ صفر میں تین لاکھ چوبیس ہزار بلائیں نازل ہوتی ہیں پس جو شخص دعاء وظائف اور استغفار میں مشغول رہیگا اور نبی پاک ﷺ پر درود بھیجتا رہیگا اس کو اللہ تعالی ہر بلا اور ہر مصیبت سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص ان باتوں میں سستی کریگا اس کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ [راحت القلوب]

ماہ صفر میں رونما ہونے والے واقعات

شیخ الاسلام فرید الدین علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جو شخص بلا میں گرفتار رہتا ہے اسی ماہ صفر میں ہوتا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اسی ماہ میں گندم کھایا اور اسی ماہ صفر میں بہشت سے نکل کر دنیا میں تشریف لائے اور تین سو سال تک روتے رہے جب آپ کے وجود پہ گوشت و پوست نہ رہا تو حکم ہوا توبہ کرو ہم نے تمہاری توبہ قبول کی یہ ماہ صفر میں ہی ہوا۔

حضرت وہب ابن منبہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جب ہابیل اور قابیل دونوں بھائی ماہ صفر میں شکار کے لئے نکلے تو حضرت آدم علیہ السلام نے انھیں منع فرمایا کہ صفر میں باہر نہ نکلو۔ تو انہوں نے کچھ خیال نہ کیا جب جنگل میں پہونچے تو دونوں بھائیوں میں تکرار ہو پڑی۔ قابیل نے ہابیل کو جنگل کے دن قتل

* مضمون نگار مدرسہ عربیہ جامعہ حسان گھگھا رہنگی کے پرنسپل ہیں۔

کر دیا اور پشیماں ہوا کہ میں نے کیا کیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے یہ بات سنی تو سخت گھبرائے تو جبریل علیہ السلام نے آکر کہا حکم الٰہی یوں ہی ہے کہ ہابیل کی اولاد سے سارے سنی ہونگے اور قابیل کی اولاد سے جو ہونگے وہ یہودی اور کافر وغیرہ ہونگے اسوجہ سے کہ اس نے ماہ صفر میں بھائی کو مارا ہے۔

[راحۃ القلوب ص ۲۴۳]

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر ماہ صفر میں ہی طوفان کی بلا آئی اور ہلاک ہوئی اور اسی ماہ کی پہلی تاریخ کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا۔ اسی ماہ صفر میں ہی حضرت ایوب علیہ السلام کیڑوں کی مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ ماہ صفر کے آخر میں حضرت ذکریا علیہ السلام کے سر پر آرہ رکھا گیا۔ ماہ صفر ہی کے آخری چہار شنبہ کو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حلق میں چھری گھونپی گئی۔ اس ماہ میں حضرت جرجیس علیہ السلام کے سات ٹکڑے کئے گئے۔ اسی ماہ میں حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں بند ہوئے۔ اسی مہینے میں آسیہ بنت مزاحم اور اتباع کو جو فرعون کی بیویاں تھیں (اور جو مومنہ تھیں) مصیبت پہنچی اور حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام اسی مہینے میں بدھ کے دن بیمار ہوئے۔ ان کی بیماری سے رسول ﷺ کو بے حد غم ہوا حضرت جبریل تشریف لائے اور حضور ﷺ کو اطمینان دلایا حضور نے دریافت فرمایا کہ کب اچھے ہونگے حضرت جبریل نے کہا یہ مہینہ ختم ہوجائیگا تو انشاء اللہ اچھے ہوجائیں گے۔

اسی ماہ صفر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بد خلقی کی۔ اسی ماہ میں حضرت داؤد علیہ السلام سے لغزش ہوئی جس کی وجہ سے وہ دو سو برس تک روتے رہے۔ اسی وجہ سے آپ کے رخساروں کا گوشت و پوست اڑ گیا تھا۔

اسی ماہ میں فرعون کے ساحر (جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے) قتل کئے گئے اور اسی مہینے میں بنی اسرائیل کی گائے ذبح ہوئی۔ اسی ماہ صفر میں سید الانبیاء ﷺ کو مرض موت لاحق ہوا اور اسی ماہ کے بعد وصال ہوا۔ اسی ماہ میں تمام انبیاء و مرسلین پر مصیبتیں نازل ہوئیں، معلوم ہوا کہ یہ مہینہ بہت ہی بھاری ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں تمہیں اور تمام مسلمانوں کو ماہ صفر کی گرانی سے بچائے۔

[راحۃ القلوب ص ۲۴۳ اور علم یقین ص ۱۶۔۳۱۵]

ماہ صفر کی بلاؤں سے حفاظت کی دعاء

جو شخص اس دعا کو پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو سال آئندہ میں اس ماہ کے مصائب سے محفوظ رکھے گا۔

دعاء یہ ہے: بسم الله الرّحمٰن الرّحیم اللهم نرجینا بدخول الصفر واختمه بالخیر والظفر واحرف شره عنا وعن جمیع المؤمنین والمؤمنات برحمتك یا ارحم الراحمین وصلی الله و تعالی علی لخیر خلق محمد و اله اجمعین۔ ترجمہ اے اللہ ہم پر صفر کے مصائب کو آسان کردے اور اس کو خیر و ظفر کے ساتھ ختم کردے اور اس کی برائیاں ہم سے دور کردے اور تمام مومن و مومنات کو اس سے محفوظ رکھ اے رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہم پر محض اپنی رحمت سے رحم کر اور اپنی رحمت اپنے بہترین شخص یعنی محمد ﷺ پر اور انکے تمام آل واصحاب پر نازل فرما۔

ماہ صفر کی پہلی رات کے نوافل

حضرت شیخ الاسلام فرید الدین علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ صفر کی پہلی رات کو تمام مسلمانوں کے بچاؤ کے لئے چار رکعت نماز بعد نماز عشاء اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قل یآ ایھا الکافرون پندرہ مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اخلاص پندرہ مرتبہ، تیسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قل اعوذ برب الفلق پندرہ بار اور چوتھی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد چند مرتبہ ایاك نعبد و ایاك نستعین پڑھے پھر ستر مرتبہ درود شریف پڑھے یہ نماز بوقت چاشت ادا کی جائے تو اللہ تعالیٰ جو بلائیں اس روز تقدیر میں لکھا ہے ان سے اپنے فضل و کرم سے محفوظ رکھتا ہے۔ [راحۃ القلوب ص ۲۴۲]

ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کی حقیقت

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرور کائنات ﷺ سے

روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگوں میرے بعد جب ایک سو پچیس برس گزر جائینگے تو میری امّت میں خیر یعنی نیکیاں اور انسانی شفقتیں اور ہمدردیاں نہ باقی رہیں گی۔ ایک اعرابی نے پوچھا کہ پھر اس سے بچنے کی کیا تدبیر ہے۔ ارشاد فرمایا کہ ہر مومن کو مناسب ہے کہ ہر ہفتہ ماہ صفر میں چہار شنبہ کے دن غسل کرے اور چار رکعت نماز حضور قلب اور آہ وزاری کے ساتھ ادا کرے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد انا اعطینا سات مرتبہ پڑھے۔ بعض علماء دین سے دریافت کیا گیا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ کل عام وخاص ماہ صفر کے آخر ہفتہ میں چہار شنبہ کے دن بہت اظہار خوشی کرتے ہیں اور مساکین کو کھلاتے پلاتے ہیں؟ جواب دیا کہ اسکی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دعاء اسی دن قبول فرمائی تھی اور اسی دن فرعون مع اپنے لشکر دریا میں غرق کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے مومنین کو بہت خوشی ہوئی اور اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کو طوفان سے بچایا روایت ہے کہ اسی ماہ صفر میں حضور آقائے نامدار سرور کائنات ﷺ بیمار ہوئے، اصحاب رسول ﷺ شدت حزن وغم سے اسقدر روئے کی چار شخصوں اور تین عورتوں کی آنکھیں غبار آلود ہوگئیں اور روشنی جاتی رہی، رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک انکی آنکھوں پر پھیرا اور وہ روشن ہوگئیں، اس وقت حضور نے فرمایا کہ اب میں جنت میں داخل ہونا چاہتا ہوں، آپ کئی دن تک علیل رہے لیکن چہار شنبہ کے دن آپنے آنکھیں کھولیں اور فرمایا کہ اے عائشہ میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ آج میں تندرست ہوں۔ یہ سنکر لوگوں کو بہت خوشی ہوئی اور انہوں نے کچھ تھوڑا بہت کھانا کھایا اور فقیروں کو صدقہ دیا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو درہم صدقہ کئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سات ہزار۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے پانچ سو درہم، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار اور عبد اللہ ابن عوف نے کچھ گھوڑے صدقہ میں دئے۔ اس روز دن بھر حضور سرور دو عالم ﷺ کی طبیعت مبارک بحال رہی لیکن عصر کے وقت سے پھر مرض نے زور پکڑا اور اسی مرض میں حضور ﷺ نے دنیا سے ماہ ربیع الاول کے چڑھتے چاند میں رحلت فرمائی۔

[تذکرۃ الواعظین صفحہ ۱۸۔۳۱۷]

ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کے نوافل

شرح شیخ حضرت خواجہ معین الدین سنجری علیہ الرحمہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ ماہ صفر میں تین لاکھ چوبیس ہزار بلائیں نازل فرمائیں ہیں لیکن مہینے کے آخر میں ان بلاؤں کی تعداد دگنی ہو جاتی ہے تو جو شخص صبح کے وقت غسل کر لے اور دو رکعتیں پڑھے اور ذکر خدا میں مشغول رہے پھر جب آفتاب نکلے تو دو رکعت خواہ چار رکعت نفل خشوع اور خضوع کے ساتھ پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اسکو گناہوں سے اس طرح پاک وصاف فرمادیگا جیسا کہ اپنے پیدا ہونے کے دن وہ بے گناہ تھا اور بعضوں نے بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص ماہ صفر کے آخر یوم چہار شنبہ میں چار رکعت نفل پڑھے پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ الم نشرح اکیس بار اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد انا انزلنا اکیس بار تیسری رکعت میں انا اعطینا اکیس بار چوتھی رکعت میں قل ھو اللہ احد اکیس بار تو اسکو اللہ تعالیٰ سال آئندہ تک جمیع مصائب سے محفوظ اور مامون رکھے گا اور اس کا مال اور اس کا دین اس کا گھر اس کی اولاد سب محفوظ اور سالم رہیں گے بعضوں نے کہا ہے کہ اگر کسی کو یہ خواہش ہو کہ ''میری عمر بڑھ جائے'' تو اس کو چاہئے کہ صفر کے آخر چہار شنبہ کے دن چار رکعت دو سلام سے پڑھے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص پندرہ بار پڑھے اور نماز نفل سے فارغ ہونے کے بعد حضور سرور دو عالم ﷺ پر اکیاون مرتبہ درود شریف بھیجے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اللّٰھم یاشدید القوٰی یا شدید المحال یا عزیز ذللت لعزتك جمیع خلقك اکفنی من جمیع خلقك یا محسن یا مجمل یا مفصل یا منعم یا مکرم یا لا الٰه الا انت برحمتك یا ارحم الراحمین۔

اس کے بعد اپنے لئے اور اپنے والدین کریمین کے لئے دعائے خیر مانگے اللہ تعالیٰ اس کو ماہ صفر المظفر (بقیہ ص ۲۶ پر)

از: مفتی رضوان احمد نوری شریفی*

مسلک اعلیٰ حضرت پر ایک تحقیقی اور سنجیدہ تحریر

تیسری اور آخری قسط

اس نشست میں حضرت علامہ مفتی لطف اللہ صاحب قادری مدظلہ العالی متھرا بھی شریک تھے جو بہترین شاعر بھی ہیں، انھوں نے سید العلما قدس سرہ کے اس شعر سے متاثر ہو کر فارسی زبان میں درج ذیل دو شعر کہے۔

در دل ما درد پنہاں زندہ باد
در لب ما ذکر جاناں زندہ باد

سید العلما بفرمود ایں دعا
مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

اس کی ترجمانی حضرت مفتی صاحب موصوف کے سپوت صاحبزادے حضرت قاری برکت اللہ صاحب نے یوں کی ہے:

دل میں ہمارے درد ہمیشہ چھپا رہے
لب پہ ہمارے ذکر حبیب خدا رہے

سید کی یہ دعا ہے خدا سے بصد خلوص
مسلک ہمارا مسلک احمد رضا رہے

مارہرہ مطہرہ کی دوسری بزرگ شخصیت اپنے وقت کے مرشد اعظم، جلیل القدر عالم ربانی، حضور احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ "مسلک اعلیٰ حضرت" کے پاسبان اور ناشر تھے، اپنے شہزادوں اور مریدین و متوسلین اور ملنے والوں کو مسلک اعلیٰ حضرت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ موجودہ صاحب سجادہ ڈاکٹر حضور امین ملت سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی اپنے مضمون "دے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں" میں اپنے والد بزرگوار کے بارے میں فرماتے ہیں:

"سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (جنھیں ان کے مرشدان کرام "چشم و چراغ خاندان برکات" کہتے تھے) سے بے پناہ لگاؤ تھا، دن میں کئی بار اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا تذکرہ ان کی عادت تھی، ہم بھائیوں سے کہتے تھے کہ "میرا جو مرید مسلک اعلیٰ حضرت سے ذرا بھی ہٹ جائے تو میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں اور میرا کوئی ذمہ نہیں ہے" فرماتے تھے کہ یہ میری زندگی میں نصیحت اور میرے وصال کے بعد میری "وصیت" ہے۔ انتقال سے چند روز قبل برادرم سید نجیب حیدر نوری سے فرمایا کہ "بیٹا! مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے مسلک حق کو ہمیشہ مضبوطی سے تھامے رہنا، در حقیقت مسلک اعلیٰ حضرت کوئی نئی چیز نہیں کہ یہی مسلک صاحب البرکات ہے، مسلک غوث اعظم ہے، مسلک امام اعظم ہے اور مسلک صدیق اکبر ہے" اعلیٰ حضرت کی شان میں ادنیٰ سی توہین کرنے والے سے ملنا انھیں گوارا نہیں تھا، خواہ اس کا تعلق کتنے ہی بڑے خانوادے سے ہو، کتنا ہی بڑا مقرر ہو یا پیر ہو، ان کی کسوٹی اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت تھے، اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کا ذکر "میرے اعلیٰ" حضرت، میرے مفتی اعظم" کہہ کر فرماتے اور اعلیٰ حضرت کو "رضائے آل رسول" فرماتے تھے۔" [اہل سنت کی آواز جلد ۲ / ۱۷ اکتوبر ۱۹۹۵ء]

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ والرضوان تیمارداری اور مزاج پرسی کے لیے جب دہلی کے جی۔ بی۔ پنتھ اسپتال میں گئے تھے تو دم رخصت ارشاد فرمایا:

"مسلک اعلیٰ حضرت پر ڈٹے رہیے" علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ "آج میں سوچتا ہوں تو سمجھ میں آتا ہے کہ ان کے ایمان کی حس کتنی بیدار تھی کہ موت کا فرشتہ ان کے

*مضمون نگار جامعۃ البرکات گھوسی ضلع مئو یوپی کے مفتی اور استاذ ہیں۔

سرہانے کھڑا تھا اور اس عالم میں بھی انھیں اپنے خاندان کی نہیں، صرف مسلک اعلیٰ حضرت کی فکر دامن گیر تھی"۔

[اہل سنت کی آواز ص ۵۸]

اور حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ حضور احسن العلما قدس سرہ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

"آپ کی سب سے بڑی خصوصیت تصلب فی الدین تھا، مذہب حقہ اہل سنت و جماعت پر سختی سے پابند تھے، اس میں ذرا بھی مداخلت گوارا نہ فرماتے، مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عاشق زار تھے، مسلک اعلیٰ حضرت سے سرمو انحراف کو برداشت نہ کر پاتے"۔ [اہل سنت کی آواز ص ۷۴]

اب ذیل میں دوسری خانقاہوں کے مشائخ عظام اور اکابرین کے صرف مسلک سے متعلق اقوال پیش کیے جا رہے ہیں جو مضمون "مسلک اعلیٰ حضرت پر استقامت" سے ماخوذ ہیں۔

(۱) کچھوچھہ شریف کے مشہور و معروف بزرگ خانقاہ برکاتیہ سے فیض یافتہ شیخ المشائخ حضرت علامہ سید شاہ علی حسین اشرفی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں: "میرا مسلک شریعت و طریقت میں وہی ہے جو اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی کا ہے، میرے مسلک پر چلنے کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے"۔

[پیغام رضا، مارچ ۲۰۰۷ء، بحوالہ آئینہ صلح کلیت]

(۲) عالمی مبلغ اسلام شیخ طریقت مولانا شاہ عبدالعلیم میرٹھی صدیقی قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "الحمدللہ میں مسلک اہل سنت پر زندہ ہوں اور مسلک اہل سنت وہی ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت ہے، جو اعلیٰ حضرت کی کتابوں میں مرقوم ہے اور الحمد للہ اسی مسلک پر میری عمر گزری اور الحمد للہ آخری وقت اسی مسلک پر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدم مبارک میں خاتمہ بالخیر ہو رہا ہے"۔

(۳) حضور ملک العلما علامہ ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "اس میں شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت کا مسلک بالکل حق اور جو اس کے طریقے پر ہے وہی ٹھیک ہے"۔

(۴) حضور شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "جو شرعی مسلک ہے وہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے"۔

(۵) نبیرۂ امیر ملت مولانا سید اختر حسین شاہ صاحب علی پوری نے فرمایا: "میرا اور جد محترم کا مسلک وہی ہے جو اعلیٰ حضرت امام اہل سنت عاشق رسول مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے"۔

(۶) امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان علامہ ابوالفضل محمد سردار قادری رضوی چشتی صابری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شجرہ شریف کی ہدایات میں صاف صاف تحریر فرمایا ہے: "امام اہل سنت مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا علامہ شاہ احمد رضا خاں صاحب کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہیں، ان کا مسلک مذہب اہل سنت و جماعت ہے"۔

(۷) امام العلما مولانا محمد امام الدین کوٹلوی علیہ الرحمہ نے مولانا ابوالنور علامہ محمد بشیر صاحب کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "دیکھو تمہارے والد فقیہ اعظم (مولانا محمد شریف محدث کوٹلوی) رحمۃ اللہ علیہ اور تمہارے تایا (باپ کا بڑا بھائی) حضرت مولانا محمد عبداللہ اور میں عمر بھر اعلیٰ حضرت بریلی شریف والے کے مسلک کی تبلیغ کرتے رہے تم بھی قائم رہنا خدا تمہاری مدد فرمائے گا"۔

(۸) مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری شیخ الحدیث دارالعلوم حزب الاحناف لاہور علیہ الرحمہ نے فقیر راقم الحروف (مولانا محمد حسن رضوی بریلوی میلسی) کے ایک استفسار کے جواب میں تحریر فرمایا: "عجب ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت بریلوی قدس سرہ کا فتویٰ ہوتے ہوئے فقیر سے استفسار کیا جا رہا ہے، فقیر کا اور فقیر کے آباء و اجداد کا وہی مسلک ہے جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ہے"۔ [پیغام رضا، مارچ ۲۰۰۷ء بحوالہ آئینہ صلح کلیت]

(۹) اپنے وقت کے عظیم بزرگ تارک الدنیا حضرت علامہ سید زین العابدین علیہ الرحمۃ والرضوان قطب بلگرام جن کی روشن ضمیری کا یہ حال ہے کہ میرے مرشد برحق حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا جس رات وصال ہوا ٹھیک اسی وقت اپنے حجرۂ مبارکہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے سینہ اور شکم مبارک پر ہاتھ پھیرتے

ہوئے فرمایا کہ افسوس! آج آسمان ولایت کا ایک تارہ ٹوٹ گیا، یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ موبائل کا دور نہیں تھا اور نہ ہی عام طور سے لوگوں کے پاس فون ہوتے تھے، دوسرے دن اطلاع ملی تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت حضرت کا وصال ہوا جب حضرت قطب بلگرام نے خبر دی، انھوں نے اپنے خلیفہ اور جانشین مخدوم ملت حضرت علامہ حافظ و قاری سید اویس مصطفی صاحب قبلہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب نے جس مسلک و مذہب حق کی نشاندہی فرمائی ہے وہی حق ہے، اسی پر قائم رہنا'' یہ بات حضور مخدوم ملت نے عرس کے جم غفیر میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ''جو میرا مرید اس مسلک پر نہ ہو وہ میرا مرید نہیں''۔

اپنے وقت کے عظیم خطیب علامہ مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمہ نے عالیجناب الحاج سعید نوری صاحب کو ایک طویل خط لکھا جس میں مسلک اعلیٰ حضرت کا بار بار ذکر کیا ہے، میں صرف انھیں جملوں کو یہاں نقل کرتا ہوں جو مسلک سے متعلق ہیں، وہ تحریر فرماتے ہیں:

(۱) بے راہ روی کے اس دور میں مسلک اعلیٰ حضرت کی صیانت وحفاظت ایک اہم مسئلہ ہے۔

(۲) انحطاط اور تنزل کے اس ہوش ربا دور میں مسلک اعلیٰ حضرت کے استقلال واستحکام کے لیے جدوجہد کرنا وقت کا عظیم جہاد ہے۔

(۳) مسلک ہی تو ہمارا سرمایہ ہے، خدانخواستہ ہم اس کو بھی کھو بیٹھے تو پھر ہمارا وجود ہی کہاں رہ جائے گا؟۔

(۴) مسلک کو ہم نے کسی مصلحت کے تحت اختیار نہیں کیا ہے، یہ ہمارے ضمیر کی اصل آواز ہے جس کو کوئی دبا نہیں سکتا۔

[پیغام رضا، اپریل تا جون ۲۰۰۹ء، بحوالہ آئینۂ صلح کلیت]

خانقاہ اسماعیلیہ مسولی شریف کے بزرگان دین نے بھی مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت اور تائید کی اور آج بھی خانقاہ مذکورہ کے صاحب سجادہ حضور گلزار ملت مدظلہ العالی پورے اخلاص کے ساتھ مسلک اعلیٰ حضرت کی نشرو اشاعت میں مصروف ہیں۔

ہمارے اسلاف نے جن مدارس اسلامیہ کا دستور اساسی تیار کیا اس میں مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کو بنیادی دفعہ قرار دیا، اپنے علاقے کی دو عظیم اور قدیم دینی درس گاہوں کے دستور اساسی سے وہ دفعہ ذیل میں نقل کر رہا ہوں:

الجامعۃ الاشرفیہ کے بانی ومؤسس جلالۃ العلم استاذ العلما حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ نے جو دستور اساسی تیار کیا اس کی دفعہ ۲ رمیں ہے:

''۲۔ مسلک امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کی ترویج وتبلیغ کرنا نیز بدمذہبوں، گمراہوں سے مسلمانوں کو بچانا''۔

ہمارے گھوسی کا قدیم دینی ادارہ شمس العلوم ہے جس کا سنگ بنیاد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے رکھا اور جس کے بانی ومؤسس حضور شیخ العلما کے بھائی جلیل القدر عالم ربانی شمس العلما حضرت علامہ مولانا غلام یزدانی علیہ الرحمہ ہیں جو منظر اسلام بریلی میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، انھوں نے شمس العلوم کا جو دستور اساسی تیار کیا اس کی دفعہ ۵۳، ۵۴، میں ہے:

''۵۳۔ دار العلوم کے ہر رکن وعہدیدار اور جملہ مدرسین و طلبہ کا صحیح العقیدہ ہونا ضروری ہے، ورنہ دار العلوم سے کسی قسم کا تعلق رکھنے کا اہل نہیں ہوگا''۔

''۵۴۔ پورے دستور میں جہاں بھی لفظ سنی مذکور ہے، اس سے مراد وہی سنی ہے جو تقریباً چودہ سو برس قدیم دین قدیم پر اعتماد کامل رکھتا ہو، یعنی قرآن عظیم اور احادیث صحیحہ نیز اقوال ائمہ اہل سنت واولیائے امت کے ارشادات سے جو بات واضح طور پر ثابت، جس کی تفصیل مؤرخین نے بالخصوص اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیفات میں بیان کی ہے ان سب کا قائل ومعتقد ہو''۔

یہ ہیں ہمارے وہ اسلاف اور اساطین امت جو علوم وفنون کے کوہ گراں تھے، جن کے دلوں میں ہم سے زیادہ خوف الٰہی تھا، جو ہم سے زیادہ مخلص اور ہم سے زیادہ دانشمند تھے، جنھیں ایمان وعقیدہ کی حفاظت وصیانت کی ہم سے زیادہ فکر تھی، جو میدان دعوت وتبلیغ کے شہسوار تھے، انھوں نے حق و باطل کے درمیان امتیاز کے

لیے مذہب اہل سنت وجماعت کا دوسرا نام ”مسلک اعلیٰ حضرت“ منتخب فرمایا، تاکہ لوگ بدمذہبوں کی فریب کاری و دسیسہ کاری سے محفوظ رہیں اور جب کوئی بدمذہب، اہل سنت وجماعت کا لیبل لگا کر سامنے آئے تو سمجھ جائیں کہ حقیقت میں یہ اہل سنت و جماعت نہیں ہے دراصل اہل سنت و جماعت وہ ہے جو مسلک اعلیٰ حضرت کا ماننے والا ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت پانچواں مذہب و مسلک نہیں

کچھ لوگ نادانی کی وجہ سے مسلک اعلیٰ حضرت کو پانچواں مسلک و مذہب سمجھتے ہیں جو صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی یہ چاروں مذاہب سواد اعظم اہل سنت وجماعت کے فروعی مذاہب ہیں، فقہی، فروعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے یہ مذاہب پیدا ہوئے جن کا تعلق فقہی اور اجتہادی مسائل سے ہے اور مسلک اعلیٰ حضرت کا تعلق فقہی، فروعی اور اجتہادی مسائل سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق امور اعتقادیہ سے ہے، اس لیے یہ پانچواں مسلک نہیں ہے بلکہ مسلک اعلیٰ حضرت، مذہب اہل سنت وجماعت کا دوسرا نام ہے، مسلک اعلیٰ حضرت سے وہی معتقدات ونظریات مراد ہیں جو مذہب اہل سنت وجماعت کے معتقدات ونظریات ہیں، صرف نام تبدیل ہوا ہے معنی ومفہوم میں کوئی تبدیلی نہیں، اسی لیے مسلک اعلیٰ حضرت کو اہل سنت وجماعت کا دوسرا نام ہی کہا جاتا ہے۔

چنانچہ دنیائے سنیت کی عظیم شخصیت، آبروئے سنیت، پاسبان مسلک اعلیٰ حضرت، حضور تاج الشریعہ مدظلہ العالی کا بھی یہی نظریہ ہے، جیسا کہ میری کتاب ”بہتر فرقے ہمیشہ جہنم میں“ کی تقریظ میں فرماتے ہیں: ”عوام اہل سنت اس پیش لفظ کو بار بار پڑھیں اور جو افراد صلح کلیت کی حمایت پر کمربستہ ہیں اور اس کے لیے وہ جو وسائل اختیار کررہے ہیں ان سے ہوشیار رہیں اور مسلک اہل سنت جس کا دوسرا نام اس دور میں مسلک اعلیٰ حضرت ہے پر قائم رہیں اور اپنی شناخت برقرار رکھیں“۔

گھوسی کی مشہور ومعروف شخصیت، اردو زبان وادب کے بہترین ادیب وشاعر اور قلمکار، بے لاگ مبصر و نقاد حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ سے فیض یافتہ اور حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے مرید محترم عالیجناب ڈاکٹر شکیل احمد صاحب اعظمی نے بڑی اچھی بات کہی۔ وہ فرماتے ہیں :۔

اہل سنت کے ہے مسلک کا حقیقی ترجمہ
مسلک احمد رضا کوئی نیا فرقہ نہیں

جس زمانے میں ذیشان مصباحی صاحب کا مضمون ”دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں“ کے عنوان سے ماہنامہ جام نور میں شائع ہوا تھا، اس پر جام نور کے مدیر نے بڑی تفصیلی اور تنقیدی گفتگو کی تھی، اسے پڑھ کر ڈاکٹر صاحب موصوف نے مدیر کے نام ایک مکتوب لکھا تھا، جس میں ایسا بے لاگ تبصرہ کیا جو ہر سنی منصف مزاج کے دل کی آواز ہے، جس سے بہت سی غلط فہمی اور تنگ نظری کا ازالہ ہوسکتا ہے، مگر جام نور میں وہ مکتوب شائع نہیں ہوا، اس لیے اس کی افادیت کے پیش نظر اس کو ذیل میں نقل کر رہا ہوں جس میں زبان کی چاشنی بھی ہے اور حقیقت بیانی بھی۔

مکتوب یہ ہے:

محب گرامی ـــــــــــــــــــ سلام مسنون!

ماہنامہ جام نور دسمبر ۲۰۰۷ء کا اداریہ پڑھا، آپ نے ذیشان مصباحی کے مضمون ”دعوت وتبلیغ کی راہیں مسدود کیوں“ کے پس منظر میں بریلویت اور مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے بڑی تفصیلی وتنقیدی تنقیحی گفتگو کی ہے۔ عہد حاضر میں دعوتی وتبلیغی توسیع کے پیش نظر مسلک اعلیٰ حضرت کے نعرے لگانے سے احتراز کو قرین حکمت ومصلحت قرار دیا ہے، نہ تو آپ نے مسلک اعلیٰ حضرت اور نہ ہی معتقدات اعلیٰ حضرت پر کوئی نقض وارد کیا ہے، بلکہ عصری تقاضوں کے تحت مصلحتوں اور حکمتوں پر مبنی انداز پند وموعظت اور حق وصداقت پر مشتمل افکار وعقائد کی ترویج و اشاعت کے موجودہ اسلوب میں تبدیلی کا مشورہ دیا ہے جسے قبول یا مسترد کرنا سواد اعظم کی صوابدید پر ہے۔

مجھے یہاں صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جماعت اہل سنت کو بریلوی یا بریلویت کا ٹائٹل دینا تو غیروں کا شاطرانہ، عیارانہ ومعاندانہ عمل ہے، لیکن مسلک اعلیٰ حضرت کا عنوان تو دوسرے

باطل فرقوں سے امتیاز کے لیے خود اساطین ملت اور مستند و مقتدر علمائے اہل سنت نے منتخب کیا ہے، جن اہم ترین اور دور رس مصالح و مقاصد کے تحت انھوں نے اس کو منتخب کیا ہے، ان مصالح و مقاصد کی نفی آج بھی نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی ان کے اس عمل کو محض وقتی جذباتیت سے تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کے معاصر علمائے کرام کی خدمات بھی اہم قابل قدر اور مسلم ہیں، لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے دور میں جملہ فرقہائے باطلہ کا جس قدر رد و ابطال فرمایا اس دور کے کسی عالم نے اس درجہ یہ کارنامہ نہیں انجام دیا ہے، تو پھر ان کے ان عظیم ترین کارناموں کی بدولت اگر ان کی طرف عقائد اہل سنت کی بدرجۂ غایت خدمت و نمائندگی کے باعث "مسلک اعلیٰ حضرت" کا انتساب کیا جائے تو کیا مضائقہ ہے؟

میرا اپنا خیال ہے کہ کسی بھی سنی خانقاہ کے ارباب بست و کشاد کو فروعی اختلافات کے باوجود اعلیٰ حضرت کے عظیم ترین علمی، تحقیقی و تجدیدی کارناموں سے انکار نہ ہوگا اور نہ ہی ان کے اساسی معتقدات و نظریات سے اختلاف تو پھر ان کو لفظ مسلک اعلیٰ حضرت سے انقباض اور اس کے استعمال سے تکدر و تنغص کیوں ہوگا؟

بریلی یا بریلویت کو اگرچہ مسلک اعلیٰ حضرت کا ہم معنی قرار دے دیا گیا ہے لیکن یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ لفظ بریلوی اور بریلویت کو اغیار بطور لعن و طعن و استہزا استعمال کرتے ہیں۔ جیسے بدعتی، رضاخانی اور قبر پجوا (قبر پرست) وغیرہ، اس لیے افراد اہل سنت اس کو اپنے لیے پسند نہیں کرتے، برخلاف اس کے لفظ مسلک اعلیٰ حضرت کا استعمال اپنے لیے بطور فخر و مباہات و امتیاز و تشخص کرتے ہیں، یہی نہیں بلکہ جتنے اہم سنی ادارے ہیں ان کے دستور اساسی میں مسلک اعلیٰ حضرت کی قید خصوصیت کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور اس پر آج تک نکیر یا ترمیم و تنسیخ کا مشورہ کسی نے بھی نہیں دیا۔

ان احوال و کوائف کے پیش نظر مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ نہ لگانے کا مشورہ خواہ کتنا ہی خیر خواہانہ و مخلصانہ کیوں نہ ہو آثار و قرائن بتا رہے ہیں کہ اس سے جماعت میں مزید انتشار ہوگا اور نعرہ لگانے والے اور نہ لگانے والے باہم متحارب و متصادم ہوں گے اور ضد میں یہ عمل اور شدت اختیار کرے گا اور نعرہ نہ لگانے والوں کو یا ناپسند کرنے والوں کو شک کی نظروں سے دیکھا جائے گا۔

بہت سے معمولات اہل سنت ہیں جو بطور وجوب نہیں بلکہ بطور استحباب برتے جاتے ہیں اور دوسرے مسلک والے ان پر معترض بھی ہوتے ہیں اور مذاق بھی اڑاتے ہیں، لیکن ان کو ترک کرنے کا مشورہ نہیں دیا جاتا۔

اس لیے میری دردمندانہ گزارش ہے کہ مزید انتشار و اختلافات سے بچنے کے لیے حد درجہ محتاط روش اختیار کی جائے۔ جب ہم آپس ہی میں دست و گریباں ہوں گے تو دعوت و تبلیغ کی توسیع کا فریضہ کیسے انجام دے سکیں گے۔

یہ میرے اپنے ذاتی تاثرات و احساسات ہیں، دیکھنا ہے کہ ذمہ دار علمائے کرام اور مفتیان عظام کیا حکم صادر فرماتے ہیں، اور ارباب علم و دانش اپنا کیا رد عمل ظاہر کرتے ہیں۔

والسلام
مخلص شکیل اعظمی

نوٹ:— یہ مراسلہ من و عن شائع کیا جائے، حذف و اضافہ و قطع و برید سے کام نہ لیا جائے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا وہ نگاہوں کے سامنے ہیں۔

ایمان و عقیدہ اور مسلک کا انتساب ایمانداروں یا کسی دینی شخصیت کی طرف کرنا اچھی بات ہے، اس لیے کہ اس سے حق و باطل کے درمیان امتیاز ہو جاتا ہے اور یہ مزاج تو ہمیں قرآن مجید سے ملا ہے۔

چنانچہ منافقین کے بارے میں ارشاد ہے: "واذا قیل لھم اٰمنوا کما اٰمن الناس"۔

تفسیر کبیر میں "الناس" کے لام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ عہد کا بھی ہوسکتا ہے اور جنس کا بھی، عہد کے لیے مانا

جائے تو مطلب یہ ہوگا "کما امن رسول اللہ و من معہ او عبداللہ بن سلام و اشیاعہ" (ایمان لاؤ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب ایمان لائے، یا ایمان لاؤ جیسا کہ عبداللہ بن سلام اور ان کے متبعین ایمان لائے)

یعنی صرف زبان سے امنا باللہ وبالیوم الآخر کہنا کافی نہیں بلکہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کے اصحاب، حضرت عبداللہ بن سلام اور آپ کے متبعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے دل سے مانا ہے اسی طرح تم بھی مانو اور ایمان لاؤ۔

پہلے پارہ کے اخیر رکوع میں ہے: "فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا"۔ (اگر تمہارے ایمان لانے کی طرح ایمان لائیں جب تو وہ ہدایت پا گئے)

اسی لیے کبھی مذہب و مسلک کی نسبت سواد اعظم، اہل سنت و جماعت کی طرف کی گئی تو کبھی حضرت علی اور حضرت اشعری کی طرف اور کبھی مجدد الف ثانی کی طرف اور آج کے دور میں اس کی نسبت اعلیٰ حضرت کی طرف کرتے ہوئے "مسلک اعلیٰ حضرت" کہا جاتا ہے، حق و باطل کے درمیان امتیاز کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت سے زیادہ مناسب کوئی دوسرا لفظ نہیں، اگر ہوتا تو ہمارے اسلاف اسی کو استعمال کرتے۔ ■■■

ص ۲۰ کا بقیہ ....

کے جمیع تکالیف و مصائب سے محفوظ رکھے گا، سال آئندہ تک اس کے رزق میں وسعت رہے گی مخلوق کا محتاج نہ ہوگا قبر کی سختیوں سے محفوظ رہے گا جنت میں بلا حساب داخل ہوگا۔

ماہ صفر کا چاند نہ دیکھنے کی حقیقت

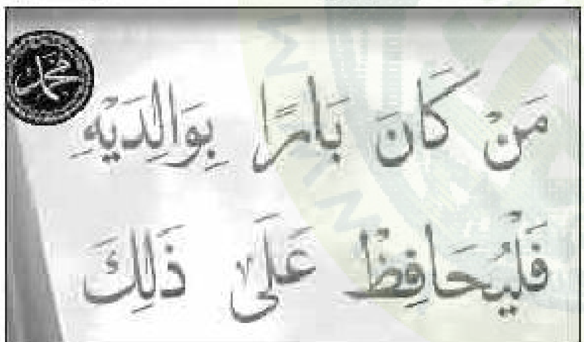
بعض علماء نے فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے دنیا میں تشریف لائے تو وہ اپنی لغزش پہ تین سو سال تک روتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے طفیل ان کی لغزش معاف فرمائی لیکن جب ماہ صفر آتا حضرت آدم علیہ السلام مغموم ہو جاتے، رویا کرتے، اسی وجہ سے ان کی اولاد نے اس چاند کو نہیں دیکھا۔

بعض لوگوں نے روایت کی ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وفات پائی تو ان کی اولاد نے تضرع و زاری بہت کیا اور گویا یہ طریقہ ہو گیا لیکن صحیح یہ ہے کہ جب حضور آقائے نامدار ﷺ ابتدائے محرم میں درمیان عصر و مغرب کے مریض ہوئے تو اصحاب نے اس قدر گریہ و زاری کیا کہ زمین تر ہو گئی اس وقت صفر کا چاند ظاہر ہوا لیکن کسی نے اس طرف نظر نہیں اٹھائی۔ ■■■

ص ۲۷ کا بقیہ ....

وجہ یہ ہے کہ آج ملک کے چھٹے ہوئے غنڈوں میں "گئو رکھشک" بننے کا ٹرینڈ تیزی سے بڑھ رہا ہے، یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ "گئو رکھشا" قاتلوں، مجرموں اور غنڈوں کی ایک مضبوط پناہ گاہ بنتا جا رہا ہے، جہاں حکومت سے لے کر قانون تک، عام آدمی سے لے کر پولیس تک ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

مرکزی حکومت ایک طرف تو گئو ہتیا اور بیف پہ پابندی کی وکالت کرتی ہے تو دوسری طرف اپنی زیر حکومت صوبوں میں گئو ہتیا اور بیف کو معیشت کے لئے فائدہ مند بتا رہی ہے، گوا کے ٹورسٹ منسٹر منوہر اجگاؤنکر نے کہا کہ مرکزی حکومت کی بیف پہ پابندی گوا میں لاگو نہیں ہوگی۔ [بقیہ اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔]



از: مولانا سید اولادِ رسول قدسی*

امام احمد رضا اور عربی زبان و ادب

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کی عبقری شخصیت پوری دنیائے اسلام کے لئے قطعی محتاج تعارف نہیں، آج دنیا کے مختلف ممالک میں آپ کے علم و فن کے مختلف شعبوں پر بڑے بڑے اسکالرز تحقیق کر رہے ہیں اور ریسرچ کے بعد پی. ایچ. ڈی. کی ڈگری حاصل کرنا اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتے ہیں، ربِّ قدیر نے آپ کے اندر ایسی ایسی محیر العقول صفات ودیعت فرمائی تھیں کہ جنہیں دیکھنے کے بعد الفضل ما شهدت به الاعداء کے تحت نرے دشمن کو بھی کہنا پڑتا ہے کہ بلاشبہ اعلیٰ حضرت کی ذاتِ ستودہ صفات آیت من آیت اللہ تعالیٰ و معجزۃ من معجزات النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھی، جدید تحقیق کے مطابق آپ کو ۱۰۵ رعلوم و فنون پر کامل دسترس حاصل تھی اور ان فنون میں آپ کی گراں قدر تصنیفات بھی ملتی ہیں، ایک تخمینے کے مطابق آپ کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔

ربِّ قدیر نے امام احمد رضا کو ذہانت و ذکاوت، علم و فضل اور صلاحیت و لیاقت کا ایسا بے بہا جوہر عطا کیا تھا جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے آٹھ سال کی عمر میں ''ہدایۃ النحو'' کی شرح عربی زبان میں لکھی، جبکہ آٹھ سال کی عمر میں بچہ اس کی عبارت خوانی پر کما حقہ قادر ہو نہیں پاتا چہ جائیکہ اسے سمجھے اور اس کی شرح لکھ ڈالے، اس سے بڑھ کر حیرت کن بات یہ ہے کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ جب میری عمر بمشکل ساڑھے تین سال کی رہی ہوگی میں نا گہاں ایک دن مسجد کے سامنے ایک عربی لباس میں ملبوس سفید ریش بزرگ کو دیکھا جنہوں نے مجھ سے فصیح و بلیغ عربی میں کلام فرمایا اور میں نے بھی ان سے اسی انداز سے فصیح و بلیغ عربی میں گفتگو کی، اس کے بعد میں نے موصوف کو پھر کبھی نہیں دیکھا۔

آپ کی ذہانت اور کتاب فہمی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے والد گرامی خاتم المحققین حضرت مولانا نقی علی خاں علیہ الرحمہ نے ''مسلم الثبوت'' (جو اصولِ فقہ میں منتہی کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ بڑی دقیق بھی ہے اور جس پر آپ نے دس سال کی عمر میں حاشیہ تحریر فرمایا) کے تدریسی ایام میں ایک بار ارشاد فرمایا کہ احمد رضا! میں تم کو نہیں پڑھاتا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تم مجھے پڑھاتے ہو، واضح رہے کہ آپ نے بیشتر کتابیں اپنے والد گرامی ہی سے پڑھیں۔

عربی زبان و ادب پر آپ کی دسترس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک روایت کے مطابق چھ سال کی عمر میں آپ نے عربی زبان میں مجمع عام میں ایک ایسا پُر مغز خطاب فرمایا کہ اس وقت موجود بڑے بڑے علماء عش عش کر اُٹھے، اسی طرح مولانا عبد القادر بدایونی رحمہ اللہ تعالیٰ کے عرس سراپا قدس کے زریں موقع پر آپ نے سورۂ والضحیٰ پر متواتر چھ گھنٹے ایسی لاجواب تقریر فرمائی اور ایسے ایسے نکات و حکم بتائے کہ اسٹیج پر جلوہ فرما متبحر علما حیرت و استعجاب کی انوکھی تصویر بن گئے، اسی موقع پر آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں نے اس سورۂ مبارکہ کی ابتدائی چند آیاتِ شریفہ کی تفسیر لکھنے کا آغاز کیا تو یہ تفسیر پھیلتے پھیلتے اسی (۸۰) جز تک پہنچ گئی، ایک روایت کے مطابق صرف آیت والضحیٰ کی تفسیر آپ نے چھ سو صفحات پر قلم بند فرمائی، اندازہ لگائیے کہ صرف والضحیٰ کی تفسیر کا یہ عالم ہے تو اگر آپ پورے قرآن مقدس کی تفسیر لکھتے تو پھر ایک دفتر تیار ہو جاتا۔

عربی زبان و ادب پر آپ کو کس قدر عبور حاصل تھا، اس کی زندہ و تابندہ مثالیں دیکھنا ہو تو آپ کی تصانیف کے مطالعے سے

* مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت کے نامور شاعر اور بلند پایہ اہل قلم ہیں۔

پہلے ان کے اسماء پر اک نگاہ ڈال لی جائے، شاید ہی آپ کی کوئی ایسی کتاب ہو جس کا نام مسجع، مقفّٰی اور تاریخی نہ ہو، یاد رہے کہ تاریخی نام کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر مادۂ تاریخ کے سارے حروف کے اعداد بحساب جمل صغیر یا جمل کبیر جمع کئے جائیں تو وہ تاریخ جو ہمیں مطلوب ہو بلا کسی کمی وبیشی سے نکل آئے اور سنِ تصنیف بآسانی معلوم ہو جائے، یہ فن اس قدر پیچیدہ ومشکل ہے کہ عام عربی داں کی تخصیص کیا اس زبان کے ماہرین وکاملین بھی اظہارِ عجز کر بیٹھیں پھر یہ کہ ایک دو یا چند کتابوں کے نام کدوکاوش کے بعد تاریخی بنائے جاسکتے ہیں مگر یہاں تو دو چند کتابیں نہیں بلکہ ہزار سے زائد کتابوں کی ایک لمبی قطار ہے اور ہر کتاب کا نام نہ صرف یہ کہ تاریخی ہے بلکہ انتہائی خوبصورت الفاظ کی لڑیوں میں پرویا ہوا ایک دبستان ہے۔

ذیل میں ہم آپ کی چند کتابوں کے اسماء مع سن وہجری لکھ رہے ہیں انہیں پڑھئے اور سیدی اعلیٰ حضرت کے کمالِ فن کو سلام کیجئے اور آپ کی خداداد صلاحیت کو ہدیۂ تبریک پیش کیجئے:

- سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ (۱۲۹۷ھ-۱۸۸۰ء)
- منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (۱۳۰۱ھ-۱۸۸۳ء)
- الھاد الکاف فی حکم الضعاف (۱۳۰۱ھ-۱۸۸۳ء)
- تجلی الیقین بأن نبینا سید المرسلین (۱۳۰۵ھ-۱۸۸۸ء)
- سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح (۱۳۰۷ھ-۱۸۹۰ء)
- الامن والعلی لناعتی المصطفیٰ بدافع البلا (۱۳۱۱ھ-۱۸۹۴ء)
- الجاح الصاد عن سنن الضاد (۱۳۱۷ھ-۱۹۰۰ء)
- الولو المکنون فی علم البشیر ما کان وما یکون (۱۳۱۸ھ-۱۹۰۱ء)
- الدولة المکیة بالمادة الغیبیه (۱۳۲۴ھ-۱۹۰۶ء)
- حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین (۱۳۲۴ھ-۱۹۰۶ء)
- تمھید الایمان بآیات القرآن (۱۳۲۶ھ-۱۹۰۸ء)
- کنز الایمان فی ترجمة القرآن (۱۳۳۰ھ-۱۹۱۲ء)
- الطلبة البدیعه فی قول صدر الشریعه (۱۳۳۵ھ-۱۹۱۷ء)
- الاستمداد علی اجیال الارتداد (۱۳۳۷ھ-۱۹۱۹ء)
- الذبدة الزکیه فی تحریم سجود التحیه (۱۳۳۷ھ-۱۹۱۹ء)
- المحجة المؤتمنه فی آیة الممتحنه (۱۳۲۹ھ-۱۹۲۰ء)

ہم نے خوفِ طوالت کی بنیاد پر آپ کی چند کتابوں کے اسماء پر اکتفا کیا ہے، اگر انہیں چند اسماء کتب کے محاسن پر گفتگو کی جائے تو ہزاروں صفحات پر مشتمل کئی ضخیم مجلدات تیار ہو جائیں، ان شاء العزیز والقدیر زندگی نے وفا کی تو آپ کے مسجع ومقفّٰی اور تاریخی اسماء کتب کے ادبی ومعنوی حسن وجمال پر سیر حاصل باتیں کی جائیں گی، تاریخی اسمائے کتب کے علاوہ آپ نے مختلف موقعوں پر مختلف سانحات سے متاثر ہو کر مادۂ تاریخ کا بھی آیات قرآنیہ یا الفاظ آیاتِ قرآنیہ سے استخراج کیا، مثلاً اپنے جدِ امجد حضرت مولانا رضا علی خان علیہ الرحمہ کی تاریخ وصال "اَلَآ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ" سے (۱۲۸۲ھ) والد مکرم حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ کی "وادخلی فی جنتی وعبادی" سے (۱۲۹۷ھ) مرشد گرامی قدر حضرت سید شاہ آلِ رسول مارہروی علیہ الرحمہ کی "رضی الله عنه والمحبوب" سے (۱۲۹۶ھ) حضرت سید حمزہ مارہروی علیہ الرحمہ کی "وادخلی فی جنتی" سے (۱۱۹۸ھ) حضرت صدر الافاضل کے والد ماجد حضرت مولانا معین الدین نزہت مرادآبادی علیہما الرحمہ کی "رزق ربك خير" سے (۱۳۲۹ھ)۔

سیدی اعلیٰ حضرت نے اپنی تاریخ ولادت بھی سورۂ مجادلہ کی آیت مقدسہ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡاِيۡمَانَ وَاَيَّدَهُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ (۱۲۷۲ھ) سے مستخرج فرمائی، یعنی یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔

مذکورہ آیتِ مقدسہ کے ابتدائی حصے کی آیت کے محض ترجمے پر ہی غور کرلیا جائے تو سیدی اعلیٰ حضرت کی حیات طیبہ کے اہم مقاصد روز روشن کی طرح عیاں ہو جائیں گے، وہ آیت شریفہ ہے "لَا تَجِدُ قَوۡمًا يُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ يُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَلَوۡ كَانُوۡۤا اٰبَآءَهُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَهُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَهُمۡ اَوۡ عَشِيۡرَتَهُمۡ" یعنی تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا

کہنے والے ہوں۔''

اگر یوں کہا جائے تو سوفیصد صحیح ہوگا کہ سیدی اعلیٰ حضرت کی قابلِ تقلید پوری زندگی ان ہی آیات بینات کی تفسیر مبین تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ کی پاکیزہ زندگی کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے اور آپ کے شب وروز اور صبح ومسا کے پرنور لمحات پر غور وخوض کیا جائے تو آپ کی دو انتہائی اہم خوبیاں جلوہ بار ہوتی نظر آتی ہیں، وہ خوبیاں یہ ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت اور ان کی بارگاہوں کے گستاخوں سے عداوت، حدیث کے آئینے میں بلفظ دیگر یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی روشن حیات من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ سے ہمیشہ عبارت رہی، جس کی پرنور حیات ایسی ہو تو پھر اس کی تاریخ ولادت پر ''اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ'' جیسی آیت مقدسہ کیوں نہ غماز ہو، یہی وجہ ہے کہ خود سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز قسمیہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے دل کے دو ٹکڑے کردیئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہوگا ''لا الٰہ الا اللہ'' اور دوسرے پر لکھا ہوگا ''محمد رسول اللہ'' جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

صرف اپنی ولادت باسعادت کا مادۂ تاریخ ہی نہیں بلکہ آپ نے حیاتِ ظاہری ہی میں وصال کے تقریباً ایک سال پہلے سورۂ دہر کی آیت شریفہ سے اپنے سن وصال کی وضاحت فرمادی تھی، وصایا شریف میں مندرج ہے کہ ۱۳۳۹ھ میں جب ماہِ رمضان المبارک گرمی کے موسم میں جلوہ بار ہوا تو اس وقت مسلسل علالت کی بنیاد پر آپ پر بے حد نقاہت کا غلبہ تھا اور روزہ رکھنے کی طاقت بھی مفقود تھی پھر یہ کہ گرمی بھی شدت کی تھی، اس کے باوجود بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ وقت کا مجدد ماہِ صیام کے روزے ترک کردے اگر ایسا ہوتا تو کوئی قباحت نہ تھی کیوں کہ شرعی عذر مانع تھا مگر آپ کے ذوق عبادت نے یہ گوارا نہ کیا اور آپ نے اپنی ذات کے لئے یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ چونکہ پہاڑ پر عموماً خنکی رہتی ہے اور میرے اندر اتنی قوت ہے کہ میں وہاں جاکر روزہ رکھ سکتا ہوں تو پھر روزہ رکھنا مجھ پر فرض ہے، نتیجتاً آپ نے روزہ رکھنے کی نیت سے کوہِ بھوالی ضلع نینی تال کے لئے رخت سفر باندھا اور وہاں ۲؍رمضان ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۰؍مئی ۱۹۲۱ء کو سورۂ دہر کی آیت ''وَیُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَکْوَابٍ'' تحریر فرما کر اپنے سن وصال کی نشاندہی فرمادی، پھر ہوا بھی یوں کہ آپ کا وصال پر ملال ۲۵؍صفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو ہوا جو مذکورہ آیت پاک کے حروف کے اعداد کو جوڑا جائے تو نتیجہ ۱۳۴۰ھ برآمد ہوتا ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز نے ۱۳؍سال دس ماہ کی قلیل عمر میں تمام علوم نقلیہ وعقلیہ کی تکمیل فرمائی اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے، دستار فضیلت کے دن ہی آپ کے والد گرامی حضرت مولانا نقی علی خان علیہ الرحمہ نے اپنے لائق وفائق فرزند ارجمند کو مسند افتا کی زینت بنادیا، چودہ سال کی عمر میں آپ نے رضاعت سے متعلق استفتاء کا انتہائی شافی جواب قلم بند فرماکر دنیا کے سامنے اپنا پہلا فتویٰ دلائل وبراہین سے مزین پیش فرمایا، چودہ سال کی عمر سے آپ کی فتویٰ نویسی کا سلسلہ ایسا چل پڑا کہ بفضلہ تعالیٰ چند سالوں میں آپ نے ''العطایا النبویة فی فتاویٰ الرضویة'' کی شکل میں بارہ ضخیم جلدوں پر مشتمل علوم وفنون کا بے بہا خزانہ قوم کو عطا فرمایا، آپ کے فتاوے کی عظمت شان کا یہ عالم ہے کہ آپ کے فتاوے کے چند اوراق پڑھ کر فقیہ مکة المکرمہ حضرت مولانا سید اسماعیل علیہ الرحمہ نے یوں قابلِ صد تحسین تاثر پیش کیا ''واللہ اقول والحق اقول انه لو رأها ابوحنیفة النعمان رضی اللہ تعالیٰ عنه لاقرت عینه ویجعل مؤلفها من جملة الاصحاب۔ یعنی بخدا میں کہتا ہوں اور حق کہتا ہوں کہ اگر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ کو ملاحظہ فرماتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجاتیں اور انہیں اپنے تلامذہ (امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، امام عبد اللہ ابن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے طبقے میں شامل کرلیتے''۔

آپ نے ایک اور مقام پر یہ بھی ارشاد فرمایا ''بل اقول لو قیل فی حقه انه مجدد هذا القرن لکان حقا وصدقا الیس علی

اللہ لمستنکر ان یجمع العالم فی واحدٌ- یعنی بلکہ میں کہتا ہوں کہ انہیں اس صدی کا مجدد کہا جائے تو یہ بات مبنی برحق وصداقت ہوگی، اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے قطعی طور پر متعذر نہیں کہ وہ ایک فردِ واحد کے اندر کل جہاں کو آباد فرمادے۔

آپ کے فتاوے کی ہمہ گیری وجامعیت پر اس سے بڑھ کر دلیل کیا ہوگی کہ وہ پانی جس سے وضو کا جواز ثابت ہے اس کی آپ نے ایک سوساٹھ اور وہ پانی جس سے وضو کا عدمِ جواز ثابت ہے، اس کی ایک سوچھیالیس قسمیں بالتفصیل بیان فرمائیں، اسی طرح جن چیزوں سے تیمم جائز ہے ان کی ایک سو اکیاسی قسمیں واضح فرمائیں، ان ایک سو اکیاسی قسموں میں چوہتر قسمیں وہ ہیں جو جملہ فقہائے کرام کی مساعی جلیلہ کا روشن نتیجہ ہیں، رہیں دیگر ایک سوسات قسمیں! یہ آپ کی بے مثال علمی بصیرت کی جلوہ سامانیاں ہیں، وہ چیزیں جن سے تیمم کرنا جائز نہیں ان کی تعداد فقہائے کرام نے اٹھاون بتائی مگر آپ نے ان میں بہتر قسموں کا اضافہ فرما کر فقہی دنیا کو حیران وششدر کردیا، آپ کے فقہی کمالات پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالنے کے بعد پورے وثوق سے یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ بلاشبہ فتاویٰ رضویہ محض فتاوے کے مجموعے کا نام نہیں بلکہ یہ فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔

آپ کے فتاوے کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اپنے تو اپنے اغیار بھی ان سے استفادہ کرنے پر مجبور ہیں، جب کسی مفتی کو کسی مسئلے کا حل مشہور زمانہ کتب فقہ شامی، عالم گیری، فتح القدیر وغیرہ میں نہیں مل پاتا تو وہ فتاویٰ رضویہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسے تھوڑی سی جستجو کے بعد مفتی بہ اور شافی جواب حاصل ہوجاتا ہے، فتاویٰ رضویہ کی اہمیت وافادیت سے متعلق جناب مجیب مصری صاحب اپنے مشہور مقالہ ”مولانا احمد رضا خاں واللغۃ العربیۃ“ میں رقم طراز ہیں ”وبالنظر فی ھذا النثر الفنی تبین لنا انہ یتسم بالسلاسۃ- یعنی امام احمد رضا کے شہرۂ آفاق ”فتاویٰ رضویہ“ کے فنی نثر کا بالغائر مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واشگاف ہوجاتی ہے کہ یقینا سلاست وروانی آپ کے طرزِ نگارش کا مابہ الامتیاز وصف ہے۔

کثیر التصانیف پروفیسر ڈاکٹر حسین جنہیں مختلف ممالک نے تمغۂ امتیاز سے نوازا ہے، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے فقید النظیر علم وفن سے متاثر ہوکر آپ کی عظمت شان پر ایک نہیں بلکہ دو قصیدے بزبان عربی کہے، ان قصیدوں کو پڑھنے کے بعد سیدی اعلیٰ حضرت کے تبحر علمی اور تفحص فنی کا اعتراف اپنے تو اپنے ہیں غیروں کے لئے بھی ناگزیر ہوجاتا ہے، موصوف کا ایک جملہ جو انتہائی جامع اور مبنی برحقیقت ہونے کے پہلو بہ پہلو آپ کی عربی زبان وادب پر مہارت تامہ کا خطبہ پڑھتا ہوا نظر آتا ہے، کہتے ہیں ”علامہ اقبال کو میں نے ترجموں سے جانا مگر امام احمد رضا کو براہِ راست عربی سے جانا گویا یہ کوئی عربی نژاد ہندی ہیں۔“

علاوہ ازیں موصوف نے سیدی اعلیٰ حضرت کے کمالِ علم و فن بالخصوص عربی زبان وادب پر دسترس سے متعلق کئی مقالے تحریر فرمائے جو مصر کے مختلف اخباروں میں شامل اشاعت ہوئے، مزید برآں انہوں نے ان مقالوں کو یکجا کرکے کتابی شکل میں بھی پیش کیا، اپنے ایک قابل قدر مقالے بنام ”وجہ الحاجۃ الی دراسۃ مولانا احمد رضا خاں“ میں ریسرچ اسکالرز کو یوں پیغام دیتے ہیں ”وللباحثین والدراسین ان یدرسوا تراثۃ من روایاہ المختلفۃ وبذالك تکون دراستھم للتراث الاسلامی لھا الشمول والعموم- یعنی جو حضرات تحقیقی مزاج رکھتے ہیں اور جو میدان تخصص میں کارنمایاں انجام دینے کے متمنی ہیں ان کے لے امام احمد رضا کے ذہنی وعلمی افکار وخدمات کا گونا گوں طریقوں اور پیرایوں سے مطالعہ اسلامی تراث کی آفاقیت کے لئے ناگزیر ہے۔“

جامعہ ازہر کے شعبۂ عربی ادب کے استاد پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس صاحب اپنے تحقیقی مقالہ بنام ”احمد رضا خان مصباح ھندی بلسان عربی“ کے اندر بصمیم قلب سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے فکر وفن اور زبان وبیان کا یوں اعتراف کرتے ہیں ”ان ربّنا تبارك وتعالیٰ افاض علیہ خضم ھائل من الفکر ومع ذالك لم یحرم العاطفۃ فرزقہ عینا فی قلبہ فیاضۃ بالشعر ولسانا یتغنی بأجلی الکلمات العربیۃ- یعنی ربِ قدیر نے امام احمد رضا خاں کو علوم وافکار کا بحرِ ناپید وکنار

بنایا تھا، اس پر مستزاد یہ کہ رب نے انہیں جوش وولولہ سے بھی محروم نہ رکھا، ان کے دل کے نہاں خانے میں ایک ایسا چشمہ جاری فرمایا جو بشکل اشعار ابلتا رہتا اور ایسی زبان عطا کی تھی کہ جس سے حلاوت انگیز عربی الفاظ وکلمات کی نغمگی کی صدائیں آتی رہتی تھیں۔"

اسی مقالے میں موصوف حقائق کی عقدہ کشائی کرتے ہوئے کہتے ہیں "فشاعرنا رجل حاذق تعددت اغراضه الشعريه و اسمع لي ايها القارى العزيز ان اقول لك انه احمد رضا خان شاعر محير العقول مكتمل والعاطفة جياشة والاحساس عين فوارة ولسانه طبع الفاظه تاتيه مستملحه غير مستكرهة في اغلب الاحيان متمسك غاية التمسك بتراث اجدادنا العرب۔ یعنی ہمارا شاعر انتہائی قابل ہے، اس کے شعری مقاصد متعدد جہتوں کو محیط ہیں، اے پیارے قاری بغور میری بات سن کہ امام احمد رضا کی مقدس ہستی محیر العقول شاعر، جامعیت سے متصف، پرجوش جذبات سے مملو، چشمۂ رواں کی طرح احساس اور فصاحت وبلاغت کی پیکر زبان کی متحمل ہے، ان کے مستعمل الفاظ غرابت سے عاری اور بے حد شستگی وکشش سے آراستہ ہوتے ہیں، بسا اوقات ہمارے عرب آباء واجداد کی تراث نظر آتے ہیں۔"

ڈاکٹر رزق مرسی ابو العباس اپنے دوسرے مقالے "وقفة في ظلال لبساتين الغفران" میں جہاں سیدی اعلیٰ حضرت کے بے مثال کمالات اور کارہائے نمایاں کے معترف ہوکر صفحات کے صفحات آپ کی پذیرائی میں تحریر کئے ہیں وہیں عربی زبان و ادب پر آپ کو جو ید طولیٰ حاصل تھا، اس پر اظہار حیرت کرتے ہوئے یہ کہنے پر مجبور ہوگئے "واظن لو ان الشاعر امامي وسالته عن سبب هذا الفيض المدرار بلغتنا العربية لقال انها لغة قرأننا ولسان حبيبنا صلى الله تعالى عليه وسلم و فصحىٰ اهل الجنة۔ یعنی میرے دل میں یہ خیال گذرتا ہے کہ اگر اس شاعر سے مجھے شرف لقا حاصل ہوتا تو میں اس سے عربی زبان وادب کے لامحدود فیوض وبرکات کے اسرار سے متعلق پوچھتا تو وہ یہی جواب دیتا کہ یہ ہمارے قرآن، ہمارے حبیب ﷺ اور اہل جنت کی زبان ہے۔"

بعض معاندین یہ کہہ ڈالتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کو علم حدیث میں کوئی کمال حاصل نہیں تھا لہٰذا ان کے لئے محدث بریلوی کا اطلاق بے معنی وبے جا ہے، ایسے کج فہموں کو اتنا بھی نہیں معلوم کہ کوئی اس وقت تک فقیہ نہیں بن سکتا جب تک کہ اسے فن حدیث میں مہارت نہ ہو، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ایک بے بدل فقیہ تھے تو ماننا پڑے گا کہ آپ بے مثال محدث بھی تھے، ہمارے اس دعوے کے پشت پناہ تقریباً سترہ مختلف کتب احادیث پر آپ کی گراں قدر معلومات افزا حواشی ہیں، ان کتب احادیث میں صحاح ستہ کے علاوہ شرح جامع صغیر، سنن دارمی، شرح معانی الآثار، عمدۃ القاری شرح بخاری، فتح الباری شرح بخاری، ارشاد الساری شرح بخاری، کنز العمال، مرقاۃ شرح مشکوۃ، فیض القدیر شرح جامع صغیر، موضوعات الکبیر، التعقبات فی الموضوعات بھی شامل ہیں۔

علاوہ ازیں مدارج طبقات الحدیث، الافادات الرضويه، الهاد الكاف في حكم الضعاف، النهي الاكيد عن الصلوة وراء عدى التقليد، حاجز البحرين الواقي عن جمع الصلوتين، الفضل الموهبي في معنى اذا صح الحديث فهو مذهبي، النجوم والثواقب في تخريج احاديث الكواكب جیسے معرکۃ الآراء رسائل آپ کے کمال فن حدیث پر روشن دلیلیں ہیں، مزید برآں اسمائے رجال کی شہرۂ آفاق کتب تقریب التہذیب، تہذیب التہذیب، میزان الاعتدال، تذکرۃ الحفاظ پر آنکھوں کو خیرہ کرنے والے حواشی بھی آپ کی لیاقت روایت ودرایت کے ناقابل انکار ثبوت ہیں۔

ذیل میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کو علم حدیث پر کس قدر تبحر حاصل تھا، اس سلسلے میں حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا مشاہداتی وتجرباتی قابل قدر تاثر ملاحظہ کیجئے "علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت ازبر علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال کا ہے، اعلیٰ حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر

راوی کی جرح وتعدیل کے جو الفاظ فرما دیتے اُٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب وتہذیب اور تذہیب میں وہی الفاظ مل جاتے تھے، اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور مطالعہ کی وسعت۔"

علم حدیث کے علاوہ علم تفسیر پر بھی آپ کو کما حقہ درک حاصل رہا اس کے استدلال و انتقال میں تفاسیر کی بڑی معتبر و مستند کتابوں پر آپ کے حواشی پیش کئے جاسکتے ہیں، ان کتابوں کے اسماء ہیں: تفسیر بیضاوی، عنایت القاضی، معالم التنزیل، اتقان فی علوم القرآن، الدر المنثور، تفسیر خازن وغیرہ۔

واضح رہے کہ سطور بالا میں احادیث وتفاسیر کی جن کتابوں پر آپ کے حواشی کا ذکر ہوا، وہ سب کی سب اُردو زبان میں نہیں بلکہ انتہائی فصیح وبلیغ عربی زبان میں ہیں، اگر آپ کی عربی تصنیفات میں کتب وحواشی شمار کی جائیں تو ان کی تعداد ایک سو پچاس سے بھی زائد بنتی ہے، عربی زبان وادب پر آپ کا لائق صد مدحت کمال صرف حدیث وتفسیر کی کتابوں کے محور پر محو گردش نہیں کرتا بلکہ دیگر علوم وفنون (خواہ عقلیہ ہوں یا نقلیہ) پر بھی آپ کی تحریر کردہ انتہائی معیاری اور معلومات افزا کتب وحواشی آپ کی عربی دانی کے منہ بولتے شواہد ہیں، ذیل میں مع فنون کتب ورسائل کی ایک عمومی فہرست ملاحظہ کریں:

عقائد وکلام: السعی المشکور، حاشیۃ شرح فقہ اکبر، حاشیۃ خیالی علی شرح العقائد، حاشیۃ عقائد عضدیۃ، حاشیۃ شرح مواقف حاشیۃ شرح مقاصد حاشیۃ مسامرہ ومسایرہ حاشیۃ التفرقہ بین الاسلام والزندقۃ حاشیۃ الیواقیت والجواھر، حاشیۃ مفتاح السعادۃ، حاشیۃ تحفۃ الاخلاق، حاشیہ الصواعق المحرقۃ۔

فقہ وتجوید: جد الممتار (سات جلدیں) شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر کفل الفقیہ الفاھم علی قرطاس الدراھم، نور عینی فی الانتصار الامام العینی تبویب الاشباہ والنظائر، حاشیۃ فواتح الرحموت، حاشیۃ حموی شرح الاشباہ والنظائر حاشیۃ الاسعاف فی احکام الاوقاف حاشیۃ اتحاف الابصار، حاشیۃ کشف الغمۃ حاشیۃ شفاء السفاء۔

تصوف، اذکار، اوفاق، تعبیر: ازھار الانوار من صبا صلاۃ الاسرار، حاشیہ حدیقۂ ندیہ، حاشیہ مدخل جلد اوّل، دوم، سوم، حاشیہ کتاب الابریز، حاشیہ کتاب الزواجر، الفوز بالآمال فی الاوفاق والاعمال، حاشیہ تعطیر الانام

تاریخ، سیر، مناقب: حاشیہ حاشیہ ھمزیہ، حاشیہ زرقانی شرح مواھب، حاشیہ بھجۃ الاسرار، حاشیہ لفوائد البھیہ حاشیہ کشف الظنون، حاشیہ عصر الشارد، حاشیہ خلاصۃ الوفاء، حاشیہ مقدمہ ابن خلدون۔

ادب، نحو، لغت، عروض: تبلیغ للکلام الی درجۃ الکمال فی تحقیق اصالۃ المصدر والافعال، حاشیہ صراح، حاشیہ تاج العروس، حاشیہ برجندی، حاشیہ زلالات البرجندی، حاشیہ زیج ابلخانی۔

علم جفر وتکسیر: اطائب الاکسیر، رسالۃ فی علم الجفر، حاشیہ الدر المکنون، الثواقب الرضویہ علی الکواکب الدریہ، الداول الرضویہ للاعمال الجفریہ، الوسائل الرضویہ للمسائل الجفریہ، اسھل الکتب فی جمیع المنازل۔

جبر ومقابلہ: حاشیہ القواعد الجلیلہ

ارثما طیقی: الموھبات فی المربعات

توقیت، نجوم، حساب: حاشیہ زبدۃ المنتخب، حاشیہ جامع الافکار، حاشیہ حدائق النجوم۔

ہیئت، ہندسہ، ریاضی: الکسر العشری، رسالہ العاد قمر، حاشیہ تصریح، حاشیہ شرح چغمینی، حاشیہ علم الھیہ، حاشیہ کتاب الصور۔ منطق: حاشیہ ملا جلال میر زاھد، حاشیہ شمس بازغہ۔

سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کی جملہ کتب ورسائل کے خطبے فصاحت وبلاغت سے مرصع اور ادبی محاسن کے مرقع ہوتے ہی ہیں لیکن فتاویٰ رضویہ کا خطبہ اپنی نوعیت کا ایسا منفرد خطبہ ہے کہ جس کی تمثیل محال نہیں تو ناممکن ضرور ہے، یہ ایک ایسا فقید المثال

خطبہ ہے، جس میں دل آویز استعارات، تابناک تلمیحات، خوب صورت تشبیہات اور پرکشش اشارات کی جلوہ آرائیاں ہیں، فصاحت وبلاغت کی عطر بیزیوں سے گلشن ادب مہک مہک رہا ہے، اس بے مثال خطبے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے حمد الٰہی، درود وسلام، سرورِ کائنات ﷺ، صحابہ کرام، ائمہ کرام، اہل بیت اطہار کی مدح وثنا کے لئے حضرت امام اعظم، حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک، حضرت احمد بن حنبل، حضرت امام محمد، حضرت امام ابو یوسف اور چوراسی معتبر ومستند کتب فقہ کے اسماء اس قدر حسین پیرائے میں استعمال فرمائے ہیں کہ خود عربی زبان وادب اپنی زبانِ حال سے داد وتحسین کی فلک شگاف صدائیں بلند کر رہا ہے، بلفظ دیگر یوں کہیے کہ ان اسماء کی حسین ترتیب حمد الٰہی کی کلیوں کی مسکراہٹ، نعتِ رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گلہائے رنگارنگ کی نکہت، درود وسلام کی رفعت ومنزلت، صحابہ کرام کی شان وعظمت، خلفاء اربعہ کی عزت وسطوت اور اہل بیت اطہار کی محبت وعقیدت کی لطیف خوشبوؤں سے مشک بار زعفران زار نظر آتی ہے، ساتھ ساتھ گلستانِ خطبہ کے پتے پتے محسناتِ بدیعیہ سے بھی ہرے بھرے نظر آتے ہیں، واضح رہے کہ اس خطبے میں آپ نے براعت استہلال کا مکمل لحاظ رکھا ہے، اگر تجزیاتی مطالعے کی روشنی میں انکشاف حقیقت کیا جائے تو پھر یہ کہنا پڑے گا کہ ہماری نظروں سے آج تک ایسا نادر وجامع خطبہ گزرا اور نہ ایسے خطبے کے وجود کا امکان نظر آتا ہے، ذیل میں ہم اس عظیم الشان خطبے میں جن چوراسی کتب فقہ کا نادر الوقوع استعمال ہوا ہے ان کے اسماء پیش کرتے ہیں:

(۱) الفقه الاکبر (۲) الجامع الکبیر (۳) زیادات (۴) فیض (۵) المسبوط (۶) الدرر (۷) الغرر (۸) هدایة (۹) بدایة (۱۰) نهایة (۱۱) وقایة (۱۲) نقایة (۱۳) درایة (۱۴) عنایة (۱۵) کفایة (۱۶) الحسن (۱۷) الاصل (۱۸) المحیط (۱۹) بسیط (۲۰) وجیز (۲۱) وسیط (۲۲) البحر الذخار (۲۳) در مختار (۲۴) خزائن الاسرار (۲۵) تنویر الابصار (۲۶) رد المحتار (۲۷) منح الغفار (۲۸) زاد الفقیر (۲۹) متقی الابحر (۳۰) فتح القدیر (۳۱) مجمع النهر (۳۲) نزالدقائق (۳۳) تبیین الحقائق (۳۴) بحر الرائق (۳۵) نهر الفائق (۳۶) المنیه (۳۷) الغنیه (۳۸) مراقی الفلاح (۳۹) امداد الفتاح (۴۰) ایضاح (۴۱) اصلاح (۴۲) نور الایضاح (۴۳) کشف (۴۴) المضمرات (۴۵) حل المشکلات (۴۶) الدر المنتقی (۴۷) ینا بیع (۴۸) المبتغی (۴۹) تنویر البصائر (۵۰) زواهر الجواهر (۵۱) البدائع (۵۲) النوادر (۵۳) الاشباه و النظائر (۵۴) مغنی (۵۵) نصاب (۵۶) الحاوی القدسی (۵۷) کافی (۵۸) وافی (۵۹) الشافی (۶۰) المصفیٰ (۶۱) المستصفیٰ (۶۲) لمجتبی (۶۳) المنتقی (۶۴) عدة (۶۵) النوازل (۶۶) انفع الوسائل (۶۷) اسعاف (۶۸) عیون المسائل (۶۹) عمدة (۷۰) خلاصه (۷۱) مصابیح (۷۲) مفاتیح (۷۳) الشیخین (۷۴) الصاحبین (۷۵) الطرفین (۷۶) نور العین (۷۷) مجمع البحرین (۷۸) الارکان الاربعه (۷۹) الانوار (۸۰) ذخیرة (۸۱) تحفة الفقهاء (۸۲) جامع الفصولین (۸۳) الحقائق (۸۴) المهذب۔

عربی زبان وادب پر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کی مہارت کاملہ کا شاہکار نمونہ الدولة المکیة بمادة الغیبیة ہے، یہ کتاب سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم غیب کے ثبوت پر دلائل وبراہین سے مزین ہونے کے ساتھ ساتھ جہاں دیابنہ وہابیہ کے عقائد فاسدہ کا ردِ بلیغ اور ان کے سرخیل کارواں خلیل احمد انبیٹھوی کے ناپاک مقاصد کی نقاب کشائی ونا کامی پر دال ہے وہیں شاہِ حجاز جناب شریف علی پاشا سمیت متبحر علماء عرب کا آپ کے جمالِ علم وفضل اور کمالِ عربی زبان وادب کا قابل قدر برملا اعتراف بھی ہے۔

اگر یہ کہا جائے تو قطعی غلط نہ ہوگا کہ مذکورہ کتاب آپ کی عظیم کرامت کا پیش خیمہ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم بخار کی شدت اور انتہائی نقاہت کے عالم میں کتابوں کی عدم موجودگی کے باوجود صرف ساڑھے آٹھ گھنٹوں کے قلیل وقت میں آپ نے ایسی مبرہن ومدلل کتاب تحریر فرمائی جو بے بدل ہونے کے پہلو بہ پہلو تمام وہابیہ ودیابنہ کے لئے کل بھی چیلنج تھی، آج بھی ہے اور تا قیامت تک رہے گی۔

یہی وہ عالی شان کتاب ہے جسے سننے کے بعد ستر سالہ حضرت شیخ الخطباء کبیر العلماء مولانا احمد ابوالخیر نے فرطِ جذبات میں سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے لئے فرمایا تھا ''انا اقبل ارجلکم انا اقبل نعالکم۔ یعنی میں آپ کے قدموں کو بوسہ دوں میں آپ کے جوتوں کو بوسہ دوں۔'' ایسے موقع پر رئیس العلماء حضرت مولانا صالح کمال نے جناب شریف علی پاشا کے دربار میں اسے پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اس کتاب میں وہ علم ظاہر کیا ہے جس کے انوار چمک اُٹھے ہیں۔''

اس کتاب کے دلائل قاہرہ اور براہین باہرہ سے متاثر ہوکر شاہِ حجاز نے فرمایا تھا ''الله يعطي وهولاء يمنعون۔ یعنی اللہ تو اپنے محبوب کو علم غیب سے نوازتا ہے اور یہ وہابیہ انکار کرتے ہیں۔'' جب الدولة المكية کی شہرت و پذیرائی مکة المکرمہ میں ہونے لگی اور اس پر ذی وقار علماء حرم نے تقریظات لکھنا شروع کیں تو خلیل احمد انبیٹھوی سمیت دیگر وہابیہ حسد کی آگ میں جل بھن کر خاکستر ہوگئے۔

آپ کے کمالِ عربی زبان وادب کا ذکر چلے اور کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے محاسن کا تذکرہ نہ ہو تو پھر موضوع تشنۂ تکمیل رہ جائے گا، جس طرح الدولة المكية بالمادة الغيبية جیسی معرکۃ الآراء اور نادر المثال کتاب آپ نے بغیر کسی کتاب کی مدد کے فقط ساڑھے آٹھ گھنٹوں کی قلیل مدت میں تحریر فرمائی، اسی طرح پورے قرآن مجید کا ترجمہ بھی آپ نے بغیر کسی کتاب کی مدد کے اپنے تلمیذ ارشد صدر الشریعہ حضرت مولانا امجد علی کو لکھوایا، یعنی ترجمے کا انداز یہ تھا کہ حضرت صدر الشریعہ آیت کی تلاوت کرتے جاتے اور آپ فی البدیہہ اس کا ترجمہ بولتے جاتے، حضرت صدر الشریعہ فرماتے ہیں کہ جب میں اور علماء (جو اس محفل میں حاضر رہتے تھے) ترجمہ کے بعد کتب تفاسیر دیکھتے تو ہمیں بے حد حیرانی ہوتی تھی کہ آپ کا ترجمہ عین مستند و معتبر مشہور زمانہ تفاسیر کی کتابوں کے عین مطابق ہوتا۔

نہ صرف یہ کہ آپ کی عربی تحریر اپنی مثال آپ تھی بلکہ آپ عربی وزبان میں ایسے منفرد لب ولہجے سے کلام فرماتے تھے کہ کوئی عرب کا باشندہ بھی ذرہ برابر فرق نہیں کر پاتا تھا کہ یہ کوئی غیر عرب بول رہا ہے، آپ بلا جھجھک شہری عربی (جو حرمین شریفین میں بولی جاتی ہے) بدوی عربی، مصر وشام کے رہنے والوں کی عربی میں گفتگو فرماتے تھے، علاوہ ازیں فصیح کتابی عربی بولنے پر آپ مکمل قدرت رکھتے تھے۔

عربی نثر کے علاوہ عربی نظم میں بھی آپ کی قادر الکلامی قابلِ صد ستائش رہی، جیسا کہ اس سے پہلے میں نے ''بساتین الغفران'' کا مختصر ذکر کیا ہے (جو آپ کے عربی کلام کا مجموعہ ہے اور دو سو پچاس صفحات پر مشتمل ہے) جسے پروفیسر سید حازم نے اپنے حسن ترتیب سے مصر میں اس کی اشاعت کی سعادت حاصل کی اور اسے پڑھنے کے بعد بڑے بڑے فضلائے عرب آپ کی عربی نظم گوئی کی فصاحت وبلاغت کے معترف ہونے کے ساتھ ساتھ نہ صرف یہ کہ اس فن پر آپ کی مہارت وقدرت کے بصمیم قلب قائل و معترف ہوئے بلکہ آپ کی بارگاہ میں بڑی فراخ دلی کے ساتھ خراجِ داد وتحسین بھی پیش کیا، سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے مہتم بالشان قصیدۂ عربیہ کے مندرجہ ذیل اشعار:

الحمد للمتوحد بجلاله المتفرد
وصلوٰته دوما على خير الانام محمد
وآل واصحابهم ماوای عند شدائد

پڑھنے کے بعد بالخصوص علماء مصر نے کس والہانہ انداز سے آپ کی بارگاہ میں ہدیۂ تبریک پیش کیا، آئیے اس سلسلے میں آپ کے محبوب خلیفہ قطب مدینہ حضرت مولانا ضیاء الدین مہاجر مدنی علیہ الرحمہ کی زبانِ فیض ترجمان سے سماعت فرمائیے، فرماتے ہیں ''میں نے مصر کے فاضل ترین علماء کرام کے اجتماع میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا قصیدۂ عربیہ پڑھا تو انہوں نے بیک زبان کہا کہ یہ قصیدہ تو کسی فصیح اللسان عربی النسل عالم کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے، فقیر نے انہیں بتایا کہ اس قصیدے کے لکھنے والے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی ہیں جو عربی نہیں عجمی ہیں تو علمائے مصر حیرت میں ڈوب گئے کہ وہ عجمی ہو کر عربی میں اتنے ماہر ہیں؟ پروفیسر ڈاکٹر رزق مرسی ابوالعباس نے سیدی اعلیٰ

حضرت قدس سرہٗ العزیز کی عربی شاعری کے تناظر میں تیس سے زیادہ ممالک کے طلبہ واساتذہ کی موجودگی میں جومقالہ پڑھا تھا، اس کا ایک اقتباس اُردو ترجمے کی روشنی میں سماعت فرمائیں:

"مولانا احمد رضا خاں عربی نہیں تھے لیکن آپ حضرات جب ان کی عربی شاعری کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو خوشگوار حیرت ہوگی کہ وہ ایسے شاعر تھے کہ اگر ان کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ وہ ہندوستانی تھے تو آپ ان کو عربی شاعر گمان کریں گے،ہم ان کے عربی دیوان کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معیاری عربی شاعری پڑھنے کو ملتی ہے،ان کی شاعری کے متعدد موضوعات اور مقاصد ہیں،ان کے دل ودماغ نے ان کی شاعری میں مشترکہ کردار ادا کیا ہے اور جب ہم حاصل قصیدہ شعر کا سراغ لگاتے ہیں تو ہمیں ایک قصیدے میں ایک سے زیادہ ایسے اشعار ملتے ہیں اور بعض اوقات ایسا شعر ایک مختصر سے قطعہ میں بھی جلوہ فگن ہوتا ہے۔"

چونکہ میرا موضوع "امام احمد رضا اور عربی زبان وادب" ہے،اس لئے میں آپ کے اس کلام کے چند عربی مصرعوں کے ترجموں اور مختصر تبصروں پر اکتفا کرتا ہوں:

"لم یات نظیرك فی نظر" سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ گہربار میں عرض کرتے ہیں یارسول اللہ آپ کی نظیر کسی نظر میں نہیں آئی،یعنی کوئی نگاہ ایسی نہیں جو یہ دعویٰ کرے کہ میں نے آپ کی نظیر کا مشاہدہ کیا ہے کیوں کہ خالق کائنات نے آپ کو ساری مخلوقات میں لاشریک بنا کر اس خاکدانِ گیتی میں مبعوث فرمایا،خلق میں آپ کی مثلیت کل تھی نہ آج ہے اور نہ صبح قیامت تک ہوگی،علاوہ ازیں لفظ نظیر ونظر کے استعمال میں جو معنویت کی تابندگی ہے وہ اربابِ فن وبصیرت سے مخفی نہیں۔

"البحر علا والموج طغیٰ" در مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں استغاثہ پیش کرنے سے پہلے آپ بیکسی وپریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کس قدر پر درد نقشہ کھینچ رہے ہیں،سماعت فرمائیں: یعنی سمندر اونچائی پر ہے،تلاطم خیزی جوش ماررہی ہے،طوفان ہوش اڑانے پر تلا ہوا ہے،ہوا کا مزاج بگڑا ہوا ہے اور ایسی ناگفتہ بہ حالات سے میں دو چار منجدھار میں پھنسا ہوں،آقا! میری کشتیٔ غم کو ساحل زار بنادیجئے۔

"یا شمس نظرت الی لیلی" تیسرے مصرعے میں آپ فراقِ محبوب کی اضطرابی کیفیات کو کس انداز سے الفاظ کا جامہ پہنا رہے ہیں دیکھیں،فرماتے ہیں کہ اے آفتاب! تو نے میری شبِ ہجر کا مشاہدہ کیا کہ جب یہ تیری تیز روشنی میں بھی لباس شب میں ملبوس نظر آتی ہے تو پھر شب تاریک میں میری تڑپ کی ظلمتوں کا کیا عالم ہوگا،جب تجھے سرکارِ ابدقرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضری کا شرف حاصل ہو تو میری اس پر درد حالت کی منظر کشی کردینا۔

آپ اس خوبصورت کلام کے عربی مصرعوں کو بغور پڑھتے جائیے اور سیدی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ العزیز کے کمالِ فن کے پہلو بہ پہلو عشق رسول کے گلہائے رنگا رنگ کی لطیف خوشبوؤں سے مشام جاں کو معطر کرتے جائیے،یہ مختصر مقالہ اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم مابقیہ مصرعوں کی تشریح کریں،انشاء اللہ العزیز کسی اور موقع پر تفصیل پیش کرنے کی کوشش کی جائے گی،من جملہ یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان ایک ایسے صاحب طرز ادیب وشاعر،مستحکم و پرثبات قلم کار،مایۂ ناز متبحر مفتی،محدث ومفسر،نادر المثال تقویٰ شعار وعابد شب زندہ دار،قابل تحسین وتقلید بحرعشق رسول کے شناور،تحقیق وتدقیق کے جبل شامخ،گستاخانِ خدا ورسول کے لئے سیف برق بار اور میدان حق وصداقت کے قوی تر سپہ سالار کا نام ہے جس کی عظمت وشہرت کا شاہین فرش سے عرش تک محو پرواز تھا،ہے اور انشاء اللہ تاقیام قیامت رہے گا۔

ہم آپ کے انتہائی محبوب خلیفہ حضرت مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کے اس گراں قدر شعر پر مقالے کو تشنۂ تکمیل چھوڑتے ہیں۔ ؎

تمہاری شان میں جو کچھ کہیں اس سے سوا تم ہو
قسیم جامِ عرفاں اے شہِ احمد رضا تم ہو

■■■

ص ۴۰ رکا بقیہ ....

رانچور میں ہندوستانی سائنس دانوں کی دوروزہ کانفرنس ہوئی، جس میں بعض سائنس دانوں نے اپنے ۱۳ رسالہ تجربے ومشاہدے کی بنا پر نیوٹن کے نظریہ کشش ثقل کو رَد کردیا اور دوسرے سائنس دانوں کو دعوت غور وفکر دی۔

اخلاق حسین قاسمی کا بیان ہے:

’’پہلے زمانے کے لوگ یہ یقین رکھتے تھے کہ سورج زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے، بعد میں یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ سورج اپنی جگہ قائم ہے، پھر یہ نظریہ بھی مستقل ثابت نہ ہوا، اور اب موجودہ زمانے کے ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ سورج اپنے پورے نظام شمسی کو لیے ہوئے بیس کلومیٹر تقریباً ۱۲ رمیل فی سیکنڈ کی رفتار سے گردش کررہا ہے۔‘‘

اب چاہے کوئی کچھ کہے، اولیت کا سہرا امام احمد رضا ہی کے سر ہے، بلکہ اب جو بھی خیال آرائی ہوگی، وہ امام احمد رضا کے نظریۂ سکونِ زمین کی منھ بولتی تائید ہی ہوگی، یہ سرزمین ہند کا سرنامۂ افتخار ہے کہ انیسویں صدی عیسوی میں اس نے ایک ایسے دیدہ ور ناقد وبصیر کو جنم دیا جو ایک طرف دینی علوم کا تاجدار تھا، تو دوسری طرف سائنسی علوم کا دانائے راز۔ ع

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے

■■■

ص ۱۰ رکا بقیہ ....

اُن کا چرچا رہے گا قیامت تلک
یادگار طویل الاثد ہیں رضا
ہے انھیں کا تخیل میری کائنات
فکر و فن میں فریدؔی کی حد ہیں رضا

مرکز رشد و ہدایت اے امام احمد رضا
فکر تیری ہے سلامت اے امام احمد رضا
اعلیٰ حضرت، فخرامت اے امام احمد رضا
بحر علم و کنز حکمت اے امام احمد رضا

از: محمد منور عتیق پیرزادہ، برمنگھم، یو۔ کے۔

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

امام احمد رضا اور جدید سائنس

امام احمد رضا اپنے مضبوط علم وفکر، محفوظ علم وعشق اور مستحکم شعور وادراک کی بنیاد پر پورے عہد (۱۸۵۶ھ/۱۹۲۱ء) پر چھائے رہے، گونا گوں علوم وفنون کے آسمان سے ادب وآگہی کے شمس و قمر لٹاتے رہے اور یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم کے بل بوتے پر اپنی شخصی عظمت کا خراج ارباب علم ودانش سے وصول کرتے رہے، وہ تن تنہا جتنے علوم وفنون پر مہارتِ تامہ رکھتے تھے اتنے علوم وفنون آج بھی دنیا کی کسی ایک یونی ورسٹی میں پڑھائے نہیں جاتے، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ کے عالی مقام علمائے کرام کو سند اجازت وخلافت عطا کرتے ہوئے بطور تحدیث نعمت اپنے علمی تنوع کی بھی وضاحت کی ہے، مثلاً:

۲۱ رعلوم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ اپنے والد ماجد سے حاصل کیا، ۱۰ رعلوم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ نقاد علماء سے اجازت حاصل ہے، ۲۸ رعلوم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ صرف ربّ کے فیض سے حاصل کیا ہے۔

[الاجازات المتینہ]

یہ کل ۵۹ رعلوم وفنون ہوئے اور کمال یہ ہے کہ ہر فن میں کتابیں تصنیف فرمائیں اور کتابیں بھی ایسی کہ ان کی جس فن کی کتاب اُٹھایئے تحقیق وتنقیح کے جلوے دیکھ کر آپ کی طبیعت پکار اٹھے گی کہ اس فن پر یہ کتاب ''حرفِ آخر'' ہے، ڈاکٹر مجید اللہ قادری پروفیسر شعبۂ ریاضیات کراچی یونی ورسٹی کراچی کی تحقیق کے مطابق ان علوم وفنون میں سے ۳۰ر کا تعلق جدید سائنسی علوم سے ہے، یہی وجہ ہے کہ اسلامی افکار ونظریات پر جدید علوم کے گولہ و بارود سے جب بھی آپ کے عہد میں حملہ ہوا تو آپ ہی نے جدید علوم ہی کی روشنی میں دندان شکن جواب دیا اور اسلام کے دامن پر آنچ نہیں آنے دی، مثلاً جب حرکتِ زمین کا نظریہ پیش کر کے قرآنی ارشاد کی فصیل پر گولے داغے جارہے تھے، تو آپ نے ''فوزِ مبین در ردِ حرکت زمین'' لکھ کر قرآن متصادم نظریہ کی بیخ کنی کر دی۔

جب جدید آلات واسباب کا سہارا لے کر علوم خمسہ میں علم مافی الارحام کو چیلنج کیا جارہا تھا تو آپ نے ''الصمصام'' لکھ کر انگریزی نظریات کی دھجی اُڑادی اور جب پروفیسر البرٹ ایف پورٹا نے اپنے زعم علم میں چور ہو کر ۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کی آنے والی تباہی کی پیش گوئی اخبارات میں چھپوا کر پورے ملک میں بے چینی پیدا کر دی تو پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو اسی کی دلیل سے ایسا ذلیل کر دیا کہ سارا پندارِ علم چکنا چور ہو کر رہ گیا اور زمانہ نے دیکھا کہ وہی ہوا جو احمد رضا نے کہا تھا، ان کے چند اہم سائنسی موضوعات کی قدرے تفصیل نذرِ ناظرین ہے:

معاشیات

روزی روزگار کا مسئلہ آج کا بڑا پیچیدہ اور بحث آرا مسئلہ ہے، اس کی اہمیت ہی کے پیش نظر باضابطہ طور پر اس نظریہ کو کالج و یونی ورسٹی میں شامل نصاب کیا گیا ہے اور مستقل سبجیکٹ کی حیثیت سے اس کے افادی پہلوؤں پر صبح وشام لیکچر دیئے جارہے ہیں، نئے گوشے تلاش کیے جارہے ہیں، جس سے نئے نئے آفاق فتح ہو رہے ہیں، اسی ایک نظریہ سے کائنات کی تسخیر کا عمل صبح و شام جاری ہے، لیکن بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ جدید معاشی نظریہ سب سے پہلے امام احمد رضا نے پیش کیا ہے، مسلمانوں کی اقتصادی زبوں حالی اور معاشی بدحالی کو دور کر کے باوقار، آبرو مندانہ، عظمت بداماں زندگی کے حصول کے لیے آپ نے معاشی نظریات پر مشتمل ''تدبیر فلاح ونجات واصلاح'' نام کی معرکۃ الآرا

* مقالہ نگار پٹنہ جامعہ رضویہ پٹنہ کے پرنسپل اور اہل سنت کے معروف ومعتبر اہل قلم ہیں۔

کتاب ۱۹۱۲ء میں تحریر فرمائی، جو سب سے پہلے کلکتہ سے شائع ہوئی، آپ نے اس کتاب میں چار نکات پیش کیے ہیں، جو چار ہزار نکات پر بھاری ہیں، ان چاروں نکات کا مختصر اُخلاصہ یہ ہے:

(۱) ان اُمور کے علاوہ جن میں حکومت دخل انداز ہے مسلمان اپنے معاملات باہم فیصل کریں، تا کہ مقدمہ بازی میں جو کروڑوں روپے خرچ ہو رہے ہیں پس انداز ہوسکیں۔

(۲) بمبئی، کلکتہ، رنگون، مدراس، حیدر آباد کے تونگر مسلمان اپنے بھائیوں کے لیے بینک کھولیں۔

(۳) مسلمان اپنی قوم کے سوا کسی سے کچھ نہ خریدیں۔

(۴) علم دین کی ترویج واشاعت کریں۔

پروفیسر رفیع اللہ صدیقی، کوئنز یونی ورسٹی کینیڈا نے امام احمد رضا کے اس چار نکاتی پروگرام کو بنیاد بنا کر بڑا وقیع و بسیط مقالہ ترتیب دیا ہے، آپ فرماتے ہیں:

''۱۹۱۲ء میں جب کہ یہ نکات شائع ہوئے برصغیر میں علم اقتصادیات کا مطالعہ عام نہیں تھا، ۱۹۳۶ء میں ایک انگریز ماہر اقتصادیات جے، ایم، کینز نے اپنا مشہور زمانہ ''نظریہ روزگار و آمدنی'' پیش کیا، کینز کو ان کی خدمات کے صلے میں تاج برطانیا نے ''لارڈ'' کے خطاب سے نوازا، جدید اقتصادی نظریات کی ابتدا ۱۹۳۰ء کے بعد سے ہوئی، یہ بات کس قدر حیرت انگیز ہے کہ نگاہِ مردِ مومن نے ان جدید اقتصادی تقاضوں کی جھلک ۱۹۱۲ء ہی میں دکھادی تھی۔''

۱۹۳۶ء میں جدید معاشی نظریہ پیش کرنے والے کو ''لارڈ'' جیسے عظیم خطاب سے اگر نوازا جاسکتا ہے تو پھر وہ شخصیت کتنے عظیم خطاب کی مستحق ہوگی جس نے اس نظریہ سے ۲۴؍ برس پہلے ۱۹۱۲ء ہی میں جدید معاشی نظریہ پیش کردیا تھا، یہ زندہ قوم کی زندگی کی علامت ہے کہ کارنامہ گر شخصیت کو ملکی سطح پر متعارف کرایا جائے، خوب خوب ان کی حوصلہ افزائی کی جائے، کھلے دل سے ان کی صلاحیت وعظمت کا اعتراف کیا جائے، مگر برا ہو متعصبانہ ذہنیت کا جس نے قوم مسلم کی سوچ وفکر کے سرچشمہ ہی کو منجمد کررکھا ہے، دل میں احساس حقیقت کا جوہر موجود ہوتے ہوئے بھی زبان اظہار بیان سے قاصر نظر آتی ہے، جس کا خمیازہ ہے کہ ساری عالمی شخصیتوں کا آفاقی پیغام بھی ارتعاشی نظریوں کی نذر ہوجاتا ہے اور دنیا سمجھتی ہے کہ ہم میں کوئی عبقری نہیں ہے، وقت آگیا ہے کہ اپنی عظمت کا لوہا منوانے کے لیے فکری تنگناؤں کے حصار سے نکلیں اور امام احمد رضا جیسی جینئس شخصیت کو عالمی اسٹیج پر پیش کریں۔

تقویم وفلکیات

اسلامی عبادات میں مہینہ، تاریخ اور تعین اوقات کی بڑی اہمیت ہے۔ طلوع وغروب اور اوقاتِ صحیحہ کے علم کے بغیر کامل عبادت کا تصور نہیں کیا جاسکتا بلکہ بعض صورت میں تو عبادت سرے سے ہوگی ہی نہیں، اس لیے ضروری ہے کہ جس عبادت کا جو وقت ہے اس کی صحیح معرفت حاصل کی جائے، فن توقیت میں امام احمد رضا کے کمال کا عالم یہ تھا کہ سورج آج کب نکلے گا، اس کو بلا تکلف معلوم کرلیتے، ستاروں کی معرفت اور ان کی چال کی شناخت پر اس قدر عبور تھا کہ رات میں تارا دیکھ کر اور دن میں سورج دیکھ کر گھڑی ملا لیا کرتے، ایک صاحب نے دریافت کیا کہ رمضان شریف کی رات کے ساتویں حصے کے باقی رہنے پر کھانا، پینا چاہیے کہ نہیں؟ اس کے جواب میں آپ نے جو فتویٰ تحریر فرمایا ہے وہ علوم قدیمہ وجدیدہ کا گنج گرانمایہ تو ہے ہی، تلاش صدق وحق میں جو آپ کی کوششیں تھیں اس کی بھی غمازی و عکاسی کرتا ہے، جواب میں اپنے فلکیاتی مطالعوں، تجرباتی مشاہدوں کی بنیاد پر فرماتے ہیں:

''مذکورہ عام طریقہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہے، کبھی رات کا ہنوز چھٹا حصہ باقی رہتا ہے کہ صبح ہوجاتی ہے اور کبھی ساتواں، آٹھواں، نواں اور یہاں تک کہ صرف دسواں حصہ رہتا ہے کہ اس وقت صبح ہوجاتی ہے، سائل چوں کہ شہر بریلی کے رہنے والے تھے، لہٰذا امام احمد رضا نے بریلی اور اس کے موافق العرض شہروں کے لیے رؤس اور بروج کا ایک ایسا نقشہ ہی مرتب کردیا جو تا ابد ان مضافات کے لیے رات اور صبح کی صحیح نشان دہی کرتا رہے گا اور اس کا جھنجھٹ ہی نہ رہے گا کہ انتہائے وقت سحری کیا

ہوگی؟ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم۔

اوقاتِ صوم کے ساتھ اوقاتِ صلوٰۃ بھی امام احمد رضا کی اولیات سے ہے، آپ سے پہلے اوقاتِ صوم و صلوٰۃ کا کوئی چارٹ کہیں نہیں تھا، آپ نے اس ضرورت کو محسوس فرمایا اور اوقاتِ صلوٰۃ مرتب فرما کر قوم وملت کے حوالہ کر دیا، یہ مسجدوں میں آویزاں اوقاتِ صوم و صلوٰۃ امام احمد رضا کے فیوض و برکات کے نمایاں اثرات ہیں، ڈاکٹر سید عبداللہ طارق (علیگ) رقم طراز ہیں:

''برصغیر ہند و پاک کی ہر مسجد میں نقشہ نظام اوقات صلوٰۃ سے استفادہ کرنے والے بیشتر حضرات شاید اس سے بے خبر ہیں کہ یہ نظامِ اوقات امام احمد رضا خان کی دین ہے۔''

یہ امام احمد رضا کی مہارتِ علمی دقت کا روشن ثبوت ہے کہ جس فن کو ان کے قلم نے چھولیا چار چاند لگا دیا، جس موضوع کو انھوں نے چھیڑ دیا اس کے ملحقات ولوازمات کا حق ادا کر دیا، فن توقیت وتقویم پر ان کی فکری گہرریزی دیکھ کر تو یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ یہ کسی خالص مولانا صاحب کا قلم ہے یا بین الاقوامی ماہر افلاک ونجوم کا۔

ریاضیات

دنیا میں جتنے علوم وفنون ہیں ہر ایک سے احکام دینیہ کی تقویت وتائید کا کام لیا جا سکتا ہے لیکن فنی مہارت کے بغیر کسی بھی علم سے اس موضوع پر کام لینا عادتاً محال ہے، اس لیے علمائے دین کی ایک جماعت نے ہر دور میں کسی نہ کسی عقلی یا ریاضی فن میں مہارت کی طرف توجہ دی اور اس سے دینی مسائل کے لیے قوت فراہم کی، تجربات کی ہزاروں منزلوں سے گزرنے کے بعد فن ریاضی کو وہ مقام حاصل ہوا کہ کسی عقلی فن کو صحت کے نتیجے کے اعتبار سے یہ مقام نہ مل سکا، امام احمد رضا نے اپنے وفور علم، ژرف نگاہی، وسعت مطالعہ اور قوتِ فکر کے اعتبار سے اس فن سے استفادہ بھی کیا اور نوادرات عدیدہ جدیدہ سے اس کا دامن مالا مال بھی کیا، ڈاکٹر حسن رضا خاں ڈائریکٹر ادارۂ تحقیقات عربی و فارسی پٹنہ یونی ورسٹی تحریر فرماتے ہیں:

''علم ریاضی سے اعلیٰ حضرت نے علم فقہ کی جتنی خدمتیں کیں پوری تاریخ اسلام میں ایک مثالی کارنامہ ہے، مثلاً سمت قبلہ، طلوع وغروب، اوقاتِ صوم وصلوٰۃ کی تخریج، زکوٰۃ وفطرہ کے لیے اوزان و پیمانہ کا تعین، مسافتِ سفر کی تقدیر، وغیرہ بے شمار مسائل پر آپ کی نادر تحقیقات اور ایجادی قواعد وضوابط نے فقۂ اسلامی میں ایک مہتم بالشان باب کا اضافہ کیا ہے۔''

اس فن میں ان کی گہرائی وگیرائی اور حاضر العلمی کا عالم کیا تھا، وہ ریاضی کے فلک ہفتم پر بیٹھ کر کس طرح ضوفشانی کر رہے تھے، کیف وکم کے اعتبار سے اگر کوئی پارکھ جانچنا چاہے تو خود اس کے لیے کتنے وفور علم کی ضرورت ہے، ڈاکٹر سید عبداللہ طارق (علیگ) رقم طراز ہیں:

''امام احمد رضا کی حسابی باریکیوں کو پوری طرح سمجھنے کے لیے کم از کم ایم، ایس، سی (ریاضی) کی استعداد کی ضرورت ہے۔''

اس حذاقت ومہارت کے باوصف اس فن میں آپ کا کوئی استاذ نہیں ہے، چنانچہ جب ماہر ریاضیات ڈاکٹر سر محمد ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ نے ریاضی کے ایک لاینحل مسئلہ کا حل سنا تو بے ساختہ سوال کیا: حضور! اس فن میں آپ کا استاد کون ہے؟ تو ارشاد فرمایا: میرا کوئی استاذ نہیں ہے، میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم اس لیے سیکھ لیے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے، شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا: کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو، مصطفیٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیے جائیں گے، چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں مکان کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں، یہ سب سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے۔''

ڈاکٹر سر ضیاء الدین احمد امام احمد رضا کے علم واخلاق سے ایسے متاثر ہوئے کہ انھوں نے بریلی شریف کی واپسی پر داڑھی رکھ لی اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہو گئے، موصوف کا خیال تھا کہ:

''دینی، مذہبی، اسلامی علوم کے ساتھ ریاضی، اقلیدس، جبر

ومقابلہ، توقیت وغیرہا میں اتنی زبردست قابلیت اور مہارت کہ میری عقل جس ریاضی کے مسئلے کو ہفتوں غور وفکر کے بعد بھی حل نہ کرسکی، حضرت نے چند منٹ میں حل کر کے رکھ دیا، صحیح معنیٰ میں ہستی ''نوبل پرائز'' کی مستحق ہے۔''

علم کیمیا

آپ کا مجموعۂ فتاویٰ (فتاویٰ رضویہ، تقریباً دس ہزار صفحات پر مشتمل بارہ جلدیں) اسلامی انسائیکلو پیڈیا ہی نہیں سائنسی علوم و افکار کا بھی بحرِ ذخار ہے، مسائل دینیہ کے ضمن میں یا مسائل کے تحقیق و تفحص میں آپ کے سیال قلم کی جوت جب پڑی ہے تو تہ نشین جواہرات کی چکاچوند سے صفحہ کا صفحہ درخشاں ہو گیا ہے اور نوادرات فکر سے جدید علوم کا بھی نصیبہ چمک اُٹھا ہے۔

آپ نے فتاویٰ رضویہ میں تیمم کے باب میں جنسِ ارضی اور آگ کا تذکرہ۔۔۔اور ایک سو اسّی ۱۸۰ر چیزوں کے نام جن پر تیمم کیا جاسکتا ہے اور پھر ایک سو تیس ۱۳۰ر چیزوں کے نام جن پر تیمم جائز نہیں، اس کی تفصیل و وضاحت کے ساتھ مدلل ذکر کیا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے، جنسِ ارضی کی تقدیر و تحدید کو چار مقام پر تقسیم فرمایا ہے، مقام اوّل تحدید جنس کے لیے مخصوص فرمایا ہے اور اس کے لیے پانچ الفاظ کا استعمال فرمایا ہے: (۱) احتراق (۲) ترمّد (۳) لین (۴) ذوبان (۵) انطباع، پھر ان الفاظِ خمسہ کے معنی اور ان کی باہمی نسبتوں کا ذکر اس انداز سے فرمایا ہے کہ ماننا پڑتا ہے کہ علم کیمیا میں بھی آپ کی مہارت بے مثال اور حذاقت باکمال ہے، ایم حسن امام مظفر پوری تحریر فرماتے ہیں:

''میرے خیال میں آگ اور آگ کا مادّے پر اثر سے متعلق جتنی باتیں آپ یہاں اس باب میں یکجا پائیں گے، اسے آپ اگر نایاب نہ کہیں تو نہ کہیں کمیاب ضرور کہیں گے، میرا اندازہ ہے کہ اسے اور اس قسم کے نسخۂ کیمیا کو بنیاد بنا کر ریسرچ کیا جائے تو موجودہ علم کیمیا فقط ماضی کی یاد بن کر رہ جائے گی، ایک انوکھی چیز جو اس باب میں دیکھنے کو ملی ہے وہ یہ کہ کان کی ہر جگہ گندھک اور پارے کے نکاح کی اولاد ہے، گندھک نر ہے اور پارہ مادہ، یہ چیز علم کیمیا کے محقق کے لیے دعوتِ فکر ہے۔''

حرکت زمین

امام احمد رضا کا یہ علمی کمال ہے کہ خالص مذہبی شخصیت ہونے کے باوجود آپ نے علم سائنس کے علم برداروں کو میدانِ سائنس میں چیلنج کیا اور دلائل کی بجلی سے ان کے مزعومات کے گھروندوں کو خس و خاشاک کی طرح اُڑا دیا، بہت سے وہ نظریے جو اسلامی نظریے کے مقابل ہوئے ان میں نظریہ حرکت زمین بھی ہے، اسلامی نظریہ یہ ہے کہ زمین ساکن ہے اور سائنسی نظریہ یہ ہے کہ زمین گردش میں ہے، امام احمد رضا کے عہد میں پروفیسر آئن اسٹائن نے ایک تجربہ کیا، جس سے اس نظریہ کا رد ہوتا تھا، لیکن انھوں نے پھر اس کی ایسی توجیہ کی جس سے یہ ثابت ہو گیا، مگر بقول سید محمد تقی ''یہ سائنس کی تاریخ کی سب سے زیادہ غیر عقلی توجیہہ تھی۔''

امام احمد رضا' آئن اسٹائن کے ہم عصر ہیں، انھوں نے آئن اسٹائن اور دیگر سائنس دانوں کے افکار و خیالات کی گرفت کی اور ایک سو پانچ ۱۰۵ر دلائل سے نظریہ حرکت زمین کو باطل قرار دیا، جدید سائنس کی تکنیکی لغزشوں اور اُصولی غلطیوں کی نشان دہی کی اور صحت مند اُصول بخشا، خود فرماتے ہیں:

''بعونہٖ تعالیٰ فقیر نے ردِ فلسفۂ جدیدہ میں ایک مبسوط کتاب ''فوزِ مبین در ردِ حرکت زمین (۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء) لکھی، جس میں ایک سو پانچ ۱۰۵ر دلائل سے حرکت زمین باطل کی، اور جاذبیت و نافریت وغیرہا مزعومات فلسفۂ جدیدہ پر روشن رد کیے، جن کے مطالعے سے ہر ذی انصاف پر بحمدہٖ تعالیٰ آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے کہ فلسفۂ جدیدہ کو اصلاً عقل سے مس نہیں۔''

ان ایک سو پانچ ۱۰۵ر دلیلوں میں نوے ۹۰ ردلیلیں امام احمد رضا کی طبع زاد ہیں، جس وقت آپ نے یہ نظریہ پیش کیا تھا اُس وقت دیکھنے والوں نے چاہے جس انداز سے دیکھا ہو، اب تو عالم یہ ہے کہ سو سے زائد آئن اسٹائن اور نیوٹن کے ناقدین پیدا ہو چکے ہیں۔

۱۹۸۲ء میں صوبہ کرناٹک کے ضلع رائچور (بقیہ ص ۳۶ر پر)

از: مفتی عبدالمالک مصباحی ٭

مسلک اعلیٰ حضرت اور ہماری ذمہ داریاں

ذرا دیکھ اس کو جو کچھ ہو رہا ہے ہونے والا ہے
دھرا کیا ہے بھلا عہد کہن کی داستانوں میں

کبھی کبھی وقت اور حالات کے بطن سے ایسی ایسی چیزیں معرض وجود میں آجاتی ہیں جن کے محاسن کی توضیح وتشریح سے دفتر کے دفتر بھر جاتے ہیں مگر پھر بھی یہی کہنا پڑتا ہے، حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے، کیونکہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' دین حنیف اور صراط مستقیم کی عصری تعبیر کا نام ہے۔

موجودہ دور میں جبکہ دین اور اسلام کے نام پر بیشمار فرقے کوچہ وبازار میں نظر آرہے ہیں، جن کے مبلغین کا حال یہ ہے کہ ان کی زبان سے قرآن وحدیث کی اس قدر تکرار کہ سننے والا حیران وشسدرره جائے، علماء اور ائمہ کی ایسی تعریف کہ بس سنتے ہی رہئے۔نماز اور روزہ کی ایسی نمائش کہ بس قربان ہونے کو جی چاہے۔شہد دکھا کر زہر پلانے کی ایسی تربیت کہ ابلیس بھی چکرا چکرا گرتا پھرے، بالخصوص ہندوستان میں دیوبندیت کی تبلیغ و اشاعت کے بعد سنی اور دیوبندی میں بظاہر کوئی امتیاز باقی نہ رہا کیونکہ وہ بھی اپنے آپ کو سنی حنفی کہتے اور لکھتے تھے ان کے انداز عبادت میں شیعوں یا غیر مقلدوں کی طرح سنیوں سے کوئی فرق وامتیاز نہ تھا اس لئے عوام اہلسنت کے لئے یہ اصطلاح رائج کی گئی تاکہ لوگ بیک نگاہ جان لیں کہ جو مجدد اسلام امام احمد رضا علیہ الرحمہ (۱۸۵۶۔۱۹۲۱ء) کی تحقیقات کو بسر وچشم قبول کرتا ہو وہ حقیقی اور اصلی سنی ہے اور جو ان سے اصولی اختلاف رکھتا ہو وہ اگرچہ خود کو سنی کہے مگر حقیقت میں وہ سنی نہیں، اسی کو آسان ترین بنا کر علمائے اسلام نے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کے نام سے ایک ایسی شاہراہ کی نشاندہی فرمادی جو بغیر کسی کمی اور زیادتی کے ''مذہب اسلام'' پر گامزن کردے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کیوں؟

رتبۂ بلند جسے مل گیا ملا
ہر شخص کے نصیب میں دار ورسن کہاں

میرے خیال میں اس کا سب سے اہم اور پہلا جواب تو یہ ہے کہ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء، اس سوال کو پیش کرنے سے پہلے تھوڑی دیر ٹھہر کر ذرا یہ غور کرلیا جائے کہ اگر کوئی کہے علم وفن اور فقہ وحدیث کے کوہ ہمالہ تو بہت سے ہیں پھر حضرت نعمان بن ثابت ہی کو امام اعظم کیوں کہا جائے؟ اگر کوئی کہے کہ عبادت وریاضت کے شہسوار تو بہت ہیں، تقویٰ و طہارت کے تاجدار تو ایک سے بڑھ کر ایک ہیں، صفحہ ہستی پر رشد وہدایت کے روشن مینار کی بھی کمی نہیں، اعلائے کلمۃ الحق کی صدائے دلنواز بلند کرنے والوں کی بھی ایک لمبی قطار ہے پھر سرکار بغداد شیخ عبدالقادر جیلانی ہی غوث اعظم کیوں؟

اس قسم کے سوالوں کے جواب میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء، ان نفوس قدسیہ نے اپنے اپنے زمانوں میں دین متین کی جو گرانمایاں خدمات انجام دی ہیں ان کے صلے میں منجانب اللہ انہیں ان القاب ومقامات علیا سے سرفراز کیا گیا ہے، اسی طرح اس فتنہ آشوب ماحول میں جبکہ باطل کے پرستار اہل حق کا لبادہ اوڑھ کر شریعت اسلامیہ کے رخ تاباں کو گرد آلود کرنے اور اتنا ہی نہیں بلکہ اپنی شاطرانہ چالوں سے اسے بیخ وبن سے اوکھاڑ پھینکنے کی سعی بیجا کررہے تھے تو امام احمد رضا علیہ الرحمہ اپنے تن من دھن کی

٭ مضمون نگار دوماہی ضیائے مدینہ آزادنگر، مانگو، جمشید پور، کے ایڈیٹر ہیں۔

بازی لگا کر عظمت اسلام کی سرفرازی کی خاطر میدان عمل میں اتر پڑے اور ہزار ہا آندھیاں چلیں، لاکھوں طوفان آئے مگر آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ آئی، ایسے ہوش ربا حالات میں مکمل پامردی اور ثبات قدمی کے ساتھ ملت بیضاء کی آبیاری و آبپاشی میں لگے رہے اور حیات مستعار کے آخری لمحات تک ہر محاذ پر سینہ سپر رہے یہاں تک کہ پروردگار عالم نے آپ کو کونین کی سرخروئی عطا فرمائی، جیسا کہ مندرجہ ذیل اقتباس سے ظاہر ہے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس ۱۹۴۶ء کے دستور میں سنی کی جو تعریف لکھی گئی تھی وہ یہ تھی:

''سنی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی کا مصداق ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین، خلفاء راشدین مسلم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء میں حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی حضرت ملک العلماء بحر العلوم فرنگی محلی، حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رامپوری، حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمہم اللہ کے مسلک پر ہو۔'' [ماہنامہ سنی آواز جولائی تا ستمبر ۱۹۹۷ء ص ۵۱]

یہ تعریف اس کانفرنس کے دستور اور رکنیت فارم میں درج تھی جس میں پانچ ہزار سے زائد علماء و مشائخ اہلسنت شریک تھے اور اس تنظیم سے لاکھوں افراد وابستہ تھے، مسلک کے حوالے سے بات تو بہت سے علماء و محققین کی کی گئی ہے لیکن اس میں شہرت صرف اور صرف امام احمد رضا کے نام کو ملی تو بھلا اس میں واویلا مچانے کی کیا بات؟ ع

یہ رتبۂ بلند جسے مل گیا ملا

مسلک اعلیٰ حضرت نشانے پر کیوں؟

آج غیروں کے ساتھ کچھ اپنے کہلانے والے بھی ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی مخالفت پر کمربستہ ہیں اور ''حلقۂ مریداں'' میں بھولے سے بھی کوئی ایسا موقع نہیں جانے دیتے جس سے لوگوں کے ذہن میں اس تعلق سے بدگمانی کے جراثیم پیدا نہ ہوں، ماضی میں تمام اکابرین اہلسنت نے اس کی تائید، توثیق اور ترویج و اشاعت کا حق ادا کیا، ہندوستان تو ہندوستان عالم عرب کے جید علماء کا حال یہ تھا کہ وہ امام اہلسنت کی ذات کو معیار حق سمجھتے تھے۔

جیسا کہ مشہور عالم عرب حضرت علامہ سید محمد علی علیہ الرحمہ، علمائے ہند کے نزدیک امام اہلسنت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: نحن نعرفہ بتصنفاتہ و تالیفاتہ حبۃ علامۃ السنہ و بغضہ علامۃ البدعۃ۔ ہم انہیں ان کی تصنیفات و تالیفات سے جانتے ہیں، ان کی محبت سنت کی علامت اور ان سے بغض بدعت کی نشانی ہے۔

[فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، ص ۱۲۶]

اکابرین و اساطین کے حاشیۂ خیال میں بھی جو باتیں نہیں تھیں آج کچھ ''دنیادار'' قسم کے مولوی نما لوگ ان باتوں کو عوام و خواص میں پھیلا رہے ہیں، آخر کیوں یہ لوگ ایسے جسارت آمیز قدم اٹھا رہے ہیں اور کیوں اپنے اسلاف سے بغاوت کرکے انہیں اپنی قبروں میں اذیت پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے ہیں؟ اس کی وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ امام احمد رضا نے قرآن و سنت کی روشنی اور اقوال سلف صالحین کے تناظر میں اپنے منصب ''مجددیت'' کا حق ادا کرتے ہوئے شریعت اسلامیہ کے روئے زیبا پر پڑنے والی گرد و غبار کی معمولی سی معمولی پرت کو بھی صاف کر دیا اور اس میں کسی کی کسی طرح کوئی رو رعایت نہ کی، شریعت کا حکم بانگ دہل عام کر دیا، مثلاً:

الف) کچھ لوگ ''کاشت مریداں'' کی افزائش و ہریالی کے لئے ''پیروں'' کو سجدہ کی وکالت کر رہے تھے اور کچھ عاقبت نا اندیش اور خوف خدا سے خالی پیرا ہے عملی جامہ پہنانے میں لگے ہوئے تھے۔ ایسے لوگوں کا تعاقب کرتے ہوئے آپ نے چالیس احادیث صحیحہ سے استدلال کرتے ہوئے ''الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ'' نامی رسالہ لکھ کر ''سجدہ تعظیمی'' کی حرمت آشکارا کیا، نفس پرست یاروں نے دیکھا امام احمد رضا نے پیر پرستوں کی آنکھیں کھول دیں، اس لئے کمربستہ ہو گئے امام احمد رضا کی مخالفت پر!

ب) کچھ لوگوں نے ''سماع'' کی عظمت کو پامال کرتے ہوئے ڈھول تاشے پر تھرکنے اور فاسق و فاجر قوال کی راگ پر جھومنے

بلکہ ناچنے کو ''سماع'' کہہ کر گانے بجانے کے رسیا لوگوں کی بھیڑ اکٹھی کرنے لگے، امام احمد رضا نے ''مزامیر والی قوالی'' کو اکابرین کے اقوال کی روشنی میں حرام بتا کر حظ نفس میں سرمست لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا تو شوکت اسلام کو پامال کرتے ہوئے حلقہ مریداں پر نظریں جمانے والے اصحاب جبہ و دستار نے سب کو چھوڑ کر امام احمد رضا ہی کو ٹارگیٹ (نشانہ) بنالیا، بس پھر کیا تھا امام احمد رضا کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگے۔

ج) اسی ''کمپنی کے لوگ'' اپنے بزرگوں کی ''زیارت گاہ'' کو ''تجارت گاہ'' میں تبدیل کرتے ہوئے عورتوں کو بھی آستانوں اور مزارات پر بلا جھجک جانے کی اجازت دینے لگے حتی کہ ''عرس مقدس'' کو ''میلا'' میں تبدیل کر بیٹھے، امام احمد رضا نے احادیث کی روشنی میں اس کی مخالفت کی اور اس سلسلے میں ایک مستقل رسالہ ''جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور (۱۳۳۹ھ)'' لکھ کر قوم کے حوالے کر دیا، بس اب کیا تھا امام احمد رضا نے عاقبت سدھارنے کی کوشش کی اور ارباب عیش و نشاط نے اسے اپنی آمدنی پر قدغن تصور کر لیا بس ڈٹ گئے میدان میں مخالفت کے لئے۔

د) کچھ ''فلڈ مارشل'' ''حضرات'' ''پیروں'' کا لبادہ اوڑھ کر ''مریدنیوں'' کے جسم و سر پر ''دست مقدس'' پھیرنے کو کمال تبلیغ اسلام سمجھتے تھے، حالانکہ یہ طریقہ روح اسلام کے سراسر منافی ہے، امام اہلسنت نے اسی بات کو شریعت کی روشنی میں اجاگر کرتے ہوئے فرمایا ''پردہ کے باب میں پیر وغیر پیر ہر اجنبی کا حکم یکساں ہے جوان عورت کو چہرہ کھول کر بھی سامنے آنا منع ہے۔''

[فتاویٰ رضویہ جلد نہم ص ۱۰۲]

یہ بات ان مجاہدین فرحت و نشاط کے دل میں چبھ گئی، اس لئے اٹھ کھڑے ہوئے اہانت و تنقیص کا علم لے کر۔

ہ) فوٹو کی حرمت: کچھ خواہ مخواہ (خانقاہوں) کے ذمہ داروں نے اپنے مریدوں کو اپنا فوٹو کھینچوا کر دینا شروع کر دیا اور اسے تبرک بنا کر رکھنے کا ذہن دینے لگے، امام اہلسنت نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا رد بلیغ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''اللہ عزوجل ابلیس کے مکر سے پناہ دے، دنیا میں بت پرستی کی ابتداء یونہی ہوئی کہ صالحین کی محبت میں ان کی تصویریں بنا کر رکھیں۔''

[عطایا القدیر فی حکم التصویر ص ۲]

اس تعلق سے آپ نے باقاعدہ ایک رسالہ ''عطایا القدیر فی حکم التصویر (۱۳۳۱ھ)'' تحریر فرما کر اس ابلیسی فکر کی تردید فرمائی، بس کیا تھا تازیانہ حق کی ضرب برداشت نہ کر سکے اور اتر پڑے مخالفت کا پٹارہ لے کر۔

اس طرح ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی مخالفت و معاندت کی وجوہات کی ایک لمبی فہرست ہے، بطور نمونہ یہاں چند پیش کی گئی ہیں، ان مثالوں سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا سے مخالفت یا ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی معاندانہ تشہیر صرف اور صرف عیش و عشرت اور حصول زر میں مداخلت کی وجہ سے ہے، امام احمد رضا نے اصحاب جبہ و دستار کو دنیا کے گڑھے سے نکال کر جنت کی دائمی اور بہجت آمیز وادی میں پہنچانے کی سعی بلیغ کی تو یہ باتیں انہیں اپنے مفاد کے خلاف نظر آئیں، اس لئے گھریلو اور نجی محفلوں سے لے کر اسٹیجوں تک اور زبان سے لے کر قلم تک کے ذریعے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا بہانہ بنا کر افکار و تعلیمات امام احمد رضا کو نشانہ بنانے لگے، فیا للعجب!

کسی زمانے میں مسعود ملت ڈاکٹر مسعود احمد علیہ الرحمہ نے زیر نظر تبصرہ غیروں کے مکائد کا تجزیہ کرتے ہوئے سپرد قرطاس کیا تھا، مگر ہائے افسوس اب کچھ اپنے کہلانے والے بھی اسی روش پر چل پڑے ہیں، انہوں نے لکھا ہے ''امام احمد رضا سے مخالفت کی سب سے بڑی وجہ مسلک سلف صالحین پر ان کی بے پناہ استقامت اور اس کی اشاعت کے لئے ان کی سرگرمی اور اس مسلک کے مخالفین پر ان سخت تنقیدات معلوم ہوتی ہے۔''

[تقدیم بر امام احمد رضا اور رد بدعات و منکرات ص ۴۲]

تاریخی شواہد کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ حالات کچھ آج ہی کے پیدا شدہ نہیں بلکہ خود امام اہلسنت کے زمانے ہی میں ایسے عناصر سر ابھارنے لگے تھے، جب ہی تو

آپ کو کہنا پڑا۔ ؎

ایک طرف حاسدیں ایک طرف اعدائے دیں
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

آج جبکہ علمی گہرائی کمیاب، خشیت الٰہی مفقود اور نفس پرستی بڑھتی جارہی ہے، ایسے ماحول میں محبین اسلام اور ناشرین ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی ذمہ داری پہلے سے کہیں بہت بڑھ جاتی ہے جسے شدت سے محسوس کرنے اور مضبوط لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہے۔ ؎

احساس بڑھا دیتا ہے ہر درد کی شدت
محسوس کروگے تو کسک اور بڑھے گی

موجودہ حالات کے تناظر میں ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی عصری معنویت کو اجاگر، افکار امام احمد رضا کی خوب خوب تشہیر، سنجیدہ لب ولہجہ اور علمی انداز میں مخالفین کی تردید، سائنٹیفک انداز میں لوگوں کی ذہن سازی اور عوام کو شخصیت پرستی سے زیادہ حقیقت پسندی کا خوگر بنانے کی ضرورت ہے، ہندوستان جیسے وسیع وعریض ملک میں دو پانچ ادارے اس کے لئے کافی نہیں ہر شہر اور قصبہ میں باصلاحیت اور متحرک افراد پر مشتمل ٹیم کے مشترکہ جدو جہد، عصری اسباب و وسائل اور آلات سے مسلح ہو کر مختلف انداز اور زبان میں کام کرنے، وقت وحالات کے مدنظر کشادہ ظرفی اور دور اندیشی سے اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے اور مسلک اعلیٰ حضرت کو عصر حاضر کی ضرورت اور ہر سنی مسلمان خواہ وہ کسی شعبۂ حیات سے تعلق رکھے اسے اس کی نشر واشاعت میں حصہ لینے کی اہمیت سمجھانے کی ضرورت ہے۔ ؎

یہ ہے دامن یہ گریباں آؤ کوئی کام کریں
موسم کا منہ تکتے رہنا کام نہیں دیوانوں کا

■■■

ص ۴۶ر کا بقیہ

بہت سے پیر مریدہ عورتوں سے پردہ نہیں کرتے، اس سلسلے میں امام احمد رضا قدس سرہ سے سوال ہوا تو جواب دیا: بیشک ہر غیر محرم سے پردہ فرض ہے، جس کا اللہ ورسول نے حکم دیا ہے جلّ جلالہٗ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

بیشک پیر مریدہ کا محرم نہیں ہو جاتا نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے بڑھ کر امت کا پیر کون ہوگا؟ اگر پیر ہونے سے آدمی محرم ہو جاتا تو چاہیے تھا کہ نبی سے اس کی امت سے کسی عورت کا نکاح نہ ہوسکتا۔ [مسائل سماع، مطبوعہ لاہور، ص ۴۴]

''ذی علم مسلمان اگر بہ نیت رد نصاریٰ انگریزی پڑھے اجر پائے گا اور دنیا کے لیے صرف زبان سیکھنے یا حساب اقلیدس جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو کر اپنے دین وعلم سے غافل نہ ہو جائے ورنہ جو چیز اپنا دین وعلم بقدر فرض سیکھنے میں مانع آئے حرام ہے، اسی طرح وہ کتابیں جن میں نصاریٰ کے عقائد باطلہ مثل انکار وجود آسمان وغیرہ درج ہیں اُن کا پڑھنا بھی روا نہیں۔'' [فتاویٰ رضویہ جلد دہم اول، ص ۹۹، مطبوعہ بیسل پور]

یہاں ہم نے بعض نکات کتب رضا سے اور بعض نکات مولانا عبدالمبین نعمانی کی کتاب ''امام احمد رضا اور ان کی تعلیمات'' سے درج کیے، اصلاحی افکارِ رضا پر اگر مواد یک جا کیا جائے تو کئی جلدیں تیار ہو جائیں، راقم نے صرف اک جھلک دکھا دی، مزید معلومات کے لیے مولانا یٰسین اختر مصباحی کی کتاب ''امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات'' اور مولانا عبدالمبین نعمانی کی کتاب ''ارشادات اعلیٰ حضرت'' کا مطالعہ کریں اسی طرح پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی کتاب ''خوب وناخوب'' کا مطالعہ بھی مفید ہو گا، موجودہ حالات میں ضروری ہے کہ مغربی تہذیب اور شرکیہ تمدن کے زیر اثر معاشرے میں پروان چڑھنے والے معمولات پر روک لگائی جائے، جس کے لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار کی اشاعت اور ان کا مطالعہ قوم کی اصلاح اور فروغ سنت کے لیے ضروری ہے۔ ■■■

ص ۱۰ر کا بقیہ

ہر طرف کفر کی آندھیاں ہیں چلیں
دین و ایماں بچانے بریلی چلیں
عشق میں کہہ رہا ہے یہ عرفانؔ کہ
فیض سرکار پانے بریلی چلیں

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

امام اہل سنت کے اصلاحی افکار کے چند درخشاں پہلو

اسلام ایسا سادہ وآسان دین ہے جس کے ہر گوشے کی تائید پر فطرت تائید کرتی ہے، دنیا میں اختلافات فطرت سے انحراف کے سبب ہی پیدا ہوتے ہیں، ایسا ہی معاملہ معاشرتی و سماجی زندگی کا ہے، اسلام نے جہاں عقیدے کی تربیت کی وہیں سماجی و معاشرتی زندگی کو بھی ملحوظ رکھا، اس کے ہر اصول میں توازن ہے، خوشی ہو یا غم، سانحہ ہو یا حادثہ، اہم دنوں کی یاد ہو یا مسرتوں کا اظہار سب کے لیے اصول موجود ہیں، ان اصولوں سے انحراف جب بھی عام ہوا اللہ تعالیٰ نے دین کی صیانت وحفاظت کے لیے امت نبوی سے کسی صالح فرد کو بھیجا، جسے آفاقی فکر دی اور جب بھی گناہ وغلط روی عام ہوئے ایک مرد صالح نے اصلاح کو فریضہ انجام دے کر دین مصطفوی کو بچایا۔

۱۹ رویں صدی کا آخر اور ۲۰ رویں صدی کا آغاز ایسا ہی تھا، ایک طرف توعقیدے پر حملہ دوسری طرف معاشرتی رسومات و بدعات کا رواج، اس میں ایک طرف انگریز کی سازش تھی تو دوسری طرف مشرکین کی چال بازی، ایسے میں امام احمد رضا محدث بریلوی (۱۸۵۶ء/۱۹۲۱ء) کی ذات سامنے آئی، آپ نے احیاے سنت کا فریضہ انجام دیا، معاشرتی بدعات کا خاتمہ کیا، حق سے جدا راہ اپنانے والوں کو تنبیہ کی، جاہل صوفیا کو اسلامی تصوف سے آشنا کیا، شریعت سے جدا راہ تراشنے والوں کی خبر لی اور درس دیا کہ جو شریعت کی راہ چھوڑ دے وہ اللہ والا نہیں ہو سکتا، آپ نے جو حق تھا، جو رسول کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درس تھا بلا خوف لومۃ لائم کہہ سنایا، کسی کی ناراضی کی پروا نہیں کی، پروا کی تو صرف اسلام وشریعت اور طریق سنت کی۔ ہم امام احمد رضا کے چند افکار بلا تبصرہ پیش کرتے ہیں:

بے ثبوت کافر کہنا سخت گناہ

بعض لوگ معمولی معمولی بات پر کفر وشرک کا حکم لگا دیتے ہیں، ایسوں کے بارے میں فرماتے ہیں، بجز ثبوت وجہِ کفر کے مسلمانوں کو کافر کہنا سخت گناہِ عظیم ہے بلکہ حدیث میں فرمایا کہ وہ اسی کہنے والے پر پلٹ آتا ہے۔ [احکام شریعت حصہ سوم]

سجدۂ تعظیمی کی حرمت

مسلمان! اے مسلمان! اے شریعت مصطفوی کے تابع فرمان! جان اور یقین جان کہ سجدہ حضرت عزت عَزَّ جَلَالُہٗ کے سوا کسی کے لیے نہیں، اس کے غیر کو سجدہ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرکِ مہین وکفرِ مبین اور سجدۂ تحیت حرام وگناہ کبیرہ بالیقین، اس کے کفر ہونے میں اختلاف علمائے دین، ایک جماعت فقہا سے تکفیر (کافر کہنا) منقول اور عند التحقیق کفر صوری (یعنی صورتاً کفر) پر محمول۔

صحابہ کرام نے حضور کو سجدۂ تحیت کی اجازت چاہی اس پر ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں کفر کا حکم دیں، معلوم ہوا کہ سجدۂ تحیت ایسی قبیح چیز ہے جسے کفر سے تعبیر فرمایا، جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے سجدۂ تحیت کا یہ حکم ہے پھر اوروں کا کیا ذکر۔

[الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیۃ، ص ۵—۱۰ سمنانی میرٹھ]

محرم کے غیر شرعی رسوم

تعزیہ کی اصل تو بس اتنی تھی کہ روضۂ امام عالی مقام سید الشہدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقشہ بنا کر بطور یادگار گھروں میں رکھا جاتا جیسے کہ خانۂ کعبہ وروضہ سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقشے: جیسے یہ جائز وہ بھی جائز، لیکن اب روضۂ امام کے نقشے کے ساتھ طرح طرح کی خرافات نے اس کو ممنوع وناجائز بنا دیا،

*مضمون نگار نوری مشن مالیگاؤں کے رکن ہیں۔

مثلاً، اس نقشہ روضہ امام کو قبر امام عالی مقام سمجھنا، اس سے مرادیں مانگنا، اس کے سامنے جھکنا، اس کا طواف کرنا، باجے تاشے سے اس کا جلوس نکالنا، ہر سال اسے مصنوعی کربلا لے جاکر مال ضائع کرنا، نوحہ خوانی و سینہ کوبی اور پھر اب نقشے بھی ایسے بنائے جاتے ہیں جو روضہ امام عالی مقام سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے نئی نئی تراش اور من گھڑت شکلیں بنالی گئی ہیں اور ان کو روضۂ امام سے تشبیہ دی جاتی ہے، اس قسم کی تعزیہ داری ظاہر ہے کہ ناجائز ہے کوئی بھی عقل وہوش والا اس کے جواز کا قائل نہیں، اس لیے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے بھی اس کو ناجائز کہا اور اس کے خلاف فتویٰ دیا، ملاحظہ ہو رسائل اعلیٰ حضرت، بدر الانوار، رسالہ تعزیہ داری، اور فتاویٰ رضویہ جلد دہم اور الملفوظ شریف جلد دوم، ص ۸۷، عرفان شریعت، ص ۱۶، وغیرہ۔

قوالی مع مزامیر

ڈھول سارنگی کے ساتھ قوالی کا حکم پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا:

ایسی قوالی حرام ہے حاضرین سب گنہ گار ہیں، اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے، اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف (کمی) ہو الخ۔

[احکام شریعت اول، ص ۲۹]

عورتوں کا مزارات پر جانا

عورتوں کے مزارات اولیا اور عام قبروں پر جانے کے بارے میں سوالات کے جواب ارقام فرمایا:

”عورتوں کے مزارات اولیا، مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔“ [احکام شریعت دوم، ص ۱۸]

اَصح (زیادہ صحیح) یہ ہے کہ عورتوں کو قبروں پر جانے کی اجازت نہیں... [فتاویٰ رضویہ، ج ۴، ص ۱۶۵]

”غنیہ“ میں ہے یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزارات پر جانا، جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے، اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے، جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے، اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں، سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں، وہاں کی حاضری البتہ سنت جلیلہ عظیمہ قریب بواجبات ہے۔ الخ [الملفوظ دوم، ص ۱۰۶]

درود میں اختصار

متعدد فتاوے میں درود شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وغیرہ صیغوں کی جگہ ؐ صلعم۔ ع وغیرہ لکھنے کو ناجائز و بدعت فرمایا۔ ایک سائل نے سوال میں ایسا اختصار لکھا تو اس کو تنبیہ فرمائی کہ: سائل کو جواب مسئلہ سے زیادہ نافع یہ بات ہے کہ: درود شریف کی جگہ جو عوام و جُہال صلعم، یا ع یا م یا ص یا صللم لکھا کرتے ہیں محض مہمل و جہالت ہے، اَلْقَلَمُ اِحدی اللسانین (قلم بھی ایک زبان ہے) جیسے زبان سے درود شریف کے عوض مہمل کلمات کہنا درود کو ادا نہ کرے گا یوں ہی ان مہملات کا لکھنا درود لکھنے کا کام نہ دے گا ایسی کوتاہ قلمی سخت محرومی ہے۔

[فتاویٰ رضویہ، ۴/ ۵۴]

فرضی قبروں کا حکم

فرضی اور مصنوعی قبر کے بارے میں سوال کے جواب میں فرمایا: قبر بلامقبور کی زیارت کی طرف بلانا اور اس کے لیے وہ افعال (چادریں چڑھانا وغیرہ) کرانا گناہ ہے۔ [فتاویٰ رضویہ، ۴/ ۱۱۵]

قبر کا طواف اور بوسہ

بلاشبہہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے، اور بوسہ قبر میں علما کو اختلاف ہے، احوط (زبان احتیاط) منع ہے۔

[احکام شریعت، ۳/ ۳ و فتاویٰ رضویہ، ۴/ ۸]

دعوت میت

مردہ کا کھانا صرف فقرا کے لیے ہے، عام دعوت کے طور پر جو کرتے ہیں یہ منع ہے، غنی (مالدار) نہ کھائے۔

[احکام شریعت دوم، ص ۱۶]

پیر سے پردہ (بقیہ ص ۴۴ پر)

از: مفتی راحت خاں قادری*

امام احمد رضا اور بنگلہ دیش

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کی دینی و مذہبی اور علمی و تحقیقی خدمات عرب و عجم، پاک و ہند، چین و سندھ، نیپال و بنگلہ، ایشیا و یورپ، افریقہ و امریکہ وغیرہ بلکہ پورے عالم کے ساتھ وابستہ ہیں، آپ نے دین اسلام کی نشر و اشاعت کی خدمات جلیلہ صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لیے انجام دیں اور دوسروں کو بھی اسی کی تربیت فرمائی اور ایک موقع پر آپ نے اپنے دستخط خاص سے اشاعت دین متین کے لیے اپنے موقف و مسلک کی وضاحت فرماتے ہوئے درج ذیل بیان جاری فرمایا:

''یہاں بحمد اللہ! نہ کبھی خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا، نہ احباب علمائے شریعت یا برادران طریقت کو ایسی ہدایت کی گئی، بلکہ تاکید اور سخت تاکید کی جاتی ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعت دین اور حمایت سنت میں جلب منفعت مالی کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصۃً لوجہ اللہ ہو۔ [ماہ نامہ الرضا، بریلی شریف، شمارہ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ]

لیکن چوں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے زمانے میں برصغیر پاکستان (مغربی) اور بنگلہ دیش (سابق مشرقی پاکستان) بھی ہندوستان کا حصہ تھے اور ہندوستان ہی میں شامل تھے اور پورے برصغیر سے آپ کے پاس کثرت سے استفتا آتے تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ اس متعلق خود تحریر فرماتے ہیں:

''فقیر کے یہاں علاوہ ردِّ وہابیہ خذلھم اللہ تعالیٰ دیگر مشاغل کثیرہ دینیہ کے کار فتوی اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ شہر و دیگر بلاد و امصار، جملہ اقطار ہندوستان و بنگال و پنجاب و ملیبار و برہما و ارکان چین و غزنی و امریکہ و افریقہ حتی کہ سرکار حرمین شریفین محترمین سے استفتا آتے ہیں اور ایک وقت میں پانچ پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں اس میں اگر جواب میں تاخیر ہو یا بعض استفتا تحریر جواب سے رہ جائیں تو کیا شکایت ہے {لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا} [فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۹، ص ۴۹۹]

اعلیٰ حضرت کا علمی شہرہ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کے علمی فضل و کمال کا سورج افق عالم پر روشن تھا جس کے چرچے اپنے تو اپنے غیروں کی مجالس میں بھی ہوا کرتے تھے جس کا اندازہ اس اقتباس سے بہ خوبی لگایا جا سکتا ہے ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین قادری رضوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''الغرض اعلیٰ حضرت کا ایک زمانہ تدریس و تعلیم کا بہت زور، شور گزرا ہے جس میں دور دور سے طلبہ دوسرے مدرسوں کو چھوڑ کر یہاں حاضر ہوتے اور اس چشمۂ علم و فقہ سے فیض یاب ہوتے، چنانچہ اسی زمانے کا ایک واقعہ جناب مولوی محمد شاہ خاں عرف ننھن خاں صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایک دن ۳/ طالب علم نئے آئے اور اعلیٰ حضرت سے پڑھنے کا ارادہ ظاہر کیا، میں نے دریافت کیا کہ کہاں سے آپ لوگ آئے ہیں، اس سے پہلے کہاں پڑھتے تھے؟ وہ لوگ بولے ''دیوبند'' میں پڑھتے تھے، وہاں سے ''گنگوہ'' گیے، اس کے بعد یہاں آئے ہیں، میں نے کہا یوں تو طلبہ کو ''ثمہ خیرا'' کا مرض ہوتا ہے، یعنی وہاں بہتر پڑھائی ہے، اسی لیے ایک جگہ جم کر بہت کم لوگ پڑھتے ہیں بلکہ دو چار جگہ جا کر ضرور دیکھا کرتے ہیں مگر یہ عموماً ایسی جگہ ہوتا ہے، جہاں کی تعریف انسان سنتا ہے لیکن میرے خیال میں یہ بات نہیں آتی کہ آپ لوگوں نے ''دیوبند'' یا ''گنگوہ'' میں بریلی کی

* مضمون نگار دار العلوم فیضان تاج الشریعہ بریلی شریف کے بانی و ناظم ہیں۔

تعریف سنی ہوا اور اس وجہ سے یہاں کے مشتاق ہو کر تشریف لائے ہوں، بولے یہ آپ ٹھیک کہتے ہیں اختلاف مذہب، اختلاف خیال کی وجہ سے اکثر تو بریلی کی برائی ہی ہوا کرتی تھی مگر ٹیپ کا بند یہ ضرور ہوتا کہ مولانا احمد رضا خاں قلم کا بادشاہ ہے جس مسئلہ پر قلم اٹھا دیا پھر کسی کی مجال نہیں کہ ان کے خلاف کچھ لکھ سکے، یہی ''دیوبند'' میں سنا اور یہی ''گنگوہ'' میں بھی، تو ہم لوگوں کے دلوں میں شوق و ذوق ہوا کہ وہیں چل کر علم حاصل کرنا چاہیے جن کے مخالفین فضل و کمال کی گواہی دیتے ہیں۔'' [یات اعلی حضرت، ج۱، ص ۲۹۸]

اسی میں ہے:

''ہزاروں طلبہ دیوبند و گنگوہ و سہارنپور کو چھوڑ کر بریلی پہنچے، الغرض ۱۲۸۶ھ سے ۱۳۳۹ھ تک چون سال کے عرصہ میں کتنے سو نہیں کتنے ہزار طلبہ آپ کے علوم کی روشنی سے فیض یاب ہوئے کوئی نہیں کہہ سکتا، اس لیے کہ ان کا کوئی رجسٹر تو تھا نہیں جس میں سب کا نام داخلہ کے وقت لکھ لیا جاتا ہو اور اگر تصنیفات کے ذریعہ آپ کے علوم و فیوض سے مستفیضین کی تعداد معلوم کرنے کی کوشش کی جائے تو یہ قریب قریب ناممکن ہے کہ ان کا شمار ہزار ہا ہزار سے بالا ہو کر کہاں تک پہنچا ہے''۔

[حیات اعلی حضرت، ج۱، ص ۱۱۹]

آپ کے قائم کردہ ادارہ جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف کی بنیاد خلوص کی مضبوط اینٹوں پر رکھی گئی تھی، ماہر رضویات پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد مجددی تحریر فرماتے ہیں:

''وہ دار العلوم منظر اسلام کے بانی تھے، انہوں نے یہ دار العلوم اس وقت قائم کیا، جب دشمن اسلام حاکموں نے مسلمانوں کے لیے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا، یہ مدرسہ بعض حیثیات سے نہایت ممتاز تھا۔

پہلی بات تو یہ کہ اس میں ایسا فاضل جلیل درس دیتا تھا جس کی نظیر عالم اسلام میں نہ تھی، دوسری بات یہ کہ یہاں کے طلبہ جو پاک و ہند کے گوشے گوشے اور بیرون ملک سے آتے تھے، دوسرے مدارس کے طلبہ کی طرح صرف زکاۃ خیرات پر نہیں پلتے تھے، امام احمد رضا اپنی جیب خاص سے ان کے لیے انتظام کرتے تھے، ایک مثالی دینی مدرسے کے بانی کے لیے ضروری ہے کہ اس میں اخلاص ہو، وہ فکر صحیح کا مالک ہو۔

جب ہم امام احمد رضا کی حیات و تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم کو ان کے یہاں یہ ساری خوبیاں نظر آتی ہیں اور دل گواہی دیتا ہے کہ کسی بھی مثالی دینی ادارے کا بانی ہو تو ایسا ہو۔''

[امام احمد رضا اور دار العلوم منظر اسلام، ص ۶]

بنگالی طلبہ کے لیے مچھلی بھات

ہندوستان، پاکستان، برما و اراکان کے طلبہ کے ساتھ ساتھ بنگلہ دیش کے بھی کثیر تعداد میں طلبہ منظر اسلام میں تعلیم حاصل کرتے تھے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۲۵ھ کو نبیرۂ اکبر امام احمد رضا و صاحبزادۂ اکبر حضرت حجۃ الاسلام مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں (رحمہم اللہ) کی ولادت ہوئی، جشن مسرت میں اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ بھی شریک تھے اور منظر اسلام کے تمام طلبہ کے لیے ان کی خواہش و فرمائش کے اعتبار سے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا، ملک العلما حضرت علامہ ظفر الدین قادری رضوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب کے برابر لڑکیاں ہی پیدا ہوتیں، اس لیے سب لوگوں کی دلی تمنا تھی کہ کوئی لڑکا پیدا ہوتا تا کہ اس کے ذریعہ اعلی حضرت کے حسب و نسب، فضل و کمال کا سلسلہ جاری رہتا، خداوند عالم کی شان ۱۳۲۵ھ میں مولوی ابراہیم رضا خاں صاحب قبلہ کی ولات ہوئی، نہ صرف والدین اور اعلی حضرت بلکہ جملہ متوسلین کو از حد خوشی ہوئی، اس خوشی میں من جملہ اور باتوں کے اعلی حضرت نے جملہ طلبائے مدرسہ اہل سنت و جماعت منظر اسلام کی ان کی خواہش کے مطابق دعوت فرمائی۔

بنگالی طلبہ سے فرمایا آپ لوگ کیا کھانا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا ''مچھلی بھات'' چنانچہ ''روہو'' مچھلی بہت وافر طریقے پر منگائی گئی اور ان لوگوں کی حسب خواہش دعوت ہوئی، بہاری طلبہ سے فرمایا: آپ لوگوں کی کیا خواہش ہے؟ ہم لوگوں نے کہا

’’بریانی، زردہ، فیرنی، کباب، میٹھا ٹکڑا وغیرہ‘‘ بہاریوں کے لیے پرتکلف کھانا تیار کرایا گیا، پنجابی اور ولایتی طلبہ کی خواہش ہوئی ’’دنبے کا خوب چربی دار گوشت اور تنور کی پکی گرم گرم روٹیاں‘‘ ان لوگوں کے لیے وافر طور پر اسی کا انتظام ہوا، اس وقت خاص عزیزوں، مریدوں کے لیے جوڑا بھی تیار کیا گیا تھا، نہایت ہی مسرت کے ساتھ لکھتا ہوں کہ میں بھی انہیں خاص لوگوں سے ہوں جن کے لیے جوڑا بھی تیار کرایا گیا تھا۔‘‘ [حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱: ص ۱۱۰]

مذکورہ سطور سے ظاہر ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ کے یہاں بہت سے بنگالی طلبہ بھی زیر تعلیم تھے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہاں کے اہل علم اور علما سے آپ کے اچھے تعلقات تھے مزید اس کا اندازہ آپ کے مجموعۂ فتاویٰ ’’العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة‘‘ معروف بہ ’’فتاویٰ رضویہ‘‘ سے لگایا جا سکتا ہے، وہ باتیں جو فتاویٰ رضویہ اور دیگر کتب کے مطالعہ کے بعد سمجھ میں آئیں وہ یہ ہیں:

بنگلہ دیش کے عوام و خواص اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے علم و فضل کے معترف تھے، بنگلہ دیش کے عوام و خواص بلکہ اخص الخواص یعنی علما و مشائخ بھی اپنے دینی و شرعی اور علمی و تحقیقی مسائل میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کی جانب رجوع فرمایا کرتے تھے، بنگلہ دیش کے اندر رائج بہت سی بدعت و خرافات کا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے رد بلیغ فرمایا، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ کے مریدین و خلفا اور تلامذہ نے بنگلہ دیش میں اشاعت دین کے لیے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔

امام اہل سنت کے بنگلہ دیشی مستفتین

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ سے بنگلہ دیش کے مختلف علاقوں سے فتاویٰ حاصل کرنے والے علما و مشائخ اور عوام و طلبہ کی ایک طویل فہرست ہے تقریب کے لیے اس اجمال کی کچھ تفصیل اس اعتبار سے پیش کی جاتی ہے کہ کس شہر سے کتنے مستفتین نے سوالات ارسال کیے:

ڈھاکہ سے ۱۲/ چاٹگام سے ۲۰/ سلہٹ سے ۲۰/ میمن سنگھ سے ۱۶/ نواکھالی سے ۲۰/ پابنہ، سراج گنج سے ۸/ کمرلہ سے ۱۲/ جسر، نصیر آباد سے ۷/ فرید پور سے ۸/ رنگ پور سے ۸/ برسیاں سے ۴/ دیگر مختلف مقامات سے ۱۰/ اور مختلف جگہوں پر قیام پذیر ۲۹/ مستفتین نے آپ سے استفتا کر کے ذریعہ استفادہ کیا، اس تعداد میں بہت سے ان مستفتین کو شامل نہیں کیا گیا، جنہوں نے کسی دوسرے شہر سے حصول تعلیم کے دوران استفتا کیا ہے، اگر ان تمام کو شامل کر لیا جائے تو مستفتین کی یہ تعداد دو سو سے تجاوز کر جائے گی۔

امام اہل سنت سے استفتا کرنے والے علما و مشائخ

فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں ان علما و مشائخ اور اہل علم میں سے کچھ کے نام تحریر کیے جاتے ہیں جنہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ سے استفتا کر کے فتاویٰ حاصل کیے:

(۱) مولانا سید محمد حبیب الرحمن سلہٹی آپ نے مدرسہ امدادیہ مرادآباد سے جماعت ثانیہ کے متعلق استفتا ارسال کیا تھا، جس کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے ایک رسالہ ’’القطوف الدانية لمن أحسن الجماعة الثانية‘‘ (۱۳۱۳) (جماعت ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لیے جھکے ہوئے گوشے) تحریر فرمایا۔

(۲) غلام محی الدین عرف محمد سلطان الدین حنفی قادری برکاتی سلہٹی آپ کے ہی جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ ایک رسالہ ’’دفع زاغ زیغ (کوے کی کجی کو دور کرنا) ملقب بہ لقب تاریخی ’’رامی زاغیان‘‘ (۱۳۲۰ھ) تحریر فرمایا۔

(۳) مولانا وحید اللہ صاحب، مدرسہ عالیہ اسلامیہ، کالاپل، فقیرہاٹ، پوسٹ کانت، چاٹگام، جنھیں شیر بنگلہ حضرت علامہ سید عزیز الحق قادری قدس سرہ نے تاج العلما، بدر الفضلا، عمدة المحققین، مبلغ اسلام، مناظر اہل سنت جیسے آداب و القابات کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔

حضرت مولانا وحید اللہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے وقت کے جید عالم دین تھے اور مدرسہ عالیہ اسلامیہ، کالاپل، فقیر

ہاٹ، پوسٹ کانت، چاٹگام میں تدریسی خدمات انجام دیتے تھے حضرت مولانا محمد اسمٰعیل نعمانی صدر المدرسین الامین الباریہ کامل ماڈل مدرسہ چاٹگام نے بتایا کہ ان کے والد گرامی بھی بہت بڑے عالم دین تھے ان کا نام حضرت مولانا صوفی سید احسن اللہ صاحب قدس سرہ ہے اب ''سیکل بہا'' میں ہی ایک مدرسہ قائم کیا گیا ہے جس کا نام کالارفول وحیدیہ فاضل مدرسہ ہے وہیں پر آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہ عوام وخواص ہے۔

(۴) مولوی عبدالحمید صاحب شنوپوری، ڈاک خانہ بیگم گنج، ضلع نواکھالی (آپ ہی کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ ایک رسالہ ''اکد التحقیق بباب التعلیق'' (۱۳۲۲ھ) (باب تعلیق کے متعلق تحقیق انیق) تحریر فرمایا۔

(۵) مولوی ممتاز الدین صاحب، موضع شاکوچیل، ڈاک خانہ جگیش پور، ضلع سلہٹ اذان ثانی کے متعلق آپ کے ارسال کردہ استفتا جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ ایک رسالہ ''أوفی اللمعة فی أذان یوم الجمعة'' (۱۳۲۰) (اذان جمعہ کے بارے میں کامل رہنمائی) تحریر فرمایا۔

(۶) مولوی عباس علی عرف مولوی عبدالسلام صاحب، مقام ہتیا، ضلع نواکھالی (آپ کے ہی جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ ایک رسالہ ''التحریر الجید فی حق المسجد'' (۱۳۱۵) (مسجد کے حق میں عمدہ تحریر) تحریر فرمایا۔

(۷) مولوی امید علی صاحب، موضع چرقاضی پور، ضلع پابنہ (آپ کے استفتا کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ نے ایک رسالہ ''خیر الآمال فی حکم الکسب و السوال'' (۱۳۱۸) (کمانے اور مانگنے کے حکم میں بہترین امیدیں) تحریر فرمایا۔

(۸) جناب مولوی عبد اللطیف ہزاری صاحب، ککینہ، ضلع رنگ پور (آپ ہی کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہٗ نے ایک رسالہ ''رسالہ مسائل سماع'' (۱۳۲۰) (قوالی کے مسئلے) تحریر فرمایا۔

(۹) حضرت مولانا سفیر الرحمن ہاشمی قدس محدث ''دار العلوم عالیہ مدرسہ چندن پورہ'' اپنے وقت کے جید عالم وفقیہ اور علم حدیث میں ماہر تھے بنگلہ دیش کے مشہور شہر ضلع چاٹگام کی سب سے قدیم درس گاہ ''دار العلوم عالیہ مدرسہ چندن پورہ'' میں محدث کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے تھے، علاقے میں محدث وصوفی بزرگ کے نام سے مشہور تھے، چاٹگام کی قدیم ترین ''اندر قلعہ شاہی جامع مسجد'' کے خطیب وامام بھی تھے اور اس مسجد کی تعمیر وترقی میں وہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے کہ آج ان کو اس مسجد کا بانی ثانی بھی کہا جاتا ہے، یہ آپ کا طرۂ امتیاز تھا کہ آپ اپنے زمان کے ایک ماہر طبیب وحکیم تھے آپ نے ''ہاشمی دواخانہ'' نام سے ایک مطب قائم کیا اسی کی آمدنی سے اپنی گزر بسر فرماتے تھے، دین خدمت کو خلوص وللّٰہیت کے ساتھ بلا معاوضہ سرانجام دیا کرتے تھے، ان کا قائم کردہ مطب ''ہاشمی دواخانہ'' آج بھی ''اندر قلعہ شاہی مسجد'' سے متصل موجود ہے، ان کے خاندان میں آج بھی علم وادب کی چمک باقی ہے، ان کا مزار پر انوار ''سلیم پور''، ضلع چاٹگام میں آج بھی زیارت گاہ عوام وخواص ہے آپ کو صاحب تصرف اولیائے کرام اور خدمت دین کرنے والے مخلص علمائے کرام میں شمار کیا جاتا ہے۔ [راوی حضرت مولانا نظام الدین رضوی، ناظم الامین الباریہ کامل مدرس درس نظامی]

تاج العلما، بدر الفضلا، عمدۃ المحققین، مبلغ اسلام، مناظر اہل سنت شیر بنگلہ حضرت علامہ سید عزیز الحق قادری قدس سرہ نے آپ کو درمدح صدر العلما، بدر الفضلا، فخر الحکما، پیشوائے سالکاں، مرشد اہل زماں، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، استاذ العلما، یادگار اہل صفا، شیخ الاسلام، حضرۃ الحاج علامہ صوفی محدث سید سفیر الرحمن نقشبندی والقادری جامع صفات ظاہری وباطنی مظہر فیوضات ربانی مخزن کمالات صوری الچاٹگامی سلیم پوری علیہ رحمۃ ربہ الباری جیسے آداب والقابات کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔

(۱۰) مولوی عبد الجلیل صاحب، موضع ادھونگر، شہر اسلام آباد چاٹگام

(۱۱) جناب مولوی قدرت اللہ صاحب، موضع نیا گاؤں، چاٹگام

(۱۲) مولوی اسمٰعیل صاحب'' موضع پھمرا، تھانہ راؤجان، ضلع چاٹگام

(۱۳) مولوی خواجہ شمس الدین محمد فریدی، موضع بیرا، ڈاک خانہ سٹرا گنج، ضلع ڈھاکہ

(۱۴) حافظ مخلص الرحمن، مدرسہ حافظ پور، ڈاک خانہ نہروی، ضلع ڈھاکہ

(۱۵) مولوی سید عبدالروف صاحب، ڈھاکہ

(۱۶) مولوی مہدی صاحب موضع پھمرا، تھانہ راؤجان، ضلع چاٹگام

(۱۷) مولوی محمد اکرم صاحب، موضع قاسم نگر، ضلع سلہٹ

(۱۸) حافظ عبدالحمید صاحب، گھوڑمرا، ڈاک خانہ آدم پور، ضلع سلہٹ

(۱۹) مولانا انوارالدین صاحب، موضع شوبید پور، ضلع سلہٹ

(۲۰) مولوی عبدالحکیم صاحب، موضع نارائن پور، ڈاک خانہ ایٹ کہولا، ضلع سلہٹ

(۲۱) مولوی عبدالغنی صاحب، موضع پھول ٹولی، ڈاک خانہ کمال گنج، ضلع سلہٹ

(۲۲) مولوی عبدالحکیم صاحب، موضع نارائن پور، ڈاک خانہ ایٹ کہولا، ضلع سلہٹ

(۲۳) محمد عبدالحافظ صاحب، مدرس اول مدرسہ اسلامیہ، تاراکاندی، پوسٹ پاکندیہ، ضلع میمن سنگھ

(۲۴) جناب مولوی سعید الرحمن صاحب، موضع گھاگرہ، ڈاک خانہ پائیکوڑہ، ضلع میمن سنگھ

(۲۵) مولوی علیم الدین صاحب چاٹگامی

(۲۶) جناب مولوی عبدالکریم صاحب، جونیر مدرسہ، موضع شرشدی، ڈاک خانہ رفیسنی، ضلع نواکھالی

(۲۷) مولوی عبدالعلی صاحب، ڈاک خانہ قاضی ہاٹ متصل بختیار منشی کے بازار، ضلع نواکھالی

(۲۸) مولوی عبدالباری صاحب، ضلع نواکھالی

(۲۹) مولوی محمد عبدالقادر صاحب، مدرس اول مدرسہ جونپوری، مدرس اول مدرسہ منیر سراج گنج

(۳۰) مولوی جمال الدین صاحب، جونیر مدرسہ قادریہ، ڈاک خانہ سنواہ، ضلع چاٹگام

(۳۱) مولوی عبدالغفور صاحب، موضع پانسیر، ضلع کمرلہ

(۳۲) مولوی عبدالحمید صاحب، موضع چاند پور، ضلع کمرلہ

(۳۳) مولوی کازم الدین صاحب، شہر کمرلہ

(۳۴) مولوی محمد الٰہی بخش صاحب، موضع بیشکتالی، ضلع کمرلہ

(۳۵) مولوی عبدالجبار صاحب، موضع ہرمنڈل، ضلع کمرلہ

(۳۶) مولوی تمیزالدین صاحب، ضلع نصیرآباد

(۳۷) شیخ اصغر علی، محلہ قطب دیا، چاٹگام

(۳۸) جناب مولوی ابوسعید محمد عارف صاحب، لال پور، ضلع پیڑا

(۳۹) مولانا سید مفیض الرحمن صاحب، مدرسہ عزیزیہ، ڈاک خانہ راموچکما کول، ضلع چاٹگام

(۴۰) مولوی اظہرالدین صاحب، بنگالی

(۴۱) مولوی رمضان علی، بنگالی

(۴۲) مولوی امیر احمد صاحب بنگالی

(۴۳) مولوی عبدالقادر صاحب

(۴۴) مولوی سکندر علی صاحب، موضع کاؤنچی بازار، تھانہ کیوکتو، شہر اکیاب

(۴۵) مولوی عبدالودود صاحب قادری برکاتی، بنگالی

(۴۶) مولوی رحیم بخش صاحب، بنگالی

(۴۷) مولوی بدیع الزماں صاحب، بنگالی

(۴۸) مولوی محمد سلطان صاحب، بنگالی

(۴۹) جناب مولوی رمضان علی صاحب

(۵۰) مولوی عبداللہ صاحب، بنگالی

وہ رسائل رضویہ جن کا تعلق بنگلہ سے ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے مندرجہ ذیل ۱۳؍رسائل ایسے تحریر فرمائے ہیں کہ جن کا تعلق بنگلہ دیش سے ہے:

(۱) راد القحط و الوباء بدعوة الجيران و مواساة الفقراء (۱۳۱۲ھ) (پڑوسیوں کی دعوت اور فقیروں کی غم خواری کے ذریعہ قحط اور وبا کو لوٹا دینے والا)۔

(۲) هبة النساء فی تحقق المصاهرة بالزنا (۱۳۱۵ھ) (زنا سے حرمت مصاہرہ کے ثبوت میں تحقیق جلیل)

(۳) القطوف الدانية لمن أحسن الجماعة الثانية (۱۳۱۳ھ) (جماعت ثانیہ کو مستحسن قرار دینے والے کے لیے جھکے ہوئے گوشے)

جماعت ثانیہ بلا اذان و اقامت جائز ہے یا نہیں، اس کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ تحریر فرمایا اور اس کے جواز پر دلائل پیش فرمائے، یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۷ ر میں شامل ہے اور تقریباً ۱۵ ر صفحات پر مشتمل ہے۔

(۴) أوفى اللمعة فی أذان يوم الجمعة (۱۳۲۰ھ) (اذان جمعہ کے بارے میں کامل رہنمائی)

مسجد کے اندر جمعہ کی اذان ثانی کے متعلق اس رسالے میں دلائل و براہین سے موقف حقہ کی ترجمانی فرمائی ہے مستحکم دلائل سے مزین یہ رسالہ تقریباً ۱۰ ر صفحات پر مشتمل ہے اور فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۸ ر میں شامل ہے۔

(۵) دفع زاغ زیغ (کوے کی کجی کو دور کرنا) ملقب بہ لقب تاریخی "رامی زاغیان" (۱۳۲۰ھ)

اس رسالے میں آپ نے کوّے کی حرمت کے حکم کو واضح فرمایا ہے اور ساتھ ہی میں دیوبندیوں کے پیشوا و امام "رشید احمد گنگوہی" پر کوّے کے متعلق ۱۴ ر سوالات بھی قائم کیے ہیں۔

۱۳۲۰ھ سے آج ۱۴۳۸ھ تک ۱۱۸ ر سال کی طویل مدت گزرنے کے باوجود بھی پوری دنیائے دیوبندیت کے لیے چیلنج و قرض ہیں، یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۷ ر میں شامل ہے اور تقریباً ۲۰ ر صفحات پر مشتمل ہے۔

(۶) آکد التحقيق بباب التعليق (۱۳۲۲ھ)

[باب تعلیق کے متعلق تحقیق انیق]

یہ رسالہ ۷۴ ر صفحات پر مشتمل فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۱۳ ر میں شامل ہے، نہایت ہی تحقیق و تفصیل کے ساتھ اس رسالے میں "تعلیق طلاق" کے مسائل بیان کیے گیے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ دیوبندی مفتی "مولوی وجیہ اللہ دیوبندی" باشندہ بنگال کے اس متعلق خلاف شرع فتوی کا دندان شکن اور جواب لاجواب بھی دیا ہے اور اس کے جاہلانہ فتویٰ کو ۲۱ ر طریقوں سے رد کیا ہے، ۱۳۲۲ھ سے لے کر اب ۱۴۳۸ھ تک تقریباً ۱۱۶ ر سال کی مدت مدید گزر جانے کے باوجود کوئی بھی دیوبندی سورما اس بات کی جرأت نہیں کر کا کہ تحقیق امام کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے، یقیناً یہ حق کی نشانیوں میں سے ایک واضح نشانی ہے۔

(۷) التحرير الجيد فی حق المسجد (۱۳۱۵ھ)

(مسجدوں کے حق میں عمدہ تحریر)

مسجدوں کی چیزیں فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس موضوع پر تقریباً ۱۹ ر صفحات پر مشتمل یہ تحقیقی رسالہ فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۱۶ ر میں شامل ہے۔

(۸) خير الآمال فی حكم الكسب و السؤال (۱۳۱۸ھ) (کمانے اور مانگنے کے حکم میں بہترین امیدیں)

یہ رسالہ نافع قبالہ اس سوال کہ جواب پر مشتمل ہے کہ روپیہ کمانا کس وقت فرض ہے، کس وقت مستحب، کس وقت مکروہ، کس وقت حرام اور سوال کرنا کب جائز ہے کب ناجائز ہے؟ یہ رسالہ ۱۹ ر تحقیقی و تفصیلی صفحات پر مشتمل ہے اور فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۲۳ ر میں شامل ہے۔

(۹) رسالہ مسائل سماع (۱۳۲۰ھ) (قوالی کے مسئلے)

یہ رسالہ سماع و رقص، راگ و سرود، مزامیر و معازف وغیرہ کی مجالس کے لیے جھاڑ و فانوس، شامیانہ و فرش وغیرہ کے تکلفات جو کیے جاتے ہیں، ان کے مسائل و احکام پر مشتمل ہے اس میں ۲۰ ر صفحات ہیں اور یہ فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۲۴ ر میں شامل ہے۔

(۱۰) الدلائل القاهرة على الكفرة النياشرة (۱۳۳۵ھ) (نیچری کافروں کے خلاف دلائل قاہرہ)

یہ رسالہ نیچریوں کے رد پر ہے فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۱۵ ر

میں شامل تقریباً ۳۶ رصفحات پر مشتمل ہے، یہ رسالہ اگر چہ کسی بنگلہ دیشی شخص کے جواب میں نہیں لکھا گیا لیکن اس پر سلہٹ بنگلہ دیش کے عالم ومفتی ''ابونعیم محمد ابراہیم قدس سرہ'' جو مدرسہ عثمانیہ کلکتہ میں بحیثیت مدرس اول (صدر مدرس) خدمات انجام دے رہے تھے، ان کی تصدیق اس رسالے میں موجود ہے۔

(۱۱) الجام الضادعن سنن الضاد (۱۳۱۷ھ) (ضاد کے طریقوں سے روکنے والے کے منہ میں لگام دینا)

یہ رسالہ بھی اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ''ض'' معجمہ کو قصداً ''ظ'' یا ''ذ'' بلکہ ''ز'' معجمات پڑھتے ہیں اور اسی کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حرف ادا کیا جاتا ہے، جس سے بوئے دال مہملہ پیدا ہوتی ہے، اس کے شرعی حکم کے بارے میں تحریر فرمایا، یہ ۱۹ رصفحات پر مشتمل ہے اور اور فتاویٰ رضویہ مترجم، جلد ۶ رمیں شامل ہے۔

(۱۲) حقة المرجان لمهم حكم الدخان (۱۳۰۷ھ) (مرجان کی صندوقچی حقہ کے ضروری حکم کے بیان میں)

یہ رسالہ حقہ پینے اور تمباکو کھانے کے حکم شرعی کو بیان کرنے کے لیے تحریر فرمایا، یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ مترجم کی جلد ۲۵ رمیں شامل ہے۔

(۱۳) ماحي الضلال في انكح الهند وبنجاله (۱۳۱۷ھ) (بنگال اور ہندوستان میں نکاحوں کے بارے میں کوتاہی کو مٹانے والا)

یہ رسالہ برصغیر میں مجالس ومحافل نکاح کے اندر پائے جانے والے خلاف شرع امور کے رد کے بیان میں ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے نام سے ہی اشارہ فرمادیا ہے کہ بنگالہ اور ہند کے نکاح میں جو کوتاہیاں ہوتی ہیں، یہ ان کو مٹانے والا ہے یہ رسالہ ۱۲ رصفحات پر مشتمل ہے، فتاویٰ رضویہ مترجم کی جلد ۱۱ رمیں شامل ہے۔

امام احمد رضا علما و مشائخ بنگلہ دیش کی نظر میں

تاج العلما، بدر الفضلا، عمدۃ المحققین، مبلغ اسلام، مناظر اہل سنت شیر بنگلہ حضرت علامہ سید عزیز الحق قادری (ولادت ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۶ء، وفات ۱۳۸۹ھ/ ۱۹۶۹ء) بنگالہ کے بلند رتبہ عالم و فاضل، مبلغ و مصلح، مناظر وفقیہ، اردو، عربی، فارسی اور بنگلہ زبان کے شعلہ بیان مقرر و ادیب اور قادر الکلام شاعر اور صاحب کرامت بزرگ تھے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ سے آپ کی دینی محبت کیسی تھی، اس کا اندازہ اس نظم سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے اعلیٰ حضرت کے مناقب بیان کرتے ہوئے تحریر فرمائی ہے، نظم سے پہلے جن آداب والقاب سے امام کا تذکرہ کیا ہے پہلے ان کو ملاحظہ فرمائیں:

درمدحِ امام اہل سنت، مجددِ ملت، حامیِ سنت، قاطع بدعت، پیشوائے عالماں، مقتدائے فاضلاں، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، صاحبِ تصانیف کثیرہ ومقامات عالیہ، شیخ الاسلام، فخر الہند حضرت علامہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی علیہ رحمۃ ربہ الباری۔

مرحبا صد مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
از برائے فخرِ ہند احمد رضا خاں مرحبا
مقتدائے اہل سنت بود آں رشکِ زماں
صاحبِ تالیف وتصنیفات آمد بے گماں
دافعِ کفر و ضلالت رہبرِ راہِ ہدیٰ
عہدِ حاضر را مجددِ آں امام باصفا
گر نبودے ذاتِ پاکش اندراں ہندوستاں
دشمنِ احمد وہابیاں شدندے اہل آں
نعمتِ عظمیٰ برائے اہل سنت بے گماں
زہر قاتل بود لیکن از برائے وہبیاں
تربتش را باغِ جنت از اے ربِّ جہاں
استجب یا رب طفیلِ سرورِ پیغمبراں
در بریلی گشت واقع روضۂ پر نور او
مردماں پر فیض باشند دائما از ذات او
نامِ ناظم گر تو خواہی شیر بنگالہ بداں
منکرانِ سنیاں را سیف براں بے گماں

[دیوان عزیز شریف، ص: ۳۶]

حضرت شیر بنگلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جس طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے خاص محبت تھی ویسے ہی آپ کے خلفا و تلامذہ سے بھی قلبی لگاؤ تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ نے صدر الشریعہ حضرت علامہ امجد علی اعظمی (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) صدر الافاضل حضرت علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی (م ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) شیر بیشۂ اہل سنت حضرت علامہ حشمت علی خان قاری لکھنوی پیلی بھیتی (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء) محدث اعظم پاکستان حضرت علامہ سردار احمد قادری (م ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء) رحمہم اللہ کی شان میں بھی بڑے بڑے آداب و القاب اور نہایت الفت و محبت کے ساتھ ساتھ نظم کہی ہے اور ان کی رفعت و عظمت کو بیان کیا ہے جو ان کے دیوان ''دیوان عزیز'' میں موجود ہے۔

حضرت علامہ حافظ قاری سید احمد شاہ القاری سریا کوٹی (م ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۱ء) بنگلہ دیش کے مشہور شہر چاٹگام میں ایک مرکزی جامعہ کی بنیاد رکھی اور ان کلمات کے ساتھ اس مدرسہ کی ابتدا کی گئی ''یہاں مسلک اعلیٰ حضرت کی بنیاد پر دین کی تعلیم دی جائے گی۔'' [ماہنامہ معارف رضا، کراچی، مارچ ۲۰۱۱ء]

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت علامہ حافظ قاری سید احمد شاہ القاری سریا کوٹی قدس سرہ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہٗ سے نہ یہ کہ صرف محبت تھی بلکہ وہ آپ کو حق و صداقت اور رشد و ہدایت کی علامت بھی تصور کیا کرتے تھے۔

مولوی عبد الحمید صاحب شنو پوری، ڈاک خانہ بیگم گنج، ضلع نواکھالی، بنگلہ دیش نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کی عظمت و رفعت اور ان کے بلند پایہ رتبہ و مقام کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

بگرامی خدمت، فیض درجت، مجمع الفضائل، منبع الفواضل، کاشف دقائق شرعیہ، واقف حقائق عقلیہ نقلیہ، محی السنۃ النبویہ، مروج الاحادیث المصطفویہ، صاحب التحقیقات الرائقہ، زبد السعادت الفائقہ، اعنی مولانا المولوی شاہ احمد رضا خاں صاحب دام افضالہم۔

بعد ادائے تسلمات فرواں و کورنشات بیکراں معرض آں خدمت یہ ہے۔'' [فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۱۳، ص ۱۵۵]

مولوی محمد الٰہی بخش صاحب، موضع بیشکھالی، ضلع کمرلہ، بنگلہ دیش نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ کو مندرجہ ذیل آداب و القابات کے ساتھ ذکر کر کے اپنی نیازمندی و عقیدت و احترام کا اظہار فرمایا:

''قبلہ شفقت و مرحمت و کعبہ عاطفت و راحت واسطہ حصول عزت دو جہانی وسیلہ وصول سعادت جاودانی ایداللہ افضالہم وعم نوالہ دامت شموس عنایاتہم بازرغ ناصی فدویت و ارادت رابغازہ مفاخرت و سعادت مانند گل رنگیں ساختہ بگزارش مدعا پرداختہ کہ ایں احقر را برائے چند مسائل بغایت ضرورت افتاد، لہٰذا بسیار حیران و سرگرداں ست، ونیز کسے را چنداں غربا نوازی بیند کہ بخوب ترین جواب از کتب معتبرہ ارزانی داشتہ خاطر ایں فدوی را تسکین دہد، وہم تشفی خاطر باشد، لہٰذا بجا د شان کیوان ایوان معروض دارد کہ از روئے بندہ نوازی جواب مسائل ذیل را، بطریق فتاوے عطا فرمایند۔ یعنی قبلہ شفقت و رحمت کعبہ عاطفت و رافت دونوں جہان کی عزت کے حصول کا واسطہ، ہمیشگی سعادت کی رسائی کا وسیلہ، اللہ تعالیٰ ان کے جود و کرم کو دوام بخشے، ان کی عنایات کا سورج چمکتا رہے، ارادت وغلامی کی پیشانی، فخر و سعادت کے پوڈرے رنگین پھول کی طرح ہو جائے وہ اپنے مدعا کی گزارش کرتا ہے کہ اس عاجز کو چند مسائل کی انتہائی ضرورت پیش آ گئی لہٰذا بہت حیران اور پریشان ہے نیز اس قدر کسی کو غربا پرور نہیں سمجھتا کہ بہت عمدہ جواب معتبر کتابوں سے نکال کر مفت پیش فرما دیں، جو اس غلام کے دل کو تسکین دے اور قلبی تشفی کا باعث ہو، لہٰذا غلامانہ حیثیت سے بلند و بالا آسمان ہفتم کی سی بارگاہ میں عرض کناں ہوں کہ بندہ پروری کرتے ہوئے مسائل ذیل کا جواب بصورت فتوی عنایت فرمائیں۔'' [فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۲۳]

امام احمد رضا کی نظر بنگلہ کلچر پر

ایک مفتی کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ زمانے کے حالات سے واقف ہو، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ

زمانے کے حالات سے نہایت ہی عمدہ طریقے سے واقف تھے، بنگلہ دیش کے حالات سے واقفیت کا اندازہ ان اقتباسات سے بہ خوبی لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے ایک استفتا کے جواب میں لکھا:

"الجواب:کلیہ در لباس آنست کہ دردے رعایت سہ امرے باید کردیکے اصل او حلال باشد ہمچو لباس ریشمیں یازری یا رنگین معصفر وزعفران کہ مرد را مطلقا روانیست دوم رعایت ستر آنچہ کہ متعلق بستر است چنانچہ مرد را زیر جامہ و زنان آزاد را از سر تا پا ہمہ لباس پیش اجانب وآنچہ پشت وشکم ازناف تا زیر زانو پوشد پیش محارم واگر تنہا پیش شوہر خود ست حاجت ہیچ ستر ندارد الا حیا۔ واز فروع اینہم ست کہ لباس بموضع ستر آنچناں چسپیدہ کہ ہیئت آن عضو رانماید کما ذکرہ فی ردالمحتار حققناہ فی ما علقناہ علیہ۔ سوم لحاظ وضع کہ نہ زی کفار باشد نہ طرق وفساق وایں بردوگونہ است یکے آنکہ شعار مذہب ایشان باشد ہمچوں زنار ہنود وکلاہ مخصوص نصاری کہ ہیٹ نامند پس اینہا کفر بود واگر شعار مذہب نیست از خصوصیات قوم آنہا آنست ممنوع و ناروا باشد حدیث صحیح :من تشبہ بقوم فھو منھم۔(سنن ابی داود، کتاب اللباس باب فی لبس الشھر، ج:۲، ص:۲۰۳، آفتاب عالم پریس، لاھور) یعنی قاعدہ کلیہ لباس پہننے میں یہ ہے کہ اس میں تین امور کی رعایت کرنی چاہئے، ایک یہ کہ اصل میں اس کا استعمال کرنا ناجائز ہو، مثلاً ریشمی یا سنہری لباس یا سرخ یا زرد، زعفرانی رنگ کا لباس کہ علی الاطلاق مرد کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں۔ (دوسری بات) ستر کی رعایت ہو اس لباس میں کہ جس کا ستر سے تعلق ہے، جیسے مرد کئے لئے زیر جامہ اور آزاد عورتیں سرے سے لے کر پاؤں تک غیر محرم (اجنبی) مردوں کے سامنے مکمل لباس پہنے ہوں، البتہ محرم مردوں کے روبرو، پشت اور ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک پردہ پوش ہوں، ہاں اگر تنہا شوہر کے پاس ہو تو پھر اہتمام ستر کی کوئی ضرورت نہیں لیکن اگر شرم وحیا مانع ہو تو الگ بات ہے اور اس کے ذیلی پہلوؤں میں سے یہ بھی ہے کہ لباس محل ستر پر کچھ اس طرح چسپاں ہو کہ اس عضو کی ہیئت نہ دکھائی دے، جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ذکر فرمایا اور میں نے اس کے حواشی میں اس کی تحقیق کردی۔ (تیسری بات) لباس کی وضع کا لحاظ رکھا جائے کہ کافروں کی شکل وصورت اور فاسقوں کے طرز و طریقے پر نہ ہو اور اس کی دو قسمیں ہیں: ایک یہ کہ ان کا مذہبی شعار ہو، جیسے ہندوؤں کا زنار اور عیسائیوں کی خصوصی ٹوپی کہ "ہیٹ" کہتے ہیں، پس ان کا استعمال کفر ہے اور اگر ان کے مذہب کا شعار تو نہیں، لیکن ان کی قوم کا خصوصی لباس ہے تو اس صورت میں بھی اس کا استعمال ممنوع (ناجائز ہے) چنانچہ حدیث صحیح حدیث میں فرمایا: جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ اسی میں شمار ہے۔"

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج۲۲، ص۱۹۰]

اسی میں ہے: "در صورت اولی محمول بر ظاہر خود ست و در ثانیہ بر زجر وتہدید ودر ثانیہ امر باختلاف ممالک ومراسم مختلف شود مثلا دربنگالہ ساڑی عام ست مر زنان مسلمات و مشرکات را پس از باب تشبہ نباشد۔ یعنی پس پہلی دوسری صورت میں یہ اپنے ظاہر پر محول ہے، لیکن دوسری صورت میں ڈانٹ ڈپٹ اور ڈراوے پر محمول ہے اور امر ثانی میں اختلاف ممالک اور مراسم کی بنا پر مختلف ہوجاتا ہے، مثلا بنگلہ دیش میں ساڑھی ایک عام لباس ہے جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں قسم کی شامل ہیں (لہٰذا اس میں کسی ایک کی کوئی خصوصیت نہیں) لہٰذا اس حالت میں از قبیل تشبہ نہیں۔"

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج۲۲، ص۱۹۱]

ایک مقام پر دھوتی کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں:

"اور فی نفسہ دھوتی کی حالت کو دیکھا جائے تو اس کی اپنی ذات میں کوئی حرج شرعی بھی نہیں بلکہ ساتر ما مور بہ کے افراد سے ہے، اصل سنت ولباس پاک عرب یعنی تہبند سے صرف لٹکتا چھوڑنے اور پیچھے گھرس لینے کا فرق رکھتی ہے، اس میں کسی امر شرعی کا خلاف نہیں تو دو وجہ ممانعت تو قطعاً منتفی ہیں، رہا خاص

شعار کفار ہونا، وہ بھی باطل، بنگالہ وغیرہ پورب کے عام شہروں میں تمام سکان ہندو مسلمان سب کا یہی لباس ہے، یوہیں سب اضلاع ہند کے دیہات میں ہندو مسلمین یہی وضع رکھتے ہیں، رہے وسط ہند کے شہری لوگ، ان میں بھی فنائے شہر اور خود شہر کے اہل حرفہ وغیرہم جنہیں کم قوم کہا جاتا ہے، بعض ہر وقت اور بعض اپنے کاموں ضرورتوں کی حالت میں دھوتی باندھتے ہیں۔"

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۲۴، ص ۵۳۴]

بنگلہ زبان میں قرآن کے مطالب لکھنے کا حکم

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ سے بنگلہ زبان میں مطالب و شان نزول اور قصص کو قرآن شریف میں عربی زبان کے نیچے لکھنے کے متعلق سوال کیا گیا، اس متعلق آپ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

الجواب: جائز ہے جبکہ فائدے مطابق شرع ہوں واللہ تعالیٰ اعلم۔"

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۲۳، ص ۷۰۹]

بنگلہ دیش دارالحرب یا دارالاسلام

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری قدس سرہ نے بنگلہ دیش کو دارالاسلام فرمایا ہے آپ تحریر فرماتے ہیں:

"اور بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اپنے فتاویٰ میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ تمام ہندوستان سرحد کابل سے منتہائے بنگالہ تک سب دارالاسلام ہے تو یہاں جتنے شہر وقصبات ہیں (جن کو شہر کہتے ہیں اور وہ نہ ضرور ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں متعدد محلے، متعدد دوامی بازار ہیں، وہ پرگنہ ہیں، ان کے متعلق دیہات ہیں، ان میں ضرور کوئی حاکم فیصل مقدمات کے لئے مقرر ہوتا ہے جسے ڈگری ڈسمس کا اختیار ہے نہ فقط تھانہ دار کہ وہ کوئی حاکم نہیں صرف حفاظت اور تحقیقات یا چالان کا مختار ہے) وہ ضرور سب اسلامی شہر ہیں اور ان میں جمعہ فرض ہے۔"

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۸، ص ۳۷۰]

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں: "اس تحقیق سے تمام صورِ مستفسرہ کا حکم واضح ہوگیا جو آبادیاں پرگنہ ہے اور ان میں کوئی کچہری ہے (نہ فقط تھانہ یا ڈاک خانہ یا شفا خانہ فیصل مقدمات کے لئے نہیں ہوتے) اور وہاں سلطنت اسلام ہے یا پہلے تھی اور جب سے غیر مسلم کا قبضہ ہو بعض شعائر اسلام بلا مزاحمت اب تک جاری ہیں جیسے تمام بلاد ہندوستان و بنگالہ ایسے ہی ہیں وہ سب اسلامی شہر ہیں ان میں جمعہ فرض ہے۔"

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۸، ص ۳۸۲]

اسی میں ہے: "ہندوستان اور بنگالہ بلاشبہہ شہر دارالاسلام ہیں ان میں جمعہ فرض ہے اس کا ترک سخت گناہ اور اس کا انکار شدید گمراہی ہے۔"

[فتاویٰ رضویہ، مترجم، ج ۸، ص ۴۲۷]

امام احمد رضا اور فیصلہ کرنے والا حاکم

مولوی عبد الحمید صاحب شنو پوری، ڈاک خانہ بیگم گنج، ضلع نواکھالی، بنگلہ دیش نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو مندرجہ ذیل تحریر ایک فتویٰ حاصل کرنے کے لیے ارسال کی اس تحریر کو مکمل پڑھنے کے بعد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس رہ کی شان فقاہت اور مقام افتا کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ علما تو علما بلکہ فیصلہ کرنے والے حاکم بھی آپ کو اور آپ کے فتوے کو نہایت ہی قدر اور احترام کی نظر سے دیکھتے تھے:

"معرض آں خدمت یہ ہے جناب حضور نے جو فتوائے طلاق معلق بالصلوٰۃ کی تحریر فرما کر ارسال فرمائے تھے، بندۂ گم گشتہ نے ملک کو بھیج دیا اور سب علمائے موافق ومخالفین نے دیکھ کر بہت خرسندیں حاصل کیں بلکہ سب علما متفق ہوکر بسبب فرمان فتوائے موصوف کے زوج احمد سے زوجہ مغلظ کو علاحدہ کیا تھا اور اس پر بہت دن گزر گئے مگر مولوی وجیہ اللہ جو دیوبند سے عنقریب تحصیل کرکے گھر کو گئے، اس نے زوج احمد کو کہا کہ تمہاری زوجہ مطلقہ مغلظہ نہیں ہوئی، تم ہماری رائے پر چلو تو ہم فتوائے ہند کو مردود کردیں گے، چنانچہ احمد علی بھی بوجہ نفع اپنے کے اور بوجہ تعلیم اپنے قول سے منکر ہوگئے، پہلے تعیم کے منکر اور تخصیص کے راجع، اب بعد چندیں مدت اپنی نیت ظاہر کرتے ہیں کہ نیت ہمارا اعلی الابد کے لئے ہے اور مولوی وجیہ اللہ نے اس وقت کے نیت کے مطابق ایک فتویٰ بھی لکھا، وہی فتویٰ آپ کی خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں اور فتویٰ تحریر کرکے احمد علی کو مدعی (بقیہ ص ۱۰۱ پر)

مفتی اعظم اڑیسہ اور مسلک اعلیٰ حضرت! ایک تعارف

نام کتاب	:	مفتی اعظم اڑیسہ اور مسلک اعلیٰ حضرت
نام مؤلفہ	:	علامہ سید اولاد رسول قدسی مصباحی
ضخامت	:	۲۸۸ ر صفحات
قیمت	:	۲۰۰ ر روپے
ناشر	:	رضا دار المطالعہ، پوکھریرا، سیتا مڑھی، بہار
مبصر	:	مولانا فیضان المصطفیٰ قادری

النور انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سائنسز ہیوسٹن، امریکہ

چند ماہ قبل عالی جاہ ادیب شہیر حضرت علامہ مولانا سید اولاد رسول قدسی صاحب قبلہ نے اپنی ایک نئی تصنیف ”مفتی اعظم اڑیسہ اور مسلک اعلیٰ حضرت“ کی ایک اعزازی کاپی ہمارے پاس بھیجی، جو کئی دنوں تک ہماری الماری کی زینت بنی رہی اور مصروفیات کی ہماہمی میں اس کے مطالعہ کا موقع نہ ملا، گزشتہ ماہ جب اس پر نظر پڑی تو ذوق مطالعہ نے ورق گردانی پر مجبور کیا، موضوع اہم تھا، چند سطریں ادھر ادھر سے پڑھیں کہ نظر ان صفحات پر پڑی جہاں امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کے علم وفضل کی چند مثالیں درج تھیں اور یہ مثالیں اب تک ہمارے مطالعہ میں نہیں آئی تھیں، پھر تو ہم نے پڑھنے کی ٹھان لی اور بات جب ذوق کی ہو تو مصروفیات کا بہانہ نہیں چلتا اور ہجوم کاروا کار سے کچھ نہ کچھ وقت خود بخود نکل آتا ہے، اب ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کتاب انگلی پر گنی جانے والی ان چند نئی کتابوں میں سے ہے جنھیں راقم الحروف نے بالاستیعاب پڑھنے کی سعادت حاصل کی، ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ نئی کتابوں میں اب دل نہیں لگتا، امہات الکتب سے فراغت ہے نہ بے نیازی، اور اس دور کی نئی کتابوں میں رکھا ہی کیا ہے؟ لیکن کوئی نئی کتاب موضوع کی جدت اور مواد کی حدت کے اعتبار سے کچھ انفرادی شان دکھائے تو نظریں چرانا مشکل ہو جاتا ہے۔

مولانا سید اولاد رسول قدسی کو ہم اس وقت سے جانتے ہیں، جب موصوف جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں زیر تعلیم تھے اور ہم سے سینئر تھے، عصری علوم سے آراستہ ہونے کے بعد دینی تعلیم کی راہ پر نکلے تھے، طالب علمی کے زمانے میں اپنی وجاہت وسیادت اور نجابت ووقار کے حوالے سے ممتاز مقام رکھتے تھے، بلکہ طلبہ میں اس حیثیت سے بھی منفرد مقام کے حامل تھے کہ قرب وجوار جلسوں میں تقریر کے لیے مدعو کیے جاتے تھے، کالج کی زندگی گزار کر علم دین کے لیے آئے تھے اس لیے انگلش میں مہارت کا سکہ بھی جما ہوا تھا، فراغت کے بعد افریقی ممالک میں چند سال دینی خدمات انجام دینے کے بعد امریکہ پہنچے اور امریکہ میں ان کی دینی خدمات کی دوسری دہائی چل رہی ہے، شخصیت پر کشش، باوقار، وجیہ و شکیل، علمی وادبی رعب وداب کے ساتھ قد وقامت کا دبدبہ بھی خوب جچتا ہے، شاعری شریانوں میں بسی ہوئی ہے، جس کی برکت سے جماعت علما میں صاحب دیوان شاعر ہونے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں، اس کتاب سے اندازہ ہوا کہ اعلیٰ حضرت اور ان کے مسلک سے الفت ان کے DNA میں شامل ہے، شخصیت گونا گوں خوبیوں کا مرقع ہے، النور سوسائٹی آف ہیوسٹن کی مسجد قریش میں ایک زمانے تک خدمات انجام دیتے رہے، یہاں سے جب نیویارک گئے تو ان کی مسجد میں فقیر کو ہفتہ وار درس کے لیے جانا ہوا، ان کے یہاں سے جانے کے بعد پسماندگان میں کچھ ان کی تعریف کرتے ملے کچھ تنقید کرتے، تنقید کرنے والوں سے وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ موصوف ہر بات میں مسلک لے آتے تھے، دیار غیر میں بھاری بھرکم شخصیتیں بھی لچک دار ہو جاتی ہیں، مگر ایک سید باپ کے اس جید سپوت کے کیا کہنے! سبحان اللہ!

اب حضرت موصوف کی اس کتاب کے بعد تو بہت کچھ عرض کرنے کو جی چاہتا ہے، لیکن ہم نے اتنا علی الفور کیا کہ فون کر کے حق گوئی وبیباکی پر مبارک باد پیش کی اور ساتھ میں یہ بھی عرض کر دیا کہ اس کتاب میں خلفائے اعلیٰ حضرت کی فہرست میں محدث اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی اور شمس العلما قاضی شمس الدین جونپوری علیہما الرحمہ کا نام بھی درج ہے، جس کا حوالہ اگر چہ دیدیا گیا ہے مگر ہمارے لیے محل نظر ہے، آپ نے فرمایا کہ اپنے تاثرات قلم بند کر دوں، تو یہ چند سطریں حاضر کر رہا ہوں، نہ محض تعمیل حکم کے لیے بلکہ یہ صدائے دل بھی ہے، یہ کتاب اگر چہ امریکہ کی سرزمین پر لکھی گئی

ہے مگر ہندوستان کے اہل سنت کی حالت زار کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے اور اپنے موضوع سے متعلق مواد سے بھرپور ہے اور اس طرح ترتیب دی گئی ہے کہ سنجیدہ طبع اور غیر سنجیدہ سب کو یکساں دعوت مطالعہ دے رہی ہے۔

اس کتاب میں اپنی جماعت اہل سنت کے لیے "بریلوی" کے ٹائٹل کی کھل کر حمایت کی گئی ہے اور "مسلک اعلیٰ حضرت" تو خاص اس کتاب کا موضوع ہے، جس میں اس تعلق سے مخالفین اور موافقین کے کثیر اقوال وعبارات کو جمع کر کے خوب محاکمہ کیا گیا ہے اور جن لوگوں کو مسلک اعلیٰ حضرت کے نعرے سے الرجی ہے ان کی کما حقہ خدمت گزاری کی گئی ہے۔

کتاب کے ٹائٹل سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ کتاب مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے "مفتی اعظم اڑیسہ" حضرت مولانا سید عبدالقدوس علیہ الرحمہ کی خدمات پر لکھی گئی ہے، مگر ۲۸۸ رصفحات کی اس کتاب میں والد گرامی کا ذکر خیر دس پندرہ صفحات سے متجاوز نہیں، باقی پوری کتاب مسلک اعلیٰ حضرت کے موضوع سے بحث کرتی ہے، ہاں جا بجا یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ حضرت مصنف کی مسلک اعلیٰ حضرت سے وابستگی بنیادی طور پر موروثی ہے، جس کی پشت پر دلائل اور اسلاف کی آرا کا انبار ہے، اس کتاب سے معلوم ہوا کہ مفتی اعظم اڑیسہ جذبات کی حد تک اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے حامی اور اپنے اندرون سے نیاز مند تھے، جس کے اثرات حضرت قدسی کی تحریر وتقریر سے نمایاں ہو رہے ہیں "مسلک اعلیٰ حضرت کا معنی ومفہوم اور اس کی ہمہ گیریت" اس کتاب کا مرکزی حصہ ہے جو شائقین علم کے لیے لائق مطالعہ ہے۔

ذیلی عنوان "لفظ بریلوی حقائق کے اجالے میں" ایک معرکۃ الآرا بحث ہے جس میں قدسی کے نشتر قلم نے بھرپور آپریشن کیا ہے، اس کے تحت چند اکابر ملت کے اقوال تحریر فرمائے جو اس کی حمایت میں ہیں، پھر چار حضرات کی تحریریں درج ہیں جو اس کے خلاف پر ہیں، ان میں علامہ محمد احمد مصباحی کا بھی ذکر ہے، اس مقام پر ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اس حوالے سے مصباحی صاحب نے جو کچھ لکھا اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ رضویات پر ان کی خدمات اتنی زیادہ ہیں کہ شائقین علوم رضا کی طرف سے بجا طور پر وہ تشکر اور دعاؤں کے حق دار ہیں، گزشتہ پچاس سالوں میں جن حضرات کی جہد مسلسل سے تصنیفات وتعلیمات رضا کی اشاعت کا کام ہوا ہے ان میں موصوف کا نام صف اوّل میں آنا چاہیے، جن لوگوں نے ان کے تحریری واشاعتی مشاغل کو آنکھوں سے دیکھا ہے وہ گواہی دیں گے کہ امام احمد رضا کی علمی وراثت کی خوب سے خوب تر اشاعت میں آپ نے زندگی کے شب وروز لگائے ہیں۔

قصیدتان رائعتان، المعتمد المستند، جد الممتار کی شاندار اشاعت ان کی ہی توجہات کی رہین منت ہے، فتاویٰ رضویہ جدید ایڈیشن میں عربی عبارات کا ترجمہ میں بھی آپ نے کردار ادا کیا ہے اور خود "امام احمد رضا اور تصوف" اور "امام احمد رضا کی فقہی بصیرت جد الممتار کے آئینے میں" جیسی شاندار تصنیف قوم کو عطا کی ہے، یہ باتیں ہم نے اس لیے نہیں درج کیں کہ حضرت قدسی نے حضرت مصباحی کی عزت پر کوئی حملہ کیا ہے بلکہ اس لیے کہ اس عہد خرافات میں کوئی جانباز حضرت مصباحی صاحب کی مندرج تحریر کو ان کی کردار کشی کے لیے استعمال کرنے سے پہلے ان کی خدمات پر بھی ایک نظر ڈال لے۔

مجموعی طور پر علامہ سید اولاد رسول قدسی کی تصنیف موضوع سے متعلق بہترین تصنیف ہے، شروع سے آخر تک قاری کی وابستگی ٹوٹنے نہیں دیتی، علمی مواد سے بھرپور اور ہر بات باحوالہ، ہر ہر سطر سے امام احمد رضا قدس سرہ کی حمایت کے جذبات ابل رہے ہیں، اور ہمارے لیے دلچسپی کی یہی بڑی وجہ ہے، اگرچہ اسلوب بیان میں کہیں کہیں ایسی شدت آگئی ہے جس سے ہم اپنے مزاج میں ہم آہنگی نہیں پاتے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جس طرح سے چند ناعاقبت اندیشوں نے اعلیٰ حضرت اور ان کے مسلک کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے اس کے جواب میں کچھ نہ کچھ جواب آں غزل کا اسلوبی اثر تو آنا ہی تھا۔ بہر کیف، ہمیں حضرت قدسی کی اس تصنیف سے مسرت ہوئی اور مجموعی طور پر اس کتاب کے مضمون جملہ پر صاد کرنے کو جی چاہتا ہے۔

■■■



امام احمد رضا خان
مفتی محمد اختر رضا خان
۹۹واں
۲۳ ۲۴ ۲۵
13 14 15
امام احمد رضا کانفرنس
جشن دستار علم و فضل
عرس قادری رضوی
جشن عید میلاد النبی
تقریبات عرس
www.jamiaturraza.com/live
www.jamiatrazaemustafa.org
Markaz Ki Awaz
تقریبات
مرکز الدراسات الاسلامیۃ
جامعۃ الرضا
کے تعلیمی شعبہ جات
ضروری ہدایات
اپیل
محمد عسجد رضا قادری
امام احمد رضا ٹرسٹ

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19
NOVEMBER - 2017
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

HADEETH SHAREEF

Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said: I was told that Allah's Massenger (Sallallhu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer" engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, so I went to him sitting counts as half the prayer, so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said, "What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr?" I replaced: "I have been told, Massenger, of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, Yet you yourself are praying while sitting. "He said, "He said, "Yes, but I am not like one of you."

(Muslim Sharif)



عالم اسلام کو
عید میلاد النبی ﷺ
مبارک ہو

ربیع الاول ۱۴۳۹ھ / دسمبر ۲۰۱۷ء

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

DECEMBER 2017

نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

- مرکزی اور صوبائی حکومت کی دو غلی پالیسیاں-۲
- نور اول کا جلوہ جہاں آرائی
- رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم
- عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی حیثیت
- مسئلہ امتناع نظیر ایک جائزہ
- ظہور غوثیت مآب احیات غوث اعظم قدم بہ قدم
- ضیغم اہل سنت علامہ عبد العزیز خاں علیہ الرحمہ



چیف ایڈیٹر
مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

ایڈیٹر
مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

ماہنامہ سنی دنیا میں اشتہار دے کر اپنے کاروبار اور ادارے کو فروغ دیں

Monthly Package Four Colour — ماہانہ پیکیج فور کلر

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہاری جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	4000/-	6000/-	8000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	3000/-	4000/-	6000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	2000/-	3000/-	5000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour — سہ ماہی پیکیج فور کلر

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہاری جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	10000/-	15000/-	20000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	7000/-	10000/-	15000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	5000/-	7000/-	12000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour — ششماہی پیکیج فور کلر

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہاری جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	12000/-	15000/-	20000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	7000/-	10000/-	18000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour — سالانہ پیکیج فور کلر

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہاری جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	20000/-	30000/-	50000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine — بلیک اینڈ وائٹ پیکیج رسالہ میں کہیں بھی

S. No.	Adv. Space	Quarter Page	Half Page	Full Page	اشتہاری جگہ	نمبر شمار
1	Monthly	1000/-	2000/-	3000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	2000/-	5000/-	7000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	4000/-	7000/-	10000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	6000/-	10000/-	15000/-	سالانہ	۴

نوٹ:
۱ تین مہینے کا مطلب کوئی بھی تین مہینے، اسی طرح چھ یا بارہ مہینے کا مطلب کوئی بھی چھ یا بارہ مہینے۔
۲ وقت اور حالات کے پیش نظر اشتہار کی اشاعت مقدم و موخر بھی ہو سکتی ہے۔
۳ پورے اشتہار کی رقم یک مشت جمع کرنی ہوگی۔

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

ترجمان سواد اعظم اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی واصلاحی ترجمان

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

December-2017 ربیع الاول ۱۴۳۹ھ / دسمبر ۲۰۱۷ء

زیر سرپرستی

حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری بریلوی مدظلہ العالی قاضی القضاۃ فی الہند

مدیر اعلیٰ:

مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر:

مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار:

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک) آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا
معین اختر رضوی، کمپوزیشن جے آر ایم ہیڈ آفس

شمارہ نمبر ۱۲ Issue 12

جلد نمبر ۲ Vol. 2

نوٹ:

رسالے سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۱ بجے تک نیچے دیے گئے نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں:

9259089193

ہدایت: اہل قلم حضرات سے گزارش ہے کہ سنی دنیا کے لئے مضامین بھیجتے وقت لفافہ پر "برائے سنی دنیا" ضرور تحریر فرمائیں، آپ اپنے مضامین ہمارے ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

قانونی انتباہ:

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی کورٹ میں قابل سماعت ہوگی۔ اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

گول دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے۔ براہ کرم آگے کے لئے اپنا زر سالانہ بلا تاخیر جلد فرصت میں ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ آگے بھی جاری رہ سکے۔

فی شمارہ ۲۰ روپے | زر سالانہ ۲۵۰ روپے

پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۰۰۰ روپے | دیگر ممالک ۳۵ امریکی ڈالر

رابطہ کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲، سوداگران، بریلی شریف یوپی Cont. Add

MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82 Saudagran, Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
فون: Cont. No. 0581-2458543, 2472166, 3291453
E-mail:- sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com, atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us: www.aalaahazrat.com, cisjamiaturraza.ac.in, hazrat.org

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲، سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

فہرست

مری زبان پہ ذکرشہ انام رہے

مری زبان پہ ذکر شہ انام رہے
یہی وظیفہ مرا صبح اور شام رہے
حضوری ہوگی میسر یہ اہتمام رہے
کبھی درود ہو لب پر کبھی سلام رہے
میں بن کے خوشبو زمانے میں پھیل جاؤں گا
غم حبیب کا دل میں اگر قیام رہے

کھلیں گے باغ تمنا میں رفعتوں کے گلاب
نبی کا عشق دلوں میں اگر امام رہے
در نبی پہ ادب کا یہی تقاضا ہے
زبان بند ہو دل ان سے ہم کلام رہے
بلندیوں کا سفر ختم ہو نہیں سکتا
در حبیب سے رشتے میں گر دوام رہے

دعا ہے اپنی یہی بارگاہ خالق میں
ہمارا کنبہ نبی کا فقط غلام رہے
لبوں پہ نام نبی دل میں ان کی چاہت ہو
اسی پہ قصہ مری زیست کا تمام رہے
نشہ نہ کم ہو محبت کا ان کی اے رحمت
ہمارے ہاتھوں میں ایسا ہمیشہ جام رہے

از: علامہ رحمت اللہ صدیقی، چیف ایڈیٹر مجلہ پیغام رضا، ممبئی

رضا کے تھے ہم، ہیں، رہیں گے رضا کے

از: مولانا سید اولاد رسول قدسی*

ہیں وہ اعلیٰ حضرت، سب یہ کہتے رہیں گے
ہیں وہ جان ملت، سب یہ کہتے رہیں گے

چلو ان کے مسلک پہ، خلد بریں کی
ہے روشن ضمانت، سب یہ کہتے رہیں گے

ہے ذات ان کی ایماں کا روشن ستارہ
ہیں وہ رب کی رحمت، یہ سب کہتے رہیں گے

محبت نبی کو کرے زیر کوئی
کہاں اتنی طاقت، یہ سب کہتے رہیں گے

بنایا ہمارے دلوں کو مدینہ
ہے احسان و منت، یہ سب کہتے رہیں گے

رضا کے تھے ہم ہیں رہیں گے رضا کے
ہے رب کی عنایت، یہ سب کہتے رہیں گے

بچایا ہمیں مکر باطل سے ہر گام
ہیں وہ حق کی رفعت، یہ سب کہتے رہیں گے

ہیں ہم پیروکار ان کے مسلک کے، یہ ہے
ہماری سعادت، سب یہ کہتے رہیں گے

کتابوں سے ان کی ہوا حق کا اظہار
ہیں وہ دین کی عظمت، یہ سب کہتے رہیں گے

ہیں وہ حق سپہ حق دار مسلک ہے ان کا
ہے حق کی شہادت، یہ سب کہتے رہیں گے

ہزاروں تصانیف کا ہے ذخیرہ
ہے ان کی کرامت، یہ سب کہتے رہیں گے

ہمارے لئے ان کے مسلک کا نعرہ
ہے خوشبوئے راحت، یہ سب کہتے رہیں گے

ہیں لاکھوں مخالف مگر پھر بھی ان کی
ہے ہر سمت شہرت، یہ سب کہتے رہیں گے

ہیں وہ قابل مدح ان کے سبب سے
ہوئی زندہ سنت، سب یہ کہتے رہیں گے

ملی ان کی صبر آزما کاوشوں سے
ہمیں حق کی دولت سب یہ کہتے رہیں گے

تن تنہا سب باطلوں کو کیا زیر
ہے اقدام جرأت، یہ سب کہتے رہیں گے

شہ دیں کی بے لوث عشق و محبت
ہے ان میں سرایت، یہ سب کہتے رہیں گے

بتا ان کے فتوے کے چلتا انہیں کام
ہیں ایسی وہ نعمت، سب یہ کہتے رہیں گے

بفضل خدا ہر طرف نسبت کی
ہے ان سے اشاعت، یہ سب کہتے رہیں گے

رضا کے فقط نام سے نجدیوں کی
ہوئی پتلی حالت، سب یہ کہتے رہیں گے

بگاڑے گا کون ان کا حاصل ہے رب کی
انہیں فیض و نصرت، یہ سب کہتے رہیں گے

ہو دشمن کہ ہو دوست سب کے لئے وہ
ہیں علمی ضرورت، سب یہ کہتے رہیں گے

یہاں کیا ہے ملک کی زباں پر
رواں ان کی مدحت، یہ سب کہتے رہیں گے

قلم کی چلی ایسی تلوار ان کی
ہوئی قتل بدعت، سب یہ کہتے رہیں گے

ہیں وہ شان آل رسول خدا کی
مقدس امانت، سب یہ کہتے رہیں گے

ہے دال ان کی علمی تبحر پہ اب بھی
کتابوں کی کثرت، سب یہ کہتے رہیں گے

ہے نام رضا آج حقانیت کی
منور علامت، سب یہ کہتے رہیں گے

ہے کوہ گراں کی طرح ان کی تحقیق
بھی ہے صداقت، یہ سب کہتے رہیں گے

بقیہ ص ۵۷ پر

* مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت مفکر و ادیب ہیں۔

عبدالرحیم نشتر فاروقی

مرکزی اور صوبائی حکومت کی دوغلی پالیسیاں-۲

اداریہ

مرکز کی بی جے پی حکومت ایک طرف تو گئو ہتیا اور بیف پر پابندی کی وکالت کرتی ہے تو دوسری طرف اپنے زیر حکومت صوبوں میں گئو ہتیا اور بیف کو معیشت کے لئے فائدہ مند بتا رہی ہے، ملاحظہ فرمایئے گوا کے ٹورسٹ منسٹر منوہر اجگاؤنکر کا بیان! انھوں نے کہا کہ گوا میں ٹورسٹوں کو ان کی مرضی کے مطابق کھانے پینے کی چیزیں مہیا کرائی جائیں گی، یہاں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی سبھی دھرموں کے ماننے والے رہتے ہیں اور اس طرح کی باتیں یہاں کبھی نہیں ہوئیں، مرکزی حکومت کی بیف پر پابندی گوا میں لاگو نہیں ہوگی، میگھالیہ میں بی جے پی کے صدر شیبون لنگڈوہ نے کہا کہ اگر بی جے پی کی حکومت یہاں میں آتی ہے تو وہ صوبے کے غریبوں کا خیال کرتے ہوئے "بیف" کی قیمت گھٹا دے گی، لنگڈوہ نے مزید کہا کہ مرکزی حکومت نے میگھالیہ میں بیف کی خرید و فروخت پر کوئی پابندی نہیں لگائی ہے اور مرکز نے یہاں کبھی بھی "گئو ہتیا" پر پابندی کی بات نہیں کی ہے، پارٹی نے پہلے ہی یہ واضح کر دیا ہے کہ وہ پورب واتر کے کسی بھی صوبے میں بیف پر پابندی نہیں لگائے گی، انھوں نے کہا کہ "گئو ہتیا" پر پابندی لگانا تو معاشی اعتبار سے ٹھیک ہے، نا ہی اسے کوئی قانونی حیثیت حاصل ہے، یہی نہیں بلکہ بی جے پی کے سینٹرل منسٹر کرن رجیجو نے خود اعتراف کیا کہ میں بیف کھاتا ہوں۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ کوئی "کرن رجیجو" کو پاکستان بھیجنے والا اب تک نظر نہیں آیا، کہاں ہیں گئو رکشک دل، بی جے پی اور اس کے وہ دلال جو "گئو ماس" کھانے والوں کو پاکستان بھیجنے کی باتیں کرتے ہیں؟ وہ آخر کیوں منھ میں دہی جمائے اور ہاتھوں میں مہندی لگائے بیٹھے ہیں؟ کرن رجیجو کو کیوں نہیں پاکستان بھیجتے؟ اگر نہیں بھیج سکتے تو کیوں گئو رکشا کے نام پہ یہ پاکھنڈ کیوں؟

گائے وہی ہے، ملک بھی وہی ہے لیکن کہیں "ماں" اور کہیں ووٹ بٹورنے کا ہتھکنڈا؟ یہ دوغلی پالیسی کیوں؟ کوئی گائیوں سے لدی گاڑیوں کو "پار" کرانے کے لئے "دلالی" وصول کر رہا ہے، کوئی گائے کا گوشت ایکسپورٹ کر کے نوٹ چھاپ رہا ہے، کوئی گائے کا نام لے کر ووٹ چھاپ رہا ہے، اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں، کیوں کہ ایسا کرنے والا مسلمان نہیں، لیکن اگر مسلمان گوشت تو بڑی بات آدودھ کے لئے بھی گائے رکھ لے تو "گئو رکشا" کا بھوت "ننگا ناچ" شروع کر دیتا ہے۔

بی جے پی اور آر ایس ایس کا ایک اور گھنونا چہرہ دیکھئے، ملیالی اخبار "دیشا بھیمانی" کے مطابق کیرالا میں بی جے پی اور آر ایس ایس نے مشترکہ طور پر ایک سوسائٹی تشکیل دی ہے، بی جے پی ضلع صدر "اے ناگیش" سکریٹری "ٹی ایس اُلاس بابو" اور بی ایم ایس ضلع کے سکریٹری "پی وی ابراہیم" کے ذریعہ قائم شدہ اس سوسائٹی کا مقصد بیف اور مچھلی کے میدان میں کاروبار کرنا ہے، سوسائٹی نے باقاعدہ شہر کے مرکزی مقام "ترُدم چڑے منڈر" کے پاس اپنا کام شروع بھی کر دیا ہے، سوسائٹی کی اس دوکان پر تھوک میں "گئو ماس" بھی دستیاب ہوگا، خبر کے مطابق آن لائن خریداری کے لئے سوسائٹی جلد ہی ایک موبائل اسٹور بھی شروع کرنے والی ہے، سوسائٹی ایک بڑا ہوٹل بھی کھولنے کا منصوبہ بنا رہی ہے جس میں شائقین کے لئے "گئو ماس" کے مختلف ڈشیں پروسی جائیں گی۔

[انقلاب ممبئی، ۷، جولائی ۲۰۱۶ء]

اس خبر پر کانگریس لیڈر روگ وجے سنگھ نے کہا کہ "کاؤ ممّی" کیرل میں جا کر "یمّی" ہو گئیں ہیں، اب سوال یہ ہے کہ جب بی

جے پی اور آر ایس ایس خود ہی ''گئو مانس'' کا کاروبار کر کے نوٹ چھاپ رہی ہیں تو ملک میں ''بیف بندی'' اور ''گئو رکشا'' جیسی کی نوٹنکی کیوں؟

تین طلاق کے ذریعہ مسلم عورتوں پر ہو رہے اپنے مفروضہ ''ظلم و ستم'' کا ڈھنڈورا پیٹ کر پورے ملک کو سر پہ اٹھانے لینے والی مرکزی حکومت جے. این. یو سے اے. بی. وی. پی کے ذریعہ سال بھر سے غائب کردہ ''نجیب'' کو آج تک ڈھونڈ نہیں پائی، نہ یہ پتہ لگا پائی کہ وہ زندہ ہے یا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا؟ اور نا ہی ان لوگوں کی گرفتاری عمل میں آئی جنھوں نے اس پر قاتلانہ حملہ کر کے اسے مارا پیٹا تھا۔

حد تو یہ ہے کہ جمہوریت کا پانچواں ستون کہلانے والا ملکی میڈیا، کھوج کھوج کے اسلامی احکام پر اسلام سے ناواقف جاہلوں کی چوپال لگا کر گھنٹوں گھنٹوں بحث کرانے کا تو روادار ہے، لیکن دہلی کی سڑکوں پر اپنے بیٹے کو آواز لگاتی روتی بلکتی ایک دکھیاری ماں، ایک مصیبت زدہ بہن اسے کبھی نہیں دکھتی، اس سلسلے میں مسلسل کی جارہی دانستہ لاپرواہی کے خلاف سپرم کورٹ نے مرکزی حکومت کو پھٹکار بھی لگائی مگر واہ رے ''پردھان سیوک جی'' اس کا بھی آپ پر کوئی اثر نہیں ہوا، اپنے اکلوتے بیٹے کی تلاش میں نجیب کی ماں ان کی ناک کے نیچے دربدر بھٹک رہی ہے، تھانے تھانے دھکے کھا رہی ہے، آفس آفس چکر لگا رہی ہے لیکن مودی جی نے پتہ نہیں کون سا چشمہ رکھا ہے کہ انھیں نہ یہ ''مسلم بہن'' نظر ہی نہیں آرہی ہے نہ یہ ظلم و ستم کی ماری ماں۔

اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ مودی جی ''مسلم بہنوں'' پر ہو رہے ظلم و ستم سے کتنے فکر مند ہیں اور انھیں مسلم عورتوں سے کتنی سچی ہمدردی ہے، سوچئے! کیا صرف تین طلاق دیدینا ہی ان پر ظلم و ستم ہے؟ دن دہاڑے ان کے بیٹوں کو ظالموں کے ذریعہ اغوا کر لیا جا رہا ہے، کیا یہ ان پر ظلم و ستم نہیں؟ سڑکوں پر جانوروں کی طرح پیٹ پیٹ کر ان کے شوہروں کو مار دیا جا رہا ہے، کیا یہ ان پر ظلم و ستم نہیں؟ سر عام ان کے بھائیوں کو دوڑا دوڑا کر قتل کر دیا جا رہا ہے، کیا یہ ان پر ظلم و ستم نہیں؟ مودی جی نے اس ظلم کے خلاف کتنی بار آواز بلند کی؟ کس سپریم کورٹ میں گئے؟ اور اس کی روک تھام کے لئے کون سے نئے قانون بنائے؟

اگر معاملہ عورتوں سے متعلق اسلامی احکام کا ہے تب تو آر ایس ایس، بے جے پی اور خود مودی جی کی راتوں کی نیند اڑ جاتی ہے اور وہ اس بے خوابی سے پیدا شدہ جنون کے سبب ہزیان کا شکار ہو جاتے ہیں اور اگر معاملہ عورتوں سے متعلق ان کے احکام کا ہو، ان کی ذمہ داریوں کا ہو تو گھوڑے بیچ کر سو جاتے ہیں، حتیٰ کہ سپریم کورٹ کی پھٹکار بھی انھیں خواب خرگوش سے بیدار نہیں کر پاتی۔

''لو جہاد'' کے نام پر بے قصور مسلم نوجوانوں کو مارا پیٹا جا رہا ہے، ان پر جبراً ''دھرم پریورتن'' کا الزام لگا کر جھوٹے مقدمے میں پھنسایا جا رہا ہے، ان کا مستقبل تباہ و برباد کیا جا رہا ہے، ایسا لگتا ہے کہ اس حکومت نے ان بھگوا دھاریوں کو ہی کورٹ اور قانون کے سارے اختیارات دے دیئے ہیں، اب یہ جسے چاہیں ''لو جہاد'' کے نام پر مارنے پیٹنے لگیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا کیوں کہ پولیس بھی یہی ہیں، مدعی بھی یہی ہیں اور جج بھی یہی، یہ نہ صرف خود کو قانون سے اوپر تصور کرتے ہیں بلکہ اپنے آپ کو سراپا قانون بھی سمجھتے ہیں، ان کی ناپاک ہمت اس قدر بڑھی ہوئی ہے کہ اپنے گھناؤنے کارناموں کی ویڈیو کلپنگ بھی کرتے ہیں اور بے خوف ہو کر اسے سوشل میڈیا پر بھی ڈال دیتے ہیں، لیکن واہ رے پولیس! اسے تو کچھ نظر ہی نہیں آتا، آخر کاروائی کرے بھی تو کس بنا پر؟

بی جے پی اور آر ایس ایس کے نشانے پر صرف مسلمان اور دلت ہی نہیں ہیں بلکہ ان کے ہاتھوں ملک کی نئی نسل کا مستقبل بھی خطرے میں ہے، آئے دن یونیورسٹیز میں نوجوانوں کو خودکشی پر مجبور کیا جا رہا ہے، جس کی زندہ مثال ''روہت ویمولا'' ہے، سچ بولنے والوں کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا جا رہا ہے اس کی تازہ مثال ''گوری لنکیش'' ہیں، عورتوں کی عزت و آبرو سے سر عام کھلواڑ کیا جا رہا ہے اور اگر انھوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی تو ''لاٹھیوں'' سے ان کا سواگت کیا جا رہا ہے۔

عورتوں کی عزت و آبرو اس کی حفاظت کو لے کر یوگی حکومت کتنی پابند اور مستعد ہے؟ یہ وہ بنارس ہندو یونیورسٹی میں لڑکیوں پر

بے تحاشہ لاٹھی چارج کر کے ثابت کر چکی ہے، پتہ نہیں یوگی جی کو کیوں اس قدر غصہ آ گیا کہ اپنی عزت و آبرو اور اپنے مان سمّان کی حفاظت کے لئے آواز بلند کرنے والی لڑکیوں پر سیدھے لاٹھی چارج کرادی، آخر کیوں یوگی جی؟ وہ لڑکیاں تو صرف اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کی مانگ کر رہی تھیں، اس پر آپ اس قدر چراغ پا کیوں ہو گئے؟ بے چاری ان لڑکیوں پر لاٹھی چارج کرانے کی کیا ضرورت تھی، زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ دیتے کہ "دیکھو لڑکیو! میرے دورِ حکومت میں یہ "عزت، آبرو اور مان سمان" جیسی دقیانوسی باتیں بند کرو، میں ٹھہرا "یوگی" مجھے ان فضول کی باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں پھر یہ کہ "میں یوگی ہوں" اس کا مطلب یہ تھوڑی ہے کہ سارے "ہندو یووا واہنی" والے بھی "یوگی" ہو گئے؟ ارے بھئی وہ "یووا" ہیں اور سب جانتے ہیں کہ "یواؤں" کی اپنی ضرورتیں ہوتی ہیں، ہم تمہارے "مان سمان" کے نام پر ملک کے ان ہونہار "یواؤں کا وکاس" نہیں روک سکتے اور نا ہی تمہیں اس کی اجازت دے سکتے ہیں کہ تم اس کے خلاف کوئی آواز بلند کرو۔"

ایک تو وہ پہلے ہی سے اپنے ساتھ ہوئی زیادتی کے سبب صدمے میں تھیں، دوسرے رہی سہی کسر آپ کی کرپا سے لاٹھیوں کی برسات نے پوری کر دی، اب بے چاری یہ لڑکیاں حیران و پریشان ہیں کہ آخر ہمارے ملک میں اپنے مان سمان اور اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کی بات کرنا کب سے "جرم" ہو گیا؟ کیا اب بدقماش لڑکے جو بھی ہمارے ساتھ کریں وہ چپ چاپ سہنا ہوگا؟ اور یہ سب اس پارٹی کی حکومت کی دیکھ ریکھ میں ہو رہا ہے جو سب سے زیادہ عورتوں کے حقوق، ان کی حفاظت کو یقینی بنانے کی وکالت کرتی ہے، انھیں طاقتور بنانے اور برابری کا حق دینے کا ڈھنڈورا پیٹتی ہے، برابری کا حق تو دور اس کے دورِ حکومت میں عورتوں کے لئے اپنی عزت و آبرو کی بات کرنا بھی "جرم" ہو گیا ہے، اس "ہاتھی کے بھی دانت! کھانے کے اور دکھانے کے اور" ہیں۔

گورکھپور میں سیکڑوں بے قصور ننھے منّے بچوں کو موت کے گھاٹ اتار کر یوگی جی یوپی کے عوام سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا اب جنتا کے بچوں کی پالن پوشن بھی حکومت کو کرنی پڑے گی؟ تاریخ میں ایسی گھٹیا سوچ رکھنے والا کوئی اور سی ایم نظر نہیں آتا، اب انھیں کون بتائے کہ بھائی صاحب! بیوی بچوں کی پرورش، ان کی دیکھ بھال تو انھیں کی ذمہ داری ہے جس کے بیوی بچے ہیں لیکن اسے وہی سمجھ سکتا ہے جس کے اپنے بھی بیوی بچے ہوں، جس کے خود کے بیوی بچے ہی نہیں، وہ بیوی بچوں کی ذمہ داریوں کو کیا خاک سمجھے گا؟

مذکورہ حقائق نے روزِ روشن کی طرح یہ بات واضح کر دی ہے کہ مسلمانوں سے جڑے جتنے بھی "ایشوز" ہیں، یہ حکومت کے اپنے "ووٹ بینک" بڑھانے کے لئے "ہندوؤں" کو ورغلانے کا صرف ایک حربہ ہیں، لیکن اب عام ہندو بھی اپنی آنکھیں کھول چکے ہیں، صحیح غلط کی پہچان اب انھیں بھی ہونے لگی ہے، اپنے چھلے جانے کا احساس انھیں بھی ہو گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اب نہ تین طلاق کام آ رہی ہے، نہ "گائے ماتا" دودھ پلا رہی ہیں اور نا ہی رام مندر کی جبیں سائی ہی کوئی فیض پہنچا رہی ہے، بوکھلا کر اب "تاج محل" کے محبت بھرے سائے میں پناہ لے کر اسے بھی زہر آلود کرنا چاہ رہی ہے، لیکن جب خود ہندوستان پریمی ہندوؤں نے انھیں لتاڑ لگائی تو کسی قدر ہوش ٹھکانے آئے۔

ایسے سنگین اور مخدوش حالات میں مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ سچے پکے مسلمان بنیں، سختی کے ساتھ شرعی احکام کی پابندی کریں، اللہ اور اس کے رسول کی عظمت و محبت سے اپنے سینوں کو روشن و تابناک بنائیں، پھر دیکھیں کہ کیسے کامیابیاں ان کے گھروں کی باندیاں بنتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

■■■

ص ۵۸ رکا بقیہ ....

کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ ہر شاعر و مقرر یا پیر کا استقبال نعرۂ تکبیر سے کیا جانا کس حد تک مناسب ہے؟ نہ یہ بتانے کی ضرورت باقی رہتی ہے کہ نعرۂ تکبیر و رسالت کے ذریعے استقبال کرنے کے لئے شخصیت کا معیار کیا ہونا چاہئے جو لوگ نعرہ لگوانے کے آرزومند رہتے ہیں اور جو لوگ نعرہ لگا کر استقبال کرنے میں پیش پیش رہتے ہیں، دونوں قسم کے حضرات پہلے اس نکتہ پر غور کریں پھر میدان کارزار میں قدم رکھیں، اسی میں دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی ہے۔

از: نور محمد لکھنوی ■■■

والدین کے ساتھ حسن سلوک
قرآن وحدیث کی روشنی میں

از مفتی محمد شعیب رضا نعیمی قادری علیہ الرحمہ*

.....گزشتہ سے پیوستہ.....

۶۴۔وعن سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال:لا یَرُدُّ القَضَاءَ الا الدُّعَاءُ ولا یزیدُ فی العُمُرِ الا البِرُّ (الترمذی) یعنی سلمان رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قضا کو صرف دعا رد کرتی ہے اور عمر میں زیادتی صرف والدین کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔

۶۵۔عن عقبۃ بن عامر قال: لَقِیتُ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوما فبدرتہ فأخذتُ بیدِہِ اَوْ بدرنی فأخَذَ بیدی فقال: یا عُقبۃ الا أخبرُكَ بأفضل أخلاق أهل الدنیا و أهل الاخرۃ: تصل من قطعك وَتُعْطِي من حرمك و تَعْفُو عَمَّن ظَلَمَكَ الا من أراد أن یمدَّ لَہُ فی عُمُرِہِ وَیُبسطَ فی رِزْقِہِ فَلْیَتقِ اللہ ولیصِلْ ذا رَحِمِہِ [شرح السنۃ] یعنی عقبہ ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملاقات کی میں نے جلدی سے بڑھ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ لیا یا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری طرف جلدی بڑھے اور میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: اے عقبہ! کیا میں تمہیں دنیا اور آخرت والوں کے بہترین اخلاق کے بارے میں نہ بتادوں؟ تم اس سے صلہ رحمی کرو جو تم سے قطع کرے اور اس کو دو جو تمہیں محروم کرے اور اس کو معاف کردو جو تم پر ظلم کرے خبردار! ہوشیار جو چاہتا ہے کہ اس کی عمر میں برکت دی جائے اور اس کے رزق میں وسعت دی جائے تو وہ اللہ سے ڈرے اور اپنے ذو رحم سے صلہ رحمی کرے۔

۶۶۔عن أبی هریرۃ قال: أبو ضمرۃ: لا أعلمُہُ الا عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: تعلموا من أنسابكم ما تصلون بہ أرحامكم فان صلۃ الرَّحِمِ مَحَبَّۃٌ فی الأهلِ، مثراۃٌ فی المالِ، منسأۃٌ فی الأثرِ [شرح السنۃ] یعنی ابوہریرہ سے ہے انہوں نے کہا: ابو ضمرہ نے بیان کیا کہ میں اس حدیث کو نہیں جانتا مگر نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جانتا ہوں آپ نے فرمایا: اپنے انساب کو خوب اچھی طرح جانو کہ جس کی وجہ سے تم اپنے رحموں کے ساتھ حسن سلوک کرو، اس لیے کہ صلہ رحمی اپنوں میں محبت ہے مال میں بڑھوتری ہے عمر میں رزق میں برکت ہے۔

۶۷۔عن ثوبان قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ان الرجل لیُحرمُ الرِّزقَ بالذنبِ یُصِیبُہُ ولا یرد القدر الا الدُّعاءُ ولا یزیدُ فی العُمُرِ الا البِرُّ [النسائی وابن ماجہ] یعنی ثوبان سے ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی رزق سے اس گناہ کے سبب محروم کردیا جاتا ہے جس کو وہ کرتا ہے اور قدر نہیں رد ہوتی مگر دعا سے اور عمر میں برکت نہیں ہوتی مگر والدین کی خدمت سے۔

۶۸۔وعن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلا أتاہُ فقال: انَّ لی امرأۃً وانَّ أمی تأمرنی بطلاقها، فقال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول: الوالدُ أوسطُ ابواب الجنۃِ، فان شئت فأضع هذا الباب أو احفظہُ. [ابن ماجۃ والترمذی] یعنی ابودرداء رضی اللہ عنہ سے ہے ایک شخص نے ان کے پاس آکر عرض کیا میری ایک ہی بیوی ہے اور میری ماں مجھے اسے طلاق دینے کا حکم دیتی ہے تو ابودرداء نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے والد جنت کے درمیانی دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں چاہے تو اس دروازے کو گرادے یا محفوظ کرلے۔

◄.....جاری.....►

* مفتی صاحب علیہ الرحمہ حضور تاج الشریعہ کے فرزند نسبتی اور مرکزی دارالافتاء کے نائب صدر مفتی تھے۔

از: شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ ابو حسام محمد عسجد رضا خاں قادری بریلوی*

اقسامِ علم اور ان کے احکام

..... گزشتہ سے پیوستہ .....

سوال: باوجود یہ کہ دونوں افضل علوم میں سے ہیں لیکن تم ان کے درجوں کو کس طرح علم دین کی بہ نسبت پست درجے میں ڈالے جا رہے ہو؟

جواب: جو حق آدمیوں سے پہچانتا ہے، وہ گمراہی کے جنگلوں میں خاک چھانتا ہے، چاہیے کہ پہلے حق کو جانو تب اس کے اہل کو پہچانو، بشرطیکہ طریق حق کے سالک ہو، اور اگر تقلید پر قانع ہو اور جو درجے فضیلت کے لوگوں میں مشہور ہیں انھیں پر نگاہ رکھتے ہو تو صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے حالات اور ان کے مراتب علیا سے غفلت نہ کرو۔

جن لوگوں کا تم نے ذکر کیا، ان سب کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سب سے بڑھ کر ہیں اور دین میں کوئی ان کی چال نہیں چل سکتا، نہ کوئی ان کی گرد کو پا سکتا ہے حالانکہ ان کی فضیلت "علم کلام" اور "علم فقہ" سے نہ تھی بلکہ "علم آخرت" اور اس کے طریق کو اختیار کرنے سے غرض تھی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفۃ الرسول کو دیگر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) پر فضیلت تھی تو زیادہ روزے رکھنے اور کثرت سے نماز پڑھنے اور بہت سی روایات کرنے سے نہ تھی، نہ فتوے دینے اور "علم کلام" کی وجہ سے تھی بلکہ اس وجہ سے تھی جو ان کے سینے میں چھپی تھی، چنانچہ اس کی شہادت سید المرسلین ﷺ نے دی پس تمھیں اس راز کی جستجو میں حرص کرنی چاہیے کہ جوہر نفیس اور در مکنون وہی ہے اور جس کو اکثر لوگ متفق ہو کر چند اسباب کی وجہ سے (جن کی تفصیل طویل ہے) بڑا جانتے اور تعظیم کرتے ہوا سے جانے دو، اس لئے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے اپنے بعد ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم چھوڑے جو "عارف باللہ" تھے۔

ان کی تعریف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائی، ان میں سے کوئی ایسا فرد نہ تھا جو "فن کلام" سے واقف ہو، اور سوائے چند ایک کے، ان میں سے کسی نے بھی اپنے آپ کو فتویٰ دینے کے لئے پیش نہیں کیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی صحابہ کبار میں سے تھے جب ان سے کوئی فتویٰ پوچھتا کہتے کہ فلاں کے پاس جاؤ جس نے یہ کام اپنے ذمے لے رکھا ہے اور اس سوال کو اس کی گردن پر رکھو اس جواب میں یہ اشارہ تھا کہ مقدمات اور احکام میں فتوے دینا ولایت اور سلطنت کا تابع ہے اور جب کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال پر ملال ہوا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علم کے نو حصے مر گئے۔

لوگوں نے عرض کیا کہ آپ یہ قول کیوں فرماتے ہیں: ہم میں تو بڑے بڑے صحابہ موجود ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میری غرض علم فتوے اور حکم سے نہیں میرا مقصد علم اللہ تعالیٰ سے ہے بتاؤ کیا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مراد "فن کلام" وغیرہ تھا، اگر یہ مراد نہ تھی تو پھر تمھیں کیا ہوا ہے کہ اس علم کی معرفت پر حرص نہیں کرتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال سے علم کے "نو" حصے انتقال کر گئے۔

حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہ تھے جنھوں نے کلام اور جدل کا باب مسدود فرمایا اور جب صبیغ نے آپ کے سامنے قرآن کی دو آیات کے ایک دوسرے کے مخالف ہونے کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسے درہ مارا، اور ملنا چھوڑ دیا اور فرما دیا کہ اے لوگو! اسے چھوڑ دو۔

سوال: کیا علما میں مشہور فقہا اور اہل کلام ہیں؟

جواب: جس چیز سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت ہوتی ہے وہ اور چیز ہے اور جس سے لوگوں میں شہرت ہوتی ہے وہ دوسری چیز

ہے، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت تو خلافت کی وجہ سے تھی اور فضیلت اس علم کی وجہ سے جس کے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال پر جاگے رہے اور اپنی حکومت میں جو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور خلق خدا کے ساتھ عدل وانصاف اور شفقت ومروت کا قصد کرتے تھے، اس کی وجہ سے بزرگی تھی اور وہ ایک امر پوشیدہ آپ کے دل میں تھا۔ آپ کے اور جو ظاہری اعمال تھے وہ تو دوسروں سے بھی ہونے ممکن ہیں جو جاہ وشہرت اور نام کے طالب وراغب ہوں، غرض کہ شہرت ایسے امر میں ہوتی ہے جو مہلک ہو اور فضل ایسی بات میں ہوتا ہے جو مخفی ہو، کسی کو اس پر اطلاع نہ ہو۔

فقہا اور اہل کلام مثل حکام اور قضاۃ کے ہیں اور کئی طرح کے ہیں، بعض تو ایسے ہیں جنھوں نے اپنے علم اور فتوے سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقہ کی حفاظت کا قصد کیا اور نام ونمود اور شہرت وعظمت کی خواہش سے دور ونفور رہے، ان کی فضیلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس وجہ سے ہے کہ انھوں نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا اور اپنے فتویٰ اور دلیل سے اسی کی ذات مراد لی، اس لئے کہ ہر علم سے عمل مطلوب ہے کیوں کہ علم بھی ایک فعل ہے جبکہ ہر عمل علم نہیں۔

طبیب بھی اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کے تقرب پر قادر ہے تو اس کو بھی ثواب اسی اعتبار سے ہوگا کہ وہ اپنے علم سے اللہ تعالیٰ کے لئے کام کرتا ہے، اسی طرح اگر سلطان خلق خدا کا معاملہ خدا کے لئے کرے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور قابل ثواب عمل ہوگا، اس وجہ سے نہیں کہ وہ علم دین کا ذمہ دار ہے بلکہ اس سبب سے کہ اس نے اس کام کا ذمہ لیا جس سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے تقرب کا قصد رکھتا ہے۔

جن امور سے قرب خدا کا حصول ہوتا ہے وہ تین ہیں (۱) علم مکاشفہ (۲) عمل، جیسے بادشاہوں کا عدل کرنا اور لوگوں کو منظم رکھنا (۳) علم وعمل کا مرکب، وہ آخرت کا علم ہے جو اس علم کا جاننے والا ہے، وہ عالم اور عامل دونوں کا جامع ہے، اب آپ فیصلہ کیجئے کہ آپ علما باللہ سے ہونا چاہتے ہیں یا صرف عاملین سے یا دونوں کے جامع؟ مولیٰ تعالیٰ علم وعمل توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ■■■

اسلامیات

از: مفتی محمد صابر القادری فیضی*

ماہ ربیع الاوّل کے فضائل و معمولات

ربیع الاول شریف اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب اس کا نام رکھا گیا تو اس وقت موسم ربیع کی ابتدا تھی، اس لئے اس کا نام "ربیع الاول" رکھا گیا۔

یہ مہینہ خیرات و برکات اور سعادتوں کا منبع ہے، کیوں کہ اسی ماہ کی بارھویں تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضور رحمۃ للعالمین مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کو پیدا فرما کر نعمتوں کی بارش برسائی، اسی ماہ کی آٹھویں تاریخ کو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے اور اسی ماہ کی دسویں تاریخ کو نبی پاک ﷺ نے ام المؤمنین سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تھا۔ [عجائب المخلوقات ص ۴۵]

مشائخ عظام علمائے کرام فرماتے ہیں کہ حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ کا وقت ولادت باسعادت لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے کیونکہ لیلۃ القدر میں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ولادت پاک کے وقت خود حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ﷺ تشریف لائے، جن کے واسطے تمام جہان کو پیدا کیا گیا، نیز خداوند قدوس جل جلالہٗ لیلۃ القدر میں صرف امت مسلمہ پر فضل و کرم فرماتا ہے اور شب ولادت میں اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر اپنا فضل و کرم فرمایا، جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے وما ارسلناك الا رحمة للعلمين۔ یعنی اے محبوب ! ہم نے آپ کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

بارھویں ربیع الاول شریف کو خوشی و مسرت کا اظہار کرنا، مساکین کو کھانا کھلانا اور میلاد شریف کا جلوس نکالنا اور جلسے منعقد کرنا اور کثرت سے درود شریف پڑھنا بڑے ثواب کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام سال اس کو امن و سکون عطا فرمائے گا اور اس کے تمام جائز مقاصد پورے فرمائے گا۔ [ماثبت من السنۃ ص ۷۹]

مسلمانوں کو چاہئے کہ اس مبارک مہینہ میں بارھویں تاریخ کو بالخصوص اور باقی سال میں بالعموم میلاد شریف کی محافل منعقد کیا کریں، ہمارے لئے یہ محفل پاک ذریعۂ ہدایت و نجات اور سبب حصول برکات ہوگی۔

کیا کوئی خاص دن منانا جائز ہے؟

وذکرھم بایام اللہ۔ یعنی اور یاد دلاؤ ان کو اللہ کے دن اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ سب راتوں اور دنوں کو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمایا ہے اور سب دن اللہ ہی کے ہیں، مگر دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون سے دن ہیں جن کو خاص طور پر یاد دلانے کا حکم دیا گیا ہے تو رئیس المفسرین حضرت ابن عباس، حضرت ابی ابن کعب، حضرت مجاہد، قتادہ و دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ نے اپنے بندوں پر انعام فرمائے۔ [ابن جریر]

ایمان والے جانتے ہیں کہ سرور دو جہاں باعث تخلیق کون و مکاں رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں باقی تمام نعمتیں انہیں کا صدقہ ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا تو جس دن یہ نعمت عظمیٰ عطا ہوئی اس دن کو یاد دلانا اور لوگوں کو بتانا کہ یہ ہے وہ دن جس دن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم رؤف رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم بھیج کر مومنوں پر بڑا احسان و انعام فرمایا یہ حکم الٰہی کی تعمیل ہے اور اللہ کے کسی حکم کی تعمیل کرنا بدعت نہیں بلکہ باعث رحمت و برکت ہوا کرتا ہے اور اسی پر ان ایام کو جن میں اہم واقعات پیش آئے اور بزرگان دین پر انعامات الٰہیہ ہوئے قیاس کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے: قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا۔ اے محبوب آپ فرما دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (کے ملنے) پر چاہئے کہ (آپ)

*مضمون نگار مدرسہ عربیہ جامعہ نعیمیہ رحمان گنج، بارہ بنکی کے پرنسپل ہیں۔

خوشی کریں، اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے فضل ورحمت پر خوشی کا اظہار کرنا حکم الٰہی ہے اور بیشک نبی کریم علیہ التحیۃ و التسلیم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجنا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل عظیم ہے، لہٰذا حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے سلسلے میں ہر جائز اور کا اظہار کرنا اس آیت پر عمل ہے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کا یوم ولادت منانا بدعت نہیں بلکہ مباح و مستحسن ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ آپ کی ولادت کی خوشی صرف مومنوں مسلمانوں کو ہی ہو سکتی ہے، دشمنوں اور مخالفوں کو نہیں ہو سکتی، بلکہ انہیں تو سخت صدمہ ہوگا، جیسا کہ خاص میلاد کے دن شیطان کو ہوا تھا۔

میلاد، مولود اور ولادت کا ایک ہی مفہوم ہے یعنی کسی کے پیدا کرنے کا ذکر کرنا، کسی کی پیدائش کا ذکر کرنا اور کسی کی ولادت کی اطلاع وخبر دینے کے ساتھ ساتھ اس کی زندگی کے حالات کو بیان کرنا، جب کے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ اکثر انبیاء اکرام کا ذکر خیر کرتے ہوئے ان کی زندگیوں کے حالات کو بھی پوری تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے، مثلاً حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت پاک کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے: وسلم علیہ یوم ولد کہ جس دن حضرت یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اس دن پر سلام اور ان کی ولادت پر سلام اور حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کی ولادت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا: وسلم علی یوم ولدت کہ جس دن میں پیدا ہوا اس دن پر میرا ہی سلام مجھ پر، ان کے علاوہ حضرت ابراہم، حضرت موسیٰ، حضرت یونس حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی ولادت پاک کے ذکر خیر اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کے بیان کے ساتھ ساتھ آپ کی آمد کی اطلاع، تشریف آوری کی خبر اور جلوہ فرمائی کی اطلاع کے ساتھ ساتھ آپ کی زندگی کے ہر پہلو پر شرح وبست سے روشنی ڈالی گئی ہے، کہیں آپ کے خلق عظیم کا تذکرہ ہے اور کہی آپ کے لطف وکرم کا ذکر اور کہیں آپ کے حسن و جمال کی تصویر ہے اور کہیں آپ کے خطبات کی تفسیر کی جگہ پر منبر پاک پر آپ کی جلوہ فرمائی کا بیان ہے اور کسی مقام پر میدان جہاد میں آپ کی سپہ سالاری کا ذکر ہے اور کہیں واذ اخذ اللہ میثاق النبین فرما کر تمام انبیاء علیہم السلام پر اسے آپ کی رسالت پر ایمان لانے کا عہد لیا جارہا ہے اور کہیں: مبشر. برسول یاتی من بعد اسمہ احمد کہہ کر روح سے ان کی آمد کی خوشخبری دلائی جا رہی ہے کہیں: ربنا والبعث فیھم رسولا کے الفاظ میں حضرت خلیل اللہ علیہ اسلام سے انھیں مبعوث کرنے کی دعا کرائی جارہی ہے اور قد جاء کم من اللہ نور فرما کر خود آپ کی تشریف آوری کا عام اعلان فرمارہا ہے اور یہی میلاد ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ بارہ ربیع الاوّل شریف کے مبارک دن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے بڑی نعمت سید المرسلین تاجدار مدینہ ﷺ کی نورانی صورت میں ساری نسل انسانی کی ہدایت کے لئے اہل ایمان کو عطا ہوئی، اسی لئے اس نعمت عظمیٰ کی خوشی میں جشن عید میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں، مٹھائی تقسیم کرتے ہیں، بازار سجاتے ہیں، خوبصورت محرابیں بناتے ہیں، جھنڈیاں لگاتے ہیں، جھنڈے لہراتے ہیں، ایک دوسرے کو مبارک باد پیش کرتے ہیں، نعت خوانی کا لطف اٹھاتے ہیں اور درود وسلام کے پھول نچھاور کرتے ہیں اور پھر لطف کی بات تو یہ ہے امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت یہ سب کچھ ہوا، جھنڈے خدانے پھیرائے، درود وسلام فرشتوں نے پڑھا، مبارک باد جانوروں نے دی، اعلان نبیوں نے کیا، منادیٰ جبریل نے سنائی اور گواہی شجر وحجر نے دی۔

محفل میلاد النبی ﷺ کی برکتیں

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: من انفق درھما علی قراۃ النبی مولد النبی ﷺ کان رفیقی فی الجنۃ۔ جس نے نبی کریم ﷺ کے میلاد پاک پر ایک درہم بھی خرچ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: من عظم مولد النبی ﷺ فقد احیاء الاسلام۔ جس نے امام الانبیاء ﷺ کے میلاد پاک کی تعظیم کی اس نے اسلام کو زندہ کیا، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: من انفق درھما علی قراۃ النبی مولد النبی ﷺ فکانما شھد غزوۃ بدر وحنین۔ جس نے

سیدالانبیاء ﷺ کے میلاد پاک پر ایک درہم بھی خرچ کیا گویا کہ وہ بدر و حنین کے جہاد میں شریک ہوا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "من عظم مولد النبی ﷺ وکان سعیا لا یخرج من الدنیا الا بالایمان ویدخل الجنۃ بغیر حساب"۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کے میلاد پاک کی تعظیم کی اور اسے بیان کرنے کی کوشش کی تو دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے گا اور بغیر حساب کے جنت میں جائے گا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "لو کان فی مثل جبل احد ذھبا فانفقتہ علی قراۃ مولد النبی ﷺ"۔ اگر میرے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو میں نبی کریم ﷺ کے میلاد پاک پر خرچ کر دوں۔ [النعمۃ الکبریٰ علی العالم، ص ۷ تا ۱۲]

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "وسائل فی شرح شمائل" میں رقم طراز ہیں کہ "ما من بیت او من مسجد او محلۃ قرء فیہ مولد النبی ﷺ الا حفۃ الملائکۃ ذالک البیت والمسجد والمحلۃ وصلت الملائکۃ علی اھل ذالک المکان"۔ جس گھر میں اور جس مسجد میں اور جس محلہ میں امام النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا میلاد پاک پڑھا جائے اللہ کی رحمت کے فرشتے اس مکان اس مسجد اور اس محلہ کو گھیر لیتے ہیں اور اس مکان والوں پر درود شریف بھیجتے ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "من جمع لمولد النبی ﷺ اخوانا وھیا طعما وخلی مکانا وعمل احسانا وصار سببا لقراتہ بعثہ اللہ یوم القیمۃ مع الصدیقین والشھداء والصالحین ویکون فی جنت النعیم"۔ جس نے محفل میلاد ﷺ کے لئے دوستوں کو جمع کیا کھانا تیار کیا اور مکان خالی کرایا اور میلاد خوانی کا سبب بنا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن صادقین شہداء اور صالحین کے ساتھ اٹھائے گا اور اس کا ٹھکانا جنت النعیم میں ہوگا۔

حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "من ھیا طعاما لاجل قراۃ مولد النبی ﷺ وجمع اخوانا واوقد سراجا ولبس جدیدا وتعطر تعظیما لمولد النبی ﷺ حشرہ اللہ یوم القیمۃ مع الفرقۃ الاولیٰ من النبیین"۔ جس نے میلاد النبی ﷺ پر کھانا پکایا لوگوں کو جمع کیا نیا لباس پہنا اور خوشبو سے میلاد کی جگہ کو معطر کیا اور چراغاں کیا، اس کا حشر انبیاء علیہم السلام کی رفاقت میں ہوگا۔ "ما من مسلم قراء فی بیتہ مولد النبی ﷺ رفعہ اللہ سبحانہ تعالیٰ القحط والوباء والحزن والآفات والبلیات وعین السوء واللصوص اھل ذالک البیت فاذا مات ھون اللہ علیہ جواب منکر ونکیر"۔ جس گھر میں تاجدار کون و مکاں ﷺ کا میلاد شریف ہوتا ہے اس گھر سے قحط، وباء، غم، غرق ہوتا اور تمام آفات و بلاؤں اور بری نظر اور چوروں سے اس اہل خانہ کو محفوظ رکھتا ہے، جب وہ مرتا ہے اس پر منکر نکیر کے جواب کو آسان فرما دیتا ہے۔ [ایضاً]

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو اس لئے پیدا فرمایا کہ جب اپنے حسن کی محفل سجانے کا خیال آیا، چراغ بزم امکاں کے جلانے کا خیال آیا، حریم ناز کے پردے اٹھانے کا خیال آیا، خدا کو نور جب اپنا دکھانے کا خیال آیا، تو محمد عربی ﷺ کو بنانے کا خیال آیا، یعنی اپنا جلوہ دکھانے اور اپنی پہچان کرانے کے لئے اپنے محبوب پاک ﷺ کو اپنی ذات کا مظہر اور اپنے حسن و جمال کا آئینہ بنا کر پوری نسل انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مبعوث فرما کر یہ اعلان بھی کر دیا کہ "لولاک فما اظھرت الربوبیۃ" زینت بزم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر میں تجھے پیدا نہ کرتا تو اپنی ربوبیت کا اظہار بھی نہ کرتا، عارف رومی علیہ الرحمہ اسی حدیث قدسی کے تحت اپنا نذرانۂ عقیدت یوں پیش کرتے ہیں ؎

محمد نبودے کسے نبودے
نبودے ہر دو عالم را وجودے

یعنی محمد نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، سیدی سرکار اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ یوں نغمہ سرا ہیں ؎

گر مصطفیٰ نہ ہوتے پیدا ہی کچھ نہ ہوتا
وجہ وجود عالم ہوتا ہے مصطفیٰ کا

اور ڈاکٹر اقبال بھی بارگاہ رسالت میں اپنی محبت کے پھول اس طرح نچھاور کرتے ہیں ؎

ترا جوہر ہے نوری پاک ہے تو
فروغ دیدۂ افلاک ہے تو
ترے صید زبوں فرشتہ وحور
کہ شاہین شہ لولاک ہے تو

اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کی زندگی جس تنگی وعسرت سے گزری، وہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے ان کے پاس نہ کوئی دولت تھی اور نہ کوئی سرمایہ، نہ سونے چاندی کے خزانے تھے اور نہ ہی لعل وجواہرات کے ڈھیر، نہ ہی خوشنما باغات تھے اور نہ ہی شاہی محلات لیکن اس فقر وفاقہ میں بھی ان کو سکون قلب، تسکین روح سرور زندگی اور راحت قلب وجگر حاصل تھی اس لئے کہ وہ اس عارضی کیف ومستی اور غیر فانی زندگی کو زیادہ اہمیت دیتے تھے اور جب ان کی پر شوق نگاہیں جمال مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ لیتی تھیں تو پھر زندگی کی تمام رعنائیاں سمٹ کر ان کے دامن مراد میں پھیل جاتی تھیں اور وہ اسی نشۂ عشق ومحبت سے سرشار ہوکر دنیا و مافیہا سے بے خبر جب اس لازوال حسن کا مشاہدہ کرتے تو نہ انہیں بھوک لگتی اور نہ انہیں پیاس بلکہ وہ دنیا کی ہر چیز کو بھول جاتے کیوں کہ جمال یار کو دیکھنا ہی ان کے لئے زندگی کی سب سے بڑی نعمت تھی۔

لیکن ان کی غربت، مفلسی، تنگی اور عسرت کو دیکھ کر مکہ مکرمہ کے فرعونی دماغ رکھنے والے کافر اسلام اور پیغمبر اسلام کے جھوٹا ہونے کی ایک دلیل سمجھ لیتے کیوں کہ دولت کے نشے اور سرمایہ داری کے جنون اور امارت کے غرور نے ان کی آنکھوں پر پردے اور ان کے دلوں پر مہریں لگادی تھیں یہاں تک کہ ان کے نزدیک حق وصداقت کا معیار ہی بدل چکا تھا اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ غریب اور مفلس انسان خدا کی رحمت کا سرے سے حقدار ہی نہیں ہے اور وہ حق وصداقت کے معیار کو طہارت قلب، تزکیۂ نفس، اتقاء اور پرہیزگاری کی بجائے سرمایہ داری جاگیرداری اور ظاہری شان و شوکت اور عارضی جاہ وحشمت سمجھتے تھے اور وہ اسی بنا پر آقا کی نبوت کا انکار کرتے تھے کہ اگر خدا کو نبی بنا کر بھیجنا تھا تو پھر مکے کے کسی بڑی سردار قریش کے کسی بڑے جاگیردار اور طائف کے کسی بڑے سرمایہ دار کو نبوت عطا کرتا آخر یہ نبی کیسے ہوسکتا ہے جو رہتا ہے ٹوٹے ہوئے حجرے میں، بیٹھتا ہے کھجور کی چٹائی پر اور پہنتا ہے پھٹی ہوئی چادر اور دعویٰ کرتا ہے ساری کائنات کے لئے نبی ہونے کا اس لئے وہ کہتے تھے کہ یہ اگر نبی ہوتا تو اس کے پاس سونے اور چاندی کے خزانے ہوتے، لعل وجواہرات کے ڈھیر اور سنہرے محلات ہوتے اور جب ان کا غرور تکبر، عناد اور تعصب حد سے بڑھ گیا تو پھر غیرت خداوندی نے پکار کر کہا کہ میرے محبوب کی نبوت کو سونے چاندی کے خزانوں، لعل وجواہرات کے ڈھیروں، سنہرے باغات کے پھولوں، ریشمی لباسوں اور سنہری محلات میں تلاش نہ کرو بلکہ میرے محبوب کی نبوت کو اگر دیکھنا ہے تو کسی یتیم کے ٹوٹے ہوئے دل میں دیکھو، آخر آہستہ آہستہ زمانے نے کروٹ بدلی تو وہی دلق پوشوں کی مقدس جماعت، فاقہ مستوں کا متبرک گروہ اور صحرا نشینوں کا نورانی ٹولہ ساری دنیا کے لئے امن وسلامتی، عدل وانصاف اور لطف وکرم کا ایک مضبوط قلعہ بن گیا اور پھر وہی تنگی وعسرت اور فقر وفاقہ کی زندگی بسر کرنے والے دنیا کے تاجدار ہوئے، آج دنیا کے نفس پرست اور ننگ انسانیت حکمران بھی آئے دن یہ اعلان کرتے ہیں کہ غریبوں ہم تمہارے ساتھ ہیں، امریکہ کے نام نہاد جمہوریت اور روس کی نسل انسانی کو تباہ کردینے والی آمریت بھی غریبوں کی حمایت کی مدعی ہے مگر یہ سب مکاری ہے اور ایسے اعلانات وبیانات میں صداقت کا نام تک نہیں ہے، اس لئے کہ آج تک کسی نے اس کا کوئی عملی ثبوت نہیں دیا، کوئی پری پیکر کار میں بیٹھ کر اور کوئی ہوائی جہاز میں پرواز کرتے ہوئے غریبوں سے ہمدردی کا اعلان کرتا ہے۔

آنسوؤں سے بھیگی ہوئی غریب کی آنکھوں نے دیکھا تو اسے موجودہ ترقی یافتہ دور میں ہر طرف سے مایوسی نظر آئی پھر اس نے حسرت بھری نگاہ سے مدینہ کی طرف نگاہ اٹھائی تو اس نے دیکھا کہ ساری کائنات کا ہادی، زمین وآسمان کا مالک، کون ومکاں کا شہنشاہ اور عرب وعجم کا تاجدار ایک ٹوٹے ہوئے حجرے میں کھجور کی ایک ٹوٹی ہوئی چٹائی پر بیٹھ کر اور پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھے ان کے لئے دعا کررہا ہے۔

اسلامیات

غریب امیروں سے چالیس برس پہلے جنت میں جائیں گے

آقائے کریم ﷺ کا فرمان عالیشان ہے: اللّٰھم احینی مسکینا وامتی مسکینا واحشر لی فی زمرۃ المسکین اے اللہ مجھے مسکینوں میں زندہ رکھنا، مسکینوں ہی میں مارنا اور قیامت کے دن مجھے مسکینوں کی گروہ میں اٹھانا۔[مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۷]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی اے مدنی آقا آپ مولائے کل اور شہنشاہ کون ومکاں اور محبوب رب دو جہاں ہو کر ایسی دعا کیوں کرتے ہیں؟ تو مدنی تاجدار نے جواب دیا کہ غریب اور مسکین لوگ قیامت کے دن امیروں سے چالیس برس پہلے جنت میں جائیں گے اور پھر امام الانبیاء ﷺ نے الفقر فقری کی عملی تفسیر دنیا والوں کے سامنے اس طرح پیش کی کہ اگر کوئی غریب امتی دو دن سے بھوکا ہے تو مدنی تاجدار ﷺ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہے ۔

تھا قدموں میں ڈھیر اشرفیوں کا لگا ہوا
اور پیٹ پر تھا پتھر کئی دن سے بندھا ہوا

آج کے مہذب اور ترقی یافتہ دور میں بھی غریبوں کو نفرت اور حکارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے لیکن دولت وثروت اور سرمایہ داری کے نشے میں سرمست انسان شاید یہ نہیں جانتے کہ مرنے کے بعد جتنی زمین کسی بڑے سے بڑے امیر کو ملتی ہے اتنی ہی فقیر کو اور وہی کفن جو ملک کے بادشاہ کو لگتا ہے وہ بستی کے گداگر کو بھی، ڈاکٹر اقبال نے اس کی ترجمانی یوں کی ہے ۔

جاکے ہوتے ہیں مساجد میں صف آرا تو غریب
زحمت روزہ جو کرتے ہیں گوارہ تو غریب
پردہ رکھتا ہے اگر کوئی تمہارا تو غریب
نام لیتا ہے اگر کوئی ہمارا تو غریب
امراء نشۂ دولت میں ہیں غافل ہم سے
زندہ ہے ملت بیضا غرباء کے دم سے

اس طرح کے ابتدائی دور میں مسلمان فقرہ فاقہ کی زندگی بسر کر رہے تھے اور کئی کئی دن تک ان کو کوئی شئی کھانے کو نہیں ملتی تھی، اس وقت اگر فیضان نبوت ان کی غریبی اور مفلسی میں ان کے شامل حال نہ ہوتا اور مدنی آقا ﷺ کا دست کرم ان کی دستگیری نہ کرتا تو بہت ممکن تھا کہ حالات کچھ اور ہوتے ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک غربت اور مفلس آدمی آقائے کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے مدنی آقا تاجدار دوعالم ﷺ سے اپنی غربت اور تنگدستی کی شکایت کرتے ہوئے کچھ کھانے کو مانگا تو حضور ﷺ نے اس کو ایک سیر جو دیئے اور وہ گھر لے آیا تو ان میں اتنی برکت ہوئی کہ: فمازال الرجل یأئکل وامراتہ وضیفھما. کئی سال تک وہ صحابی اور اس کی بیوی اور مہمان کھاتے رہے مگر وہ جو ختم نہ ہوئے، ایک دن اس نے پکانے سے پہلے جو کو تول لیا جو ختم ہو گیا تو پھر نبی کریم ﷺ کے پاس گیا اور عرض کی یارسول اللہ جو ختم ہو گئی ہے تو مدنی آقا ﷺ نے فرمایا لو لم تکلہ لا کت منہ ولکام لکم. اگر تم ان کو نہ تولتے تو وہ کبھی ختم نہ ہوتے۔[مسلم، ۲/۲۴۶]

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ آقائے کریم ﷺ مختار کل ہیں جب چاہیں جو چاہیں جس کو چاہیں عطا فرمادیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ایسا دیتے ہیں کہ پھر ختم نہیں ہوتا، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جس نے نبی کی دی ہوئی کوئی چیز تولی تو وہ شئی ختم ہوئی اور جس نے اللہ کا دیا ہوا نبی کا علم تولا تو اس کا ایمان ختم ہو گیا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ان ام مالك كانت تهدى للنبی ﷺ فی علتہ لھا سمنا. ام مالک کا دستور تھا کہ وہ ایک برتن میں ہدیہ کے طور پر حضور ﷺ کو گھی یا شہد بھیجا کرتی تھیں اور ان کے بچے جب سالن مانگتے اور گھر میں نہ ہوتا تو وہ اس برتن کو اٹھالاتیں اور اس سے بقدر ضرورت گھی یا شہد نکل آتا: حتی عصر تہ فاتیت النبی علیہ السلام فقال عصر یتھا قالت نعم قال لو تر کیتھا مازال قائما. ایک دن انہوں نے اس برتن کو نچوڑ لیا اور پھر آقائے کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اس برتن کو نچوڑ لیا ہے تو انہوں نے عرض کی کہ ہاں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس برتن کو نہ نچوڑا جاتا تو اس میں ہمیشہ گھی یا شہد نکلتا رہتا۔ [مسلم شریف ج ۲/ ص ۲۴۶]

حضرت حرام ابن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر ساتھی آپ کے ہمراہ تھے تو یہ مقدس قافلہ ام معبد کے خیمہ میں پہنچا، فنظر رسول اللہ الی شاۃ فی کسر الخیمۃ مقال ماھذہ الشاۃ یا ام معبد تو حضور نبی کریم ﷺ خیمہ میں ایک بکری بندھی ہوئی دیکھی تو آپ نے فرمایا: ام معبد یہ بکری کیسی ہے؟ ھل من لبن کیا یہ دودھ دینے کے قابل نہیں ہے؟ ام معبد نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ بکری دودھ دینے سے خالی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ام معبد اگر یہ بکری دودھ سے خالی ہے مگر میں محمد تو خالی نہیں میری شان تو یہ ہے کہ ہاتھ لگایا نہیں کہ دودھ آیا نہیں اور فرمایا: اس بکری کو میرے پاس لاؤ تاکہ میں اس کا دودھ دوہوں قالت بابی انت وامی ان رأیت بھا حلوبا فاحلبھا ام معبد نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان اگر یہ اس قابل ہے تو یارسول اللہ اس سے دودھ حاصل کرلیں قدعا رسول اللہ فمسح بیدہ ضرعھا وسمی اللہ۔ تو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بکری کو جو دودھ دینے کے قابل نہ تھی اپنے پاس منگوایا اور اس کے تھنوں کو چھوا اور اللہ کا نام لے کر دوھنا شروع کردیا پس پھر کیا تھا اس سوکھی بکری دودھ کی نہریں بہہ نکلیں اور پھر کئی برتن بھر گئے اور تمام ساتھیوں نے پیا، ام معبد فرماتی ہیں کہ میں نے اس بکری میں ایسا فیضان نبوت دیکھا کہ وہ بکری پھر کبھی نہیں سوکھی۔ [مشکوۃ ص ۵۴۴]

فیضان نبوت کے ان چشموں کو دیکھو کہ اس طرح سے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جب کہ مسلمان انتہائی فقر وفاقہ سے زندگی بسر کرتے تھے ان کی بھوک اور پیاس بجھاتے تھے اور شافع محشر ﷺ کے دست کرم پر غور کرو کہ کس طرح مسلمانوں کی تنگی و عسرت اور غربت ومفلسی میں دستگیری اور حاجت روائی فرماتے رہے، کبھی نرم ونازک انگلیوں سے پانی کے چشمے بہہ نکلتے، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ اس کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر
ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ
نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

اور کبھی فیضان نبوت سے تھوڑی سی شے میں حیرت انگیز اضافہ ہوجاتا تھا اور ہوتا بھی کیوں نہ جب کہ ساقی کوثر ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ''واللہ معطی وانما انا قاسم'' کہ خدا مجھے دیتا ہے اور میں ان تمام خزانوں کو تقسیم کرتا ہوں۔

مدنی تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: انی اعطیت مفاتیح خزائن الارض۔ تحقیق مجھے زمین کے تمام خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ [بخاری شریف ج ۱، ص ۵۰۸]

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی رحمت شفیع امت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: واعطیت الکرین الاحمر والارض۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے سونے چاندی کے خزانے عطا کئے گئے ہیں۔ [مشکوۃ شریف ص ۵۱۲]

توجب امام الانبیاء والمرسلین ﷺ اللہ تعالیٰ کے زمین و آسمان کے تمام خزانوں کے ملک ومختار ہیں اور جب خدائے تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے کے ان تمام خزانوں کو تقسیم کرنے والے بھی حضور ﷺ خود ہی ہوں تو پھر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ کسی تنگدست کی تنگدستی اور کسی مفلس کی مفلسی یا کسی غریب کی غربت اور کسی حاجت مند کی حاجت فیضان نبوت کے بھرپور خزانوں سے پوری نہ ہوتی جس کی صورتیں مختلف تھیں۔

کبھی آپ کی نرم ونازک انگلیوں سے پانی کے چشمے ابل آتے، کبھی آپ کی دعاؤں برکت سے تھوڑی شے بھی ہزاروں کی خوراک بن جاتی، کبھی آپ کے دست کرم کے چھونے سے سیاہ رنگ والے یوسف ثانی بن جاتے اور یہ فیضان نبوت صرف ان کیلئے ہی محدود نہ تھا بلکہ اس برکت الٰہی سے سبھی لوگ مستفید ہوتے بلکہ آج بھی اور قیامت تک جس کو جو بھی ملتا ہے اسی قاسم نعمت ﷺ کا صدقہ ہے، اعلیٰ حضرت کیا ہی خوب فرماتے ہیں ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

■■■

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

از: مولانا سید اولادِ رسول قدسی*

عربی زبان میں روشنی کے لیے نور کے ساتھ ساتھ ضو کا بھی استعمال ہوتا ہے مگر دونوں میں اہم فرق یہ ہے کہ نور ایسی خفیف روشنی کو کہتے ہیں جو آنکھوں کو خیرہ نہ کرے بلکہ تسکین فراہم کرے جبکہ ضو اس روشنی کو کہتے ہیں جو انتہائی تیز ہو اور آنکھوں کو چکا چوند کر دے، یہی وجہ ہے کہ قرآن مقدس نے آفتاب کی روشنی کو ضیا اور ماہتاب کی روشنی کو نور سے تعبیر فرمایا ہے۔

خداوندِ قدوس نے قرآنِ مقدس میں کئی ایک مقامات پر رسول کائنات ﷺ کو نور سے یاد فرمایا ہے، مثلاً قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌ۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا۔ یہاں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ سرکار ابد قرار ﷺ نور ہیں یعنی آپ کی روشنی آفتاب کی طرح پر حدت اور پر جلال نہیں جو آنکھوں کو خیرہ کر دے بلکہ اس قدر لطافت سے لبریز ہوتی ہے کہ آنکھوں کو ٹھنڈک فراہم کرتی ہے اور دیکھنے والوں کو طمانیت میسر آتی ہے، آپ کے نور کا فیضان پوری کائنات پر محیط ہے۔

یاد رہے کہ مذکورہ آیات میں نور سے مراد رسول ہاشمی وقار ﷺ کی ذات بابرکات ہے، نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم میں جو نور سے یاد کیا گیا ہے اس میں صدہا حکمتیں جلوہ فگن ہیں، ایک حکمت تو یہ ہے کہ جیسے نور کی خصوصیت ہے اوروں کو فیض پہنچانا ایسے ہی نبی کریم ﷺ کے نور سے فیوض و برکات کے سوتے پھوٹتے رہتے ہیں، یہاں ایک بات انتہائی اہم ہے وہ یہ کہ مادی نور ایک حد تک فیض پہنچا سکتا ہے یعنی اس کی فیض رسانی کا دائرہ محدود ہوتا ہے اب جو شے اس کے دائرۂ فیض سے باہر ہو تو وہ فیض حاصل کرنے پر قادر نہیں ہوگی مگر سرکار دو عالم ﷺ کا نور مادی نہیں بلکہ آپ کا نور من جانب اللہ ہے اور آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نور ہیں، آپ کے نور سے پوری کائنات کل بھی فیض یاب تھی، آج بھی ہے اور صبح قیامت تک رہے گی بھلا کیوں نہ ہو ترمذی شریف کے اندر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا: من یرد اللہ بہ خیراً یفقہہ فی الدین وانما انا قاسم واللہ یعطی۔ یعنی اللہ جل شانہ جس پر بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بنا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں۔

اس حدیث سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ جسے بھی جو فیض ملتا ہے وہ درِ مصطفےٰ سے ملتا ہے کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ معطی نعمت ہے اور مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ قاسم نعمت۔

نور کی ایک اور خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ وہ بذاتِ خود ظاہر ہوتا ہے اور اپنے ماسوا کو بھی ظاہر کرتا ہے، اس کی آسان سی مثال آفتاب کی دی جا سکتی ہے کہ آفتاب ایک ایسا نور ہے جو خود منور ہے اور جو اس کے نور کے دائرے میں آ گیا وہ بھی منور ہو گیا مگر آفتاب کی روشنی جب دنیا میں پھیلتی ہے تو وہ یکساں نہیں رہتی یعنی اس کی روشنی کبھی کم اور کبھی زیادہ ہوتی ہے، نہ صرف یہ کہ کم اور زیادہ بلکہ ایک وقت وہ بھی آتا ہے کہ جب آفتاب کی روشنی بالکلیہ غائب ہو جاتی ہے، ظاہر ہے دوپہر کے مقابل میں صبح اور شام میں آفتاب کی روشنی میں بے حدکمی رہتی ہے اور پھر آفتاب نمودار ہونے کے بعد پوری زمین کے بجائے نصف زمین پر اپنی روشنی پھیلاتا ہے گویا آدھی زمین اس کی روشنی سے محروم رہتی ہے، یک بارگی آفتاب پوری زمین کو روشن کر نہیں پاتا لیکن سرورِ کائنات ﷺ ایسے نور ہیں کہ نہ صرف یہ کہ آپ زمین کو بلکہ عرش و فرش کو بھی روشن کرتے ہیں اور آپ کے نور کے اثرات میں کسی قسم کی کمی بیشی کا وقوع نہیں ہوتا البتہ اگر کوئی آپ کے نور سے مستفیض نہ ہو سکے تو یہ اس کی تنگ

*مضمون نگار نیویارک امریکہ میں مقیم اہل سنت معتبر قدوا دیب ہیں۔

دامنی کا قصور ہے ورنہ آپ کا نور تو یکساں طور پر ہمہ وقت روشنی بکھیرے ہوئے ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آفتاب کی روشنی سے محض جسم کا ظاہری حصہ روشن ہوتا ہے لیکن حضور پر نور ﷺ کا وہ نور ہے جو محض جسم کو نہیں بلکہ دل، دماغ، خیال حتیٰ کہ روح کو بھی روشن کرتا ہے۔

نور کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ روشن ہونے میں کسی کا محتاج نہیں ہوتا کیوں کہ وہ خود روشن ہے اور وہ اوروں کو روشن کرتا ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ نبی کریم ﷺ اللہ کے نور ہیں آپ کو کسی مخلوق نے چمکایا نہیں بلکہ آپ سے پوری کائنات چمک گئی، رسول کائنات ﷺ کا نور ایسا ظاہر ہے کہ نہ صرف یہ کہ آپ کو انسانوں نے پہچانا بلکہ جن و شجر و حجر و بحر و شمس و قمر حتیٰ کہ ہر مخلوق نے آپ کو پہچانا۔

مشکوۃ شریف ج ۲ ر ص ۵۲۰ ر: باب المعجزات کے اندر یہ حدیث موجود ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ ہر مخلوق مجھے جانتی اور مانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں لیکن جنوں اور انسانوں میں سے جو کفار ہیں وہ میری نبوت کا انکار کرتے ہیں یہ اس موقع پر سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا جب ایک انصاری کا اونٹ قابو سے باہر ہو گیا تھا اور لوگوں کو کاٹنے پر تلا ہوا تھا، لوگوں میں خوف و ہراس کا عالم چھایا ہوا تھا، لوگوں نے انتھک کوشش کی مگر اونٹ کو کوئی بھی مغلوب نہیں کر سکا، بالآخر لوگوں نے نبی کریم ﷺ کو اس امر نا گہانی سے مطلع کیا تو آپ نے جب اونٹ کے پاس جانے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں نے بصد ادب و احترام عرض کیا یا رسول اللہ! آپ قطعی نہ جائیں کیوں کہ جو بھی اونٹ کے پاس جانے کی جسارت کرتا ہے اسے وہ کتے کی طرح کاٹ کھاتا ہے مگر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا لوگو! گھبراؤ نہیں مجھے جانے دو کیا تمہیں نہیں معلوم کہ رب کائنات نے مجھے ساری مخلوقات کا رسول بنا کر اس خاکدان گیتی میں مبعوث فرمایا ہے اور ہوا بھی ایسا کہ جوں ہی حضور اکرم ﷺ کے رخ زیبا پر بے تابو اونٹ کی نگاہ پڑی وہ دیوانہ وار دوڑا ہوا آیا اور ایک اطاعت شعار کی طرح آپ کے سامنے اپنی گردن ڈال دی پھر میرے آقا ﷺ نے جوں ہی اس کے سر اور گردن پر دست رحمت پھیرا وہ فوراً ٹھنڈا پڑ گیا۔

اسی مشکوۃ شریف ص ۵۳۶ ر کے اندر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث مروی ہے: عن جابر قال کان النبی صلی اللہ علیہ تعالیٰ وسلم اذا خطب استند الی جذع نخلة من سواری مسجد فلما صُنِعَ له المنبر فاستوی علیه صاحت النخلة التی کان یخطب عندها حتی کادت ان تنشق فنزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اخذها فضمها الیه فجعلت تَأنُّ انین الصبی الذی یسکت حتی استقرت۔ یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب مسجد میں خطبہ پڑھتے تو کھجور کے اس تنہ پر جو ستون کے طور پر مسجد میں کھڑا تھا ٹیک لگاتے پھر جب منبر بن کر تیار ہو گیا اور حضور پر نور ﷺ اس پر خطبہ پڑھنے کے لیے رونق افروز ہوئے تو وہ ستون جس سے ٹیک لگا کر آپ خطبہ دیا کرتے تھے فراق نبی میں چیخ اٹھا اور قریب تھا کہ وہ شدت اضطراب سے پھٹ جائے تو رسول اکرم ﷺ منبر سے اترے یہاں تک کہ اس ستون کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا پھر اس ستون نے اس بچہ کی طرح رونا اور بلبلانا شروع کیا جس کو تسلی دے کر خاموش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس ستون کو قرار حاصل ہوا۔

شفا شریف ج ۱ ر ص ۲۰۰ ر کے اندر مندرج ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ابد قرار ﷺ نے اس ستون کو اپنے سینے سے لگا کر یہ فرمایا کہ اے ستون! تو نے میری محبت میں گریہ کیا ہے اگر تو چاہے تو میں اس کے صلہ میں تجھے وہاں پہنچا دوں جہاں سے تو آیا ہے تاکہ تو حسب سابق سرسبز و شاداب درخت ہو جائے اور پھولتا پھلتا رہے اور اگر تیری یہ تمنا ہو کہ تو جنت میں پہنچ جائے تو رب کائنات کی بارگاہ میں عرض کر کے میں تجھے جنت کا ایک درخت بنا دوں تاکہ جنت میں خداوند قدوس کے برگزیدہ بندے تیرے پھل سے سیری حاصل کریں، رسول کائنات ﷺ کی رحمت بھری باتیں سن کر ستون نے اس قدر بلند آواز سے جواباً عرض کیا کہ گرد و نواح میں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں نے بھی سن لیا، اس نے یوں عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے

دنیائے فانی نہیں چاہیے بلکہ عقبیٰ کا دوام چاہیے، آقا! میری آرزو یہ ہے کہ مجھے جنت الفردوس کا ایک درخت بنا دیا جائے تاکہ اولیائے کاملین میرے پھل سے مستفید ہوتے رہیں اور میری حیات کو جاودانی نصیب ہوجائے، رسولِ کائنات ﷺ نے ستون کو یوں مژدۂ جانفزا سے نوازا کہ اے ستون! اب تو خوش ہوجا میں نے تیری تمنا کو تکمیل کا جامہ پہنا دیا پھر اس کے بعد آقائے نامدار ﷺ نے جملہ حاضرین سے مخاطب ہوکر ارشاد فرمایا کہ اے میرے صحابہ! اس ستون سے درسِ عبرت حاصل کرو کہ میں نے اسے دو اختیارات دیئے تھے مگر اس نے دار الفنا کی زندگی کو ٹھکرا کر دار البقا کی حیات کو اختیار کیا۔

روایتیں بتاتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بعد میں اس ستون کو اپنے منبر شریف کے نیچے دفن فرمادیا، علامہ برقی نے ستون کے دفن کے سلسلے میں ایک ایمان افروز نکتہ یوں بیان فرمایا کہ ستون کو اس لیے دفن کیا گیا کہ اگرچہ وہ ایک بے جان خشک لکڑی تھا لیکن رسولِ اکرم ﷺ سے محبت کرنے اور آپ کے فراق میں اشکبار ہونے کی بنیاد پر اس کا مرتبہ اس قدر بلند ہوگیا تھا کہ اس کی حیثیت ایک مردِ مومن کی طرح ہوگئی تھی، ظاہر ہے سرکار ابد قرار ﷺ سے عشق ومحبت ایمان کا خاصہ ہے اور صاحبِ ایمان ہی آپ کا عاشقِ صادق ہوتا ہے۔

اسی طرح مشکوۃ شریف ص ۵۴۱ر کے اندر ایک کھجور کے خوشہ سے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ایمان کو جلا بخشنے والی حدیث یوں مرقوم ہے: عن ابن عباس قال جاء اعرابی الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بما اعرف انک نبی قال ان دعوت ھذا العذق من ھذہ النخلۃ یشھد انّی رسول اللہ فدعاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجعل ینزل من النخلۃ حتی سقط الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ارجع فعاد فاسلم الاعرابی۔ یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ ایک اعرابی رسولِ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگا کہ میں کیسے تسلیم کر لوں کہ آپ نبی برحق ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں کھجور کے اس خوشے کو بلاؤں اور وہ میرے پاس آکر اس بات کی گواہی دے کہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا رسول ہوں تو مجھے اللہ کا رسول تسلیم کرلے گا، چنانچہ جوں ہی سرکار دوعالم ﷺ نے اس خوشہ کو بلایا تو وہ کھجور کے درخت سے اترنے لگا یہاں تک کہ حضور پرنور ﷺ کے قریب زمین پر آکر گرا پھر آپ نے فرمایا کہ واپس چلا جا تو وہ خوشہ واپس چلا گیا یہ دیکھ کر وہ اعرابی حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔

اسی طرح مشکوۃ شریف صفحہ نمبر ۵۲۳ر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث ہے: "عن جابر قال سرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتیّٰ نزلنا وادیاً افیح فذھب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقضی حاجتہٗ فلم یر شیئًا یستتر بہٖ واذا شجرتان بشاطئی الوادی فانطلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی احداھما فاخذ بغصن من اغصانھا فقال انقادی علیّ باذن اللہ تعالیٰ فانقادت معہٗ کالبعیر المخشوش الذی یصانع قائدہ حتّٰی اتی الشجرۃ الاخری فاخذ بغض من اغصانھا فقال انقادی علیّ باذ اللہ فانقادت معہٗ کذالک حتّٰی اذا کان بالمنصف فما بینھما قال التئما علیّ باذن اللہ فالتئمتا فجلست احدث نفسی فحانت منّی لفتۃ فاذا انا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مقبلا واذا الشجرتان قد افترقتا فقامت کل واحدۃ منھما علی ساق۔ یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم رسولِ ہاشمی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں جارہے تھے کہ سرراہ ایک بے آب وگیاہ میدان میں اترے، سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے لیکن پردہ کی کوئی جگہ نظر نہیں آرہی تھی، اسی اثنا میں یک بیک آپ کی پرنور نگاہ اس وادی کے کنارے پر ایستادہ دو درختوں پر مرکوز ہوئی، آپ ان میں سے ایک درخت کے پاس تشریف لئے گئے اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر درخت سے فرمایا کہ بحکم خدائے لم یزل میرے ہمراہ چل تو وہ درخت فوراً اس اونٹ کی طرح چل پڑا جس کی ناک میں نکیل بندھی رہتی ہے اور اپنے ساربان کی اطاعت میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتا، اسی

طرح سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی ایک شاخ پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ اے درخت! تو بھی بحکم خدائے لم یزل میرے ساتھ چل، آپ کا ارشادِ گرامی سنتے ہی وہ سابق درخت کی طرح بلا تاخیر آپ کے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب اُن درختوں کے درمیان کی جگہ پہنچے تو ارشاد فرمایا کہ اے درختو! تم دونوں بحکمِ الٰہی آپس میں متصل ہو کر میرے لئے پردہ بن جاؤ، ارشادِ مصطفیٰ سنتے ہی دونوں درخت ایک دوسرے سے ایسے مل گئے کہ آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی آڑ میں قضائے حاجت فرمائی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس عجیب و غریب واقعے سے متعلق میں سوچ ہی رہا تھا کہ معاً میری نگاہ اٹھی تو میں نے دیکھا کہ آقا تشریف لا رہے ہیں اور وہ دونوں درخت ایک دوسرے سے الگ ہو کر چلنے لگے یہاں تک کہ وہ اپنے اپنے تنے پر حسبِ سابق کھڑے ہو گئے۔

اسی مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۰۱ر کے اندر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کردہ ایک اور درخت سے متعلق حدیث یوں موجود ہے: عن ابن عمر قال کنا مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی سفر فاقبل اعرابی فلما دنا قال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمداً عبدہ ورسولہ قال ومن یشھد علی ما تقول قال ھٰذہ السلمۃ فدعاھا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وھو بشاطئ الوادی فاقبلت تخد الارض حتیٰ قامت بین یدیہ فاستشھدھا ثلاثا فشھدت ثلاثا انہ کما قال ثم رجعت الی منبتھا۔ یعنی حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم ایک بار رسولِ گرامی قدر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہم رکابی میں محوِ سفر تھے کہ ایک دیہاتی آپہنچا، سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے قریب آنے پر استفسار فرمایا کہ کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ربِّ قدیر کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تبارک و تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، دیہاتی عرض گزار ہوا کہ کوئی اور بھی ہے جو میرے علاوہ آپ کی باتوں پر گواہی دے، آپ نے برجستہ فرمایا کہ ہاں یہ جو ببول کا درخت تمہارے سامنے ہے یہ شہادت دے گا کہ خداوندِ قدوس ہی معبودِ برحق ہے اور میں اس کا سچا رسول ہوں، اتنا فرما کر آقا نے اس درخت کو آواز دی پھر کیا تھا وہ درخت فوراً زمین کو چیرتا پھاڑتا سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدمِ ناز پر آکر سرفراز ہو گیا، آپ نے اس درخت سے تین مرتبہ گواہی طلب فرمائی تو اس درخت نے تینوں بار یوں شہادت پیش کی کہ درحقیقت ایسا ہی ہے جیسا کہ یا رسول اللہ آپ نے فرمایا پھر اس کے بعد وہ درخت وہاں چلا گیا جہاں سے آیا تھا، یوں تو اس سلسلے میں احادیث کثیرہ وقیع ہیں، سب کو احاطۂ تحریر میں لانے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

تاہم لگے ہاتھ دو چند مزید حدیثیں سپردِ قرطاس کی جاتی ہیں:

عن علی ابن ابی طالب قال کنت مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بمکۃ فخرجنا فی بعض نواحیھا فما استقبلہ جبل ولا شجر الا وھو یقول السلام علیک یا رسول اللہ۔ یعنی ترمذی شریف کے اندر مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی حدیث میں آپ خود فرماتے ہیں کہ میں ایک بار رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت با فیض میں بیٹھا تھا تو آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکۃ المکرمہ کے گردونواح میں تشریف لے گئے تو اس وقت مجھے بھی ہم رکابی کا شرف حاصل تھا تو میں نے کیا دیکھا کہ اثنائے راہ آپ کا سامنا جب کسی پہاڑ یا درخت سے ہوتا تو وہ بصد ناز آپ کی بارگاہِ گہربار میں السلام علیک یا رسول اللہ عرض کرتا۔

صرف شجر و حجر ہی نہیں بلکہ شمس و قمر بھی جانتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول برحق ہیں، مزید برآں جاننے کے ساتھ ساتھ آپ کی اطاعت میں یہ سربہ خم بھی ہو گئے، اس دعوے کے استشہاد میں مشکوٰۃ شریف صفحہ نمبر ۵۴۲ر کی دو اہم حدیثیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

پہلی حدیث کے راوی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ بابرکات ہے: عن انس قال ان اھل مکۃ سالوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان یریھم آیۃ فاراھم القمر

شقتین حتیٰ رأو حراء بینھما۔ یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کے باشندگان امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہا کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو ہمیں کوئی معجزہ دکھایئے، ایسی صورت میں آپ نے جوں ہی چاند کی طرف اپنی مقدس انگلیاں اُٹھائیں تو فوراً چاند اس انداز سے دو ٹکڑے ہوا کہ مکہ والوں نے اپنی آنکھوں سے جبل حرا کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔

دوسری حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔انشق القمر علی عھد محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرقتین فرقۃ فوق الجبل وفرقۃ دونہ۔ یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد زریں میں چاند ایسے دو ٹکڑے ہوا کہ اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ سے اوپر تھا اور دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے۔

واضح رہے کہ مذکورہ دونوں حدیثیں مشکوٰۃ شریف کے علاوہ صحیحین شریفین یعنی صحیح البخاری اور صحیح المسلم میں بھی مندرج ہیں۔

محدث علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصنیف لطیف "اشعۃ اللمعات" کی چوتھی جلد کے اندر رقم طراز ہیں:۔انشقاق قمر بہ تحقیق واقع شدہ مر آں حضرت را صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وروایت کردہ اند آں را جمع کثیر از صحابہ وتابعین وروایت کردہ اند از ایشاں جم غفیر از ائمہ حدیث مفسران اجماع دارند کہ مراد در آیت کریمہ "اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ" ہمیں انشقاق است کہ معجزۂ آں حضرت واقع شدنہ آنکہ در قیامت واقع شود وسیاق آیت کریمہ فرمودہ "وان یروا آیۃ یعرضوا ویقولوا سحرٌ مستمرٌ" دلالت دارد بہ آں۔ یعنی حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے چاند کا ٹکڑے ہونا ایسا یقینی امر ہے کہ اس واقعہ کو صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک جماعت کثیرہ نے انتہائی واضح انداز میں بیان کیا ہے، اس پر مستزاد یہ کہ ان صحابہ وتابعین سے بہت سارے محدثین کرام نے روایتیں اخذ کیں اور ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ قرآن مقدس میں سورۂ قمر کی پہلی آیت (قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا) میں شق قمر سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چاند کا دو ٹکڑے کرنا حقیقی طور پر جملہ مفسرین کرام نے مراد لیا ہے، اس پر دلالت کرتی ہے اس کے بعد آنے والی یہ آیت "وان یروا آیۃ یعرضوا یقولوا سحرٌ مستمرٌ" یعنی اور وہ اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیرتے اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا ہے۔

اس کا صریح مفہوم یہ ہے کہ قیامت قریب آگئی یعنی دنیا کی عمر کا اب قلیل حصہ باقی رہ گیا کیوں کہ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا علاماتِ قیامت میں سے ہے وہ سرور دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد پاک میں رونما ہو گیا، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس محتشم بالشان اور عظیم تر معجزے سے متعلق بعض ضعیف الاعتقاد حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب شق القمر کا معجزہ وقوع پذیر ہوا تو پھر یہ مکۃ المکرمہ تک محدود کیوں رہا اور دوسرے ممالک یا دوسرے شہروں میں لوگوں کو کیوں نظر نہیں آیا، اس بات کی وضاحت از حد ضروری ہے جو بعض ملحدین اس معجزے کا سرے سے انکار کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ دراصل سورۂ قمر میں شق قمر کی جو بات کہی گئی ہے اس کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔

ایسے لوگوں کے قول فاسد وکاسد کی دلیل یہ ہے کہ سورۂ قمر میں "چاند شق ہو گیا" سے پہلے رب کائنات نے فرمایا "قیامت قریب آگئی" لہٰذا شق قمر کا معجزہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صادر نہیں ہوا، بلکہ یہ شق قمر قیامت کے دن ظہور پذیر ہوگا، ان لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ قرآن مقدس میں رب قدیر نے ماضی کا صیغہ "انشق" استعمال فرمایا ہے اگر قیامت کے دن شق قمر کا ذکر مقصود ہوتا تو پھر بجائے صیغہ ماضی انشق کے صیغہ استقبال "ینشق" مستعمل ہوتا یعنی شق قمر ہوگا۔ ثانیاً اگر معترضین اس بات پر مصر ہوں کہ یہاں انشق صیغہ ماضی مستقبل کے معنی پر ہے تو یہ قطعاً قابل قبول نہیں کیوں کہ ایسی صورت میں بغیر قرینہ کے ماضی کو مستقبل کے معنی پر لینا لازم آئے گا جو بلاشبہ باطل ہے۔ ثالثاً یہ کہ مذکورہ آیت کے بعد ارشاد باری تعالیٰ ہے "شق قمر کی عظیم الشان نشانی کو دیکھ کر کفار نے کہا کہ یہ جادو ہے جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔

مذکورہ آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جادو کہنے

والے کفارِ مکہ تھے اور ظاہر ہے کہ ایسا انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معجزۂ شق القمر کا مشاہدہ کرنے کے بعد ہی کہا نہ کہ قیامت میں ایسا کہا جائے گا۔ کیوں کہ قیامت کے دن کوئی انسان ہوگا ہی نہیں چہ جائیکہ کفار اسے جادو سے تعبیر کریں۔

یہ بات خاص وعام سے قطعی مخفی نہیں ہے کہ قیامت کے دن جب آسمان پھٹ جائے گا، چاند تارے ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور تمام انسانوں پر موت طاری ہو جائے گی تو پھر ایسے وقت میں جب کوئی انسان ہی نہیں ہوگا تو پھر کفار کہاں ہوں گے جو شق القمر سے متعلق کہیں گے کہ یہ جادو ہے جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ جب رسولِ گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ عظیم الشان معجزۂ شق القمر مکہ مکرمہ میں صادر ہوا تو دیگر ممالک یا دیگر شہروں میں دیکھا گیا یا نہیں اس سلسلے میں شفا شریف کی جلد اوّل صفحہ ۱۸۳ میں حضرت قاضی عیاض نے حضرت مسروق کی حدیث جو حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے یوں پیش کی ہے کہ جب یہ معجزہ ظہور پذیر ہوا تو کفارِ مکہ نے جہاں اسے جادو سے تعبیر کیا وہیں باہم بحث ومباحثہ کے بعد یہ طے ہوا کہ چلو ایسا کرتے ہیں کہ ہم دیگر شہروں سے آئے ہوئے مسافروں سے پوچھتے ہیں کہ آیا انہوں نے بھی چاند کو شق ہوتے ہوئے دیکھا یا نہیں، دیگر شہروں سے آنے والے مسافروں نے بھی باضابطہ کفارِ مکہ کے سامنے شہادت دی کہ ہاں بلاشبہ ہم نے بھی چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے اور اگر کسی ملک یا کسی شہر میں یہ معجزہ نہ دیکھا گیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ معجزہ صادر ہی نہیں ہوا، اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ ضروری نہیں کہ ہمہ وقت لوگوں کی نگاہیں آسمان پر لگی ہوں، آسمان میں روز بروز جانے کیسی کیسی چیزیں وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں ہمیں اس کا علم ہی نہیں ہوتا، دوسری وجہ یہ ہے کہ ہر جگہ وقت بھی یکساں نہیں رہتا کیوں کہ کہیں دن ہے تو کہیں رات، کہیں شام ہے تو کہیں صبح، اس کی زندہ مثال سورج اور چاند کے گرہن کی دی جاسکتی ہے، کوئی ضروری نہیں کہ اگر نیویارک میں چاند میں گرہن لگ جائے تو ان جگہوں میں بھی نظر آئے جہاں وقت میں تفاوت ہے۔

الختصر معجزۂ شق القمر سے متعلق زرقانی علی المواہب کی پانچویں جلد میں مذکور ہے کہ اس واقعہ کی روایت کئی ایک مقتدر صحابۂ کرام نے کی ہے، ان میں خصوصی طور پر حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت انس بن مالک، حضرت جبیر بن مطعم، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت حذیفہ بن یمان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اسماء قابلِ ذکر ہیں۔

شق القمر سے متعلق یوں تو راویوں کی کمی نہیں مگر ان تمام روایات میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جو ترمذی شریف کے علاوہ صحیحین شریفین میں موجود ہے سب سے زیادہ درجۂ استناد وحجت رکھتی ہے کیوں کہ اس عظیم الشان معجزہ کا آپ نے خود مشاہدہ فرمایا تھا۔

نہ صرف یہ کہ چاند بلکہ سورج بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اطاعت گذار رہا۔ اس سلسلے میں دو انتہائی اہم ایمان افروز حدیثیں ملتی ہیں۔ ایک حدیث جو حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اس میں سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حکم پر سورج کے ٹھہر جانے کا ذکر ہے اور دوسری حدیث جو حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کردہ ہے اس میں سورج کے ڈوب جانے کے بعد پلٹ آنا مذکور ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم وہ دو حدیثیں نذرِ قارئین کریں ایک اشکال کا دور کرنا بہت ضروری ہے۔ بعض لوگ بڑی جسارت سے اس حدیث کا انکار کر جاتے ہیں جو صحیح البخاری میں مرقوم نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ صحیح البخاری کے علاوہ اور بھی معتبر مستند کتب حدیث موجود ہیں۔

علاوہ ازیں امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلے میں محدثین نے فرمایا ہے کہ ربّ قدیر نے آپ کو ایسی بے مثال قوت حافظہ عطا فرمائی تھی کہ آپ کو چھ لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں مگر بخاری شریف کے اندر دیکھا جائے تو مع شمولیت مکررات نو ہزار بیاسی حدیثیں مذکور ہیں اور اگر مکررات سے صرف نظر کیا جائے تو پھر حدیثوں کی تعداد تین ہزار سے کم بنتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ جن حدیثوں کو امام بخاری نے اپنی مایۂ ناز تصنیف صحیح البخاری میں بیان نہیں فرمایا یا دیگر محدثین نے ان میں سے کل نہ سہی بیشتر

حدیثیں اپنی اپنی تصانیف میں شامل کی ہوں گی۔

بات یہ نہیں کہ فلاں حدیث بخاری شریف میں ہو تو مانیں بلکہ کوئی بھی حدیث اگر موضوع نہیں ہے اور وہ بخاری شریف کے علاوہ دیگر کتب حدیث یا دیگر معتبر و مستند کتابوں میں موجود ہو تو اس سے قطعی طور پر صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ یہی تقاضۂ ایمان ہے ورنہ حدیثوں کا انکار لازم آئے گا۔ جو بلا شبہ داعی غضب الٰہی اور موجبِ ہلاکت ہے۔

جہاں تک حکم نبی پر سورج کے ٹھہرنے اور پلٹ آنے والی حدیثوں کا تعلق ہے یہ حدیثیں پندرہ مسلم محدثین کی مستند و معتبر کتابوں میں جلوہ ریز ہیں۔ جن میں حضرت امام ابو جعفر طحاوی، امام طبرانی، امام حاکم، قاضی عیاض، علامہ خطیب بغدادی، علامہ قسطلانی اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسی قابل استناد شخصیات بھی ہیں۔

اب آئیے یہ حدیث جو سورج کے ٹھہر جانے سے متعلق ہے سماعت فرمائیے۔ "عن جابر انّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم امر الشمس فتاخرت ساعۃ من النہار" یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سورج کو حکم دیا کہ کچھ دیر کے لئے چلنے سے رک جا تو وہ فوراً رک گیا۔

زرقانی کی پانچویں جلد اور شفا شریف کی پہلی جلد میں اس واقعہ کے پیش آنے کا منظر نامہ یوں مذکور ہے کہ جب کفارِ مکہ کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عظیم الشان معراج کا علم ہوا تو انہوں نے یہ کہتے ہوئے آپ کی تکذیب کی کہ جب محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے کبھی بیت المقدس کا سفر کیا ہی نہیں تو پھر کیسے مان لیا جائے کہ وہ رات کے مختصر حصے میں نہ صرف یہ کہ بیت المقدس دیکھ آئے بلکہ آسمانوں کے اوپر سے بھی گذر آئے۔ قریش میں کئی ایک رؤسا تھے جنہوں نے ایک بار نہیں بلکہ متعدد بار بیت المقدس کو دیکھا تھا انہیں بڑا سنہری موقع مل گیا اور لوہا گرم ہوتے دیکھ کر سرکارِ ابد قرار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بغرض امتحان بیت المقدس سے متعلق گوناگوں سوالات کئے مثلاً یہ بتائیے کہ بیت المقدس کی دیواریں کیسی ہیں؟ اس کے دروازے کتنے ہیں؟ اس کی محرابوں کا خد و خال کیسا ہے وغیرہ وغیرہ۔ ایسے موقع پر ربِّ کائنات نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نگاہِ نبوت کے سامنے بیت المقدس کا من و عن مکمل ڈھانچہ اس طرح رکھ دیا کہ آپ بیت المقدس کو عین اپنے روبرو ملاحظہ فرماتے ہوئے کفارِ مکہ کے تمام سوالات کے ایسے شافی و وافی جوابات دیئے کہ وہ سب کے سب انگشت بہ دنداں اور ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم کی تصویر بنے رہ گئے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ کفارِ مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اپنے اس قافلے سے متعلق تفصیلاً جاننا چاہا جو ملک شام سے مکہ مکرمہ لوٹ رہا تھا۔ آپ نے برجستہ ارشاد فرمایا ہاں میں نے تمہارے اس قافلے کو بیت المقدس کے راستے میں دیکھا ہے اور تم سب مطمئن رہو وہ بروز بدھ صحیح سلامت مکۃ المکرمہ پہنچ جائے گا۔

چنانچہ زرقانی جلد ۵ رصفحہ ۱۱۶ رمیں درج ہے کہ: جوں ہی بدھ کا دن آیا کفارِ مکہ بڑی تعداد میں اپنے گھروں سے نکل کر بیرونِ شہر اپنے قافلے کی آمد کا شدت سے انتظار کرنے لگے۔ وقت اپنی رفتار سے گزرتا رہا حتی کہ آفتاب عالم تاب شفق کی گود میں روپوش ہونے لگا یعنی بدھ کا دن ختم ہوا چاہتا تھا اور وقت شام جلوہ بار ہونے کے لئے اپنے پر تول رہا تھا۔ رسولِ مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانِ عالی شان کے مطابق بدھ کے دن قافلے کو لوٹنا تھا مگر دور دور تک قافلے کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ کفارِ مکہ خوشیوں میں اُچھل کود کر رہے تھے کہ معاذ اللہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا کہنا غلط ہو گیا اور ان کا دعویٔ سفر بیت المقدس بے دلیل ہو کر رہ گیا۔ کفارِ مکہ بالکلیہ اس امر سے نابلد تھے کہ جو بات اللہ کے محبوب دانائے غیوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکل جاتی ہے۔ وہ پتھر کی لکیر ہو جاتی ہے۔ ثانیاً یہ کہ بھلا خدا کو کیسے گوارا ہو کہ اس کے محبوب کی زبان فیض ترجمان سے صادر ہوا کوئی قول غلط ہو جائے اور کفارِ مکہ اس کی تکذیب میں کامیاب ہو جائیں۔ حضرت یونس بن بکیر حضرت ابن اسحاق سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کو غروب آفتاب کی بات معلوم ہوئی تو آپ نے فوراً بارگاہ خدائے لم یزل میں حبس الشمس یعنی سورج کو ٹھہرا دینے کی دعا کی۔ نتیجتاً خالق کائنات نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعائے لطیف کو مستجاب فرماتے ہوئے آفتاب کو غروب ہونے سے روک کر ایک گھڑی دن میں اضافہ فرما دیا۔ یعنی اس وقت تک سورج افق میں ٹھہرا رہا جب تک کہ کفار مکہ کا قافلہ صحیح سلامت واپس نہ آ گیا۔

یاد رہے کہ مذکورہ حبس الشمس والا معجزہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے خاص نہیں ہے۔ تفسیر جلالین میں سورۃ مائدہ کی تفسیر کے ضمن میں مرقوم ہے کہ آپ کی بعثت کے صدیوں پہلے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے خلیفۂ اجل حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے ذریعہ اس معجزے کا ظہور اس وقت ہوا جب آپ بیت المقدس میں قوم جبارین کے ساتھ مصروف جہاد تھے۔ اس کا پس منظر کچھ اس طرح ہے کہ جمعہ کا دن تھا۔ قوم جبارین کے ساتھ گھمسان کی جنگ جاری تھی۔ ابھی جنگ ختم نہیں ہوئی تھی کہ آفتاب غروب ہونے لگا۔ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے سوچا کہ اگر آفتاب غروب ہو گیا تو ہفتے کا دن شروع ہو جائے گا اور شریعت موسوی میں ہفتہ کے دن جنگ کی ممانعت ہے تو اسی بنیاد پر آپ نے خداوند قدوس کی بارگاہ میں حبس شمس کی دعا فرمائی اور آپ کی دعا اس طرح قبول ہوئی کہ سورج اس وقت تک ٹھہرا رہا جب تک کہ فتح وکامرانی آپ کے قدم ناز سے سرفراز نہ ہو گئی۔

جہاں تک بعد غروب آفتاب کے پلٹ آنے کا تعلق ہے یہ معجزہ بلاشبہ سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے، آپ سے پہلے کسی بھی نبی سے یہ معجزہ صادر نہیں ہوا، اس عظیم الشان معجزے سے متعلق شفا مع نسیم الریاض کی تیسری جلد میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ایسی حدیث مندرج ہے کہ آپ نے غروب کے بعد آفتاب کو طلوع ہوتے بذات خود مشاہدہ فرمایا تھا، ذیل میں پوری حدیث نذر قارئین ہے:

عن اسماء بنت عمیس انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان یوحیٰ الیہ وراسہ فی حجر علیٍ فلم یصل حتیٰ غربت الشمس فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اصلیت یا علی قال لا فقال اللّٰھم انہ فی طاعتک وطاعۃ رسولک فاردد علیہ الشمس قالت اسماء بنت عمیس فرایتھا غربت ثم رأیتھا طلعت ووقفت علی الجبال والارض وذالک بالصھباء فی خیبر۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر مقدس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آغوش میں تھا اور اس وقت آپ پہ نزول وحی کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت علی نے نماز عصر ادا نہیں فرمائی تھی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی سے استفسار فرمایا کہ کیا تم نے نماز عصر ادا کر لی؟ انہوں نے جب نفی میں جواب دیا تو سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خداوند قدوس کے حضور دعا فرمائی یا اللہ! چونکہ علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے اس لئے ان سے نماز عصر فوت ہو گئی، لہٰذا تو ان کی خاطر دوبارہ آفتاب طلوع فرما دے تاکہ وہ نماز عصر ادا کر لیں، حضرت اسماء بنت عمیس ارشاد فرماتی ہیں کہ میں نے خود مشاہدہ کیا کہ آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کا ایسا فوری اثر مرتب ہوا کہ آفتاب بعد غروب اس طرح پلٹ آیا کہ اس کی کرنیں پہاڑوں میں اور زمینوں پر منتشر ہو گئیں، اس واقعے کا ظہور مقام صہبا میں ہوا جو خیبر سے متصل ہے۔

بلاشبہ یہ سب حضور اکرم ﷺ کی نورانیت کی جلوہ سامانیاں ہیں کہ خداوند قدوس کی ہر مخلوق آپ کو نہ صرف یہ کہ جانتی پہچانتی ہے بلکہ آپ کی اطاعت گذاری بھی کرتی ہے۔ احادیث معتبرہ ومستندہ میں اس قسم کے ہزاروں واقعات گوہر گرانمایہ کی طرح درخشاں ہیں۔ یہ سرکار ابد قرار ﷺ کی فقید المثال نورانیت ہے کہ آپ آگے، پیچھے، اوپر، نیچے اور اندھیرے اجالے میں یکساں دیکھتے تھے صرف یہی نہیں بلکہ دل کی کیفیات بھی آپ سے مخفی نہیں جیسا کہ بخاری شریف ج ۱ ص ۱۰۲ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث یوں ہے کہ: ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ھل ترون قبلتی ھھنا

فواللہ ما یخفی علیّ خشوعکم ولا رکوعکم انی لاراکم من وّراء ظہری۔ یعنی رسول کائنات ﷺ نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ یہ ہے بخدا مجھ پر تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ رکوع، میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

ظاہر ہے خشوع دل کی کیفیت کا نام ہے اس سے بھلا کون واقف ہوسکتا ہے یہ سرکار دو عالم ﷺ کی نورانیت کا خاصہ ہے کہ آپ جہاں ظاہر کو ملاحظہ فرماتے ہیں وہیں باطن بھی آپ کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہتا، یوں تو سرکار ابد قرار ﷺ کے نور ہونے میں بہت ساری حکمتیں کارفرما ہیں لیکن ان میں سے ایک اور انتہائی ایمان افروز حکمت یہ ہے کہ خداوند قدوس نے اپنے حبیب لبیب ﷺ کو نور کہہ کر آپ کی بیک وقت تین اہم صفتیں بیان فرمادیں یعنی آپ نور ہیں، منور ہیں اور منوِّر بھی ہیں کیوں کہ اگر لفظ نور کو قواعد نحویہ کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ بات مسلم ہے کہ نور مصدر ہے اور مصدر جہاں اپنے معنی پر مستعمل ہوتا ہے وہیں اسم فاعل اور اسم مفعول کے معنی پر بھی، معلوم ہوا کہ سرور کائنات ﷺ صرف روشنی ہی نہیں بلکہ آپ سراپا روشن بھی ہیں اور پوری کائنات کو روشن کرنے والے بھی ہیں۔

نورانیت سے لبریز آپ کے حسن کا یہ عالم تھا کہ مشکوۃ شریف ص ۵۰۷ر کے اندر مندرج ہے کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: رأیت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی لیلۃ إضحیانٍ فجعلت انظر إلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وإلی القمر وعلیہ حلۃ حمراء فاذا ھو احسن عندی من القمر۔ یعنی میں نے سرور کائنات ﷺ کو چاندنی رات میں دیکھا تو کبھی میں سرکار کی سمت دیکھتا اور کبھی چاند کی سمت، حضور اس وقت سرخ لباس زیب تن کئے ہوئے تھے تو بالآخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ بلا شبہ آقا چاند سے بڑھ کر حسین ہیں۔ ■■■

ص ۳۰ر کا بقیہ...

حسیب: تو جو لوگ میلاد النبی ﷺ منانے والوں کو غلط کہتے ہیں اور اعتراضات کرتے ہیں، اس کا مطلب ہے وہ لوگ خود غلطی پر ہیں؟

سعید: بلاشبہ غلطی پر ہیں، اصل میں میلاد النبی ﷺ کا نہ تو کوئی سچا مسلمان انکار کرسکتا ہے اور نہ ہی کسی کو ایسا کرنے سے منع کرسکتا ہے۔

کیونکہ خود قرآن مومنوں کو حکم دیتا ہے: قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا۔ اے محبوب آپ فرمادیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر چاہئے کہ خوشی کریں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ کے فضل و رحمت پر خوشی کا اظہار کرنا حکم الٰہی ہے اور بیشک نبی کریم ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجنا اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل عظیم ہے، لہٰذا حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے دن ہر جائز امور کا اظہار کرنا اس آیت پر عمل ہے، اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کا یوم ولادت منانا بدعت نہیں بلکہ مباح و مستحسن ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ آپ کی ولادت کی خوشی صرف سچے مسلمانوں کو ہی ہو سکتی ہے، دشمنوں اور مخالفوں کو نہیں بلکہ انہیں تو سخت صدمہ ہوگا، جیسا کہ خاص میلاد کے دن شیطان کو ہوا تھا۔ ■■■

از: ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری*

نورِ اوّل کا جلوہ ہمارا نبی

جب دنیا میں ہر طرف کردار و عمل کا اندھیرا تھا، کائنات کے چپے چپے پر ظلمت فکر و نظر کا ڈیرہ تھا، کفر و شرک، ضلالت و بدعت کی گھنگھور گھٹائیں فضائے دہر پر مسلط تھیں، جسم سے لے کر روح تک سب کے سب طغیان و عصیان کے تابع فرمان تھے، آدمی تو تھے مگر آدمیت مردہ تھی، انسان تھے مگر انسانیت رسوا تھی، ایک خدا کے بجائے تین سو ساٹھ خود ساختہ خداؤں کے آگے پیشانیاں خم تھیں کہ رب کی بندہ نوازی کو اپنے بندوں پر پیار آیا، رحمت کی گھٹا چھائی اور کچھ اس شان سے کائنات کے ذرہ ذرہ پر برسی کہ دھرتی کا چپہ چپہ بارش نور سے جل تھل ہو اٹھا، حضرت عبداللہ کے آنگن میں نبوت کا سورج چمکا، حضرت آمنہ کے چمن میں رسالت کا گلاب کھلا اور ایسی انوکھی شان سے نور پاشی اور عطر بیزی کیا کہ فطرت آج تک گنگنا رہی ہے۔

یوں مسکرائے جان سی کلیوں میں پڑ گئی
یوں لب کشا ہوئے کہ گلستاں بسا دیا

نور مطلق نے خاص اپنے نور سے اس پیکر رحمت کی تخلیق فرمائی، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے ’’تحقیق اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا‘‘ اور شان اوّلیت میں کوئی فرق نہ آئے اس لئے سب سے پہلے پیدا فرمایا، حضور انور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں ’’سب سے پہلی شے جو اللہ نے پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے‘‘ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی روح پاک نشاۃ روحانیہ میں آدم علیہ السلام کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل اپنے رب کے ہاں موجود تھی، اس نور پاک کی اتباع میں سب ملائکہ تسبیح کیا کرتے تھے۔

پس جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور پاک کو ان کی پشت مبارک میں ودیعت فرمایا اور وہ نور پاک پشت بہ پشت پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا، یہاں تک کہ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہما سے وہ نور اقدس صورت انسانی میں جلوہ گر ہوا، حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا
نور اوّل کا جلوہ ہمارا نبی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد دنیا گمراہی کے دلدل میں پھنستی چلی گئی، ذہن و فکر کے صحرا میں ہر طرف برائیوں نے جھنڈے گاڑ دیئے، ظلم و عدوان کے شکنجے میں روح عدل گرفتار ہوتی چلی گئی، دنیا کسی ہادی و محسن کے لئے ترستی رہی اور بے کل دل سے نکلی دعائیں باب قبولیت پر ترستی رہیں کہ ۵۷۰ سال کے بعد کریموں کا کریم حضرت آمنہ کا در یتیم، کائنات آرزو بن کر بزم گیتی کو اپنے قدم ناز سے مشرف فرماتا ہے، پہلے ہوتا یہ تھا کہ ایک ایک زمانے میں کئی کئی رسول رسالت کا فیضان بانٹتے رہا، نبوت کی کرن ماحول کو بقعہ نور بناتی رہی، ایک نبی کی نبوت کا چراغ ابھی روشن ہی تھا کہ دوسرے نبی تشریف لے آتے۔

لیکن جس دور میں حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے، تمام چراغ ہدایت گل ہو چکے تھے، نہ کسی نبوت کی روشنی موجود تھی اور نہ رسالت کی چاندنی، ایسے سراپا ظلمت اور مجسم ضلالت ماحول کو توحید کی گرمی سے گرمانے اور رسالت کی چمک سے چمکانے کے لئے ’’شمع ہدایت‘‘ کی نہیں ’’آفتاب رسالت‘‘ کی ضرورت تھی، اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ نے ایسی

* مقالہ نگار جامعہ رضویہ پٹنہ کے مہتمم اور اہل سنت کے معروف اہل قلم ہیں۔

بھیانک دنیا کی نور افروزی اور ہدایت اندوزی کے لئے آپ کی ذات کا انتخاب کیا اور نور مجسم بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ نے اپنے رب کے کرم سے اپنی منصبی ذمہ داریوں کو اس خوش اسلوبی سے نبھایا کہ وادی وادی، پربت پربت نغمۂ نور و سرور سے شرابور ہو گئی،

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں۔ ؎

چمک والے اجلوں میں چمکا کئے
اندھے شیشے میں چمکا ہمارا نبی

خود اللہ نور السمٰوٰت والارض نے ان کے نور ہونے کا اعلان فرمایا اور قرآن حکیم نے "مصباح، مشکوٰۃ، زجاجہ، شجرۃ مبارکہ" جیسے پر معنی الفاظ کے ذریعہ بلیغ استعارہ میں ان کے "نور" اور "جلوۂ نور" کو جس طرح آشکار فرمایا ہے، یہ صرف اور صرف کتاب لاجواب ہی کا حق وحصہ ہے۔

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھے یہ بتاؤ کہ آیت کریمہ میں کس نور کی مثال بیان کی گئی؟ حضرت کعب احبار نے کہا: آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کے نور پاک کی مثال بیان فرمائی، لہٰذا "مشکوٰۃ" سینۂ مصطفیٰ ﷺ ہے "زجاجہ" قلب رسول علیہ السلام کا نام ہے "مصباح" اس نور نبوت کی طرف اشارہ ہے جو حضور اکرم ﷺ کے دل پر نور میں ودیعت کیا گیا ہے اور "شجرۂ مبارکہ" سے مراد شجرۂ نبوت ہے اور وہ نور نبوت اس قدر واضح ہے کہ بغیر اعلان واظہار کے ہر آدمی اسے محسوس کر سکتا ہے، جس لطافت سے قرآن کریم نے اس نور کی وضاحت کی ہے، اس سے زیادہ لطافت کے ساتھ اس کی وضاحت ممکن ہی نہیں ہے،

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں۔ ؎

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

کوئی یہ نہ خیال کرے کہ ایک طرف اتنی بڑی کائنات جس کی وسعت کا اندازہ لگانا مشکل ہے اور دوسری طرف سینۂ مصطفیٰ جو مختصر اور محدود ہے پھر ہر ذرہ، ہر قطرہ، ہر پتہ، ہر تارہ سے لے کر انفس وآفاق تک وہ نور کیسے اپنا فیض پہنچا سکتا ہے؟ تو یاد رکھنا چاہئے کہ سینۂ اقدس کی معنوی وسعت وفراخی کا عالم یہ ہے کہ پوری کائنات اس میں ذرہ کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ ؎

ارض وسما کہاں تیری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

صاحب تفسیر روح البیان "الم نشرح صدرك" کے تحت فرماتے ہیں: ہم نے آپ کے سینۂ اقدس کو اتنا وسیع کر دیا ہے کہ عالم غیب اور عالم شہادت کو محیط ہو گیا ہے اور بات بھی قرین قیاس ہے کہ حضور اکرم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور رحمت باری ہر شئ کو محیط ہے، لہٰذا رحمۃ للعالمین ﷺ ہر شئے کو محیط ہیں، معلوم ہوا کہ آسمانوں اور زمینوں کی وسعتیں سمٹ کر ایک طاق کی مانند ہیں اور مصباح نور نبی سے کائنات کا ذرہ ذرہ جگمگا رہا ہے،

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں۔ ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

سینۂ پاک مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء جن اشیا کو محیط ہے، ان سب تک یہ نور ایسے ہی پہنچ رہا ہے جیسا کہ طاق کے ہر گوشے میں بتی کا نور پہنچتا ہے اور جس طرح تنگ مکان میں روشنی زیادہ ہوتی ہے، اسی طرح وہ نور پاک بھی اپنے کمال کو پہنچا ہوا ہے اور اس نور نے عالم غیب وشہادت کو منور کر رکھا ہے، سارے انبیاو اولیا نے انہیں کے نور سے بھیک وصول کی ہے، چاند وسورج، نجوم وکواکب انہیں کی تجلیات رخ انور کا عکس پیش کر رہے ہیں،

حضرت رضا بریلوی فرماتے ہیں۔ ؎

لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے
ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی

گویا حضور نور ہیں، سرتاپا نور ہیں بلکہ نورٌ علیٰ نورٌ ہیں مگر آنکھ والا ہی اس جوبن کا نظارہ کر سکتا ہے، اس نور کا علم وادراک سوائے ہدایت رب کے ممکن ہی نہیں ہے۔ ؎

اللہ جسے توفیق نہ دے انسان کے بس کے کام نہیں
فیضان محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

■■■

از: محمد خورشید عالم رضوی*

عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت

نازش علم وادب، فخر صحافت حضرت مدیر محترم ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عید میلاد النبی منانا کیسا؟ جائز ہے یا ناجائز؟ بدعت ہے یا کار ثواب؟ اس سلسلے میں ہمارے واٹس ایپ پر "عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت پر چند سوالات اور اس کے جوابات" کے عنوان سے ایک تحریر آئی تھی، لیکن اس پر محرر کا نام درج نہیں، تحریر کی افادیت کے پیش نظر کچھ حذف واضافے اور ترتیب جدید کے ساتھ میں اسے آپ کے موقر رسالہ میں اشاعت کے لئے ارسال کر رہا ہوں، شائع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ فقط والسلام مع الاکرام

محمد خورشید عالم رضوی

آفس انچارج: جامعۃ الزہرا مخدوم سرائے، سیوان، بہار

اکثر عید میلاد النبی ﷺ کی شرعی حیثیت سے متعلق طرح طرح کے لایعنی سوالات کئے جاتے ہیں اور عام مسلمانوں کے ذہن ودماغ کو پراگندہ کرنے کی ناپاک کوشش کی جاتی ہے، ذیل میں چند ایسے ہی سوالوں کے معقول جواب پیش کئے جاتے ہیں، جنھیں پڑھ کر حق جو اور حق پسند افراد کے لئے حق وباطل کی پہچان آسان ہو جائے گی۔

سعید: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حبیب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، سنائیں آج کیسے صبح صبح آنا ہوا؟ لگتا ہے آج کام پر نہیں گئے؟

سعید: آج تو عید میلاد النبی ﷺ ہے اور پورے ملک میں چھٹی ہے۔

حبیب: اچھا تو ماشاء اللہ آپ آج عید منا رہے ہیں؟

سعید: تو کیا آپ نہیں منا رہے؟

حبیب: ہمیں تو بس دو ہی عیدیں معلوم ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

سعید: یہ بھی تو عید ہی ہے۔

حبیب: اچھا تو یہ بتائیں کہ اس عید کی نماز کہاں پڑھنے گئے تھے؟

سعید: اس عید کی نماز تو نہیں ہوتی۔

حبیب: تو یہ کیسی عید ہے؟

سعید: اصل میں آپ لفظ "عید" سے دھوکہ کھا رہے ہیں اور آپ کے ذہن میں یہ سوال آرہا ہوگا کہ اگر یہ عید ہے تو پھر جس طرح عید الفطر وعید الاضحیٰ میں نماز پڑھتے ہیں، اسی طرح اس دن کیوں نہیں پڑھتے؟

حبیب: جی کچھ ایسی ہی بات میرے ذہن میں تھی کہ جب اس کی نماز وغیرہ کچھ نہیں ہے تو پھر یہ کیسی عید ہوئی؟

سعید: آپ پہلے لفظ "عید" کا مطلب سمجھ لیں پھر آپ کو یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ "جس دن خوشی کا اظہار کیا جاتا ہو" یا یوں کہیں کہ "جس دن خوشی منائی جاتی ہو" اور "اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جاتا ہو" ہم اسے "عید" کہتے ہیں۔

حبیب: ہاں یہ سب کام تو عید کے دن بھی ہوتے ہیں تو کیا قرآن وحدیث میں کسی اور دن کے لئے بھی "عید" کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں؟

سعید: جی ہاں! بالکل استعمال ہوئے ہیں جیسا کہ جمعہ کے دن کو بھی بعض روایتوں میں "عید" کہا گیا ہے، اسی

طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لئے جس دن آسمان سے دسترخوان نازل ہوا اس دن کو بھی ''عید'' کہا گیا ہے، امید ہے کہ اب آپ عید میلاد النبی ﷺ کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے؟

حسیب: جی وہ تو ٹھیک ہے مگر میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا مطلب ہے؟

سعید: ''میلاد'' عربی میں ''پیدائش'' کو کہتے ہیں، جس طرح انگلش میں Birth کہا جاتا ہے تو عید میلاد النبی ﷺ کا مطلب ہوا نبی ﷺ کی پیدائش کی خوشی جسے ولادت مصطفیٰ ﷺ، جشن ولادت، میلاد مصطفیٰ ﷺ وغیرہ مختلف الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔

حسیب: جی اب میں عید میلاد النبی ﷺ کا مطلب سمجھا، ہم تو عید کا مطلب یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح عید الفطر و عید الاضحیٰ میں نماز پڑھی جاتی ہے، اس دن بھی یہ سب ہوگا تو عید ہوگی ورنہ نہیں جبکہ آپ نے سمجھایا کہ جس دن اللہ کی کوئی نعمت ملے اور خوشی منائی جائے تو گویا کہ وہ عید ہی ہوئی جیسا کہ آج کل ہم عام طور پر کسی کام کے ہو جانے یا کچھ فائدہ حاصل ہو تو کہتے ہیں کہ ''آج تو عید ہو گئی'' ہاں اب سمجھ گیا۔

سعید: جی محاورتاً اسی طرح کہا جاتا ہے، ویسے لفظ ''عید'' پر اعتراض کرنا کوئی عقلمندی کی نشانی نہیں ہے۔

حسیب: جی یہ بات تو سمجھ میں آ گئی لیکن کیا قرآن میں میلاد النبی ﷺ منانے کا حکم دیا گیا ہے؟

سعید: کیا قرآن میں میلاد النبی ﷺ منانے سے منع کیا گیا ہے؟

حسیب: میں نے خود پڑھا یا سنا تو نہیں ہے کہ منع کیا گیا ہو۔

سعید: تو پھر منانے میں حرج ہی کیا ہے؟

حسیب: اصل میں کسی نے مجھے میسج کیا تھا کہ عید میلاد النبی ﷺ منانا کیسا؟ اس میں لکھا ہوا تھا کہ اسلام میں صرف دو عیدیں ہیں، عید میلاد النبی ﷺ کا قرآن و حدیث میں کوئی ثبوت نہیں، یہ تو دین میں اضافہ ہے وغیرہ وغیرہ، اس لئے میں نہیں منا رہا۔

سعید: کیا کوئی مسلمان دین میں اضافہ کر سکتا ہے؟ یا ایسا سوچ بھی سکتا ہے؟

حسیب: استغفر اللہ نہیں بھائی نہیں۔

سعید: تو یہ سب شیطانی وسوسے ہیں، اچھا آپ یہ بتائیں کہ نبی کریم ﷺ و صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانے میں مسجد نبوی میں محراب تھی؟

حسیب: نہیں۔

سعید: قرآن کے تیس پارے بنے ہوئے تھے؟

حسیب: نہیں۔

سعید: قرآن پر نقطے تھے؟

حسیب: نہیں۔

سعید: بخاری شریف، مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف وغیرہ حدیث کی کتابیں تھیں؟

حسیب: نہیں۔

سعید: تو کیا یہ دین میں اضافہ ہے؟

حسیب: بالکل دین میں اضافہ ہے بھائی۔

سعید: نہیں! ایسا نہیں ہے۔

حسیب: کیوں؟

سعید: کیا اسلام و شریعت میں ان کاموں کا حکم دیا گیا ہے؟

حسیب: منع بھی تو نہیں کیا گیا۔

سعید: جی بالکل! تو کیا یہ شریعت میں اضافہ ہوا؟

حسیب: آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟

سعید: میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ بقیہ دو عیدوں کے علاوہ میلاد النبی ﷺ کا بھی اسلام و شریعت میں ایک مقام و مرتبہ ہے اور اس کے فضائل سے کتب احادیث بھری پڑی ہیں، خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا: انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنی اپنی امتوں سے اور نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ سے بیان فرمایا۔ بقیہ ص ۲۶ پر

از: حافظ محمد ہاشم قادری*

ماں کی لازوال محبت! ایک دن کی محتاج کیوں؟

اللہ رب العزت کی تخلیق میں انسان کو بہت اہمیت حاصل ہے، یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا فرمایا اور اس میں عورت کی پیدائش کا ذکر یوں پہلے فرمایا:

اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پیدا کرتا ہے جو چاہے جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے یا دونوں ملا دے، بیٹے اور بیٹیاں اور جسے چاہے بانجھ کر دے، بے شک وہ علم وقدرت والا ہے۔

[القرآن، سورہ شوریٰ، آیت ۴۹، ۵۰، ترجمہ کنز الایمان]

اللہ نے پیدائش کے ذکر میں بیٹی کا ذکر پہلے فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ بیٹی جو آگے عورت کا روپ دھارن کرتی ہے اور پھر ماں اللہ کے نزدیک بھی اہمیت کی حامل ہے، ماں کا روپ اللہ تبارک اللہ کی طرف سے وہ خوبصورت عطیہ ہے جس میں اللہ نے اپنی رحمت، فضل وکرم، برکت، راحت اور عظمت کی آمیزش شامل فرما کر عرش سے فرش پر اتارا اور اس کی عظمتوں کو چار چاند لگا دیا، قدموں تلے جنت دے کر ماں کو مقدس اور اعلیٰ مرتبہ پر فائز کر دیا، ممتا کے جذبے سے سرشار اور وفا کا پیکر اور پر خلوص دعاؤں کے اس روپ کی خوبیوں کو بیان کرنا سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے، ماں اللہ رب العزت کا ایسا عطیہ ہے جس کا کوئی نعم البدل نہیں جو اللہ تعالیٰ کے بعد اپنی اولاد کے دل کا حال بہت جلد جان لیتی ہے، اولاد کے دل میں کیا چل رہا ہے ماں سے زیادہ بہتر کوئی نہیں جانتا۔

اللہ نے قرآن کریم میں بہت سی جگہوں پر والدین کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ فرمایا ہے: وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ اور یاد کرو جب لیا تھا ہم نے پختہ وعدہ بنی اسرائیل سے (اس بات کا) نہ عبادت کرنا بجز اللہ کے اور ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا۔ [القرآن سورۃ البقرہ، آیت ۸۳]

دوسری جگہ ارشاد باری ہے: وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو۔ [سورہ نساء، آیت ۳۶]

والدین کی عظمت کا ثبوت اس سے بڑا اور کیا ہو سکتا ہے کہ رب نے اپنے اسم جلالت کے ذکر کے ساتھ والدین کی خدمت کا حکم دیا ہے، ماں کی عظمت کا بھی اعلان فرمایا: وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا تکلیف سے اور جنا (پیدا کیا) اس کو تکلیف سے اور اسے اٹھائے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینہ میں۔ [سورۃ الاحقاف، آیت ۱۵، ترجمہ کنز الایمان]

ماں باپ اگرچہ کافر ہوں مگر ان کی خدمت اولاد پر لازم ہے کیونکہ والدین کا حکم مطلق ہے، رب تعالیٰ نے فرمایا اور یہ بھی معلوم ہوا حق الخدمت ماں کا زیادہ ہے کیونکہ ماں کی تکلیف کا بیان ہے اور یہ کہ ماں نے بچہ کو خون پلا کر (خون سے ہی دودھ بنتا ہے) پالا اور باپ نے محنت کر کے کمائی کی اور پرورش کی، ماں اگر بچہ کی پرورش نہ بھی کر سکے جب بھی حق مادری اس کا بچے پر لازم ہے، (جیسے بیماری یا کوئی تکلیف پر) کیونکہ یہاں پیٹ میں نو ماہ رکھنے اور جننے (پیدا کرنے) کی تکلیف کو وجہ بتایا گیا نیز ماں اگر خاوند سے اجرت لے کر بھی بچے کو پالے جب بھی ماں کا حق اولاد پر قائم رہے گا جیسے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے فرعون سے اجرت لے کر پالا اور پرورش فرمائی۔ [تفسیر نور العرفان، صفحہ ۸۰۳]

* مضمون نگار مسجد ہاجرہ رضویہ اسلام نگر، کپالی، جمشید پور، جھارکھنڈ کے خطیب وامام ہیں۔

اسلامیات

ماں کا حق کوئی ادا نہیں کرسکتا

ماں باپ کا یہ ادب ہے کہ ان کی خدمت جان و مال دونوں طرح سے کرے، ایسا نہ ہو کہ خدمت کرے اور ان کو پائی پائی کے لئے ترسائے اور ایسا بھی نہ ہو روپے پیسے کی بوچھار کرے اور بات کرنے، خدمت کرنے کا روادار نہ ہو، ان کی خدمت کے لئے نوافل کو ترک کرسکتا ہے، فرائض وواجبات نہیں، ایک بار ایک صحابیِ رسول حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ میں نے اپنی ماں کو اپنے کاندھوں پر بٹھا کر حج کروایا ہے، کیا میں نے ماں کا حق ادا کردیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، تو نے ابھی اپنی ماں کی ایک رات کے دودھ کا حق بھی ادا نہیں کیا ہے۔

ماں کا حق باپ کے حق سے زیادہ ہے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ فرمایا: شوہر کا، میں نے عرض کیا: اور مرد پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ فرمایا: اس کی ماں کا، بسند حسن حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔ [جلد ۵، صفحہ ۲۰۸، الحدیث ۷۳۲۴]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ کون اس کا مستحق ہے کہ میں اس کے ساتھ نیک رفاقت (خیر خواہی) کروں؟ فرمایا: تیری ماں، عرض کیا پھر؟ فرمایا: تیری ماں، عرض کیا پھر؟ فرمایا: تیری ماں، عرض کیا پھر؟ فرمایا: تیرا باپ۔ امام بخاری اور مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں اسے روایت کیا ہے۔ [جلد ۴، صفحہ ۹۳، الحدیث ۵۹۷۱]

چند احادیث اور ملاحظہ فرمائیں، پڑھ کر عمل کریں، اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: (۱) میں آدمی کو وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں (۲) میں وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں (۳) میں وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں (۴) میں وصیت کرتا ہوں اس کی ماں کے حق میں (امام احمد اور ابن ماجہ اور حاکم، بیہقی شریف نے، سنن میں ابوسلالہ سے اسے روایت کیا ہے۔ [جلد ۵، صفحہ ۲۰۸، الحدیث ۷۳۲۵]

ایک صحابی نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا، کیا میں بھی جہاد میں شریک ہوجاؤں؟ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارے ماں باپ موجود ہیں، انہوں نے کہا کہ جی ہاں موجود ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر انہیں میں جہاد کرو، یعنی ان کی خدمت کرو۔ [صحیح بخاری، حدیث ۵۹۷۲]

ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے تم پر ماں کی نافرمانی حرام کردی ہے اور (والدین کے حقوق) نہ دینا اور ناحق ان سے مطالبات کرنا بھی حرام قرار دیا ہے، لڑکیوں کو زندہ دفن کرنا (بھی حرام قرار دیا ہے) اور قیل و قال (فضول باتیں) کثرتِ سوال اور مال کی بربادی کو بھی ناپسند کیا ہے۔ (بخاری باب والدین کی نافرمانی بہت ہی بڑے گناہ میں سے ہے۔ [الحدیث ۵۹۷۵]

ماں کی تکلیف کا بیان قرآن مجید میں

علما فرماتے ہیں کہ ''حق خدمت'' ماں کا زیادہ ہے اور ''حق اطاعت'' حکم بجالانا باپ کا زیادہ ہے، اسی لئے آقا ﷺ نے فرمایا کہ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے اور رب نے فرمایا: اور ہم نے آدمی کو اس کے ماں باپ کے بارے میں فرمایا: اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے، یہ ہے کہ حق ماں میرا اور اپنے ماں باپ کا، آخر مجھ ہی تک آنا ہے۔ [سورۂ لقمان، آیت ۱۴، ترجمہ کنز الایمان]

اور دردِ زہ وولادت کی تکلیف کا ذکر فرمایا، اسی سے معلوم ہوا کہ ماں کا حق باپ سے زیادہ ہے کہ باپ نے مال سے بچے کو پالا اور ماں نے خون سے، علما فرماتے ہیں، حق خدمت ماں کا زیادہ ہے اور حق اطاعت حکم بجالانا باپ کا زیادہ ہے، اسی لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت تمہاری ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے اور فرمایا تو اور تیرا مال باپ کا ہے، اللہ نے اپنے ساتھ ماں باپ کا ذکر فرمایا کیونکہ وہ ہمارا رب ہے اور ماں باپ ہمارے مربی، حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نماز پڑھ کر رب کا شکر ادا کرو اور نماز کے بعد ماں باپ کے لئے دعائیں

مانگو۔ [تفسیر نور العرفان، صفحہ ۵۳۔۴۵۲]

مدرس ڈے منانا فیشن یا ماں کی انمول محبت کا مذاق؟

ماں کی ممتا کو ایک دن میں سمیٹنا ماں کی محبت کی توہین ہے، ماں کی لازوال انمول محبت کو ایک مسلمان کی حیثیت سے ہم کیسے ماؤں کی محبت، خلوص اور شفقت کو بھول کر سال میں صرف ایک دن اس کے نام کردیں کون سا کمال ہے، پوری زندگی، پوری زندگی کا ہر سال، سال کا پورا مہینہ، مہینہ کا ہر دن اور دن کا ہر ہر لمحہ ماں کے نام ہونا چاہئے، مدرس ڈے تو اغیار کی روایت ہے جہاں نہ رشتوں کا تقدس ہے اور نہ ہی کوئی اہمیت ہے، جہاں اولاد صاحب حیثیت ہونے کے باوجود اپنے ماں باپ کو بے وقعت سمجھنے لگتے ہیں اور ماں کی قربانیوں اور پرخلوص محبت کو ٹھوکر مار کر ”اولڈ ایز ہاؤس“ میں رکھ دیتی ہے اور سال میں ایک دن اپنی ماں اور باپ کے نام کرکے اپنے فرض سے منھ پھیر لیتے ہیں، لیکن بحیثیت مسلمان ہماری یہ روایت نہیں ہے، اللہ و رسول کی طرف سے ماں کی محبت و شفقت کے مجسم روپ کو عزت و تکریم دینے کی تلقین کی گئی ہے اور ماں کی محبتوں اور خلوص کی پاسداری کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور سب سے بڑھ کر ہمیں ماں باپ کے آگے اف تک کرنے سے منع کیا گیا ہے، ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارے لئے اپنی ماں سے پیار کے اظہار کے لئے کوئی ایک دن مخصوص کرنا غلط ہے بلکہ ہر دن اور لمحہ اپنی ماں کی خدمت اور خیال رکھنے کے لئے ہونا چاہئے کیونکہ ماں سے پیار کے لئے کوئی ایک مخصوص دن کسی جذبے کا محتاج نہیں ہے بلکہ ہر دن ہر آن ماں کے لئے ہونا چاہئے، اسی میں دنیا و آخرت میں ہماری کامیابی ہے۔

والدین کے لئے ہماری ذمہ داریاں

قرآنی آیات و احادیث طیبہ سے معلوم ہوا کہ والدین میں ماں کا مقام و مرتبہ افضل و اعلیٰ ہے مگر یہ فضیلت کن چیزوں میں ہے، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ”الحقوق لطرح العقوق“ اور فتاویٰ رضویہ میں بڑے نفیس انداز میں وضاحت فرمائی ہے، لکھتے ہیں: اس زیارت کے یہ معنی نہیں کہ خدمت میں ، دینے میں باپ پر ماں کو ترجیح دے، مثلاً سو روپے ہیں اور کوئی خاص وجہ مانع تفضیل (فوقیت، فضیلت) مادر نہیں تو باپ کو ۲۵/روپئے دے اور ماں کو ۷۵/روپئے دے اور اسی طرح اگر ماں باپ دونوں نے ایک ساتھ پانی مانگا ہے تو پہلے ماں کو پلائے پھر باپ کو یا پھر دونوں سفر سے آئے ہیں، پہلے ماں کے پاؤں دبائے پھر باپ کے۔

خبردار خبردار

اگر والدین میں تنازع ہو، جھگڑا ہو تو ماں کا ساتھ دے کر باپ کو تکلیف نہ دے یا اس کی بے ادبی کرے معاذ اللہ! آنکھ ملا کر بات نہ کرے، یہ سب باتیں حرام ہیں، معصیت (گناہ) ہیں، نہ ماں کی اطاعت ہے نہ باپ کی تو اسے ماں باپ میں کسی کا ایسا ساتھ دینا ہرگز ہرگز جائز نہیں، وہ دونوں یعنی ماں باپ اس کی جنت و نار ہیں، خوش کیا تو جنت ناراض کیا کسی ایک کو تو جہنم کا مستحق ہوگا، معصیت خالق میں کسی کی اطاعت جائز نہیں، مثلاً اگر ماں چاہتی ہے کہ یہ باپ کو آزار (تکلیف) پہنچائے اور اولاد نہیں مانتی تو ماں ناراض ہوجائے گی ہونے دے، ایسا ہی باپ چاہتا ہے تو ہرگز ہرگز نہ مانے، ایسی ناراضگیاں کچھ قابل لحاظ نہیں کہ یہ ان کی زیادتی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوگی، علمائے کرام نے یوں تقسیم فرمائی ہے کہ خدمت میں ماں کو ترجیح دے جس کی مثالیں قرآن و احادیث میں ہیں اور ہم اوپر لکھ آئے ہیں اور تعظیم باپ کی زائد کرے کہ وہ اس کی ماں کا بھی حاکم و آقا ہے۔ [الحقوق صفحہ ۳۶]

جب والدین میں سے ہر ایک کی رعایت مشکل ہوجائے مثلاً ایک کی اطاعت سے دوسرے کو تکلیف پہنچتی ہے تو تعظیم و احترام میں باپ مقدم ہے اور خدمت میں والدہ مقدم ہوگی، حتیٰ کہ اگر گھر میں دونوں اس کے پاس آئیں تو باپ کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوجائے اور دونوں نے پانی مانگا اور کسی نے اس کے ہاتھ سے پانی نہیں پکڑا تو پہلے والدہ کو پانی پیش کرے، زندہ ہوں تو آسان زندگی کے لئے، انتقال ہوگیا ہو تو مغفرت کی دعا کرے اور درجات کی بلندی کی دعا کرے، ماں جیسی عظیم نعمت کی ہمیشہ قدر کرنی چاہئے، اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں والدین کی قدر و عزت اور خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، ثم آمین!

■■■



از: علامہ وحید احمد خاں قادری بریلوی*

رحمۃ للعالمین ﷺ

تذکیر کے عنوان سے ایک نئے کالم کا آغاز کیا گیا ہے، جس کے تحت حالات کے موافق اور افادیت سے بھرپور اکابرین اہل سنت کی قدیم تحریریں دوبارہ شائع کی جائیں گی۔ اس شمارے میں نبیرۂ حافظ الملک حضرت علامہ وحید احمد خاں قادری بریلوی علیہ الرحمہ کی تحریر شائع کی جارہی ہے جس کی پہلی قسط "رحمۃ للعالمین" کے عنوان سے ماہنامہ یادگار رضا بریلی شریف کے ماہ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ اور آخری قسط ربیع الثانی ۱۳۳۹ھ کے صفحات پر آج بھی اپنی اہمیت وافادیت کی خوشبو بکھیر رہی ہے۔ تحریر پڑھ کر بے اختیار زبان سے نکلتا ہے۔ ع ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی {فاروقی}

تو آخر رحمۃ للعالمینی
ز محروماں چرا فارغ نشینی

دنیا کی نیرنگیاں اور زمانے کے انقلابات کچھ اس طرح وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ عقلیں متحیر رہ جاتی ہیں مگر نفس انسانی کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ کسی امر کے واقع ہونے کے بعد اس کے اسباب پر بحث کی جاتی ہے اور دلائل و براہین سے ثابت کر دیا جاتا ہے کہ اس امر کا واقع ہونا ان اسباب کی وجہ سے (جو اس کی تہ میں مخفی تھے اور جو آہستہ آہستہ اپنا کام کر رہے تھے) ایک امر ناگزیر تھا۔

منطق کا اصول ہے کہ ہر واقعہ سے پہلے اس کے چند اسباب ہوتے ہیں بلاشبہ صحیح ہے، لیکن ان اسباب کا علم ہم عصروں کو نہیں ہوتا یا اگر ہوتا ہے تو حجاب غفلت ان علتوں کے رفع کرنے میں حارج ہوتا ہے اور آخرکار وہ امر جو متاخرین کی نظروں میں ان اسباب کی ضروری الوقوع تھا، واقع ہو جاتا ہے، معاصرین حیران رہ جاتے ہیں اور تاریخ دنیا کا ورق الٹ جاتا ہے۔

تاریخ عالم کو نظر تعمق سے مطالعہ کرنے والا اس قسم کی بہت سی مثالیں پیش کر سکتا ہے، یوروپ میں نپولین کا عروج و زوال، فرانس کا انقلاب اعظم، جرمنی و اٹلی کی پستی و ترقی، پاپائیت کا زوال ایسے امور ہیں جن کی تہ میں متعدد اسباب پنہاں ہیں، اسی طرح ایشیا میں قوموں کی پیدائش و فنا اور خصوصیت کے ساتھ اسلامی فتوحات و شکست ہمارے موضوع کو اچھی طرح واضح کرتے ہیں، ہم کو اس وقت ان تمام واقعات کے اسباب و علل پر بحث کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف اتنا واضح کرنا ہے کہ کسی واقعہ کے وقوع سے قبل جو اسباب اپنا کام کرتے ہیں اگر ان کا علم معاصرین کو ہو اور وہ اس کے دفعیہ میں کوشش بلیغ کریں تو "السعی منی والاتمام من اللہ" کے اصول کے ماتحت وہ امر واقع نہ ہو۔

اس وقت اسلام ہر طرف خطرہ میں نظر آتا ہے، اگر ہندوستان پر مغربیت غالب ہے تو ترکی بھی اس سے محفوظ نہیں، اگر ایک طرف اسلامی روایات کو حقیر بنانے کی کوشش کی جارہی ہے تو دوسری طرف اسلامی عمارات کو جو اسلامی ترقی و تمدن[1] کے ظاہر کرنے والی ہیں اور جو مسلمانوں کے سواد اعظم کے نزدیک متبرک خیال کی

---

[1] عمارات کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ وہ اپنے بنانے والے کے کیریکٹر کو ظاہر کرتی ہیں، کسی قوم کا تمدن، اس کی تہذیب و تعلیم، اس کی اولوالعزمی، ان چیزوں سے ظاہر ہوتی ہے جو وہ بطور یادگار چھوڑتی ہے، مثلاً ہندوستان افغان بادشاہوں کی عمارات اس وقت کے تمدن کو ظاہر کرتی ہیں، قطب مینار کو دیکھئے اس کی بلندی و شان و شوکت سے افغان بادشاہوں کی بلند حوصلگی عیاں ہے جس کی شہادت تاریخ میں موجود ہے، اس کے مقابلہ میں شاہان مغلیہ کی عمارات ملاحظہ کیجئے، ان کا کیریکٹر، ان کا طرز معاشرت کچھ اور ہے، یہ سچ ہے کہ جہاں تک فن تعمیر کا تعلق ہے مغل عمارات خوبصورت، سڈول اور شاندار ہیں اور عماری و ہندوستانی اثرات کو خوب ظاہر کرتی ہیں لیکن پہلی کی عمارات سے نمایاں فرق ہے، وجہ یہ ہے کہ پٹھان بادشاہ دنیا کے فتح کا عزم رکھتے ہیں جس کی نمایاں مثال علاء الدین خلجی اور محمد بن تغلق کے واقعات سے ظاہر ہے، شاہان مغل ہندوستان اور قندھار ہی پر قانع رہے یہی خصوصیت ان کی تعمیرات سے بھی نمایاں ہے، یہ موضوع "فن تاریخ" سے تعلق رکھتا ہے جو حسب موقع انشاء اللہ تعالیٰ درج رسالہ ہوتا رہے گا، اس وقت اتنا ظاہر کرنا ہے کہ عمارات قطع نظر اس کے کہ وہ متبرک خیال کی جائیں، دوسرے پہلوؤں سے بھی قابل قدر چیز ہیں، اسلامی عمارات کو ڈھا کر نجدیوں نے نہ صرف مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو ٹھیس پہنچائی ہے بلکہ اپنی بربریت و جہالت کا بھی پورا پورا ثبوت دیا ہے، مگر زیادہ تعجب ان تعلیم یافتہ حضرات کی عقلوں پر ہے جو نجدیوں کے ہاتھ جہالت افعال کو نظر تحسین سے دیکھتے ہیں۔ وحید احمد غفی عنہ۔

* مضمون نگار حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں علیہ الرحمہ کے پوتے اور ایک بالغ نظر عالم دین تھے۔

جاتی ہیں نیز ظلم سے مسمار کیا جارہا ہے، اگر ایک طرف اسلام کے زریں اصول جمہوریت ومساوات کو ذاتی مفاد کا آلہ بنایا جاتا ہے تو دوسری طرف اعلائے کلمۃ الحق کو گناہ کبیرہ خیال کر کے اس کے دبانے کی کوشش بے نہایت کی جارہی ہے۔

اس وقت سوال یہ ہے کہ اسلام کے تنزل کی حقیقی علت اور مسلمانوں کے قعر مذلت میں گرنے کی اصلی غایت کیا ہے؟ یہ ایک ایسا عظیم سوال ہے کہ جس غور وخوض کرنے کو انجمنیں بنتی ہیں، جلسے کئے جاتے ہیں، اخبارات میں رائے زنی کی جاتی ہے مگر مسلمانوں کی عقلوں پر وہ پردۂ غفلت پڑا ہے کہ اٹھتا ہی نہیں، وہ فروعی باتوں میں بحث کر کے رہ جاتے ہیں، اصل مطلب پر گفتگو نہیں کرتے، مادیت پرست چاہے جو کچھ بھی اس کی علت تجویز کریں لیکن اسلام کی حقیقت کو سمجھنے والا اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ مسلمانوں کی تمام خرابیوں کا اصلی راز ان کی اس رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے توجہی اور ان کے احکامات کی طرف سے غفلت ہے جس نے اپنی عظیم رحمت کے سبب ان کے حصول ترقی کا راز قولاً فعلاً بتا دیا، اگر آج اسلامی تعلیمات پر کاربندی کی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کی قوم ذلت کی بجائے عزت اور محنت کی راحت کے منازل طے کر کے معراج کمال پر نہ پہنچ جائے۔

اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر اور اسلامی تعلیمات کو بے کم و کاست مسلمانوں تک پہنچانے کے لئے جماعت رضائے مصطفیٰ نے یہ رسالہ جاری کرنے کا ارادہ کیا، اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو اہل سنت میں شائع اور ان کے واسطے مشعل ہدایت فرمائے، آمین۔

اس رسالے کا اس زمانے میں جاری ہونا بے شک رحمت ہے اور اس رحمت کا تعلق خاص رحمت مجسم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہے، اس لئے ہم نے خیال کیا کہ اپنا اوّل مضمون اس عنوان کے ساتھ ہونا بہتر ہے۔

رحمت ایک صفت کمال ہے اور اس کا مفہوم واقعات کے اعتبار سے جدا ہے، ایک بھوکے کو جو شدت گرسنگی کی وجہ سے مر رہا ہو، ایک ہزار کا چیک دے دینا رحمت نہیں بلکہ اس کے سامنے رکابی رکھ دینا یہی رحمت ہے بقول حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ۔ ع

شلغم پختہ بہ زنقرۂ خام

اسی طرح پیاسے کے ساتھ رحمت ٹھنڈا پانی پلانا ہے نہ کہ انواع واقسام کے طعام اس کے سامنے چننا؟ اسی طرح ایک تشنۂ علم کو کتابوں کی لائبریری ایک لاکھ روپے سے زائد تسلی بخش اور اس کے واسطے رحمت ہے، تو رحمت نام ہوا اس چیز کا جو مقتضائے فطری کو پورا کرے، بھوکے کو کھانا، پیاسے کو پانی، طالب علم کو کتاب! یہ تمام چیزیں ہر فرد کی ایک خاص فطری طلب کو پورا کرتی ہیں، اس لئے ان کے واسطے یہی چیزیں رحمت ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ طلب کس طرح پیدا ہوتی ہے ہم نے اوپر اس کو آسانی کے لئے ''مقتضائے فطری'' سے تعبیر کیا ہے لیکن ہر فطری اقتضا کا کوئی سبب ضرور ہوتا ہے جس کو ماہر طب اور ماہر فلسفۂ نفس خوب جانتا ہے، آخر اس ''مقتضائے فطری'' کا سبب کیا ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ فرد کی کوئی طاقت یا قوت حد اعتدال سے بڑھ جاتی ہے، اس کو اعتدال پر لانے کے لئے مناسب حال اشیا کا بہم پہنچانا ضروری ہوتا ہے۔

مثلاً پیاس کا سبب حرارت کا اعتدال سے متجاوز ہونا ہے، لہٰذا اس کو کم کرنے کے لئے پانی درکار ہے، اسی طرح معمولی مثالوں سے گزر کر نفس انسانی کا مطالعہ کیجئے جب بھی یہی نکتہ واضح ہوگا کہ تشنۂ علم کو طلب علم کیوں ہوتی ہے؟ اس لئے کہ اس کا یہ جذب (کسی وجہ سے) دوسری قوتوں پر غالب آجاتا ہے اس کو اعتدال پر لانے کے لئے نہ صرف کتاب کا مہیا کرنا ضروری ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ دوسری قوتوں کی تربیت بھی ضروری ہے ورنہ یہ جذبہ افراط پر پہنچ کر بجائے صفت کے نقص ثابت ہوگا۔

اس آخری مثال سے یہ واضح ہو گیا کہ مقتضائے فطری پورا کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہر صورت میں طبیعت جس طرف مائل ہو وہی سامان بہم پہچایا جائے، نہیں بلکہ یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ سامان مہیا کرنے سے اعتدال حاصل ہوگا یا نہیں؟ درصورت اوّل وہی سامان بہم پہنچانا ضروری ہے، جیسے پیاسے کو پانی! بر تقدیر آخر دوسری قوا کی تربیت ضروری ہوگی جیسے جذبۂ انتقام کہ اس کو اعتدال

پر رکھنے کے لئے سخت احتیاط کرنی ہوگی اور افراط وتفریط سے بچانا ضروری ہوگا تو ہماری تقریر کا ماحصل یہ نکلا کہ کسی چیز کو صحیح مرکز اعتدال پر لانا ہی رحمت ہے۔

اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ بنی نوع انسان کے لئے کیا رحمت ہے؟ ہماری تقریر کی بنا پر نوع انسانی کے لئے رحمت یہی ہے کہ اس کو افراط وتفریط سے نکالا جائے اور معیار اعتدال پر لا کھڑا کیا جائے، افراط وتفریط کیا ہے؟ اگر غور سے دیکھا جائے تو تمام کفر و شرک اور تمام افعال قبیحہ افراط وتفریط کے اندر داخل ہیں، خدا کی ہستی کا انکار بڑی افراط ہے اسی طرح ہزاروں خداؤں کا کا پوجنا تفریط اعظم ہے، خدا کے بیٹا بیٹی ماننا بڑی افراط وتفریط ہے، اس کے بعد افعال شنیع بھی افراط وتفریط میں داخل ہیں، تو رحمت کا مفہوم یہ نکلا کہ وہ صفت ہے جس کا اقتضا یہ ہے کہ مرحوم کو اعتدال پر لا کر صراط مستقیم کی طرف رہبری کی جائے بلکہ اعتدال ہی صراط مستقیم ہے جس کی مفصل بحث علامہ دوانی نے ''اخلاق جلالی'' میں کی ہے۔

اس تمہید کو پیش نظر رکھ کر جب ہم رحمت مجسم ﷺ کی سیرت پاک کا مطالعہ کرتے ہیں تو مہر نیمروز کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا کو اس ذات گرامی نے کیسے اعتدال کی طرف رہبری کی اور حکیم حقیقی کے نائب سچے طبیب روحانی نے کس طرح عالم کی نبض شناسی کی، تاریخ اسلام کا ادنیٰ خادم بھی اس زمانہ کی بے اعتدالی سے واقف ہے جو قبل بعثت حضور اقدس ﷺ پھیلی ہوئی تھی، کسی جگہ ہزاروں خداؤں کی پرستش کی جاتی تھی، کہیں مطلقاً خدا کی ہستی کا انکار کیا جا رہا تھا، کہیں اس کے اولاد مانی جاتی تھی غرض کہ کفر و شرک کی کوئی شاخ ایسی نہ تھی جس کے پیرو موجود نہ ہوں۔

اسی طرح ان کے اخلاق پر نظر کرو تو ظاہر ہوگا کہ وہ کیسی بے حیائی اور شرمندگی کا زمانہ تھا جس کو بیان کرتے ہوئے بے شرمی بھی شرما جاتی ہے، بات بات پر پر لڑنا، معمولی بات پر برسوں جنگ کا جاری رہنا ان کی طبیعت ثانیہ ہو چکی تھی، ان میں نہ جذبۂ ہمدردی باقی تھا نہ محبت ہمسایہ، نہ اخوت قومی اور نہ تعلقات مذہبی، مختصر یہ کہ کوئی عادت حسنہ ان میں موجود نہ تھی اگر اس زمانہ کو تاریکی، جہالت، نفس پرستی، خود غرضی، غرض ہر فعل قبیح کا گہوارہ کہا جائے تو نامناسب نہ ہوگا، ایسی حالت میں رحمت الٰہی جو ان کے شرک و کفر کی وجہ سے منقطع ہو چکی تھی، پھر جوش مارتی ہے، تاریکی اور جہالت کی گھنگھور گھٹائیں آفتاب فضل وہدایت سے پھٹ جاتی ہیں، دنیا انگڑائی لے کر اپنا بوسیدہ لباس پارہ پارہ کر ڈالتی ہے عالم روشن ومنور ہو جاتا ہے، کفر وشرک نیست ونابود ہو جاتے ہیں، غرض کہ صحیح معیار اعتدال پر آ جاتی ہے یعنی رحمت مجسم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دنیا میں ورود مسعود ہوتا ہے اور عالم لبیک کہتا ہوا اپنے رحمت والے آقا کے قدموں پر گر پڑتا ہے۔

کیا رحمت فرمائی! رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دینا کے ساتھ؟ یہ کہ ان کو ایک خدا کا پرستار بنایا، یہ کہ جہالت دور فرمایا، یہ کہ عادات حسنہ ان میں بھر دیئے، یہ کہ افعال قبیحہ سے اس طرح ان کو نفرت دلائی کہ ان کے ارتکاب کا خیال تک ان کے دماغوں میں نہ رہا، غرض یہ کہ اعتدال کا وہ رنگ جمایا کہ دنیا اس کی نظیر نہ پیش کر سکی اور نہ کر سکے گی۔

یہی شان رحمت یعنی اعتدال پسندی حضور کی زندگی میں مختلف رنگوں سے ظاہر ہوئی کہیں شان جمال میں اور کہیں شان جلال میں، اگر شان جمال لیجئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کا ہر فعل رحمت خالص نظر آتا ہے، اپنی امت پر خصوصاً اور عالم پر عموماً شفقت ومحبت حضور کی زندگی کا ہر حصہ پیش کرتا ہے، کیا دنیا میں اس سے زائد رحمت کی مثال مل سکتی ہے؟ جس کی نظیر حضور نے تمام لڑائیوں میں پیش فرمائی، تمام عالم کی تاریخ کی ورق گردانی کر جایئے، ہر قوم کے پیشوا کی سوانح پڑھ جاؤ، ہر اس شخص کے واقعات زندگی پر غور کرو جس کو دنیا بڑا آدمی تسلیم کر چکی ہے۔

لیکن حضور اقدس ﷺ کے رویہ کی نظیر ہرگز نہ لا سکو گے، دنیا کی تاریخ کی کسی شاخ میں کوئی بشر اس شان رحمت کا نہیں ملتا، اس شان کا بیان مفسرین اور محدثین اپنی بے نظیر کتابوں میں بیان کر گئے، ہم چند واقعات پر اکتفا کرتے ہیں تا کہ مضمون طویل نہ ہو سکے اور ساتھ ہی ایمانی دلوں کے غنچے ان عطر بیز شمیموں کے نرم نرم جھونکوں سے شگفتہ ہو کر اپنے رحمت والے آقا پر درود وسلام نثار کریں اور ان کی تعلیمات پر کاربند ہونے کا عزم بالجزم کر سکیں۔

احد کی لڑائی ہے، گھماسان کی جنگ ہورہی ہے، اسلامی پروانے شمع بزم رسالت ﷺ کے گرد محویت کے عالم میں پھر پھر کے نثار ہورہے ہیں، کفار تندی اور وحشیانہ طریقہ سے مقابلہ کر رہے ہیں، انھوں نے ذات گرامی کو نشانہ بنالیا ہے حتیٰ کہ پائے مبارک میں تیر لگتے ہیں اور دندان مبارک شہید ہوجاتے ہیں، کیا کسی فرد بشر کا پائے ثبات ایسی حالت میں جادۂ استقامت پر قائم رہ سکتا ہے؟ دنیا کے نام آور بہادروں، جنرلوں اور فوجی افسروں کے سوانح میں بھی اس رویہ کی نظیر نہیں ملتی جو رحمت عالم ﷺ نے دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔

تیروں کی بوچھار ہے زخم کھا رہے ہیں، جان تک خطرے میں ہے لیکن زبان پر یہی دعا جاری ہے کہ الٰہی میری قوم کو ہدایت فرما، اس لئے کہ وہ مجھ کو پہچانتی نہیں، اللہ اللہ! وہ جس کی حرکت لب اجابت وابستہ تھی اگر بد دعا فرمادیتا جو ایسے وقت میں محتمل تھی تو کفار آن واحد میں غارت ہوکر رہ جاتے، لیکن ایک طرف تو شان جمال کا منظر دکھایا اور دوسری طرف قوم کو اسی اعتدال کی طرف رہبری کی جس کا بیان اوپر گزرا۔

غور کرو ہادی اور حقیقی معلم کی یہ شان ہے کہ کسی وقت تلقین امر الٰہی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹتا، جنگ کا میدان ہو یا خلوت خانہ، فتح کی خوشی ہو یا شکست کا افسوس! ہدایت و تعلیم میں فرق نہیں آتا اور رحمت ورافت کی وہی شان ہر حال میں نظر آتی ہے۔

اس معظم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پبلک زندگی سے قطع نظر کرکے جب ہم اس کی پرائیویٹ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کی زندگی کا یہ رخ بھی وہی نقشۂ رحمت پیش کرتا ہے، کفار نے تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، راستہ میں کانٹے پھیلا دئے، رسی کے پھندے بچھا دئے، کمین گاہوں میں خبیث ارادوں سے بیٹھے، لیکن رحمت عالم نے ان کے ساتھ بھی رحمت ہی فرمائی۔

یہ ہے اسلامی اخلاق کا نمونہ جو تمہارے پیشوا نے پیش فرمایا، یہ ہے رحمت ورافت کی شان کمال او وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

■■■

ص ۳۹ / کا بقیہ ....

علیہ پیش کرتا ہوں جو ص ۵۱۱ / پر مندرج ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں کہ قال رسول اللہ ﷺ مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصرٍ احسن بنیانہ ترک منہ موضع لبنۃٍ فطاف بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی الرسل وفی روایۃٍ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین (متفق علیہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اور دوسرے انبیاء کی مثال اس عمارت کی سی ہے، جو نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب ہو، لیکن اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو، لوگ اس کے ارد گرد گھومتے ہوں اور عمارت کی خوبصورتی اور دیدہ زیبی پر خوش ہوتے ہوں لیکن ایک اینٹ کی جگہ خالی دیکھ کر حیرت زدہ ہوں، تو میں اس اینٹ کی جگہ پر کرنے والا ہوں اور اس عمارت (نبوت کی عمارت) کو مکمل کرنے والا ہوں اور میں ہی آخری نبی ہوں اور ایک روایت میں ہے تو میں ہی وہ اینٹ ہوں اور نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں، جب سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سلسلۂ نبوت کی آخری اینٹ کی حیثیت سے عمارت نبوت کو مکمل فرمانے والے ہیں، تو اب کوئی دوسرا فرد آخر کیسے ہوسکتا ہے؟ جب کہ ایک روایت میں واضح طور پر یہ بھی موجود ہے کہ میں نبیوں کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں۔

اس حدیث پاک سے بھی واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی خاتم النبیین ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد دوسرے جدید نبی کا آنا یعنی پیدا ہونا ناممکن ومحال بالذات ہے وقال اللہ تعالیٰ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ۔ [پ ۲۷ / سورۂ حدید رکوع ۱۷]

امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

■■■

از: مفتی محمد ناظر اشرف قادری*

مسئلہ امتناع نظیر! ایک جائزہ

تعدد خاتم النبیین محال بالذات ہے، قدرت باری تعالیٰ عزاسمہ کا تعلق ممکنات وجائزات سے ہے، واجب لذاتہ اور محال بالذات سے ہرگز نہیں، خاتم النبیین کی مثیل ونظیر کا مفہوم یہ ہے کہ حضور نبی کریم، رؤف ورحیم، شفیع مذنبین، حضور سید ﷺ کا کوئی دوسرا فرد جمیع اوصاف کمالیہ میں سہیم وشریک ہو، اس کو تسلیم کر لینے کی صورت میں خبر الٰہی کا کذب لازم آئے گا اور کذب باری تعالیٰ عزاسمہ وجل جلالہ محال بالذات ہے، ارشاد ربانی ہے ولٰکن رسول اللہ وخاتم النبیین۔

لہٰذا وصف خاتمیت میں شرکت من حیث ہی ناممکن ومحال بالذات ہے، المعتقد المنتقد ص ۱۲۸ / پر سیف اللہ المسلول علامہ فضل رسول عثمانی بدایونی علیہ رحمۃ الباری عزاسمہ فرماتے ہیں کہ: تکون النبی بعد خاتم النبیین ممتنعاً ذاتیاً ومحالاً عقلیاً ظاهراً. یعنی حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی نبی کا ہونا ممتنع بالذات ومحال عقلی ظاہر ظہور ہے۔

المستند المعتمد بناء نجاۃ الابد ص ۱۲۶ / پر امام اہل سنت مجدد اعظم قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں کہ: ان بطل فی تعدد خاتم النبیین لان الآخر بالمعنی الموجود فیها لا یقبل الاشتراک عقلاً۔ یعنی خاتم النبیین کے مفہوم میں تعدد کا امکان ذاتی بھی باطل ہے، اس لئے کہ آخر بالمعنی الموجود (فی الخارج) اس مقام میں عقلاً اشتراک کو قبول نہیں کرسکتا ہے۔

تہذیب، ص ۱۲ / پر علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمۃ والرضوان رقمطراز ہیں کہ: المفهوم ان امتنع فرض صدقه علی کثیرین فجزئی والا فکلی۔ پھر اقسام کلی اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ: امتنعت افراده او امکنت ولم توجد او وجد الواحد فقط مع امکان الغیر او امتناعه او الکثیر مع التناهی او عدمه۔

(۱) یعنی کلی کی ایک قسم وہ ہے کہ خارج میں اس کے افراد کا وجود ممتنع بالذات ہو جیسے شریک باری تعالیٰ عزاسمہ۔

(۲) کلی کی ایک قسم وہ ہے کہ خارج میں اس کے افراد کا وجود ممکن ہو لیکن کوئی فرد نہ پایا جائے جیسے عنقاء۔

(۳) کلی کی ایک قسم وہ ہے کہ خارج میں اس کے بہت سے افراد ممکن ہوں مگر صرف فرد واحد ہی پایا جائے جیسے شمس وقمر۔

(۴) کلی کی ایک قسم وہ ہے کہ خارج میں صرف فرد واحد ہی پایا جائے، فرد واحد کے علاوہ دوسرے فرد کا وجود ممتنع بالذات ہو جیسے واجب الوجود۔

(۵) کلی کی ایک قسم وہ ہے کہ خارج میں اس کے افراد کثیر ہوں مگر متناہی ہوں جیسے خلفائے راشدین، ائمہ اربعہ۔

(۶) کلی کی ایک قسم وہ ہے کہ خارج میں اس کے افراد کثیر ہوں اور غیر متناہی ہوں اس کی دو صورتیں ہیں۔

(الف) تنقف عند حد جیسے انسان، حیوان (ب) لاتنقف عند حد جیسے معلومات باری تعالیٰ عزاسمہ۔

کلی کی مذکورہ بالا اقسام چھ میں منحصر ہیں اور یہ حصر استقرائی نہیں بلکہ حصر عقلی ہے مگر قسم رابع ایسی کلی ہے کہ فرد واحد ہی میں منحصر ہے، اس کے علاوہ دوسرے فرد کا وجود ممتنع بالذات ہے (اگرچہ "امکنت" کے تحت داخل اور امکنت "امتنعت" کے مقابل، لیکن اس مقام پر امکان سے مراد امکان عام مقید بجانب الوجود ظاہر یعنی سلب ضرورت عدم اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے فرد کا عدم ممتنع الانفکاک ہے، تو ثابت ہوا کہ واجب الوجود لذاتہ فرد واحد میں منحصر ہے)

خاتم النبیین بھی کلی کی اسی قسم رابع میں داخل ہے کہ فرد واحد

کے سوا کوئی دوسرا فرد خاتم النبیین نہیں ہوسکتا ورنہ خاتم النبیین، خاتم النبیین نہیں رہے گا جیسے واجب الوجود کے سوا، اگر کوئی دوسرا فرد واجب الوجود ہو یعنی دوسرا خدا ہو تو واجب الوجود، واجب الوجود نہیں رہے گا، ارشاد ربانی ہے: لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا۔ (پ ۱۷ ررکوع ۲) لہٰذا ثابت ہوگیا کہ حضور اکرم نور مجسم ﷺ کی مثیل و نظیر جملہ اوصاف کمالیہ میں ناممکن ومحال بالذات ہے۔

توضیح بلیغ و تنقیح انیق کے طور پر یوں سمجھئے کہ اگر سید العالمین ﷺ کے علاوہ کوئی دوسرا وجود سید العالمین ﷺ کی مثیل و نظیر مان لیا جائے، تو دو حال سے خالی نہیں؟ یعنی وہ دوسرا وجود خاتم النبیین ہوگا یا نہیں؟ اگر نہیں؟ تو خاتم النبیین کا انحصار فرد واحد میں لازم آیا اور اگر وہ دوسرا وجود بھی خاتم النبیین ہو، تو بر ایں تقدیر سید العالمین ﷺ خاتم النبیین ہوں گے یا نہیں؟ اگر نہیں؟ تو پھر بھی خاتم النبیین کا انحصار فرد واحد میں لازم آیا اور اگر دونوں خاتم النبیین تسلیم کئے جائیں، تو دونوں ساتھ ساتھ ہوں گے یا یکے بعد دیگرے؟ اگر ساتھ ساتھ ہو تو دونوں میں معیت پائی جائے گی، اسی لئے دونوں میں سے کسی فرد پر خاتم النبیین پر اطلاق درست نہیں ہوگا (اس لئے کہ آخر ایک ہی ہوگا) اور اگر یکے بعد دیگرے ہوں تو یہ دوسرا وجود سید العالمین ﷺ کے بعد ہوگا یا پہلے؟ اگر دوسرا وجود بعد کو ہو، تو سید العالمین ﷺ خاتم النبیین نہیں ہوں گے (تکذیب کلام باری تعالیٰ لازم) اور پھر بھی خاتم النبیین کا انحصار فرد واحد میں لازم آیا اور اگر پہلے ہو تو یہ وجود ثانی خاتم النبیین نہیں ہوسکتا، لہٰذا اس صورت میں خاتم النبیین کا انحصار فرد واحد میں لازم آیا تو بہر حال یہ تسلیم کئے بغیر چارۂ کار نہیں کہ خاتم النبیین صرف اور صرف فرد واحد ہی میں پایا جاسکتا ہے، فرد واحد کے سوا کسی دوسرے فرد کا وجود خاتم النبیین کے لئے قطعاً ناممکن ومحال بالذات ہے اور قرآن عظیم سے ثابت ہے کہ حضور ہادی اعظم، کریم السجایا، جمیل الشیم، نبی البرایا، شفیع الامم ﷺ، ہی خاتم النبیین ہیں، تو لا محالہ ماننا پڑے گا کہ سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مثیل و نظیر محال بالذات ہے۔

منزہ عن شریك فی محاسنہ
فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم

دیوبندیوں کا یہ کہنا کہ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، لہٰذا حضور اکرم ﷺ کی تمثیل، و نظیر پر بھی قادر ہے ورنہ قدرت میں کمی آجائے گی، یہ جہالت و سفاہت پر مبنی ہے اور عقیدۂ اہلسنت کے صراحتاً خلاف ہے، کیونکہ کتب عقائد میں مصرح ہے کہ ممتنعات اور واجبات اللہ تعالیٰ کے زیر قدرت نہیں، صرف ممکنات و جائزات زیر قدرت ہیں، اس لئے کہ جو امور زیر قدرت ہیں یا تو من جہۃ الایجاد ہیں یا من جہۃ الاعدام اور "ممتنعات" اگر من جہۃ الایجاد، زیر قدرت تسلیم کئے جائیں، تو وہ ممتنعات نہیں رہیں گے بلکہ ممکنات میں داخل ہوجائیں گے اور اگر "ممتنعات" من جہۃ الاعدام، زیر قدرت تسلیم کئے جائیں تو تحصیل حاصل لازم آئے گی، کیونکہ وہ سب معدوم ہی رہیں گے اور یہ دونوں محال ہیں، و بعکسہ یجری فی الواجب۔

یہ بات خوب ذہن نشین کرلیں کہ اگر "ممتنعات" تحت قدرت باری تعالیٰ داخل نہیں تو اس سے اللہ تعالیٰ کا عجز لازم نہیں آتا اور نہ قدرت کی کمزوری ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ "ممتنعات" میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ وہ تحت قدرت داخل ہوں، بلکہ کمال قدرت یہی ہے کہ "جمیع ممتنعات" دائرۂ قدرت سے خارج ہوں مثلاً جیسے خوشبو کو دیکھ نہیں سکتے، تو اس سے یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ آپ کی نظر میں ضعف ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خوشبو میں صلاحیت ہی نہیں کہ اس کو آنکھ دیکھ سکے، اسی طرح اگر سید العالمین ﷺ کی مثیل و نظیر تحت قدرت باری تعالیٰ نہ ہو تو اس سے قادر مطلق کا عجز ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس میں تحت قدرت ہونے کی صلاحیت ہی نہیں، مزید معلومات کے لئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مجدد اعظم قدس سرہٗ کے فتاوے اور خصوصاً جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ، سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

میں اب آخر میں صرف ایک متفق علیہ حدیث بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ بقیہ ص ۷۳ ر پر

از: ڈاکٹر امجد رضا امجد*

درود وسلام
پر ایک نئے اعتراض کا محققانہ جائزہ

درود وسلام اہل ایمان کی روحانی غذا ہے، بیمار دلوں کے لئے شفا ہے، دافع رنج والم ہے، یہ عمل کائنات کی پیدائش سے ہی جاری ہے اللہ رب العزت بھی اپنے محبوب پر درود بھیج رہا ہے اس کے فرشتے بھی بھیج رہے ہیں، کتنا بابرکت عمل ہے یہ اور کیا شان محمدی ہے کہ ان پر اللہ بھی درود بھیج رہا ہے، اس کے فرشتے بھی بھیج رہے اور مومن بندوں سے بھی فرمایا جا رہا ہے یاایہا الذین آمنو صلوا علیہ۔ اے مومنو تم بھی درود بھیجو وسلموا تسلیما۔ اور ان پر خوب سلام بھیجو۔

کب بھیجو، کتنا بھیجو، کس طرح بھیجو، اس کی وضاحت نہیں کی گئی بلکہ اسے ایمان والوں کے پاکیزہ جذبہ پر چھوڑ دیا گیا، جتنا چاہو اتنا بھیجو، جس وقت چاہو، اس وقت بھیجو اور جس طرح چاہو اس طرح بھیجو، کھڑے ہو کر چاہو اجازت ہے، بیٹھ کر چاہو کوئی رکاوٹ نہیں، لیٹ کر چاہو کوئی ممانعت نہیں، دنیا کی کوئی کتاب اور دنیا کا کوئی عالم خواہ وہ کسی بھی عہد کا ہو، اس نے درود وسلام کا نہ عدد متعین کیا نہ وقت کا تعین کیا اور نہ درود وسلام پڑھنے کی حالت کی کوئی قید لگائی، لگا بھی نہیں سکتا ہے کہ جب قرآن نے اسے پڑھنے والے کی حالت وقت اور کیفیت پر چھوڑا ہے تو کسی کو کسی ایک حالت میں مقید کرنے یا کسی حالت پر اعتراض کرنے کی جرأت کیسے مل سکتی ہے اور جو جرأت کر رہا ہے، وہ رب کی منشا کا مخالف ہے، اس کے مقصد کا مخالف اور اس کے حکم کا مخالف ہے، پروردگار عالم نے آیت میں حکم درود وسلام کو نماز روزہ اور حج کی طرح وقت وحالت اور عدد سے اس لئے مقید نہیں فرمایا کہ بندہ جب چاہے، جتنا چاہے اور جس حالت میں چاہے آداب ملحوظ رکھتے ہوئے، میرے محبوب ﷺ پر درود وسلام بھیجے، مگر آج کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کا بندہ اور اپنے نبی کا امتی ہو کر کچھ لوگ وہ ہیں جو رب کی منشا ومرضی کے مطابق ورود وسلام پڑھنے والے کو نشانۂ تنقید بناتے ہیں انھیں بدعتی اور مشرک کہتے ہیں۔

عجیب دور ہے دیوانہ نبی کے لئے
ہر ایک ہاتھ میں پتھر دکھائی دیتا ہے

ان ہی درود وسلام مخالفین میں ایک صاحب ہیں جن کا مضمون "درود وسلام مسئلہ قیام پر تناظر اسلام" روزنامہ پندار (۱۵ر اپریل ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا ہے) مضمون میں ایسا کچھ نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے، کوئی نئی بات، نیا سوال اور نیا حوالہ ہو تو جواب دیا جائے، ہر بات اور ہر سوال کا تفصیلی جواب قرآن واحادیث کی روشنی میں اتنی بار دیا گیا ہے کہ اس کا بوجھ اٹھانے سے ان کی پوری جماعت قاصر ہے پھر انہی سوالوں کا مزید جواب دینا تکرار جواب کے سوا کیا ہے مگر بعض احباب مصر ہیں کہ مضمون نگار کا پندار علم کتنا ہے اور ان کے دعوے میں سچائی کتنی ہے، عوام کے سامنے آنا چاہئے، اسی تناظر مضمون کے بعض پیرگراف کا تنقیدی جائزہ حاضر ہے۔

آیت کا مفہوم قرآنی

سورۂ احزاب کی آیت (بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر اے مومنو تم بھی درود وسلام بھیجو) میں مذکور لفظ "صلوٰۃ" کو مضمون نگار نے انتساب کے اعتبار سے مختلف المعنی لکھا ہے اور یہ وہ بات ہے جو مدرسہ کا مبتدی طالب علم بھی جانتا ہے اور دل اگر محبت رسول ﷺ سے سرشار ہے تو یہ یقین بھی رکھتا ہے کہ لفظ "صلوٰۃ" انتساب کے اعتبار سے اگرچہ مختلف المعنی ہے مگر مفہوم ومقصود کے اعتبار سے متحد المعنی ہے، یعنی صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو، فرشتے کی طرف ہو یا بندوں کی طرف، تمام معانی سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان

*مضمون نگار مرکزی دارالقضاء ادارہ شرعیہ بہار کے نائب قاضی اور الرضا پٹنہ کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

رفیع ہی ظاہر ہوتی ہے اور یہی آیت کے نزول کا مقصد ہے۔

چنانچہ تفسیر ابی سعود میں ہے: یصلون علی النبی: قیل الصلاۃ من اللہ الرحمۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ درود بھیجتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رحمت نازل فرماتا ہے، بخاری شریف میں ہے: صلاۃ اللہ تعالیٰ علیہ ثنائہ عند الملکیہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا درود یہ ہے کہ وہ فرشتوں کی محفل میں اپنے محبوب کا تذکرہ فرماتا ہے، کب سے فرمارہا ہے اور کس طرح فرمارہا ہے، اس کیفیت کو کوئی نہیں بتاسکتا، دل بینا اس نورانی منظر کا تصور کرسکتا ہے اور بس! فرشتوں کے درود بھیجنے کا مطلب کیا ہے۔

تفسیر ابی سعود ہی میں ہے: ومن الملٰیکۃ الاستغفار

مضمون نگار نے اس کا مفہوم ان الفاظ میں لکھا ہے، یعنی فرشتوں کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ ”وہ بارگاہ عالیہ میں آپ ﷺ کے لئے ترقی درجات کے طلب گار ہیں“ اور صلوٰۃ کی نسبت جب بندوں کی طرف ہو تو کیا معنیٰ ہوگا؟ مضمون نگار نے خود ہی لکھا ہے ”صلوٰۃ کی نسبت جب بندۂ مومن کی طرف ہوگی تو مدح و ثنا خوانی اور دعا کا مجموعہ مراد ہوگا“ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فرمارہا ہے کہ تم میرے محبوب کی مدح و ثنا بیان کرو، مدح و ثنا کا مطلب حضور ﷺ کی تعریف و توصیف، ان کی صورت و سیرت کا تذکرہ ہی تو ہے، اب اگر کوئی نعت پاک پڑھ رہا ہے، میلاد النبی یا سیرت النبی کے جلسے کررہا ہے، مختلف صیغوں اور مختلف زبانوں میں درود وسلام بھیج رہا ہے تو یہ سب اسی حکم قرآن پر عمل ہے، آیت کا اطلاق بتارہا ہے کہ اس حکم کو کسی زبان، صیغہ، یا ہیئت سے خاص کردینا منشا الٰہی نہیں، یہ صلوٰۃ یعنی مدح و ثنا جس زبان، انداز اور صیغے سے ہو سب حکم ربی میں شامل ہے۔

جماعت اہل حدیث کی ”تفسیر احسن البیان“ میں ہے ”آیت پاک سورۂ احزاب کی ہے اس آیت میں نبی ﷺ کے اس مرتبہ و منزلت کا بیان جو ملأ اعلیٰ (آسمانوں) میں آپ کو حاصل ہے اور وہ یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرشتوں میں آپ کی ثنا و تعریف کرتا اور آپ پر رحمتیں بھیجتا ہے اور فرشتے بھی آپ کے بلندی درجات کی دعا کرتے ہیں اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے عالم سفلی (اہل زمین) کو حکم دیا کہ وہ بھی آپ صلوٰۃ وسلام بھیجیں تاکہ آپ کی تعریف میں علوی اور سفلی دونوں عالم متحد ہوجائیں۔ [حافظ صلاح الدین یوسف، لاہور]

اس وضاحت سے یہ بات آئینہ کی طرح صاف ہوجاتی ہے کہ ”صلوٰۃ“ کا انتساب خدائے تعالیٰ یا، فرشتہ و بندہ کسی کی طرف ہو، اس کا مفہوم متحد المعنیٰ ہے، اس لئے مضمون نگار کا اپنے مفروضے کو ثابت کرنے کے لئے انتساب کے اعتبار سے صلوٰۃ کو مختلف المعنیٰ بتانا، اس ذہنیت کے علاوہ کچھ نہیں کہ درود وسلام کے حوالے سے مسلمانوں کے اذہان کو مشکوک بنادیا جائے۔

بندوں کے درود وسلام کی حقیقت

قارئین نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا معنی یہ ہے کہ وہ فرشتوں کے درمیان آپ کی تعریف و ثنا بیان فرماتا ہے اور ہم بندے جب درود وسلام بھیجتے ہیں تو اس کا معنی کیا ہوتا ہے، درود وسلام کے معنی پر غور کرنے سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ بندہ کی اس سے زیادہ بساط نہیں کہ وہ جب درود بھیجنا چاہے تو خدا کی بارگاہ میں یہ دعا کرے اللّٰھم صل علی محمد۔ اے اللہ میری طرف سے تو درود بھیج، اللّٰھم صل وسلم علیہ۔ اے اللہ! میری طرف سے تو اپنے محبوب پہ درود بھیج اور سلامتی نازل فرما۔

ایسا کیوں ہے؟ اس لئے کہ بندہ اپنے نبی ﷺ کی رفعت شان اور حقیقت و عظمت جانتا ہی نہیں، عام بندے تو بہرحال عامی ہیں، خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام تک کسی نے بھی سرکار ﷺ کی حقیقت و عظمت کو نہیں پہچانا، حدیث پاک میں سرکار ﷺ کا فرمان موجود ہے لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی۔ میری حقیقت میرے رب کے علاوہ کسی نے جانا ہی نہیں، جب امت اپنے نبی کی حقیقت کما حقہ جانتی ہی نہیں تو وہ کما حقہ درود کیا بھیج سکے گی، اس لئے حکم ہوا بندو! تمہارا درود وسلام یہی ہے کہ تم مجھ سے عرض کرو کہ اللہ میری طرف سے تو ہی اپنے محبوب ﷺ پہ درود وسلام نازل فرما، تاکہ میں اپنے محبوب پہ ان کی شان کے مطابق درود وسلام بھیجوں۔

مودودی کا حوالہ

مضمون نگار نے اس آیت کی تفسیر میں ہمارے خلاف

مودودی کو بطور حوالہ پیش کیا ہے، شاید جناب کو معلوم نہیں کہ ان کے اکابرین نے مولانا مودودی کو مسلمانوں کے لئے مہلک اور زہر قاتل بتایا ہے، اس لئے اطلاعاً عرض کروں کہ دارالعلوم دیوبند سے اس موضوع پر باضابطہ ایک فتویٰ شائع ہوا تھا جس میں موٹی موٹی یہ چار سرخیاں تھیں (۱) سہارن پور سے مودودی فتنہ کو مٹادو (۲) مودودی تحریک مہلک اور زہر قاتل ہے (۳) مودودی کے ہم خیال گمراہ ہیں (۴) مودودیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

اس کے خلاف جب جماعت کے امیر ابواللیث ندوی نے احتجاج کیا تو حسین احمد مدنی نے جواب میں لکھا کہ "آپ کی تحریک ایک نیا اسلام بنانا چاہتی ہے اور اسی کی طرف لوگوں کو کھینچتی ہے، اس لئے میں مناسب جانتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس تحریک سے علاحدہ رہنے اور مودودی صاحب کے لٹریچر کے نہ دیکھنے کا مشورہ دوں۔"

اگر مضمون نگار کو واقعہ کی صحت کے لئے ثبوت درکار ہو تو وہ "مکتوبات شیخ الاسلام" جلد ۲ ص ۷۷ ۳ ملاحظہ فرمالیں، کمال ہے اس کے باوجود آپ اساطین امت کا حوالہ دینے کی بجائے مودودی کی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔

اب رہی بات مودودی صاحب کے پیش کردہ حوالہ کی! تو ان کا فرمان ہمارے نظریہ کے خلاف نہیں بلکہ مؤید ہی ہے، انہوں نے کثرت درود کو دین محمدی سے گہرے تعلق اور نعمت ایمان کی قدر کا پیمانہ قرار دیا ہے، زحمت نہ ہو تو اپنی پیش کردہ عبارت کو پھر سے ملاحظہ کرلیں، عبارت ہے "کثرت درود ایک پیمانہ ہے جو ناپ کر بتادیتا ہے کہ دین محمد ﷺ سے ایک آدمی کو کتنا گہرا تعلق ہے اور نعمت ایمان کی کتنی قدر اس کے دل میں ہے"، تعجب ہے جس کثرتِ درود کو مودودی دین محمدی سے گہرے تعلق کی علامت بتارہے ہیں، اسی کے خلاف آپ بیان بازی بھی کررہے ہیں، بیچارے سنی مسلمانوں پر یہی تو الزام ہے کہ آیت کریمہ کی عمومیت پر عمل کرتے ہوئے صبح میں، شام میں، رات میں، دن میں، جلوت میں، خلوت میں، مجلس میں، محفل میں، اجلاس میں، کانفرنس میں، نماز سے پہلے، نماز کے بعد، درود وسلام کی کثرت کرتے ہیں، یہ کثرتِ درود تو ان مسلمانوں کے دین سے گہرے تعلق اور نعمت ایمان کی قدر کی پہچان ہے، اب اپنے ہی حوالہ کا معنیٰ مفہوم آپ نہیں سمجھے تو آپ سے اللہ کے علاوہ کون سمجھے، شاید اسی موقع کے لئے مرزا غالب نے کہا تھا۔

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

مضمون نگار نے "صلوٰۃ" کے معنیٰ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"آخرت میں جب انبیاء علیہم السلام کی زبانیں نفسی نفسی پکار رہی ہوں گی، ایسے جاں گداز وقت میں آپ ﷺ کو مقام محمود اور شفاعت کبریٰ کا مقام وقیع عطا فرمایا۔"

سیدھے سادے مسلمانوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی مثال، اس سے بڑی اور کیا ہوگی کہ جب جہاں جیسی مصلحت در پیش ہو، ویسی ہی بات کرکے نکل جاؤ، ان کی پوری جماعت سرکار ﷺ کی شفاعت کا انکار کرتی آئی ہے، آج بھی ان کا موقف یہی ہے، انہیں اپنی طرح بشر سمجھتی ہے، مرکر مٹی میں مل جانے کا عقیدہ رکھتی ہے، انہیں مختار نہیں معاذ اللہ مجبور سمجھتی ہے، جب وہ اپنی بیٹی فاطمہ کے کام نہیں آئیں گے تو امتی کے کیا کام آئیں گے؟ جن کا وظیفہ ہے اور مضمون نگار یہاں کس ڈھٹائی سے حضور ﷺ کو شفاعت کبریٰ کا حامل بتارہے ہیں؟ عقیدے کا یہ تضاد ان کی پوری جماعت پہ حاوی ہے اور اسی متضاد فکروں پر ان کے ایمان وعقائد کی پوری عمارت کھڑی ہے، اگر مضمون نگار کا یہ عقیدہ صحیح ہے تو پھر وہ اپنے اکابر علمائے دیوبند کے عقیدے پر کیا حکم شرعی نافذ کرتے ہیں، اس کی وضاحت ضرور کریں تاکہ اس تضاد بیانی کا معمہ حل ہوسکے۔

مسئلہ سلام کا اسلامی جائزہ

درود کی طرح سلام بھی حکم قرآن ہے اور صلوا علیہ (ان پہ درود بھیجو) کے بعد سلموا تسلیما (ان پہ خوب سلام بھیجو) کا الگ مطالبہ ہے، اسی لئے سلام کی فضیلت اور اس کا تذکرہ بھی احادیث میں کثرت سے آیا ہے، چنانچہ نسائی، دارمی اور مسند احمد

بن حنبل میں ہے: ان للملئکۃ سیاحون فی الارض یبلغونی من امتی السلام۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں، دلائل الخیرات میں ہے: اسمع صلوٰۃ اھل محبتی واعرفہ۔ میں اپنے محبت کرنے والوں کا سلام خود سنتا ہوں اور انہیں پہچانتا بھی ہوں۔

درود وسلام براہ راست حضور ﷺ تک پہنچتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو یہ فضیلت عطا فرمائی ہے کہ آپ اپنی امتیوں کا سلام اپنی ظاہری حیات اور وصال فرمانے کے بعد دونوں حالتوں میں خود سماعت فرماتے ہیں، حدیث پاک ہے: لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان و بعد وفاتک قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء (ابن قیم، جلاء الفھام۔ سخاوی، القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع)

قارئین ان احادیث کو ملاحظہ فرمائیں اور سوچیں کہ کیا حضور ﷺ امتیوں کا درود وسلام سننے کے لئے فرشتوں کے محتاج ہیں؟ خود سماعت فرمانے اور فرشتوں کے ذریعہ پہنچنے میں فرق صرف محبت کا ہے، جو اہل دل محبت رسول کے جذبے میں سرشار ہوکر درود وسلام پڑھا کرتے ہیں، انہیں حضور ﷺ خود سماعت فرماتے ہیں بلکہ آپ انہیں پہچانتے بھی ہیں اور جن کے درود وسلام کی یہ کیفیت نہیں ہو پاتی ان کا درود وسلام فرشتے لے کر حاضر بارگاہ ہوتے ہیں، یہ وہ عمل ہے جو کرلیا جائے تو رائیگاں نہیں جاتا، سرکار ﷺ تک پہنچنا ضرور ہے۔

مضمون نگار نے لکھا ہے کہ:

"مزار کے علاوہ کہیں سے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ، یانبی سلام علیک پڑھنا خلاف سنت ہے۔"

یعنی اس لئے خلاف سنت ہے، اس میں لفظ "یا" کے ساتھ سلام بھیجا گیا ہے، اب یہ آثار قیامت نہیں تو اور کیا ہے کہ علم سے عاری افراد بھی قرآن واحادیث کی من مانی تفسیر وتوضیح کرنے لگے ہیں اور حق وناحق کے فیصل بن بیٹھے ہیں، مفسرین فرماتے ہیں کہ "یا" کے ساتھ سلام بھیجو، اس میں کوئی ممانعت نہیں، چنانچہ تفسیر بیضاوی جلد ۲ رہے: وسلموا تسلیما: وقولوا السلام علیک ایھا النبی۔۔۔ والآیۃ تدل علی وجوب الصلوٰۃ و السلام علیہ فی الجملہ۔ یعنی سلموا تسلیما کا معنی یہ ہے کہ السلام علیک ایھا النبی کہو۔

اسی طرح روح البیان جلد ۷ رص ۲۲۸ رمیں ہے: اعلم انہ یستحب ای ان یقال عند سماع الاولیٰ من الشھادۃ الثانیۃ "صلی اللہ علیک یارسول اللہ" وعند سماع الثانیۃ قرۃ عینی بک یارسول اللہ "ثم قالوا اللھم متعنی باسمع والبصر۔" بعد وضع ظفر الابھامین علی العینین۔ یعنی مستحب یہ ہے کہ پہلی بار اشھد ان محمد رسول اللہ سنے تو کہے صلی اللہ علیک یارسول اللہ اور جب دوسری بار سنے تو کہے قرۃ عینی بک یارسول اللہ(یارسول اللہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک آپ ہیں) اس کے بعد دونوں انگوٹھوں کو دونوں آنکھوں پہ رکھتے ہوئے اللھم متعنی بالسمع والبصر کہے (یعنی اے اللہ میری سماعت وبصارت میں اضافہ فرما)۔

ان ایمان افروز تفاسیر کے باوجود یہ کہنا کہ اس طرح سلام بھیجنا خلاف سنت ہے، جرأت بیجا نہیں تو اور کیا ہے، اگر کسی کتاب میں "یا" کے ساتھ درود وسلام بھیجنے کی ممانعت آئی ہو تو اس کا حوالہ دیا جائے اور اگر ممانعت نہیں آئی ہے تو الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ اور یانبی سلام علیک دور سے ہو یا نزدیک سے بلاکراہت جائز ہونے پر ایمان لایا جائے، مضمون نگار بخوبی یاد رکھیں کہ ممانعت کے لئے حکم درکار ہے اباحت کے لئے نہیں، ورنہ عبادات سے لے کر معاملات تک سینکڑوں مسائل کے جائز ہونے پر سوالیہ نشان لگ جائے گا۔

قیام کا شرعی مسئلہ

سلام مخالف جماعت کسی طرح بھی اپنے نبی ﷺ پہ سلام پڑھنے دینے کی روادار نہیں چنانچہ دل کی بھڑاس نکالتے ہوئے اب یہ لکھا کہ حضور کے لئے کھڑا ہونا کسی طرح بھی درست نہیں "صحابہ آپ کو دیکھ کر کھڑے نہیں ہوتے تھے کیوں کہ صحابہ کو

معلوم تھا کہ آپ ﷺ کو یہ پسند نہیں کہ کوئی مجھے دیکھ کر کھڑا ہو‘‘
افسوس! حضور ﷺ کی تعظیم وتوقیر کے لئے کھڑے ہونے کو ناپسند کرنے والے خود اپنی عظمت کے لئے پوری قوم کو کھڑا کر دینے کا کیسا مکروہ جذبہ رکھتے ہیں، اگر کوئی ان کے لئے کھڑا نہیں ہوتو دل میں محبت کی جگہ نفرت جنم لے لیتی ہے، برسوں کی محبت یکلخت دم توڑ دیتی ہے، اپنی عزت اتنی پیاری ہے کہ اس وقت امامت اور شریعت سب بے معنیٰ شے ہوجاتی ہے، ایسے ہی لوگوں کے لئے سرکار ﷺ نے فرمایا: من سرہ ان تمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ یعنی اپنی تعظیم کے لئے جو دوسروں کے کھڑا ہونے کا خواہش مند ہو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔‘‘ [مشکوٰۃ، ص ۴۰۳]

حیرت ہے دعویٰ اسلام کرنے والے ان موحدین پہ کہ انہیں قرآن واحادیث میں صرف وہی باتیں ملتی ہیں جس سے یہ عظمت رسالت کا انکار کرسکیں، پورے قرآن میں انہیں تنقیص کے علاوہ کچھ نہیں ملتا، ایمان والے اور محبت رسول کا سرمایہ رکھنے والے عظمت رسالت کے اظہار کے لئے قرآن واحادیث کی روشنی میں پوری پوری کتاب لکھ دیتے ہیں ثبوت چاہیں تو (۱) مواہب الدنیہ: امام قسطلانی (۲) شرح مواہب الدنیہ: علامہ زرقانی (۳) الخصائص الکبریٰ: امام جلال الدین سیوطی (۴) حسن المقصد فی عمل المولد: اما جلال الدین سیوطی (۵) الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ: علامہ قاضی عیاض (۶) انوار المحمدیہ: علامہ نبہانی (۷) دلائل النبوۃ: علامہ ابونعیم (۸) شیخ عبد الحق محدث دہلوی (۹) تفسیرات احمدیہ: ملا احمد جیون (۱۰) تجلی الیقین بان نبیا سید المرسلین: امام احمد رضا قادری (۱۱) الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ: امام احمد رضا قادری (۱۲) شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام: امام احمد رضا قادری (۱۳) منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب: امام احمد رضا قادری (۱۴) الموہبۃ الجدیدہ فی وجود الحبیب بمواضع عدیدہ: امام احمد رضا قادری (۱۵) شان حبیب الرحمٰن من آیات القرآن: مفتی احمد یار خاں نعیمی (۱۶) شان حبیب الباری من احادیث البخاری اور شان حبیب المنعم من احادیث المسلم جیسی کتابوں کا مطالعہ فرمالیں۔

مسئلہ سلام وقیام میں بھی ذات رسالت میں نقص تلاش کرنے والے افراد ڈھونڈ کر ایسی حدیث لائے ہیں جس سے ان کے مکروہ جذبے کی تسکین ہو۔ اگر انہوں نے موحد کے ساتھ مومن کی نگاہ سے احادیث کریمہ کا مطالعہ کیا ہوتا تو حضور ﷺ کے لئے کھڑے ہونے والی حدیثیں بھی انہیں مل جاتیں، احادیث میں مختلف مواقع پر مختلف افراد کے لئے کھڑا ہونا اور کھڑے ہونے کے لئے سرکار ﷺ کا حکم فرمانا ثابت ہے، حضور علیہ السلام کے لئے صحابہ کرام کھڑے ہوتے تھے اور حضور علیہ السلام حضرت فاطمہ زہرا کے لئے کھڑے ہوتے تھے، یہ سارے احوال واقوال احادیث میں موجود ہیں، چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

ابوداؤد شریف میں ہے: کانت اذا دخلت علیہ قام الیہا۔ حضرت فاطمہ حضور ﷺ کے گھر تشریف لاتیں تو آپ ان کے لئے کھڑے ہوجاتے، اسی میں ہے: کانت اذا دخلت علیہ قام الیہا فاخذ بیدہا فقبلہا واجلسہا فی مجلسہ وکان اذا دخل علیہا قامت الیہ فاخذت بیدہ فقبلتہ واجلستہ فی مجلسہا۔ یعنی جب حضرت فاطمہ زہرا حضور ﷺ کے گھر تشریف لاتیں آپ ﷺ ان کے لئے کھڑے ہوتے، ان کا ہاتھ پکڑتے، انہیں بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور جب حضور ﷺ حضرت فاطمہ زہرا کے گھر تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہ زہرا آپ کے لئے قیام فرماتیں، انہیں بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ انہیں بٹھاتیں۔ [ابوداؤد، ص ۷۰۸]

صحابی رسول حضرت سعد کے لئے حضور ﷺ نے کھڑے ہونے کا حکم فرمایا، چنانچہ بخاری شریف جلد ۲ ص ۹۲۶ میں ہے: قوموا الی سیدکم۔ یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جنازہ کے لئے قیام کا حکم فرمایا، چنانچہ بخاری شریف جلد ۱ ص ۱۷۵ اور مسلم شریف جلد ۱ ص ۳۱۰ میں ہے: اذا رأیتم الجنازۃ فقوموا حتی تخلفنکم۔

اور اب وہ حدیث پاک سماعت کریں جس سے ایمان تازہ ہوجائے، چنانچہ بیہقی شعب الایمان اور مشکوٰۃ شریف ص ۶۸۹ پر ہے: عن ابی ہریرۃ کان رسول اللہ ﷺ یجلس معنا فی

المجلس یحدثنا فاذا قام قمنا قیاما حتیٰ نراہ قد دخل بعض بیوت ازواجہ۔ یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمارے ساتھ تشریف رکھتے اور گفتگو فرماتے، پس جب آپ جانے کے لئے کھڑے ہوتے ہم تمام صحابہ کھڑے ہوجاتے اور اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک آپ کسی زوجہ محترمہ کے حجرے میں داخل نہ ہوجاتے۔

کتنی صراحت ووضاحت کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے لئے تمام صحابہ کھڑے ہونے اور کھڑے رہنے کا واقعہ سنارہے ہیں، مگر افسوس بیمار دلوں کو نقص کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ ؎

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

یہ دعویٰ توحید والے درود وسلام مع القیام کو اتنا بڑا گناہ سمجھتے ہیں کہ اس کے آگے نماز نہ پڑھنا روزہ نہ رکھنا، حرام کھانا، چندہ کی رقم ہضم کرنا دھوکہ دے کر مال جمع کرنا کوئی گناہ نہیں، اب ان ادب رسالت سے محروموں کو کون سمجھائے کہ کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھنا فرشتے کا بھی معمول ہے، صحابہ کرام کا بھی معمول ہے اور اولیائے کرام کا بھی معمول ہے قرآن شریف میں فرشتوں کے بارے میں فرمایا گیا: وملٰئکتہ یصلون علی النبی۔ اور اللہ کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں نبی ﷺ پہ فرشتے درود کس طرح بھیجتے ہیں؟ تو سورۂ صافات میں ہے کہ ان گنت فرشتے صف بصف کھڑے درود بھیج رہے ہیں۔

حضور پاک ﷺ کی بارگاہ میں صبح وشام ستر ہزار فرشتے درود وسلام کا ہدیہ پیش کرتے ہیں کیا وہ بیٹھ کر پیش کرتے ہیں نہیں، فرشتے بارگاہ نبوت کے ادب شناس ہیں، وہ بے اجازت حضور ﷺ کے حجرہ پاک میں حاضر نہیں ہوتے، وہ ان کے قدموں کا بوسہ دینا بھی باعث فخر سمجھتے ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے، صبح وشام بارگاہ نبوی میں روضہ اطہر پہ حاضر ہونے والے فرشتے بیٹھ کر یالیٹ کر درود وسلام پڑھتے ہیں، اگر کسی پاس یہ صراحت ہے کہ فرشتے بیٹھ کر یالیٹ کر درود وسلام پڑھتے ہیں تو وہ قرآن وبخاری سے دلیل فراہم کرے۔

حضور پاک ﷺ کی جنازہ کے بارے میں ایک روایت بزاز حاکم ابن منیع بیہقی طبرانی معجم اوسط میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے حدیث مروی ہے: اذا غتسلتمونی و کفنتمونی فصلو علی سریری ثم اخرجوا عنی فان من اول من یصلی علی جبرئیل ثم میکائیل ثم اسرافیل ثم ملك الموت مع جنودہ من الملائکہ باجمعھم ثم ثم ادخلو علی فوجا بعد فوج فصلوا علی و سلمو تسلیما۔ جب میرے غسل وکفن سے فارغ ہو تو مجھے ایک تخت پر رکھ کر باہر چلے جاؤ، سب سے پہلے جبرئیل امین مجھ پر درود پڑھیں گے پھر میکائیل ،اسرافیل اور پھر ملک الموت اپنے سارے لشکروں کے ساتھ درود بھیجیں گے، پھر گروہ در گروہ میرے پاس حاضر ہوکر مجھ پر درود وسلام عرض کرتے جاؤ۔

یہ حدیث بھی بتارہی ہے کہ فرشتے اور صحابہ نے حضور پہ کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھا اور ایسا کرنے کا انہیں حضور ﷺ نے حکم فرمایا، کیا اس صراحت کے بعد درود وسلام کھڑے ہوکر پڑھنے کے لئے کسی ثبوت کی ضرورت ہے؟

حضرت انس سے مروی روایت کا مفہوم

حضور ﷺ کے لئے کھڑے ہونے کو ناپسندیدہ ثابت کرنے کے لئے حضرت انس کی جس روایت کو پیش کیا گیا ہے، وہ روایت ترمذی کی ہے اور غریب ہے، ہم اگر تعظیم نبی ﷺ کے ثبوت پر کوئی حدیث پیش کریں تو مطالبہ ہو حدیث صحیح کا اور وہ بھی بخاری سے اور خود تعظیم نبی کے خلاف ثبوت دینا ہو تو ترمذی سے اور بھی حدیث غریب سے، ہماری پیش کردہ ہر حدیث بغیر سوچے سمجھے ضعیف ہے اور منکرین کی پیش کردہ غریب بھی ہو تو قابل قبول۔ ؎

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

قارئین اس علمی بد دیانتی کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں یہ ان پہ چھوڑتا ہوں، شارحین حدیث نے اس حدیث پاک کی وضاحت

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا اپنے لئے قیام کو ناپسند فرمانا تواضع اور لوگوں کے جبر وکبر کی عادت کی مخالفت کی غرض سے تھا، یعنی امت کو تعلیم دینا مقصود تھا کہ اپنے لئے کسی کو کھڑا ہونے کی آرزو رکھنا پسندیدہ عمل نہیں، اسی لئے ایک جگہ آپ نے فرمایا: من سرہ ان تمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوأ مقعدہ من النار۔ یعنی اپنی تعظیم کے لئے جو دوسروں کے کھڑا ہونے کا خواہش مند ہو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔ [مشکوۃ، ص ۴۰۳]

حدیث انس کی شرح کرتے ہوئے صاحب تحفۃ الاحوذی نے لکھا: ای لقیامھم تواضعا لربہ ومخالفتہ لعادۃ التکبرین والمتجبرین۔ اگر حضور ﷺ کے لئے کھڑا ہونا کلیۃً ناپسندیدہ ہوتا تو حضرت ابوہریرہ کی روایت کے مطابق صحابۂ کرام مسجد نبوی میں حضور ﷺ کے لئے کھڑے نہیں ہوتے، صحابۂ کرام کا کھڑا ہونا بتارہا ہے کہ حضور ﷺ کے لئے کھڑا ہونا سنت صحابہ ہے۔

اس حدیث کی ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد مظہری نے بڑی ایمان افروز وضاحت کی ہے، وہ آپ لکھتے ہیں:

سوال کرنے والا سوال کرسکتا ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلقاً تعظیم کے لئے کھڑا ہونا پسند نہ تھا تو پھر اپنے پیاروں کے لئے آپ کیوں کھڑے ہوئے اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑے ہونے کا حکم کیوں دیا؟ اس کا کوئی جواب نہیں، آپ نے ناپسندیدہ بات کا کبھی حکم نہیں دیا، جو خود پسند فرمایا اسی کا حکم دیا، اگر یہ سمجھ لیا جائے تعظیم کے لئے کھڑا ہونا ہی آپ کو ناپسند تھا تو آپ نے ناپسندیدہ بات کا حکم دیا؟ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ! اس کا تو کوئی مسلمان تصور نہیں کرسکتا، کسی کے لئے دل میں پیار ومحبت ہو تو خود بخود کھڑے ہونے کو جی چاہتا ہے، نفرت وعداوت ہو تو کھڑا ہونا تو در کنار سلام کرنے کو بھی جی نہیں چاہتا، یہ انسان کی فطرت ہے، کسی کے لئے ذوق وشوق سے کھڑا ہونا خلوص ومحبت کی علامت ہے اور نہ کھڑا ہونا نفرت وعداوت کی، کسی کی دل سے تعظیم کرنی ہوتی ہے تو ہم کھڑے ہوتے ہیں اور تذلیل وتحقیر کرنی ہوتی ہے تو ہم بیٹھے رہتے ہیں، یہ ہماری عادت ہے، اللہ تعالیٰ نے بار بار حضور اکرم ﷺ کی تعظیم کا حکم دیا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ تعظیم وتوقیر کے لئے کھڑا ہونا تاریخ کے ہر دور میں عزت واحترام کی علامت رہی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خلوص دل کے ساتھ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا اہل بیت اطہار، ازواج مطہرات اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سب ہی کی سنت ہے۔"

مضمون نگار نے ایک جگہ لکھا ہے کہ میلاد النبی کسی امام محدث، غوث یا اللہ کے ولی نے نہیں کیا، اگر بزرگوں کے معمولات کو تقویۃ الایمان اور تبلیغی نصاب میں ڈھونڈیں گے تو کہاں سے ملے گا؟ اللہ والوں کی باتیں اللہ والوں کی کتابوں میں ملتی ہیں، اس موضوع پہ ان کتابیں لکھی گئی ہیں اور اتنی زبانوں میں لکھی گئی ہیں کہ ان کا شمار بھی مشکل ہے، عربی، فارسی پڑھنے میں دشواری ہو تو اکثر کتابوں کا اردو ترجمہ بھی ہوگیا ہے، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی کتاب "اخبار الاخیار" کا اردو ترجمہ بھی دستیاب ہے، اس میں انہوں نے اپنا عمل صاف لکھا ہے کہ میں محفل میلاد النبی میں شریک ہوتا ہوں اور کھڑے ہوکر سرکار ﷺ پہ درود وسلام پڑھتا ہوں، انہوں نے اسی عمل کو آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بھی بتایا ہے توفیق ہو تو بزرگوں کے معمولات پر ہی اپنے عمل کی بنیاد رکھیں، بزرگوں کا ہر عمل مجرب نسخہ نجات ہے اور کونوا مع الصادقین کے ذریعہ انہیں کے ساتھ رہنے کی تاکید بھی کی گئی ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بزرگوں کے معمولات ومراسم اور عقیدہ ونظریہ پہ قائم رکھے، آمین۔

درود وسلام کی فضیلت

درود وسلام کی فضیلت سے احادیث کریمہ کے صفحات پر ہیں، اخیر میں احادیث میں مذکور چند فضائل بیان کرکے اپنی گفتگو ختم کروں، حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی اپنی کتاب "جذب القلوب" میں فرماتے ہیں "جو بندہ ایک بار درود شریف پڑھتا ہے، خدائے تعالیٰ اس پر دس بار رحمتیں بھیجتا ہے، دس درجے بلند فرماتا ہے، دس نیکیاں عطا فرماتا ہے، دس گناہ مٹاتا ہے، دس غلام آزاد کرنے کا ثواب اور بیس غزوات میں شرکت کا بقیہ ص ۱۲ پر

(از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*)

کج فہم تجدد پسندوں کے نام

بچپن میں ایک فارسی کہاوت پڑھی تھی "یک من علم را دہ من عقل باید" یعنی ایک من علم کے لئے دس من عقل چاہیے۔ لیکن حالات زمانہ کی نیرنگی دیکھئے کہ جن لوگوں کو چھٹانک بھر بھی دولت علم صحیح طور سے نہ مل پائی وہ لوگ علم وفن کے کوہ ہمالہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے علم پر نکتہ چینی کرنے کی جسارت بیجا کرتے ہیں، پچاس سے زائد علوم پر مہارت رکھنے والی ایسی عظیم اور عبقری شخصیت کے علم پر اعتراض کرنے والے افراد کے بارے میں معروف پاکستانی محقق علامہ پیر ابوالحسن واحد رضوی تحریر فرماتے ہیں:

"آج کل جو شہرت حاصل کرنے کے لیے مختلف باتیں کرتے ہیں وہ عالم تو در حقیقی طور پر طالب علم بھی نہیں ہیں، بلکہ عقل سے بھی کورے اور فہم سے عاری ہیں اور رہی تقویٰ کی صفت! تو یہ تو شروع ہی سے ان کے لیے اجنبی اور نادیدہ ہے۔"

کور عقلی جیسی صفات سے متصف یہ حضرات آئے دن اپنی انھیں صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں، پچھلے دنوں سیدی اعلیٰ حضرت کے ایک فتوے پر ایک "صاحب بہادر" کا نوٹ اور انھیں کے ہم خیال افراد کے کچھ تبصرے نگاہوں سے گزرے، جن میں ان تمام افراد نے اپنی کور عقلی کا خوب خوب ثبوت دیا، سوال یہ تھا کہ جن اداروں میں انگریزی کی تعلیم دی جاتی ہے وہاں چرم قربانی دینا موجب ثواب ہے یا نہیں؟

اس کا جواب دیتے ہوئے اعلیٰ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

"مصرف قربانی میں تین باتیں حدیث میں ارشاد ہوئی ہیں، کھاؤ اور ذخیرہ رکھو اور ثواب کے کام کرو، انگریزی پڑھنا بے شک کوئی بات ثواب کی نہیں، اگر یہ احتیاط ہو سکے کہ اس کے دام صرف قرآن مجید و علم دین کی تعلیم میں صرف کیے جائیں تو دے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔"

اعلیٰ حضرت کے اس صاف وشفاف فتوے پر اپنی زہر بھری طبیعت کا مظاہرہ کچھ اس طرح کیا گیا اور اعلیٰ حضرت پر بیہودہ الزام لگایا گیا:

"مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ کو آنے والے جبری حالات و مقتضیات کا وقت رہتے اندازہ نہیں ہو سکا اور وہ ایک ضروری چیز سے بھی لوگوں کو جاہل رکھے ہوئے تھے، کیا مخالف کی زبان سیکھنا اور اس کی تہذیب سے آشنا ہونا ان لوگوں کے لئے بھی غلط ٹھہرے گا جو دین وسنیت کے سپاہی بننے جا رہے تھے؟"

قارئین اس تبصرہ کی زبان پر غور کریں کہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے علم وفضل پر کس گھٹیا اور بھونڈے انداز میں تبصرہ کیا گیا ہے "صاحب بہادر" اور ان کے دوستوں نے فیس بک پر بڑے سطحی انداز میں اپنی "فطری صلاحیتوں" کا استعمال کرتے ہوئے تنقیص میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔

قارئین! اعلیٰ حضرت نے یہ فتویٰ ۱۳۳۲ھ میں دیا تھا یعنی آج سے قریب ۱۰۵ سال پہلے، جب وطن عزیز انگریزوں کے غاصبانہ قبضے میں تھا، اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ نکات ملاحظہ فرمائیں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اس فتوے میں انگریزی زبان کی تعلیم سے کہیں بھی منع نہیں کیا بلکہ اس زمانے میں (۱۰۵ سال پہلے کے بھارت میں) اس کے صرف اور صرف "کار ثواب" ہونے کی نفی کی ہے۔

اب اسے سرا واں کا "فیض خیانت" کہا جائے یا کم عقلی اور جہالت کہ "صاحب بہادر" نے یہ نتیجہ نکال لیا کہ اعلیٰ حضرت لوگوں کو انگریزی زبان سیکھنے کو غلط کہہ رہے ہیں اور لوگوں کو اس سے روک رہے ہیں، ہم "صاحب بہادر" کو زندگی بھر کی مہلت دیتے ہیں کہ وہ اس فتوے میں اپنا اختراعی مفہوم ثابت کر کے دکھائیں۔

انگریزی زبان کی تعلیم کو اُس دور میں ’’کارِ ثواب‘‘ نہ ماننے پر ’’صاحب بہادر‘‘ کی اتنی برہمی کہیں اس بات کی غمازی تو نہیں کر رہی کہ اگر ’’صاحب بہادر‘‘ اور اُن کے ممدوحین اُس انگریزوں کے بھارت میں ہوتے تو انگریزوں کی زبان سیکھنے اور سکھانے کو کارِ ثواب اور قربتِ خداوندی کا وسیلہ قرار دے دیتے۔ ع

بے خودی بے سبب نہیں غالب

انگریز بہادر چونکہ مسلمانوں کو اپنا حقیقی دشمن سمجھتے تھے اس لیے انھوں نے اہل اسلام کو ان کے مذہب سے دور کرنے کی خاطر مسلمانوں میں رائج زبان عربی وفارسی اور اردو کو کمزور کرنا چاہا اور انگریزی زبان کو بڑھاوا دینا شروع کیا تاکہ مسلمانوں کا رشتہ اپنی زبانوں سے کمزور ہوجائے، جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اپنے مذہب سے بہت دور ہوجاتا ہے اور پھر اس کو بہکانا بہت آسان ہوجاتا ہے، جیسا کہ آزادی کے فوراً بعد اردو کو کمزور کر ہندی و دیگر علاقائی زبانوں کو بڑھاوا دیا گیا جس کا نتیجہ آج یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد دین اور دینی تعلیم سے دور ہوچکی ہے۔

ہر قوم کی زبان اس کی ثقافت اور کلچر کی جان ہوا کرتی ہے، انگریزی زبان کے فروغ کے پس پشت مغربی تہذیب اور مغربی کلچر کو بڑھاوا دینا انگریزوں کا مقصود تھا تاکہ اسلامی تہذیب وآثار کو ختم کیا جاسکے، جس طرح آج ہندو طاقتیں سنسکرت اور ہندی کی تعلیم کے نام پر ہندو کلچر کو بڑھاوا دے رہی ہیں، وہی ماحول اس وقت انگریزی کا تھا۔

اب سے سوسال پہلے انگریزی زبان کی آج کی طرح کوئی عالمی حیثیت بھی نہیں تھی کہ جس سے بہت وسیع پیمانے پر تبلیغ واشاعت اور دینی فوائد حاصل کیے جاسکتے، زبانیں صرف وسیلۂ استفہام و اظہار ہوا کرتی ہیں، جس زبان کا یہ حال ہو ظاہر ہے اس کی تعلیم ہمارے دینی نقطۂ نظر سے ’’کارِ ثواب‘‘ نہیں ہوسکتی۔

یہ نکات تو ہماری محدود فکر کا نتیجہ ہیں، اس عظیم المرتبت شخصیت کی فکر ونظر کی وسعت کا کیا عالم ہوگا؟ جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی تجدید کے لیے مامور فرمایا ہو۔

اس لیے اگر اعلیٰ حضرت نے اس زمانے کے ماحول کو مد نظر رکھتے ہوئے ’’انگریزی تعلیم کو کارِ ثواب‘‘ قرار نہیں دیا تو آج کے ’’کالے انگریزوں‘‘ کے پیٹ میں بھلا کیوں درد ہو رہا ہے یہ سمجھ سے پرے ہے ’’صاحب بہادر‘‘ نے ایک خیانت یہ کی ہے کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے فتوے میں ایک قید لگائی تھی کہ اگر چرمِ قربانی کو تعلیم قرآن اور دینی تعلیم میں ہی خرچ کیا جائے تو جن اداروں میں انگریزی پڑھائی جاتی ہو وہاں بھی دے سکتے ہیں۔

لیکن معترض نے کمال ڈھٹائی سے ’’مقید‘‘ کو ’’مطلق‘‘ سے بدل کر یہ سرخی لگائی:

’’جن مدرسوں میں انگریزی پڑھائی جائے وہاں چرم قربانی دینا جائز نہیں۔‘‘

دن کے اجالے میں آنکھوں کے سامنے چوری کرنا شاید اِسی ادا کا نام ہے۔ ع

عجب وزدے دلاور ست

اب آئیں اعلیٰ حضرت کی فکری وسعت اور جذبہ دینی کا یہ رُخ ملاحظہ کریں جسے یا تو معترضین شوقِ تنقیص میں دیکھ نہیں پاتے یا دیکھ کر بھی آنکھیں بند کرلیتے ہیں، آپ کی بارگاہ میں انگریزی زبان سیکھنے کے تعلق سے سوال کیا گیا تو آپ نے یہ جواب تحریر فرمایا:

’’ذی علم مسلمان اگر بہ نیتِ ردّ نصاریٰ انگریزی پڑھے، اجر پائے گا اور دنیا کے لیے صرف زبان سیکھنے یا حساب اقلیدس جغرافیہ جائز علم پڑھنے میں حرج نہیں بشرطیکہ ہمہ تن اس میں مصروف ہوکر اپنے دینی علم سے غافل نہ ہوجائے۔‘‘

[فتاویٰ رضویہ قدیم، جلد نہم، ص ۹۹]

پہلے فتوے میں خیانت کرنے والے کور عقل اب بتائیں کہ اعلیٰ حضرت انگریزی سے لوگوں کو جاہل رکھے ہوئے تھے یا بہ نیت ردّ نصاریٰ سیکھنے پر اجر وثواب کا مژدہ سنا رہے تھے؟ لوگوں کو جاہل رکھنے جیسا گھٹیا اور بیہودہ الزام لگانے جیسا ذلیل کام تو دشمن بھی نہیں کرسکا مگر یہ کام ’’بھیڑ نما بھیڑیے‘‘ خوب کر رہے ہیں۔

مخالف کی زبان سیکھ کر ان کی تردید کرنے والے سپاہی دیکھنا ہوں تو مبلغ اسلام علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی علیہ الرحمہ کا نام نامی

ہی کافی ہے، جو اعلیٰ حضرت کے دامن کرم سے وابستہ تھے۔

اب ایک نظر معترض کے رویے پر

معترض صاحب بریلوی حضرات پر گالی جیسا الزام لگا کر خود "بند دماغ، بے بصیرت بریلوی، جاہل اور اجڈ جیسے" ادبی چاشنی میں ڈھلے ہوئے جملے استعمال کرتے ہیں، ان کی اس ادبی زبان کو دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔ ؎

کتنے میٹھے ہیں تیرے لب اے رقیب
گالی دے کر بھی بد مزہ نہ ہوئے

کہتے ہیں دل کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہوتا ہے، یہ جب محبت کرتا ہے تو "کفر و اسلام کی سرحد سے بہت دور دنیا بسانے والے" کو "داعی اسلام، عارف باللہ" کہتے نہیں تھکتا، لیکن! اگر یہی دل بغض و عناد پال لے تو "مجدد دین و ملت" اور "شیخ الاسلام والمسلمین" کو بھی "مولانا" کہتے وقت زبان گنگ اور قلم کی روشنائی خشک ہوجاتی ہے۔

آخر میں ہم یہی دعا کریں گے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں بزرگوں کی بے ادبی، انانیت، ضد اور ہٹ دھرمی سے محفوظ رکھے اور بھٹکے ہوئے آہوؤں کو پھر سے سوئے حرم رواں دواں فرمائے۔ ■■■

ص ۴۶ کا بقیہ ......

کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

درود پاک پڑھنے سے اللہ کی رضا حاصل ہوتی ہے، شفاعت مصطفیٰ واجب ہوتی ہے، مصیبتیں ٹلتی ہیں، بیماریوں سے شفا حاصل ہوتی ہے، ظلم سے نجات اور دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی ہے، دل وجان ذات ومال کی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے، سکرات موت میں آسانی ہوتی ہے، تنگ دستی دور ہوتی ہے، دنیا کی تباہ کاریوں سے نجات ملتی ہے، بھولی ہوئی چیزیں یاد آجاتی ہیں، فرشتے اس کا ذکر کرتے ہیں اور اسے گھیر لیتے ہیں، درود شریف پڑھنے والا جب پل صراط سے گزرے گا تو نور پھیل جائے گا اور وہ اس میں ثابت قدم ہوکر پلک جھپکنے میں نجات پائے گا، باب جنت پہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب حاصل ہوگا، درود شریف سے اولاد در اولاد چار نسلوں تک برکتیں باقی رہتی ہیں اور یہی پاکیزہ عمل دعاؤں کی قبولیت کا مؤثر ترین سبب ہے۔

سلام نہ بھیجنے والے کو تنبیہ

حضرت ابراہیم نسفی فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کی، تو حضور ﷺ کو ناراض پایا، تو آپ کے دست اقدس کو بوسہ دے کر عرض کیا، یارسول اللہ! میں حدیث پاک کا خادم ہوں، اہل سنت ہوں اور مسافر ہوں، آپ ناراض کیوں ہیں؟ تو آپ نے فرمایا "جب تم مجھ پر درود بھیجتے ہو تو سلام کیوں ترک کر دیتے ہو؟" اس کے بعد سے میرا معمول ہوگیا میں صلی اللہ علیہ وسلم پورا لکھنے لگا، یعنی درود شریف کے ساتھ سلام بھی بھیجنے لگا۔ ■■■

ص ۵۳ کا بقیہ ......

سوق ثلاثہ میں ہوتا ہے پھر میں حربیہ میں داخل ہوا، سڑک بھر چکی تھی اور بے شمار لوگ صبح سے موجود تھے اگر کہا جائے کہ وہ لوگ جو مجلس میں شمولیت کی خاطر باب بصرہ کی طرف سے صحرا میں آئے اور مجمع میں شامل ہوگئے ان کی تعداد تین لاکھ تھی تو یہ غلط نہ ہوگا۔

[المنتظم حصہ ۱۰/ ۲۴۳]

یہ بڑے خطیب تھے، ان کی تقریر کا موضع اپنے مسلک و مذہب کی تبلیغ و اشاعت اور دوسروں پر تنقید و تردید پر مشتمل ہوتی، اصلاح معاشرہ کا عنوان ان کے پیش نظر نہ ہوتا، وہ سلاطین وحکمراں کو خوش کرنے کے لئے ان کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے اور اس طرح خوب خوب تعریف و توصیف اور انعام و اکرام سے نوازے جاتے۔

سرکار غوث اعظم نے جلسوں کے سلسلے میں قوم کے بنے ہوئے مزاج سے فائدہ اٹھایا اور درس و تدریس سے کچھ وقت نکال کر میدان خطابت میں قدم رکھا، شہر و قصبات کے جلسوں میں شرکت کے بجائے اپنے طور پر وعظ و خطاب کی مجلس کا اہتمام کیا، آپ نے اس کے لئے ہفتہ میں تین دن مخصوص کئے، جمعہ کی صبح اور منگل کی شام جامعہ قادریہ میں اور اتوار کی صبح اپنی خانقاہ (رباط) میں جو جامعہ قادریہ سے کچھ فاصلہ پر تھی۔ [قلائد الجواہر ۱۸]

......جاری......

از: مولانا کوثر امام قادری*

ظہور غوثیت مآب!

حیات غوث اعظم قدم بہ قدم

سرکار غوث اعظم موسوی جلال، عیسوی کمال، محمدی شان وشوکت، صدیقی فکر وتدبر، فاروقی تیور، عثمانی وصف، علوی شجاعت وہمت کے ساتھ میدان تحریک وعمل میں نمودار ہوئے اور ۵۲۱ھ سے ۵۶۱ھ میں آپ کی غوثیت کا ظہور ہوا۔

رب تبارک وتعالی نے جتنی خوبیاں اور کمالات آپ کو عطا فرمائی تھیں شمار سے باہر ہیں جس کا خود آپ کو احساس واعتراف تھا، اس لئے آپ نے جان لیا کہ مشیت الٰہی آپ سے کچھ اور ہی کام لینا چاہتی ہے اور وہ ہے مسلم معاشرہ میں انقلاب پیدا کرنا، امت مسلم کے ظاہری وباطنی احوال کی تطہیر وتزکیہ، خارجی طاقتوں اور صلیبی قوتوں سے مسلمانوں کو بچانا، بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضہ سے آزاد کرانے کے لئے ایسے افراد تیار کرنا جو میدان جنگ میں مجاہدین بدر کی یاد تازہ کردیں۔

آپ کے اس شدت احساس کو آپ کے حسب ذیل فرمودات میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، چنانچہ آپ اپنے رب کی بارگاہ میں یوں دعا فرماتے ہیں، اے مرے اللہ! میں تجھ سے اس نیابت کے ضمن میں بخشش اور عافیت کا طلب گار ہوں، جس کام میں لگا ہوں اس میں مری مدد فرما، میں تجھے انبیاء اور رسولوں کا واسطہ دیتا ہوں، تو نے مجھے اپنی سخت مزاج مخلوق کے درمیان صف اول میں کھڑا کردیا ہے، پس میں تجھ سے بخشش اور عافیت کا سوال کرتا ہوں مجھے شیطانوں، انسانوں، جنوں اور تمام مخلوقات کی شر سے تحفظ عطا فرما۔ [الفتح الربانی ۲۳۹]

ایک اور وعظ میں آپ نے یوں فرمایا: پاک ہے وہ ذات جس نے مرے دل میں مخلوق کی نصیحت ڈال دی اور اسے مرے لئے سب سے اہم کام بنادیا، میں نصیحت کرنے والا ہوں اور میں اس پہ اجر کا ارادہ نہیں رکھتا، مری آخرت مرے رب عزوجل کے یہاں پڑی ہے، میں دنیا کا طالب نہیں اور نہ میں دنیا اور آخرت کا غلام ہوں، سوائے حق عزوجل کے، تمہاری فلاح سے مجھے خوشی ہے اور تمہاری ہلاکت سے مجھے غم ہے۔ جب میں کسی مرید صادق کا چہرہ دیکھتا ہوں جس نے میرے ہاتھ پر فلاح پائی ہے تو میں سیر ہوجاتا ہوں، مری پیاس بجھ جاتی ہے، میں خوش لباس ہوجاتا ہوں اور خوش ہوجاتا ہوں کہ دوسرے ہاتھ سے کیسا بن کر نکلا۔ [الفتح الربانی ۲۱]

اسی طرح ایک دوسرے موقع پر آپ نے فرمایا: آگاہ رہو کہ میں تمہاری نگراں، تمہارا رہبر ہوں، تمہارا محافظ ہوں، میں نے توحید کی تلوار سے سب کچھ قطع کرنے کے بعد اس مقام پر ترقی پائی ہے، اور تمہارے لئے نفع ونقصان کو دیکھتا ہوں، یہ مقام مرے لئے ایک فریضہ ہے تمہاری تعریف تمہاری مذمت، تمہارا سامنے آنا اور تمہارا پیچھے ہٹنا میرے لئے برابر ہے کتنے ہیں جو مری بہت مذمت کرتے ہیں، پھر ان کی مذمت تعریف میں بدل جاتی ہے، یہ دونوں باتیں اللہ کی طرف سے ہیں نہ کہ اس شخص کی طرف سے تمہارے سامنے میرا آنا اللہ کے لئے ہے اور تم سے میرا رکنا بھی اللہ کے لئے، اگر مرے لئے ممکن ہوتا تو میں ہر ایک کے ساتھ قبر میں داخل ہوتا اور اس کی طرف سے منکر نکیر کو جواب دیتا اور ایسا میں تمہارے قلم کے حق میں رحمت وشفقت کی بنا پر کرتا۔

[الفتح الربانی ۹۷]

آپ اسی جوش وحوصلہ کے ساتھ آگے بڑھے اور اپنے مشن کو نقطۂ انتہا تک پہنچانے کے لئے چار اہم طریقوں کو اپنایا جس کے نتیجے میں پورا بغداد ایک نئے اسلامی علمی فکری، عملی روحانی انقلاب سے آشنا ہوا وہ اہم طریقے حسب ذیل ہیں:

(۱) درس وتدریس (۲) وعظ وخطاب (۳) روحانی تربیت (۴) تصنیف وتالیف۔

* مضمون نگار دارالعلوم فخر العلوم جہانا گنج، یوپی کے مدرس اور علم حدیث کے ماہر ہیں۔

مذکورہ چاروں صورتوں میں سب سے زیادہ جس نے زمانے کو متاثر کیا وہ درس وتدریس اور وعظ وخطاب ہے، گفتگو تو چاروں صورتوں پر تفصیل ہو سکتی ہے لیکن یہ مختصر سا مضمون اس کا متحمل نہیں اس لئے صرف دو صورتوں کو ہی بیان کرنا چاہتا ہوں۔

درس وتدریس

شیخ ابوسعید مخرمی شریعت وطریقت حدیث تفسیر وقرات کے امام اور مشہور مدرس تھے، آپ نے بغداد کے باب الازج میں ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم کیا تھا، جہاں محدود انداز میں تعلیم ہوتی تھی، ـــــہ میں شیخ مخرمی کا وصال ہوا اوران کی جگہ یہ غوث اعظم جانشین مقرر ہوئے، مدرسہ کا نظام آپ کے ہاتھوں آیا تو آپ نے اس چھوٹے سے ادارہ کو ایک عظیم جامعہ کی شکل میں لانے کا منصوبہ بنایا اردگرد کے مکانات وزمین خریدی اور تعمیر نو کا کام شروع کیا اصحاب ثروت نے دل کھول کر اس کارخیر میں حصہ لیا اور ۵۲۸ھ ۱۱۳۳ء میں ایک چھوٹا سا مدرسہ عظیم جامعہ کی شکل میں تیار ہو کر سامنے آ گیا یہ مدرسہ آپ کی تدریس افتاء تصنیف وتالیف اور وعظ ونصیحت اور دیگر علمی وفکری روحانی سرگرمیوں کا مرکز بنا اور آپ کی مبارک ذات کی طرف منسوب ہوا۔ [قلائد الجواہر ۵]

لہٰذا اسے اب جامعہ قادریہ کہنا چاہیے۔

جامعہ قادریہ سے تھوڑے فاصلے پر آپ کی رباط تھی، اسی کو بطور ہاسٹل متعین کیا گیا تاکہ بیرونی طلبا وہاں کے قیام وطعام کی موجودہ سہولتوں سے مستفید ہوں، حضرت غوث اعظم نے اپنے شاگرد رشید محمود بن عثمان بن مکارم النعال کو اس ہاسٹل کی نگرانی تفویض کی۔ [طبقات الحنابلہ ۲ ۲۳۲]

جبکہ عظیم جامعہ کے لئے جتنی چیزیں مطلوب ہیں سب کچھ مہیا کرنے کے بعد اب مکمل طور پر باقاعدہ داخلہ کی کاروائی شروع ہوئی، طالبان علوم نبویہ ہر چہار جانب سے آکر یہاں تعلیم وتعلم میں مشغول ہوتے تعلیم وتربیت کا اتنا عمدہ انتظام تھا کہ جو طالب علم جامعہ میں آجاتا تو پھر کسی اور درسگاہ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا بھی نہیں اور یہیں سے وہ سب کچھ حاصل کر کے فارغ ہوتا، چنانچہ کتاب المغنی کے مصنف شیخ موفق الدین اور حافظ عبدالغنی نابلسی جب حصول علم کے لئے اس جامعہ میں آئے تو شیخ کے طریقہ تعلیم اور طلبا میں اس کے اثرات کو دیکھ کر بہت محفوظ ہوئے اور اپنے تاثر کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

ہم سن ۵۶۱ھ میں بغداد میں داخل ہوئے اچانک ہم نے شیخ عبدالقادر کو دیکھا جو اہم علم وعمل حال اور استغنا میں کمال کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے، علوم میں مہارت کارکنوں سے تحمل اور وسعت قلب جو آپ کی ذات میں جمع ہوگئی تھی وہ طالب علم کو کہیں اور جانے نہیں دیتی تھی، آپ کا دیدار آنکھ کو بھلا لگتا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ میں ایسے اوصاف جمیلہ اور احوال نادرہ جمع کردیتے تھے کہ میں نے آپ جیسا بعد میں نہیں دیکھا۔ [طبقات الحنابلہ حصہ اول ۲۹۴]

جامعہ قادریہ شریعت وطریقت کا جامع تھا، کتاب وسنت کے علوم سے طلبا کے ظاہر کو سنوارا جاتا تو کتاب وسنت کے عمل مشق کے ذریعہ باطن کی تطہیر وتزکیہ نفوس کیا جاتا تھا تاکہ ایک طالب علم کے اندر شریعت وطریقت کے تمام کمالات پیدا ہوجائیں۔

جامعہ قادریہ میں روحانی تیاری کا ہدف یہ تھا کہ متعلم یا مرید کی ایسی تربیت کی جائے کہ وہ بلا کدورت بالکل صاف ہوجائے اور حضور ﷺ کی دلیل ومثال بن جائے۔ [الفتح الربانی ۲۰۶]

متعلم کو اس مقام پر پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر چیز میں سنت کو لازم پکڑے، وہ مجاہدہ کی صفات سے متصف ہو اور اولو العزم اعمال سے مزین ہو۔

غوث اعظم کی پرخلوص محنتوں کے بدولت جامعہ قادریہ کا مکمل نظام اسلامی وروحانی رنگ میں رنگا ہوا تھا، آپ نے اپنے اوقات کا زیادہ تر حصہ مدرسہ کے لئے وقف کر رکھا تھا، آپ صرف جمعہ کے دن مدرسہ سے باہر مسجد یا رباط کی طرف تشریف لے جاتے تھے یہ سلسلہ آخر عمر تک رہا، تدریس میں ۳۳ سال گزارے یعنی یہ سلسلہ تدریس ۵۲۸ھ ۱۱۳۳ء سے شروع ہو کر ۵۶۱ھ/۱۱۶۶ء تک جاری رہا۔

اس جامعہ کے طلبا جب ہر قسم کے اعلیٰ صفات سے متصف ہو کر فارغ ہوتے تو انہیں عملی انقلاب برپا کرنے کے لئے کاربار دنیا میں الگ محاذ پہ بھیج دیا جاتا، بعض مملکت اسلامیہ کے طول و

عرض میں پھیلے ہوئے مدارس میں منصب تدریس پر فائز ہوتے تو بعض حکمرانوں کے مجلس مشاورت کے ارکان بنائے جاتے، کچھ سلطنت کے دیگر امور کی نگرانی کرتے تو بعض عسکری قوتوں میں اضافہ کا سبب بنتے، اس طرح اس ادارہ کے فارغین ایک بڑے انقلاب کی آمد کے اسباب فراہم کرنے میں مصروف ہوئے۔

سرکار غوث اعظم کا ادارہ نظام تعلیم وتربیت کے اعتبار سے خوب سے خوب تر ہو چکا تھا، لیکن صرف ایک ادارہ کے اچھا ہونے سے کام نہیں چلتا اس لئے وقت کا تقاضا تھا کہ دوسرے دینی اداروں میں بھی وہی کچھ پیدا کیا جائے جسے جامعہ قادریہ میں دیکھا اور محسوس کیا جاتا تھا۔

تنظیم مدارس

بغداد اور اس کے مضافات نہیں بلکہ پوری مملکت میں دینی مدارس اور اسلامی دانشگاہوں کا جال بچھا ہوا تھا، درس و تدریس کی گرم بازاری تھی، ہر ادارہ اپنے اپنے صوابدید کے مطابق کتاب وسنت اور عصری مضامین کی تعلیم میں مصروف تھا، فقہ، حدیث، تفسیر، فلسفہ، مناظرہ، کی نشر واشاعت ہو رہی تھی، تمام علمی مراکز اپنے ہدف کو پانے کے لئے کوشاں تھے۔

اب ضرورت محسوس ہوئی کہ تمام اداروں کو ایک لڑی میں پرو کر خاص نقطے پر مرتکز کیا جائے، سب کا ہدف ایک ہو اور ایک ہی مقصد کے لئے سب کوشش کریں، باہمی ربط واتصال اور آپسی نسل معرضی وجود میں آئے جو اعلیٰ صفات وباطنی کمالات سے مزین ہو کر آفاق عالم پر اثر انداز ہو کے عسکری توانائی وروحانی قوت سے مسلح ہو کر سیاسی، سماجی، معاشی ومعاشرتی انقلاب کے لئے اٹھ کھڑی ہو سکے۔

اس عظیم مقصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے لگاتار چار سالوں تک سعی بلیغ ہوتی رہیں ۵۴۶ھ تا ۵۵۰ھ (۱۱۴۱ء تا ۱۱۵۵ء) کے درمیان مدت میں متعدد مقامات پر علماء اور مشائخ کی میٹنگیں ہوتیں۔

ڈاکٹر عرسان کیلانی رقمطراز ہیں:

پہلا اجتماع مدرسہ قادریہ کی رباط میں منعقد ہوا، یہ رباط بغداد کے محلہ "حلہ" میں واقع تھی جہاں عراق اور بیرون عراق سے پچاس سے زیادہ مشائخ حاضر ہوئے۔

دوسرا اجتماع موسم حج کے دوران ہوا جس میں عالم اسلام کے مختلف اطراف سے مدارس اسلامیہ کے شیوخ جمع ہوئے، اس اجتماع میں عراق سے حضرت غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی، حضرت شیخ عثمان مرزوق، شیخ ابومدین، نے شرکت کی، اسی طرح یمن سے متعدد شیوخ اجتماع میں شامل ہوئے جن کے امور منظم کرنے کے لئے حضرت شیخ عبدالقادر نے اپنا نمائندہ ان کے ساتھ روانہ کیا، اس دوران حضرت شیخ عبدالقادر اور شیخ ارسلان دمشقی کے درمیان روابط جاری رہے۔ [عہد ایوبی کی نسل نو ۲۱۷]

جب علماء اسلام ومشائخ عظام ایک متحدہ کوشش کے لئے تیار ہو گئے تو پھر مدارس کے ذمہ داران کا ایک وسیع پیمانے پر اجتماع ہوا اور سارے اداروں کو ایک ہی منہاج پر چلانے کا اہم فیصلہ لیا گیا۔

یہ رپورٹ ملاحظہ کریں۔

اس اجتماع کا اہم ترین نتیجہ یہ تھا کہ ایک متحدہ قیادت عالم وجود میں آئی (تنظیم کو یا حسن وجود چلانے اور علمی اداروں کی سرپرستی وقیادت کرنے کے لئے متعدد عہدے متعین ہوئے) جیسا کہ درج ذیل ہے۔

(۱) قطب غوث (۲) ابدال (۳) اوتاد (۴) اولیاء۔

جب ایک ابدال وفات پا جائے تو قطب غوث کو اس کا متبادل متعین کرنے کا اختیار ہوگا۔ اس جدید تنظیم میں حضرت شیخ عبدالقادر "قطب غوث" بنائے گئے جو محبین صادق کے قافلہ سالار تھے اور علوم ومعارف کے ریاست، آپ کے سپرد تھی اور دس ابدال مملکت کے خواص اور سلاطین وقت تھے اور وہ یہ تھے۔

(۱) شیخ بقا بن بطوء موضع بابانوس۔ (۲) شیخ ابوسعید قیلوی، موضع زوپران۔ (۳) شیخ علی بن ہیتی، موضع زوپران۔ (۴) شیخ عدی بن مساہر۔ شیخ مدرسہ عدویہ کوہ ہکار۔ (۵) شیخ موسیٰ زولی۔ موضع صاردین۔ (۶) شیخ احمد رفاعی۔ شیخ ام عبیدہ، جنوبی عراق۔ (۷) شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی۔ موضع طفسونج (۸) شیخ ابومحمد بن

عبداللہ۔ بصرہ۔ (۹) شیخ حیاۃ بن قیس۔ حران۔ (۱۰) شیخ ابومدین۔ المغرب۔ [نشر المحاسن الغالیۃ ۱۴۲]

متحدہ قیادت کا فریضہ

"اسی متحدہ قیادت کا فرض تھا کہ وہ مدارس کی سرگرمیوں کو مربوط کرے، اوران کا رخ اشاعت زہد اور نئی نسل کی تربیت کی طرف موڑ دے اور اس بات کا خیال رکھے کہ ان کا کردار اس عہد کے اسلامی معاشرہ کے ان امراض کے علاج کے محور کے گرد گھومتا رہے جن امراض نے چیلنجوں کے سامنے اسے کمزور کردیا ہے اور اندرونی وبیرونی فرائض کی ادائے گی میں بے بس بنادیا ہے۔

تنظیم کے اثرات

تنظیم کے ارکان منتخب ہوئے، قراردادیں پاس ہوئیں اور سرکار غوث اعظم کی زیر سرپرستی یہ تنظیم کام کرنے لگی، اس متحدہ قیادت کے وجود میں آنے کے بعد تمام اداروں کو ایک نئی سمت ملی اور اس کے خوشگوار اثرات مرتب ہوئے اور یہ اثرات چار صدیوں میں ظاہر ہوئے۔

اول: مختلف مدارس اور رباط، ذہین طلبہ اور ترقی پذیر مریدین جن کے بارے میں خیال ہوتا تھا کہ مستقبل میں شیخ بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں کو مدرسہ قادریہ میں بھیج دیتے تھے۔ جیسا کہ شیخ ابومدین مغربی نے اپنے ایک مرید صالح بن ویرجان زرکالی کو بغداد بھیجا جہاں انہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر کے ہاں علوم فقہ اور سلوک زہد اور علوم ارادت کی تکمیل کی غرض سے مدرسہ قادریہ میں بھیجتے تھے۔ [بہجۃ الاسرار ۱۰۷]

دوم: تعلیم فقہ اور سلوک زہد کے مابین ربط کے نتیجے میں فقہا کی مخالفت کم بلکہ ختم ہوگئی۔ طرفین میں تعاون شروع ہوگیا، فقہا، فقہ اور زہد کو جمع کرنے لگے اور اسے شریعت وطریقت کی تکمیل کا نام دے دیا۔

سوم: تصوف اپنی گوشہ نشینی سے باہر آیا، جس حالت میں وہ اس سے پہلے تھا، عالم اسلامی کو درپیش چیلنجوں کا سامنا کرنے میں حصہ لینے لگا، سلطان نورالدین زنگی اور بغداد حران، کوہ ہکار اور دمشق کے مدارس کے شیوخ کے درمیان رابطے مستحکم ہوگئے، بعد ازاں ان مدارس نے نورالدین اور صلاح الدین کے ساتھ کام کرنے کی دعوت دی، یہ تعاون جاری رہا جبکہ دونوں سلطان نے ان مدارس زہد اور رباط پر غیر معمولی عنایات کیں، ان کی جدید شاخیں قائم کیں اور ان پر اوقاف وقف کئے، دوسری طرف ان مدارس نے اپنی ذمہ داریاں اٹھائیں اور جہادی معنوی قیادت میں ان کا کردار نہایت فعال اور کامیاب رہا۔ [عہد ایوبی کی نسل نو ۲۱۹]

تقریر وخطاب

قدیم زمانے سے خوابیدہ قوم کو جگانے اور مردہ دلوں میں جوش وولولہ پیدا کرنے کے لئے تقریر وخطاب کا سہارا لینے کا رواج رہا ہے۔ تصنیف وتالیف اور تحریر بلاشبہ دائمی چیزیں ہیں لیکن فوری طور پر قلب واذہان کو ایک سمت سے دوسری سمت کی طرف موڑنے کا سہل ترین ذریعہ تقریر وخطاب ہے۔

آج جس طرح تقریر سننے کے لئے جلسے وکانفرنس کا اہتمام ہوتا ہے، پانچویں صدی ہجری میں بھی اسی طرح جلسے ہوتے تھے، خطباء مدعو کئے جاتے ان کا شاندار استقبال کیا جاتا لوگوں کی بھیڑ جمع ہوتی اور خطیب اپنی خطابت کا جادو جگاتا۔

اس زمانے کے ایک مشہور خطیب وواعظ حضرت امام ابن جوزی ہیں انہیں بغداد کے علاقہ عربیہ میں نصف شعبان یعنی شب برات میں خطاب کے لئے بلایا گیا جب ان کی آمد ہوئی تو کس شان سے ان کا استقبال کیا گیا خود بیان کرتے ہیں۔

"بغداد بدل کر رہ گیا اور نصف شعبان کو اس کے اہالیان نے بڑی تعداد میں دریا عبور کیا، میں نے اسے باب بصرہ کی طرف سے عبور کیا اور مغرب کے بعد اس جانب داخل ہوا، اس کے باشندوں نے لاتعداد شمعوں کے ساتھ میرا استقبال کیا، ان میں سے بڑی تعداد میں لوگ مرے ساتھ ہولئے۔ بصرہ میں باب بصرہ سے نکلا تو میں نے دیکھا کہ اہالیان حربیہ نے بے شمار مشعلوں کے ساتھ استقبال کو آئے ہوئے ہیں یہ شمعیں باب بصرہ کے شمعوں سے مل گئیں اور ان کی تعداد ہزار تک پہنچ گئی میں نے ساری مخلوق کو روشنی سے معمور دیکھا، مرد، عورتیں اور بچے گھروں سے نکل کر اس کا نظارہ کررہے تھے، لوگوں کا ہجوم ایسا تھا جیسا کہ بقیہ ص ۹۴ پر

بقیہ ص ۴۸ رکا

خداوند عالم کی قربت کا باعث
ہے ان کی وصیت، یہ کہتے رہیں گے
ہے تجدیدی کارنمایاں پہ ان کے
جہاں محوِ حیرت، یہ کہتے رہیں گے
ہر اک شعر پہ ان کے قربان و سرشار
ہے عشق رسالت، یہ کہتے رہیں گے
فقیہانہ طرز نگارش پہ ان کی
ہے قرباں فقاہت، یہ کہتے رہیں گے
ہوئے ان سے سنگین تر مسئلے حل
ہیں وہ رشک حکمت، یہ کہتے رہیں گے
ہے ہر فتوی ان کا دلیلوں سے لبریز
ہے یہ علمی وسعت، یہ کہتے رہیں گے
ہیں ہم خوش عقیدہ، ہیں ہم اہل ایماں
ہے سب ان کی برکت، یہ کہتے رہیں گے
تھی مقبولیت ان کی ہے اور رہے گی
ہیں وہ رب کی رحمت، یہ کہتے رہیں گے
نہیں چاہتے کوئی قائد کہ ان کی
ہے جاری قیادت، یہ کہتے رہیں گے
بریلی سے رکھتے ہیں ہم خود کو منسوب
ہے کافی یہ نسبت، یہ کہتے رہیں گے
یہ جو صلح کلی بنے پھر رہے ہیں
ہے ان کی ضلالت، یہ کہتے رہیں گے
جو رکھتا ہے بیر ان کی فکر و نظر سے
نہیں اس کی وقعت، یہ کہتے رہیں گے
لڑاتے ہی رہنا سدا سنیوں کو
ہے شیطان کی فطرت، یہ کہتے رہیں گے
خلاف ان کے مسلک کے کرنا جسارت
ہے حق سے بغاوت، یہ کہتے رہیں گے
جو ان کا نہیں وہ نہیں مصطفےٰ کا
یہی ہے حقیقت، یہ کہتے رہیں گے
کرے اعتراض ان کے فتوے پہ جو شخص
ہے اس کی جہالت، یہ کہتے رہیں گے
زباں پہ رضا اور دل میں کدورت
ہے مذموم حرکت، یہ کہتے رہیں گے
جو حاسد رضا کے ہیں ان کو ہمیشہ
اٹھانی ہے ذلت، یہ کہتے رہیں گے
رہیں باز فتنوں سے آئے گی ورنہ
بہت جلد شامت، یہ کہتے رہیں گے
سوا اس کے توبہ کریں ان کے در پر
نہیں کوئی صورت، یہ کہتے رہیں گے
قیامت تک دیکھنا ان کا مسلک
رہے گی سلامت، یہ کہتے رہیں گے
ہمیں موت دے رب تو مسلک پر ان کے
ہے دل کی حسرت، یہ کہتے رہیں گے
ہے ہر حرف ان کی کتابوں کا قدسی
ہے عین شریعت، یہ کہتے رہیں گے

ص ۵۷ رکا بقیہ

مدرسہ کمیٹی نے بصد اصرار آپ کو اس بات کے لیے راضی کر لیا کہ جس طرح آپ پچھلے پچاس سالوں سے ہم سب کی رہنمائی فرماتے رہے اسی طرح مستقبل میں بھی رہنمائی فرماتے رہیں گے، جب آپ ریٹائرڈ ہوئے تھے، اس وقت آپ کی گورنمنٹی تنخواہ ۹۲۴۷ ر روپیے تھی، کمیٹی نے ساڑھے سات ہزار روپے مشاہرہ پر آپ کو بحال رکھا، اب تک آپ صدر المدرسین کے منصب پر فائز تھے، ریٹائر ہونے کے بعد سربراہ کے منصب کی ذمہ داری سونپی گئی، جب آئے تھے بڑھریا تو وہاں ایک مکتب تھا لیکن جب رخصت ہوئے تو قوم کے نونہالوں کے لیے ایک عظیم الشان تین منزلہ بلڈنگ قوم کو دے کر گئے، ایک وسیع و عریض مسجد تعمیر کرا کر گئے، رضا لائبریری کے نام سے ایک ایسی لائبریری طلبہ کو دے کر گئے جس میں کم از کم دس لاکھ روپے کی کتابیں موجود ہیں، ایک کمپیوٹر سنٹر ملت کے نونہالوں کے لیے چھوڑ کر گئے۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

■■■

از: مولانا انیس عالم سیوانی

ضیغم اہل سنت علامہ عبدالعزیز خان علیہ الرحمہ: حیات و خدمات

وصال ۱۷؍رجب المرجب ۱۴۳۸ھ بروز شنبہ مطابق ۱۵؍اپریل ۲۰۱۷ء دوپہر ۱۲؍بج کر ۵۵؍منٹ

جماعت اہل سنت کے زبردست عالم، ملت اسلامیہ کے پر خلوص قائد و رہنما، مسلک اعلیٰ حضرت کے مخلص داعی و نقیب، سنیت کے پاسبان، بے مثال خطیب، حق گوئی و بے باکی کی چلتی پھرتی تصویر، ضیغم اہل سنت حضرت علامہ الحاج عبدالعزیز خان صاحب حشمتی علیہ الرحمۃ کچھار سنیت کے ایسے مرد میدان تھے کہ ان کے نام سے وہابیت تھراتی تھی اور دیوبندیت کا کلیجہ شق ہوتا تھا، نیچریت کے پرستار اور صلح کل کے حامی کانپتے تھے، وہ مسلک حق و صداقت کے امین اور اسلاف کی سنتوں کے وارث تھے، انہوں نے علم اور وقار کا کبھی سودا نہیں کیا، ہمت دیکھ کر بات نہ کی، کسی عہدہ دار کی عزت اور سرمایہ دار کے اثر و رسوخ کے سامنے سر نہ جھکایا، ظاہری ٹھاٹ باٹھ کو کبھی اپنی ذات سے نہ جوڑا، سادگی میں جو جلال اور رعب تھا کہ جہاں داروں کو سر جھکانے پر مجبور کر دیتا تھا، اہل سنت کو ان پر ناز تھا، وہ سنیوں کی شان تھے، وہ بریلی والوں کی پہچان تھے، وہ حافظ ملت کے کردار و عمل کے محافظ تھے، شیر بیشۂ اہل سنت مولانا حشمت علی لکھنوی کے تصلب فی الدین کا نمونہ تھے، وہ حشمتی تھے فسادی نہیں تھے، تصلب کے نام پر اپنے علما اور مشائخ کو گالیاں نہیں دیتے تھے، مصالحی تھے مگر صلح کلی نہیں تھے، کسی رام بھگوان کے نام کا وہ جلسہ نہیں کرتے تھے، ہاں وہ جلسہ کراتے بھی تھے اور کرتے بھی تھے مگر وہ جلسہ میلاد النبی ﷺ، معراج النبی ﷺ کا ہوا کرتا تھا، نبی کی تعریف کرتے، نبی کے غلاموں کی تعریف کرتے، اپنے بڑوں کا اتنا احترام کرتے تھے کہ جس کی امید دوسروں سے نہیں کی جا سکتی، چھوٹوں کو نوازتے تھے اتنا کہ دیکھنے والا رشک کرے، سنت کبیر نگر یوپی کے رہنے والے تھے، لیکن ابھرتی ہوئی جوانی سے لے کر آخری عمر تک وہ سیوان میں رہے، وطن سنت کبیر نگر تھا مگر مدفن بڑھریا ضلع سیوان بنا، پورے سارن (چھپرہ، سیوان، گوپال گنج) میں ان کی ایک شناخت تھی، بعض لوگ بڑے مولانا صاحب کہتے تھے، اہل علم ضیغم اہلسنت (اہل سنت کا شیر) کہتے تھے اور عام طور پر مولانا عبدالعزیز خاں حشمتی کے نام سے پکارے جاتے تھے، بہت قریبی لوگ خان صاحب بھی کہتے تھے، ان کے انتقال کے بعد کچھ جدید فکر کے لوگ ان کی اصل پہچان کو چھپا کر ان کی شناخت ایسے لفظ سے کرا رہے ہیں کہ جس کی حیثیت پیوند سے زیادہ نہیں ہے۔

حضرت مولانا عبدالعزیز خان صاحب سیوان اور گوپال گنج کے مسلمانوں کے لیے مرکز کی حیثیت رکھتے تھے، عوام و خواص کے نزدیک ان کو جو اہمیت حاصل تھی وہ بہت کم لوگوں کو حاصل ہوتی ہے وہ بھی اس جگہ جہاں ایک شخص نے اپنی زندگی کے بیشتر اوقات گزارے ہوں، کبھی کسی سے یہ نہ سنا گیا کہ خان صاحب نے مسلک کے بارے مداہنت برتی نہ آپ پر کسی حرص و طمع کا الزام عائد کیا، نہ کسی نے یہ کہا کہ مدرسہ کو وہ اپنے ذاتی مقصد و مفاد کے لیے استعمال کرتے ہیں، ان کا اخلاق، ان کا کردار، ان کا خلوص، ان کے عزائم، ان کی جرأت و ہمت، ان کا تصلب فی الدین، ان کا مجاہدانہ کردار اپنے آپ میں بے مثال تھا، علمائے اہل سنت کی مجالس و محافل میں وہ سیوان کی نمائندگی فرماتے، سارن کا شاید ہی کوئی اہم دینی پروگرام ہو جس میں آپ کی سرپرستی یا صدارت نہ ہوتی ہو، خود ہمارے علاقے کے تقریباً بیشتر اجلاس میں آپ کی شرکت ہوتی تھی، چھوٹے سے بڑے سب آپ کی قدر کرتے تھے، ہم سب پر وہ اتنے مہربان تھے کہ گھریلو انفرادی محافل میں بھی شرکت فرماتے، شادی بیاہ کی تقریبات میں تشریف لے آتے، انتقال سے چند ماہ پیشتر میرے چچازاد بھائی مولانا شاہ عالم ازہری کے عقد مسنون کے موقع پر میلاد شریف میں خطاب فرمایا، بارات

میں شرکت فرمائی، یہ کرم فرمائی صرف ہم جیسوں کے لیے خاص نہ تھی بلکہ کوئی غریب و امیر دعوت دیتا اگر خالی ہوتے تو وعدہ فرماتے اور شرکت کرتے اور اگر تاریخ خالی نہ ہوتی تو خواہ کوئی بھی دعوت دیتا صاف صاف کہتے کہ دیکھئے میں نے فلاں سے وعدہ کرلیا ہے میں آپ کے یہاں نہیں شرکت کر پاؤنگا یہ نہیں کہ کوئی اثر دار آدمی آگیا یا بڑا پروگرام ہے تو آپ کسی کی دعوت رد کر کے وہاں چلے جائیں ایسا نہیں کرتے تھے، زندگی بھر موٹر سائیکل سے دورہ کیے، آخری دنوں میں جب بیمار رہنے لگے یہاں تک کہ اٹیک پڑا پھر بھی معمول میں کوئی فرق نہ آیا، وہی موٹر سائیکل کی سواری، ایک موقع پر میرے برادر مکرم مولانا کوثر امام قادری صاحب نے کہا کہ اب آپ فور ویلر سے چلا کریں تو مسکراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے لیے یہی ٹھیک ہے اگر فور ویلر سے جائیں گے تو اس کا خرچ بھی جلسہ والوں کو برداشت کرنا پڑیگا۔

گفتگو میں بڑا ٹھہراؤ تھا، خواہ مجلسی گفتگو ہو یا خطاب، پوری متانت اور سنجیدگی کے ساتھ بولتے، بڑے بڑے جلسوں میں آپ کے کلیدی خطبات اتنے اہم اور مؤثر ہوتے کہ اہل فہم و بصیرت کے نزدیک آپ کے افتتاحی کلمات حاصل جلسہ گفتگو کا درجہ رکھتے، ہمارے یہاں تقریر کا مطلب جبہ و دستار، اونچی ٹوپی، چیخ و پکار، شور ہنگامہ، قصے، لطائف، کود پھاند، جو مقرر جتنا چلائے، دوران تقریر نعت و منقبت کے اشعار گالے، فضول کی بے سروپا باتیں کرلے وہی کامیاب مقرر ہے، جاہل عوام تو جاہل ہی ہے بعض اہل مدرسہ بھی دستار بندی کے جلسوں میں ایسے ہی لوگوں کو کامیاب اور خصوصی خطیب کا درجہ دیتے ہیں، لیکن میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ مولانا عبدالعزیز خان حشمتی کی تقریروں میں جو اعتماد، وثوق، منطقی طرز استدلال ہوتا تھا وہ شاید باید کہیں اور ملے، وہ میرے استاذ نہیں تھے نہ میں ان کے مدرسے کا طالب رہا لیکن شروع ہی سے ان کی محبت اور ان کا احترام میرے دل میں رہا، سیوان شہر میں معمار قوم وملت مولانا شبیہ القادری صاحب اور بڑھریا کی سرزمین پر خان صاحب کی خدمات کو میں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ سیوان، چھپرہ، گوپال گنج کے اطراف و جوانب میں جس قدر مولانا، حافظ و قاری، امام اور مدارس و مکاتب نظر آ رہے ہیں ان سب پر کسی نہ کسی صورت ان دو شخصیتوں کا احسان ہے، کئی دفعہ مجھے اس بات کا احساس ہوا کہ نئی نسل اپنے بزرگوں اور اساتذہ سے دور ہو رہی ہے، نئے فارغین اپنے بڑوں کی ناقدری کو نشان امتیاز سمجھنے کی غلطی کر رہے ہیں، یہ چیز مجھے حضرت علامہ عبدالعزیز خان صاحب حشمتی اور علامہ شبیہ القادری صاحب کے ساتھ نظر آئی، میں اکثر اپنے ملنے والوں کو کہتا ہوں کہ دین کی بہاریں، سنیت کا لہلہاتا ہوا چمن اور مسلک اعلیٰ حضرت کی باد بہاری ہمارے مشائخ، اساتذہ اور بزرگوں کی کارگزاریوں کا ثمرہ ہیں، ہم اپنے بڑوں سے الگ ہوکر بڑا نہیں بن سکتے، اپنے بزرگوں پر تنقید کر کے اہل سنت کو فروغ تو نہیں دے سکتے، ہاں! ملت کو فرقوں اور فتنوں میں ضرور مبتلا کر دیں گے۔

حضرت علامہ عبدالعزیز خان صاحب نے جامعہ شمسیہ تیغیہ بڑھریا کو اپنا خون جگر دیا، دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا، بہار کی سرزمین پر مدرسہ چلانا کوئی معمولی بات نہیں، بہار میں مدرسوں کی کمی نہیں لیکن بڑھریا مدرسہ جس شان سے چلا اس کی مثال کم از کم بہار میں تو شاید ہی ملے، آج سے بیس پچیس سال پہلے ڈھائی تین سو طلبہ دار الاقامہ میں رہتے تھے، درجہ حفظ اور نظامیہ کی معیاری تعلیم ہوتی تھی، اساتذہ کی ایک مضبوط ٹیم تھی جس کے قائد و امیر علامہ عبدالعزیز خاں تھے، درسگاہ سے لے کر جلسہ گاہ تک، مدرسہ سے لے کر دور دراز علاقوں تک طوطی بولتی تھی، بڑے بڑے غنڈے موالی اور مافیا بھی آپ کا سامنا کرنے سے کتراتے تھے، مولانا عبدالعزیز خان زندگی بھر رد وہابیہ کرتے رہے، وہ حق کے طرف داروں کے امیر اور کاروان اہل سنت کے علمبردار تھے، وہ ایسے بیٹے تھے جس پر ماں باپ ہی کو نہیں پورے خاندان کو فخر ہوتا ہے، وہ ایسے شاگرد تھے کہ جس پر اساتذہ کو ناز ہوتا ہے، وہ ایسے استاذ اور مربی تھے کہ جس پر اہل محبت کو اعتماد اور یقین ہوتا ہے، وہ ایسے مرید تھے کہ جس پر پیر کا فیض جاری رہتا ہے۔

مولانا عبدالعزیز خان اتر پردیش کے پروانچل کے سنت کبیر نگر، تھانہ، دودھارا، موضع، اگیا میں ۴ر اپریل ۱۹۴۲ء جناب

محمد نعیم خان کے گھر پیدا ہوئے، شعبانی دادی نام کی مشہور معلمہ نے بسم اللہ خوانی کرائی، ناظرہ قرآن اور ابتدائی اردو کی تعلیم معلمہ صاحبہ سے حاصل کی، اگیا چھاتا کے مکتب میں درجہ پانچ تک کی پڑھائی کی، ۱۹۵۴ء میں اہل سنت کی عظیم درس گاہ تدریس الاسلام بسڈیلہ میں علامہ اعجاز احمد ادروی (بڑے مولانا صاحب) علامہ کاظم علی عزیزی خلیل آبادی، علامہ سخاوت علی اور علامہ عبد الشکور گیاوی سے درس لیا، ۱۹۶۰ء میں عظیم دینی درس گاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں داخلہ لیا، مبارک پور کے قابل فخر اساتذہ کی بارگاہوں میں زانوئے ادب تہ کیا اور اپنے بزرگوں کے فیضان سے خوب خوب مالا مال ہوئے، مبارک پور میں آپ نے حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبد العزیز مبارکپوری، استاذ الاساتذہ، ناشر فتاویٰ رضویہ علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی، بحر العلوم والمعارف علامہ مفتی عبد المنان صاحب اعظمی، قاضی شریعت علامہ قاضی محمد شفیع صاحب مبارک پوری، استاذ القراء علامہ قاری محمد یحییٰ صاحب مبارک پوری وغیرہم سے آپ نے اکتساب فیض کیا۔

۱۹۶۴ء یا ۱۹۶۵ء میں جامعہ اشرفیہ سے فارغ ہوئے، حافظ ملت کے حکم پر سیوان مدرسہ شمسیہ تیغیہ انوار العلوم بڑہریا آئے، ۱۹۶۴ء میں یہ مدرسہ قائم ہوا تھا، مدرسہ کیا تھا بس نام تھا مدرسے کا، نہ رہنے کی جگہ، نہ کھانے کا معقول انتظام، کبھی کھایا کبھی فاقہ کرلیا، کبھی کبھار خرچہ گھر سے منگالیا، صبر وشکر کی جن وادیوں سے آپ کو گزرنا پڑا ہے وہ جدید نسل کے لیے نمونہ عمل ہے، بڑہریا جب آپ کی آمد ہوئی تھی، مدرسہ برائے نام تھا، شاید جھونپڑی رہی ہو حالانکہ آپ ایک باحیثیت اور متمول گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، دین وسنیت کی خاطر نہ معلوم کن کن مصائب سے دوچار ہونا پڑا لیکن زبان پر حرف شکایت نہ آیا، پریشانیوں میں خوش رہنا، مشکل گھڑیوں میں مسکرانا، تذبذب کے ماحول میں اپنے آپ کو محفوظ رکھنا ضیغم اہل سنت جیسے لوگوں کا کام ہے، مولانا عبد العزیز خان کی زندگی کا یہ ایک تاریخی باب ہے کہ فراغت سے لے کر انتقال تک ایک ہی مدرسہ سے آپ متعلق رہے، بعض لوگ تو ہر سال ہی مدرسہ بدل دیتے ہیں، کوئی اس لیے مدرسہ بدل دیتا ہے کہ دوسری جگہ سو پچاس روپے بڑھ کر تنخواہ مل رہی ہوتی ہے، کوئی اس لیے نیا مدرسہ تلاش کرتا ہے کہ وہاں اس کے من کا کھانا ملے گا، کوئی اس لیے مدرسہ چھوڑ دیتا ہے کہ کمیٹی اور اس کی انا کے درمیان اتحاد ممکن نہیں ہوتا لیکن سوچئے ایک شخص ایسی جگہ آیا جہاں نہ رہنے کا انتظام، نہ کھانے کا معقول بندوبست، نہ طلبہ کی جماعت، نہ وہ جگہ شہری تھی، لیکن پھر بھی وہ ڈٹا رہا، اڑا رہا، اسے ایک دُھن سوار تھا، اس کے پیش نظر ایک مقصد عظیم تھا، وہ کچھ کرنا چاہتا تھا، وہ اکیلا آیا تھا، لیکن جب رخصت ہو رہا تھا تو اس کے پیچھے ایک جماعت تھی، ایک بھیڑ تھی، اہل محبت کا ازدحام تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ بڑھریا اور اطراف کے تمام گاؤں اور محلوں کے ہر گھر سے جنازہ اٹھ رہا ہے، آنکھیں اشکبار تھیں، دل ملول تھے، عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے اٹھے، ان کے جانے کا غم ان کے برادران، اہل خانہ ان کے فرزندان بالخصوص ان کے جانشین مولانا عقیل خان کو کتنا ہوا ہوگا اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، حافظ عبد العزیز صاحب، علامہ عالمگیر صاحب، مولانا افتخار بیدم صاحب، مولانا ہارون صاحبان کے اوپر کیا گزری ہوگی اسے تو وہی حضرات سمجھ سکتے ہیں، مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ کیا گئے کہ محفل سونی ہوگئی۔ ع

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

وہ آئے تھے اس وقت مدرسہ شمسیہ قائم ہوا تھا، صوفی محمد شریف صاحب ساکن پچھم محلہ بڑہریا نے ۱۷/مارچ ۱۹۶۴ء میں مدرسہ شمسیہ تیغیہ انوار العلوم بڑہریا کی بنا ڈالی، اور ۶/ذو الحجہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۶/اپریل ۱۹۶۵ء کو سو روپے ماہانہ پر مولانا عبد العزیز خان کی تقرری عمل میں آئی، تھوڑے ہی عرصہ بعد بانی ادارہ صوفی محمد شریف صاحب مورخہ ۲۸/اگست ۱۹۶۵ء کو مدرسہ سے سبکدوش ہوگئے، اس کے بعد سے تمام تر ذمہ داریاں ضیغم اہل سنت کے کاندھوں پر آگئیں، ۱۹۶۵ء سے لے کر ۲۰۱۷ء تک آپ بڑہریا میں رہے بلکہ اہل بڑہریا کی محبت اور آپ سے لگاؤ ایسا کہ مدرسہ بورڈ کی سروس سے جب آپ ۳۰/جون ۲۰۰۷ء کو ریٹائرڈ ہوئے تو لگا کہ اب آپ چلے جائیں گے لیکن علاقہ کے سر برآوردہ لوگوں نے اس بات کو گوارہ نہیں کیا، بقیہ ص ۵۴/پر

مذہب ومسلک کا ترجمان ماہنامہ سنی دنیا

حضرت شہزادۂ گرامی حضور تاج الشریعہ ومدیر اعلیٰ ماہنامہ سنی دنیا، بریلی شریف   سلام ورحمت

ماہنامہ سنی دنیا دور طالب علمی سے ہی زیر مطالعہ ہے، تمام مشمولات کا مذہب ومسلک کا ترجمان پاکر بڑی خوشی ہوتی ہے، مضامین میں مضمون نگار کی قابلیت سے کہیں زیادہ ان کے دینی خلوص اور احقاق واثبات اور تبلیغ وارشاد پاکر کامل اطمینان رہتا ہے، رسالہ کے جملہ مندرجات وقت اور حالات کے تحت ہیں جو ماہنامہ کی اہمیت وافادیت اور حضرت مدیر اعلیٰ کی فکری قابلیت کی گواہی دیتے ہیں، خواندہ دل ودماغ روشن ہوا، ڈاکٹر غلام جابر شمس پورنوی کی تحریریں سبھوں کی طرح فقیر بھی دلچسپی سے پڑھا کرتا ہے، تحقیقی اور معلوماتی ہونے کے سبب پہلی ہی نشست کافی رہتی ہے، علامہ موصوف کی تحریر حسام الحرمین پر علمائے ممبئی کی تصدیق زبردست ہے، ایسی تحریریں معاندین، حاسدین اور صلح کلیوں کے لئے یقیناً چشم کشاں ہیں۔

حضرت علامہ کی تلاش وجستجو قابل صد مبارکباد ہے اور لائق عمل بھی، موصوف کا ذوق مطالعہ اور اشاعت مسلک کا جذبہ روز افزوں ہوں، رب قدیر انہیں کامل صلہ عطا فرمائے، میری گزارش اور خواہش ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے اوقات میں سے قیمتی وقت نکال کر اس حوالے سے ایک مبسوط کتاب قوم وملت کو عطا کریں، جس میں ان کتابوں کے اقتباسات ومصنفوں اور ان کے افکار وحالات درج ہوں تو پھر انشاء اللہ الرحمٰن یہ باتیں عام ہوجائیں گی کہ یہ تردیدی قلمی کاوشیں محض علمائے بریلی کی ہی نہیں بلکہ بریلوی کہے جانے والے جہاں بھر کے اہل اسلام کی ہیں، مدیر رسالہ مولانا نشتر فاروقی صاحب دوسرے شرکائے کارواں کو سلام فقط

محمد محبوب عالم قادری

خادم الطلبہ مدرسہ رشید العلوم سریاں، بنارس

اسٹیجوں پر نعرۂ تکبیر ورسالت کا مقصد

آج کل رواج ہے کہ اسٹیجوں پر شعراء ومقررین اور پیران عظام کا استقبال نعرۂ تکبیر ونعرۂ رسالت سے کیا جاتا ہے، آپ نے کبھی سوچا کہ کسی شخصیت کا استقبال نعرۂ تکبیر ورسالت سے کیوں کیا جاتا ہے؟ اور اللہ اکبر کی صدا بلند کرکے کسی شخصیت کو خراج عقیدت پیش کرنے میں کیا مناسبت ہے؟ ظاہر ہے اگر یہ عمل کسی معقول وجہ کے بغیر ہے تو اس کا ترک ضروری ہے، کیوں کہ کسی شخص مخصوص کی عوامی رونمائی پر اللہ اکبر اور یارسول اللہ کا نعرہ مناسب نہیں اور اگر کوئی وجہ ہے، تو کیا یہ وجہ ہے کہ جب کوئی شخص ''شخصیت'' بن جائے، ایسی شخصیت کہ اس سے نظریاتی یا عملی طور پر اسلام کی سربلندی کا کام ہوا ہو، ایسا کام جو پورے اسلام کے حق میں ہو یا عالمی یا ملکی سطح پر مسلمانوں کی تائید وحمایت میں ہو تو اس کو دیکھ کر اللہ اکبر کی صدا بلند کرنا، اس بات کا اعلان کرنا ہے کہ اگرچہ یہ شخصیت اپنے آپ میں بہت عظیم ہے، اس نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے ہیں، مگر اللہ کی ذات ہر شئے سے بلند وبرتر ہے، اس شخص کو چاہئے کہ خود کو عظمت کے مینار پر نہ بٹھائے، کیوں کہ جو کام اس کی ذات سے ہوا ہے، اللہ چاہتا تو کسی سے بھی وہ کام لے لیتا، یہ اس کی خوش نصیبی ہے کہ قدرت نے اسے چنا۔

اس تاویل کے لحاظ سے مطلب یہ ہوا کہ نعرۂ تکبیر دراصل اس ہستی کے لئے ایک خاموش تنبیہ ہے کہ کوئی بھی عام انسان کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو، اس کی عظمت، عظمت الٰہی کی تجلی ہے، اس لئے اسے کبر وغرور میں نہیں مبتلا ہونا چاہئے اور سامعین کے لئے اس بات کی تنبیہ ہے کہ صاحب عظمت کو دیکھ کر اللہ کی کبریائی بیان کرنا چاہئے اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ اکبر من کل شی، کائنات میں جو کچھ ہے، سب اسی کا فضل وکرم اور اسی کی بخشش ہے، سب اس کے محتاج اور نیازمند ہیں اور وہ بے نیاز ہے، یا اس بات کا اعلان کرنا ہے کہ ''سامعین وناظرین جس ہستی کے دیدار یا خطاب سے مشرف ہورہے ہیں، اس کی ذات اسلام کی شان اور مسلمانوں کے لئے نعمت عظمی ہے، اس لئے اس نعمت سے سرفرازی پر اللہ کی بزرگی بیان کی جائے، جس نے ''اپنی نعمت'' کے فیض سے سب کو مستفیض ہونے کا موقع عنایت کیا۔''

کسی کے استقبال پر نعرۂ تکبیر بلند کرنے کی کوئی اور تاویل میرے پاس نہیں ہے، اس توجیہ کے بعد یہ بتانے بقیہ ص ۸ پر



مرکز الدراسات الإسلامية
جامعة الرضا
بریلی شریف یوپی، هند
CENTER OF ISLAMIC STUDIES JAMIATUR RAZA
MARKAZ NAGAR MATHURAPUR, C.B.GANJ, BAREILLY SHARIF (U.P.)
عمدہ قیام وطعام کے ساتھ ایک ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم
AZHARI HOSTEL
ازہری ہاسٹل
Imam Ahmad Raza Trust
82-Saudagran, Raza Nagar, Bareilly U.P.-243003 (India)
امام احمد رضا ٹرسٹ
State Bank of India, Bareilly.
A/C No. 030078123009
IFSC Code : SBIN0000597
HDFC Bank, Bareilly
A/c No. 50200004721350
IFSC Code : HDFC0000304

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2017-19
DECEMBER - 2017
PAGES 60 WITH COVER
PER COPY : ₹20.00
PER YEAR : 250.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

HADEETH SHAREEF

Hazrat Abdullah Ibn Amr (Radiyallahu Anhu) said: I was told that Allah's Massenger (Sallallahu Alaihi Wa Sallam) had said, "Prayer" engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, so I went to him sitting counts as half the prayer, so I went to him and I found him praying while sitting, and I put my hand on his head. He said, "What is the matter with you, Abdullah Ibn Amr?" I replaced: "I have been told, Massenger, of Allah (Sallallahu Alaihi Wa Sallam), that you said that prayer engaged in by a man while sitting counts as half the prayer, Yet you yourself are praying while sitting. "He said, "He said, "Yes, but I am not like one of you."

(Muslim Sharif)